تحفۃ القاری

شرح

صحیح البخاری

جلد ششم

افادات

حضرت اقدس مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری مدظلہ

شیخ الحدیث وصدر المدرسین دار العلوم دیوبند

ترتیب

مولانا مفتی حسین احمد صاحب پالن پوری

فاضل دار العلوم دیوبند

ناشر

مکتبہ حجاز دیوبند

تفصیلات

نام کتاب : تحفۃ القاری شرح صحیح البخاری جلد ششم

افادات : حضرت اقدس مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری دامت برکاتہم
شیخ الحدیث وصدر المدرسین دارالعلوم دیوبند 09412873888

مرتب : مولانا مفتی حسین احمد صاحب پالن پوری زید مجدہٗ فاضل دارالعلوم دیوبند

سائز : ۸/۲۰×۳۰

صفحات : ۶۱۶

تاریخ طباعت : باراول جمادی الاولیٰ ۱۴۳۵ ہجری مطابق مئی ۲۰۱۴ عیسوی

کمپیوٹر کتابت : روشن کمپیوٹرز، محلّہ اندرون کوٹلہ دیوبند

کاتب : مولوی حسن احمد پالن پوری فاضل دارالعلوم دیوبند 09997658227
Mhcamron@gmail.com

پریس : ایچ، ایس پرنٹرس، ۱۴۷ اے چاندی محل، دریا گنج دہلی (011)23244240
09811122549

ناشر

مکتبہ حجاز دیوبند ضلع سہارن پور۔ (یو، پی)

فہرست مضامین

کتابُ الشهادات

کتاب الصلح

کتاب الشروط

کتاب الوصایا

کتاب الجهاد والسِّيَر

کتاب الجهاد (الخمسُ و الفیءُ)

کتاب الجهاد (الجزية والموادعة)

کتاب بدء الخلق

کتاب الأنبیاء

عربی ابواب کی فہرست

كتاب الشهادات

كتاب الصلح

كتاب الشروط

كتاب الوصايا

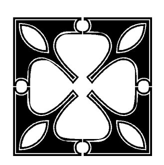
كتاب الجهاد والسِّيَّر

کتاب الجهاد (الخمسُ والفیءُ)

کتاب الجهاد (الجزیة والموادعة)

کتاب بدء الخلق

كتاب الأنبياء



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

كتابُ الشَّهَادَاتِ

گواہیوں کا بیان

بَابُ مَاجَاءَ فِي الْبَيِّنَةِ عَلَى الْمُدَّعِي

گواہ مدعی کے ذمہ ہیں

عدالت میں مدعی کو گواہ پیش کرنے ہوتے ہیں، صرف دعوی کافی نہیں، اور مدعی علیہ کے ذمہ گواہ نہیں، اس کا انکار کافی ہے، اور دلیل دو آیتیں ہیں:

پہلی آیت: آیت مداینہ ہے، یہ سورۃ البقرہ کی آیت ۲۸۲ ہے، ارشاد پاک ہے: اے ایمان والو! جب تم کوئی ادھار کا معاملہ کرنے لگو ایک معین مدت تک کے لئے تو اس کو لکھ لیا کرو، یعنی دستاویز بنالو۔ پھر آگے ہے: اور دو شخصوں کو اپنے مردوں میں سے گواہ بنالو یعنی دستاویز میں یہ گواہیاں بھی ثبت کرلو۔ گواہ اس لئے بنائے جاتے ہیں کہ وقت ضرورت کام آئیں، یہ دستاویز قرض دینے والے کے پاس رہے گی، مقروض اپنے پاس کیوں رکھے گا؟ اور قرض خواہ ہی بوقت دعوی دستاویز اور گواہیاں پیش کرے گا، پس ثابت ہوا کہ مدعی کے ذمہ گواہیاں پیش کرنا ہے۔

دوسری آیت: سورۃ النساء کی آیت ۱۳۵ ہے: ''اے ایمان والو! انصاف پر خوب قائم رہنے والے، اللہ کے لئے گواہی دینے والے بنو، اگرچہ گواہی اپنی ذات کے خلاف ہو، یا والدین اور دوسرے رشتہ داروں کے خلاف ہو، اگر وہ شخص امیر ہو یا غریب تو اللہ تعالیٰ کا دونوں سے زیادہ تعلق ہے، پس تم خواہش نفس کی پیروی مت کرو، کبھی تم حق سے ہٹ جاؤ اور اگر تم کج بیانی کروگے یا پہلوتہی کروگے تو یقیناً اللہ تعالیٰ تمہارے سب اعمال کی پوری خبر رکھتے ہیں'' اس آیت میں ﴿شُهَدَاءَ لِلّٰهِ﴾ سے استدلال کیا ہے کہ مدعی کے ذمہ گواہی پیش کرنا ہے اور جن کے خلاف گواہی دی جارہی ہے ان کے ساتھ تعلقات کا گواہی میں لحاظ نہیں کرنا چاہئے۔

بسم الله الرحمن الرحيم

٥٢- كتابُ الشَّهَادَاتِ

[١-] بَابُ مَاجَاءَ فِي الْبَيِّنَةِ عَلَى الْمُدَّعِي

[١-] لِقَوْلِهِ تَعَالَى: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا إِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدَيْنٍ إِلَى أَجَلٍ مُسَمًّى فَاكْتُبُوْهُ﴾ الآية. [البقرة: ٢٨٢]

[٢-] وَقَوْلِهِ تَعَالَى: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا كُوْنُوْا قَوَّامِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَاءَ لِلّٰهِ، وَلَوْ عَلَى أَنْفُسِكُمْ أَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِيْنَ﴾ إِلَى قَوْلِهِ ﴿بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا﴾[النساء: ١٣٥]

بَابٌ: إِذَا عَدَّلَ رَجُلٌ أَحَدًا فَقَالَ: لَانَعْلَمُ إِلَّا خَيْرًا، أَوْ: مَا عَلِمْتُ إِلَّا خَيْرًا

کوئی شخص دوسرے کا تزکیہ کرے اور کہے: ہم خیر کے علاوہ نہیں جانتے، یا کہے میں خیر کے علاوہ نہیں جانتا

گواہوں کا تزکیہ ضروری ہے یعنی گواہوں کے بارے میں معلوم کرنا ہوتا ہے کہ وہ کیسے ہیں: معتبر ہیں یا نہیں؟ پس اگر مُزکّی کہے: لَانَعْلَمُ إِلَّا خَيْرًا یا کہے: مَا عَلِمْتُ إِلَّا خَيْرًا تو یہ تزکیہ معتبر ہے۔ اور باب میں یہ حدیث ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت والے واقعہ میں نبی ﷺ نے جب وحی آنے میں دیر ہوئی تو حضرت علی اور حضرت اسامہ رضی اللہ عنہما سے مشورہ کیا۔ حضرت اسامہؓ نے کہا: أَهْلُكَ، وَلاَ نَعْلَمُ إِلَّا خَيْرًا: آپ اپنی اہلیہ کو رکھے رہیں، ہم ان کے بارے میں خیر کے علاوہ کوئی بات نہیں جانتے۔ یہ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ کا تزکیہ کیا ہے، اسی طرح یہ جملہ گواہوں کے تزکیہ میں بھی کافی ہے۔

[٢-] بَابٌ: إِذَا عَدَّلَ رَجُلٌ أَحَدًا فَقَالَ: لَانَعْلَمُ إِلَّا خَيْرًا، أَوْ: مَا عَلِمْتُ إِلَّا خَيْرًا

[٢٦٣٧-] حدثنا حَجَّاجٌ، ثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ النُّمَيْرِيُّ، ثَنَا يُوْنُسُ، ح: وَقَالَ اللَّيْثُ: حَدَّثَنِي يُوْنُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ، وَابْنُ الْمُسَيَّبِ، وَعَلْقَمَةُ بْنُ وَقَّاصٍ، وَعُبَيْدُ اللّٰهِ، عَنْ حَدِيْثِ عَائِشَةَ - وَبَعْضُ حَدِيْثِهِمْ يُصَدِّقُ بَعْضًا - حِيْنَ قَالَ لَهَا أَهْلُ الإِفْكِ مَاقَالُوْا، فَدَعَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم عَلِيًّا وَأُسَامَةَ حِيْنَ اسْتَلْبَثَ الْوَحْيُ، يَسْتَأْمِرُهُمَا فِي فِرَاقِ أَهْلِهِ، فَأَمَّا أُسَامَةُ فَقَالَ: أَهْلُكَ وَلاَ نَعْلَمُ إِلَّا خَيْرًا، وَقَالَتْ بَرِيْرَةُ: إِنْ رَأَيْتُ عَلَيْهَا أَمْرًا أَغْمِصُهُ أَكْثَرَ مِنْ أَنَّهَا حَدِيْثَةُ السِّنِّ، تَنَامُ عَنْ

عَجِيْنِ أَهْلِهَا، فَتَأْتِي الدَّاجِنُ فَتَأْكُلُهُ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم: " مَنْ يَعْذِرُنِيْ مِنْ رَجُلٍ بَلَغَنِيْ أَذَاهُ فِي أَهْلِ بَيْتِيْ؟ فَوَ اللّٰهِ مَا عَلِمْتُ مِنْ أَهْلِيْ إِلَّا خَيْرًا، وَلَقَدْ ذَكَرُوْا رَجُلًا مَا عَلِمْتُ عَلَيْهِ إِلَّا خَيْرًا "[راجع: ۲۵۹۳]

ترجمہ: امام زہری رحمہ اللہ چار اساتذہ سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا واقعہ روایت کرتے ہیں —— اور ان میں سے ایک کی حدیث دوسرے کی حدیث کی تصدیق کرتی ہے، یعنی الفاظ اگرچہ الگ الگ ہیں مگر مضمون ایک ہے —— جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں تہمت لگانے والوں نے وہ بات کہی جو کہی تو نبی ﷺ نے حضرت علی اور حضرت اسامہ رضی اللہ عنہما کو بلایا، جب وحی آنے میں تاخیر ہوئی، آپؐ ان دونوں سے مشورہ کر رہے ہیں اپنی بیوی کو جدا کرنے کے بارے میں، پس حضرت اسامہؓ نے کہا: آپؐ اہلیہ کو علاحدہ نہ کریں، ہم خیر کے علاوہ کوئی بات نہیں جانتے! اور بریرہ رضی اللہ عنہا نے کہا: نہیں دیکھتی میں ان میں کوئی ایسی بات جس کو میں حقیر سمجھوں زیادہ اس سے کہ وہ نوعمر ہیں، سو جاتی ہیں گھر والوں کے آٹے سے، پس گھر کی پلی ہوئی بکری آتی ہے اور آٹا کھا جاتی ہے۔ پس رسول اللہ ﷺ نے (مسجد میں تقریر میں) فرمایا: مجھے اس شخص کے حملوں سے کون بچائے گا جس کی ایذاء رسانی میرے گھر والوں کے بارے میں مجھ تک پہنچی ہے، پس بخدا! میں نہیں جانتا اپنے گھر والوں کے بارے میں اچھی بات کے علاوہ اور تہمت لگانے والے ایک ایسے آدمی کا تذکرہ کرتے ہیں جس کے بارے میں بھی میں خیر کے علاوہ کوئی بات نہیں جانتا۔

وضاحت: حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کے قول میں أهلُكَ: منصوب اور مرفوع دونوں طرح پڑھ سکتے ہیں۔أی: الْزَمْ أَهْلَكَ، أو: هي أهلُكَ أو: أَهْلُكَ غير مطعونٍ عليه...........غَمَصَهُ (ض) غَمْصًا: حقیر سمجھنا، کوئی حیثیت نہ دینا ....مَن يَعْذِرُنِيْ: أي مَنْ يَنْصُرُنِي...........نبی ﷺ نے فو اللّٰهِ مَا عَلِمْتُ: مسجد میں تقریر میں فرمایا تھا۔

بَابُ شَهَادَةِ الْمُخْتَبِئِ

چھپے ہوئے کی گواہی

اِخْتِبَاء: چھپنا، پوشیدہ ہونا۔ خَبَأَهُ خَبْئًا: چھپانا، کسی شخص نے کسی کا اقرار چھپ کر سنا تو کیا وہ گواہی دے سکتا ہے؟ امام بخاری اور ائمہ ثلاثہ رحمہم اللہ کے نزدیک گواہی دے سکتا ہے۔ ان کے نزدیک چھپے ہوئے شخص کی گواہی معتبر ہے، اور حنفیہ کے یہاں تفصیل ہے: اگر آدمی اس طرح چھپا ہوا ہے کہ مشہود علیہ کو دیکھ رہا ہے مگر مشہود علیہ اس کو نہیں دیکھ رہا، پھر اس کی بات سنے تو شہادت جائز ہے، اور اگر دیوار یا پردہ کے پیچھے سے اس کی آواز سن رہا ہے مگر اس کو دیکھ نہیں رہا تو اس کی شہادت معتبر نہیں، کیونکہ وہ صرف آواز کی گواہی ہوگی۔ والصوتُ يُشْبِهُ الصَّوْتَ: آواز آواز کے مشابہ ہوتی ہے، آج کل ٹیلیفون کی گفتگو ٹیپ کر لی جاتی ہے پھر وہ عدالت میں پیش کی جاتی ہے، یہ شہادت معتبر نہیں، کیونکہ آواز آواز کے مشابہ ہے، البتہ ٹیپ

کو قرینہ مؤیِّدہ کے طور پر پیش کیا جاسکتا ہے، مگر قاضی اس پر فیصلہ نہیں کرے گا۔

دلائل:

۱- حضرت عمرو بن الحارث رضی اللہ عنہ جو صحابی صغیر ہیں، چھپے ہوئے آدمی کی شہادت کو جائز قرار دیتے ہیں اور فرماتے ہیں: جھوٹے بدکار کے ساتھ ایسا ہی کیا جائے، یعنی دو گواہوں کو چھپا کر بٹھا دو، پھر تنہائی میں اس سے بات کرو، وہ اقرار کرے گا، اور چھپے ہوئے آدمی اس کو سن لیں گے، وہ گواہی دیں گے اور حق ثابت ہو جائے گا۔ حنفیہ کے نزدیک اس کا مصداق وہ صورت ہے کہ گواہ مشہود علیہ کو دیکھ رہے ہوں اور بات سنیں تو گواہی دے سکتے ہیں۔

۲- امام عامر شعبی، حضرت ابن سیرین، حضرت عطاء بن ابی رباح اور حضرت قتادہ رحمہم اللہ کی رائے بھی یہی ہے کہ صرف سن کر گواہی دینا جائز ہے، البتہ حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس صورت میں یہ نہ کہے کہ مجھے گواہ بنایا ہے، بلکہ یہ کہے کہ میں نے ایسا سنا ہے۔

حدیث (۱): نبی ﷺ ابن صیاد کی حقیقت جاننے کے لئے درختوں کی اوٹ میں چھپ کر جا رہے تھے، تا کہ اس کی بات سنیں، مگر اس کی ماں نے بتا دیا، اس لئے اس نے بولنا بند کر دیا، اس حدیث سے استدلال بایں وجہ درست نہیں کہ یہاں شہادت کا کوئی معاملہ نہیں تھا، اپنے طور پر معلومات حاصل کرنا مقصود تھا۔

حدیث (۲): رفاعہ قرظی رضی اللہ عنہ کی بیوی نبی ﷺ کے پاس آئی اور اس نے اپنے نئے شوہر عبدالرحمٰن بن الزبیر کی نامردی کی شکایت کی اور کپڑے کا پھندنا ہلا کر کہا کہ عبدالرحمٰن کے پاس ایسا ہے۔ اس وقت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ وہاں بیٹھے تھے اور خالد بن سعید بن العاصؓ باہر دروازہ پر اجازت کے منتظر تھے، انھوں نے عورت کی بات سنی اور حضرت ابوبکرؓ سے کہا: یہ عورت نبی ﷺ کے پاس کیا بکواس کرتی ہے؟ اس سے بھی استدلال درست نہیں، یہ عام حالات کی بات ہے، یہاں شہادت کا کوئی معاملہ نہیں، اس لئے یہ دونوں روایتیں حنفیہ کے خلاف نہیں۔

[۳-] بَابُ شَهَادَةِ الْمُخْتَبِئِ

[۱-] وَأَجَازَهُ عَمْرُو بْنُ حُرَيْثٍ، قَالَ: وَكَذٰلِكَ يُفْعَلُ بِالْكَاذِبِ الْفَاجِرِ.

[۲-] وَقَالَ الشَّعْبِيُّ وَابْنُ سِيْرِيْنَ وَعَطَاءٌ وَقَتَادَةُ: السَّمْعُ شَهَادَةٌ، وَكَانَ الْحَسَنُ يَقُوْلُ: لَمْ يُشْهِدُوْنِيْ عَلٰى شَيْئٍ، وَلٰكِنْ سَمِعْتُ كَذَا وَكَذَا.

[۲۶۳۸-] حدثنا أَبُوْ الْيَمَانِ، أَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ: قَالَ سَالِمٌ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ، يَقُوْلُ: انْطَلَقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم وَأُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ الْأَنْصَارِيُّ يَؤُمَّانِ النَّخْلَ الَّتِيْ فِيْهَا ابْنُ صَيَّادٍ، حَتّٰى إِذَا دَخَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم طَفِقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم يَتَّقِيْ بِجُذُوْعِ

النَّخْلِ، وَهُوَ يَخْتِلُ أَنْ يَسْمَعَ مِنِ ابْنِ صَيَّادٍ شَيْئًا قَبْلَ أَنْ يَرَاهُ، وَابْنُ صَيَّادٍ مُضْطَجِعٌ عَلٰى فِرَاشِهِ فِيْ قَطِيْفَةٍ لَهُ، فِيْهَا رَمْرَمَةٌ أَوْ: زَمْزَمَةٌ. فَرَأَتْ أُمُّ ابْنِ صَيَّادِ النَّبِيَّ صلی الله عليه وسلم وَهُوَ يَتَّقِيْ بِجُذُوْعِ النَّخْلِ، فَقَالَتْ لِابْنِ صَيَّادٍ: أَيْ صَافِ! هٰذَا مُحَمَّدٌ! فَتَنَاهَى ابْنُ صَيَّادٍ: قَالَ النَّبِيُّ صلی الله عليه وسلم: "لَوْ تَرَكَتْهُ بَيَّنَ"[راجع: ۱۳۵۵]

ترجمہ: ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: نبی ﷺ اور حضرت ابی رضی اللہ عنہ چلے، قصد کررہے ہیں وہ اس کھجور کے باغ کا جس میں ابن صیاد لیٹا ہوا تھا، یہاں تک کہ جب نبی ﷺ باغ میں داخل ہوئے تو آپؐ نے کھجوروں کے درختوں کی آڑ لینی شروع کی، آپؐ چاہتے تھے کہ ابن صیاد کی کوئی بات سنیں، اس سے پہلے کہ وہ آپؐ کو دیکھے۔ اور ابن صیاد اپنے بستر پر لیٹا ہوا تھا اپنے ایک کمبل میں، جس میں وہ کچھ گنگنا رہا تھا، پس اس کی ماں نے نبی ﷺ کو دیکھا کہ آپ کھجوروں کی تنوں کی آڑ لے کر آرہے ہیں، پس اس نے ابن صیاد کو پکار کر کہا: اے صاف! یہ محمد ہیں، پس ابن صیاد رک گیا، نبی ﷺ نے فرمایا: اگر وہ اس کو چھوڑ دیتی تو وہ اپنی حقیقت واضح کر دیتا (یہ حدیث پہلے گذری ہے)

[۲۶۳۹-] حدثنا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، ثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: جَاءَتِ امْرَأَةُ رِفَاعَةَ الْقُرَظِيِّ إِلَى النَّبِيِّ صلی الله عليه وسلم، فَقَالَتْ: كُنْتُ عِنْدَ رِفَاعَةَ فَطَلَّقَنِيْ فَأَبَتَّ [طَلَاقِيْ] فَتَزَوَّجْتُ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ الزَّبِيْرِ، فَإِنَّمَا مَعَهُ مِثْلُ هُدْبَةِ الثَّوْبِ. فَقَالَ: "أَتُرِيْدِيْنَ أَنْ تَرْجِعِيْ إِلٰى رِفَاعَةَ؟ لَا، حَتّٰى تَذُوْقِيْ عُسَيْلَتَهُ وَيَذُوْقَ عُسَيْلَتَكِ" وَأَبُوْ بَكْرٍ جَالِسٌ عِنْدَهُ وَخَالِدُ بْنُ سَعِيْدِ بْنِ الْعَاصِ بِالْبَابِ يَنْتَظِرُ أَنْ يُؤْذَنَ لَهُ، فَقَالَ: يَا أَبَا بَكْرٍ! أَلَا تَسْمَعُ إِلٰى هٰذِهِ مَا تَجْهَرُ بِهِ عِنْدَ النَّبِيِّ صلی الله عليه وسلم؟

[انظر: ۵۲۶۰، ۵۲۶۱، ۵۲۶۵، ۵۳۱۷، ۵۷۹۲، ۵۸۲۵، ۶۰۸۴]

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: رفاعہ قرظیؓ کی بیوی آئی، پس اس نے کہا: میں رفاعہ کے نکاح میں تھی، پس اس نے مجھے طلاق دی، پس میری طلاق قطعی کردی، یعنی مغلظہ طلاق دیدی، پھر میں نے عبدالرحمٰن سے نکاح کیا، اس کے پاس کپڑے کے پھندنے جیسا ہے، پس آپؐ نے پوچھا: کیا تو چاہتی ہے کہ رفاعہ کی طرف لوٹے؟ نہیں، یہاں تک کہ چکھے تو اس کا کچھ شہد اور چکھے وہ تیرا کچھ شہد۔ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آپؐ کے پاس بیٹھے تھے اور خالدؓ دروازہ پر انتظار کررہے تھے کہ ان کو اجازت دی جائے، پس انھوں نے کہا: ابوبکرؓ! کیا آپ نہیں سن رہے کہ وہ کیا بکواس کررہی ہے، نبی ﷺ کے پاس؟

نوٹ: عبدالرحمٰن کے والد کا نام زَبیر بروزن کبیر ہے، زُبیر بروزن فضیل نہیں ہے۔

بَابٌ: إِذَا شَهِدَ شَاهِدٌ أَوْ شُهُوْدٌ بِشَيْءٍ، فَقَالَ آخَرُوْنَ: مَا عَلِمْنَا ذٰلِكَ: يُحْكَمُ بِقَوْلِ مَنْ شَهِدَ

ایک یا چند گواہوں نے کسی بات کی گواہی دی اور دوسروں نے کہا: ہمارے علم میں یہ بات نہیں تو گواہوں کی بات پر فیصلہ کیا جائے

قاعدہ: اثبات نفی سے اولیٰ ہے، اور مثبت منفی پر مقدم ہے، اگر ایک یا چند گواہ کسی بات کی گواہی دیں اور دوسرے اس کی نفی کریں تو نفی کا اعتبار نہیں ہوگا، گواہوں کی گواہی پر فیصلہ کیا جائے گا، جیسے نبی ﷺ نے کعبہ شریف میں نفلیں پڑھی ہیں یا نہیں؟ حضرت بلال رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: پڑھی ہیں اور حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: نہیں پڑھیں، پس امام بخاری رحمہ اللہ کے استاذ حمیدیؒ نے فرمایا: لوگوں نے حضرت بلالؓ کی گواہی قبول کی، کیونکہ وہ مثبت ہے، اسی طرح دو گواہ گواہی دیں کہ فلاں شخص کے فلاں کے ذمہ ہزار درہم ہیں، اور دوسرے دو گواہ پندرہ سو کی گواہی دیں تو پندرہ سو کا فیصلہ کیا جائے گا، کیونکہ پانچ سو کی زیادتی نصابِ شہادت سے ثابت ہے، اس لئے اس کا فیصلہ کیا جائے گا۔

اور حدیث پہلے گذری ہے: ایک حبشن کہتی تھی کہ اس نے عقبہ رضی اللہ عنہ کو اور ابو اہاب کی لڑکی کو دودھ پلایا ہے، پس وہ رضاعی بھائی بہن ہیں، ان کا باہم نکاح نہیں ہوسکتا، عقبہؓ اور لڑکی کے گھر والے کہتے تھے: ہم نہیں جانتے کہ اس نے ہمیں دودھ پلایا ہے، نہ آج سے پہلے کبھی اس نے یہ بات بتلائی، پھر جب نبی ﷺ سے اس بارے میں پوچھا گیا تو آپؐ نے فرمایا: جب وہ حبشن کہتی ہے تو اس عورت کو نکاح میں کیسے رکھو گے؟ چنانچہ حضرت عقبہؓ نے اس کو جدا کیا، اس کا کسی اور جگہ نکاح ہوا۔

ملحوظہ: جمہور کے نزدیک مفارقت کا حکم ورع اور احتیاط کے طور پر تھا، کیونکہ دودھ پلانے والی نے نبی ﷺ کے سامنے گواہی نہیں دی تھی، نہ ایک مرضعہ کی شہادت کافی ہے، پس کہیں گے کہ امام بخاری رحمہ اللہ یہ استدلال کرنا چاہتے ہیں کہ احتیاطاً ہی صحیح مثبت کو نافع پر مقدم تو رکھا، پس قاعدہ ثابت ہوگیا۔

[٤-] بَابٌ: إِذَا شَهِدَ شَاهِدٌ أَوْ شُهُوْدٌ بِشَيْءٍ، فَقَالَ آخَرُوْنَ: مَا عَلِمْنَا ذٰلِكَ: يُحْكَمُ بِقَوْلِ مَنْ شَهِدَ

[١-] قَالَ الْحُمَيْدِيُّ: هٰذَا كَمَا أَخْبَرَ بِلَالٌ أَنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم صَلَّى فِي الْكَعْبَةِ، وَقَالَ الْفَضْلُ: لَمْ يُصَلِّ، فَأَخَذَ النَّاسُ بِشَهَادَةِ بِلَالٍ.

[٢-] كَذٰلِكَ إِنْ شَهِدَ شَاهِدَانِ أَنَّ لِفُلَانٍ عَلٰى فُلَانٍ أَلْفَ دِرْهَمٍ، وَشَهِدَ آخَرَانِ بِأَلْفٍ وَخَمْسِ مِائَةٍ:

يُقْضَى بِالزِّيَادَةِ.

[٢٦٤٠-] حدثنا حِبَّانُ، أَنَا عَبْدُ اللّٰهِ، أَنَا عَمْرُو بْنُ سَعِيْدِ بْنِ أَبِيْ حُسَيْنٍ، أَخْبَرَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أَبِيْ مُلَيْكَةَ، عَنْ عُقْبَةَ بْنِ الْحَارِثِ: أَنَّـهُ تَزَوَّجَ بِنْتًا لِأَبِيْ إِهَابِ بْنِ عَزِيْزٍ، فَأَتَتْهُ امْرَأَةٌ، فَقَالَتْ: قَدْ أَرْضَعْتُ عُقْبَةَ وَالَّتِيْ تَزَوَّجَ، فَقَالَ لَهَا عُقْبَةُ: مَا أَعْلَمُ أَنَّكِ أَرْضَعْتِنِيْ وَلاَ أَخْبَرْتِنِيْ، فَأَرْسَلَ إِلٰى آلِ إِهَابٍ، فَسَأَلَهُمْ، فَقَالُوْا: مَا عَلِمْنَا أَرْضَعَتْ صَاحِبَتَنَا، فَرَكِبَ إِلَى النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم بِالْمَدِيْنَةِ فَسَأَلَهُ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: "كَيْفَ وَقَدْ قِيْلَ؟" فَفَارَقَهَا وَنَكَحَتْ زَوْجًا غَيْرَهُ.[راجع: ٨٨]

بَابُ الشُّهَدَاءِ الْعُدُوْلِ

گواہوں کا معتبر ہونا ضروری ہے

گواہوں کا عادل ہونا ضروری ہے، اگر گواہ غیر عادل ہیں تو ان کی گواہی پر فیصلہ نہیں کیا جائے گا۔ سورۃ الطلاق کی آیت ۲ میں ہے: "اور آپس میں دو معتبر شخصوں کو گواہ کرلو" اور سورۃ البقرہ کی آیت ۲۸۲ میں ہے: "ایسے گواہوں میں سے جن کو تم پسند کرتے ہو" ان دونوں آیتوں سے گواہوں کا عادل اور پسندیدہ ہونا ثابت ہوا۔

اور دورِ اول میں لوگوں میں عدالت غالب تھی، اس لئے تزکیہ کی ضرورت نہیں تھی، باب میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ لوگ عہدِ نبوی میں وحی کے ذریعہ پکڑے جاتے تھے، یعنی کون گواہ معتبر ہے کون غیر معتبر؟ اس کا علم وحی سے ہوجاتا تھا، اور اب وحی منقطع ہوگئی، اب ہم لوگوں کو ان کے اعمال سے جو ہمارے لئے ظاہر ہوتے ہیں پکڑتے ہیں یعنی ہم ظاہری احوال کے اعتبار سے فیصلہ کرتے ہیں، پس جو ہمارے لئے خیر کو ظاہر کرتا ہے ہم اس پر مطمئن ہوجاتے ہیں اور اس کو ہم نزدیک کرتے ہیں، یعنی جو شخص بہ ظاہر دین دار نظر آتا ہے ہم اس کو دین دار سمجھتے ہیں۔ اور ہم اس کے باطن کے بارے میں کچھ نہیں جانتے، اللہ تعالیٰ اس کے باطن کے بارے میں اس سے داروگیر کریں گے، اور جو ہمارے لئے کوئی برائی ظاہر کرتا ہے ہم اس پر اطمینان نہیں کرتے، نہ ہم اس کی تصدیق کرتے ہیں، اگرچہ وہ کہے کہ اس کا باطن اچھا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس قول سے معلوم ہوا کہ خلفاء راشدین کے زمانہ تک گواہوں کا تزکیہ نہیں کیا جاتا تھا، گواہوں کا ظاہر حال دیکھ کر فیصلہ کیا جاتا تھا، پھر جب لوگوں کے احوال بدلے تو تمام ائمہ نے کہا کہ اب گواہوں کا تزکیہ ضروری ہے، گواہ دین دار ثابت ہوں تبھی قاضی ان کی گواہی پر فیصلہ کرے گا، پھر امام اعظم اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ کے زمانہ تک حالات زیادہ خراب نہیں ہوئے تھے۔ اس لئے انھوں نے کہا: ایک مزکّی کا تزکیہ کافی ہے، پھر جب حالات اور بگڑے تو امام محمد اور ائمہ ثلاثہ رحمہم اللہ نے کہا کہ کم از کم دو مزکّی ہونے ضروری ہیں۔

اور اب تزکیہ کی صورت یہ ہوگی کہ قاضی گواہوں کے نام اور پتے خفیہ محکمہ کو بھیجے گا اور ان سے رپورٹ طلب کرے گا، وہ

لوگوں سے تحقیق کر کے رپورٹ دیں گے، اگر رپورٹ یہ آئی کہ گواہ معتبر ہیں تو قاضی ان کی گواہی کے مطابق فیصلہ کرے گا، ورنہ مدعی سے کہے گا: دوسرے گواہ لاؤ، وہ نہ لاسکے تو مدعی علیہ کے انکار پر فیصلہ کرے گا۔

[٥-] بَابُ الشُّهَدَاءِ الْعُدُوْلِ

[١-] وَقَوْلِ اللّٰهِ: ﴿وَأَشْهِدُوْا ذَوَیْ عَدْلٍ مِنكُمْ﴾ [الطلاق: ٢]

[٢-] و ﴿مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَاءِ﴾ [البقرة: ٢٨٢]

[٢٦٤١-] حدثنا الْحَكَمُ بْنُ نَافِعٍ، أَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، ثَنِیْ حُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ، أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُتْبَةَ، قَالَ: سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ يَقُوْلُ: إِنَّ أُنَاسًا كَانُوْا يُؤْخَذُوْنَ بِالْوَحْيِ فِیْ عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، وَإِنَّ الْوَحْیَ قَدِ انْقَطَعَ، وَإِنَّمَا نَأْخُذُكُمُ الآنَ بِما ظَهَرَ لَنَا مِنْ أَعْمَالِكُمْ، فَمَنْ أَظْهَرَ لَنَا خَيْرًا أَمِنَّاهُ وَقَرَّبْنَاهُ، وَلَيْسَ إِلَيْنَا مِنْ سَرِيْرَتِهِ شَيْئٌ، اللّٰهُ يُحَاسِبُهُ فِی سَرِيْرَتِهِ، وَمَنْ أَظْهَرَ لَنَا سُوْءً ا لَمْ نَأْمَنْهُ وَلَمْ نُصَدِّقْهُ، وَإِنْ قَالَ: إِنَّ سَرِيْرَتَهُ حَسَنَةٌ.

بَابُ تَعْدِيْلِ كَمْ يَجُوْزُ؟

کتنے آدمیوں کی تعدیل معتبر ہے؟

امام اعظم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جرح وتعدیل میں ایک آدمی کا قول معتبر ہے، یہی رائے امام ابو یوسف رحمہ اللہ کی ہے۔ اور امام محمد اور ائمہ ثلاثہ رحمہم اللہ فرماتے ہیں: کم از کم دو کی تعدیل ضروری ہے، اور یہ مسئلہ منصوص نہیں، اور حضرت امام نے باب میں جو دو روایتیں پیش کی ہیں وہ غیر باب کی ہیں۔

پہلی روایت: نبی ﷺ کے پاس سے ایک جنازہ گذرا لوگوں نے اس کی تعریف کی تو آپؐ نے فرمایا: واجب ہوگئی، پھر دوسرے وقت دوسرا جنازہ گذرا تو لوگوں نے اس کی برائی کی، تو آپؐ نے فرمایا: واجب ہوگئی، لوگوں نے پوچھا: آپؐ نے پہلے جنازہ کے بارے میں بھی وَجَبَتْ فرمایا اور اس جنازہ کے بارے میں بھی؟ پس نبی ﷺ نے فرمایا: لوگوں کی گواہی مقبول ہے (شهادةُ القوم: مبتداء ہے اور مقبولة: خبر محذوف ہے) مؤمنین زمین میں اللہ کے گواہ ہیں، یعنی سرکاری گواہ ہیں، انھوں نے پہلے جنازہ کے بارے میں خیر کی گواہی دی تو جنت واجب ہوگئی، اور دوسرے جنازہ کے بارے میں دوسری گواہی دی تو جہنم واجب ہوگئی (اس حدیث کا تزکیہ کے مسئلہ سے کچھ تعلق نہیں)

دوسری روایت: ابوالاسود دؤلی کہتے ہیں: میں مدینہ آیا، مدینہ میں بیماری پھیل رہی تھی، اور لوگ تیزی سے مر رہے تھے، میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شاگردی اختیار کی، پس ایک جنازہ گذرا تو اس کی تعریف کی گئی، حضرت عمرؓ نے فرمایا:

وَجبَتْ: پھر دوسرا گذرا، اس کی بھی تعریف کی گئی تو آپؐ نے فرمایا: وَجبَتْ۔ پھر تیسرا گذرا اس کی برائی کی گئی، تو فرمایا: وَجبَتْ۔ ابوالاسود نے پوچھا: اے امیر المؤمنین! کیا وجبَتْ؟ حضرت عمرؓ نے کہا: میں نے اسی طرح کہا ہے جس طرح نبی ﷺ نے کہا ہے، جس مسلمان کے لئے چار آدمی اچھائی کی گواہی دیں اس کو اللہ تعالیٰ جنت میں داخل کرتے ہیں، ہم نے پوچھا: اور تین؟ آپؐ نے فرمایا: تین بھی، ہم نے پوچھا اور دو؟ آپؐ نے فرمایا: دو بھی، پھر ہم نے آپؐ سے ایک کے بارے میں نہیں پوچھا۔

یہ حدیث بھی غیر باب کی ہے، اگر اس سے جمہور استدلال کریں کہ دو مزکی ہونے ضروری ہیں، تو یہ استدلال صریح نہیں، اور اگر کوئی کہے کہ یہ حدیث امام اعظم رحمہ اللہ کے خلاف ہے تو یہ بھی صحیح نہیں، اس لئے کہ لوگوں نے ایک کے بارے میں پوچھا ہی نہیں، پھر کیسے استدلال کیا جائے گا کہ ایک کا تزکیہ صحیح نہیں، اور ابھی باب ۱۶ آرہا ہے: إِذَا زَكّٰي رَجُلٌ رَجُلاً كَفَاهُ یعنی ایک کا تزکیہ بھی کافی ہے۔

[٦-] بَابُ تَعْدِيْلِ كَمْ يَجُوْزُ؟

[٢٦٤٢-] حدثنا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، ثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: مُرَّ عَلَى النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم بِجَنَازَةٍ، فَأَثْنَوْا عَلَيْهَا خَيْرًا، فَقَالَ: "وَجبَتْ" ثُمَّ مُرَّ بِأُخْرٰى، فَأَثْنَوْا عَلَيْهَا شَرًّا، أَوْ قَالَ: غَيْرَ ذٰلِكَ. فَقَالَ: "وَجبَتْ" فَقِيْلَ: يَارَسُوْلَ اللهِ! قُلْتَ لِهٰذَا: "وَجبَتْ" وَلِهٰذَا: "وَجبَتْ" قَالَ: "شَهَادَةُ الْقَوْمِ، الْمُؤْمِنُوْنَ شُهَدَاءُ اللهِ فِي الْأَرْضِ"[راجع: ١٣٦٧]

[٢٦٤٣-] حدثنا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ، ثَنَا دَاوُدُ بْنُ أَبِي الْفُرَاتِ، ثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ بُرَيْدَةَ، عَنْ أَبِي الْأَسْوَدِ، قَالَ: أَتَيْتُ الْمَدِيْنَةَ، وَقَدْ وَقَعَ بِهَا مَرَضٌ، وَهُمْ يَمُوْتُوْنَ مَوْتًا ذَرِيْعًا، فَجَلَسْتُ إِلٰى عُمَرَ، فَمَرَّتْ جَنَازَةٌ فَأُثْنِيَ خَيْرًا، فَقَالَ عُمَرُ: وَجبَتْ، ثُمَّ مُرَّ بِأُخْرٰى فَأُثْنِيَ خَيْرًا فَقَالَ: وَجبَتْ، ثُمَّ مُرَّ بِالثَّالِثَةِ، فَأُثْنِيَ شَرًّا فَقَالَ: وَجبَتْ، فَقُلْتُ: وَمَا وَجبَتْ يَا أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ؟ قَالَ: قُلْتُ كَمَا قَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم: "أَيُّمَا مُسْلِمٍ شَهِدَ لَهُ أَرْبَعَةٌ بِخَيْرٍ أَدْخَلَهُ اللهُ الْجَنَّةَ" قُلْنَا: وَثَلاَثَةٌ؟ قَالَ: "وَثَلاَثَةٌ" قُلْنَا: وَاثْنَانِ؟ قَالَ: "وَاثْنَانِ" ثُمَّ لَمْ نَسْأَلْهُ عَنِ الْوَاحِدِ.[راجع: ١٣٦٨]

بَابُ الشَّهَادَةِ عَلَى الْأَنْسَابِ وَالرَّضَاعِ الْمُسْتَفِيْضِ وَالْمَوْتِ الْقَدِيْمِ وَالتَّثَبُّتِ فِيْهِ

شہرت کی بنا پر نسب کی اور شیر خوارگی کی اور بہت پہلے مرنے کی گواہی دینا، اور اس کو مضبوط کر کے قبول کرنا

شہادت کا مدار معائنہ پر ہے، دیکھنے کی چیز دیکھ کر، سننے کی چیز سن کر، چکھنے کی چیز چکھ کر، سونگھنے کی چیز سونگھ کر اور ٹٹولنے کی چیز ٹٹول کر دیکھی ہو تبھی گواہی دے سکتے ہیں۔ مگر تین چیزوں کی گواہی کے لئے مشاہدہ شرط نہیں، شہرت کی بنیاد پر بھی ان کی

گواہی دے سکتے ہیں:

۱- نسب کے بارے میں کہ کون کس کا لڑکا یا باپ ہے، شہرت کی بنیاد پر گواہی دے سکتے ہیں، اس سے نسب ثابت ہوگا اور میراث پائے گا، کیونکہ نسب کے معائنہ کی کوئی صورت نہیں، اس کا مدار ’علوق‘ پر ہے، اور اس کا مشاہدہ کون کرسکتا ہے؟

۲- شیر خوارگی کے بارے میں شہرت کی بنا پر گواہی دی جاسکتی ہے کہ فلاں نے فلاں کا دودھ پیا ہے، اس کے معائنہ کی بھی کوئی صورت نہیں، اس لئے شہرت کی بنیاد پر گواہی دے سکتے ہیں۔ (المُستفیض: انساب اور رضاع دونوں کے ساتھ لگے گا، یہ وہی لفظ ہے جو تم نے نخبہ میں پڑھا ہے، حدیث مستفیض یعنی حدیث مشہور)

۳- کوئی عرصہ پہلے مرگیا، اس کی بھی شہرت کی بنیاد پر گواہی دے سکتے ہیں، گاؤں میں ایک مکھیا تھے، جن کا پچاس سال پہلے انتقال ہوگیا، اس کے مشاہدہ کی بھی کوئی صورت نہیں (لفظ المستفیض یہاں بھی لگنا چاہئے)

مگر ان تین چیزوں کی گواہی جو شہرت کی بنیاد پر دی جائے اس کو ٹھوک بجا کر لینا چاہئے، بہت سی باتیں غلط بھی مشہور ہوجاتی ہیں، اس لئے تثبُّت (مضبوطی) سے لینا چاہئے (التَّثَبُّت کے معنی ہیں: پختہ کرنا، اور یہ باب کا جزء ہے، حضرتؒ نے اس کو بہت دور کردیا ہے)

اور باب میں ایک معلق روایت ہے: نبی ﷺ نے فرمایا: مجھے اور ابوسلمہؓ کو ثویبہ نے دودھ پلایا ہے، آپؐ نے یہ بات شہرت کی بنیاد پر فرمائی ہے، اور چار مسند حدیثیں ہیں: پہلی حدیث افلحؓ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گھر میں آنے کی اجازت چاہی، انھوں نے اجازت نہیں دی، افلحؓ نے کہا: کیا آپ مجھ سے پردہ کرتی ہیں، میں تو آپؓ کا رضاعی چچا ہوں؟ حضرت عائشہؓ نے پوچھا: کیسے؟ افلحؓ نے کہا: آپؓ کو میرے بھائی کی بیوی نے دودھ پلایا ہے جبکہ وہ میرے بھائی کے نکاح میں تھی، حضرت عائشہؓ نے پھر بھی اجازت نہیں دی، اور نبی ﷺ سے مسئلہ پوچھا، آپؐ نے فرمایا: افلحؓ نے صحیح کہا، ان کو اجازت دے سکتی ہو —— افلحؓ نے بھی یہ بات شہرت کی بنیاد پر کہی ہے۔

دوسری حدیث: سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی بیٹی مدینہ میں پلی بڑھی تھی، جب وہ بڑی ہوئی تو ازواج مطہرات میں یہ بات چلی کہ نبی ﷺ ان سے نکاح کریں گے، آپؐ نے فرمایا: وہ میرے لئے حلال نہیں، دودھ پینے سے وہ رشتے حرام ہوتے ہیں جو نسب سے حرام ہوتے ہیں، وہ میرے رضاعی بھائی کی بیٹی ہے، یہ بات بھی آپ نے شہرت کی بنیاد پر فرمائی ہے۔

تیسری حدیث: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عَمرہؒ کو بتایا کہ ایک دن نبی ﷺ ان کے پاس تھے اور انھوں نے ایک آدمی کی آواز سنی، جو حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں آنے کی اجازت مانگ رہا تھا، حضرت عائشہؓ نے کہا: یہ ایک (اجنبی) آدمی ہے، جو آپؐ کے گھر میں آنے کی اجازت مانگ رہا ہے، نبی ﷺ نے فرمایا: میرے خیال میں وہ فلاں شخص ہے جو حفصہؓ کا رضاعی چچا ہے، حضرت عائشہؓ نے پوچھا: اگر فلاں آدمی زندہ ہوتا جو میرا رضاعی چچا تھا تو وہ میرے گھر میں

آسکتا تھا؟ آپؐ نے فرمایا: ہاں، شیرخوارگی حرام کرتی ہے ان رشتوں کو جو جننے کی وجہ سے حرام ہوتے ہیں۔

چوتھی حدیث: صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ میرے پاس آئے اور میرے پاس ایک آدمی تھا، آپؐ نے پوچھا: عائشہؓ! یہ کون ہے؟ میں نے کہا: یہ میرا رضاعی بھائی ہے (یہ بات صدیقہؓ نے شہرت کی بناء پر کہی ہے) آپؐ نے فرمایا: اے عائشہؓ ! غور کرو، تمہارے بھائی کون ہیں؟ شیرخوارگی بھوک کے زمانہ ہی کی معتبر ہے، یعنی مدت رضاعت میں دودھ پینے ہی سے رضاعت ثابت ہوتی ہے، جس زمانہ میں دودھ بچہ کی بھوک مٹاتا ہے، بعد میں دودھ پینے سے رضاعت ثابت نہیں ہوتی۔

اس حدیث سے باب کا آخری جزء والتثبت فیه ثابت کرنا ہے، یعنی محض شہرت پر مدار نہیں رکھنا چاہئے، بات ٹھوک بجا کر قبول کرنی چاہئے۔

[۷-] بَابُ الشَّهَادَةِ عَلَى الْأَنْسَابِ وَالرَّضَاعِ الْمُسْتَفِيْضِ وَالْمَوْتِ الْقَدِيْمِ

وَقَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم: " أَرْضَعَتْنِيْ وَأَبَاسَلَمَةَ ثُوَيْبَةُ" .... وَالتَّثَبُّتِ فِيْهِ.

[٢٦٤٤-] حدثنا آدَمُ، ثَنَا شُعْبَةُ، ثنا الْحَكَمُ، عَنْ عِرَاكِ بْنِ مَالِكٍ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: اسْتَأْذَنَ عَلَيَّ أَفْلَحُ فَلَمْ آذَنْ لَهُ، فَقَالَ: أَتَحْتَجِبِيْنَ مِنِّيْ وَأَنَا عَمُّكِ؟ فَقُلْتُ: كَيْفَ ذٰلِكَ؟ فَقَالَ: أَرْضَعَتْكِ امْرَأَةُ أَخِيْ بِلَبَنِ أَخِيْ، فَقَالَتْ: سَأَلْتُ ذٰلِكَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم فَقَالَ:" صَدَقَ أَفْلَحُ، ائْذَنِيْ لَهُ.[انظر: ٤٧٩٦، ٥١٠٣، ٥١١١، ٥٢٢٩، ٦١٥٦]

[٢٦٤٥-] حدثنا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ، ثَنَا هَمَّامٌ، ثَنَا قَتَادَةُ، عَنْ جَابِرِبْنِ زَيْدٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم فِيْ بِنْتِ حَمْزَةَ: " لَاتَحِلُّ لِيْ، يَحْرُمُ مِنَ الرَّضَاعَةِ مَا يَحْرُمُ مِنَ النَّسَبِ، هِيَ بِنْتُ أَخِيْ مِنَ الرَّضَاعَةِ"[انظر: ٥١٠٠]

[٢٦٤٦-] حدثنا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ، أَنَا مَالِكٌ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِيْ بَكْرٍ، عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، أَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم أَخْبَرَتْهَا: أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم كَانَ عِنْدَهَا، وَأَنَّهَا سَمِعَتْ صَوْتَ رَجُلٍ يَسْتَأْذِنُ فِيْ بَيْتِ حَفْصَةَ، قَالَتْ عَائِشَةُ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! هٰذَا رَجُلٌ يَسْتَأْذِنُ فِيْ بَيْتِكَ، قَالَتْ: فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم:" أُرَاهُ فُلَانًا" لِعَمِّ حَفْصَةَ مِنَ الرَّضَاعَةِ، فَقَالَتْ عَائِشَةُ: لَوْ كَانَ فُلَانٌ حَيًّا لِعَمِّهَا مِنَ الرَّضَاعَةِ دَخَلَ عَلَيَّ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم:" نَعَمْ إِنَّ الرَّضَاعَةَ تُحَرِّمُ مَا يَحْرُمُ مِنَ الْوِلَادَةِ"[انظر: ٣١٠٥، ٥٠٩٩]

[٢٦٤٧-] حدثنا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيْرٍ، أَنَا سُفْيَانُ، عَنْ أَشْعَثَ بْنِ أَبِي الشَّعْثَاءِ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ مَسْرُوْقٍ، أَنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ: دَخَلَ عَلَيَّ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم وَعِنْدِيْ رَجُلٌ، فَقَالَ:" يَا عَائِشَةُ، مَنْ هٰذَا؟"

قُلْتُ: أَخِي مِنَ الرَّضَاعَةِ، قَالَ:" يَا عَائِشَةُ انْظُرْنَ مَنْ إِخْوَانُكُنَّ؟ فَإِنَّمَا الرَّضَاعَةُ مِنَ الْمَجَاعَةِ" تَابَعَهُ ابْنُ مَهْدِيٍّ عَنْ سُفْيَانَ. [۵۱۰۲]

بَابُ شَهَادَةِ الْقَاذِفِ وَالسَّارِقِ وَالزَّانِيْ، وَكَيْفَ تُعْرَفُ تَوْبَتُهُ؟

تہمت لگانے والے، چوری کرنے والے اور زنا کرنے والے کی گواہی اور ان کی توبہ کیسے پہچانی جائے؟

تہمت لگانا، چوری کرنا اور زنا کرنا کبائر ہیں، ان کا مرتکب فاسق ہے اور ان کی گواہی مردود ہے، لیکن یہ لوگ توبہ کرلیں اور ان کی توبہ پر اطمینان ہوجائے تو امام بخاری اور ائمہ ثلاثہ رحمہم اللہ کے نزدیک ان کی شہادت قبول کی جائے گی، احناف کی بھی یہی رائے ہے، مگر قاذف (تہمت لگانے والے) کے بارے میں احناف کا اختلاف ہے، احناف کے نزدیک قاذف کی شہادت قبول نہ کرنا اس کی سزا کا جزء ہے، اس لئے وہ کبھی بھی قبول نہیں کی جائے گی۔

اور اختلاف کی بنیاد سورۃ النور کی آیات ۴و۵ ہیں: ﴿وَلاَ تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً أَبَدًا، وَأُوْلٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُوْنَ، إِلاَّ الَّذِيْنَ تَابُوْا﴾: اور ان کی گواہی کبھی قبول مت کرو، اور وہ لوگ فاسق ہیں یعنی آخرت میں بھی ان کو سزا ہوگی، لیکن جو توبہ کرلیں اور اپنی حالت کی اصلاح کرلیں تو اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہیں۔

تفسیر: حنفیہ کے نزدیک ﴿إِلاَّ الَّذِيْنَ تَابُوْا﴾ کا استثناء ﴿أُوْلٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُوْنَ﴾ سے ہے، یعنی اگر وہ توبہ کرلیں اور اپنے احوال سنوار لیں تو آخرت میں ان کو سزا نہیں ملے گی۔ رہی دنیا کی سزاء ردِ شہادت تو وہ ہمیشہ کے لئے باقی رہے گی، حنفیہ کہتے ہیں: جس طرح ضمیر کا مرجع اقرب ہوتا ہے مستثنیٰ منہ بھی اقرب ہوتا ہے، اور ﴿أُوْلٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُوْنَ﴾ اقرب ہے، یعنی اگر وہ توبہ کرلیں تو فاسق نہیں رہیں گے، رہا ان کی گواہی کا رد کرنا تو وہ ان کی سزا کا جزء ہے، پھر غور کرو، جب أبدا کے کی قید آگئی تو اس سے استثناء کیسے ہوسکتا ہے؟ اور جمہور کے نزدیک یہ استثناء ﴿لاَتَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً﴾ سے ہے، امام بخاری رحمہ اللہ نے بھی اپنے قول کی دلیل میں اس آیت کو پیش کیا ہے۔

دوسری دلیل: حضرت مغیرۃ رضی اللہ عنہ کوفہ کے گورنر تھے، ان کے بارے میں حضرات ابوبکرۃ، شبل بن معبد اور نافع نے زنا کی صریح گواہی دی، مگر چوتھے گواہ زیاد نے کہا: میں نے مغیرہ کو اور فلاں عورت کو ایک لحاف میں دیکھا ہے، اور لحاف ہل رہا تھا، بس اتنی گواہی دی، کالْمِيْلِ فِى المكحلة گواہی نہیں دی، پس حضرت عمرؓ نے باقی تین کو حد قذف لگائی [1] پھر

(۱) حضرت مغیرۃ رضی اللہ عنہ کے واقعہ کی اصل حقیقت حضرت علامہ کشمیری قدس سرہ کی تحقیق میں مطابق یہ ہے کہ انھوں نے ایک عورت سے خفیہ نکاح کیا تھا، عام طور پر لوگوں کو اس کی حقیقت کا علم نہیں تھا، اس لئے انھوں نے اس کو زنا سمجھا، اور حضرت مغیرہؓ نے یہ بات اس لئے ظاہر نہیں کی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خفیہ نکاح سے منع کیا تھا، مگر اللہ تعالیٰ نے ان کی لاج رکھ لی اور ایک گواہ پھسل گیا۔ تفصیل فیض الباری ۳/۳۸۶ میں ہے ۱۲

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: اگر تم توبہ کرلو یعنی اپنی تکذیب کرو تو میں تمہاری گواہی قبول کروں گا، یہ حضرات محدود درقذف تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اگر وہ توبہ کرلیں تو ان کی گواہی قبول کی جائے گی۔

جواب: یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے ہے اور جیسے صحابی کی رائے حدیث کی موجودگی میں نہیں لی جاتی، قرآنِ کریم کی موجودگی میں بھی نہیں لی جائے گی۔

تیسری دلیل: عبداللہ بن عتبہ، عمر بن عبدالعزیز، سعید بن جبیر، طاؤس، مجاہد، شعبی، عکرمہ، زہری، محارب بن دثار، شریح اور معاویہ بن قُرہ کی بھی یہی رائے ہے کہ توبہ کے بعد محدود درقذف کی گواہی قبول کی جائے گی۔

جواب: یہ سب تابعینِ کرام ہیں، جب صحابی کی رائے قرآن کی موجودگی میں نہیں لی جاتی تو ان حضرات کی رائے کیسے لی جائے گی؟

چوتھی دلیل: مدینہ کے قاضی ابوالزناد کہتے ہیں: مدینہ میں ہم قضات کے نزدیک مسئلہ یہ ہے کہ جب تہمت لگانے والا اپنی بات سے رجوع کرلے، اور وہ اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرے، تو اس کی شہادت قبول کی جائے گی۔

پانچویں دلیل: امام عامر شعبیؒ اور قتادہؒ کی بھی یہی رائے ہے کہ جب تہمت لگانے والا اپنے آپ کو جھٹلا دے اور اس کو تہمت لگانے کی وجہ سے اسّی کوڑے مار دیئے جائیں تو اب اس کی گواہی قبول کی جائے گی۔

چھٹی دلیل: اور سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں: اگر غلام کو کوڑے مارے گئے پھر وہ آزاد کیا گیا تو اس کی گواہی مقبول ہے، اور اگر حد لگایا ہوا شخص قاضی بنایا گیا تو اس کے فیصلے درست ہیں۔

حنفیہ پر ردّ:

اس کے بعد حنفیہ پر رد کرتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کہتے ہیں: تہمت لگانے والے کی گواہی کبھی قبول نہیں کی جائے گی، اگرچہ وہ توبہ کرلے۔

پھر امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے اقوال میں تین تعارض پیدا کرتے ہیں:

۱- امام ابوحنیفہؒ کہتے ہیں: دو گواہوں کے بغیر نکاح نہیں ہوسکتا، لیکن اگر کوئی شخص دو محدود درقذف کی گواہی سے نکاح کرے تو نکاح درست ہے۔

جواب: امام بخاری رحمہ اللہ نے تحمّلِ شہادت اور ادائے شہادت میں فرق نہیں کیا، نکاح کے لئے تحمّلِ شہادت ضروری ہے، ادائے شہادت ضروری نہیں، پس اگر کبھی قاضی کے سامنے گواہی دینے کی ضرورت پیش آئے گی، تو محدود درقذف کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی، مگر ان کی گواہی سے نکاح درست ہوجائے گا۔

۲- اسی طرح امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کہتے ہیں: دو محدود درقذف کی گواہی سے نکاح ہوجاتا ہے، مگر دو غلاموں کی گواہی سے نکاح نہیں ہوتا۔

جواب: شہادت باب ولایت سے ہے، اور غلام کو اپنے نفس پر ولایت حاصل نہیں، پس دوسرے پر ولایت کیسے حاصل ہوگی؟ اس لئے اس کی گواہی سے نکاح صحیح نہیں ہوتا، اور محدود در قذف کو اپنے نفس پر ولایت حاصل ہے پس دوسرے پر بھی حاصل ہے۔ اس لئے اس کی گواہی سے نکاح ہوجاتا ہے۔

۳- امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ آخر رمضان کے چاند کی رؤیت میں محدود در قذف اور غلام باندی کی گواہی قبول کرتے ہیں، مگر معاملات میں قبول نہیں کرتے۔

جواب: معاملات کی گواہی میں الزام ہوتا ہے اور رمضان کے چاند کی گواہی میں صرف اثبات ہوتا ہے اور شہادت کا لفظ تاکید کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ اور ﴿وَلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً أَبَدًا﴾ کا مصداق معاملات ہیں، دیانات نہیں، اور دیانات جیسے حدیث روایت کرنا: ان میں غلام باندی کا قول معتبر ہے۔

پھر باب کا دوسرا جزء لائے ہیں کہ مرتکب کبیرہ کی توبہ کیسے پہچانی جائے گی؟ اس سلسلہ میں کوئی ضابطہ نہیں، ظاہر حال پر حکم لگایا جائے گا، اور حضرت رحمہ اللہ نے تین باتیں پیش کی ہیں:

۱- نبی ﷺ نے زانی کو ایک سال کے لئے جلاوطن کیا، معلوم ہوا کہ ایک سال کے بعد حالت سنور جاتی ہے۔

جواب: حد اور توبہ میں تلازم نہیں، اسی طرح ایک سال اور توبہ میں بھی تلازم نہیں، سال بھر کے بعد بھی اس کے احوال درست نہ ہوں ایسا ہوسکتا ہے۔

۲- کعب بن مالک رضی اللہ عنہ اور ان کے دو ساتھیوں کا پچاس دنوں کے لئے بائکاٹ کیا گیا، پھر ان کی توبہ نازل ہوئی، معلوم ہوا کہ پچاس دنوں میں احوال سنور جاتے ہیں۔

جواب: یہ دلیل بھی ناہض (پیروں پر کھڑی ہونے والی) نہیں، کیونکہ خاص لوگوں کے معاملہ میں پچاس دنوں میں توبہ نازل ہوئی تو ضروری نہیں کہ ہر فاسق پچاس دن میں توبہ کرلے۔

۳- فتح مکہ کے موقع پر ایک قریشی عورت نے چوری کی تھی، نبی ﷺ کے حکم سے اس کا ہاتھ کاٹا گیا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: اس نے سچی توبہ کرلی تھی، اور شادی کرلی تھی، وہ میرے پاس آتی تھی، میں اس کی حاجت نبی ﷺ کی خدمت میں پیش کرتی تھی۔ اس روایت سے ثابت ہوا کہ توبہ کے لئے کوئی مدت متعین نہیں، البتہ ظاہری احوال سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ اس نے توبہ کی یا نہیں؟ پھر باب کے آخر میں زانی کو ایک سال کے لئے جلاوطن کرنے کی روایت لائے ہیں۔

[۸-] بَابُ شَهَادَةِ الْقَاذِفِ وَالسَّارِقِ وَالزَّانِيْ

[۱-] وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى: ﴿وَلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً أَبَدًا، وَأُولٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُوْنَ، إِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا﴾

[۲-] وَجَلَدَ عُمَرُ أَبَا بَكْرَةَ وَشِبْلَ بْنَ مَعْبَدٍ، وَنَافِعًا بِقَذْفِ الْمُغِيْرَةِ، ثُمَّ اسْتَتَابَهُمْ. وَقَالَ: مَنْ تَابَ قَبِلْتُ شَهَادَتَهُ.

[٣-] وَأَجَازَهُ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُتْبَةَ، وَعُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ، وَسَعِيْدُ بْنُ جُبَيْرٍ، وَطَاوُسٌ، وَمُجَاهِدٌ، وَالشَّعْبِيُّ، وَعِكْرِمَةُ وَالزُّهْرِيُّ، وَمُحَارِبُ بْنُ دِثَارٍ، وَشُرَيْحٌ، وَمُعَاوِيَةُ بْنُ قُرَّةَ.

[٤-] وَقَالَ أَبُوْ الزِّنَادِ: الْأَمْرُ عِنْدَنَا بِالْمَدِيْنَةِ إِذَا رَجَعَ الْقَاذِفُ عَنْ قَوْلِهِ فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهُ قُبِلَتْ شَهَادَتُهُ.

[٥-] وَقَالَ الشَّعْبِيُّ وَقَتَادَةُ: إِذَا أَكْذَبَ نَفْسَهُ جُلِدَ، وَقُبِلَتْ شَهَادَتُهُ.

[٦-] وَقَالَ الثَّوْرِيُّ: إِذَا جُلِدَ الْعَبْدُ ثُمَّ أُعْتِقَ جَازَتْ شَهَادَتُهُ، وَإِذَا اسْتُقْضِيَ الْمَحْدُوْدُ فَقَضَايَاهُ جَائِزَةٌ.

وَقَالَ بَعْضُ النَّاسِ:

لَاتَجُوْزُ شَهَادَةُ الْقَاذِفِ وَإِنْ تَابَ، ثُمَّ قَالَ: لَايَجُوْزُ نِكَاحٌ بِغَيْرِ شَاهِدَيْنِ، فَإِنْ تَزَوَّجَ بِشَهَادَةِ مَحْدُوْدَيْنِ جَازَ، وَإِنْ تَزَوَّجَ بِشَهَادَةِ عَبْدَيْنِ لَمْ يَجُزْ، وَأَجَازَ شَهَادَةَ الْمَحْدُوْدِ وَالْعَبْدِ وَالْأَمَةِ لِرُؤْيَةِ هِلَالِ رَمَضَانَ.

وَكَيْفَ تُعْرَفُ تَوْبَتُهُ؟

[١-] وَنَفَى النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم الزَّانِيَ سَنَةً.

[٢-] وَنَهَى النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم عَنْ كَلَامِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ وَصَاحِبَيْهِ حَتَّى مَضَى خَمْسُوْنَ لَيْلَةً.

[٢٦٤٨-] حدثنا إِسْمَاعِيْلُ، ثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، عَنْ يُوْنُسَ، ح: وَقَالَ اللَّيْثُ: ثَنِيْ يُوْنُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، أَخْبَرَنِيْ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ، أَنَّ امْرَأَةً سَرَقَتْ فِيْ غَزْوَةِ الْفَتْحِ، فَأُتِيَ بِهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، ثُمَّ أَمَرَ بِهَا فَقُطِعَتْ يَدُهَا، قَالَتْ عَائِشَةُ: فَحَسُنَتْ تَوْبَتُهَا، وَتَزَوَّجَتْ، وَكَانَتْ تَأْتِيْ بَعْدَ ذٰلِكَ فَأَرْفَعُ حَاجَتَهَا إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم.

[انظر: ٣٤٧٥، ٣٧٣٢، ٣٧٣٣، ٤٣٠٤، ٦٨٨٧، ٦٧٨٨، ٦٨٠٠]

[٢٦٤٩-] حدثنا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ، ثَنِيْ اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ، عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: أَنَّهُ أَمَرَ فِيْمَنْ زَنَى وَلَمْ يُحْصِنْ بِجَلْدِ مِائَةٍ وَتَغْرِيْبِ عَامٍ. [راجع: ٢٣١٤]

بَابٌ: لَايَشْهَدُ عَلٰى شَهَادَةِ جَوْرٍ إِذَا أُشْهِدَ

ظلم کے معاملہ میں گواہ بنایا جائے تو گواہی نہ دے

اگر کوئی معاملہ ظلم وزیادتی کا ہو اور اس میں کوئی آپ کو گواہ بنانا چاہے تو آپ گواہ نہ بنیں، جیسے حضرت نعمان رضی اللہ عنہ کے والد حضرت بشیر رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ کو گواہ بنانا چاہا تو آپؐ نے انکار کردیا، اور اگر آپ گواہ بن گئے تو کورٹ میں

جا کر گواہی نہ دیں۔

اس باب میں دو حدیثیں ہیں، پہلی حدیث میں حضرت نعمانؓ کا واقعہ ہے اور ذرا تفصیل سے ہے، پھر قرونِ ثلاثہ کی فضیلت کی روایت دو صحابہ سے لائے ہیں۔

[۹-] بَابٌ: لَايَشْهَدُ عَلٰى شَهَادَةِ جَوْرٍ إِذَا أُشْهِدَ

[۲۶۵۰-] حدثنا عَبْدَانُ، أَنَا عَبْدُ اللّٰهِ، أَنَا أَبُوْ حَيَّانَ التَّيْمِيُّ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ، قَالَ: سَأَلَتْ أُمِّيْ أَبِيْ بَعْضَ الْمَوْهِبَةِ لِيْ مِنْ مَالِهِ، ثُمَّ بَدَا لَهُ فَوَهَبَهَا لِيْ، فَقَالَتْ: لَا أَرْضٰى حَتَّى تُشْهِدَ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم، فَأَخَذَ بِيَدِيْ وَأَنَا غُلَامٌ ، فَأَتَى بِيَ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم فَقَالَ: إِنَّ أُمَّهُ بِنْتَ رَوَاحَةَ سَأَلَتْنِيْ بَعْضَ الْمَوْهِبَةِ لِهٰذَا، فَقَالَ:" أَلَكَ وَلَدٌ سِوَاهُ؟" قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: فَأُرَاهُ قَالَ: "لَاتُشْهِدْنِيْ عَلٰى جَوْرٍ" وَقَالَ أَبُوْ حَرِيْزٍ، عَنِ الشَّعْبِيِّ:" لَا أَشْهَدُ عَلٰى جَوْرٍ"[راجع: ۲۵۸٦]

ترجمہ: حضرت نعمان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میری امی نے ابا سے مجھے اپنے مال میں سے کچھ بخشش کرنے کا مطالبہ کیا، پھر ان کی رائے بن گئی تو انھوں نے مجھے بخشش کی، پس میری امی نے کہا: میں اس وقت خوش نہیں ہوؤں گی جب تک آپ نبی ﷺ کو گواہ نہ بنائیں، پس میرے ابا نے میرا ہاتھ پکڑا اور میں اس وقت بچہ تھا، پس مجھے نبی ﷺ کے پاس لے گئے اور کہا: اس کی والدہ نے جو رواحہ کی بیٹی ہے مجھ سے مطالبہ کیا ہے کہ میں کوئی چیز اس لڑکے کو بخشوں، نبی ﷺ نے پوچھا: کیا آپ کی اس کے علاوہ بھی اولاد ہے؟ بشیرؓ نے کہا: ہاں، نعمانؓ کہتے ہیں: میرا خیال یہ ہے کہ آپؐ نے فرمایا: مجھے کسی ظلم کا گواہ مت بناؤ، یہ ابو حیان تیمی کی شعبی سے روایت ہے اور ابو حریز کی روایت میں یہ ہے کہ میں کسی ظلم کا گواہ نہیں بنتا۔

[۲۶۵۱-] حدثنا آدَمُ، ثَنَا شُعْبَةُ، ثَنَا أَبُوْ جَمْرَةَ، قَالَ سَمِعْتُ زَهْدَمَ بْنَ مُضَرِّبٍ، قَالَ سَمِعْتُ عِمْرَانَ ابْنَ حُصَيْنٍ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم:" خَيْرُكُمْ قَرْنِيْ، ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ، ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ" قَالَ عِمْرَانُ: لَا أَدْرِيْ أَذْكَرَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم بَعْدُ قَرْنَيْنِ أَوْ ثَلَاثَةً. قَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم:" إِنَّ بَعْدَكُمْ قَوْمًا يَخُوْنُوْنَ وَلَا يُؤْتَمَنُوْنَ، وَيَشْهَدُوْنَ وَلَا يُسْتَشْهَدُوْنَ، وَيُنْذِرُوْنَ وَلَا يَفُوْنَ، وَيَظْهَرُ فِيْهِمُ السِّمَنُ"[انظر: ۳۶۵۰، ٦٤۲۸، ٦٦۹۵]

[۲۶۵۲-] حدثنا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيْرٍ، أَنَا سُفْيَانُ، عَنْ مَنْصُوْرٍ، عَنْ إِبْرَاهِيْمَ، عَنْ عَبِيْدَةَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم، قَالَ:" خَيْرُ النَّاسِ قَرْنِيْ، ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ، ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ، ثُمَّ يَجِيْءُ أَقْوَامٌ تَسْبِقُ شَهَادَةُ أَحَدِهِمْ يَمِيْنَهُ وَيَمِيْنُهُ شَهَادَتَهُ" قَالَ إِبْرَاهِيْمُ: وَكَانُوْا يَضْرِبُوْنَنَا عَلَى الشَّهَادَةِ وَالْعَهْدِ.[انظر: ۳۶۵۱، ٦٤۲۹، ٦٦۵۸]

ترجمہ: حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: تم میں بہترین میرا زمانہ ہے، پھر وہ لوگ ہیں جو ان سے متصل ہیں، پھر وہ لوگ ہیں جو ان سے متصل ہیں۔ حضرت عمرانؓ کہتے ہیں: مجھے یاد نہیں کہ نبی ﷺ نے اپنے قرن کے بعد دو قرن کا تذکرہ کیا یا تین قرنوں کا (حضرت عمرانؓ کو شک ہے مگر دوسرے صحابہ سے بھی یہ روایت مروی ہے، اس میں شک کے بغیر دو قرنوں کا ذکر ہے) نبی ﷺ نے فرمایا: بیشک تمہارے بعد ایسے لوگ آئیں گے جو خیانت کریں گے اور امانت داری سے کام نہیں لیں گے، اور گواہی دیں گے اور وہ گواہ نہیں بنائے گئے ہوں گے، اور منتیں مانیں گے اور پوری نہیں کریں گے، اور ان میں موٹاپا ظاہر ہوگا۔

تشریح: حدیث کا مطلب یہ ہے کہ دورِ صحابہ کے بعد تنزل شروع ہوگا اور تنزل قرن بہ قرن بڑھتا جائے گا۔ **قولہ: بعدکم**: صحابہ کے بعد، صحابہ تو دودھ کے دھلے ہوئے ہیں، ان میں کوئی تنزل نہیں آئے گا، ان کے بعد جو دور شروع ہوگا ان میں تنزل آئے گا .... **قولہ: یَخُوْنُوْنَ وَلاَ یُؤْتَمَنُوْنَ**: خیانت: امانت کے مقابل ہے، لوگوں میں خیانت شروع ہوجائے گی اور امانت اٹھ جائے گی .... **قولہ: یَشْھَدُوْنَ وَلاَ یُسْتَشْھَدُوْنَ**: یہ بھی مقابل ہیں، کسی نے گواہ بنایا نہیں، مگر دوڑے دوڑے کورٹ میں جارہے ہیں: گواہی دینے! .... **قولہ: وینذرون ولایفون**: منتیں مانیں گے مگر ان کو پورا نہیں کریں گے .... **قولہ: وَیَظْھَر فیھم السِّمَنُ**: اور ان میں موٹاپا ظاہر ہوگا، حاشیہ میں لکھا ہے کہ اناپ شناپ کھائیں گے اور موٹے جھوٹے بن جائیں گے، یعنی دنیا میں لگ جائیں گے، خوب کمائیں گے اور کھائیں گے، اور موٹے تازے ہوجائیں گے۔

یہی حدیث حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے، ان کی روایت میں ہے: **قولہ: ثم یَجیئ أقوامٌ**: پھر ایسے لوگ پیدا ہونگے جنمیں سے ایک کی گواہی اس کی قسم سے آگے بڑھے گی اور اس کی قسم اس کی گواہی سے آگے بڑھے گی، یعنی قسمیں بھی جھوٹی کھائیں گے اور گواہیاں بھی جھوٹی دیں گے، نہ ان کو جھوٹی قسم کھانے میں باک ہوگا نہ جھوٹی گواہی دینے میں .... حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اگر ہم بچپن میں **نَشھد باللہ** یا **نَشھد علی عھد اللہ** کی قسم کھاتے تھے تو ہمارے بڑے ہماری پٹائی کرتے تھے، بچپن میں آدمی جو باتیں بولتا ہے وہ زبان پر چڑھ جاتی ہیں، اس لئے بچوں کو بری باتوں سے بچانا چاہئے۔

بَابُ مَاقِیْلَ فِیْ شَھَادَةِ الزُّوْرِ، وَکِتْمَانِ الشَّھَادَةِ

جھوٹی گواہی دینے اور سچی گواہی چھپانے کے بارے میں آیات واحادیث

۱- سورۃ الفرقان کے آخری رکوع میں اللہ کے خاص بندوں کے اوصاف بیان کئے ہیں، فرمایا: ﴿وَالَّذِیْنَ لاَیَشْھَدُوْنَ الزُّوْرَ﴾: وہ لوگ ملمع کی ہوئی جھوٹی باتوں میں شامل نہیں ہوتے۔ زور کے معنی ہیں: جھوٹی بات کو ملمع کر کے پیش کرنا۔ حاشیہ

میں ہے: تَمْوِيْهُ الباطل بما يُوْهِمُ أَنَّه حَقٌّ: جھوٹ بولا اور ساتھ قسم بھی کھائی، چیز کی قیمت غلط بتائی اور بناوٹی بل بھی دکھایا یہ مزین جھوٹ ہے، اللہ کے خاص بندوں کا یہ شیوہ نہیں، اور اگر ایسی جھوٹی گواہی کورٹ میں دی جائے تو اس کا وبال نہایت خطرناک ہے۔

۲- سورۃ البقرہ آیت ۲۸۳ میں ہے: ﴿وَلَا تَكْتُمُوْا الشَّهَادَةَ﴾ الآية: اور گواہی مت چھپاؤ، جو شخص گواہی چھپاتا ہے اس کا دل گنہ گار ہو جاتا ہے۔

۳- سورۃ النساء (آیت ۱۳۵) میں ہے: ﴿وَإِنْ تَلْوُوْا﴾: اور اگر تم گواہی میں کج بیانی کرو گے اپنی زبانیں موڑو گے تو اللہ تعالیٰ تمہارے عمل کی پوری خبر رکھتے ہیں۔

پہلی آیت سے ثابت ہوا کہ جھوٹی گواہی دینا اللہ کے نیک بندوں کا کام نہیں، اور دوسری آیت سے ثابت ہوا کہ سچی گواہی چھپانا دل کی خرابی کا باعث ہے۔ اور تیسری آیت سے ثابت ہوا کہ بالکل جھوٹی گواہی نہ دینا، مگر زبان موڑ کر گواہی میں گڑ بڑ کرنا بھی ممنوع ہے۔

حدیث (۱): نبی ﷺ سے کبائر کے بارے میں پوچھا گیا، آپؐ نے چار گناہ بتائے: اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرانا، والدین کی نافرمانی کرنا، کسی کو ناحق قتل کرنا، اور جھوٹی گواہی دینا۔

حدیث (۲): نبی ﷺ نے حاضرین سے تین مرتبہ فرمایا: کیا میں تمہیں بڑے گناہوں میں سے بڑے گناہ نہ بتاؤں؟ صحابہ نے عرض کیا: ضرور بتائیں یا رسول اللہ! آپؐ نے تین گناہ بتائے: اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرانا، والدین کی نافرمانی کرنا، اور آپؐ ٹیک لگائے ہوئے بیٹھے تھے، پس سیدھے بیٹھ گئے اور فرمایا: سنو! اور جھوٹی بات! آپؐ اس جملہ کو بار بار کہتے رہے یہاں تک کہ صحابہ نے دل میں سوچا: کاش آپؐ خاموش ہو جائیں۔

[۱۰-] بَابُ مَاقِيْلَ فِيْ شَهَادَةِ الزُّوْرِ

[۱-] لِقَوْلِهِ تَعَالَى ﴿وَالَّذِيْنَ لَايَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ﴾ [الفرقان: ۷۲]

وَكِتْمَانِ الشَّهَادَةِ:

[۲-] وَقَوْلِهِ: ﴿وَلَا تَكْتُمُوْا الشَّهَادَةَ وَمَنْ يَكْتُمْهَا فَإِنَّهُ آثِمٌ قَلْبُهُ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ﴾

[۳-] ﴿تَلْوُوْا﴾ [النساء: ۱۳۵]: أَلْسِنَتَكُمْ بِالشَّهَادَةِ.

[۲۶۵۳-] حدثنا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُنِيْرٍ، سَمِعَ وَهْبَ بْنَ جَرِيْرٍ، وَعَبْدَ الْمَلِكِ بْنِ إِبْرَاهِيْمَ، قَالَا: ثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِيْ بَكْرِ بْنِ أَنَسٍ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: سُئِلَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم عَنِ الْكَبَائِرِ فَقَالَ: " الإِشْرَاكُ بِاللّٰهِ، وَعُقُوْقُ الْوَالِدَيْنِ، وَقَتْلُ النَّفْسِ، وَشَهَادَةُ الزُّوْرِ "

تَابَعَهُ غُنْدَرٌ، وَأَبُوْ عَامِرٍ، وَبَهْزٌ، وَعَبْدُ الصَّمَدِ، عَنْ شُعْبَةَ. [انظر: ۵۹۷۷، ٦٨٧١]

[٢٦٥٤-] حدثنا مُسَدَّدٌ، ثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ، ثَنَا الْجُرَيْرِيُّ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِىْ بَكْرَةَ، عَنْ أَبِيْهِ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم: "أَلَا أُنَبِّئُكُمْ بِأَكْبَرِ الْكَبَائِرِ؟" - ثلاثًا - قَالُوْا: بَلٰى يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! قَالَ: "الإِشْرَاكُ بِاللّٰهِ، وَعُقُوْقُ الْوَالِدَيْنِ" وَجَلَسَ وَكَانَ مُتَّكِئًا "أَلَا وَقَوْلُ الزُّوْرِ" قَالَ: فَمَا زَالَ يُكَرِّرُهَا حَتّٰى قُلْنَا: لَيْتَهُ سَكَتَ.

وَقَالَ إِسْمَاعِيْلُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ: ثَنَا الْجُرَيْرِيُّ، ثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ. [انظر: ۵۹۷٦، ٦٢٧٣، ٦٢٧٤، ٦٩١٩]

بَابُ شَهَادَةِ الْأَعْمٰى، وَأَمْرِهِ، وَنِكَاحِهِ، وَإِنْكَاحِهِ، وَمُبَايَعَتِهِ، وَقُبُوْلِهِ فِى التَّأْذِيْنِ وَغَيْرِهِ، وَمَا يُعْرَفُ بِالْأَصْوَاتِ

نابینا کی گواہی، اوراس کے معاملات، اوراس کا نکاح کرنا، اوراس کا نکاح کرانا اوراس کا بیع وشراء کرنا، اوراذان وغیرہ میں اوران چیزوں میں جوآواز سے پہچانی جاتی ہیں اس کی بات قبول کرنا

اس باب میں امام صاحبؒ نے اعمی کے تعلق سے بہت سی باتیں جمع کی ہیں، اورسب متفق علیہ ہیں، صرف ایک بات میں اختلاف ہے کہ نابینا کی گواہی معتبر ہے یانہیں؟ امام بخاری رحمہ اللہ کے نزدیک مطلقاً مقبول ہے اورحنفیہ اورشافعیہ کے نزدیک تحمل شہادت کے وقت بینا تھا اوراداۓ شہادت کے وقت نابینا ہوگیا تواس کی گواہی معتبر ہے، ورنہ نہیں۔ اور یہ مسئلہ منصوص نہیں، اجتہادی ہے اس لئے رائیں مختلف ہیں۔

۱- حضرات قاسم، حسن بصری، ابن سیرین، زہری اور عطاء رحمہم اللہ نے نابینا کی شہادت کودرست قرار دیا ہے۔

۲- امام عامر شعبی رحمہ اللہ کہتے ہیں: اگر نابینا عقلمند ہے تواس کی گواہی مقبول ہے، یعنی وہ ذہین ہوشیار ہے، باریک باتوں کوسمجھ سکتا ہے تواس کی گواہی مقبول ہے، ورنہ نہیں۔

۳- حکم بن عتیبہ رحمہ اللہ کہتے ہیں: بعض چیزوں میں نابینا کی گواہی جائز ہے، وہ مطلقاً جواز کے قائل نہیں تھے۔

۴- امام زہری رحمہ اللہ کہتے ہیں: بتاؤ! کسی معاملہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما گواہی دیں تو کیا آپ اس کورد کردیں گے؟ (یہ جذباتی قسم کی دلیل ہے، گواہی کے قبول کرنے نہ کرنے میں اصول اورضابطہ کا اعتبار ہے، شخصیتوں کا اعتبار نہیں، قاضی شریح نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی گواہی باپ کے حق میں قبول نہیں کی تھی، علاوہ ازیں: حضرت ابن عباسؓ پہلے بینا تھے: اس زمانہ کی بات کی نابینا ہونے کے بعد گواہی دیں تو بالاجماع مقبول ہے)

۵- حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما آدمی بھیجتے تھے، جب وہ خبر دیتا کہ سورج غروب ہوگیا تو آپؓ روزہ کھولتے تھے، اور

آپؐ صبح صادق کے بارے میں بھی پوچھتے تھے، جب آپ کو بتایا جاتا کہ صبح ہوگئی تو آپؐ فجر کی سنتیں پڑھتے تھے (یہ تو نابینا نے بینا کی بات پر اعتماد کیا، اس میں کیا اختلاف ہے؟)

۶-سلیمان بن یسار رحمہ اللہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے مکاتب تھے، کہتے ہیں: میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس جانے کی اجازت مانگی، انھوں نے میری آواز پہچان لی (یہاں باب ہے، نابینا بھی آواز پہچان سکتا ہے) فرمایا: سلیمان! آجا، اس لئے کہ تو غلام ہے، جب تک تیرے ذمہ بدل کتابت میں سے کچھ بھی باقی ہے (حضرت عائشہؓ کا مذہب یہ تھا کہ غلام سے مطلقاً پردہ نہیں، خواہ اپنا غلام ہو یا دوسرے کا)

۷-حضرت سمرۃ بن جندب رضی اللہ عنہ نے نقاب پوش عورت کی گواہی کی اجازت دی (اگر تحمل شہادت کے وقت عورت نے معاملہ آنکھوں سے دیکھا ہے تو ادائے شہادت کے وقت چہرے پر نقاب ڈال کر گواہی دے سکتی ہے)

حدیث (۱): نبی ﷺ نے مسجد میں ایک آدمی کو قرآن پڑھتے سنا، آپؐ نے فرمایا: اللہ اس پر رحم کرے اس نے مجھے فلاں فلاں آیت یاد دلا دی، اس کو میں فلاں فلاں سورت میں سے چھوڑ دیتا تھا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: نبی ﷺ میرے گھر میں تہجد پڑھ رہے تھے، پس آپؐ نے عباد بن بشر کی آواز سنی، جو مسجد میں نماز پڑھ رہے تھے، آپؐ نے پوچھا: عائشہؓ! یہ عباد کی آواز ہے؟ میں نے کہا: ہاں، آپؐ نے فرمایا: اے اللہ! عباد پر مہربانی فرما! یعنی ان کا پڑھنا آپؐ کو پسند آیا اس لئے دعا دی۔

حدیث (۲): نبی ﷺ نے اعلان کیا کہ آئندہ بلال رضی اللہ عنہ رات میں اذان دیا کریں گے، پس کھاتے پیتے رہو، یہاں تک کہ ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کی اذان سنو، اور ابن ام مکتومؓ نابینا تھے، اس وقت تک اذان نہیں دیتے تھے جب تک لوگ ان سے نہیں کہتے کہ صبح ہوگئی۔ تینوں حدیثوں میں آواز پہچان کر اس پر عمل کرنے کا مسئلہ ہے۔

حدیث (۳): حضرت مخرمہ رضی اللہ عنہ قبا لینے کے لئے نبی ﷺ کے دروازہ پر پہنچے اور مسورؓ سے کہا: اندر جا کر حضور ﷺ کو بلا لا، حضور ﷺ نے ان کی آواز سنی اور پہچان لی، آپؐ قبا لے کر باہر نکلے اور مخرمہؓ کو اس کی خوبیاں دکھانے لگے، اور فرمایا: میں نے تمہارے لئے یہ چھپا رکھی ہے، میں نے تمہارے لئے یہ چھپا رکھی ہے، یہ بھی آواز پہچاننے کا مسئلہ ہے جس میں کوئی اختلاف نہیں۔

[۱۱-] بَابُ شَهَادَةِ الأَعْمٰى، وَأَمْرِهِ، وَنِكَاحِهِ، وَإِنْكَاحِهِ، وَمُبَايَعَتِهِ، وَقُبُوْلِهِ فِي التَّأْذِيْنِ وَغَيْرِهِ، وَمَا يُعْرَفُ بِالأَصْوَاتِ

[۱-] وَأَجَازَ شَهَادَتَهُ الْقَاسِمُ وَالْحَسَنُ وَابْنُ سِيْرِيْنَ وَالزُّهْرِيُّ وَعَطَاءٌ.

[۲-] وَقَالَ الشَّعْبِيُّ: تَجُوْزُ شَهَادَتُهُ إِذَا كَانَ عَاقِلاً.

[٣-] وَقَالَ الْحَكَمُ: رُبَّ شَيْئٍ تَجُوْزُ فِيْهِ.

[٤-] وَقَالَ الزُّهْرِيُّ: أَرَأَيْتَ ابْنَ عَبَّاسٍ لَوْ شَهِدَ عَلٰى شَهَادَةٍ: أَكُنْتَ تَرُدُّهُ؟

[٥-] وَكَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ يَبْعَثُ رَجُلاً إِذَا غَابَتِ الشَّمْسُ أَفْطَرَ، وَيَسْأَلُ عَنِ الْفَجْرِ، فَإِذَا قِيْلَ: طَلَعَ، صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ.

[٦-] وَقَالَ سُلَيْمَانُ بْنُ يَسَارٍ: اسْتَأْذَنْتُ عَلٰى عَائِشَةَ فَعَرَفَتْ صَوْتِيْ، قَالَتْ: سُلَيْمَانُ! ادْخُلْ فَإِنَّكَ مَمْلُوْكٌ مَا بَقِيَ عَلَيْكَ شَيْئٌ.

[٧-] وَأَجَازَ سَمُرَةُ بْنُ جُنْدَبٍ شَهَادَةَ امْرَأَةٍ مُنْتَقِبَةٍ.

[٢٦٥٥-] حدثنا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدِ بْنِ مَيْمُوْنٍ، ثَنَا عِيْسَى بْنُ يُوْنُسَ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: سَمِعَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم رَجُلاً يَقْرَأُ فِي الْمَسْجِدِ، فَقَالَ:" رَحِمَهُ اللّٰهُ، لَقَدْ أَذْكَرَنِيْ كَذَا وَكَذَا آيَةً أَسْقَطْتُهُنَّ مِنْ سُوْرَةِ كَذَا وَكَذَا"

وَزَادَ عَبَّادُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنْ عَائِشَةَ: تَهَجَّدَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم فِيْ بَيْتِيْ فَسَمِعَ صَوْتَ عَبَّادٍ يُصَلِّيْ فِي الْمَسْجِدِ، فَقَالَ:" يَا عَائِشَةُ! أَصَوْتُ عَبَّادٍ هٰذَا؟" قُلْتُ: نَعَمْ، قَالَ:" اللّٰهُمَّ ارْحَمْ عَبَّادًا"

[انظر: ٥٠٣٧، ٥٠٣٨، ٥٠٤٢، ٦٣٣٥]

[٢٦٥٦-] حدثنا مَالِكُ بْنُ إِسْمَاعِيْلَ، ثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ أَبِيْ سَلَمَةَ، أَخْبَرَنِيْ ابْنُ شِهَابٍ، عَنْ سَالِمِ ابْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم:" إِنَّ بِلاَلاً يُؤَذِّنُ بِلَيْلٍ فَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يُؤَذِّنَ ابْنُ أُمِّ مَكْتُوْمٍ، أَوْ قَالَ:" حَتّٰى تَسْمَعُوْا أَذَانَ ابْنِ أُمِّ مَكْتُوْمٍ" وَكَانَ ابْنُ أُمِّ مَكْتُوْمٍ رَجُلاً أَعْمٰى، لاَ يُؤَذِّنُ حَتّٰى يَقُوْلَ لَهُ النَّاسُ: أَصْبَحْتَ. [راجع: ٦١٧]

[٢٦٥٧-] حدثنا زِيَادُ بْنُ يَحْيٰى، ثَنَا حَاتِمُ بْنُ وَرْدَانَ، ثَنَا أَيُّوْبُ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِيْ مُلَيْكَةَ، عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ، قَالَ: قَدِمَتْ عَلَى النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم أَقْبِيَةٌ، فَقَالَ لِيْ أَبِيْ مَخْرَمَةُ: انْطَلِقْ بِنَا إِلَيْهِ عَسٰى أَنْ يُعْطِيَنَا مِنْهَا شَيْئًا، فَقَامَ أَبِيْ عَلَى الْبَابِ، فَتَكَلَّمَ فَعَرَفَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم صَوْتَهُ، فَخَرَجَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم وَمَعَهُ قَبَاءٌ، وَهُوَ يُرِيْهِ مَحَاسِنَهُ وَهُوَ يَقُوْلُ:" خَبَأْتُ هٰذَا لَكَ، خَبَأْتُ هٰذَا لَكَ"[راجع: ٢٥٩٩]

بَابُ شَهَادَةِ النِّسَاءِ

عورتوں کی گواہی

عورتوں کی گواہی بالاجماع معتبر ہے، قرآن وحدیث میں منصوص ہے۔ سورۃ البقرہ کی آیت ۲۸۲ میں ہے:" پھراگردو

مرد گواہ میسر نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں گواہ بنالی جائیں'' اور حدیث میں ہے: ایک تقریر میں نبی ﷺ نے عورتوں سے پوچھا: کیا عورت کی گواہی مرد کی گواہی سے آدھی نہیں؟ انھوں نے جواب دیا: کیوں نہیں، آپؐ نے فرمایا: یہ ان کی عقل کی کمی کی دلیل ہے، اس سے بھی معلوم ہوا کہ عورت کی گواہی معتبر ہے، یہ الگ بات ہے کہ عورت کی گواہی مرد کے برابر ہے یا آدھی، اس باب میں بس اتنا ہی ثابت کرنا ہے۔

پھر چار مسائل ہیں:

۱- اکثر علماء کا اس پر اجماع ہے کہ حدود وقصاص میں عورتوں کی گواہی معتبر نہیں۔

۲- پانچ باتوں میں یعنی نکاح، طلاق، عتق، نسب اور ولاء میں امام مالک اور امام شافعی رحمہما اللہ کے نزدیک عورتوں کی گواہی معتبر نہیں، اور حنفیہ کے نزدیک معتبر ہے۔

۳- حیض، ولادت، بچہ کا رونا یعنی زندہ پیدا ہونا عورتوں کے عیوب اور عورتوں کی وہ باتیں جن سے مرد واقف نہیں ہوسکتے ضرورت کی وجہ سے بالاتفاق صرف عورتوں کی گواہی معتبر ہے۔

۴- رضاعت میں اختلاف ہے: صرف عورتوں کی گواہی معتبر ہے یا نہیں؟ احناف کے نزدیک رضاعت اُس گواہی سے ثابت ہوگی جس سے مال ثابت ہوتا ہے، یعنی دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں ضروری ہیں، صرف عورتوں کی گواہی معتبر نہیں، اور امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک چار عورتوں کی گواہی معتبر ہے، اور امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک دو عورتوں کی گواہی بھی معتبر ہے، اور امام احمد رحمہ اللہ کے نزدیک ایک کی گواہی بھی معتبر ہے، جبکہ وہ دودھ پلانے والی ہو۔

[۱۲-] بَابُ شَهَادَةِ النِّسَاءِ

وَقَوْلِهِ تَعَالٰى: ﴿ فَإِنْ لَمْ يَكُوْنَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَامْرَأَتَانِ﴾ [البقرة: ۲۸۲]

[۲۶۵۸-] حدثنا ابْنُ أَبِيْ مَرْيَمَ، أَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، أَخْبَرَنِيْ زَيْدٌ، عَنْ عِيَاضِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنْ أَبِيْ سَعِيْدٍ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم. " أَلَيْسَ شَهَادَةُ الْمَرْأَةِ مِثْلَ نِصْفِ شَهَادَةِ الرَّجُلِ؟" قُلْنَ: بَلٰى، قَالَ:" فَذٰلِكَ مِنْ نُقْصَانِ عَقْلِهَا"[راجع: ۳۰۴]

بَابُ شَهَادَةِ الإِمَاءِ وَالْعَبِيْدِ

باندیوں اور غلاموں کی گواہی

باندیوں اور غلاموں کی گواہی کے بارے میں حاشیہ میں تین قول لکھے ہیں۔ ایک: مطلقاً ان کی گواہی معتبر ہے، آزاد کی طرح۔ یہ امام احمد اور امام بخاری رحمہما اللہ کی رائے ہے۔ دوم: شئ تافہ (معمولی چیز) میں غلام باندی کی گواہی معتبر ہے۔

سوم: کسی بھی معاملہ میں غلام باندیوں کی گواہی معتبر نہیں، ائمہ: مالک، شافعی اور ابوحنیفہ رحمہم اللہ کی یہی رائے ہے، اس لئے کہ شہادت باب ولایت سے ہے اور غلام باندیوں کو اپنے نفس پر ولایت حاصل نہیں، پس دوسروں پر کیسے ولایت حاصل ہوسکتی ہے؟

اور امام صاحبؒ نے باب میں اپنی رائے ثابت کرنے کے لئے جو دلائل پیش کئے ہیں وہ یہ ہیں:

۱- حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: اگر غلام معتبر ہو تو اس کی گواہی جائز ہے۔

۲- قاضی شریح اور زرارۃ بن اوفی کے نزدیک بھی غلاموں کی گواہی جائز ہے۔

۳- ابن سیرین رحمہ اللہ کے نزدیک بھی غلاموں کی گواہی جائز ہے، البتہ غلام کی گواہی اپنے آقا کے حق میں معتبر نہیں۔

۴- حضرت حسن بصری اور حضرت ابراہیم نخعی رحمہما اللہ معمولی چیز میں غلام کی گواہی کو جائز کہتے ہیں۔

۵- قاضی شریح رحمہ اللہ کہتے ہیں: تم سب اللہ کے بندوں اور بندیوں کی اولاد ہو، یعنی سب انسان برابر ہیں، اس لئے غلام باندیوں کی گواہی معتبر ہے۔

۶- پھر حدیث لائے ہیں جس میں حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ نے ام یحییٰ سے شادی کی تھی، پھر ایک حبشن نے کہا تھا کہ اس نے دونوں کو دودھ پلایا ہے۔ نبی ﷺ نے اس کی بات کا اعتبار کرکے بیوی کو الگ کرادیا، یہ واقعہ باب شہادت کا نہیں ہے، کیونکہ گواہ قاضی کے سامنے نہیں آیا، اور نبی ﷺ کا بیوی کو علاحدہ کرانا احتیاطاً تھا۔ دَعْ مَا يُرِيبُك إلى مالا يُرِيبك کے قبیل سے تھا، پس اس حدیث کا باب سے کچھ تعلق نہیں۔

[۱۳-] بَابُ شَهَادَةِ الإِمَاءِ وَالْعَبِيْدِ

[۱-] وَقَالَ أَنَسٌ: شَهَادَةُ الْعَبْدِ جَائِزَةٌ إِذَا كَانَ عَدْلاً.

[۲-] وَأَجَازَ شُرَيْحٌ وَزُرَارَةُ بْنُ أَوْفٰى.

[۳-] وَقَالَ ابْنُ سِيْرِيْنَ: شَهَادَتُهُ جَائِزَةٌ إِلَّا الْعَبْدَ لِسَيِّدِهِ.

[٤-] وَأَجَازَهُ الْحَسَنُ وَإِبْرَاهِيْمُ فِي الشَّيْئِ التَّافِهِ.

[٥-] وَقَالَ شُرَيْحٌ: كُلُّكُم بَنُوْ عَبِيْدٍ وَإِمَاءٍ.

[۲۶۵۹-] حدثنا أَبُوْ عَاصِمٍ، عَنِ ابْنِ جُرِيْجٍ، عَنِ ابْنِ أَبِيْ مُلَيْكَةَ، عَنْ عُقْبَةَ بْنِ الْحَارِثِ، ح: وَحَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، ثَنَا يَحْيىَ بْنُ سَعِيْدٍ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنِ ابْنِ أَبِيْ مَلَيْكَةَ، ثَنِي عُقْبَةُ بْنُ الْحَارِثِ أَوْ: سَمِعْتُهُ مِنْهُ: أَنَّـهُ تزوَّجَ أَمَّ يَحْيىَ بِنْتَ أَبِيْ إِهَابٍ، قَالَ: فَجَاءَ تْ أَمَةٌ سَوْدَاءُ، فَقَالَتْ: قَدْ أَرْضَعْتُكُمَا، فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم فَأَعْرَضَ عَنِّي، قَالَ: فَتَنَحَّيْتُ فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لَهُ، قَالَ: "وَكَيْفَ وَقَدْ زَعَمَتْ أَنْ قَدْ أَرْضَعَتْكُمَا؟" فَنَهَاهُ عَنْهَا. [راجع: ۸۸]

بَابُ شَهَادَةِ الْمُرْضِعَةِ

دودھ پلانے والی کی گواہی

امام احمد اور امام بخاری رحمہما اللہ کے نزدیک رضاعت میں ایک عورت کی گواہی معتبر ہے، جبکہ وہ دودھ پلانے والی ہو، اور حنفیہ کے نزدیک رضاعت کا معاملہ مالیات کی طرح ہے، یعنی دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں گواہی دیں تب رضاعت ثابت ہوگی، ورع اور احتیاط کی بات الگ ہے، اور حضرت رحمہ اللہ نے باب میں جو حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ کی حدیث پیش کی ہے، اس کا رضاعت کی گواہی سے کوئی تعلق نہیں، جیسا کہ بیان کیا گیا۔

[١٤-] بَابُ شَهَادَةِ الْمُرْضِعَةِ

[٢٦٦٠-] حدثنا أَبُوْ عَاصِمٍ، عَنْ عُمَرَ بْنِ سَعِيْدٍ، عَنِ ابْنِ أَبِيْ مُلَيْكَةَ، عَنْ عُقْبَةَ بْنِ الْحَارِثِ، قَالَ: تَزَوَّجْتُ امْرَأَةً، فَجَاءَ تِ امْرَأَةٌ، فَقَالَتْ إِنِّيْ قَدْ أَرْضَعْتُكُمَا، فَأَتَيْتُ فَذَكَرْتُ لِلنَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم فَقَالَ: "كَيْفَ وَقَدْ قِيْلَ؟ دَعْهَا عَنْكَ" أَوْ: نَحْوَهُ. [راجع: ٨٨]

بَابُ تَعْدِيْلِ النِّسَاءِ بَعْضِهِنَّ بَعْضًا

عورتوں کا عورتوں کی تعدیل کرنا

عورتوں کا تزکیہ معتبر ہے، خاص طور پر جب عورتیں عورتوں کا تزکیہ کریں تو بدرجۂ اولیٰ معتبر ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت والے واقعہ میں حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا نے حضرت عائشہؓ کا تزکیہ کیا ہے، اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے بھی ان کا تزکیہ کیا ہے، جبکہ وہی حسن میں مقابلہ کرتی تھیں، تاہم انھوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حق میں کلمۂ خیر کہا ہے، پس دو عورتوں نے تزکیہ کیا۔

افک کا واقعہ

غزوۂ خندق کے بعد غزوۂ مُرَیْسِیع یا غزوۂ بنی المصطلق پیش آیا۔ نبی ﷺ کا دستور تھا کہ جب آپؐ سفر میں نکلتے تو ازواج مطہرات میں قرعہ اندازی کرتے، جس کا نام نکلتا اس کو ساتھ لے جاتے۔ اس غزوہ میں حضرت عائشہؓ کا نام نکلا چنانچہ وہ ساتھ گئیں۔ غزوہ سے واپسی میں ایک جگہ لشکر نے پڑاؤ کیا۔ جب روانگی کا اعلان ہوا تو حضرت عائشہؓ قضائے حاجت کے لئے گئیں، اور اپنی بہن کا ہار جسے عاریۃً ساتھ لے گئی تھیں کھو بیٹھیں۔ احساس ہوتے ہی اس جگہ واپس گئیں۔

اسی دوران ہودج اٹھانے والے آئے اور انھوں نے ہودج اونٹ پر باندھ کر اس کو قطار میں روانہ کر دیا۔ انھوں نے خیال کیا کہ حضرت عائشہ اندر ہیں۔ وہ ہودج کے ہلکے پن پر اس لئے نہیں چونکے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نوعمر اور ہلکے بدن کی تھیں۔ نیز ہودج کئی آدمی مل کر اٹھاتے تھے اس لئے بھی ہلکے پن کا احساس نہ ہوا ـــــ جب حضرت عائشہؓ ہار ڈھونڈ کر جائے قیام پر پہنچیں تو قافلہ روانہ ہو چکا تھا اور وہاں ہو کا عالم تھا۔ وہ اس خیال سے وہیں رُک گئیں کہ جب لوگ ان کو نہیں پائیں گے تو تلاش کرتے ہوئے یہیں آئیں گے۔ وہاں بیٹھے بیٹھے ان کی آنکھ لگ گئی ـــــ دوسری طرف قدرت نے یہ سامان کیا کہ حضرت صفوان بن معطّل رضی اللہ عنہ قافلہ کے پیچھے رہنے پر مقرر کئے گئے تھے تاکہ گری پڑی چیز اٹھاتے آئیں۔ جب صبح کے وقت اس جگہ پہنچے، ابھی روشنی پوری نہیں ہوئی تھی، انھوں نے دور سے دیکھا کہ کوئی سو رہا ہے۔ قریب پہنچے تو حضرت صدیقہؓ کو دیکھ کر پہچان لیا، کیونکہ انھوں نے پردے کے احکام نازل ہونے سے پہلے ان کو دیکھا تھا۔ انھوں نے زور سے کہا: إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ! آواز سن کر حضرت عائشہؓ بیدار ہو گئیں اور خود کو سنبھال لیا اور چہرہ ڈھانپ لیا۔ حضرت صفوانؓ نے اپنا اونٹ قریب لا کر بٹھایا اور اونٹ کے پیر پر پیر رکھ کر کھڑے ہو گئے، حضرت عائشہ اس پر سوار ہو گئیں، حضرت صفوانؓ نے ان سے کچھ نہ پوچھا، چپ چاپ اونٹ کی نکیل پکڑ کر چلتے رہے اور ٹھیک دوپہر کے وقت جبکہ لشکر پڑاؤ ڈال چکا تھا قافلہ سے جا ملے۔

اس واقعہ سے رئیس المنافقین عبد اللہ بن اُبی کو ایک بات ہاتھ لگ گئی، وہ اس سے پہلے اسی غزوہ میں وہ دو باتیں کہہ چکا تھا جو سورۃ المنافقین (آیات ۷و۸) میں آئی ہیں: ایک یہ کہ مہاجرین کا تعاون بند کر دیا جائے۔ دوم: یہ کہ مدینہ سے ذلیل لوگوں کو نکال دیا جائے۔ اس اللہ کے دشمن کو بھڑاس نکالنے کا ایک اور موقع مل گیا اور اس نے واہی تباہی بکنا شروع کیا۔ مدینہ پہنچ کر وہ مجلس جماتا اور یہ موضوع چھیڑ دیتا۔ خود خاموش رہتا اور دوسروں سے تہمت کے خاکے میں رنگ بھرواتا، اور اس کو پھیلاتا بڑھاتا۔ اس کی اس پروپیگنڈہ مہم میں دو مخلص مرد اور ایک مخلص عورت بھی حصہ دار بن گئے: ایک: حضرت حسّان رضی اللہ عنہ جو نبی ﷺ کے شاعر تھے اور ہمیشہ آپؐ کی اور اسلام کی طرف سے مدافعت کرتے تھے۔ دوم: حضرت مِسْطَح رضی اللہ عنہ جو بدری صحابی اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خالہ زاد بہن کے لڑکے تھے۔ اور نادار تھے اس لئے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ان کی کفالت کرتے تھے۔ سوم: حضرت حَمنہ بنت جحش رضی اللہ عنہا جو نبی ﷺ کی سالی، حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کی بہن اور حضرت طلحہ بن عبید اللہ کی بیوی تھیں۔ ان لوگوں نے اس تہمت کا جم کر پروپیگنڈہ کیا۔

اُدھر حضرت عائشہؓ کا حال یہ تھا کہ وہ غزوہ سے واپس آتے ہی بیمار پڑ گئیں اور ایک مہینہ تک مسلسل بیمار رہیں۔ انہیں اس تہمت کے بارے میں کچھ معلوم نہ تھا۔ البتہ انہیں یہ بات کھٹکتی تھی کہ بیماری کے زمانہ میں نبی ﷺ کی طرف سے جو ملاطفت وعنایت ہوا کرتی تھی وہ اب نظر نہیں آرہی تھی۔ بیماری سے اٹھنے کے بعد وہ ایک رات مسطحؓ کی ماں کے ساتھ قضائے حاجت کے لئے جنگل کی طرف گئیں۔ اتفاق سے ام مسطح نے اپنی چادر میں الجھ کر ٹھوکر کھائی، اور ان کے منہ سے بے ساختہ

نکلا: ''مسطح تباہ ہو!'' حضرت عائشہؓ نے ان کو ٹوکا کہ آپ ایک بدری صحابی کو کوس رہی ہیں! وہ کہنے لگیں: ''اری ناداں! کیا تو نے اس کی باتیں نہیں سنیں؟'' حضرت عائشہؓ نے پوچھا: ''اس کی باتیں کیا ہیں؟'' مسطح کی ماں نے تہمت کا واقعہ سنایا۔ بس سنتے ہی ان کا مرض بڑھ گیا۔ گھر لوٹ کر انھوں نے خبر کا ٹھیک ٹھیک پتہ لگانے کے لئے رسول اللہ ﷺ سے والدین کے گھر جانے کی اجازت چاہی، آپؐ نے اجازت دیدی۔ میکے جا کر والدہ صاحبہ سے پوچھا: ''امی! لوگ کیا باتیں کرتے ہیں؟'' والدہ نے کہا: ''بیٹی! زیادہ اثر قبول نہ کرو، بخدا! ایسا شاذ و نادر ہی ہوتا ہے کہ کوئی خوبصورت عورت کسی شوہر کی محبوبہ ہو اور اس کی سوکنیں ہوں مگر ایسی باتیں بکثرت پیش آتی ہیں'' جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو صورتِ حال کا یقینی طور پر علم ہو گیا تو وہ بے اختیار رونے لگیں اور پھر دو راتیں اور ایک دن روتے روتے گذار دیں۔ اس درمیان نہ نیند کا سرمہ لگایا نہ آنسوؤں کی جھڑی رکی، ان کے والدین کو اندیشہ لاحق ہو گیا کہ روتے روتے کلیجہ پھٹ جائے گا!

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے میکے جانے کے بعد رسول اللہ ﷺ نے گھر کے لوگوں سے تحقیق شروع کی، سب سے پہلے حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے پوچھا جن کی بہن اس طوفان میں شریک تھیں کہ ''تم عائشہ کے بارے میں کیا جانتی ہو؟'' انھوں نے کہا: ''یا رسول اللہ! خدا کی قسم! میں ان کے بارے میں بھلائی کے سوا کچھ نہیں جانتی'' پھر آپؐ نے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا۔ انھوں نے کہا: ''یا رسول اللہ! آپؐ اپنی اہلیہ کو زوجیت میں برقرار رکھیں، ہم خیر کے سوا کوئی بات نہیں جانتے'' پھر آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا: انھوں نے کہا: ''یا رسول اللہ! اللہ نے آپؐ پر کچھ تنگی نہیں کی، اور عورتیں ان کے علاوہ بہت ہیں، اور آپؐ خادمہ سے دریافت کریں وہ صحیح بات بتا دے گی'' آخر میں آپؐ نے خادمہ حضرت بریرۃ رضی اللہ عنہا سے پوچھا: ''اے بریرۃ! کیا تم نے کوئی شبہ کی بات دیکھی ہے؟'' اس نے کہا: ''اس خدا کی قسم جس نے آپؐ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے! میں نے ان میں کوئی ایسی بات نہیں دیکھی جس پر شبہ کیا جائے البتہ یہ بات ہے کہ نو عمر لڑکی ہیں آٹا گوندھ کر سو جاتی ہیں اور بکری آ کر کھا جاتی ہے!''

تحقیق حال سے جب حضرت عائشہؓ کی بے گناہی روز روشن کی طرح واضح ہو گئی تو آپؐ نے تقریر فرمائی۔ ارشاد فرمایا: ''مسلمانو! کون ہے جو مجھے اس شخص کے حملوں سے بچائے جس نے میرے گھر والوں پر تہمت لگا کر مجھے اذیت پہنچائی ہے؟ بخدا! میں نے نہ تو اپنی بیوی میں کوئی برائی دیکھی نہ اس شخص میں جس کے تعلق سے تہمت لگائی گئی ہے، وہ شخص میری غیر موجودگی میں کبھی میرے گھر میں نہیں آیا'' —— اس پر حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا: ''یا رسول اللہ! اگر وہ ہمارے قبیلہ کا ہے تو ہم اس کی گردن مار دیں گے، اور اگر ہمارے بھائی خزرجیوں میں سے ہے تو آپؐ ہمیں حکم دیں ہم اس کی تعمیل کریں گے'' —— یہ سن کر رئیسِ خزرج حضرت سعد بن عبادہؓ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے: ''بخدا! تم اسے قتل نہیں کر سکتے'' اس پر حضرت اُسید بن حضیر رضی اللہ عنہ جو حضرت سعد کے چچا زاد بھائی تھے کھڑے ہوئے اور کہا: ''بخدا! تم جھوٹ کہتے ہو، ہم ضرور اس کو قتل کریں گے، اور تم منافق ہو، منافقوں کی حمایت کرتے ہو!'' اس پر مسجد نبوی میں ہنگامہ ہو گیا اور

اوس وخزرج قریب تھے کہ دست وگریباں ہوجائیں۔ نبی ﷺ نے مشکل سے حالات پر قابو پایا اور منبر سے اتر آئے۔

اُدھر حضرت عائشہ کو ان کے والدین تسلی دے رہے تھے۔ اسی حالت میں رسول اللہ ﷺ تشریف لائے۔ کلمۂ شہادت پر مشتمل خطبہ پڑھا اور فرمایا: ''عائشہ! مجھے تمہارے بارے میں ایسی اور ایسی باتیں پہنچی ہیں۔ اگر تم اس سے بری ہو تو اللہ تعالیٰ عنقریب تمہاری براءت ظاہر فرمادیں گے۔ اور اگر خدانخواستہ تم سے کوئی گناہ سرزد ہوگیا ہے تو توبہ کرو اور اللہ سے مغفرت چاہو، کیونکہ بندہ جب اپنے گناہ کا اقرار کرکے اللہ کے حضور توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرمالیتے ہیں''

یہ بات سنتے ہی حضرت عائشہؓ کے آنسو تھم گئے، اب انہیں آنسو کا ایک قطرہ بھی محسوس نہیں ہورہا تھا۔ انھوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا: ''ابا! آپ رسول اللہ ﷺ کو جواب دیں'' انھوں نے کہا: ''بیٹی! میری سمجھ میں نہیں آرہا کہ کیا جواب دوں!'' یہی بات انھوں نے اپنی امی ام رومان سے کہی، انھوں نے بھی یہی جواب دیا، تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے خود ہی کہا: ''واللہ! میں جانتی ہوں کہ یہ باتیں سنتے سنتے آپ لوگوں کے دلوں میں اچھی طرح بیٹھ گئی ہیں، اور آپ لوگوں نے ان کا یقین کرلیا ہے، اب اگر میں کہوں کہ میں بری ہوں، اور اللہ جانتا ہے کہ میں بری ہوں، تو آپ لوگ میری بات سچ نہ سمجھیں گے۔ اور اگر میں جرم کا اعتراف کرلوں، حالانکہ اللہ خوب جانتے ہیں کہ میں اس سے بری ہوں، تو آپ لوگ صحیح مان لیں گے، ایسی صورت میں میرے لئے اور آپ لوگوں کے لئے وہی مَثَل (مضمون) ہے جو یوسف علیہ السلام کے والد نے کہی ہے: ﴿فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ! وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ﴾ یعنی صبر بہتر ہے! اور اللہ تعالیٰ ہی مدد خواستہ ہیں اس بات پر جو تم بیان کرتے ہو! —— یہ کہہ کر حضرت عائشہؓ بستر پر جاپڑیں اور منہ دوسری طرف کرلیا۔ اسی وقت رسول اللہ ﷺ پر نزولِ وحی کے آثار شروع ہوئے۔ جب آپؐ پر وحی نازل ہوتی تھی تو ناقابل بیان بوجھ پڑتا تھا اور سخت سردی کے زمانہ میں آپؐ کی پیشانی سے موتیوں کی طرح پسینہ ٹپکنے لگتا تھا۔ جب یہ کیفیت دور ہوئی تو آپؐ مسکرا رہے تھے، اور آپؐ نے پہلی بات یہ فرمائی کہ: ''عائشہ! خوش ہوجاؤ، اللہ نے تمہیں بری کردیا!'' ان کی والدہ نے کہا: ''بیٹی! اٹھو اور رسول اللہ ﷺ کا شکریہ ادا کرو!'' انھوں نے ناز سے کہا: ''میں کسی کا شکریہ ادا نہیں کرتی، میں صرف اپنے اللہ کا احسان مانتی ہوں!''

حَدِيْثُ الإِفْكِ

[١٥-] بَابُ تَعْدِيْلِ النِّسَاءِ بَعْضِهِنَّ بَعْضًا

[٢٦٦١-] حدثنا أَبُوْ الرَّبِيْعِ سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ- وَأَفْهَمَنِيْ بَعْضَهُ أَحْمَدُ - ثَنَا فُلَيْحُ بْنُ سَلَيْمَانَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، وَسَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، وَعَلْقَمَةَ بْنِ وَقَّاصٍ اللَّيْثِيِّ، وَعُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ، عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم، حِيْنَ قَالَ لَهَا أَهْلُ الإِفْكِ مَا قَالُوْا، فَبَرَّأَهَا اللّٰهُ مِنْهُ.

قَالَ الزُّهْرِیُّ: وَكُلُّهُمْ حَدَّثَنِیْ طَائِفَةً مِنْ حَدِیْثِهَا، وَبَعْضُهُمْ أَوْعَی مِنْ بَعْضٍ، وَأَثْبَتُ لَهُ اقْتِصَاصًا، وَقَدْ وَعَیْتُ عَنْ كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمُ الْحَدِیْثَ الَّذِیْ حَدَّثَنِیْ عَنْ عَائِشَةَ، وَبَعْضُ حَدِیْثِهِمْ یُصَدِّقُ بَعْضًا.

زَعَمُوْا أَنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیه وسلم إِذَا أَرَادَ أَنْ یَخْرُجَ سَفَرًا أَقْرَعَ بَیْنَ أَزْوَاجِهِ، فَأَیَّتُهُنَّ خَرَجَ سَهْمُهَا خَرَجَ بِهَا مَعَهُ، فَأَقْرَعَ بَیْنَنَا فِیْ غَزَاةٍ غَزَاهَا فَخَرَجَ سَهْمِیْ، فَخَرَجْتُ مَعَهُ بَعْدَ مَا أُنْزِلَ الْحِجَابُ، فَأَنَا أُحْمَلُ فِی هَوْدَجٍ وَأُنْزَلُ فِیْهِ، فَسِرْنَا حَتَّی إِذَا فَرَغَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیه وسلم مِنْ غَزْوَتِهِ تِلْكَ وَقَفَلَ وَدَنَوْنَا مِنَ الْمَدِیْنَةِ، آذَنَ لَیْلَةً بِالرَّحِیْلِ. فَقُمْتُ حِیْنَ آذَنُوْا بِالرَّحِیْلِ فَمَشَیْتُ حَتَّی جَاوَزْتُ الجَیْشَ، فَلَمَّا قَضَیْتُ شَأْنِیْ أَقْبَلْتُ إِلٰی الرَّحْلِ، فَلَمَسْتُ صَدْرِیْ، فَإِذَا عِقْدٌ لِیْ مِنْ جَزْعِ أَظْفَارٍ قَدِ انْقَطَعَ، فَرَجَعْتُ فَالْتَمَسْتُ عِقْدِیْ فَحَبَسَنِی ابْتِغَاؤُهُ. فَأَقْبَلَ الَّذِیْنَ یَرْحَلُوْنَ لِیْ، فَاحْتَمَلُوْا هَوْدَجِیْ، فَرَحَلُوْهُ عَلٰی بَعِیْرِیَ الَّذِیْ كُنْتُ أَرْكَبُ، وَهُمْ یَحْسِبُوْنَ أَنِّیْ فِیْهِ، وَكَانَ النِّسَاءُ إِذْ ذَاكَ خِفَافًا لَمْ یَثْقُلْنَ، وَلَمْ یَغْشَهُنَّ اللَّحْمُ، وَإِنَّمَا یَأْكُلْنَ الْعُلْقَةَ مِنَ الطَّعَامِ، فَلَمْ یَسْتَنْكِرِ الْقَوْمُ حِیْنَ رَفَعُوْهُ ثِقَلَ الْهَوْدَجِ فَاحْتَمَلُوْهُ، وَكُنْتُ جَارِیَةً حَدِیْثَةَ السِّنِّ، فَبَعَثُوْا الْجَمَلَ وَسَارُوْا فَوَجَدْتُ عِقْدِیْ بَعْدَمَا اسْتَمَرَّ الْجَیْشُ فَجِئْتُ مَنْزِلَهُمْ وَلَیْسَ فِیْهِ أَحَدٌ، فَأَمَّمْتُ مَنْزِلِیْ الَّذِیْ كُنْتُ فِیْهِ فَظَنَنْتُ أَنَّهُمْ سَیَفْقِدُوْنِّیْ فَیَرْجِعُوْنَ إِلَیَّ.

فَبَیْنَا أَنَا جَالِسَةٌ غَلَبَتْنِیْ عَیْنَایَ فَنِمْتُ، وَكَانَ صَفْوَانُ بْنُ الْمُعَطَّلِ السُّلَمِیُّ، ثُمَّ الذَّكْوَانِیُّ مِنْ وَرَاءِ الْجَیْشِ، فَأَصْبَحَ عِنْدَ مَنْزِلِیْ، فَرَأَی سَوَادَ إِنْسَانٍ نَائِمٍ فَأَتَانِیْ، وَكَانَ یَرَانِیْ قَبْلَ الْحِجَابِ، فَاسْتَیْقَظْتُ بِاسْتِرْجَاعِهِ حِیْنَ أَنَاخَ رَاحِلَتَهُ فَوَطِئَ یَدَهَا فَرَكِبْتُهَا، فَانْطَلَقَ یَقُوْدُ بِیَ الرَّاحِلَةَ حَتَّی أَتَیْنَا الْجَیْشَ بَعْدَ مَا نَزَلُوْا مُعَرِّسِیْنَ فِی نَحْرِ الظَّهِیْرَةِ.

فَهَلَكَ مَنْ هَلَكَ، وَكَانَ الَّذِیْ تَوَلَّی الإِفْكَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أُبَیِّ ابْنُ سَلُوْلٍ، فَقَدِمْنَا الْمَدِیْنَةَ فَاشْتَكَیْتُ بِهَا شَهْرًا، وَالنَّاسُ یُفِیْضُوْنَ مِنْ قَوْلِ أَصْحَابِ الإِفْكِ، وَیَرِیْبُنِیْ فِیْ وَجَعِیْ أَنِّیْ لاَ أَرَی مِنَ النَّبِیِّ صلی اللہ علیه وسلم اللُّطْفَ الَّذِیْ كُنْتُ أَرَی مِنْهُ حِیْنَ أَمْرَضُ، إِنَّمَا یَدْخُلُ فَیُسَلِّمُ، ثُمَّ یَقُوْلُ: "كَیْفَ تِیْكُمْ؟" لاَ أَشْعُرُ بِشَیْئٍ مِنْ ذٰلِكَ حَتَّی نَقَهْتُ، فَخَرَجْتُ أَنَا وَأُمُّ مِسْطَحٍ قِبَلَ الْمَنَاصِعِ مُتَبَرَّزُنَا، لاَ نَخْرُجُ إِلاَّ لَیْلاً إِلٰی لَیْلٍ، وَذٰلِكَ قَبْلَ أَنْ تُتَّخَذَ الْكُنُفُ قَرِیْبًا مِنْ بُیُوْتِنَا، وَأَمْرُنَا أَمْرُ الْعَرَبِ الأُوَلِ فِی الْبَرِیَّةِ أَوْ: فِی التَّنَزُّهِ، فَأَقْبَلْتُ أَنَا وَأُمُّ مِسْطَحٍ بِنْتُ أَبِیْ رُهْمٍ نَمْشِیْ فَعَثَرَتْ فِیْ مِرْطِهَا فَقَالَتْ: تَعِسَ مِسْطَحٌ! فَقُلْتُ لَهَا: بِئْسَ مَا قُلْتِ أَتَسُبِّیْنَ رَجُلاً شَهِدَ بَدْرًا؟ فَقَالَتْ: یَا هَنْتَاهُ! أَلَمْ تَسْمَعِیْ مَاقَالُوْا؟ فَأَخْبَرَتْنِیْ بِقَوْلِ أَهْلِ الإِفْكِ فَازْدَدْتُ مَرَضًا عَلٰی مَرَضِیْ.

فَلَمَّا رَجَعْتُ إِلٰى بَيْتِي، دَخَلَ عَلَيَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم فَقَالَ:" كَيْفَ تِيْكُمْ؟" فَقُلْتُ: ائْذَنْ لِيْ آتِ أَبَوَيَّ، قَالَتْ: وَأَنَا حِيْنَئِذٍ أُرِيْدُ أَنْ أَسْتَيْقِنَ الْخَبَرَ مِنْ قِبَلِهِمَا. فَأَذِنَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم فَأَتَيْتُ أَبَوَيَّ، فَقُلْتُ لِأُمِّيْ: مَا يَتَحَدَّثُ بِهِ النَّاسُ؟ فَقَالَتْ: يَا بُنَيَّةُ! هَوِّنِيْ عَلٰى نَفْسِكِ الشَّأْنَ، فَوَ اللّٰهِ لَقَلَّمَا كَانَتِ امْرَأَةٌ قَطُّ وَضِيْئَةً عِنْدَ رَجُلٍ يُحِبُّهَا وَلَهَا ضَرَائِرُ إِلَّا أَكْثَرْنَ عَلَيْهَا، فَقُلْتُ: سُبْحَانَ اللّٰهِ! وَلَقَدْ تَحَدَّثُ النَّاس بِهٰذَا؟ قَالَتْ: فَبِتُّ تِلْكَ اللَّيْلَةَ حَتّٰى أَصْبَحْتُ، لَا يَرْقَأُ لِيْ دَمْعٌ وَلَا أَكْتَحِلُ بِنَوْمٍ.

ثُمَّ أَصْبَحْتُ فَدَعَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم عَلِيَّ بْنَ أَبِيْ طَالِبٍ وَأُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ حِيْنَ اسْتَلْبَثَ الْوَحْيُ يَسْتَشِيْرُهُمَا فِي فِرَاقِ أَهْلِهِ، فَأَمَّا أُسَامَةُ فَأَشَارَ عَلَيْهِ بِالَّذِيْ يَعْلَمُ فِيْ نَفْسِهِ مِنَ الْوُدِّ لَهُمْ، قَالَ أُسَامَةُ: أَهْلُكَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! وَلَا نَعْلَمُ وَاللّٰهِ إِلَّا خَيْرًا، وَأَمَّا عَلِيُّ بْنُ أَبِيْ طَالِبٍ فَقَالَ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! لَمْ يُضَيِّقِ اللّٰهُ عَلَيْكَ وَالنِّسَاءُ سِوَاهَا كَثِيْرٌ، وَسَلِ الْجَارِيَةَ تَصْدُقْكَ. فَدَعَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم بَرِيْرَةَ فَقَالَ: " يَا بَرِيْرَةُ! هَلْ رَأَيْتِ فِيْهَا شَيْئًا يَرِيْبُكِ؟" فَقَالَتْ بَرِيْرَةُ: لَا، وَالَّذِيْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ! إِنْ رَأَيْتُ فِيْهَا أَمْرًا أَغْمِصُهُ عَلَيْهَا أَكْثَرَ مِنْ أَنَّهَا جَارِيَةٌ حَدِيْثَةُ السِّنِّ تَنَامُ عَنِ الْعَجِيْنِ فَتَأْتِي الدَّاجِنُ فَتَأْكُلُهُ.

فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم مِنْ يَوْمِهِ، فَاسْتَعْذَرَ مِنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أُبَيٍّ ابْنِ سَلُوْلَ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم:" مَنْ يَعْذُرُنِيْ مِنْ رَجُلٍ بَلَغَنِيْ أَذَاهُ فِيْ أَهْلِيْ؟ فَوَ اللّٰهِ مَا عَلِمْتُ عَلٰى أَهْلِيْ إِلَّا خَيْرًا، وَقَدْ ذَكَرُوْا رَجُلًا مَا عَلِمْتُ عَلَيْهِ إِلَّا خَيْرًا، وَمَا كَانَ يَدْخُلُ عَلٰى أَهْلِيْ إِلَّا مَعِيْ"

فَقَامَ سَعْدٌ، فَقَالَ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! وَاللّٰهِ أَعْذُرُكَ مِنْهُ، إِنْ كَانَ مِنَ الْأَوْسِ ضَرَبْنَا عُنُقَهُ، وَإِنْ كَانَ مِنْ إِخْوَانِنَا مِنَ الْخَزْرَجِ أَمَرْتَنَا فَفَعَلْنَا فِيْهِ أَمْرَكَ، فَقَامَ سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ وَهُوَ سَيِّدُ الْخَزْرَجِ، وَكَانَ قَبْلَ ذٰلِكَ رَجُلًا صَالِحًا، وَكَانَ احْتَمَلَتْهُ الْحَمِيَّةُ، فَقَالَ: كَذَبْتَ لَعَمْرُ اللّٰهِ! وَاللّٰهِ لَا تَقْتُلُهُ وَلَا تَقْدِرُ عَلٰى ذٰلِكَ. فَقَامَ أُسَيْدُ بْنُ الْحُضَيْرِ، فَقَالَ: كَذَبْتَ لَعَمْرُ اللّٰهِ! وَاللّٰهِ لَنَقْتُلَنَّهُ، فَإِنَّكَ مُنَافِقٌ تُجَادِلُ عَنِ الْمُنَافِقِيْنَ، فَثَارَ الْحَيَّانِ الْأَوْسُ وَالْخَزْرَجُ حَتّٰى هَمُّوْا، وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم عَلَى الْمِنْبَرِ، فَنَزَلَ فَخَفَّضَهُمْ حَتّٰى سَكَتُوْا وَسَكَتَ.

وَبَكَيْتُ يَوْمِيْ لَا يَرْقَأُ لِيْ دَمْعٌ وَلَا أَكْتَحِلُ بِنَوْمٍ، فَأَصْبَحَ عِنْدِيْ أَبَوَايَ وَقَدْ بَكَيْتُ لَيْلَتِيْ وَيَوْمًا حَتّٰى أَظُنُّ أَنَّ الْبُكَاءَ فَالِقٌ كَبِدِيْ. قَالَتْ: فَبَيْنَاهُمَا جَالِسَانِ عِنْدِيْ وَأَنَا أَبْكِيْ إِذِ اسْتَأْذَنَتِ امْرَأَةٌ مِنَ الْأَنْصَارِ فَأَذِنْتُ لَهَا فَجَلَسَتْ تَبْكِيْ مَعِيْ، فَبَيْنَا نَحْنُ كَذٰلِكَ إِذْ دَخَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم فَجَلَسَ

وَلَمْ يَجْلِسْ عِنْدِیْ مِنْ يَوْمِ قِيْلَ لِیْ مَا قِيْلَ قَبْلَهَا، وَقَدْ مَكَثَ شَهْرًا لاَ يُوْحٰى إِلَيْهِ فِی شَأْنِیْ شَيْئٌ. قَالَتْ: فَتَشَهَّدَ ثُمَّ قَالَ:" يَا عَائِشَةُ! فَإِنَّهُ قَدْ بَلَغَنِیْ عَنْكِ كَذَا وَكَذَا، فَإِنْ كُنْتِ بَرِيْئَةً فَسَيُبَرِّئُكِ اللّٰهُ، وَإِنْ كُنْتِ أَلْمَمْتِ بِذَنْبٍ فَاسْتَغْفِرِیْ اللّٰهَ وَتُوْبِیْ إِلَيْهِ، فَإِنَّ الْعَبْدَ إِذَا اعْتَرَفَ بِذَنْبِهِ ثُمَّ تَابَ تَابَ اللّٰهُ عَلَيْهِ"

فَلَمَّا قَضٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم مَقَالَتَهُ قَلَصَ دَمْعِیْ حَتّٰى مَا أَحِسُّ مِنْهُ قَطْرَةً. وَقُلْتُ لِأَبِیْ: أَجِبْ عَنِّیْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم، قَالَ: وَاللّٰهِ مَا أَدْرِیْ مَا أَقُوْلُ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم، فَقُلْتُ لِأُمِّیْ: أَجِيْبِیْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم فِيْمَا قَالَ. قَالَتْ: وَاللّٰهِ مَا أَدْرِیْ مَا أَقُوْلُ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَقُلْتُ: وَأَنَا جَارِيَةٌ حَدِيْثَةُ السِّنِّ، لاَ أَقْرَأُ كَثِيْرًا مِنَ الْقُرْآنِ، فَقُلْتُ: إِنِّیْ وَاللّٰهِ لَقَدْ عَلِمْتُ أَنَّكُمْ سَمِعْتُمْ مَا يَتَحَدَّثُ بِهِ النَّاسُ، وَوَقَرَ فِیْ أَنْفُسِكُمْ وَصَدَّقْتُمْ بِهِ، وَلَئِنْ قُلْتُ لَكُمْ: إِنِّیْ بَرِيْئَةٌ، وَاللّٰهُ يَعْلَمُ أَنِّیْ لَبَرِيْئَةٌ، لاَ تُصَدِّقُوْنِّیْ بِذٰلِكَ، وَلَئِنْ اعْتَرَفْتُ لَكُمْ بِأَمْرٍ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ أَنِّیْ بَرِيْئَةٌ لَتُصَدِّقُنِّیْ، وَاللّٰهِ مَا أَجِدُ لِیْ وَلَكُمْ مَثَلاً إِلاَّ أَبَا يُوْسُفَ إِذْ قَالَ:﴿ فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ﴾[يوسف: ١٨] ثُمَّ تَحَوَّلْتُ عَلٰى فِرَاشِیْ وَأَنَا أَرْجُوْ أَنْ يُبَرِّئَنِیْ اللّٰهُ، وَلٰكِنْ وَاللّٰهِ مَا ظَنَنْتُ أَنْ يُنْزِلَ فِی شَأْنِیْ وَحْیٌ، وَلَأَنَا أَحْقَرُ فِیْ نَفْسِیْ مِنْ أَنْ يُتَكَلَّمَ بِالْقُرْآنِ فِی أَمْرِیْ. ولٰكِنِّیْ كُنْتُ أَرْجُوْ أَنْ يَرٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم فِی النَّوْمِ رُؤْيًا تُبْرِءُ نِیْ.

فَوَ اللّٰهِ مَا رَامَ مَجْلِسَهُ وَلاَ خَرَجَ أَحَدٌ مِنْ أَهْلِ الْبَيْتِ حَتّٰى أُنْزِلَ عَلَيْهِ الْوَحْیُ فَأَخَذَهُ مَا كَانَ يَأْخُذُهُ مِنَ الْبُرَحَاءِ، حَتّٰى إِنَّهُ لَيَتَحَدَّرُ مِنْهُ مِثْلُ الْجُمَانِ مِنَ الْعَرَقِ فِیْ يَوْمٍ شَاتٍ، فَلَمَّا سُرِّیَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم وَهُوَ يَضْحَكُ فَكَانَ أَوَّلَ كَلِمَةٍ تَكَلَّمَ بِهَا أَنْ قَالَ لِیْ:" يَا عَائِشَةُ، احْمَدِیْ اللّٰهَ فَقَدْ بَرَّأَكِ اللّٰهُ"، قَالَتْ لِیْ أُمِّیْ: قُوْمِیْ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم، فَقُلْتُ: لاَ وَاللّٰهِ! لاَ أَقُوْمُ إِلَيْهِ وَلاَ أَحْمَدُ إِلاَّ اللّٰهَ.

فَأَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ:﴿ إِنَّ الَّذِيْنَ جَاؤُوْا بِالإِفْكِ عُصْبَةٌ مِنْكُمْ﴾ الآيَاتِ، فَلَمَّا أَنْزَلَ اللّٰهُ هٰذَا فِیْ بَرَاءَ تِیْ قَالَ أَبُوْ بَكْرٍ الصِّدِّيْقُ، وَكَانَ يُنْفِقُ عَلٰى مِسْطَحِ بْنِ أُثَاثَةَ لِقَرَابَتِهِ مِنْهُ: وَاللّٰهِ لاَ أُنْفِقُ عَلٰى مِسْطَحٍ شَيْئًا أَبَدًا بَعْدَ مَا قَالَ لِعَائِشَةَ. فَأَنْزَلَ اللّٰهُ ﴿وَلاَ يَأْتَلِ أُوْلُوْا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ أَنْ يُؤْتُوْا﴾ إِلٰى قَوْلِهِ: ﴿غَفُوْرٌ رَحِيْمٌ﴾ فَقَالَ أَبُوْ بَكْرٍ: بَلٰى وَاللّٰهِ! إِنِّیْ لَأُحِبُّ أَنْ يَغْفَرَ اللّٰهُ لِیْ، فَرَجَعَ إِلٰى مَسْطَحِ الَّذِیْ كَانَ يُجْرِیْ عَلَيْهِ.

وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم سَأَلَ زَيْنَبَ بِنْتَ جَحْشٍ عَنْ أَمْرِیْ، فَقَالَ:" يَا زَيْنَبُ! مَا عَلِمْتِ؟ مَا رَأَيْتِ؟" فَقَالَتْ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! أَحْمِیْ سَمْعِیْ وَبَصَرِیْ، وَاللّٰهِ مَا عَلِمْتُ عَلَيْهَا إِلاَّ خَيْرًا.

قَالَتْ: وَهِيَ الَّتِي كَانَتْ تُسَامِينِي، فَعَصَمَهَا اللّٰهُ بِالْوَرَعِ.

حدثنا أَبُو الرَّبِيعِ، حَدَّثَنَا فُلَيْحٌ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَائِشَةَ وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ مِثْلَهُ.

قَالَ: وَحَدَّثَنَا فُلَيْحٌ، عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، وَيَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ، عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ مِثْلَهُ. [راجع: ٢٥٩٣]

بَابٌ: إِذَا زَكَّى رَجُلٌ رَجُلًا كَفَاهُ

ایک آدمی کا تزکیہ کافی ہے

تزکیہ شہادت نہیں، جو دو کا عدد ضروری ہو، تزکیہ خبر ہے اور اخبار میں ایک کی خبر بھی کافی ہے۔

معلق حدیث: ابو جمیلہ ایک تابعی ہیں، وہ کہتے ہیں: مجھے ایک پڑا ہوا بچہ ملا، میں لے کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس گیا، اور بتایا کہ یہ بچہ مجھے فلاں جگہ پڑا ہوا ملا ہے، میں نے اس کو پرورش کرنے کے لئے اٹھایا ہے، پس حکومت سے اس کا وظیفہ مقرر کر دیں تاکہ میں اس کی پرورش کر سکوں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: عَسَى الْغُوَيْرُ أَبْؤُسًا: ہوسکتا ہے چھوٹی غار مصیبت ہو، الغُوَيْر: الغار کی تصغیر ہے، اور أَبْؤُسًا: بُؤْسًا کی جمع ہے، جس کے معنی شدت اور سختی کے ہیں، اور یہ محاورہ ایسی جگہ استعمال کیا جاتا ہے جس کا ظاہر سلامتی ہو اور اس میں ہلاکت کا اندیشہ ہو، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو متہم گردانا کہ اپنا ہی بچہ لے کر آیا ہے اور اس کو دوسرے کا بتا رہا ہے۔ اس طرح چار سو بیسی کر کے حکومت سے وظیفہ جاری کرانا چاہتا ہے۔ ابو جمیلہ جس قبیلہ کے تھے اس کا ایک چودھری تھا اس نے آ کر گواہی دی کہ یہ شخص چار سو بیس نہیں ہے، نیک آدمی ہے، یہ ایک شخص کا تزکیہ ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو قبول کیا اور فرمایا: ایسا ہے، جاؤ، پرورش کرو اور ہمارے ذمہ اس کا خرچہ ہے۔

حدیث: ایک آدمی نے دوسرے آدمی کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے تعریف کی، آپؐ نے فرمایا: تیرا ناس ہو! تو نے اپنے بھائی کی گردن ماردی (یہ بات بار بار فرمائی) پھر فرمایا: جسے لامحالہ اپنے بھائی کی تعریف کرنی ہو تو وہ کہے: میں فلاں کو ایسا سمجھتا ہوں، اور اللہ تعالیٰ حقیقت حال بہتر جانتے ہیں، اور میں اللہ کے علم کے سامنے کسی کا تزکیہ نہیں کرتا، میں اس کو ایسا گمان کرتا ہوں۔ اور وہ ایسی بات بھی اس وقت کہے جب وہ اس میں خوبی جانتا ہو (اس حدیث میں تزکیہ کا طریقہ سکھلایا ہے کہ تعریف میں پل نہ باندھے، تعریف کرنے کا انداز وہ ہونا چاہئے جو حدیث میں ہے، کیونکہ منہ پر تعریف کرنا بہت برا اثر چھوڑتا ہے، وہ پھول کر کُپا ہو جاتا ہے، اور اپنے آپ کو معلوم نہیں کیا سمجھنے لگتا ہے، اس لئے تعریف میں غلو نہیں کرنا چاہئے)

[١٦-] بَابٌ: إِذَا زَكّٰی رَجُلٌ رَجُلاً كَفَاهُ

وَقَالَ أَبُوْ جَمِيْلَةَ: وَجَدْتُ مَنْبُوْذًا، فَلَمَّا رَآنِيْ عُمَرُ، قَالَ: عَسَى الْغُوَيْرُ أَبْؤُسًا! كَأَنَّهُ يَتَّهِمُنِيْ، قَالَ عَرِيْفِيْ: إِنَّهُ رَجُلٌ صَالِحٌ، قَالَ: كَذَاكَ، اذْهَبْ وَعَلَيْنَا نَفَقَتُهُ.

[٢٦٦٢-] حدثنا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ، ثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ، ثَنَا خَالِدٌ الْحَذَّاءُ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِيْ بَكْرَةَ، عَنْ أَبِيْهِ، قَالَ: أَثْنٰى رَجُلٌ عَلٰى رَجُلٍ عِنْدَ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم، فَقَالَ: "وَيْلَكَ! قَطَعْتَ عُنُقَ صَاحِبِكَ! قَطَعْتَ عُنُقَ صَاحِبِكَ!" مِرَارًا، ثُمَّ قَالَ: "مَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَادِحًا أَخَاهُ لَا مَحَالَةَ فَلْيَقُلْ: أَحْسِبُ فَلَانًا، وَاللّٰهُ حَسِيْبُهُ! وَلَا أُزَكِّيْ عَلَى اللّٰهِ أَحَدًا، أَحْسِبُهُ كَذَا وَكَذَا، إِنْ كَانَ يَعْلَمُ ذٰلِكَ مِنْهُ"

[انظر: ٦٠٦١، ٦١٦٢]

بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنَ الإِطْنَابِ فِي الْمَدْحِ، وَلْيَقُلْ مَا يَعْلَمُ

تعریف میں مبالغہ کرنا مکروہ ہے، اور چاہئے کہ وہ بات کہے جو جانتا ہے

یہ گذشتہ باب کا ردیف باب ہے، تعریف میں آسمان وزمین کے قلابے نہیں ملانے چاہئیں، مبالغہ نہیں کرنا چاہئے، اعتدال سے کام لینا چاہئے، جو حد سے زیادہ تعریف کرتا ہے اس میں جھوٹ ضرور شامل ہوجاتا ہے۔ اور حدیث وہی ہے جو گذشتہ باب میں ہے، اور اطناب کے معنی اطراء اور مبالغہ کرنے کے ہیں۔

[١٧-] بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنَ الإِطْنَابِ فِي الْمَدْحِ، وَلْيَقُلْ مَا يَعْلَمُ

[٢٦٦٣-] حدثنا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ، ثَنَا إِسْمَاعِيْلُ بْنُ زَكَرِيَّا، ثَنَا بُرَيْدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنْ أَبِيْ بُرْدَةَ، عَنْ أَبِيْ مُوْسَى: سَمِعَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم رَجُلاً يُثْنِيْ عَلٰى رَجُلٍ، وَيُطْرِيْهِ فِيْ مَدْحِهِ فَقَالَ: "أَهْلَكْتُمْ! أَوْ: قَطَعْتُمْ ظَهْرَ الرَّجُلِ!" [انظر: ٦٠٦٠]

بَابُ بُلُوْغِ الصِّبْيَانِ وَشَهَادَتِهِمْ

بچوں کا بالغ ہونا اور ان کی گواہی

بچوں کی گواہی معتبر نہیں، بچے غیر مکلّف ہیں۔ بالغ ہی کی شہادت معتبر ہے، سورۃ النور آیت ۵۹ میں ہے: "اور جس وقت تمہارے لڑکے حد بلوغ کو پہنچیں تو ان کو بھی اسی طرح اجازت لینی چاہئے جس طرح ان سے اگلے اجازت لیتے ہیں"

اس آیت سے ثابت ہوا کہ بلوغ پر احکام بدل جاتے ہیں، نابالغوں کے لئے تین اوقات کے علاوہ استیذان ضروری نہیں تھا، پھر جب وہ بالغ ہوگئے تو استیذان ضروری ہوا، کیونکہ اب وہ مکلّف ہوگئے، اس لئے اب وہ گواہی بھی دے سکتے ہیں۔

دوسرا مسئلہ اس باب میں یہ ہے کہ بچہ کس عمر میں بالغ ہوتا ہے؟ جاننا چاہئے کہ لڑکی نو سال سے پہلے بالغ نہیں ہوسکتی، اور لڑکا بارہ سال سے پہلے بالغ نہیں ہوسکتا، اس عمر کے بعد جب بھی بلوغ کی علامت پائی جائے وہ بالغ ہوجائیں گے اور کوئی علامت نہ پائی جائے تو قمری حساب سے پندرہ سال مکمل ہونے پر بالغ قرار دیئے جائیں گے۔

لڑکے میں بلوغ کی علامت احتلام ہے، مغیرہ بن مِقسم ضَبّی کوفی فقیہ اعمی کہتے ہیں: مجھے بارہ سال میں احتلام ہوا، اور لڑکیوں میں بلوغ کی علامت حیض ہے، سورۃ الطلاق آیت ۴ میں ہے: ''تمہاری مطلقہ بیویوں میں سے جو عورتیں حیض سے مایوس ہوچکی ہیں اگر تم کو ان کی عدت کی تعیین میں شبہ ہو تو ان کی عدت تین مہینے ہے، اور اسی طرح جن عورتوں کو حیض نہیں آیا یعنی نابالغہ ہیں ان کو طلاق ہو تو بھی عدت تین مہینے ہے اور حاملہ عورتوں کی عدت اس کے حمل کا پیدا ہوجانا ہے (خواہ حمل کامل ہو یا ناقص، بشرطیکہ کوئی عضو بن گیا ہو، گو ایک ہی انگلی بنی ہو) اس آیت میں نابالغ لڑکی کے لئے فرمایا کہ جس کو ابھی حیض نہیں آیا، معلوم ہوا کہ لڑکی میں حیض بلوغ کی علامت ہے۔

ایک واقعہ: حسن بن صالح کہتے ہیں: میری ایک پڑوسن تھی جو اکیس سال میں نانی بن گئی، اس طرح کہ نو سال میں بالغ ہوئی، فوراً شادی ہوئی، پھر ایک سال میں لڑکی پیدا ہوئی، وہ بھی نو سال میں بالغ ہوئی اور فوراً شادی ہوئی، اور ایک سال میں اولاد ہوئی، تو اکیس سال کی عمر میں نانی بن گئی۔

بلکہ عقلاً انیس سال میں نانی بن سکتی ہے، نو سال میں بالغ ہوئی، فوراً شادی ہوئی، اقل مدت حمل چھ ماہ میں بچی پیدا ہوئی، وہ بھی نو سال میں بالغ ہوئی اور فوراً شادی ہوئی اور اقل مدت حمل میں اولاد ہوئی، تو انیس سال کی عمر میں نانی بن سکتی ہے۔

حدیث (۱): حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جنگ احد کے موقع پر نبی ﷺ کے سامنے پیش کئے گئے، اس وقت ان کی عمر چودہ سال تھی، آپؐ نے ان کو فوج میں نہیں لیا، پھر غزوۂ احزاب کے موقع پر پیش کئے گئے اس وقت ان کی عمر پندرہ سال تھی، آپؐ نے ان کو فوج میں لے لیا۔ معلوم ہوا کہ پندرہ سال مدت بلوغ ہے جب کہ اس سے پہلے علامت نہ پائی گئی ہو۔

نافع رحمہ اللہ کہتے ہیں: میں نے حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کو یہ حدیث سنائی، جب کہ وہ امیر المؤمنین تھے، انھوں نے فرمایا: یہ نابالغ اور بالغ کے درمیان حد فاصل ہے اور اپنے قلم رو میں لکھ دیا کہ پندرہ سال عمر مکمل ہونے پر فوج میں لیا جائے اور اس کی تنخواہ جاری کردی جائے۔

حدیث (۲): پہلے گذری ہے: جمعہ کے دن غسل واجب ہے ہر بالغ پر۔ اس حدیث میں بالغ کے لئے **مُحتلم** لفظ آیا ہے، معلوم ہوا کہ احتلام لڑکے اور لڑکی میں بلوغ کی علامت ہے۔

[۱۸-] بَابُ بُلُوْغِ الصِّبْيَانِ وَشَهَادَتِهِمْ

[۱-] وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى: ﴿وَإِذَا بَلَغَ الْأَطْفَالُ مِنْكُمُ الْحُلُمَ فَلْيَسْتَأْذِنُوْا﴾ الآية:[النور: ۵۹]

[۲-] وَقَالَ الْمُغِيْرَةُ: احْتَلَمْتُ وَأَنَا ابْنُ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ سَنَةً.

[۳-] وَبُلُوْغُ النِّسَاءِ فِي الْحَيْضِ، لِقَوْلِ اللّٰهِ:﴿وَاللَّائِيْ يَئِسْنَ مِنَ الْمَحِيْضِ مِنْ نِسَائِكُمْ﴾ إِلٰى قَوْلِهِ: ﴿أَنْ يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ﴾[الطلاق: ۴]

[۴-] وَقَالَ الْحَسَنُ بْنُ صَالِحٍ: أَدْرَكْتُ جَارَةً لَنَا جَدَّةً بِنْتَ إِحْدَى وَعِشْرِيْنَ سَنَةً.

[۲۶۶۴-] حدثنا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ سَعِيْدٍ، ثَنَا أَبُوْ أُسَامَةَ، قَالَ: ثَنِيْ عُبَيْدُ اللّٰهِ، ثَنِيْ نَافِعٌ، ثنِي ابْنُ عُمَرَ: أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم عَرَضَهُ يَوْمَ أُحُدٍ، وَهُوَ ابْنُ أَرْبَعَ عَشْرَةَ سَنَةً، فَلَمْ يُجِزْنِيْ، ثُمَّ عَرَضَنِيْ يَوْمَ الْخَنْدَقِ وَأَنَا ابْنُ خَمْسَ عَشْرَةَ فَأَجَازَنِيْ.

قَالَ نَافِعٌ: فَقَدِمْتُ عَلٰى عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيْزِ وَهُوَ خَلِيْفَةٌ، فَحَدَّثْتُهُ هٰذَا الْحَدِيْثَ، فَقَالَ: إِنَّ هٰذَا لَحَدٌّ بَيْنَ الصَّغِيْرِ وَالْكَبِيْرِ، وَكَتَبَ إِلٰى عُمَّالِهِ أَنْ يَفْرِضُوْا لِمَنْ بَلَغَ خَمْسَ عَشْرَةَ.[انظر: ۴۰۹۷]

[۲۶۶۵-] حدثنا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، ثَنَا سُفْيَانُ، ثَنِيْ صَفْوَانُ بْنُ سُلَيْمٍ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ أَبِيْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ، يَبْلُغُ بِهِ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم، قَالَ:" غُسْلُ يَوْمِ الْجُمُعَةِ وَاجِبٌ عَلٰى كُلِّ مُحْتَلِمٍ"[راجع: ۸۵۸]

بَابُ سُؤَالِ الْحَاكِمِ الْمُدَّعِيَ: هَلْ لَكَ بَيِّنَةٌ؟ قَبْلَ الْيَمِيْنِ

فیصلہ کرنے والے کا منکر سے قسم لینے سے پہلے مدعی سے پوچھنا: کیا تیرے پاس گواہ ہیں؟

مقدمہ کی کاروائی اس طرح شروع ہوگی: سب سے پہلے قاضی مدعی کا بیان نوٹ کرے گا، پھر مدعی علیہ کا، پھر قاضی مدعی سے پوچھے گا: آپ کے پاس گواہ ہیں؟ اگر وہ گواہ پیش کرے تو ان پر فیصلہ ہوگا اور اگر وہ گواہ پیش نہ کرسکے تو مدعی علیہ سے قسم لی جائے گی اور اس پر فیصلہ ہوگا۔

اور باب میں وہی حدیث ہے جو بار بار گذری ہے۔ نبی ﷺ نے حضرت اشعث بن قیس رضی اللہ عنہ سے پوچھا: أَلَكَ بَيِّنَةٌ: کیا آپ کے پاس گواہ ہیں؟ انھوں نے کہا: نہیں، تب آپؐ نے یہودی سے قسم لی۔

[۱۹-] بَابُ سُؤَالِ الْحَاكِمِ الْمُدَّعِيَ: هَلْ لَكَ بَيِّنَةٌ؟ قَبْلَ الْيَمِيْنِ

[۲۶۶۶و۲۶۶۷-] حدثنا مُحَمَّدٌ، ثَنَا أَبُوْ مُعَاوِيَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ شَقِيْقٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: "مَنْ حَلَفَ عَلٰى يَمِيْنٍ وَهُوَ فِيْهَا فَاجِرٌ، لِيَقْتَطِعَ بِهَا مَالَ امْرِئٍ مُسْلِمٍ، لَقِيَ اللّٰهَ وَهُوَ عَلَيْهِ غَضْبَانُ.

قَالَ: فَقَالَ الْأَشْعَثُ بْن قَيْسٍ: فِيَّ وَاللّٰهِ كَانَ ذٰلِكَ، بَيْنِيْ وَبَيْنَ رَجُلٍ أَرْضٌ فَجَحَدَنِيْ، فَقَدَّمْتُهُ إِلٰى النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم، فَقَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: "أَلَكَ بَيِّنَةٌ؟" قَالَ: قُلْتُ: لَا، قَالَ: "احْلِفْ" قَالَ: قُلْتُ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! إِذًا يَحْلِفَ وَيَذْهَبَ بِمَالِيْ، قَالَ: فَأَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ: ﴿إِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَأَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيْلاً﴾ إِلٰى آخِرِ الآيَةِ. [آل عمران: ٧٧] [راجع: ٢٣٥٦، ٢٣٥٧]

بَابُ الْيَمِيْنِ عَلَى الْمُدَّعَى عَلَيْهِ فِي الْأَمْوَالِ وَالْحُدُوْدِ

اموال وحدود میں قسم مدعیٰ علیہ پر ہے

اس باب میں دومسئلوں میں امام صاحبؒ نے کھچڑا کیا ہے۔

پہلا مسئلہ: قسم مدعیٰ علیہ ہی سے لی جائے گی، مدعی کے ایک گواہ اوراس کی قسم پر فیصلہ نہیں کیا جائے گا، حنفیہ اسی کے قائل ہیں، پس امام صاحبؒ اس مسئلہ میں حنفیہ کے ساتھ ہیں، اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک ایک گواہ اور مدعی کی قسم پر بھی فیصلہ کیا جاسکتا ہے۔

بہ الفاظِ دیگر: فیصلہ کرنے کی دوصورتیں ہیں یا تین؟ امام بخاریؒ اور حنفیہ کے نزدیک دوصورتیں ہیں: **ایک**: مدعی گواہ پیش کرے، اگراس کے گواہ عدد اور عدالت کی شرط پوری کریں تو قاضی اس پر فیصلہ کرے، اور اگر مدعی کے پاس ایک گواہ ہے تو بیکار ہے۔ **دوم**: قسم صرف مدعیٰ علیہ سے لی جائے، مدعی سے قسم نہیں لی جائے گی۔ اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک فیصلہ کی تین صورتیں ہیں: **اول**: مدعی کے پاس دوگواہ ہوں تو اس پر فیصلہ ہوگا۔ **دوم**: مدعی کے پاس ایک گواہ ہو تو دوسرے گواہ کی جگہ اس سے قسم لی جائے اوراس کے حق میں فیصلہ کیا جائے۔ **سوم**: مدعی کے پاس مطلق گواہ نہ ہوں تو مدعیٰ علیہ کی قسم پر فیصلہ کیا جائے۔

دوسرا مسئلہ: حدود میں احناف یمین کے قائل نہیں، حدود میں مدعی کو گواہ پیش کرنے ہونگے، اگر مدعی گواہ پیش نہ کرسکے تو مجرم بری! مدعیٰ علیہ سے قسم نہیں لی جائے گی، اور امام بخاریؒ کے نزدیک حدود میں بھی مدعیٰ علیہ سے قسم لی جائے گی، مثلاً دعوی دائر کیا کہ زید نے چوری کی ہے، پس اگروہ گواہوں سے ثابت کردے تو ہاتھ کاٹا جائے گا، اور ثابت نہ کرسکے تو معاملہ ختم۔ امام بخاریؒ کے نزدیک اس صورت میں بھی مدعیٰ علیہ سے قسم لی جائے گی، امام شافعی رحمہ اللہ کا بھی یہی مذہب ہے، پس امام بخاریؒ نے اس مسئلہ میں امام شافعیؒ کی موافقت کی ہے۔

اور امام مالک رحمہ اللہ چار چیزوں کا استثناء کرتے ہیں: نکاح، طلاق، عتاق اور فدیہ کا، ان میں مدعیٰ علیہ سے قسم نہیں لی جائے گی، باقی چیزوں میں قسم لے جائے گی۔ جاننا چاہئے کہ یہ مسئلہ اجتہادی ہے، چنانچہ باب میں اس کی کوئی دلیل نہیں لائے

کہ حدود میں مدعی علیہ سے قسم لی جائے گی، صرف اموال میں قسم لینے کے دلائل لائے ہیں، اوراس میں کوئی اختلاف نہیں۔

پہلی دلیل: نبی ﷺ نے حضرت اشعث سے فرمایا: شاهداك أو يمينه: تم دو گواہ پیش کرو ورنہ ہم مدعی علیہ سے قسم لیں گے، یہ زمین یا کنویں کا جھگڑا تھا، جس کا تعلق اموال سے ہے۔

ایک واقعہ: کوفہ کے قاضی ابن شبرمہ بڑے آدمی ہیں، مجتہد ہیں، ہدایہ میں ان کے اقوال آئے ہیں، اور ایک دوسرے بڑے آدمی مدینہ کے قاضی ابوالزناد ہیں، اور حجازی فقہاء کے نزدیک فیصلہ کے تین طریقے ہیں اور عراقی فقہاء کے نزدیک دو طریقے ہیں، چنانچہ اس مسئلہ میں دونوں قاضیوں میں گفتگو ہوئی کہ اگر مدعی کے پاس ایک گواہ ہو تو دوسرے گواہ کی جگہ مدعی سے قسم لے کر فیصلہ کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ قاضی ابوالزناد نے کہا: کیا جاسکتا ہے، اور انھوں نے وہ حدیث پیش کی جو ترمذی (حدیث ۱۳۲۶) میں ہے کہ نبی ﷺ نے ایک معاملہ میں ایک گواہ اور مدعی کی قسم سے فیصلہ کیا، پس قاضی ابن شبرمہ نے قرآن سے دلیل پیش کی، قرآن میں ہے: اگر کوئی اہم معاملہ ہو تو مردوں میں سے دو گواہ بنالو، اور اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتوں کو گواہ بنالو، قاضی ابن شبرمہ نے کہا: اگر ایک مرد اور مدعی کی قسم سے فیصلہ کیا جاسکتا ہے تو دو عورتوں کو گواہ بنانے کی کیا ضرورت ہے؟ اور دو بھی اس لئے کہ ایک بھولے تو دوسری اس کو یاد دلائے، اس کی سرے سے ضرورت نہیں، ایک مرد گواہ ہے، اور دوسرے کی جگہ مدعی سے قسم لی جائے گی؟ قاضی ابوالزناد اس دلیل کا کوئی جواب نہ دے سکے (۱)

دوسری حدیث: پہلے گذری ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ابن ابی ملیکہ کو خط لکھا کہ نبی ﷺ نے قسم کا فیصلہ مدعی علیہ پر کیا ہے، پس ایک گواہ اور مدعی کی قسم پر فیصلہ نہیں کیا جاسکتا۔

[۲۰-] بَابُ الْيَمِيْنِ عَلَى الْمُدَّعَى عَلَيْهِ فِي الْأَمْوَالِ وَالْحُدُوْدِ

[۱-] وَقَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم "شَاهِدَاكَ أَوْ يَمِيْنُهُ"

[۲-] وَقَالَ قُتَيْبَةُ: ثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ ابْنِ شُبْرُمَةَ: كَلَّمَنِيْ أَبُوْ الزِّنَادِ فِيْ شَهَادَةِ الشَّاهِدِ، وَيَمِيْنِ الْمُدَّعِيْ، فَقُلْتُ: قَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ: ﴿وَاسْتَشْهِدُوْا شَهِيْدَيْنِ مِنْ رِجَالِكُمْ، فَإِنْ لَمْ يَكُوْنَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَامْرَأَتَانِ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَاءِ، أَنْ تَضِلَّ إِحْدَاهُمَا فَتُذَكِّرَ إِحْدَاهُمَا الْأُخْرَى﴾[البقرة: ۲۸۲]

(۱) اور قاضی ابوالزناد رحمہ اللہ نے جو حدیث پیش کی ہے اس کے الفاظ یہ ہیں: قَضَى رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم بِالْيَمِيْنِ مَعَ الشَّاهِدِ الْوَاحِدِ: ابوالزناد اور ائمہ ثلاثہ نے اس کا مطلب یہ سمجھا ہے کہ مدعی کے پاس ایک گواہ تھا، پس حضور پاک ﷺ نے دوسرے گواہ کی جگہ مدعی سے قسم کا فیصلہ کیا، حالانکہ حدیث کا یہ مطلب نہیں، بلکہ مطلب یہ ہے کہ ایک گواہ کے ساتھ یعنی اس کی موجودگی میں نبی ﷺ نے مدعی علیہ پر قسم کا فیصلہ کیا یعنی مدعی کے ایک گواہ کو کالعدم قرار دیا، اس لئے کہ ایک گواہ نصابِ شہادت سے کم ہے (تحفۃ الالمعی ۴: ۲۶۷)

قُلْتُ: إِذَا كَانَ يُكْتَفَى بِشَهَادَةِ شَاهِدٍ وَيَمِيْنِ الْمُدَّعِيْ فَمَا يُحْتَاجُ أَنْ تُذَكِّرَ إِحْدَاهُمَا الْأُخْرَى؟ مَا كَانَ يَصْنَعُ بِذِكْرِ هٰذِهِ الْأُخْرَى؟

[۲۶۶۸-] حدثنا أَبُوْ نُعَيْمٍ، ثَنَا نَافِعُ بْنُ عُمَرَ، عَنِ ابْنِ أَبِيْ مُلَيْكَةَ قَالَ: كَتَبَ ابْنُ عَبَّاسٍ إِلَيَّ: أَنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم قَضٰى بِالْيَمِيْنِ عَلَى الْمُدَّعٰى عَلَيْهِ.[راجع: ۲۵۱۴]

بَابٌ

گذشتہ باب کے پہلے مسئلہ کی دلیل

یہ باب کالفصل من الباب السابق ہے، اس باب میں گذشتہ باب کے پہلے مسئلہ کی ایک نئے انداز کی دلیل لائے ہیں۔ حضرت اشعثؓ کے واقعہ میں حضور نے فرمایا: شاهداك أو يمينه: تمہارے دو گواہ یا اس کی قسم، آپؐ نے ایک گواہ کے بارے میں نہیں پوچھا، پس معلوم ہوا کہ مدعی کے ایک گواہ اور اس کی قسم پر فیصلہ نہیں کیا جاسکتا۔

بَابٌ

[۲۶۶۹و۲۶۷۰-] حدثنا عُثْمَانُ بْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ، ثَنَا جَرِيْرٌ، عَنْ مَنْصُوْرٍ، عَنْ أَبِيْ وَائِلٍ، قَالَ: قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ: مَنْ حَلَفَ عَلٰى يَمِيْنٍ يَسْتَحِقُّ بِهَا مَالاً، لَقِيَ اللّٰهَ وَهُوَ عَلَيْهِ غَضْبَانُ، ثُمَّ أَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ تَصْدِيْقَ ذٰلِكَ: ﴿إِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَأَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيْلاً﴾ إِلٰى قَوْلِهِ: ﴿عَذَابٌ أَلِيْمٌ﴾

ثُمَّ إِنَّ الْأَشْعَثَ بْنَ قَيْسٍ خَرَجَ إِلَيْنَا، فَقَالَ: مَا يُحَدِّثُكُمْ أَبُوْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ؟ فَحَدَّثْنَاهُ بِمَا قَالَ، فَقَالَ: صَدَقَ، لَفِيَّ نَزَلَتْ: كَانَ بَيْنِيْ وَبَيْنَ رَجُلٍ خُصُوْمَةٌ فِيْ شَيْءٍ، فَاخْتَصَمْنَا إِلَى النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم، فَقَالَ: "شَاهِدَاكَ أَوْ يَمِيْنُهُ" فَقُلْتُ لَهُ: إِنَّهُ إِذًا يَحْلِفُ وَلَا يُبَالِيْ، فَقَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم: "مَنْ حَلَفَ عَلٰى يَمِيْنٍ يَسْتَحِقُّ بِهَا مَالاً وَهُوَ فِيْهَا فَاجِرٌ لَقِيَ اللّٰهَ وَهُوَ عَلَيْهِ غَضْبَانُ" فَأَنْزَلَ اللّٰهُ تَصْدِيْقَ ذٰلِكَ ثُمَّ اقْتَرَأَ هٰذِهِ الْآيَةَ.[آل عمران:۷۷] [راجع: ۲۳۵۶، ۲۳۵۷]

بَابٌ: إِذَا ادَّعٰى أَوْ قَذَفَ فَلَهُ أَنْ يَلْتَمِسَ الْبَيِّنَةَ، وَيَنْطَلِقَ لِطَلَبِ الْبَيِّنَةِ

جو دعوی کرے یا تہمت لگائے وہ گواہ تلاش کرے اور گواہ بنانے کے لئے چلے

جو شخص کورٹ میں دعوی کرنا چاہتا ہے: وہ پہلے گواہوں کا انتظام کرے اور اگر کسی پر زنا کی تہمت لگانا چاہتا ہے تو پہلے پکے چار گواہ تیار کرے، پھر منہ سے زنا کی بات نکالے، کیونکہ جب کسی چیز کا دعوی کرے گا تو سب سے پہلے مدعی کو گواہ پیش

کرنے ہونگے، پس اس کی تیاری پہلے سے کرلے، اور زنا کی بات معمولی بات نہیں، اگر آدمی کسی پر زنا کی تہمت لگانا چاہتا ہے تو اسے چار گواہ ڈھونڈھ کر لانے ہونگے، اور زنا دکھانا ہوگا، تب وہ قاضی کے سامنے زنا کی بات کہہ سکتا ہے۔

قولہ: ینطلق: وہ چلے یعنی کہیں سے آدمی ڈھونڈھ کر لائے اور زنا دکھائے، اگرچہ یہ شوہر کی غیرت کے خلاف ہے، مگر یہ اس کی ذمہ داری ہے۔ حضرت ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی کو شریک بن سحماء کے ساتھ نبی ﷺ کے سامنے زنا کے ساتھ متہم کیا تو آپؐ نے فرمایا: **البینةُ أو حدٌّ فی ظهرك:** گواہ لاؤ ورنہ تمہاری پیٹھ پر حد قذف لگے گی، ہلالؓ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کون شوہر ایسا بے غیرت ہے جو اپنی بیوی کے ساتھ غیر مرد کو زنا کرتے ہوئے دیکھے اور گواہ ڈھونڈھنے کے لئے نکلے؟ نبی ﷺ پھر بھی یہی فرماتے رہے: **البینةُ وإلا حدٌّ فی ظهرك:** گواہ لاؤ ورنہ تمہاری پیٹھ پر حد قذف لگے گی۔ معلوم ہوا کہ شوہر کو یہ کرنا پڑے گا، اور ہلالؓ نے جو عذر پیش کیا نبی ﷺ نے اس کو قبول نہیں کیا۔

ترکیب: البینة: مرفوع اور منصوب دونوں طرح ہوسکتا ہے، اگر منصوب پڑھیں تو مفعول ہوگا أی أَحْضِرِ البینةَ، أو أَقِمِ البینةَ۔ اور مرفوع پڑھیں تو خبر ہوگی، أی الواجبة علیك إحضارُ البینة۔ اور حدٌّ فی ظهرك کی تقدیر عبارت ہے: إن لم تُحْضِرِ البینةَ فجزاءُ ك حدٌّ فی ظهرك۔

[۲۱-] بَابٌ: إِذَا ادَّعَى أَوْ قَذَفَ فَلَهُ أَنْ يَلْتَمِسَ الْبَيِّنَةَ، وَيَنْطَلِقَ لِطَلَبِ الْبَيِّنَةِ

[۲۶۷۱-] حدثنا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، ثَنَا ابْنُ أَبِيْ عَدِيٍّ، عَنْ هِشَامٍ، ثَنَا عِكْرِمَةُ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: أَنَّ هِلَالَ بْنَ أُمَيَّةَ قَذَفَ امْرَأَتَهُ عِنْدَ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم بِشَرِيْكِ بْنِ سَحْمَاءَ، فَقَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم: " الْبَيِّنَةُ أَوْ حَدٌّ فِيْ ظَهْرِكَ" قَالَ: يَارَسُوْلَ اللهِ! إِذَا رَأَى أَحَدُنَا عَلَى امْرَأَتِهِ رَجُلًا يَنْطَلِقُ يَلْتَمِسُ الْبَيِّنَةَ؟ فَجَعَلَ يَقُوْلُ: " الْبَيِّنَةُ وَإِلَّا حَدٌّ فِي ظَهْرِكَ" فَذَكَرَ حَدِيثَ اللِّعَانِ. [انظر: ۴۷۴۷، ۵۳۰۷]

بَابُ الْيَمِيْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ

عصر کے بعد قسم لینا

اس باب میں اور اگلے باب میں قسم میں تغلیظ کا بیان ہے، حنفیہ، حنابلہ اور امام بخاری رحمہم اللہ کے نزدیک تغلیظ یعنی قسم کو بھاری کرنا واجب نہیں، قاضی قسم کو بھاری کرنا چاہے تو کرسکتا ہے، اور مالکیہ اور شافعیہ کے نزدیک تغلیظ واجب ہے۔

پھر تغلیظ کی تین صورتیں ہیں: تغلیظ بالمکان، تغلیظ بالزمان اور تغلیظ بالالفاظ۔ یہ باب تغلیظ بالزمان کے لئے ہے، تغلیظ بالزمان یہ ہے کہ مدعی علیہ سے عصر کی نماز کے بعد مسجد میں قسم لی جائے، اس لئے کہ یہ وقت ملائکہ کے اجتماع کا ہے، پس بابرکت وقت ہے اس وقت میں مدعی علیہ جھوٹی قسم کھانے سے احتراز کرے گا، اور تغلیظ بالمکان کے لئے کوئی باب نہیں

لائے، تغلیظ بالمکان یہ ہے کہ مدینہ منورہ میں مسجد نبوی کے منبر پر کھڑا کرکے قسم لی جائے، مکہ مکرمہ میں حجر اسود اور باب کعبہ کے درمیان ملتزم پر کھڑا کرکے قسم لی جائے، اور دیگر شہروں میں جامع مسجد کے منبر پر کھڑا کرکے قسم لی جائے، اور تغلیظ بالالفاظ کے لئے آگے باب آرہا ہے: بابٌ کَیْفَ یُسْتَحْلَفُ؟

اور باب کی حدیث پہلے گذری ہے: تین شخصوں سے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ بات چیت نہیں کریں گے، نہ ان کو نظر شفقت سے دیکھیں گے، اور ان کو گناہوں سے پاک بھی نہیں کریں گے اور ان کے لئے دردناک عذاب ہوگا: ایک: وہ شخص جس کے پاس راستہ سے لگواں کنویں میں زائد پانی ہے، وہ اس سے مسافر کو روکتا ہے، دوسرا: وہ شخص جو کسی سے بیعت خلافت دنیا کے مفاد کے لئے کرتا ہے، اگر اس کا مقصد پورا ہوا تو بیعت پر برقرار رہا ورنہ باغیوں سے جاملا۔ تیسرا: وہ شخص جس نے کسی آدمی سے عصر کی نماز کے بعد کسی سامان کا بھاؤ تاؤ کیا، پس اس نے اللہ کی قسم کھائی کہ وہ اس کو اتنی اتنی قیمت میں لایا ہے، پس مشتری نے دھوکہ کھایا اور خرید لیا۔

[۲۲-] بَابُ الْيَمِيْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ

[۲۶۷۲-] حدثنا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، ثَنَا جَرِيْرُ بْنُ عَبْدِ الْحَمِيْدِ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِيْ صَالِحٍ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: " ثَلاَ ثَةٌ لاَ يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ، وَلاَ يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ، وَلاَ يُزَكِّيْهِمْ، وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيْمٌ: رَجُلٌ عَلٰى فَضْلِ مَاءٍ بِطَرِيْقٍ يَمْنَعُ مِنْهُ ابْنَ السَّبِيْلِ، وَرَجُلٌ بَايَعَ رَجُلاً لاَ يُبَايِعُهُ إِلاَّ لِلدُّنْيَا، فَإِنْ أَعْطَاهُ مَا يُرِيْدُ وَفٰى لَهُ، وَإِلاَّ لَمْ يَفِ لَهُ، وَرَجُلٌ سَاوَمَ رَجُلاً بِسِلْعَةٍ بَعْدَ الْعَصْرِ فَحَلَفَ بِاللّٰهِ لَقَدْ أَعْطٰى بِهِ كَذَا وَكَذَا، فَأَخَذَهَا"[راجع: ۲۳۵۸]

بَابٌ: يُحْلَفُ الْمُدَّعٰى عَلَيْهِ حَيْثُمَا وَجَبَتْ عَلَيْهِ الْيَمِيْنُ، وَلاَ يُصْرَفُ مِنْ مَوْضِعٍ إِلٰى غَيْرِهِ

مدعیٰ علیہ کو قسم کھلائی جائے جہاں اس پر قسم واجب ہوئی ہے، اور وہ ایک جگہ سے دوسری جگہ پھیرا نہ جائے

یہ گذشتہ باب کا ردیف باب ہے، تغلیظ بالمکان کی نفی کررہے ہیں۔ فرماتے ہیں: جہاں مدعی علیہ پر قسم واجب ہوئی ہے اسی جگہ اس کو قسم کھلائی جائے، مسجد میں یا منبر پر نہ لے جایا جائے۔

ایک مقدمہ میں مدینہ کے گورنر مروان نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ پر فیصلہ کیا کہ وہ منبر نبوی پر قسم کھائیں، حضرت زیدؓ نے کہا: میں مدعی کے لئے یہیں قسم کھاتا ہوں، پس حضرت زیدؓ قسم کھانے لگے اور منبر نبوی پر قسم کھانے کے لئے تیار نہ ہوئے، مروان کو حضرت زیدؓ کے اس عمل پر حیرت ہوئی (لیکن ان کے عمل سے مسئلہ واضح ہوگیا)

اور حدیث پہلے گذری ہے، آپؐ نے اشعث رضی اللہ عنہ سے فرمایا: شَاهِدَاكَ أَوْ يَمِيْنُهُ: اپنے دو گواہ پیش کرو ورنہ ہم

مدعی علیہ سے قسم لیں گے۔اس حدیث میں آپؐ نے کسی جگہ کی تخصیص نہیں کی، معلوم ہوا کہ تغلیظ بالمکان واجب نہیں۔

پھر باب کے آخر میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث لائے ہیں کہ جو شخص کورٹ میں کوئی قسم کھائے تا کہ اس کے ذریعہ کوئی مال پڑالے تو وہ اللہ سے ملاقات کرے گا اس حال میں کہ اللہ تعالیٰ اس پر غضب ناک ہونگے۔

سوال: حدیث کا باب سے کیا تعلق ہے؟ باب یہ ہے کہ تغلیظ بالزمان والمکان واجب نہیں، اور حدیث میں اس کا کوئی ذکر نہیں۔

جواب: یہ حدیث مطلق ہے: مَنْ حَلَفَ علی یمین: خواہ جگہ اور زمانہ کے ساتھ قسم کو بھاری کیا جائے یا نہ کیا جائے، ہر حال میں مدعی علیہ جھوٹی قسم کھائے گا تو وعید کا مستحق ہوگا، پس تغلیظ بالمکان والزمان کا کوئی فائدہ نہیں، اس لئے وہ واجب نہیں، یہی حکم تغلیظ بالالفاظ کا بھی ہے، وہ بھی واجب نہیں۔

[۲۳-] بَابٌ: يُحْلَفُ الْمُدَّعَى عَلَيْهِ حَيْثُمَا وَجَبَتْ عَلَيْهِ الْيَمِيْنُ، وَلاَ يُصْرَفُ مِنْ مَوْضِعٍ إِلٰى غَيْرِهِ

[۱-] قَضَى مَرْوَانُ بِالْيَمِيْنِ عَلٰى زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ عَلَى الْمِنْبَرِ، فَقَالَ: أَحْلِفُ لَهُ مَكَانِيْ، فَجَعَلَ زَيْدٌ يَحْلِفُ، وَأَبٰى أَنْ يَحْلِفَ عَلَى الْمِنْبَرِ، فَجَعَلَ مَرْوَانُ يَعْجَبُ مِنْهُ.

[۲-] وَقَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم: "شَاهِدَاكَ أَوْ يَمِيْنُهُ" وَلَمْ يَخُصَّ مَكَانًا دُوْنَ مَكَانٍ.

[۲۶۷۳-] حدثنا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ، ثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِيْ وَائِلٍ، عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ، عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم، قَالَ: "مَنْ حَلَفَ عَلٰى يَمِيْنٍ لِيَقْتَطِعَ بِهَا مَالاً لَقِيَ اللّٰهَ وَهُوَ عَلَيْهِ غَضْبَانُ" [راجع: ۲۳۵۶]

بَابٌ: إِذَا تَسَارَعَ قَوْمٌ فِي الْيَمِيْنِ

جب لوگ قسم کھانے کے لئے لپکیں

ایک شخص نے دعوی کیا کہ زید اور اس کے بھائیوں کے پاس جو زمین ہے وہ میری ہے، وہ دس بھائی ہیں اور منکر ہیں، پس مدعی گواہوں سے ثابت کرے، اگر نہیں کر سکے گا تو مدعی علیہم قسم کھائیں گے، وہ سب قسم کھانے کے لئے تیار ہیں، پس سب سے قسم نہیں لی جائے گی، بلکہ قرعہ ڈالا جائے گا، جس کا نام نکلے وہ قسم کھائے گا۔

حدیث: نبی ﷺ نے ایک قوم کے سامنے قسم پیش کی، یعنی ان سے کہا کہ قسم کھاؤ، پس وہ سب لپکے، تو آپؐ نے حکم دیا کہ ان میں قرعہ ڈالا جائے، قسم کھانے کے سلسلہ میں کہ ان میں سے کون قسم کھائے۔

تشریح: یہ حدیث مشکل سمجھی گئی ہے، میں نے اوپر جو اس کی صورت بیان کی ہے وہ حافظ عسقلانی رحمہ اللہ نے درجہ احتمال میں لکھی ہے، فرماتے ہیں: یحتمل أن تکون قصةً أخرى، بأن یکون القومُ المذکورون مدعی علیهم بعینٍ فی أیدیهم مثلاً، وَأنکروا، ولابینة للمدعی: علیهم، فتوجهت علیهم الیمین فتسارعوا إلى الحلف: میرے نزدیک حدیث کا مصداق ہونے کے لئے یہ صورت متعین ہے۔

[۲۴-] بَابٌ: إِذَا تَسَارَعَ قَوْمٌ فِی الْیَمِینِ

[۲۶۷۴-] حدثنا إِسْحَاقُ بْنُ نَصْرٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ: ثَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ هَمَّامٍ، عَنْ أَبِی هُرَیْرَةَ: أَنَّ النَّبِیَّ صلى الله علیه وسلم عَرَضَ عَلَى قَوْمٍ الْیَمِینَ، فَأَسْرَعُوْا، فَأَمَرَ أَنْ یُسْهَمَ بَیْنَهُمْ فِی الْیَمِینِ، أَیُّهُمْ یَحْلِفُ؟

بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى: ﴿إِنَّ الَّذِیْنَ یَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَأَیْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِیْلاً﴾

جھوٹی قسم کھانا کتنا بڑا گناہ ہے؟

باب میں سورۂ آل عمران کی آیت ۷۷ لکھی ہے، اس میں یہ بیان ہے کہ جھوٹی قسم کھانا سنگین جرم ہے، اور باب میں جو دو حدیثیں ہیں وہ اس آیت کا شانِ نزول ہیں، اور وہ پہلے آچکی ہیں، البتہ پہلی حدیث کے آخر میں حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ کا قول ہے: النَّاجِشُ آكِلُ رِبًا خَائِن: نجش کرنے والا، سود کھانے والا اور خائن ہے۔ نجش کے معنی ہیں: خریدنا نہیں اور بھاؤ کرنا، تاکہ گاہک دھوکہ میں آکر خرید لے، یہ حرکت بہت بری ہے۔ حضرت عبداللہؓ نے نجش کرنے کو سود خوری اور خیانت کے برابر قرار دیا ہے۔

[۲۵-] بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى: ﴿إِنَّ الَّذِیْنَ یَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَأَیْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِیْلاً﴾

[۲۶۷۵-] حدثنا إِسْحَاقُ، أَنَا یَزِیْدُ بْنُ هَارُوْنَ، أَنَا الْعَوَّامُ، ثَنِی إِبْرَاهِیمُ أَبُوْ إِسْمَاعِیلَ السَّكْسَكِیُّ، سَمِعَ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ أَبِی أَوْفٰى، یَقُوْلُ: أَقَامَ رَجُلٌ بِسِلْعَةٍ، فَحَلَفَ بِاللّٰهِ لَقَدْ أَعْطَى بِهَا مَا لَمْ یُعْطِهَا. فَنَزَلَتْ ﴿إِنَّ الَّذِیْنَ یَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَأَیْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِیْلاً﴾

وَقَالَ ابْنُ أَبِی أَوْفٰى: النَّاجِشُ آكِلُ رِبًا خَائِنٌ. [راجع: ۲۰۸۸]

[۲۶۷۶و۲۶۷۷-] حدثنا بِشْرُ بْنُ خَالِدٍ، نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ سُلَیْمَانَ، عَنْ أَبِی وَائِلٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنِ النَّبِیِّ صلى الله علیه وسلم، قَالَ: "مَنْ حَلَفَ عَلَى یَمِینٍ كَاذِبًا لِیَقْتَطِعَ مَالَ رَجُلٍ، أَوْ

قَالَ: أَخِيْهِ، لَقَى اللّٰهَ وَهُوَ عَلَيْهِ غَضْبَانُ، فَأَنْزَلَ اللّٰهُ تَصْدِيْقَ ذٰلِكَ فِي الْقُرْآنِ ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَأَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيْلاً﴾ إِلٰى قَوْلِهِ ﴿ عَذَابٌ أَلِيْمٌ﴾ الآيَةَ [آل عمران: ٧٧]
فَلَقِيَنِيْ الأَشْعَثُ، فَقَالَ: مَا حَدَّثَكُمْ عَبْدُ اللّٰهِ الْيَوْمَ؟ قُلْتُ: كَذَا وَكَذَا، قَالَ: فِيَّ نَزَلَتْ.

[راجع:٢٣٥٦، ٢٣٥٧]

بَابٌ: كَيْفَ يُسْتَحْلَفُ؟ وَلاَ يُحْلَفُ بِغَيْرِ اللّٰهِ

قسم کیسے کھلائی جائے؟ اور غیر اللہ کی قسم نہ کھلائی جائے

قسم اللہ کی اور اللہ کی صفات کی کھلائی جائے، اس کے علاوہ کوئی قسم نہ کھلائی جائے، اور قسم میں الفاظ بڑھا کر بھاری کرنا ضروری نہیں، ہاں جائز ہے، مثلاً یوں قسم کھلائی: بالله الذى لا إله إلا هو: تو یہ جائز ہے، اور باب میں متعدد نصوص ہیں جن میں بالله، تالله، والله کی قسمیں ہیں، اور باب کی پہلی حدیث میں بھی حضرت ضمام رضی اللہ عنہ نے واللہ سے قسم کھائی ہے اور دوسری حدیث یہ ہے کہ جسے قسم کھانی ہو وہ اللہ کی قسم کھائے یا خاموش رہے، یعنی باپ کی، اپنے سر کی اور پیر کی قسم نہ کھائے، یہ غیر اللہ کی قسم ہے۔

[٢٦-] بَابٌ: كَيْفَ يُسْتَحْلَفُ؟

[١-] وَقَوْلِ اللّٰهِ:﴿ ثُمَّ جَاؤُكَ يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ إِنْ أَرَدْنَا إِلاَّ إِحْسَانًا وَتَوْفِيْقًا﴾[النساء: ٦٢]

[٢-] ﴿وَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ إِنَّهُمْ لَمِنْكُمْ﴾[التوبة:٥٦]

[٣-] ﴿يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَكُمْ لِيُرْضُوْكُمْ﴾[التوبة:٦٢]

[٤-] ﴿ فَيُقْسِمَانِ بِاللّٰهِ لَشَهَادَتُنَا أَحَقُّ مِنْ شَهَادَتِهِمَا﴾[المائدة: ١٠٧]

[٥-] يُقَالَ بِاللّٰهِ، وَتَاللّٰهِ، وَوَاللّٰهِ.

[٦-] وَقَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم: وَرَجُلٌ حَلَفَ بِاللّٰهِ كَاذِبًا بَعْدَ الْعَصْرِ.

وَلاَ يُحْلَفُ بِغَيْرِ اللّٰهِ

[٢٦٧٨-] حدثنا إِسْمَاعِيْلُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، ثَنِيْ مَالِكٌ، عَنْ عَمِّهِ أَبِيْ سُهَيْلِ بْنِ مَالِكٍ، عَنْ أَبِيْهِ، أَنَّهُ سَمِعَ طَلْحَةَ بْنَ عُبَيْدِ اللّٰهِ، يَقُوْلُ: جَاءَ رَجُلٌ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، فَإِذَا هُوَ يَسْأَلُهُ عَنِ الإِسْلاَمِ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم:" خَمْسُ صَلَوَاتٍ فِي الْيَوْمِ وَاللَّيْلَةِ" فَقَالَ: هَلْ عَلَيَّ غَيْرُهُ؟ قَالَ:" لاَ، إِلاَّ أَنْ تَطَّوَّعَ" فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم:" وَصِيَامُ شَهْرِ رَمَضَانَ" فَقَالَ:

هَلْ عَلَيَّ غَيْرُهَا؟ قَالَ:" لَا، إِلَّا أَنْ تَطَوَّعَ" قَالَ: وَذَكَرَ لَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیه وسلم الزَّكَاةَ، قَالَ: هَلْ عَلَيَّ غَيْرُهَا؟ قَالَ:" لَا، إِلَّا أَنْ تَطَوَّعَ" فَأَدْبَرَ الرَّجُلُ وَهُوَ يَقُوْلُ: وَاللّٰهِ لَا أَزِيْدُ عَلٰى هٰذَا وَلَا أَنْقُصُ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیه وسلم: أَفْلَحَ إِنْ صَدَقَ"[راجع: ٤٦]

[٢٦٧٩-] حدثنا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ، ثَنَا جُوَيْرِيَةُ، قَالَ: ذَكَرَ نَافِعٌ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ، أَنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیه وسلم قَالَ:" مَنْ كَانَ حَالِفًا فَلْيَحْلِفْ بِاللّٰهِ أَوْ لِيَصْمُتْ"[انظر: ٣٨٣٦، ٦١٠٨، ٦٦٤٦، ٦٦٤٨]

بَابُ مَنْ أَقَامَ الْبَيِّنَةَ بَعْدَ الْيَمِيْنِ

جس نے قسم کے بعد گواہ پیش کئے

کسی مقدمہ میں مدعی گواہ پیش نہیں کرسکا، اس لئے مدعی علیہ سے قسم لی گئی، مگر ابھی قاضی نے فیصلہ نہیں کیا تھا کہ مدعی نے کہا: میرے پاس گواہ ہیں، مجھے یاد آئے، پس اب اس کو گواہ پیش کرنے کا موقع دیا جائے گا یا نہیں؟ جواب یہ ہونا چاہئے کہ فیصلہ کرنے سے پہلے مدعی کو گواہ پیش کرنے کا موقع دیا جانا چاہئے، مگر باب میں یہ صورت زیر بحث نہیں۔

تمام شارحین لکھتے ہیں: قسم کے بعد یعنی فیصلہ ہوجانے کے بعد، کیونکہ قسم لینے کے بعد قاضی فوراً فیصلہ کردے گا، پس بعد میں اگر مدعی کہے کہ مجھے گواہ دستیاب ہوگئے ہیں تو مقدمہ کی دوبارہ سماعت کی جائے گی یا نہیں؟ یہ مسئلہ منصوص نہیں، اور حضرتؒ نے باب میں جو روایت پیش کی ہے اس سے استدلال خفی ہے۔ اور فقہائے کرام کی رائیں مختلف ہیں:

۱- جمہور یعنی احناف، شوافع، حنابلہ اور امام بخاری رحمہم اللہ کہتے ہیں کہ مقدمہ کی دوبارہ سماعت ہونی چاہئے، اور گواہ عادل ہوں تو دوسرا فیصلہ کرنا چاہئے۔

۲- اور امام مالک رحمہ اللہ نے مدوّنہ میں تفصیل کی ہے کہ جس وقت مدعی علیہ سے قسم لی گئی اس وقت مدعی کو اپنے گواہ معلوم نہیں تھے، پھر اس کے علم میں آئے تو دوبارہ مقدمہ کی سماعت کی جائے، اور اگر مدعی علیہ سے قسم لی گئی اس وقت اس کو اپنے گواہ معلوم تھے حاضر تھے یا غیر حاضر، مگر اس نے پیش نہیں کئے تو اب دوبارہ مقدمہ کی سماعت نہیں ہوگی۔

۳- مطرّف، ابن الماجشون، اور قاضی ابن ابی لیلیٰ کہتے ہیں کہ جب مدعی علیہ سے قسم لے لی گئی اور فیصلہ ہوگیا تو اب دوبارہ مدعی کے بینہ قبول نہیں کئے جائیں گے، یہی اصحابِ ظواہر کی رائے ہے۔

۴- حضرات طاؤس، ابراہیم نخعی اور قاضی شریح رحمہم اللہ فرماتے ہیں: **البينة العادلة أحق من اليمين الفاجرة**: عادل گواہ جھوٹی قسم سے (اعتبار کے) زیادہ حق دار ہیں، یعنی اب جب مدعی گواہ پیش کرتا ہے اور وہ عادل ہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ مدعی علیہ نے جھوٹی قسم کھائی ہے، لہٰذا اب مقدمہ کی دوبارہ سماعت ہونی چاہئے، اور گواہوں کے مطابق فیصلہ ہونا چاہئے۔

حدیث: نبی ﷺ نے فرمایا: آپ لوگ میرے پاس مقدمہ لے کر آتے ہو اور ہوسکتا ہے تم میں سے ایک دوسرے سے اپنی دلیل پیش کرنے میں چرب زبان ہو، پس میں جس کے لئے اس کے بھائی کے حق میں سے کسی چیز کا فیصلہ کروں اس کی بات سن کر تو میں اس کو دوزخ میں سے ایک ٹکڑا کاٹ کر دے رہا ہوں، پس وہ اس کو نہ لے۔

تشریح: اس حدیث کا مصداق فریقین کی باتیں سن کر فیصلہ کرنا ہے، حدیث میں بقولہ موجود ہے، گواہوں کی گواہی پر یا مدعی علیہ کی قسم پر فیصلہ سے اس حدیث کا کچھ تعلق نہیں، اس لئے میں نے کہا تھا کہ یہ اجتہادی مسئلہ ہے، منصوص نہیں، مگر امام بخاری رحمہ اللہ نے حدیث سے استدلال اس طرح کیا ہے کہ جب مدعی گواہ پیش کررہا ہے تو وہ الحن (اپنی دلیل سے واقف) ہے اور نبی ﷺ ایسے فریق کی بات پر فیصلہ فرماتے تھے، پس مدعی کو گواہ پیش کرنے کا موقع دینا چاہئے۔

[۲۷-] بَابُ مَنْ أَقَامَ الْبَيِّنَةَ بَعْدَ الْيَمِيْنِ

[۱-] وَقَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم: "لَعَلَّ بَعْضَكُمْ أَلْحَنُ بِحُجَّتِهِ مِنْ بَعْضٍ"

[۲-] وَقَالَ طَاوُسٌ، وَإِبْرَاهِيْمُ، وَشُرَيْحٌ: الْبَيِّنَةُ الْعَادِلَةُ أَحَقُّ مِنَ الْيَمِيْنِ الْفَاجِرَةِ.

[۲۶۸۰-] حدثنا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ زَيْنَبَ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ، أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ: "إِنَّكُمْ تَخْتَصِمُوْنَ إِلَيَّ، وَلَعَلَّ بَعْضَكُمْ أَلْحَنُ بِحُجَّتِهِ مِنْ بَعْضٍ، فَمَنْ قَضَيْتُ لَهُ بِحَقِّ أَخِيْهِ شَيْئًا بِقَوْلِهِ، فَإِنَّمَا أَقْطَعُ لَهُ قِطْعَةً مِنَ النَّارِ، فَلاَ يَأْخُذْهَا"

[راجع: ۲٤٥٨]

لغت: لَحِنَ فلانٌ (س) لَحَنًا: اپنی دلیل کے ہر پہلو سے یا نشیب وفراز سے واقف ہونا، دوسرے معنی ہیں: سمجھ دار ہونا۔ ألحن: اسم تفضیل ہے۔

بَابُ مَنْ أَمَرَ بِإِنْجَازِ الْوَعْدِ

ایک رائے یہ ہے کہ وعدہ پورا کرنا واجب ہے

کسی نے کسی سے کوئی وعدہ کیا: اس کو پورا کرنا واجب ہے یا نہیں؟ اور واجب ہے تو دیانۃً واجب ہے یا قضاءً؟ ائمہ اربعہ کا مسلک یہ بیان کیا جاتا ہے کہ وعدہ پورا کرنا مکارم اخلاق سے ہے، مستحب اور مندوب ہے، مگر نہ دیانۃً (اخلاقاً) واجب ہے نہ قضاءً۔ دوسری رائے یہ ہے کہ وعدہ پورا کرنا دیانۃً واجب ہے، قضاءً واجب نہیں، پس اگر کوئی شخص وعدہ پورا نہ کرے تو گنہ گار ہوگا، مگر قاضی وعدہ کرنے والے کو ایفائے عہد پر مجبور نہیں کرے گا۔

تیسرا مذہب جو امام بخاریؒ نے اختیار کیا ہے وہ یہ ہے کہ وعدہ پورا کرنا دیانۃً بھی واجب ہے اور قضاءً بھی، اور حضرت

نے اپنے قول کے درج ذیل دلائل بیان کئے ہیں:

۱- حضرت حسن بصری رحمہ اللہ نے کسی سے کوئی وعدہ کیا تو اس کو پورا کیا اور دلیل میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کا تذکرہ کیا کہ وہ وعدے کے سچے تھے، اور وعدے کا سچا وہی ہوتا ہے جو وجوباً وعدہ پورا کرے۔

۲- کوفہ کے قاضی سعید بن عمرو بن الاشوع رحمہ اللہ نے وجوب کا فیصلہ کیا ہے اور دلیل میں انھوں نے حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ کی روایت پیش کی ہے۔

۳- مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: نبی ﷺ نے اپنے داماد ابوالعاص رضی اللہ عنہ کا تذکرہ کیا کہ انھوں نے آپؐ سے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو مدینہ بھیجنے کا وعدہ کیا جو انھوں نے پورا کیا۔

۴- حضرت اسحاق بن راہو یہ رحمہ اللہ ایفائے عہد کو واجب کہتے تھے، اور ابن الاشوع کے فیصلہ سے استدلال کرتے تھے۔

اس کے بعد حضرت رحمہ اللہ نے چار حدیثیں پیش کی ہیں:

حدیث (۱): ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے ہرقل کے سامنے جو اسلامی تعلیمات کا خلاصہ پیش کیا ہے اس میں ایفائے عہد کا بھی ذکر ہے، یعنی عہد و پیمان کا پاس ولحاظ کرنا اسلامی تعلیمات میں شامل ہے، معلوم ہوا کہ ایفائے عہد واجب ہے۔

حدیث (۲): منافق کی تین علامتیں بیان کی گئی ہیں: ان میں سے ایک یہ ہے کہ جب بھی وہ وعدہ کرتا ہے خلاف کرتا ہے، یہ منفی پہلو سے وجوب کی دلیل ہے۔

حدیث (۳): نبی ﷺ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے ایک وعدہ کیا تھا جس کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے خلیفہ بننے کے بعد پورا کیا، اگر وعدہ پورا کرنا واجب نہ ہوتا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اس کو اپنے سر کیوں لیتے؟

حدیث (۴): حیرہ کے ایک یہودی نے سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے پوچھا: موسیٰ علیہ السلام نے دو مدتوں میں سے کونسی مدت پوری کی؟ یعنی آٹھ سال نوکری کی یا دس سال؟ سعید نے کہا: مجھے معلوم نہیں، میں عرب کے سب سے بڑے عالم کے پاس جاؤں گا تو ان سے پوچھوں گا، پھر وہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس آئے اور ان سے پوچھا: حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: لمبی مدت پوری کی، یعنی دس سال نوکری کی، اور اس کی وجہ یہ بیان کی کہ اللہ کا رسول جب بھی کوئی بات کہتا ہے تو اس کو کرتا ہے، اس لئے جو زیادہ افضل اور زیادہ عمدہ مدت تھی یعنی دس سال پورے کئے۔

فائدہ: اس مسئلہ میں میری ناقص رائے یہ ہے کہ وعدے دو طرح کے ہوتے ہیں، ایک سادہ وعدہ اور ایک معاوضات میں وعدہ، سادہ وعدے کے بارے میں تو یہ کہنا ٹھیک ہے کہ وہ مکارم اخلاق سے ہے، مستحب اور مندوب ہے، اس کا ایفاء نہ دیانۃً واجب ہے نہ قضاءً، لیکن جو معاوضات میں وعدے ہوتے ہیں ان کا حکم یہ ہے کہ اگر وعدہ کی وجہ سے موعود لہ کسی خاص مسئولیت میں مبتلا ہو گیا ہو تو وعدہ پورا کرنا قضاءً واجب ہے، جیسے بڑا آڈر دیا، اور آڈر خرید کا وعدہ ہوتا ہے، ابھی بیع نہیں ہوتی، مگر جب تاجر نے مال فراہم کرلیا تو اب قضاءً اس کا لینا واجب ہے، میں کتابوں کا تاجر ہوں، میرے پاس لاکھ دو لاکھ کا

آڈر آتا ہے، میں وہ کتابیں بازار سے فراہم کرکے بھیجتا ہوں، پس اگر کتابیں فراہم کرنے سے پہلے آڈر دینے والا آڈر کینسل کردے تو کوئی بات نہیں، لیکن جب میں نے کتابیں مہیا کردیں یا روانہ کردیں تو اب آڈر دینے والے کے لئے خریدنا ضروری ہے، ورنہ بڑی تجارتوں میں سخت دشواری پیش آئے گی۔ اسی طرح اگر یہ کہا جائے کہ ہر وعدہ قضاء لازم ہے تو اس میں بھی حرج ہے، مثلاً کسی نے وعدہ کیا کہ میں اپنی بیٹی کا نکاح تمہارے لڑکے سے کروں گا، پھر رائے بدل گئی تو اس وعدہ کا پورا کرنا قضاءً لازم نہیں، لیکن فقہائے احناف نے کہا ہے: المواعیدُ تَلْزَمُ لِحاجة الناس: جہاں لوگوں کی ضرورت ہو وہاں وعدہ کو لازم کیا جائے گا۔(۱)

اور اس تقریر سے یہ بات بھی سمجھ میں آجائے گی کہ اس باب کو کتاب الشهادات میں کیوں لائے ہیں؟ جو وعدے لازم ہیں ان میں موعود لہ قاضی کے سامنے گواہوں سے ثابت کرے گا اور قاضی وعدہ کرنے والے کو وعدہ پورا کرنے پر مجبور کرے گا۔

[۲۸-] بَابُ مَنْ أَمَرَ بِإِنْجَازِ الْوَعْدِ

[۱-] وَفَعَلَهُ الْحَسَنُ، وَذَكَرَ إِسْمَاعِيْلَ: ﴿إِنَّهُ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ﴾ [مریم: ٥٤]

[۲-] وَقَضَى ابْنُ أَشْوَعَ بِالْوَعْدِ، وَذَكَرَ ذٰلِكَ عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ.

[۳-] وَقَالَ الْمِسْوَرُ بْنُ مَخْرَمَةَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم، وَذَكَرَ صِهْرًا لَهُ، قَالَ: وَعَدَنِيْ فَوَفَانِيْ.

[٤-] قَالَ أَبُوْ عَبْدِ اللهِ: وَرَأَيْتُ إِسْحَاقَ بْنَ إِبْرَاهِيْمَ يَحْتَجُّ بِحَدِيْثِ ابْنِ أَشْوَعَ.

[۲٦۸۱-] حدثنا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ حَمْزَةَ، ثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ صَالِحٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُبَيْدَ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنِ عَبَّاسٍ أَخْبَرَهُ، قَالَ: أَخْبَرَنِيْ أَبُوْ سُفْيَانَ أَنَّ هِرْقَلَ قَالَ لَهُ: سَأَلْتُكَ مَاذَا يَأْمُرُكُمْ؟ فَزَعَمْتَ أَنَّهُ يَأْمُرُ بِالصَّلَاةِ وَالصِّدْقِ وَالْعَفَافِ وَالْوَفَاءِ بِالْعَهْدِ وَأَدَاءِ الْأَمَانَةِ، قَالَ: وَهٰذِهِ صَفَةُ نَبِيٍّ. [راجع: ۷]

[۲٦۸۲-] حدثنا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ، ثَنَا إِسْمَاعِيْلُ بْنُ جَعْفَرٍ، عَنْ أَبِيْ سُهَيْلٍ نَافِعِ بْنِ مَالِكِ بْنِ أَبِيْ عَامِرٍ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ: "آيَةُ الْمُنَافِقِ ثَلَاثٌ: إِذَا حَدَّثَ كَذَبَ، وَإِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ، وَإِذَا وَعَدَ أَخْلَفَ" [راجع: ۳۳]

[۲٦۸۳-] حدثنا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسَى، ثَنَا هِشَامٌ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، ثَنِيْ عَمْرُو بْنُ دِيْنَارٍ، عَنْ مُحَمَّدِ

(۱) اس مسئلہ کی تفصیل حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ کی بخاری شریف کی تقریر انعام الباری ۷: ۹۴۰ میں بھی ہے ۱۲

ابْنِ عَلِيٍّ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: لَمَّا مَاتَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم، جَاءَ أَبَا بَكْرٍ مَالٌ مِنْ قِبَلِ الْعَلاَءِ بْنِ الْحَضْرَمِيِّ، فَقَالَ أَبُوْ بَكْرٍ: مَنْ كَانَ لَهُ عَلَى النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم دَيْنٌ أَوْ كَانَتْ لَهُ قِبَلَهُ عِدَةٌ فَلْيَأْتِنَا، قَالَ جَابِرٌ: فَقُلْتُ: وَعَدَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم أَنْ يُعْطِيَنِيْ هٰكَذَا وَهٰكَذَا وَهٰكَذَا، فَبَسَطَ يَدَيْهِ ثَلاَثَ مَرَّاتٍ، فَقَالَ جَابِرٌ: فَعَدَّ فِيْ يَدَيَّ خَمْسَ مِائَةٍ، ثُمَّ خَمْسَ مِائَةٍ، ثُمَّ خَمْسَ مِائَةٍ.[راجع: ۲۲۹۶]

[۲۶۸٤-] حدثنا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيْمِ، ثَنَا سَعِيْدُ بْنُ سُلَيْمَانَ، ثَنَا مَرْوَانُ بْنُ شُجَاعٍ، عَنْ سَالِمٍ الْأَفْطَسِ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ، قَالَ: سَأَلَنِيْ يَهُوْدِيٌّ مِنْ أَهْلِ الْحِيْرَةِ، أَيَّ الْأَجَلَيْنِ قَضَى مُوْسَى؟ قُلْتُ: لاَ أَدْرِيْ! حَتَّى أَقْدَمَ عَلٰى حِبْرِ الْعَرَبِ فَأَسْأَلَهُ، فَقَدِمْتُ فَسَأَلْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ فَقَالَ: قَضَى أَكْثَرَهُمَا وَأَطْيَبَهُمَا، إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ إِذَا قَالَ فَعَلَ.

بَابٌ: لاَ يُسْأَلُ أَهْلُ الشِّرْكِ عَنِ الشَّهَادَةِ وَغَيْرِهَا

غیر مسلموں سے شہادت وغیرہ کے بارے میں نہ پوچھا جائے

اس باب میں دو باتیں ہیں:

پہلی بات: غیر مسلموں کی گواہیاں معتبر ہیں یا نہیں؟ حاشیہ میں اس سلسلہ میں تین قول لکھے ہیں، ایک قول یہ ہے کہ کافر کی شہادت کسی بھی حالت میں مقبول نہیں، دوسرا قول یہ ہے کہ کافر کی شہادت کافر کے خلاف معتبر ہے، مسلمان کے خلاف معتبر نہیں، یہی احناف کا مفتی بہ مذہب ہے۔ اور تیسرا قول یہ ہے کہ ہر کافر کی شہادت ہر کافر کے خلاف معتبر نہیں، کیونکہ غیر مسلم مختلف مذاہب کے ماننے والے ہیں، جیسے: ہندو، یہود ونصاری وغیرہ، پس ایک مذہب کے ماننے والوں کی گواہی اس مذہب والوں کے خلاف تو معتبر ہے مگر دوسرے مذہب والے کے خلاف معتبر نہیں، اس لئے اگر یہودی نصرانی کے خلاف گواہی دے تو معتبر نہیں۔ حضرت امام بخاری رحمہ اللہ کی رائے شاید یہی ہے۔

اور دلیل امام عامر شعبی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ جو مختلف مذاہب والے ہیں ان میں سے ایک کی شہادت دوسرے کے خلاف معتبر نہیں، کیونکہ سورۃ المائدہ آیت ۱۴ میں ہے: ''ہم نے ان میں باہم قیامت تک کے لئے بغض وعداوت بھڑکا دی ہے'' اور جب شاہد اور مشہود علیہ میں عداوت ہو تو گواہی قبول نہیں کی جاتی۔

دوسری بات: غیر مسلموں سے اگرچہ وہ یہود ونصاری ہوں کوئی دینی بات نہ پوچھی جائے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: اہل کتاب کی باتوں کی نہ تصدیق کرو نہ تکذیب، اور کہو: ہم ایمان لاتے ہیں اللہ پر اور اس پر جو ہمارے پاس بھیجا گیا ہے'' (سورۃ البقرہ آیت ۱۳۶) یہ بات وغیرھا میں لی ہے۔

تشریح: اس حدیث کا مصداق یہ ہے کہ بنی اسرائیل کے یہاں انبیاء کے جو واقعات وحالات ہیں ان کی نہ تصدیق کی جائے نہ تکذیب، البتہ اگر ان کی کوئی بات صریح قرآن کے خلاف ہو تو اس کی تکذیب کی جائے، اور اگر قرآنِ کریم کے موافق ہو تو اس کی تصدیق کی جائے، اور قرآن وحدیث میں جو بات نہیں ہے ایسی کوئی بات اہل کتاب اپنے انبیاء کے حالات میں ذکر کریں تو اس کی نہ تصدیق کی جائے نہ تکذیب۔

روایت: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ایک قیمتی بات بیان کی ہے، فرمایا: او مسلمانو! تم اہل کتاب سے کیوں پوچھتے ہو؟ درانحالیکہ تمہاری کتاب جو نبی ﷺ پر اتاری گئی ہے وہ سب سے آخری کتاب ہے، تم اس کو پڑھتے ہو، اس میں غلطی کا کوئی شائبہ نہیں، اور اللہ تعالیٰ نے تم سے یہ بھی بیان کر دیا ہے کہ اہل کتاب نے اپنی کتابوں میں تحریف کر دی ہے، اور اپنے ہاتھوں سے اللہ کی کتاب میں تبدیلی کی ہے، اور انھوں نے کہا: یہ (تحریف شدہ) بات اللہ کے یہاں سے آئی ہے، تاکہ اس کے ذریعہ تھوڑی پونجی خریدیں، پس کیا تمہارے پاس جو علم آیا ہے وہ تمہیں نہیں روکتا ان سے پوچھنے سے؟ دوسری بات: اور بخدا! نہیں دیکھا ہم نے ان میں سے کسی کو بھی جو تم سے پوچھتا ہو، ان باتوں کے بارے میں جو تم پر اتاری گئی ہیں (پھر تمہاری غیرت کو کیا ہوا کہ تم ان سے پوچھتے ہو؟)

تشریح: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے پہلی بات یہ فرمائی کہ تمہاری عقلیں کہاں ماری گئیں! تم اہل کتاب سے پوچھتے ہو حالانکہ اللہ نے جو کتاب تمہاری طرف اتاری ہے وہ تر وتازہ اور سب سے آخر میں نازل ہونے والی کتاب ہے، اور حرف بہ حرف محفوظ ہے، اس میں کوئی ہیر پھیر نہیں ہوا۔ اور اہل کتاب نے اپنی کتابوں میں تبدیلی کر دی ہے، پھر تم اہل کتاب سے کیوں پوچھتے ہو؟ جیسے مودودی صاحب نے تفہیم القرآن میں بائبل کی باتیں اس کثرت سے نقل کی ہیں کہ ذہن یہ بن جاتا ہے کہ اہل کتاب کے حوالے ضروری ہیں، اگر ان کی تائید ملے تو بات ٹھیک ہے ورنہ............

اور حضرت ابن عباسؓ نے دوسری بات یہ فرمائی کہ تمہاری غیرت کو کیا ہوا، تورات وانجیل کا کوئی مفسر قرآن وحدیث کا حوالہ نہیں دیتا، پھر تم قرآن کی تفسیر میں ان کی کتابوں سے کیوں نقل کرتے ہو!

[۲۹-] بَابٌ: لاَ يُسْأَلُ أَهْلُ الشِّرْكِ عَنِ الشَّهَادَةِ وَغَيْرِهَا

[۱-] وَقَالَ الشَّعْبِيُّ: لاَتَجُوْزُ شَهَادَةُ أَهْلِ الْمِلَلِ بَعْضِهِمْ عَلٰى بَعْضٍ، لِقَوْلِهِ تَعَالٰى: ﴿فَأَغْرَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ﴾[المائدة: ۱٤]

[۲-] وَقَالَ أَبُوْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم: " لاَ تُصَدِّقُوْا أَهْلَ الْكِتَابِ وَلاَ تُكَذِّبُوْهُمْ، وَقُوْلُوْا: ﴿آمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَا أُنْزِلَ﴾ الآيَةَ.[البقرة: ۱۳٦]

[۲٦۸۵-] حدثنا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ، ثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ يُوْنُسَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ

ابْنِ عُتْبَةَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: يَا مَعْشَرَ الْمُسْلِمِيْنَ! كَيْفَ تَسْأَلُوْنَ أَهْلَ الْكِتَابِ؟ وَكِتَابُكُمُ الَّذِیْ أُنْزِلَ عَلٰی نَبِيِّهِ أَحْدَثُ الْأَخْبَارِ بِاللّٰهِ، تَقْرَؤُوْنَهُ لَمْ يُشَبْ، وَقَدْ حَدَّثَكُمُ اللّٰهُ أَنَّ أَهْلَ الْكِتَابِ بَدَّلُوْا مَا كَتَبَ اللّٰهُ وَغَيَّرُوْا بِأَيْدِيْهِمُ الْكِتَابَ، فَقَالُوْا:﴿ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ لِيَشْتَرُوْا بِهِ ثَمَنًا قَلِيْلاً﴾ [البقرة: ۷۹] أَفَلاَ يَنْهَاكُمْ مَا جَاءَ كُمْ مِنَ الْعِلْمِ عَنْ مَسَأَ لَتِهِمْ؟ وَلاَ وَاللّٰهِ مَا رَأَيْنَا مِنْهُمْ رَجُلاً قَطُّ يَسْأَلُكُمْ عَنِ الَّذِیْ أُنْزِلَ عَلَيْكُمْ![انظر: ۷۳۶۳، ۷۵۲۲، ۷۵۲۳]

قوله: لم يُشَب: من الشَّوْب: وهو الْخَلْط أی: لم يخلط، ولم يبدل، ولم يغير (عمدہ)شَابَ الشيئَ بِالشيئ: ملانا،الشَّوْبُ: ملاوٹ، وہ چیز جوکسی دوسری چیز میں ملائی جائے،قرآنِ پاک میں ہے:﴿ثُمَّ إِنَّ لَهُمْ لَشَوْبًا مِنْ حَمِيْمٍ﴾: پھران (جہنمیوں) کوکھولتا ہوا پانی پیپ میں ملاکر دیا جائے گا (الصافات ۶۷)

بَابُ الْقُرْعَةِ فِی الْمُشْكِلاَتِ

الجھے ہوئے معاملات میں قرعہ ڈالنا

بعض مرتبہ الجھے ہوئے معاملات میں قرعہ سے فیصلہ کرنا پڑتا ہے، پس یہ بھی گواہوں کے ذریعہ فیصلہ کرنے کی طرح فیصلہ کی ایک صورت ہے،اس لئے یہ باب کتاب الشہادات میں لائے ہیں۔

جاننا چاہئے کہ قرعہ کے ذریعہ نہ کوئی حق ثابت کیا جاسکتا ہے نہ ثابت حق کو باطل کیا جاسکتا ہے، البتہ جہاں مختلف مستحقین ہوں اورسب کا سبب استحقاق اور درجۂ استحقاق برابر ہوتو تطییبِ قلوب کے لئے قرعہ اندازی کے ذریعہ فیصلہ کیا جاسکتا ہے۔حنفیہ کے نزدیک قرعہ کی بس اتنی ہی حیثیت ہےاور دیگرائمہ قرعہ کوملزِم (لازم کرنے والا) مانتے ہیں۔

اورامام صاحب نے اس باب میں درج ذیل باتیں بیان کی ہیں:

۱-جب حضرت مریم رضی اللہ عنہا کوان کی والدہ نے منت کے مطابق بیت المقدس کے ذمہ داروں کے حوالہ کیا تو ہر ایک ان کی پرورش کرنا چاہتا تھا، بیت المقدس کے ذمہ داروں میں حضرت مریمؑ کے خالو حضرت زکریا علیہ السلام بھی تھے، وہ بھی پرورش کرنا چاہتے تھے، چنانچہ قرعہ ڈالا گیا،اور کرامتی انداز کا قرعہ ڈالا گیا،سب ذمہ دار اپنے قلم لے کر نہر پر گئے اور طے پایا کہ قلم نہر میں ڈالیں گے،جس کا قلم بہاؤ کے ساتھ بہہ جائے وہ ہارا،اور جس کا قلم چڑھاؤ پر چڑھے وہ کامیاب ہوا، چنانچہ حضرت زکریا علیہ السلام کا قلم چڑھائی پر چڑھا، پس وہ کامیاب ہوئے اورانھوں نے حضرت مریم رضی اللہ عنہا کی پرورش کی۔

۲-حضرت یونس علیہ السلام قوم کوعذاب کی خبر دے کر وحی کا انتظار کئے بغیر چل دیئے اور ایک کشتی میں سوار ہوئے، دریا میں طغیانی آئی،ان لوگوں کے عقیدہ کے مطابق اگر کشتی میں کوئی بھگوڑا غلام ہوتا تھا تو طوفان آتا تھا،اور کشتی ڈوب جاتی تھی، سب لوگوں سے پوچھا گیا: کوئی بھی بھگوڑا غلام نہیں تھا،لیکن عقیدہ یہی تھا، چنانچہ قرعہ اندازی کی گئی، پس حضرت یونس

علیہ السلام پھسل جانے والوں میں سے ہوئے یعنی وہ ہار گئے، قرعہ میں ان کا نام نکلا کہ وہ بھگوڑے غلام ہیں، چنانچہ ان کو سمندر میں ڈال دیا گیا، اُدھر ایک بڑی مچھلی تیار تھی اس نے فوراً سالم نگل لیا اور کنارہ پر جا کر اگل دیا۔

۳- نبی ﷺ نے ایک قوم کے سامنے قسم پیش کی تو سب قسم کھانے کے لئے لپکے، پس آپؐ نے حکم دیا کہ قرعہ ڈالا جائے، جس کا نام نکلے وہ قسم کھائے۔

۴- ممنوعاتِ شرعیہ میں مداہنت سے کام لینے والوں اور ممنوعاتِ شرعیہ کا ارتکاب کرنے والوں کی نبی ﷺ نے ایک مثال بیان کی کہ ایک کشتی ہے، اس میں مسافر سوار ہونا چاہتے ہیں، اوپر کے طبقے میں کون رہے اور نیچے کے طبقے میں کون؟ یہ چیز قرعہ اندازی سے طے کی گئی۔

۵- جب مہاجرین ہجرت کر کے مدینہ آئے تو کون مہاجر کس انصاری کے یہاں رہے؟ یہ بات قرعہ اندازی سے طے کی گئی، ام العلاء رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: ہمارے حصہ میں حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ آئے۔

۶- نبی ﷺ جب کسی لمبے سفر کے لئے نکلتے تھے تو ازواج مطہرات میں سے کسی ایک کو ساتھ لیتے تھے، اور کس کو ساتھ لینا ہے؟ یہ بات قرعہ اندازی سے طے کی جاتی تھی۔

۷- نبی ﷺ نے فرمایا: اذان دینے کا اور صف اول میں نماز پڑھنے کا کیا ثواب ہے؟ اگر اس کو لوگ جان لیں تو ان دونوں کاموں کے کرنے میں منازعت ہو اور بالآخر قرعہ اندازی سے فیصلہ کرنا پڑے۔

یہ سب روایتیں پہلے آچکی ہیں اور ان سب کا محمل یہ ہے کہ جب استحقاق مساوی ہو تو کسی ایک کو منتخب کرنے کے لئے قرعہ اندازی کی جاسکتی ہے، جیسے چار بھائی ہیں، باپ کی چھوڑی ہوئی زمین مشترک ہے، اب انھوں نے چار مساوی حصے کئے، اب کون شخص کونسا حصہ لے؟ یہ بات قرعہ اندازی سے طے کرنا جائز ہے، رہی یہ بات کہ قرعہ اندازی ملزم ہے یا نہیں؟ اس کی امام بخاری رحمہ اللہ نے باب میں کوئی دلیل ذکر نہیں کی۔

[۳۰-] بَابُ الْقُرْعَةِ فِي الْمُشْكِلَاتِ

[۱-] وَقَوْلِهِ: ﴿إِذْ يُلْقُوْنَ أَقْلاَمَهُمْ أَيُّهُمْ يَكْفُلُ مَرْيَمَ﴾ [آل عمران: ٤٤] وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: اقْتَرَعُوْا، فَجَرَتِ الْأَقْلاَمُ مَعَ الْجِرْيَةِ، وَعَالَ قَلَمُ زَكَرِيَّاءَ الْجِرْيَةَ، فَكَفَلَهَا زَكَرِيَّاءُ.

[۲-] وَقَوْلِهِ: ﴿فَسَاهَمَ﴾: أَقْرَعَ ﴿فَكَانَ مِنَ الْمُدْحَضِيْنَ﴾ [الصافات: ١٤١]: يَعْنِيْ مِنَ الْمَسْهُوْمِيْنَ.

[۳-] وَقَالَ أَبُوْ هُرَيْرَةَ: عَرَضَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم عَلَى قَوْمٍ الْيَمِيْنَ فَأَسْرَعُوْا، فَأَمَرَ أَنْ يُسْهَمَ بَيْنَهُمْ: أَيُّهُمْ يَحْلِفُ؟

[٢٦٨٦-] حدثنا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ، ثَنَا أَبِيْ، ثَنَا الْأَعْمَشُ، ثَنِي الشَّعْبِيُّ، أَنَّـهُ سَمِعَ النُّعْمَانَ

ابْنَ بَشِيْرٍ، يَقُوْلُ: قَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم:" مَثَلُ الْمُدْهِنِ فِيْ حُدُوْدِ اللّٰهِ وَالْوَاقِعِ فِيْهَا، مَثَلُ قَوْمٍ اسْتَهَمُوْا سَفِيْنَةً، فَصَارَ بَعْضُهُمْ فِي أَسْفَلِهَا وَصَارَ بَعْضُهُمْ فِيْ أَعْلَاهَا، فَكَانَ الَّذِيْنَ فِيْ أَسْفَلِهَا يَمُرُّوْنَ بِالْمَاءِ عَلَى الَّذِيْنَ فِي أَعْلَاهَا، فَتَأَذَّوْا بِهِ، فَأَخَذَ فَأْسًا فَجَعَلَ يَنْقُرُ أَسْفَلَ السَّفِيْنَةِ فَأَتَوْهُ، فَقَالُوْا: مَالَكَ؟ قَالَ: تَأَذَّيْتُمْ بِيْ، وَلَا بُدَّ لِيْ مِنَ الْمَاءِ، فَإِنْ أَخَذُوْا عَلَى يَدَيْهِ أَنْجَوْهُ وَنَجَّوْا أَنْفُسَهُمْ، وَإِنْ تَرَكُوْهُ أَهْلَكُوْهُ وَأَهْلَكُوْا أَنْفُسَهُمْ"[راجع: ٢٤٩٣]

[٢٦٨٧-] حدثنا أَبُوْ الْيَمَانِ، أَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، حَدَّثَنِيْ خَارِجَةُ بْنُ زَيْدٍ الْأَنْصَارِيُّ: أَنَّ أُمَّ الْعَلَاءِ- امْرَأَةً مِنْ نِسَائِهِمْ قَدْ بَايَعَتِ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم - أَخْبَرَتْهُ أَنَّ عُثْمَانَ بْنَ مَظْعُوْنٍ طَارَ لَهُ سَهْمُهُ فِي السُّكْنَى، حِيْنَ اقْتَرَعَتِ الْأَنْصَارُ سُكْنَى الْمُهَاجِرِيْنَ، قَالَتْ أُمُّ الْعَلَاءِ: فَسَكَنَ عِنْدَنَا عُثْمَانُ بْنُ مَظْعُوْنٍ، فَاشْتَكَى فَمَرَّضْنَاهُ، حَتَّى إِذَا تُوُفِّيَ وَجَعَلْنَاهُ فِيْ ثِيَابِهِ دَخَلَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، فَقُلْتُ: رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْكَ أَبَا السَّائِبِ، فَشَهَادَتِيْ عَلَيْكَ لَقَدْ أَكْرَمَكَ اللّٰهُ! فَقَالَ لِيَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم:" وَمَا يُدْرِيْكَ أَنَّ اللّٰهَ أَكْرَمَهُ؟" فَقُلْتُ: لَا أَدْرِيْ بِأَبِيْ أَنْتَ وَأُمِّيْ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم:" أَمَّا عُثْمَانُ فَقَدْ جَاءَهُ وَاللّٰهِ الْيَقِيْنُ، وَإِنِّيْ لَأَرْجُوْ لَهُ الْخَيْرَ، وَاللّٰهِ مَا أَدْرِيْ وَأَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ مَا يُفْعَلُ بِهِ" قَالَتْ: فَوَ اللّٰهِ لَا أُزَكِّيْ أَحَدًا بَعْدَهُ أَبَدًا، فَأَحْزَنَنِيْ ذٰلِكَ، قَالَتْ: فَنِمْتُ فَأُرِيْتُ لِعُثْمَانَ عَيْنًا تَجْرِيْ فَجِئْتُ إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم فَأَخْبَرْتُهُ فَقَالَ:" ذٰلِكَ عَمَلُهُ"[راجع: ١٢٤٣]

[٢٦٨٨-] حدثنا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ، أَنَا عَبْدُ اللّٰهِ، أَنَا يُوْنُسُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، أَخْبَرَنِيْ عُرْوَةُ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم إِذَا أَرَادَ سَفَرًا أَقْرَعَ بَيْنَ نِسَائِهِ، فَأَيَّتُهُنَّ خَرَجَ سَهْمُهَا خَرَجَ بِهَا مَعَهُ، وَكَانَ يُقْسِمُ لِكُلِّ امْرَأَةٍ مِنْهُنَّ يَوْمَهَا وَلَيْلَتَهَا، غَيْرَ أَنَّ سَوْدَةَ بِنْتَ زَمْعَةَ وَهَبَتْ يَوْمَهَا وَلَيْلَتَهَا لِعَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم، تَبْتَغِيْ بِذٰلِكَ رَضَا رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم.[راجع: ٢٥٩٣]

[٢٦٨٩-] حدثنا إِسْمَاعِيْلُ، ثَنِيْ مَالِكٌ، عَنْ سُمَيٍّ مَوْلَى أَبِيْ بَكْرٍ، عَنْ أَبِيْ صَالِحٍ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ:" لَوْ يَعْلَمُ النَّاسُ مَا فِي النِّدَاءِ وَالصَّفِّ الْأَوَّلِ، ثُمَّ لَمْ يَجِدُوْا إِلَّا أَنْ يَسْتَهِمُوْا عَلَيْهِ: لَاسْتَهَمُوْا، وَلَوْ يَعْلَمُوْنَ مَا فِي التَّهْجِيْرِ لَاسْتَبَقُوْا إِلَيْهِ، وَلَوْ يَعْلَمُوْنَ مَا فِي الْعَتَمَةِ وَالصُّبْحِ لَأَتَوْهُمَا وَلَوْ حَبْوًا" [راجع: ٦١٥]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتابُ الصُّلحِ

صلح کا بیان

پہلے مختصر چار باتیں جان لیں:

۱- جب لوگوں میں جھگڑا ہوتا ہے تو معاملہ کورٹ میں جاتا ہے اور گواہیوں سے یا منکر کی قسم سے فیصلہ ہوتا ہے، مگر اس سے بہتر یہ ہے کہ لوگوں کے درمیان مصالحت کرادی جائے، جھگڑے کورٹ میں نہ لے جائے جائیں، چنانچہ کتاب الشھادات کے بعد کتاب الصلح لائے، تاکہ اس کی اہمیت واضح ہو۔

۲- مصالحت: مخاصمہ کی ضد ہے، جیسے صلاح: فساد کی ضد ہے۔ اور صلح کے اصطلاحی معنی ہیں: وہ معاملہ جو مدعی اور مدعی علیہ کے درمیان جھگڑا نمٹادے۔

۳- مصالحت کی بہت سی صورتیں ہوسکتی ہیں، حاشیہ میں بطور مثال چند لکھی ہیں، پس چھوٹا بڑا کوئی بھی جھگڑا ہو، پہلی کوشش مصالحت کی ہونی چاہئے۔

۴- قاضی کا فیصلہ ایک طرفہ ہوتا ہے، یا تو مدعی کے حق میں ہوتا ہے یا مدعی علیہ کے حق میں، اور مصالحت میں جانبین کی رعایت ہوتی ہے، اس لئے قاضی کے فیصلے سے بہتر مصالحت ہے۔ سورۃ النساء آیت ۱۲۸ میں ہے: ﴿وَإِنِ امْرَأَةٌ خَافَتْ مِنْ بَعْلِهَا نُشُوْزًا أَوْ إِعْرَاضًا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا أَنْ يُصْلِحَا بَيْنَهُمَا صُلْحًا، وَالصُّلْحُ خَيْرٌ، وَأُحْضِرَتِ الْأَنْفُسُ الشُّحَّ﴾: اور اگر کسی عورت کو اپنے شوہر سے بد دماغی یا لاپرواہی کا ڈر ہو تو دونوں کو اس امر میں کوئی گناہ نہیں کہ دونوں باہم ایک خاص طریقہ پر مصالحت کرلیں، اور یہ صلح بہتر ہے، اور نفوس کا خود غرضی کے ساتھ اقتران ہے، یعنی ہر آدمی کی ایک خواہش اور غرض ہوتی ہے، جب وہ پوری ہوجاتی ہے تو جھگڑا ختم ہوجاتا ہے مثلاً بیوی شوہر کے ساتھ رہنا چاہتی ہے، اور شوہر اس کو گھاس نہیں ڈالتا، پس اگر دونوں مصالحت کرلیں بایں طور کہ عورت شب باشی کے حقوق سے دستبردار ہوجائے اور شوہر اس کو طلاق نہ دے تو ہر ایک کا جزوی طور پر مقصد پورا ہوجاتا ہے، اس لئے صلح کرلینا بہتر ہے، کیونکہ نفوس کا خود غرضی کے ساتھ اقتران ہے، ہر شخص اپنی غرض پیش نظر رکھتا ہے، جیسے مذکورہ صلح میں عورت کی غرض پوری ہوگئی کہ شوہر نے اس کو رکھ لیا، طلاق نہیں دی، اور شوہر کی بھی غرض پوری ہوگئی کہ ساری راتیں اپنی چہیتی کے ساتھ گذارے گا۔

بَابُ مَاجَاءَ فِي الإِصْلَاحِ بَيْنَ النَّاسِ، وَخُرُوْجِ الإِمَامِ إِلٰى الْمَوَاضِعِ، لِيُصْلِحَ بَيْنَ النَّاسِ: بِأَصْحَابِهِ

لوگوں کے درمیان معاملات سنوارنا، اور امیر المؤمنین کا اپنے ساتھیوں کے ساتھ مختلف جگہ جانا تاکہ لوگوں کے درمیان مصالحت کرائے

سورۃ النساء آیت ۱۱۴ میں ہے: ''عام لوگوں کی اکثر سرگوشیوں میں خیر نہیں، مگر جو لوگ ایسے ہیں کہ خیرات کی یا اور کسی نیک کام کی یا لوگوں میں باہم اصلاح کرنے کی ترغیب دیتے ہیں، جو شخص یہ کام کرے گا اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لئے تو ہم اس کو عنقریب اجر عظیم عطا فرمائیں گے''

اس آیت کریمہ سے مصالحت کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے، فرمایا: اکثر سرگوشیاں بے فائدہ ہوتی ہیں، مگر تین سرگوشیوں میں فائدہ ہے، ان میں سے ایک اصلاح بین الناس ہے، اگر کوشش اخلاص سے ہوگی تو اجر عظیم کے مستحق ہونگے، اور یہ اتنا اہم کام ہے کہ خود امیر المؤمنین کو اپنے ساتھیوں کے ساتھ جگہ جگہ جانا چاہئے، جہاں سے بھی خبر ملے کہ لوگوں میں کوئی نزاع پیش آیا ہے تو وہاں جا کر ان کے معاملات کو سنوارنا چاہئے۔

اور باب میں دو حدیثیں ہیں:

پہلی حدیث: پہلے گذری ہے، قباء کے باشندے عمرو بن عوف کی اولاد تھے، ان کے درمیان کوئی نزاع پیش آیا، نبی ﷺ صحابہ کے ساتھ ان کے درمیان مصالحت کے لئے تشریف لے گئے، پھر آگے جو مضمون ہے وہ پہلے (حدیث ۶۸۴ تحفۃ القاری ۲: ۵۴۴) گذر چکا ہے۔

دوسری حدیث: رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی اور حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کے درمیان تو تو میں میں ہوگئی، لوگوں نے نبی ﷺ سے عرض کیا: اگر آپ عبداللہ کے پاس جائیں اور معاملہ نمٹادیں تو بہتر ہوگا، چنانچہ آپؐ گدھے پر سوار ہو کر چلے، صحابہ آپؐ کے ساتھ تھے، عبداللہ جہاں مجلس جمائے بیٹھا تھا وہ شورزمین تھی، ایسی زمین میں جب سواری اور لوگ چلتے ہیں تو مٹی اڑتی ہے، جب آپؐ اس کے پاس پہنچے تو اس نے کہا: پرے ہٹ! بخدا! تیرے گدھے کی بدبو مجھے ستارہی ہے، مجلس میں سے ایک انصاری نے کہا: بخدا! رسول اللہ ﷺ کا گدھا تجھ سے زیادہ خوشبودار ہے، پس عبداللہ کی حمایت میں اس کی قوم کا ایک آدمی بولا اور اس نے پہلے شخص کو گالی دی، پس دونوں میں سے ہر ایک کے لئے اس کے ساتھی غضبناک ہوئے، اور دونوں فریقوں کے درمیان چھڑی، ہاتھوں اور چپلوں کا تبادلہ ہوا، حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: اس واقعہ میں سورۃ الحجرات کی آیت ۹ نازل ہوئی۔

تشریح: یہ واقعہ آیت کا حقیقی شانِ نزول نہیں، احتمالی شانِ نزول ہے، کیونکہ یہاں مؤمنین کی دو جماعتیں نہیں تھیں، ایک مؤمنین کی تھی اور دوسری منافقین کی، مگر منافقین بظاہر مسلمانوں کے روپ میں تھے، اس لئے یہ واقعہ بھی آیت کا شانِ نزول ہوسکتا ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

۵۳- کتابُ الصلح

[۱-] بَابُ مَاجَاءَ فِی الإِصْلاحِ بَیْنَ النَّاسِ

وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰی: ﴿ لَاخَیْرَ فِیْ كَثِیْرٍ مِنْ نَجْوَاهُمْ إِلَّا مَنْ أَمَرَ بِصَدَقَةٍ أَوْ مَعْرُوْفٍ أَوْ إِصْلَاحٍ بَیْنَ النَّاسِ﴾ الآیة [النساء: ۱۱٤]

وَخُرُوْجِ الإِمَامِ إِلَی الْمَوَاضِعِ لِیُصْلِحَ بَیْنَ النَّاسِ بِأَصْحَابِهِ

[۲٦۹۰-] حدثنا سَعِیْدُ بْنُ أَبِیْ مَرْیَمَ، ثَنَا أَبُوْ غَسَّانَ: ثَنِیْ أَبُوْ حَازِمٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ، أَنَّ أُنَاسًا مِنْ بَنِیْ عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ كَانَ بَیْنَهُمْ شَیْءٌ، فَخَرَجَ إِلَیْهِمُ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم فِیْ أُنَاسٍ مِنْ أَصْحَابِهِ یُصْلِحُ بَیْنَهُمْ، فَحَضَرَتِ الصَّلَاةُ وَلَمْ یَأْتِ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم، فَأَذَّنَ بِلَالٌ بِالصَّلَاةِ وَلَمْ یَأْتِ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم، فَجَاءَ إِلٰی أَبِیْ بَكْرٍ، فَقَالَ: إِنَّ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم حُبِسَ، وَقَدْ حَضَرَتِ الصَّلَاةُ، فَهَلْ لَكَ أَنْ تَؤُمَّ النَّاسَ؟ فَقَالَ: نَعَمْ إِنْ شِئْتَ، فَأَقَامَ الصَّلَاةَ فَتَقَدَّمَ أَبُوْ بَكْرٍ، ثُمَّ جَاءَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم یَمْشِیْ فِی الصُّفُوْفِ، حَتّٰی قَامَ فِی الصَّفِّ الْأَوَّلِ، فَأَخَذَ النَّاسُ فِی التَّصْفِیْحِ حَتّٰی أَكْثَرُوْا، وَكَانَ أَبُوْ بَكْرٍ لَا یَكَادُ یَلْتَفِتُ فِی الصَّلَاةِ، فَالْتَفَتَ فَإِذَا هُوَ بِالنَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم وَرَاءَهُ، فَأَشَارَ إِلَیْهِ بِیَدِهِ، فَأَمَرَهُ أَنْ یُصَلِّیَ كَمَا هُوَ، فَرَفَعَ أَبُوْ بَكْرٍ یَدَیْهِ فَحَمِدَ اللّٰهَ ثُمَّ رَجَعَ الْقَهْقَرٰی وَرَاءَهُ حَتّٰی دَخَلَ فِی الصَّفِّ، فَتَقَدَّمَ النَّبِیُّ صلی اللہ علی وسلم فَصَلّٰی بِالنَّاسِ، فَلَمَّا فَرَغَ أَقْبَلَ عَلَی النَّاسِ، فَقَالَ: "یَا أَیُّهَا النَّاسُ إِذَا نَابَكُمْ شَیْءٌ فِیْ صَلَاتِكُمْ أَخَذْتُمْ بِالتَّصْفِیْحِ؟ إِنَّمَا التَّصْفِیْحُ لِلنِّسَاءِ، مَنْ نَابَهُ شَیْءٌ فِیْ صَلَاتِهِ فَلْیَقُلْ: سُبْحَانَ اللّٰهِ، فَإِنَّهُ لَا یَسْمَعُهُ أَحَدٌ إِلَّا الْتَفَتَ، یَا أَبَا بَكْرٍ! مَا مَنَعَكَ حِیْنَ أَشَرْتُ إِلَیْكَ لَمْ تُصَلِّ؟" فَقَالَ: مَاكَانَ یَنْبَغِیْ لِابْنِ أَبِیْ قُحَافَةَ أَنْ یُصَلِّیَ بَیْنَ یَدَیِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم [راجع: ٦۸٤]

[۲٦۹۱-] حدثنا مُسَدَّدٌ، ثَنَا مُعْتَمِرٌ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبِیْ، أَنَّ أَنَسًا قَالَ: قِیْلَ لِلنَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم: لَوْ أَتَیْتَ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ أُبَیٍّ، فَانْطَلَقَ إِلَیْهِ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم، وَرَكِبَ حِمَارًا، فَانْطَلَقَ الْمُسْلِمُوْنَ یَمْشُوْنَ مَعَهُ، وَهِیَ أَرْضٌ سَبِخَةٌ، فَلَمَّا أَتَاهُ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ: إِلَیْكَ عَنِّیْ،

وَاللّٰهِ! لَقَدْ آذَانِیْ نَتْنُ حِمَارِكَ، فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ مِنْهُمْ: وَاللّٰهِ لَحِمَارُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم أَطْیَبُ رِیْحًا مِنْكَ! فَغَضِبَ لِعَبْدِ اللّٰهِ رَجُلٌ مِنْ قَوْمِهِ، فَشَتَمَا، فَغَضِبَ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا أَصْحَابُهُ، فَكَانَ بَیْنَهُمَا ضَرْبٌ بِالْجَرِیْدِ، وَالنِّعَالِ، وَالْأَیْدِیْ، فَبَلَغَنَا أَنَّهَا نَزَلَتْ﴿ وَإِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اقْتَتَلُوْا فَأَصْلِحُوْا بَیْنَهُمَا﴾[الحجرات: ۹]

قَالَ أَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ: هٰذَا مِمَّا انْتَخَبْتُ مِنْ مُسَدَّدٍ قَبْلَ أَنْ یَجْلِسَ وَیُحَدِّثَ.

ترجمہ: امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ان احادیث میں سے ہے جو میں نے منتخب کی ہیں مسدد کی حدیثوں میں سے، ان کے تحدیث کے لئے بیٹھنے سے پہلے یعنی ان کے درس شروع کرنے سے پہلے ان کے مسودات میں سے، میں نے چند احادیث چھانٹی ہیں، ان میں سے یہ حدیث ہے۔

بَابٌ: لَیْسَ الْكَاذِبُ الَّذِیْ یُصْلِحُ بَیْنَ النَّاسِ

جو لوگوں کے درمیان صلح کرائے وہ جھوٹا نہیں

کوئی شخص لوگوں میں مصالحت کرانا چاہتا ہے، پس وہ کوئی غیر واقعی بات کہتا ہے یا منسوب کرتا ہے تو وہ شخص جھوٹا نہیں، مثلاً ایک فریق کے پاس گیا، انھوں نے دوسرے فریق کی برائیاں شروع کردیں اس نے کہا: آپ حضرات برائیاں کررہے ہیں اور وہ تو آپ کے لئے دعا کرتے ہیں، پس وہ ڈھیلے پڑ جائیں گے اور مصالحت کا راستہ ہموار ہوجائے گا۔

حدیث: وہ شخص بڑا جھوٹا نہیں جو لوگوں کے درمیان معاملات کو سنوارتا ہے، پس کوئی بھلی بات منسوب کرتا ہے یا کوئی بھلی بات کہتا ہے۔

تشریح: نَمَا الحدیثَ: کسی کی طرف کوئی بات منسوب کرنا، اور ترمذی میں حدیث ہے کہ جھوٹ جائز نہیں مگر تین باتوں میں: آدمی بیوی کو پٹانے کے لئے کوئی جھوٹی بات کہے، اور جنگ کے موقع پر دھوکہ دینے کے لئے کہے، اور لوگوں کے درمیان معاملات سنوارنے کے لئے کوئی ایسی ویسی بات کہے تو جائز ہے۔

کیا صریح جھوٹ جائز ہے؟

اس میں تھوڑا اختلاف ہے کہ مذکورہ مواقع میں اور اصلاح ذات البین کے لئے صریح جھوٹ بول سکتے ہیں یا نہیں؟ حنفیہ کی رائے یہ ہے کہ صریح جھوٹ بولنا کسی حال میں جائز نہیں، جھوٹ بہرحال جھوٹ ہے، البتہ توریہ کرسکتے ہیں۔ وَرَّی تَوْرِیَةً کے معنی ہیں: بات اس طرح کہنا کہ متکلم کا مقصود کچھ ہو اور سامع کچھ سمجھے، جیسے سفرِ ہجرت میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کسی نے پوچھا: یہ تمہارے ساتھ کون ہے؟ حضرت ابوبکرؓ نے کہا: رَجُلٌ یَهْدِیْنِی السَّبِیْلَ: یہ آدمی مجھے راستہ دکھاتا ہے، حضرت کی مراد دین کا راستہ تھا، اور پوچھنے والا سمجھا کہ یہ ابوبکرؓ کے گائڈ ہیں، اور حنفیہ کے نزدیک: یہ حدیث علی سبیل الفرض

ہے، جیسے حدیث لَاشُؤْمَ إِلَّا فِیْ ثَلَاثٍ اور لَاحَسَدَ إِلَّا فِی اثْنَیْنِ علی سبیل الفرض ہیں۔ البتہ توریہ کرنے میں کوئی اشکال نہیں ،لیکن اگر کسی جگہ توریہ ممکن نہ ہوتو حضرت امام شافعی اور علامہ عینی رحمہما اللہ وغیرہ کے نزدیک صریح جھوٹ بولنا بھی جائز ہے، یعنی اس کا گناہ نہیں ہوگا، وہ محض کذب ہوگا، بولنے والا کذّاب (مہا جھوٹا) نہیں ہوگا، اور کذب کی کیا حقیقت ہے؟ اور توریہ کی کیا مثالیں ہیں؟ یہ باتیں تفصیل سے تحفۃ الالمعی (۵:۲۸۰-۲۸۶) میں ہیں۔

[۲-] بَابٌ: لَیْسَ الْکَاذِبُ الَّذِیْ یُصْلِحُ بَیْنَ النَّاسِ

[۲۶۹۲-] حدثنا عَبْدُ الْعَزِیْزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، ثَنَا إِبْرَاهِیْمُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ صَالِحٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، أَنَّ حُمَیْدَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَخْبَرَهُ، أَنَّ أُمَّهُ أُمَّ کُلْثُوْمٍ بِنْتَ عُقْبَةَ أَخْبَرَتْهُ، أَنَّهَا سَمِعَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیه وسلم یَقُوْلُ: "لَیْسَ الْکَذَّابُ الَّذِیْ یُصْلِحُ بَیْنَ النَّاسِ، فَیَنْمِیْ خَیْرًا أَوْ یَقُوْلُ خَیْرًا"

بَابُ قَوْلِ الإِمَامِ لِأَصْحَابِهِ: اذْهَبُوْا بِنَا نُصْلِحْ

امیر المؤمنین کا ساتھیوں سے کہنا: چلو مصالحت کرائیں

لوگوں میں مصالحت کرانا اتنا اہم کام ہے کہ خود امیر المؤمنین کو چل کر جھگڑا نمٹانا چاہئے ،قباء والوں میں جھگڑا ہوا، یہاں تک کہ سنگ باری کی نوبت آئی، نبی ﷺ کو اس کی اطلاع ہوئی تو آپؐ نے صحابہ سے فرمایا: چلو ان کے درمیان مصالحت کرائیں، چنانچہ آپؐ تشریف لے گئے اور ان میں مصالحت کرادی، اور نصلح: مرفوع اور مجزوم دونوں طرح ہوسکتا ہے۔ مرفوع ہونے کی صورت میں نحن مبتداء پوشیدہ ہوگا، اور مجزوم ہونے کی صورت میں جواب امر ہوگا۔

[۳-] بَابُ قَوْلِ الإِمَامِ لِأَصْحَابِهِ: اذْهَبُوْا بِنَا نُصْلِحْ

[۲۶۹۳-] حدثنا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدُ اللّٰهِ، ثَنَا عَبْدُ الْعَزِیْزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْأُوَیْسِیُّ، وَإِسْحَاقُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْفَرْوِیُّ، قَالاَ: ثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، عَنْ أَبِیْ حَازِمٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ: أَنَّ أَهْلَ قُبَاءٍ اقْتَتَلُوْا حَتّٰی تَرَامَوْا بِالْحِجَارَةِ،فَأُخْبِرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیه وسلم بِذٰلِکَ،فَقَالَ: "اذْهَبُوْا بِنَا نُصْلِحْ بَیْنَهُمْ"[راجع: ۶۸۴]

بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ: ﴿أَنْ یَّصَّالَحَا بَیْنَهُمَا صُلْحًا، وَالصُّلْحُ خَیْرٌ﴾

زوجین آپس میں صلح کرلیں تو بہتر ہے!

یَصَّالَحَا ایک قراءت ہے، اس کی اصل یتصالَحا ہے، تاء کو صاد سے بدل کر ادغام کیا ہے، ہماری قراءت أَنْ یُصْلِحَا ہے، دونوں کے ایک معنی ہیں: زوجین میں نزاع ہو، بیوی بڑی عمر کی ہوگئی ہو، یا کالی کلوٹی ہو، اس لئے شوہر اس کو ناپسند کرتا

ہے، وہ اس کو چھوڑنا چاہتا ہے، بیوی کہتی ہے: مجھے رکھے رہو میں اپنی باری سے دوسری بیوی کے حق میں دستبردار ہوتی ہوں، اور شوہر اس کی بات مان لے، تو اس طرح صلح جائز ہے، رہی یہ بات کہ اس کا نفقہ شوہر کے ذمہ رہے گا یا نہیں؟ تو یہ چیز بھی باہمی رضامندی پر موقوف ہے، بیوی نفقہ سے بھی دستبردار ہوسکتی ہے۔ پھر اگر بیوی نفقہ سے دستبردار ہوگئی تو بعد میں نفقہ کا مطالبہ کرسکتی ہے یا نہیں؟ اس میں اختلاف ہے، میری ناقص رائے یہ ہے کہ نفقہ کا مطالبہ کرسکتی ہے، کیونکہ نفقہ سے دست برداری درست نہیں، بیوی کو پالنا پوسنا شوہر کی ذمہ داری ہے۔ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا اپنی باری سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حق میں دستبردار ہوگئی تھیں، ان کا نفقہ آخر تک نبی ﷺ دیتے رہے۔ اور حدیث وہی ہے جو پہلے گذری ہے کہ سورۃ النساء کی آیت ۱۲۸ ازوجین کی مصالحت کے بارے میں نازل ہوئی ہے، اور اس کی تفسیر ابھی کتاب الصلح کے شروع میں گذر گئی ہے۔

[٤-] بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ: ﴿أَنْ يَّصَّالَحَا بَيْنَهُمَا صُلْحًا، وَالصُّلْحُ خَيْرٌ﴾

[٢٦٩٤-] حدثنا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ، ثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ عَائِشَةَ: ﴿وَإِنِ امْرَأَةٌ خَافَتْ مِنْ بَعْلِهَا نُشُوْزًا أَوْ إِعْرَاضًا﴾ [النساء: ١٢٨] قَالَتْ: هُوَ الرَّجُلُ يَرٰى مِنِ امْرَأَتِهٖ مَالاَ يُعْجِبُهُ كِبَرًا أَوْ غَيْرَهُ، فَيُرِيْدُ فِرَاقَهَا، فَتَقُوْلُ: أَمْسِكْنِيْ، وَاقْسِمْ لِيْ مَا شِئْتَ، قَالَتْ: لاَ بَأْسَ إِذَا تَرَاضَيَا.
[راجع: ٢٤٥٠]

قوله: اقْسِمْ لِيْ مَا شِئْتَ: تقسیم کریں آپ میرے لئے جو چاہیں یعنی میں شب باشی کے حق سے دستبردار ہوتی ہوں، آپ چاہیں تو میرے یہاں آئیں اور چاہیں تو نہ آئیں، رات گذارنے کے حق سے میں دستبردار ہوتی ہوں۔

بَابٌ: إِذَا اصْطَلَحُوْا عَلٰى صُلْحِ جَوْرٍ فَهُوَ مَرْدُوْدٌ

جو صلح شریعت کے خلاف ہو وہ مردود ہے

ترمذی شریف میں حدیث ہے: الْمُسْلِمُوْنَ عَلٰى شُرُوْطِهِمْ، إِلاَّ شَرْطًا أَحَلَّ حَرَامًا أَوْ حَرَّمَ حَلاَلاً: مسلمان آپسی معاملات میں جو چاہیں دفعات طے کریں، البتہ کوئی ایسی دفعہ جو حرام کو حلال یا حلال کو حرام کرے: طے کرنا جائز نہیں، پس اگر فریقین میں کوئی ایسی مصالحت ہوئی جو شریعت کے خلاف ہے تو اس کا اعتبار نہیں۔

اور باب کی حدیث میں یہ واقعہ ہے کہ ایک شخص کا جوان لڑکا دوسرے کے یہاں نوکر تھا، نوکر کے مالک کی بیوی سے ناجائز تعلقات ہوگئے، جب زنا پکڑا گیا تو لڑکے کے باپ کو فکر ہوئی کہ اگر مقدمہ حضور ﷺ کی خدمت میں جائے گا تو دونوں سنگسار کردیئے جائیں گے، چنانچہ لڑکے کے باپ نے عورت کے شوہر سے کہا: معاملہ دبا دے اور سو بکریاں اور ایک

غلام لے لے، چنانچہ ایسا ہی کیا گیا، پھر لڑکے کے باپ کو کسی نے مسئلہ بتایا کہ اس کی بیوی سنگسار کی جاتی کیونکہ وہ شادی شدہ ہے، اور تیرا لڑکا کنوارا ہے اس کو سو کوڑے لگتے، اب لڑکے کے باپ نے شوہر سے کہا: میری بکریاں اور غلام واپس لا، اور مقدمہ لے کر حضور ﷺ کے پاس چل، دونوں نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، لڑکے کے باپ نے پورا واقعہ تفصیل سے سنایا، آپؐ نے فرمایا: میں تمہارے درمیان قرآن (شریعت) کے مطابق فیصلہ کروں گا، سو بکریاں اور غلام پر جو صلح ہوئی ہے وہ مردود ہے، اور شوہر سے کہا: وہ بکریاں اور غلام واپس کرو، پھر لڑکے کو سو کوڑے مارے اور ایک سال کے لئے جلا وطن کیا، اور حضرت اُنیس رضی اللہ عنہ سے فرمایا: شوہر کے گاؤں میں جاؤ اور اس کی بیوی سے پوچھو، اگر وہ اقرار کرے تو اسے سنگسار کردو، چنانچہ وہ گئے، اس نے اقرار کیا اور وہ سنگسار کی گئی۔

دوسری حدیث: ایک ضابطہ کلیہ ہے، اور یہ حدیث اسی جگہ آئی ہے، نبی ﷺ نے فرمایا: مَنْ أَحْدَثَ فِی أَمْرِنَا هٰذَا مَالَیْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ: جو ہمارے اس دین میں کوئی نئی بات نکالے جس کی دین میں کوئی اصل نہ ہو تو وہ بات مردود ہے۔ حدیث میں رَدٌّ (مصدر) اسم مفعول مَرْدُوْدٌ کے معنی میں ہے، جیسے: هٰذَا خَلْقُ اللّٰهِ میں خَلْق (مصدر) مَخْلُوْقٌ کے معنی میں ہے۔

یہ ایک قاعدہ کلیہ ہے، مصالحت بھی اس کے ضمن میں آتی ہے، اگر کوئی بات مصالحت میں خلافِ شرع طے کی گئی تو وہ مردود ہے، اسی طرح ملک کا قانون بنایا گیا یا کسی ادارہ یا انجمن کا دستور بنایا گیا اور اس میں کوئی دفعہ شریعت کے خلاف رکھی گئی تو وہ مردود ہے، دین: صرف وہ باتیں ہیں جو بعینہٖ قرآن وحدیث سے ثابت ہیں، یا ان کی اصل (جڑ) قرآن وحدیث میں موجود ہے، جیسے کعبہ شریف کا حج: بعینہٖ ثابت ہے اور آج کل جو مدارس کا سلسلہ ہے وہ بعینہٖ ثابت نہیں، مگر اس کی اصل صفہ کا مدرسہ ہے، پس زمانہ اور جگہ کے اختلاف سے مدارس کا نقشہ اور نصابِ تعلیم وغیرہ مختلف ہو سکتے ہیں، یہ بے اصل نہیں، جو چیزیں محض بے اصل ہیں جیسے مروجہ میلاد النبی: یہ بدعت ہے کیونکہ نبی ﷺ نے اور صحابہ کرامؓ نے اور سلف نے ولادت نبوی کا جشن نہیں منایا، یہ بات پانچویں صدی میں اربل کے بادشاہ نے شروع کی ہے، پس وہ بے اصل اور بدعت ہے۔

[۵-] بَابٌ: إِذَا اصْطَلَحُوْا عَلٰی صُلْحِ جَوْرٍ فَهُوَ مَرْدُوْدٌ

[۲۶۹۵و۲۶۹۶-] حدثنا آدَمُ، ثَنَا ابْنُ أَبِیْ ذِئْبٍ، ثنا الزُّهْرِیُّ، عَنْ عُبَیْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ، وَزَیْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِیِّ، قَالَا: جَاءَ أَعْرَابِیٌّ، فَقَالَ: یَارَسُوْلَ اللّٰهِ! اقْضِ بَیْنَنَا بِکِتَابِ اللّٰهِ، فَقَامَ خَصْمُهُ فَقَالَ: صَدَقَ، فَاقْضِ بَیْنَنَا بِکِتَابِ اللّٰهِ، فَقَالَ الْأَعْرَابِیُّ: إِنَّ ابْنِیْ کَانَ عَسِیْفًا عَلٰی هٰذَا فَزَنٰی بِامْرَأَتِهِ، فَقَالُوْا لِیْ: عَلَی ابْنِكَ الرَّجْمُ، فَفَدَیْتُ ابْنِیْ مِنْهُ بِمِائَةٍ مِنَ الْغَنَمِ وَوَلِیْدَةٍ، ثُمَّ سَأَلْتُ أَهْلَ الْعِلْمِ فَقَالُوْا: إِنَّمَا عَلَی ابْنِكَ جَلْدُ مِائَةٍ وَتَغْرِیْبُ عَامٍ، فَقَالَ النَّبِیُّ صلی الله علیه وسلم: " لَأَقْضِیَنَّ بَیْنَکُمَا

بِكِتَابِ اللّٰهِ، أَمَّا الْوَلِيْدَةُ وَالْغَنَمُ فَرَدٌّ عَلَيْكَ، وَعَلٰى ابْنِكَ جَلْدُ مِائَةٍ وَتَغْرِيْبُ عَامٍ. وَأَمَّا أَنْتَ يَا أُنَيْسُ -لِرَجُلٍ- فَاغْدُ عَلٰى امْرَأَةِ هٰذَا فَارْجُمْهَا" فَغَدَا عَلَيْهَا أُنَيْسٌ فَرَجَمَهَا.[راجع: ٢٣١٤، ٢٣١٥]

[٢٦٩٧-] حدثنا يَعْقُوْبُ بْنُ مُحَمَّدٍ، ثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: قَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم:" مَنْ أَحْدَثَ فِيْ أَمْرِنَا هٰذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ" رَوَاهُ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ جَعْفَرٍ الْمَخْرَمِيُّ، وَعَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَبِيْ عَوْنٍ، عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيْمَ.

بَابٌ: كَيْفَ يُكْتَبُ: هٰذَا مَا صَالَحَ فُلَانُ بْنُ فُلَانٍ وَفُلَانُ بْنُ فُلَانٍ، وَإِنْ لَمْ يَنْسُبْهُ إِلٰى قَبِيْلَتِهِ أَوْ نَسَبِهِ

اگر صلح نامہ میں فریقین کے نام اور ولدیت لکھ دی جائے تو کافی ہے، نسبت لکھنی ضروری نہیں

صلح نامہ میں فریقین کے نام اس طرح لکھنے چاہئیں کہ پورا تعارف ہوجائے، اسی طرح دستاویزات اور سرکاری کاغذات میں بھی پورے تعارف کے ساتھ نام لکھنے چاہئیں، بعض عرب ملکوں میں مثّلث نام کا قانون ہے یعنی اپنا، باپ کا اور دادا کا نام لکھنا ضروری ہے، لیکن اگر اتنے سے بھی مکمل تعارف نہ ہوتو نسب اور نسبت لکھنا بھی ضروری ہے، اور کوئی عرف ہوتو وہ بھی لکھا جائے۔

اور باب میں حدیبیہ میں جو صلح نامہ لکھا گیا تھا اس کی روایتیں ہیں، اس میں لکھا گیا تھا: هٰذَا مَاقَاضَى مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰهِ: ابھی اتنا ہی لکھنے پائے تھے کہ مشرکین نے اعتراض کردیا کہ ہم آپ کو رسول نہیں مانتے، اگر ہم آپ کو رسول مانتے تو کعبہ شریف سے نہ روکتے، آپ اپنا اور اپنے والد کا نام لکھیں، نبی ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا جو صلح نامہ لکھ رہے تھے کہ رسول اللہ مٹادو، حضرت علیؓ نے انکار کیا، پس نبی ﷺ نے خود مٹایا اور اس کی جگہ محمد بن عبداللہ لکھا گیا۔ اس واقعہ میں محمد رسول اللہ بھی تعارف کے لئے کافی تھا اور محمد بن عبداللہ بھی، اس لئے آپؐ نے اپنا نسب اور نسبت نہیں لکھی۔

اور اس صلح میں تین باتیں تھیں:

۱- اس سال مسلمان واپس جائیں، اگلے سال عمرہ کے لئے آئیں اور ہتھیاروں کا مظاہرہ نہ کریں، ہتھیار خُرجی میں ہوں۔

۲- مکہ سے کسی کو ساتھ نہ لے جائیں، اور کوئی مسلمان مکہ میں رہنا چاہے تو اس کو نہ روکیں۔

۳- مکہ سے جو شخص مسلمان ہوکر مدینہ چلا جائے اس کو واپس کیا جائے اور مدینہ سے جو مسلمان مرتد ہوکر مکہ آجائے اس کو واپس نہیں کیا جائے گا۔

علاوہ ازیں باب کی دوسری حدیث میں یہ واقعہ بھی ہے کہ جب اگلے سال مسلمان عمرے کے لئے گئے اور تین دن کے

بعد واپسی ہوئی تو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی لڑکی چچا! چچا! کہتی ہوئی نبی ﷺ کے پیچھے چلی (آپؐ اور حضرت حمزہؓ رضاعی بھائی تھے) آپؐ نے اس کو نہیں دیکھا، مگر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کو دیکھ لیا اور لے لیا، پھر اس لڑکی کی پرورش کے سلسلہ میں تین دعوے دار کھڑے ہوئے: حضرات علی، زید بن حارثہ اور جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہم، حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے تھے: پرورش کا میرا حق زیادہ ہے، کیونکہ یہ میری چچازاد بہن ہے، حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے کہا: میری بھی چچازاد بہن ہے اور اس کی خالہ میرے نکاح میں ہے اور حضرت زید رضی اللہ عنہ نے کہا: میری بھتیجی ہے (نبی ﷺ نے زیدؓ اور حضرت حمزہؓ کے درمیان مواخات کرائی تھی) پس نبی ﷺ نے خالہ کے لئے فیصلہ کیا، اور فرمایا: خالہ ماں سی (ماں جیسی) ہے، پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: تم میرے مزاج کے ہو، اور میں تمہارے مزاج کا ہوں۔ اور حضرت جعفر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: تمہارا حلیہ اور تمہارے اخلاق میرے مشابہ ہیں اور حضرت زید رضی اللہ عنہ سے فرمایا: تم ہمارے بھائی اور ہمارے آزاد کردہ ہو۔

سوال (۱): جب نبی ﷺ نے حکم دیا تھا کہ 'رسول اللہ' مٹادو تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کیوں نہیں مٹایا؟ قاعدہ ہے: **اَلْأَمْرُ فَوْقَ الْأَدَبِ**: پس ان کو مٹانا چاہئے تھا؟

جواب: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے غلبۂ حال میں انکار کیا تھا، حدیبیہ کا صلح نامہ ایسے ماحول میں لکھا گیا تھا کہ ہر صحابی پریشان تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ تو بے قابو ہو گئے تھے، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ان کو سنبھالا تھا، حضرت علیؓ پر بھی غم کا پہاڑ ٹوٹا ہوا تھا کہ ہم کیسی صلح کر رہے ہیں! مگر مجبور تھے، اس لئے کہ نبی ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے عہد کیا تھا کہ مکہ والے جو بھی بات مجھ سے منوانا چاہیں گے، جس میں حرم کا احترام ملحوظ ہوگا تو میں وہ بات مان لوں گا، چاہے میری مونچھ نیچی ہو جائے، اور غلبۂ حال میں جو کام کیا جاتا ہے اس پر احکام مرتب نہیں ہوتے۔ علاوہ ازیں اس انکار سے مشرکین کے سامنے صحابہ کی گرویدگی کا نقشہ آ گیا کہ وہ کسی حال میں لفظ رسول اللہ مٹانے کے لئے تیار نہیں، معلوم ہوا کہ آپؐ سچے رسول ہیں۔

سوال (۲): حدیث میں ہے کہ نبی ﷺ نے خود محمد بن عبداللہ لکھا، حالانکہ آپؐ امی تھے، پھر کیسے لکھا؟

جواب: لفظ رسول اللہ آپؐ نے مٹایا تھا اور اس کی جگہ 'بن عبداللہ' لکھنے والے نے لکھا تھا، اور اسناد مجازی ہے۔

[٦-] بَابٌ: كَيْفَ يُكْتَبُ: هٰذَا مَا صَالَحَ فُلَانُ بْنُ فُلَانٍ وَفُلَانُ بْنُ فُلَانٍ، وَإِنْ لَمْ يَنْسُبْهُ إِلٰى قَبِيْلَتِهِ أَوْ نَسَبِهِ

[٢٦٩٨-] حدثنا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، ثَنَا غُنْدَرٌ، ثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ أَبِيْ إِسْحَاقَ، قَالَ: سَمِعْتُ الْبَرَاءَ بْنَ عَازِبٍ، قَالَ: لَمَّا صَالَحَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم أَهْلَ الْحُدَيْبِيَةِ، كَتَبَ عَلِيٌّ بَيْنَهُمْ كِتَابًا، فَكَتَبَ: مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰهِ، فَقَالَ الْمُشْرِكُوْنَ: لَا تَكْتُبْ: مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰهِ، لَوْ كُنْتَ رَسُوْلًا لَمْ

نُقَاتِلْكَ. فَقَالَ لِعَلِيٍّ:" امْحُهُ" قَالَ عَلِيٌّ: مَا أَنَا بِالَّذِيْ أَمْحَاهُ، فَمَحَاهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم بِيَدِهِ، وَصَالَحَهُمْ عَلٰى أَنْ يَدْخُلَ هُوَ وَأَصْحَابُهُ ثَلاَ ثَةَ أَيَّامٍ،وَلاَ يَدْخُلُوْهَا إِلَّا بِجُلُبَّانِ السِّلاَحِ، فَسَأَلُوْهُ: مَا جُلُبَّانُ السِّلاَحِ؟ فَقَالَ: الْقِرَابُ بِمَا فِيْهِ.[راجع: ١٧٨١]

[٢٦٩٩-] حدثنا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوْسَى، عَنْ إِسْرَائِيْلَ، عَنْ أَبِيْ إِسْحَاقَ، عَنِ الْبَرَاءِ، قَالَ: اعْتَمَرَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم فِيْ ذِي الْقَعْدَةِ، فَأَبىٰ أَهْلُ مَكَّةَ أَنْ يَدَعُوْهُ يَدْخُلُ مَكَّةَ، حَتَّى قَاضَاهُمْ عَلٰى أَنْ يُقِيْمَ بِهَا ثَلاَ ثَةَ أَيَّامٍ، فَلَمَّا كَتَبُوْا الْكِتَابَ كَتَبُوْا: هٰذَا مَا قَاضَى عَلَيْهِ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰهِ، فَقَالُوْا: لاَ نُقِرُّ بِهَا، فَلَوْ نَعْلَمُ أَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ مَا مَنَعْنَاكَ، لٰكِنْ أَنْتَ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ:" أَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ، وَأَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ" ثُمَّ قَالَ لِعَلِيٍّ:" امْحُ: رَسُوْلُ اللّٰهِ' قَالَ: لاَ، وَاللّٰهِ لاَ أَمْحُوْكَ أَبَدًا.فَأَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم الْكِتَابَ، فَكَتَبَ:" هٰذَا مَاقَاضَى عَلَيْهِ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ: لاَ يَدْخُلُ مَكَّةَ بِسِلاَحٍ إِلَّا فِيْ الْقِرَابِ، وَأَنْ لاَ يَخْرُجَ مِنْ أَهْلِهَا بِأَحَدٍ إِنْ أَرَادَ أَنْ يَتَّبِعَهُ، وَأَنْ لاَ يَمْنَعَ أَحَدًا مِنْ أَصْحَابِهِ أَرَادَ أَنْ يُقِيْمَ بِهَا، فَلَمَّا دَخَلَهَا وَمَضَى الْأَجَلُ أَتَوْا عَلِيًّا، فَقَالُوْا: قُلْ لِصَاحِبِكَ: اخْرُجْ عَنَّا فَقَدْ مَضَى الْأَجَلُ، فَخَرَجَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم فَتَبِعَهُمْ ابْنَةُ حَمْزَةَ: يَا عَمِّ! يَا عَمِّ! فَتَنَاوَلَهَا عَلِيٌّ، فَأَخَذَ بِيَدِهَا، وَقَالَ لِفَاطِمَةَ: دُوْنَكِ ابْنَةَ عَمِّكِ، حَمَلَتْهَا، فَاخْتَصَمَ فِيْهَا عَلِيٌّ وَزَيْدٌ وَجَعْفَرٌ، فَقَالَ عَلِيٌّ: أَنَا أَحَقُّ بِهَا وَهِيَ بِنْتُ عَمِّيْ. وَقَالَ جَعْفَرٌ: بِنْتُ عَمِّيْ وَخَالَتُهَا تَحْتِيْ، وَقَالَ زَيْدٌ: بِنْتُ أَخِيْ، فَقَضَى بِهَا النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم لِخَالَتِهَا، وَقَالَ:" الْخَالَةُ بِمَنْزِلَةِ الْأُمِّ" وَقَالَ لِعَلِيٍّ:" أَنْتَ مِنِّيْ وَأَنَا مِنْكَ" وَقَالَ لِجَعْفَرٍ:" أَشْبَهْتَ خَلْقِيْ وَخُلُقِيْ" وَقَالَ لِزَيْدٍ:" أَنْتَ أَخُوْنَا وَمَوْلاَنَا"[راجع: ١٧٨١]

لغت: جُلُبَّان کے معنی ہیں: خرجی، چمڑے کا وہ تھیلہ جس میں مسافر کا سامان رہتا ہے، اور اس کو کجاوے کے ساتھ لٹکا دیتے ہیں، اس کی اصل جُلُبَّ ہے، اس میں الف نون زائدتان لگائے تو جُلُبَّان ہوگیا۔ طالب علموں نے حضرت براء رضی اللہ عنہ سے پوچھا: جُلُبَّان کیا ہے؟ حضرت براءؓ نے کہا: توشہ دان مع ان چیزوں کے جو اس میں ہیں۔

بَابُ الصُّلْحِ مَعَ الْمُشْرِكِيْنَ

غیر مسلموں کے ساتھ مصالحت

غیر مسلموں کے ساتھ مصالحت ہوسکتی ہے، نبی ﷺ نے حدیبیہ میں مشرکین مکہ کے ساتھ دس سالہ ناجنگ معاہدہ کیا تھا، اس سے غیر مسلموں کے ساتھ مصالحت کا جواز ثابت ہوتا ہے۔

اور باب میں چند حدیثوں کے حوالے ہیں:

۱-ابوسفیانؓ کی روایت پہلے (حدیث ۷) گذری ہے، اس میں ابوسفیانؓ نے ہرقل سے کہا تھا: وَنَحْنُ مِنْهُ فِيْ مُدَّةٍ: ہماری اور اُن کی آج کل صلح چل رہی ہے۔

۲-حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت آگے (حدیث ۳۱۷۶) آرہی ہے، یہ ملاحم کی روایت کا ایک ٹکڑا ہے، قیامت سے پہلے مسلمانوں اور غیر مسلموں میں بڑی بڑی جنگیں ہونگی، جن میں کشتوں کے پشتے لگ جائیں گے، ان میں سے ایک روایت کا ٹکڑا یہ ہے کہ مسلمان اور رومیوں میں مصالحت ہوگی۔ معلوم ہوا کہ غیر مسلموں کے ساتھ مصالحت جائز ہے۔

۳-حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ کی روایت آگے (حدیث ۳۱۸۱) آرہی ہے، اس میں صلح حدیبیہ کا ذکر ہے۔

۴-حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما کی روایت سے مراد شاید وہ روایت ہے جس میں آیا ہے کہ ان کی والدہ جو مشرک تھیں، اپنی بیٹی کے پاس امید لے کر آئی تھی، یہ صلح حدیبیہ کے بعد کا واقعہ ہے۔

۵-حضرت مسور رضی اللہ عنہ نے صلح حدیبیہ کا لمبا واقعہ روایت کیا ہے جو پہلے آچکا ہے۔

اور باب کی پہلی دو حدیثوں میں صلح حدیبیہ کا واقعہ ہے اور آخری حدیث میں عبداللہ بن سہلؓ کے قتل کا واقعہ ہے جو آگے (حدیث ۳۱۷۳) آرہا ہے، اس میں ہے: وَهُوَ يَوْمَئِذٍ صُلْحٌ: یہ اس زمانہ کا واقعہ ہے جب نبی ﷺ نے یہود کے ساتھ صلح کی تھی، اور یہودیوں کو خیبر کی زمینوں پر مزارع کی حیثیت سے برقرار رکھا تھا۔

[۷-] بَابُ الصُّلْحِ مَعَ الْمُشْرِكِيْنَ

[۱-] فِيْهِ عَنْ أَبِيْ سُفْيَانَ.

[۲-] وَقَالَ عَوْفُ بْنُ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم: " ثُمَّ تَكُوْنُ هُدْنَةٌ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ بَنِي الْأَصْفَرِ "

[۳-] وَفِيْهِ سَهْلُ بْنُ حُنَيْفٍ.

[٤-] وَأَسْمَاءُ.

[٥-] وَالْمِسْوَرُ عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم.

[۲۷۰۰-] وَقَالَ مُوْسَى بْنُ مَسْعُوْدٍ، ثَنَا سُفْيَانُ بْنُ سَعِيْدٍ، عَنْ أَبِيْ إِسْحَاقَ، عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ، قَالَ: صَالَحَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم الْمُشْرِكِيْنَ يَوْمَ الْحُدَيْبِيَةِ عَلَى ثَلاَثَةِ أَشْيَاءَ: عَلَى أَنَّ مَنْ أَتَاهُ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ رَدَّهُ إِلَيْهِمْ، وَمَنْ أَتَاهُمْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ لَمْ يَرُدُّوْهُ، وَعَلَى أَنْ يَدْخُلَهَا مِنْ قَابِلٍ، وَيُقِيْمَ بِهَا ثَلاَثَةَ أَيَّامٍ، وَلاَ يَدْخُلُهَا إِلَّا بِجُلُبَّانِ السِّلَاحِ: السَّيْفِ وَالْقَوْسِ وَنَحْوِهِ، فَجَاءَ أَبُوْ جَنْدَلٍ يَحْجُلُ فِيْ قُيُوْدِهِ فَرَدَّهُ إِلَيْهِمْ. [راجع: ۱۷۸۱]

قَالَ أَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ: لَمْ يَذْكُرْ مُؤَمَّلٌ، عَنْ سُفْيَانَ: أَبَا جَنْدَلٍ، وَقَالَ: إِلَّا بِجُلُبِّ السِّلَاحِ.

[۲۷۰۱-] حدثنا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ، ثَنَا سُرَيْجُ بْنُ النُّعْمَانِ، ثَنَا فُلَيْحٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم خَرَجَ مُعْتَمِرًا، فَحَالَ كُفَّارُ قُرَيْشٍ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْبَيْتِ، فَنَحَرَ هَدْيَهُ وَحَلَقَ رَأْسَهُ بِالْحُدَيْبِيَةِ، وَقَاضَاهُمْ عَلٰى أَنْ يَعْتَمِرَ الْعَامَ الْمُقْبِلَ، وَلاَ يَحْمِلَ سِلاَحًا عَلَيْهِمْ إِلَّا سُيُوْفًا، وَلاَ يُقِيْمَ بِهَا إِلَّا مَا أَحَبُّوْا، فَاعْتَمَرَ مِنَ الْعَامِ الْمُقْبِلِ، فَدَخَلَهَا كَمَا كَانَ صَالَحَهُمْ، فَلَمَّا أَقَامَ بِهَا ثَلاَ ثًا أَمَرُوْا أَنْ يَخْرُجَ فَخَرَجَ. [انظر: ۴۲۵۲]

[۲۷۰۲-] حدثنا مُسَدَّدٌ، ثَنَا بِشْرٌ، ثَنَا يَحْيٰى، عَنْ بُشَيْرِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ أَبِيْ حَثْمَةَ، قَالَ: انْطَلَقَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَهْلٍ، وَمُحَيِّصَةُ بْنُ مَسْعُوْدِ بْنِ زَيْدٍ إِلٰى خَيْبَرَ، وَهِيَ يَوْمَئِذٍ صُلْحٌ.

[انظر: ۳۱۷۳، ۶۱۴۳، ۶۸۹۸، ۷۱۹۲]

بَابُ الصُّلْحِ فِي الدِّيَةِ

دیت پر مصالحت

کوئی کسی کو قتل کرے عمداً یا خطاءً تو خطاء میں تو دیت ہی واجب ہے، اور عمداً قتل کرنے میں قصاص واجب ہے، لیکن اگر قاتل اور مقتول کے ورثاء دیت پر مصالحت کرلیں تو جائز ہے، کیونکہ قصاص: حدود میں سے نہیں ہے، حدود صرف چار ہیں: حدِ زنا، حدِ سرقہ، حدِ قذف اور حدِ شرب، قصاص حدود میں شامل نہیں ہے، اس لئے فریقین راضی ہوجائیں اور قصاص چھوڑ دیں اور دیت قبول کرلیں تو ایسی مصالحت درست ہے۔

حدیث: یہ دسویں ثلاثی حدیث ہے، خادم رسول حضرت انس رضی اللہ عنہ کی پھوپھی رُبَیِّعؓ نے ایک جوان لڑکی کا سامنے کا دانت توڑ دیا، ربیع کے خاندان والوں نے لڑکی کے ورثاء سے کہا: قصاص معاف کردو اور دیت لے لو، انھوں نے انکار کیا، پس فریقین نبی ﷺ کے پاس گئے، آپؐ نے قصاص کا فیصلہ کیا۔ ربیع کے بھائی حضرت انس بن النضرؓ نے کہا: یارسول اللہ! میری بہن کا دانت توڑا جائے گا؟ ایسا نہیں ہوسکتا؟ قسم ہے اس ذات کی جس نے آپؐ کو دینِ حق کے ساتھ بھیجا ہے! ربیعؓ کا دانت ہرگز نہیں توڑا جائے گا، نبی ﷺ نے فرمایا: انس! قرآن کا حکم قصاص کا ہے! پھر لڑکی کے ورثاء راضی ہوگئے، قصاص معاف کردیا اور دیت لے لی، اس موقع پر نبی ﷺ نے فرمایا: اللہ کے کچھ بندے ایسے ہیں کہ اگر وہ اللہ کے سامنے اڑ جائیں اور قسم کھالیں تو اللہ تعالیٰ ان کی قسم کو ضرور نیک بنائیں! حمید طویل کے شاگرد معاویہ فزاری کی روایت میں دیت قبول کرنے کا ذکر ہے، محمد انصاری کی روایت میں اس کا ذکر نہیں۔

تشریح: اللہ تعالیٰ کے کچھ بندے ایسے ہوتے ہیں جن کا اللہ کے یہاں خاص مقام ہوتا ہے، اگر وہ اللہ کے سامنے اڑ جائیں اور قسم کھالیں تو اللہ تعالیٰ ان کی لاج رکھ لیتے ہیں۔ علامہ اقبال رحمہ اللہ نے اس مضمون کو اس طرح باندھا ہے، شعر:

خودی کو کر اتنا بلند کہ ہر تقدیر سے پہلے ❁ خدا خود بندے سے پوچھے: بتا تیری رضا کیا ہے

حضرت انس بن النضر رضی اللہ عنہ ایسے ہی اللہ کے مقبول بندے تھے، جنگ احد میں اسّی سے زیادہ زخم کھا کر شہید ہوئے، انھوں نے ناز سے کہا: میری بہن کا دانت نہیں ٹوٹے گا! یہ بات سن کر دوسرے فریق کے دل نرم پڑ گئے، انھوں نے قصاص معاف کر دیا اور دیت لینے پر راضی ہو گئے۔

[۸-] بَابُ الصُّلْحِ فِی الدِّیَةِ

[۲۷۰۳-] حدثنا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْأَنْصَارِیُّ، ثَنِیْ حُمَیْدٌ، أَنَّ أَنَسًا حَدَّثَهُمْ: أَنَّ الرُّبَیِّعَ وَهِیَ بِنْتُ النَّضْرِ كَسَرَتْ ثَنِیَّةَ جَارِیَةٍ، فَطَلَبُوْا الْأَرْشَ وَطَلَبُوْا الْعَفْوَ فَأَبَوْا، فَأَتَوُا النَّبِیَّ صلی اللہ علیه وسلم، فَأَمَرَهُمْ بِالْقِصَاصِ، فَقَالَ أَنَسُ بْنُ النَّضْرِ: أَتُكْسَرُ ثَنِیَّةُ الرُّبَیِّعِ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ؟ لَا وَالَّذِیْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ! لَا تُكْسَرُ ثَنِیَّتُهَا، قَالَ: "یَا أَنَسُ كِتَابُ اللّٰهِ الْقِصَاصُ" فَرَضِیَ الْقَوْمُ وَعَفَوْا فَقَالَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیه وسلم: "إِنَّ مِنْ عِبَادِ اللّٰهِ مَنْ لَوْ أَقْسَمَ عَلَى اللّٰهِ لَأَبَرَّهُ"زَادَ الْفَزَارِیُّ، عَنْ حُمَیْدٍ، عَنْ أَنَسٍ: فَرَضِیَ الْقَوْمُ وَقَبِلُوْا الْأَرْشَ. [انظر: ۲۸۰۶، ۴۴۹۹، ۴۵۰۰، ۴۶۱۱، ۶۸۹۴]

قوله: فَطَلَبُوْا الْأَرْشَ، وَطَلَبُوْا الْعَفْوَ، فَأَبَوْا: پس ربیع کی قوم نے دیت طلب کی اور قصاص سے معافی چاہی، پس لڑکی کی قوم نے انکار کیا۔

بَابُ قَوْلِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیه وسلم لِلْحَسَنِ بْنِ عَلِیٍّ:

"ابْنِیْ هٰذَا سَیِّدٌ، وَلَعَلَّ اللّٰهَ أَنْ یُصْلِحَ بِهِ بَیْنَ فِئَتَیْنِ عَظِیْمَتَیْنِ"

نبی ﷺ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے حق میں فرمایا: میرا یہ بیٹا سردار ہے! اور ہو سکتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں میں مصالحت کرا دیں

مصالحت میں کبھی ایک فریق کو دبنا پڑتا ہے، اگر دونوں فریق اپنے موقف پر اڑے رہیں تو مصالحت مشکل ہو جاتی ہے، جیسے صلح حدیبیہ کے موقع پر نبی ﷺ نے مشرکین کی ہر بات مان لی، لیکن قرآنِ کریم نے اس کو فتح مبین قرار دیا، پس مصالحت میں ایک فریق کو دبنا پڑے تو وہ یہ نہ سمجھے کہ اس کی مونچھ نیچی ہو گئی، وہ ان شاء اللہ کامیاب ہوگا، حدیث ہے: مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰهِ رَفَعَهُ اللّٰهُ: جو اللہ کے لئے خاکساری اختیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو سر بلند کرتے ہیں۔

ایک مرتبہ نبی ﷺ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو گود میں لے کر منبر پر تشریف لائے اور فرمایا: میرا یہ بیٹا سردار ہے! اور ہو سکتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں کے درمیان معاملات کو سنوار دیں، مگر اس سے حضرت حسنؓ

کا کچھ نقصان نہیں ہوا، وہ اگر چہ خلافت سے دستبردار ہوگئے، مگر وہی سردار رہے، صدر ہر جا کہ نشیند صدر است! آج مسلمانوں کے دلوں میں جو مقام حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا ہے وہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا نہیں ہے۔

[۹-] بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیه وسلم لِلْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ:

''ابْنِيْ هٰذَا سَيِّدٌ، وَلَعَلَّ اللّٰهَ أَنْ يُصْلِحَ بِهِ بَيْنَ فِئَتَيْنِ عَظِيْمَتَيْنِ''

وَقَوْلُهُ﴿ فَأَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا﴾ [الحجرات: ۹]

[۲۷۰٤-] حدثنا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، ثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ أَبِيْ مُوْسَى، قَالَ: سَمِعْتُ الْحَسَنَ، يَقُوْلُ: اسْتَقْبَلَ - وَاللّٰهِ - الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ مُعَاوِيَةَ بِكَتَائِبَ أَمْثَالَ الْجِبَالِ، فَقَالَ عَمْرُو بْنُ الْعَاصِ: إِنِّيْ لَأَرَى كَتَائِبَ لَا تُوَلِّيْ حَتَّى تَقْتُلَ أَقْرَانَهَا، فَقَالَ لَهُ مُعَاوِيَةُ- وَكَانَ وَاللّٰهِ خَيْرَ الرَّجُلَيْنِ -: أَيْ عَمْرُو! إِنْ قَتَلَ هٰؤُلَاءِ هٰؤُلَاءِ، وَهٰؤُلَاءِ هٰؤُلَاءِ، مَنْ لِيْ بِأُمُوْرِ النَّاسِ؟ مَنْ لِيْ بِنِسَائِهِمْ؟ مَنْ لِيْ بِضَيْعَتِهِمْ؟ فَبَعَثَ إِلَيْهِ رَجُلَيْنِ مِنْ قُرَيْشٍ مِنْ بَنِيْ عَبْدِ شَمْسٍ: عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ سَمُرَةَ، وَعَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَامِرِ بْنِ كُرَيْزٍ، فَقَالَ: اذْهَبَا إِلٰى هٰذَا الرَّجُلِ، فَاعْرِضَا عَلَيْهِ، وَقُوْلَا لَهُ، وَاطْلُبَا إِلَيْهِ، فَأَتَيَاهُ فَدَخَلَا عَلَيْهِ، فَتَكَلَّمَا، وَقَالَا لَهُ، وَطَلَبَا إِلَيْهِ، فَقَالَ لَهُمَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ: إِنَّا بَنُوْ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، قَدْ أَصَبْنَا مِنْ هٰذَا الْمَالِ! وَإِنَّ هٰذِهِ الْأُمَّةَ قَدْ عَاثَتْ فِيْ دِمَائِهَا، قَالَا: فَإِنَّهُ يَعْرِضُ عَلَيْكَ كَذَا وَكَذَا، وَيَطْلُبُ إِلَيْكَ وَيَسْأَلُكَ، قَالَ: فَمَنْ لِيْ بِهٰذَا؟ قَالَا: نَحْنُ لَكَ بِهِ، فَمَا سَأَلَهُمَا شَيْئًا إِلَّا قَالَا: نَحْنُ لَكَ بِهِ، فَصَالَحَهُ.

فَقَالَ الْحَسَنُ: وَلَقَدْ سَمِعْتُ أَبَا بَكْرَةَ يَقُوْلُ: رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیه وسلم عَلَى الْمِنْبَرِ، وَالْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ إِلٰى جَنْبِهِ، وَهُوَ يُقْبِلُ عَلَى النَّاسِ مَرَّةً وَعَلَيْهِ أُخْرَى، وَيَقُوْلُ: " إِنَّ ابْنِيْ هٰذَا سَيِّدٌ! وَلَعَلَّ اللّٰهَ أَنْ يُصْلِحَ بِهِ بَيْنَ فِئَتَيْنِ عَظِيْمَتَيْنِ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ''

قَالَ أَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ: قَالَ لِيْ عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ: إِنَّمَا ثَبَتَ لَنَا سَمَاعُ الْحَسَنِ مِنْ أَبِيْ بَكْرَةَ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ. [انظر: ۳٦۲۹، ۳۷٤٦، ۷۱۰۹]

ترجمہ مع وضاحت: حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی شہادت کے بعد حضرت حسن رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پہلے سے ملک کے ایک حصہ کے فرماں روا تھے، ان کو بیعت پر مجبور کرنے کے لئے حضرت حسنؓ پہاڑوں جیسا لشکر لے کر شام کی طرف چلے، حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہؓ کو صورت حال کی خبر دی اور کہا: میں ایسا لشکر دیکھ رہا ہوں جو پیٹھ نہیں پھیرے گا یہاں تک کہ اپنے ہم عمروں کو قتل کرے گا، پس آپ بھی جوابی کاروائی کے لئے بڑا لشکر تیار کریں، اینٹ کا جواب پتھر سے دیں، حضرت معاویہؓ نے ان سے کہا: —— حضرت حسن بصریؒ کہتے ہیں: بخدا! معاویہؓ

عمروؓ سے بہتر تھے —— اے عمرو! اگر اُنھوں نے اِن کو ماردیا اور اِنھوں نے اُن کو ماردیا تو لوگوں کے معاملات (حکومت کا کام) سنبھالنے کے لئے میرے پاس آدمی کہاں رہیں گے؟ اور میں ان کی بیواؤں کو کیسے سنبھالوں گا؟ اور میں ان کی جائدادوں کا کیسے انتظام کروں گا؟ پس تمہارے مشورے کے مطابق مقابلہ کے لئے میں زبردست لشکر تیار نہیں کروں گا، بلکہ مصالحت کروں گا، چنانچہ حضرت معاویہؓ نے حضرت حسنؓ کے پاس قریش کے قبیلہ بنوعبدشمس کے دو بڑے آدمی عبد الرحمٰن بن سمرہ اور عبداللہ بن عامر کو بھیجا اور دونوں سے کہا: اس شخص کے پاس جاؤ، اور دونوں ان کے سامنے پیش کرو یعنی مصالحت کی گفتگو کرو، اور دونوں ان سے کہو یعنی ان کو سمجھاؤ، اور دونوں ان سے مطالبہ کرو کہ وہ خلافت سے دستبردار ہوجائیں، چنانچہ وہ دونوں ان کے پاس گئے اور ان سے گفتگو کی، اور ان سے باتیں کیں، اور ان سے مطالبہ کیا کہ وہ خلافت سے دستبردار ہوجائیں، حضرت حسنؓ نے ان کو جواب دیا: ہم عبدالمطلب کی اولاد ہیں، ہم مال ودولت کے بھوکے نہیں، ہمارے پاس مال بہت ہے (لہٰذا مال ودولت کا سبز باغ تو مت دکھاؤ) البتہ یہ امت اپنے خون میں لتھڑ چکی ہے، یعنی صفین میں کشتوں کے پشتے لگ چکے ہیں، اب پھر اس کی نوبت آگئی، پس اس نقطۂ نظر سے سوچو، دونوں نے حضرت حسنؓ سے کہا: معاویہؓ آپ کے سامنے یہ اور یہ پیش کش کرتے ہیں اور آپ سے مطالبہ کرتے ہیں اور درخواست کرتے ہیں کہ آپ (ابھی) خلافت سے دستبردار ہوجائیں (اور حضرت معاویہؓ کے بعد خلیفہ بنیں) حضرت حسنؓ نے کہا: وہ جو پیش کش کرتے ہیں اس کی ذمہ داری کون لیتا ہے؟ دونوں نے کہا: ہم ذمہ دار ہیں، پس حضرت حسنؓ نے ان دونوں کے سامنے جو بھی مطالبہ رکھا: ان دونوں نے کہا: ہم اس کے ذمہ دار ہیں، چنانچہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح کرلی۔ حضرت حسن بصریؒ کہتے ہیں: میں نے حضرت ابوبکرہؓ کو کہتے ہوئے سنا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو منبر پر دیکھا درانحالیکہ حضرت حسنؓ آپؐ کے پہلو میں تھے اور آپؐ کبھی لوگوں کی طرف دیکھتے تھے اور کبھی حضرت حسنؓ کی طرف اور فرمایا: ''بیشک میرا یہ بیٹا سردار ہے، اور ہوسکتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں کے درمیان معاملات کو سنواردیں'' اور قرآنِ کریم میں سورۃ الحجرات آیت ۹ میں بھی یہی حکم دیا گیا ہے کہ دونوں جماعتوں کے درمیان انصاف کے ساتھ معاملات سنواردو۔

حدیثی فائدہ: امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: مجھ سے علی بن المدینی رحمہ اللہ نے کہا: اس حدیث سے حضرت حسن بصریؒ کا حضرت ابوبکرہؓ سے سماع ثابت ہوا، جب ایک حدیث میں سماع ثابت ہوجاتا ہے تو اس راوی کی تمام حدیثوں کو سماع پر محمول کیا جاتا ہے۔

بَابٌ: هَلْ يُشِيْرُ الإِمَامُ بِالصُّلْحِ؟

کیا امام صلح کا مشورہ دے؟

مالکیہ کہتے ہیں: امام اور قاضی کا کام صلح کا مشورہ دینا نہیں، ان کا کام دوٹوک فیصلہ کرنا ہے، اور جمہور کہتے ہیں: صلح کا

مشورہ دیا جاسکتا ہے، کورٹوں میں بھی بعض مقدمات میں جج فریقین سے کہتا ہے: آپس میں مصالحت کرلو، اگر مصالحت نہیں ہوتی تو پھر جج فیصلہ کرتا ہے، چونکہ مسئلہ میں اختلاف تھا اس لئے حضرت رحمہ اللہ نے باب میں ھل استفہامیہ رکھا ہے۔ اور باب میں دو حدیثیں ہیں، پہلی حدیث نئی ہے اور دوسری حدیث گذر چکی ہے۔

[۱۰-] بَابٌ: هَلْ يُشِيْرُ الإِمَامُ بِالصُّلْحِ؟

[۲۷۰۵-] حدثنا إِسْمَاعِيْلُ بْنُ أَبِيْ أُوَيْسٍ، حَدَّثَنِيْ أَخِيْ، عَنْ سُلَيْمَانَ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ، عَنْ أَبِي الرِّجَالِ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، أَنَّ أُمَّهُ عَمْرَةَ بِنْتَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، قَالَتْ: سَمِعْتُ عَائِشَةَ تَقُوْلُ: سَمِعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم صَوْتَ خُصُوْمٍ بِالْبَابِ عَالِيَةً أَصْوَاتُهُمَا، وَإِذَا أَحَدُهُمَا يَسْتَوْضِعُ الآخَرَ، وَيَسْتَرْفِقُهُ فِيْ شَيْئٍ، وَهُوَ يَقُوْلُ: وَاللّٰهِ! لاَ أَفْعَلُ! فَخَرَجَ عَلَيْهِمَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، فَقَالَ: "أَيْنَ الْمُتَأَلِّي عَلَى اللّٰهِ، لاَيَفْعَلُ الْمَعْرُوْفَ؟" فَقَالَ: أَنَا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! فَلَهُ أَيُّ ذٰلِكَ أَحَبَّ.

[۲۷۰۶-] حدثنا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ، ثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ جَعْفَرِ بْنِ رَبِيْعَةَ، عَنِ الأَعْرَجِ، ثَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ، عَنْ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّهُ كَانَ لَهُ عَلَى عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِيْ حَدْرَدٍ الأَسْلَمِيِّ مَالٌ، قَالَ: فَلَقِيَهُ فَلَزِمَهُ حَتَّى ارْتَفَعَتْ أَصْوَاتُهُمَا، فَمَرَّ بِهِمَا النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم فَقَالَ: يَا"كَعْبُ" فَأَشَارَ بِيَدِهِ كَأَنَّهُ يَقُوْلُ: النِّصْفَ، فَأَخَذَ نِصْفَ مَا عَلَيْهِ وَتَرَكَ نِصْفًا. [راجع: ٤٥٧]

ترجمہ: صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ نے دروازہ پر جھگڑنے والوں کی آواز سنی، فریقین زور زور سے بول رہے تھے، اچانک ان میں سے ایک نے دوسرے سے قرضہ کم کرنے کی درخواست کی اور وہ قرض کے معاملہ میں نرمی طلب کررہا تھا، اور دوسرا کہہ رہا تھا: خدا کی قسم! میں ایسا نہیں کروں گا، پس نبی ﷺ ان کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا: اللہ کی قسم کھانے والا کہاں ہے جو کہتا ہے کہ وہ نیکی کا کام نہیں کرے گا؟ یعنی قرضہ کم نہیں کرے گا، پس اس نے کہا: میں ہوں یارسول اللہ! اور اس کے لئے اس میں سے وہ ہے جو وہ پسند کرے یعنی میں راضی ہوں، چاہے قرض دیر سے دے، چاہے قرض کم دے، میں دونوں باتوں کے لئے تیار ہوں (یہ نبی ﷺ نے مصالحت کا مشورہ دیا)

اور دوسری حدیث میں کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کا عبداللہ بن ابی حدردؓ پر قرضہ تھا، کعبؓ کی ان سے مسجد نبوی میں ملاقات ہوئی، پس وہ سایہ کی طرح ان کے ساتھ لگ گئے یہاں تک کہ دونوں کی آوازیں بلند ہوگئیں، پس نبی ﷺ ان کے پاس سے گذرے اور فرمایا: اے کعب! اور آپؐ نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا، گویا آپؐ فرمارہے ہیں کہ آدھا لیلو، چنانچہ انھوں نے اس قرض کا آدھا لیا جو ان کا عبداللہ پر تھا، اور باقی آدھا چھوڑ دیا، یہ بھی نبی ﷺ نے مصالحت کا مشورہ دیا۔

بَابُ فَضْلِ الإِصْلَاحِ بَيْنَ النَّاسِ، وَالْعَدْلِ بَيْنَهُمْ

لوگوں کے درمیان انصاف کے ساتھ مصالحت کرانے کی اہمیت

لوگوں کے درمیان مصالحت کرانا اور انصاف کے ساتھ کرانا بڑا ثواب کا کام ہے۔

حدیث: نبی ﷺ نے فرمایا: لوگوں کے ہر جوڑ پر صدقہ واجب ہے، ہر دن جس میں سورج نکلتا ہے (سُلَامَی: (سین کا پیش) جسم کا جوڑ، جسم میں تین سو ساٹھ جوڑ ہیں پس روزانہ تین سو ساٹھ صدقے واجب ہیں۔ اور صدقہ کے معنی ہیں: نیک کام، اور لوگوں کے درمیان انصاف کے ساتھ مصالحت کرانا ایک صدقہ ہے یعنی کارِ ثواب ہے۔

[۱۱-] بَابُ فَضْلِ الإِصْلَاحِ بَيْنَ النَّاسِ، وَالْعَدْلِ بَيْنَهُمْ

[۲۷۰۷-] حدثنا إِسْحَاقُ، أَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ هَمَّامٍ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: "كُلُّ سُلَامَى مِنَ النَّاسِ عَلَيْهِ صَدَقَةٌ، كُلَّ يَوْمٍ تَطْلُعُ فِيْهِ الشَّمْسُ، يَعْدِلُ بَيْنَ النَّاسِ صَدَقَةٌ" [انظر: ۲۸۹۱، ۲۹۸۹]

بَابٌ: إِذَا أَشَارَ الإِمَامُ بِالصُّلْحِ فَأَبَى: حَكَمَ عَلَيْهِ بِالْحُكْمِ الْبَيِّنِ

امام نے صلح کا مشورہ دیا، اس نے نہیں مانا تو دوٹوک فیصلہ کرے

حاکم نے یا قاضی نے فریقین سے مصالحت کے لئے کہا مگر ایک فریق تیار نہیں ہوا، تو حاکم دوٹوک فیصلہ کرے۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اور ایک انصاری کے درمیان پانی کے سلسلہ میں جھگڑا ہوا، نبی ﷺ نے حضرت زبیرؓ سے فرمایا: جب تمہارے کھیت میں پانی پھر لے تو اپنے پڑوسی کے کھیت میں جانے دو، انصاری نے اس بات کو حضرت زبیرؓ کی طرف داری سمجھا، پس آپؐ نے دوٹوک فیصلہ کیا کہ جب کھیت میں پانی پھر جائے تو روکے رہو، یہاں تک کہ کھیت مینڈھ تک لبالب بھر جائے، یہ دوٹوک فیصلہ ہے اور حدیث بار بار گذری ہے۔

[۱۲-] بَابٌ: إِذَا أَشَارَ الإِمَامُ بِالصُّلْحِ فَأَبَى: حَكَمَ عَلَيْهِ بِالْحُكْمِ الْبَيِّنِ

[۲۷۰۸-] حدثنا أَبُوْ الْيَمَانِ، أَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، أَخْبَرَنِيْ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ، أَنَّ الزُّبَيْرَ كَانَ يُحَدِّثُ: أَنَّهُ خَاصَمَ رَجُلًا مِنَ الأَنْصَارِ قَدْ شَهِدَ بَدْرًا إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم فِيْ شِرَاجٍ مِنَ الْحَرَّةِ، كَانَا يَسْقِيَانِ بِهِ كِلَاهُمَا، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم لِلزُّبَيْرِ: "اسْقِ يَا زُبَيْرُ ثُمَّ أَرْسِلْ إِلَى جَارِكَ" فَغَضِبَ الأَنْصَارِيُّ، فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! أَنْ كَانَ ابْنَ عَمَّتِكَ؟ فَتَلَوَّنَ وَجْهُ رَسُوْلِ

اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم، ثُمَّ قَالَ: " اسْقِ ثُمَّ احْبِسْ حَتَّى يَبْلُغَ الْجَدْرَ" فَاسْتَوْعَى رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم حِيْنَئِذٍ حَقَّهُ لِلزُّبَيْرِ، وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم قَبْلَ ذٰلِكَ أَشَارَ عَلَى الزُّبَيْرِ بِرَأْيٍ سَعَةٍ لَهُ وَلِلْأَنْصَارِيِّ، فَلَمَّا أَحْفَظَ الْأَنْصَارِيُّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم اسْتَوْعَى لِلزُّبَيْرِ حَقَّهُ فِيْ صَرِيْحِ الْحُكْمِ، قَالَ عُرْوَةُ: قَالَ الزُّبَيْرُ: وَاللّٰهِ مَا أَحْسِبُ هٰذِهِ الْآيَةَ نَزَلَتْ إِلَّا فِي ذٰلِكَ: ﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتَّى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ﴾ الآيَةَ.[النساء: ٦٥] [راجع: ٢٣٦٠]

قولہ: أَحْفَظَ: ناراض کیا.........شِراج: شَرْج کی جمع ہے: اوپر سے بہہ کر آنے والا نالہ۔

بَابُ الصُّلْحِ بَيْنَ الْغُرَمَاءِ وَأَصْحَابِ الْمِيْرَاثِ، وَالْمُجَازَفَةِ فِي ذٰلِكَ

قرض خواہوں اور وارثوں میں اٹکل سے مصالحت کرانا

میت پر قرضہ ہے، ورثاء اس کے ذمہ دار ہیں، اگر کوئی شخص ان میں مصالحت کرائے تو سبحان اللہ! اور ناپ تول کر مصالحت کرانا ضروری نہیں، اٹکل سے بھی مصالحت کرا سکتے ہیں، حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے والد حضرت عبداللہؓ پر ایک یہودی کا قرضہ تھا، حضرت عبداللہ جنگ احد میں شہید ہوگئے، پس قرضہ کے ذمہ دار حضرت جابرؓ اور ان کی بہنیں بنیں، نبی ﷺ نے قرض خواہوں سے کہا: جابر کے باغ کی ساری کھجوریں لے لو اور قرضہ ختم کر دو، یہودی نے انکار کیا، کیونکہ باغ کی کھجوریں قرضہ سے کم تھیں، اگر وہ باغ کی کھجوریں لے لیتا تو ایسا کرنا درست تھا، یہی اٹکل سے مصالحت کرانا ہے۔ اور باب میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا جو قول ہے وہ کتاب الحوالہ کے شروع میں گذر چکا ہے: ایک دکان میں دو شریک ہیں، اب شرکت ختم کرنا چاہتے ہیں، پس دکان میں جو سامان ہے وہ ایک لیلے اور دوسرا دکان کا جو قرضہ لوگوں پر ہے وہ لیلے تو ایسا کرنا درست ہے، پھر اگر ایک کا نقصان ہو جائے تو دوسرا اس کا ذمہ دار نہیں، اس جزء میں فقہاء کا اختلاف ہے، جو فقہ کی کتابوں میں مذکور ہے۔

[١٣-] بَابُ الصُّلْحِ بَيْنَ الْغُرَمَاءِ وَأَصْحَابِ الْمِيْرَاثِ، وَالْمُجَازَفَةِ فِي ذٰلِكَ

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: لَا بَأْسَ أَنْ يَتَخَارَجَ الشَّرِيْكَانِ، فَيَأْخُذَ هٰذَا دَيْنًا وَهٰذَا عَيْنًا، فَإِنْ تَوِيَ لِأَحَدِهِمَا لَمْ يَرْجِعْ عَلَى صَاحِبِهِ.

[٢٧٠٩-] حدثنا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، ثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ، ثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ، عَنْ وَهْبِ بْنِ كَيْسَانَ، عَنْ جَابِرِ ابْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: تُوُفِّيَ أَبِيْ وَعَلَيْهِ دَيْنٌ، فَعَرَضْتُ عَلَى غُرَمَائِهِ أَنْ يَأْخُذُوا التَّمْرَ بِمَا عَلَيْهِ فَأَبَوْا، وَلَمْ يَرَوْا أَنَّ فِيْهِ وَفَاءً، فَأَتَيْتُ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لَهُ، فَقَالَ: " إِذَا جَدَدْتَهُ فَوَضَعْتَهُ فِي

الْمِرْبَدِ آذَنْتَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم" فَجَاءَ وَمَعَهُ أَبُوْ بَكْرٍ وَعُمَرُ فَجَلَسَ عَلَيْهِ فَدَعَا بِالْبَرَكَةِ، ثُمَّ قَالَ:" ادْعُ غُرَمَاءَ كَ فَأَوْفِهِمْ" فَمَا تَرَكْتُ أَحَدًا لَهُ عَلٰى أَبِىْ دَيْنٌ إِلَّا قَضَيْتُهُ، وَفَضَلَ ثَلاَثَةَ عَشَرَ وَسْقًا، سَبْعَةٌ عَجْوَةٌ وَسِتَّةٌ لَوْنٌ، أَوْ: سِتَّةٌ عَجْوَةٌ وَسَبْعَةٌ لَوْنٌ، فَوَافَيْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم الْمَغْرِبَ، فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لَهُ فَضَحِكَ، فَقَالَ:" ائْتِ أَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ فَأَخْبِرْهُمَا" فَقَالاَ: لَقَدْ عَلِمْنَا إِذْ صَنَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم مَا صَنَعَ أَنْ سَيَكُوْنُ ذٰلِكَ.

وَقَالَ هِشَامٌ، عَنْ وَهْبٍ، عَنْ جَابِرٍ: صَلاَةَ الْعَصْرِ وَلَمْ يَذْكُرْ: أَبَا بَكْرٍ، وَلاَ ضَحِكَ، وَقَالَ: وَتَرَكَ أَبِىْ عَلَيْهِ ثَلاَثِيْنَ وَسْقًا دَيْنًا. وَقَالَ ابْنُ إِسْحَاقَ، عَنْ وَهْبٍ، عَنْ جَابِرٍ: صَلاَةَ الظُّهْرِ.[راجع: ۲۱۲۷]

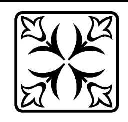
بَابُ الصُّلْحِ بِالدَّيْنِ وَالْعَيْنِ

دَین اور عین کے ساتھ مصالحت

دَین: ذمہ پرواجب کوئی بھی مطالبہ اور عین: کوئی بھی موجود چیز، اور باب کی عبارت غیر واضح ہے، باب میں مسئلہ یہ ہے کہ ذمہ پرواجب کسی بھی مطالبہ کے عوض میں کوئی بھی موجود چیز دیکر مصالحت کی جائے تو جائز ہے۔ حضرت کعب رضی اللہ عنہ کا ابن ابی حدردؓ کے ذمہ کوئی مطالبہ تھا، نبی ﷺ نے آدھا چھوڑ دینے کے لئے فرمایا، تو حضرت کعبؓ نے چھوڑ دیا، پس آپؐ نے ابن ابی حدردؓ سے کہا: اٹھو اور دَین چکادو، وہ جو چیز دیں گے وہ عین ہے، اس سے دَین چکا دیں گے۔

[۱٤-] بَابُ الصُّلْحِ بِالدَّيْنِ وَالْعَيْنِ

[۲۷۱۰-] حدثنا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، ثَنَا عُثْمَانُ، أَنَا يُوْنُسُ، ح: وَقَالَ اللَّيْثُ: حَدَّثَنِىْ يُوْنُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، أَخْبَرَنِىْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ كَعْبٍ، أَنَّ كَعْبَ بْنَ مَالِكٍ أَخْبَرَهُ: أَنَّهُ تَقَاضَى ابْنَ أَبِىْ حَدْرَدٍ دَيْنًا، كَانَ لَهُ عَلَيْهِ فِىْ عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم فِى الْمَسْجِدِ، فَارْتَفَعَتْ أَصْوَاتُهُمَا حَتَّى سَمِعَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم وَهُوَ فِى بَيْتِهِ، فَخَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم إِلَيْهِمَا، حَتَّى كَشَفَ سِجْفَ حُجْرَتِهِ، فَنَادَى كَعْبَ بْنَ مَالِكٍ، فَقَالَ:" يَا كَعْبُ" فَقَالَ: لَبَّيْكَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! قَالَ: فَأَشَارَ بِيَدِهِ أَنْ ضَعِ الشَّطْرَ، فَقَالَ كَعْبٌ: قَدْ فَعَلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم:" قُمْ فَاقْضِهِ"[راجع: ٤٥٧]



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتابُ الشُّرُوْطِ

دفعات کا بیان

شروط: شرط کی جمع ہے، اس کے لغوی معنی ہیں: علامت، اور علم نحو میں شرط وہ چیز ہے جو حرف شرط کے بعد ذکر کی جائے، جیسے: إِنْ دَخَلْتِ الدَّارَ فَهِيَ طَالِقٌ: اور علم فقہ میں شرط وہ چیز ہے جس پر کسی چیز کا وجود وقوف ہو مگر وہ چیز مشروط کی ماہیت میں داخل نہ ہو، جیسے نماز کے لئے وضو شرط ہے اور یہاں شرط کے عام معنی ہیں: معاملات کی دفعات، دستور اساسی میں جو دفعات رکھی جاتی ہیں وہ بھی شروط ہیں۔

بَابُ مَايَجُوْزُ مِنَ الشُّرُوْطِ فِي الإِسْلَامِ وَالأَحْكَامِ وَالْمُبَايَعَةِ

اسلام، احکام اور بیعت میں کیا دفعات جائز ہیں؟

یہ جنرل باب ہے، اور احکام سے مراد احکام شرعیہ ہیں، یعنی عقود وفسوخ اور دیگر معاملات۔ کوئی شخص مسلمان ہوتے وقت بیعتِ اسلام میں کوئی شرط لگائے تو کونسی شرط جائز ہے اور کونسی ناجائز؟ اسی طرح معاملات واحکام میں کیا دفعات طے کی جاسکتی ہیں اور کیا نہیں؟ اسی طرح کوئی شخص بیعت سلوک کرے تو اس سے کن باتوں کا اقرار لیا جائے؟ اس سلسلہ میں ضابطہ کلیہ وہ ہے جو ترمذی کی حدیث میں آیا ہے: اَلْمُسْلِمُوْنَ عَلٰى شُرُوْطِهِمْ: یعنی ہر جائز شرط لگا سکتے ہیں اور ہر جائز بات کا اقرار لے سکتے ہیں، البتہ ناجائز باتوں کی شرط نہیں لگا سکتے، مثلاً کوئی شخص مسلمان ہوتے وقت شرط لگائے کہ وہ نماز نہیں پڑھے گا تو یہ شرط باطل ہے، اسی طرح معاملات میں کوئی ایسی شرط لگانا جس میں احد المتعاقدین کا فائدہ ہو تو معاملہ فاسد ہوجائے گا۔

اور باب کی سب حدیثیں پہلے گذری ہیں، پہلی حدیث میں صلح حدیبیہ کا ذکر ہے، مشرکین نے تین شرطیں لگائی تھیں وہ سب شرطیں مسلمانوں نے مان لی تھیں، پس یہ اشتراط درست ہے، صلح میں ایک شرط یہ تھی کہ جو مرد مسلمان ہوکر مدینہ چلا جائے اس کو واپس کیا جائے گا، پھر یہ واقعہ پیش آیا کہ عقبہ بن ابی مُعیط کی لڑکی ام کلثوم مسلمان ہوکر مدینہ آگئیں، وہ نوجوان بالکل کم عمر تھیں، ان کے گھر والے ان کو لینے کے لئے آئے تو آیت کریمہ: ﴿إِذَا جَاءَ كُمُ الْمُؤْمِنَاتُ﴾ نازل ہوئی۔ اور ان کو واپس نہیں کیا گیا، ان سے کہا گیا کہ معاہدہ مردوں کے بارے میں تھا عورتوں کو شامل نہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی

ہیں: پھر جو بھی عورت مسلمان ہوکر مدینہ آتی، نبی ﷺ آیت کریمہ ﴿إِذَا جَاءَ كُمُ الْمُؤْمِنَاتُ مُهَاجِرَاتٍ﴾ کے مطابق ان سے اقرار لیتے، جو بھی عورت ان باتوں کا اقرار کرلیتی اس کو نبی ﷺ زبانی بیعت کر لیتے، آپؐ نے بیعت میں کسی عورت کا ہاتھ کبھی نہیں پکڑا، ہر ایک سے زبانی بیعت لیتے تھے۔

اور آخری دو حدیثوں میں حضرت جریر رضی اللہ عنہ کا واقعہ ہے، جب وہ مسلمان ہوئے اور بیعتِ اسلام کی تو ان سے نماز کا اہتمام کرنے کا، زکوٰۃ ادا کرنے کا اور ہر مسلمان کی خیر خواہی کرنے کا اقرار لیا گیا۔ غرض ان حدیثوں میں اُن شروط کا بیان ہے جو شریعت کے خلاف نہیں، اُن کا اقرار اسلام لاتے وقت، بیعت کرتے وقت اور معاملات کرتے وقت لیا جائے تو لیا جاسکتا ہے۔

بسم الله الرحمن الرحيم

٥٤- كتابُ الشُّرُوطِ

[١-] بَابُ مَايَجُوْزُ مِنَ الشُّرُوْطِ فِي الإِسْلَامِ وَالأَحْكَامِ وَالْمُبَايَعَةِ

[٢٧١١و٢٧١٢-] حدثنا يَحْيىَ بْنُ بُكَيْرٍ، ثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ، أَنَّهُ سَمِعَ مَرْوَانَ وَالْمِسْوَرَ بْنَ مَخْرَمَةَ، يُخْبِرَانِ عَنْ أَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، قَالَ: لَمَّا كَاتَبَ سُهَيْلُ بْنُ عَمْرٍو يَوْمَئِذٍ، كَانَ فِيْمَا اشْتَرَطَ سُهَيْلُ بْنُ عَمْرٍو عَلَى النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم: أَنَّهُ لَا يَأْتِيْكَ مِنَّا أَحَدٌ وَإِنْ كَانَ عَلىٰ دِيْنِكَ إِلَّا رَدَدْتَهُ إِلَيْنَا، وَخَلَّيْتَ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُ، فَكَرِهَ الْمُؤْمِنُوْنَ ذٰلِكَ وَامْتَعَضُوْا مِنْهُ، وَأَبَى سُهَيْلٌ إِلَّا ذٰلِكَ، فَكَاتَبَهُ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم عَلىٰ ذٰلِكَ، فَرَدَّ يَوْمَئِذٍ أَبَا جَنْدَلٍ إِلىٰ أَبِيْهِ سُهَيْلِ بْنِ عَمْرٍو، وَلَمْ يَأْتِهِ أَحَدٌ مِنَ الرِّجَالِ إِلَّا رَدَّهُ فِيْ تِلْكَ الْمُدَّةِ، وَإِنْ كَانَ مُسْلِمًا.

وَجَاءَتِ الْمُؤْمِنَاتُ مُهَاجِرَاتٍ، وَكَانَتْ أُمُّ كُلْثُوْمٍ بِنْتُ عُقْبَةَ بْنِ أَبِيْ مُعَيْطٍ مِمَّنْ خَرَجَ إِلىٰ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم يَوْمَئِذٍ، وَهِيَ عَاتِقٌ، فَجَاءَ أَهْلُهَا يَسْأَلُوْنَ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم أَنْ يَرْجِعَهَا إِلَيْهِمْ، فَلَمْ يَرْجِعْهَا إِلَيْهِمْ، لِمَا أَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ فِيْهِنَّ ﴿إِذَا جَاءَ كُمُ الْمُؤْمِنَاتُ مُهَاجِرَاتٍ فَامْتَحِنُوْهُنَّ، اللّٰهُ أَعْلَمُ بِإِيْمَانِهِنَّ، فَإِنْ عَلِمْتُمُوْهُنَّ مُؤْمِنَاتٍ فَلَا تَرْجِعُوْهُنَّ إِلَى الْكُفَّارِ﴾ الآيَةَ [الممتحنة: ١٠] [راجع: ١٦٩٤، ١٦٩٥]

[٢٧١٣-] قَالَ عُرْوَةُ: فَأَخْبَرَتْنِيْ عَائِشَةُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم كَانَ يَمْتَحِنُهُنَّ بِهٰذِهِ الآيَةِ: ﴿يٰأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا إِذَا جَاءَ كُمُ الْمُؤْمِنَاتُ مُهَاجِرَاتٍ﴾ إِلىٰ ﴿غَفُوْرٌ رَحِيْمٌ﴾ [الممتحنة: ١٠] قَالَ عُرْوَةُ: قَالَتْ عَائِشَةُ: فَمَنْ أَقَرَّ بِهٰذَا الشَّرْطِ مِنْهُنَّ، قَالَ لَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: "قَدْ

بَايَعْتُكِ“ كَلاَمًا يُكَلِّمُهَا بِهِ، وَاللّٰهِ مَا مَسَّتْ يَدُهُ يَدَ امْرَأَةٍ قَطُّ فِي الْمُبَايَعَةِ، وَمَا بَايَعَهُنَّ إِلاَّ بِقَوْلِهِ.

[انظر: ۲۷۳۳، ٤۱۸۲، ٤۸۹۱، ۵۲۸۸، ۷۲۱٤]

[۲۷۱٤-] حدثنا أَبُوْ نُعَيْمٍ، ثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ زِيَادِ بْنِ عِلاَقَةَ، قَالَ: سَمِعْتُ جَرِيْرًا، يَقُوْلُ: بَايَعْتُ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم، فَاشْتَرَطَ عَلَيَّ:” وَالنُّصْحِ لِكُلِّ مُسْلِمٍ“[راجع: ۵۷]

[۲۷۱۵-] حدثنا مُسَدَّدٌ، ثَنَا يَحْيىَ، عَنْ إِسْمَاعِيْلَ، حَدَّثَنِيْ قَيْسُ بْنُ أَبِيْ حَازِمٍ، عَنْ جَرِيْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: بَايَعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم عَلٰى إِقَامِ الصَّلاَةِ وَإِيْتَاءِ الزَّكَاةِ وَالنُّصْحِ لِكُلِّ مُسْلِمٍ.

[راجع: ۵۷]

لغات: اِمْتَعَضَ مِنَ الْأَمْرِ: کسی بات سے کبیدہ خاطر ہونا، سخت ناگواری ہونا، انتہائی برا لگنا۔ الامتعاض: ناگواری، خفگی، کبیدگی۔

بَابٌ: إِذَا بَاعَ نَخْلاً قَدْ أُبِّرَتْ

جب گابھا دیا ہوا کھجور کا باغ بیچا

یہ باب اور اس کی حدیث کتاب البیوع (باب ۹ حدیث ۲۲۰۴) میں آچکی ہے، کھجوروں کو گابھا دیدیا، پھر باغ بیچ دیا تو درختوں پر جو پھل ہے وہ کس کا؟ سودے میں جو بات طے ہوئی ہو اس کے مطابق عمل کیا جائے گا اور اگر سودے میں کوئی بات طے نہ ہوئی ہو تو پھل بائع کا، یہ جو سودے میں طے پایا یہی شرط ہے، مگر یہ معروف شرط نہیں، شرط سے تو بیع فاسد ہو جاتی ہے، بلکہ یہ بیع کی پوزیشن (حالت) ہے، اس سے بیع فاسد نہیں ہوتی۔

[۲-] بَابٌ: إِذَا بَاعَ نَخْلاً قَدْ أُبِّرَتْ

[۲۷۱٦-] حدثنا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ، أَنَا مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ، أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ:” مَنْ بَاعَ نَخْلاً قَدْ أُبِّرَتْ فَثَمَرَتُهَا لِلْبَائِعِ إِلاَّ أَنْ يَشْتَرِطَ الْمُبْتَاعُ“

[راجع: ۲۲۰۳]

بَابُ الشُّرُوْطِ فِي الْبَيْعِ

سودے میں شرطیں

جمہور کے نزدیک اگر بیع میں ایسی شرط لگائی جائے جس میں احد المتعاقدین کا فائدہ ہو یا مبیع کا فائدہ ہو، درانحالیکہ مبیع

اہل استحقاق میں سے ہوتو بیع فاسد ہوجاتی ہے۔اور امام احمد اور امام بخاری رحمہما اللہ کے نزدیک اگر ایسی ایک شرط ہے تو بیع فاسد نہیں ہوتی، دو یا زیادہ ہوں تو بیع فاسد ہوتی ہے، اور ان کا استدلال حضرت بریرۃؓ کے واقعہ سے ہے، اُن کے آقا نے بیع میں شرط لگائی تھی کہ اگر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آزاد کریں تو ولاء بریرۃؓ کے آقا کو ملے، چونکہ یہ ایک شرط تھی اس لئے بیع درست ہے، لیکن میں نے پہلے بتلایا ہے کہ شرط اعتاق میں تھی، اور عتق ایمان میں سے ہے، اس میں شرط لگانے سے شرط خود فاسد ہوجاتی ہے، مگر روایات اس انداز سے آئی ہیں کہ ولاء کی شرط بیع میں معلوم ہوتی ہے، یہ راویوں کا تصرف ہے، بیع میں تو ولاء ہوتی ہی نہیں، اور بیچنے کے بعد آزاد کرنا ضروری نہیں، پھر بیع میں ولاء کی شرط کیسے لگائی جاسکتی ہے؟

[۳-] بَابُ الشُّرُوْطِ فِي الْبَيْعِ

[۲۷۱۷-] حدثنا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، ثَنَا اللَّيْثُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ، أَنَّ عَائِشَةَ أَخْبَرَتْهُ، أَنَّ بَرِيْرَةَ جَاءَ تْ عَائِشَةَ تَسْتَعِيْنُهَا فِيْ كِتَابَتِهَا، وَلَمْ تَكُنْ قَضَتْ مِنْ كِتَابَتِهَا شَيْئًا، قَالَتْ لَهَا عَائِشَةُ: ارْجِعِيْ إِلٰى أَهْلِكِ، فَإِنْ أَحَبُّوْا أَنْ أَقْضِيَ عَنْكِ كِتَابَتَكِ وَيَكُوْنَ وَلاَؤُكِ لِيْ فَعَلْتُ، فَذَكَرَتْ ذٰلِكَ بَرِيْرَةُ إِلٰى أَهْلِهَا فَأَبَوْا، وَقَالُوْا: إِنْ شَاءَ تْ أَنْ تَحْتَسِبَ عَلَيْكِ فَلْتَفْعَلْ، وَيَكُوْنُ لَنَا وَلاَؤُكِ، فَذَكَرَتْ ذٰلِكَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم فَقَالَ لَهَا: " ابْتَاعِي فَأَعْتِقِيْ، فَإِنَّمَا الْوَلاَءُ، لِمَنْ أَعْتَقَ "[راجع: ٤٥٦]

قوله: أَنْ تَحْتَسِبَ: اگر عائشہ بہ نیت ثواب آزاد کرنا چاہیں تو کریں، ولاء (میراث) کی امید نہ کریں، تیری ولاء ہمارے لئے ہوگی۔

بَابٌ: إِذَا اشْتَرَطَ الْبَائِعُ ظَهْرَ الدَّابَّةِ إِلٰى مَكَانٍ مُسَمًّى جَازَ

بائع نے متعین جگہ تک جانور پر سواری کرنے کی شرط لگائی تو جائز ہے

کسی شخص نے جانور اس شرط پر بیچا کہ وہ معین جگہ تک اس پر سوار ہوکر جائے گا تو بیع درست ہے، حدیث میں ہے کہ نبی ﷺ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے اونٹ خریدا، بائع (جابرؓ) نے شرط لگائی کہ وہ اس پر سوار ہوکر مدینہ تک جائیں گے، پھر اونٹ سونپیں گے تو یہ شرط لگانا جائز ہے۔امام احمد اور امام بخاری رحمہما اللہ کے نزدیک بیع میں ایک شرط جائز ہے، دو یا زیادہ شرطیں جائز نہیں۔ترمذی میں حدیث (۱۲۱۹) ہے: وَلاَ شَرْطَانِ فِيْ بَيْعٍ: بیع میں دو شرطیں لگانے سے حضور ﷺ نے منع کیا، معلوم ہوا کہ ایک شرط جائز ہے، مگر جمہور کہتے ہیں کہ ایک شرط بھی بیع کو فاسد کردیتی ہے، کیونکہ دوسری ضعیف حدیث ہے: نَهٰى عَنْ بَيْعٍ وَشَرْطٍ: پس ایک حدیث سے دو شرطوں کا عدم جواز ثابت ہوا اور دوسری حدیث سے ایک کا۔

اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ والے واقعہ میں جمہور کہتے ہیں کہ شرط صلب عقد میں نہیں تھی، بلکہ وہ از قبیل مواعید تھی،

صلب عقد میں وہ شرط ہوتی ہے کہ اگر شرط مانی جائے تو سودا ہو ورنہ نہ ہو، اور جو شرط سودا ہونے کے بعد لگائی جائے وہ صلبِ عقد میں داخل نہیں ہوتی، اور معاوضات میں وعدے دیانۃً لازم ہوتے ہیں قضاءً لازم نہیں ہوتے۔ اور جمہور کی دلیل یہ ہے کہ مسند احمد میں روایت ہے: جب سودا ہوگیا تو حضرت جابر رضی اللہ عنہ اونٹ سے اتر پڑے، نبی ﷺ نے پوچھا: کیوں اترے؟ انھوں نے عرض کیا: اب یہ اونٹ آپؐ کا ہوگیا، آپؐ نے فرمایا: کوئی بات نہیں، اونٹ پر سوار ہو جاؤ، اگر شرط صلبِ عقد میں ہوتی تو اترنے کی کیا ضرورت تھی؟ اور جن روایتوں میں اشْتَرَطَ ظَهْرَه آیا ہے وہ راویوں کا تصرف ہے، انھوں نے وعدہ کو اشتراط سے تعبیر کردیا ہے، حقیقت میں اشتراط نہیں تھا، اور أَفْقَرَنِی کے معنی ہیں: أَعَارَنِیْ: برتنے کے لئے مجھے اونٹ دیا، یہ بھی دلیل ہے کہ اونٹ کی پیٹھ عاریت کے طور پر تھی، بیع میں شرط نہیں تھی۔

اور روایات میں دو باتوں میں اختلاف ہے:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے واقعہ میں دو باتوں میں راویوں میں شدید اختلاف ہے:

ایک: مدینہ تک اونٹ پر سوار ہوکر جانا با قاعدہ بیع میں شرط تھا یا بیع مطلق تھی پھر آپؐ نے ان کو سواری کی اجازت دیدی؟ امام بخاریؒ نے آٹھ روایتیں (باب کی روایت کے ساتھ) جمع کی ہیں اور یہ فیصلہ کیا ہے کہ یہ بات بیع میں شرط تھی، کیونکہ جن روایتوں میں اشتراط کا ذکر آیا ہے وہ زیادہ ہیں، پس امام بخاریؒ کے نزدیک زیادہ صحیح بات یہ ہے کہ بیع میں با قاعدہ سواری کی شرط تھی۔

دوم: بیع کتنے ثمن پر ہوئی تھی؟ اس میں بھی روایتوں میں اختلاف ہے، امام صاحبؒ نے اس سلسلہ میں آٹھ روایتیں ذکر کی ہیں اور فیصلہ کیا ہے کہ بیع ایک اوقیہ پر ہوئی تھی۔ اور اس زمانہ میں ایک دینار دس درہم میں بدلا جاتا تھا پس جس روایت میں چار دینار آیا ہے اس سے بھی ایک اوقیہ مراد ہے، اوقیہ چالیس درہم کا ہوتا ہے۔

اور میری ناقص رائے پہلے مسئلہ میں یہ ہے کہ وہ رُوات کا تصرف ہے، جیسے حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کے واقعہ میں رُوات نے تصرف کیا ہے اور ولاء کی شرط کا بیع میں ہونا بیان کیا ہے اور دوسرا اختلاف میرے نزدیک واقعہ کے متعلقات کا اختلاف ہے، اس کو زیادہ اہمیت نہیں دینی چاہئے، ثمن کچھ بھی ہو، اس سے کیا فرق پڑتا ہے؟

[٤-] بَابٌ: إِذَا اشْتَرَطَ الْبَائِعُ ظَهْرَ الدَّابَّةِ إِلٰى مَكَانٍ مُسَمًّى جَازَ

[٢٧١٨-] حدثنا أَبُوْ نُعَيْمٍ، ثَنَا زَكَرِيَّا، قَالَ: سَمِعْتُ عَامِرًا، يَقُوْلُ: حَدَّثَنِيْ جَابِرٌ: أَنَّهُ كَانَ يَسِيْرُ عَلٰى جَمَلٍ لَهُ قَدْ أَعْيَا، فَمَرَّ عَلَيَّ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم فَضَرَبَهُ فَدَعَا لَهُ، فَسَارَ بَسَيْرٍ لَيْسَ يَسِيْرُ مِثْلَهُ، ثُمَّ قَالَ: "بِعْنِيْهِ بِوَقِيَّةٍ" قُلْتُ: لاَ، ثُمَّ قَالَ: "بِعْنِيْهِ بِوَقِيَّةٍ" فَبِعْتُهُ فَاسْتَثْنَيْتُ حُمْلاَنَهُ إِلٰى أَهْلِيْ، فَلَمَّا قَدِمْنَا أَتَيْتُهُ بِالْجَمَلِ، وَنَقَدَنِيْ ثَمَنَهُ ثُمَّ انْصَرَفْتُ فَأَرْسَلَ عَلٰى أَثَرِيْ ثُمَّ قَالَ: "مَا كُنْتُ لِآخُذَ جَمَلَكَ، فَخُذْ جَمَلَكَ ذٰلِكَ، فَهُوَ مَالُكَ" [راجع: ٤٤٣]

[۱-] وَقَالَ شُعْبَةُ، عَنِ الْمُغِيْرَةِ، عَنْ عَامِرٍ، عنْ جَابِرٍ: أَفْقَرَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم ظَهْرَهُ إِلٰی الْمَدِيْنَةِ.

[۲-] وَقَالَ إِسْحَاقُ عَنْ جَرِيْرٍ، عَنِ الْمُغِيْرَةِ: فَبِعْتُهُ عَلٰی أَنَّ لِیْ فَقَارَ ظَهْرِهِ حَتّٰی أَبْلُغَ الْمَدِيْنَةَ.

[۳-] وَقَالَ عَطَاءٌ وَغَيْرُهُ: ”وَلَكَ ظَهْرُهُ إِلٰی الْمَدِيْنَةِ“

[٤-] وَقَالَ ابْنُ الْمُنْكَدِرِ، عَنْ جَابِرٍ: شَرَطَ ظَهْرَهُ إِلٰی الْمَدِيْنَةِ.

[٥-] وَقَالَ زَيْدُ بْنُ أَسْلَمَ، عَنْ جَابِرٍ: ”وَلَكَ ظَهْرُهُ حَتّٰی تَرْجِعَ“

[٦-] وَقَالَ أَبُوْ الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ: ”أَفْقَرْنَاكَ ظَهْرَهُ إِلٰی الْمَدِيْنَةِ“

[۷-] وَقَالَ الْأَعْمَشُ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ جَابِرٍ: ”تَبَلَّغْ عَلَيْهِ إِلٰی أَهْلِكَ“

[۱-] وَقَالَ عُبَيْدُ اللّٰهِ وَابْنُ إِسْحَاقَ، عَنْ وَهْبٍ، عَنْ جَابِرٍ: اشْتَرَاهُ النَّبِیُّ صلی الله علیه وسلم بِأُوْقِيَةٍ.

[۲-] وَتَابَعَهُ زَيْدُ بْنُ أَسْلَمَ، عَنْ جَابِرٍ.

[۳-] وَقَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ، عَنْ عَطَاءٍ وَغَيْرِهِ، عَنْ جَابِرٍ، أَخَذْتُهُ بِأَرْبَعَةِ دَنَانِيْرَ، وَهٰذَا يَكُوْنُ أُوْقِيَّةً عَلٰی حِسَابِ الدِّيْنَارِ بِعَشْرَةِ دَرَاهِمَ.

[٤-] وَلَمْ يُبَيِّنِ الثَّمَنَ مُغِيْرَةُ، عَنِ الشَّعْبِیِّ، عَنْ جَابِرٍ، وَابْنُ الْمُنْكَدِرِ وَأَبُوْ الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ.

[٥-] وَقَالَ الْأَعْمَشُ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ جَابِرٍ: أُوْقِيَّةُ ذَهَبٍ.

[٦-] وَقَالَ أَبُوْ إِسْحَاقَ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ جَابِرٍ: بِمِائَتَیْ دِرْهَمٍ.

[۷-] وَقَالَ دَاوُدُ بْنُ قَيْسٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ مِقْسَمٍ، عَنْ جَابِرٍ: اشْتَرَاهُ بِطَرِيْقِ تَبُوْكَ، أَحْسِبُهُ قَالَ: بِأَرْبَعِ أَوَاقٍ.

[۸-] وَقَالَ أَبُوْ نَضْرَةَ: عَنْ جَابِرٍ: اشْتَرَاهُ بِعِشْرِيْنَ دِيْنَارًا.

وَقَوْلُ الشَّعْبِیِّ: بِوُقِيَّةٍ أَكْثَرُ، قَالَ أَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ: وَالِاشْتِرَاطُ أَكْثَرُ وَأَصَحُّ عِنْدِیْ.

وضاحت: حدیث میں جو آیا ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے اونٹ بیچنے سے انکار کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ انھوں نے اونٹ نذر کیا، بیچنے سے انکار کیا، مگر نبی ﷺ نے مفت قبول نہیں کیا، بلکہ بیچنے پر اصرار کیا۔

بَابُ الشُّرُوْطِ فِی الْمُعَامَلَةِ

مساقات میں شرطیں

معاملہ: مساقات کو کہتے ہیں، مساقات: باغوں کو پرداخت پر دینا۔ مہاجرین وانصار نے آپس میں طے کیا تھا کہ باغات

کا کام مہاجرین کریں اور پیداوار آدھی آدھی بانٹ لیں، اس طرح مساقات کا معاملہ کرنا درست ہے، اسی طرح خیبر کے یہودیوں کے ساتھ نبی ﷺ نے نصفا نصفی پر مساقات کی تھی: یہ بھی درست ہے۔

[۵-] بَابُ الشُّرُوْطِ فِی الْمُعَامَلَةِ

[۲۷۱۹-] حدثنا أَبُوْ الْيَمَانِ، أَنَا شُعَيْبٌ، ثَنَا أَبُوْ الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِیْ هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَتِ الْأَنْصَارُ لِلنَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم: اقْسِمْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ إِخْوَانِنَا النَّخِيْلَ، فَقَالَ:" لاَ" فَقَالُوْا:" تَكْفُوْنَا الْمُؤْنَةَ وَنُشْرِكُكُمْ فِی الثَّمَرَةِ" قَالُوْا: سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا. [راجع: ۲۳۲۵]

[۲۷۲۰-] حدثنا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ، ثَنَا جُوَيْرِيَةُ بْنُ أَسْمَاءَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: أَعْطٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم خَيْبَرَ الْيَهُوْدَ أَنْ يَعْمَلُوْهَا وَيَزْرَعُوْهَا، وَلَهُمْ شَطْرُ مَا يَخْرُجُ مِنْهَا. [راجع: ۲۲۸۵]

بَابُ الشُّرُوْطِ فِی الْمَهْرِ عِنْدَ عُقْدَةِ النِّكَاحِ

نکاح کے وقت مہر میں شرطیں

بوقت نکاح مہر طے پایا کہ اتنی رقم دے گا یا گھر دے گا یا زمین جائداد دے گا تو اس کی پابندی ضروری ہے، اگرچہ شوہر کا حق ہے کہ وہ جو مہر دینا چاہے دے، مگر جب بات طے ہوگئی تو اب اس کی پابندی ضروری ہے۔

اثر: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: لَهَا شَرْطُهَا: عورت کے لئے اس کی شرط ہے یعنی بوقت نکاح عورت نے جو شرط لگائی اس کو پورا کرنا ضروری ہے، ایک شخص نے کہا: پھر تو عورت ہمیں طلاق بھی دے سکتی ہے! حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: إِنَّ مَقَاطِعَ الْحُقُوْقِ عِنْدَ الشُّرُوْطِ، وَلَكَ مَا شَرَطْتَ: شرطوں کے پاس حقوق ختم ہوجاتے ہیں اور تمہارے لئے وہ ہے جس کی تم نے شرط لگائی ہے۔

تشریح: مَقَاطِع: مَقْطَع کی جمع ہے: وہ جگہ جہاں کلام ختم ہوجاتا ہے، رک جاتا ہے۔ حضرت امام بخاری رحمہ اللہ نے اس قول سے باب ثابت کیا ہے کہ بوقت نکاح جو مہر طے ہوگیا اس کی پابندی ضروری ہے، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے جو کسی نے کہا تھا کہ پھر تو عورت ہمیں طلاق بھی دے سکتی ہے! اس کا جواب یہ ہے کہ دے سکتی ہے، اسی کا نام تفویض طلاق ہے، اگر بوقت نکاح طلاق کا اختیار بیوی کو دیدیا تو وہ طلاق دے سکتی ہے، اور وَلَكَ مَا شَرَطْتَ کا مطلب یہ ہے کہ اگر آپ کوئی شرط منوائیں تو بیوی پر اس کی پابندی لازم ہے، اسی طرح بیوی کی طرف سے جو شرط طے کی جائے اس کی پابندی بھی ضروری ہے۔

حدیث (۱): ایک تقریر میں نبی ﷺ نے اپنے داماد حضرت ابوالعاص بن الربیع رضی اللہ عنہ کا تذکرہ کیا اور ان کی تعریف کی کہ وہ میرے بہت اچھے داماد تھے، آپؐ کی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا ان کے نکاح میں تھیں، مشرکین نے ان پر بہت دباؤ ڈالا کہ محمد کی لڑکی کو طلاق دیدو، مگر انھوں نے طلاق نہیں دی، پھر وہ جنگِ بدر میں کافروں کے ساتھ آئے اور قید ہوگئے، صحابہ نے ان کو فدیہ کے بغیر چھوڑ دیا، جب وہ مکہ واپس جانے لگے تو نبی ﷺ نے ان سے کہا: تم غیر مسلم ہو، زینبؓ کو مدینہ بھیج دو، انھوں نے وعدہ کیا، اور پورا کیا۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا مدینہ میں آکر چھ سال تک بیٹھی رہیں، پھر فتح مکہ سے پہلے مصالحت کے زمانہ میں ابوالعاصؓ مسلمان ہوکر آگئے تو انہی سے حضرت زینبؓ کا دوبارہ نکاح کردیا، اس روایت سے معلوم ہوا کہ شوہر مہر وغیرہ کے سلسلہ میں جو وعدہ کرے اس کو پورا کرنا چاہئے۔

حدیث (۲): نبی ﷺ نے فرمایا: أَحَقُّ الشُّرُوْطِ أَنْ تُوْفُوْا بِهِ: مَا اسْتَحْلَلْتُمْ بِهِ الفُرُوْجَ: وفا کی سب سے زیادہ حق دار وہ شرطیں ہیں جن کے ذریعہ تم نے شرم گاہوں کو حلال کیا ہے۔

تشریح: أَحَقُّ الشُّرُوْطِ: مبتداء، أَنْ مصدریہ، تُوْفُوْا بِهِ: بتاویل مصدر یعنی وفا (پورا کرنے) کی زیادہ حق دار شرطیں، مااستحللتم خبر، یعنی جن شرطوں کو قبول کرنے کی وجہ سے نکاح ہوا ہے ان کو ضرور پورا کرنا چاہئے، وہ وفا کی زیادہ حقدار ہیں، اس میں مہر بھی آگیا، جو بات مہر میں طے پائی ہے وہ پوری کرنی چاہئے۔

[٦-] بَابُ الشُّرُوْطِ فِي الْمَهْرِ عِنْدَ عُقْدَةِ النِّكَاحِ

[١-] وَقَالَ عُمَرُ: إِنَّ مَقَاطِعَ الْحُقُوْقِ عِنْدَ الشُّرُوْطِ، وَلَكَ مَا شَرَطْتَ.

[٢-] وَقَالَ الْمِسْوَرُ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم، ذَكَرَ صِهْرًا لَهُ، فَأَثْنَى عَلَيْهِ فِي مُصَاهَرَتِهِ، فَأَحْسَنَ، قَالَ: " حَدَّثَنِيْ فَصَدَقَنِيْ، وَوَعَدَنِيْ فَوَفَىْ لِيْ"

[٢٧٢١-] حدثنا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ، ثَنِي اللَّيْثُ، حَدَّثَنِي يَزِيْدُ بْنُ أَبِيْ حَبِيْبٍ، عَنْ أَبِي الْخَيْرِ، عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلى الله عليه وسلم: " أَحَقُّ الشُّرُوْطِ أَنْ تُوْفُوْا بِهِ مَا اسْتَحْلَلْتُمْ بِهِ الفُرُوْجَ" [انظر: ٥١٥١]

بَابُ الشُّرُوْطِ فِي الْمُزَارَعَةِ

مزارعت میں شرطیں

پہلے باب الشُّرُوْطِ فِي الْمُعَامَلَةِ آیا ہے، وہ باب مساقات کے بارے میں تھا، اب یہ باب مزارعت کے بارے میں آیا، زمین بٹائی پر اور کرایہ پر دینا جائز ہے، اور خاص جگہ کی پیداوار پر اور پیداوار کی خاص مقدار پر دینا جائز نہیں، اس میں خطرہ (سٹّہ) ہے، تفصیل پہلے آچکی ہے۔

[۷-] بَابُ الشُّرُوْطِ فِي الْمُزَارَعَةِ

[۲۷۲۲-] حدثنا مَالِكُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، ثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ، ثَنَا يَحْيى بْنُ سَعِيْدٍ، سَمِعْتُ حَنْظَلَةَ الزُّرَقِيَّ، قَالَ: سَمِعْتُ رَافِعَ بْنَ خَدِيْجٍ، يَقُوْلُ: كُنَّا أَكْثَرَ الْأَنْصَارِ حَقْلًا، فَكُنَّا نُكْرِى الْأَرْضَ، فَرُبَّمَا أَخْرَجَتْ هٰذِهِ وَلَمْ تُخْرِجْ ذِهِ، فَنُهِيْنَا عَنْ ذٰلِكَ، وَلَمْ نُنْهَ عَنِ الْوَرِقِ. [راجع: ۲۲۸۶]

بَابُ مَالَا يَجُوْزُ مِنَ الشُّرُوْطِ فِي النِّكَاحِ

نکاح میں جو شرطیں جائز نہیں

شرطیں تین قسم کی ہیں: ایک: جو عقد کا مقتضی ہیں۔ دوم: جو مقتضائے عقد کے خلاف ہیں۔ سوم: جو نہ عقد کا مقتضی ہیں نہ اس کے خلاف، جو شرطیں عقد کا مقتضی ہیں وہ تو خود بخود ثابت ہوتی ہیں، جیسے بیوی سے استمتاع کا جواز، اور جو شرطیں مقتضائے عقد کے خلاف ہیں وہ باطل ہوجاتی ہیں، جیسے نکاح میں شرط لگانا کہ بیوی صحبت نہیں کرنے دے گی، یہ شرط باطل ہے اور نکاح صحیح ہے، کیونکہ نکاح ایمان میں سے ہے، اور تیسری قسم کی شرط: جیسے گھر داماد بن کر رہنے کی شرط اس کو دیانۃً پورا کرنا واجب ہے، ابھی ایک باب پہلے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول آیا ہے اور حضرت عقبہ کی حدیث آئی ہے ان کا یہی محمل ہے کہ دیانۃً ان شرطوں کو پورا کرنا ضروری ہے، قضاءً ضروری نہیں۔ ترمذی میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے: شَرْطُ اللّٰهِ أَحَقُّ: علماء نے اس کو قضاء پر محمول کیا ہے۔

غرض اس باب میں ان شرطوں کا بیان ہے جو مقتضائے عقد کے خلاف ہیں، جیسے عورت نے شرط لگائی کہ شوہر اپنی پہلی بیوی کو طلاق دیدے گا، یہ شرط باطل ہے۔ حدیث میں ہے: لَاتَسْئَلِ الْمَرْأَةُ طَلَاقَ أُخْتِهَا لِتَسْتَكْفِئَ إِنَاءَ هَا: عورت اپنی بہن (سوکن) کی طلاق کا مطالبہ نہ کرے تا کہ اس کے برتن کو (اپنے برتن میں) انڈیل لے، اور باب کی حدیث کا پہلا جملہ: لَايَبِيْعُ حَاضِرٌ لِبَادٍ: شہری دیہاتی کے لئے نہ بیچے، اس کا ایک مطلب یہ ہے کہ شہر میں چیزوں کی تنگی ہے اور کوئی دکاندار شہریوں کو نہیں بیچتا، دیہاتیوں کو بیچتا ہے، دیہاتی بھولے ہوتے ہیں ان کو ٹھگا جاسکتا ہے اور دوسرا مطلب أبواب البیوع میں گذرا ہے۔

[۸-] بَابُ مَالَا يَجُوْزُ مِنَ الشُّرُوْطِ فِي النِّكَاحِ

[۲۷۲۳-] حدثنا مُسَدَّدٌ، ثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ، ثَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَعِيْدٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم، قَالَ: " لَا يَبِيْعُ حَاضِرٌ لِبَادٍ، وَلَا تَنَاجَشُوْا، وَلَا يَزِيْدَنَّ عَلٰى بَيْعِ أَخِيْهِ، وَلَا يَخْطُبَنَّ عَلٰى خِطْبَتِهِ، وَلَا تَسْأَلِ الْمَرْأَةُ طَلَاقَ أُخْتِهَا لِتَسْتَكْفِئَ إِنَاءَ هَا"[راجع: ۲۱۴۰]

بَابُ الشُّرُوطِ الَّتِيْ لَاتَحِلُّ فِي الْحُدُوْدِ

حدود (شرعی سزاؤں) میں جو شرطیں جائز نہیں

حدود: وہ سزائیں جو اللہ کی طرف سے مقرر ہیں، جن میں رعایت کا کسی کو کوئی اختیار نہیں، ایسی سزائیں چار ہیں: حدِ سرقہ، حدِ زنا، حدِ قذف اور حدِ شرب خمر، ان حدود میں اگر کوئی ایسی شرط لگائی جائے جس سے حد اٹھ جائے تو وہ باطل ہے اور باب میں وہی حدیث ہے جو پہلے گذری ہے کہ ایک لڑکے کے باپ نے سو بکریاں اور ایک باندی دے کر عورت کے شوہر سے صلح کی تھی کہ وہ معاملہ کو دبا دے، پھر جب معاملہ حضور ﷺ کے پاس پہنچا تو آپؐ نے بکریاں اور باندی واپس کرائی، اور زانی زانیہ کو سزا دی۔

[۹-] بَابُ الشُّرُوطِ الَّتِيْ لَاتَحِلُّ فِي الْحُدُوْدِ

[٢٧٢٤و٢٧٢٥-] حدثنا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ، ثَنَا اللَّيْثُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُوْدٍ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ، وَزَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ، أَنَّهُمَا قَالَا: إِنَّ رَجُلًا مِنَ الْأَعْرَابِ أَتَى رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، فَقَالَ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! أَنْشُدُكَ اللّٰهَ أَلَّا قَضَيْتَ لِيْ بِكِتَابِ اللّٰهِ، فَقَالَ الْخَصْمُ الْآخَرُ، وَهُوَ أَفْقَهُ مِنْهُ: نَعَمْ، فَاقْضِ بَيْنَنَا بِكِتَابِ اللّٰهِ وَائْذَنْ لِيْ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: "قُلْ" قَالَ: إِنَّ ابْنِيْ كَانَ عَسِيْفًا عَلٰى هٰذَا فَزَنٰى بِامْرَأَتِهِ، وَإِنِّيْ أُخْبِرْتُ أَنَّ عَلٰى ابْنِيْ الرَّجْمَ، فَافْتَدَيْتُ مِنْهُ بِمِائَةِ شَاةٍ وَوَلِيْدَةٍ، فَسَأَلْتُ أَهْلَ الْعِلْمِ فَأَخْبَرُوْنِيْ أَنَّمَا عَلٰى ابْنِيْ مِائَةُ جَلْدَةٍ وَتَغْرِيْبُ عَامٍ، وَأَنَّ عَلٰى امْرَأَةِ هٰذَا الرَّجْمَ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: "وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهِ لَأَقْضِيَنَّ بَيْنَكُمَا بِكِتَابِ اللّٰهِ، الْوَلِيْدَةُ وَالْغَنَمُ رَدٌّ عَلَيْكَ، وَعَلٰى ابْنِكَ جَلْدُ مِائَةٍ وَتَغْرِيْبُ عَامٍ، اغْدُ يَا أُنَيْسُ إِلٰى امْرَأَةِ هٰذَا فَإِنِ اعْتَرَفَتْ فَارْجُمْهَا" قَالَ: فَغَدَا عَلَيْهَا، فَاعْتَرَفَتْ فَأَمَرَ بِهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم فَرَجَمَهَا. [راجع: ٢٣١٤، ٢٣١٥]

قوله: أَنْشُدُكَ اللّٰهُ إلخ: أى ما أطلبُ منك إلا قضاءَ ك بكتاب الله (عمدہ)............ **الخصم الآخر:** لڑکے کا باپ، اور وہ عورت کے شوہر سے زیادہ سمجھ دار تھا۔

بَابُ مَايَجُوْزُ مِنْ شُرُوْطِ الْمُكَاتَبِ إِذَا رَضِيَ بِالْبَيْعِ: عَلٰى أَنْ يُعْتَقَ

جب مکاتب اپنی آزادی کے لئے فروخت ہونے پر راضی ہو جائے تو جائز ہے

کسی مکاتب کو کوئی شخص آزاد کرنے کے لئے خریدنا چاہتا ہے، مگر وہ جب تک مکاتب ہے فروخت نہیں کیا جا سکتا، البتہ

اگر خود کو عاجز کردے، کتابت کا معاملہ ختم کردے اور غلامی کی طرف لوٹ جائے تو اس کو بیچا خریدا جاسکتا ہے، یہی کتابت میں شرط ہے۔ حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا مکاتبہ تھیں، انھوں نے خود کو کتابت سے عاجز کردیا اور ان کے مولیٰ نے ان کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ہاتھ بیچ دیا اور انھوں نے خرید کر آزاد کردیا، ایسا کرنا درست ہے۔ اور باب میں علیٰ تعلیل کے لئے ہے، جیسے ﴿وَلِتُكَبِّرُوْا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدَاكُمْ﴾ أی لِهدايته إياكم (عمدہ)

[۱۰-] بَابُ مَايَجُوْزُ مِنْ شُرُوْطِ الْمُكَاتَبِ إِذَا رَضِيَ بِالْبَيْعِ: عَلٰى أَنْ يُعْتَقَ

[۲۷۲۶-] حدثنا خَلَّادُ بْنُ يَحْيىَ، ثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَيْمَنَ الْمَكِّيُّ، عَنْ أَبِيْهِ، قَالَ: دَخَلْنَا عَلٰى عَائِشَةَ، قَالَتْ: دَخَلَتْ عَلَيَّ بَرِيْرَةُ وَهِيَ مُكَاتَبَةٌ، فَقَالَتْ: يَا أُمَّ الْمُؤْمِنِيْنَ! اشْتَرِيْنِي فَإِنَّ أَهْلِي يَبِيْعُوْنِّي فَأَعْتِقِيْنِي، قَالَتْ: نَعَمْ، قَالَتْ: إِنَّ أَهْلِي لاَ يَبِيْعُوْنِّي حَتَّى يَشْتَرِطُوْا وَلاَئِي، قَالَتْ: لاَحَاجَةَ لِي فِيْكِ، فَسَمِعَ ذٰلِكَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم أَوْ: بَلَغَهُ، فَقَالَ: " مَا شَأْنُ بَرِيْرَةَ؟ " فَقَالَ: " اشْتَرِيْهَا فَأَعْتِقِيْهَا، وَلْيَشْتَرِطُوْا مَا شَاؤُا " قَالَتْ: فَاشْتَرَيْتُهَا فَأَعْتَقْتُهَا، وَاشْتَرَطَ أَهْلُهَا وَلاَءَ هَا، فَقَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم: " الْوَلاَءُ لِمَنْ أَعْتَقَ، وَإِنِ اشْتَرَطُوْا مِائَةَ شَرْطٍ " [راجع: ٤٥٦]

بَابُ الشُّرُوْطِ فِي الطَّلاَقِ

طلاق میں شرطیں

اگر کسی نے بیوی کی طلاق کو حرف شرط کے ساتھ معلق کیا تو خواہ حرف شرط پہلے لائے یا بعد میں: دونوں صورتوں میں تعلیق صحیح ہے، مثلاً کہا: أَنْتِ طَالِقٌ إِنْ دَخَلْتِ الدَّارَ: یا کہا: إِنْ دَخَلْتِ الدَّارَ فَأَنْتِ طَالِقٌ: دونوں صورتوں میں تعلیق صحیح ہے۔ حضرات ابن المسیب، حسن بصری اور عطاء رحمہم اللہ نے یہی بات فرمائی ہے کہ اگر طلاق سے شروع کرے یا طلاق کو مؤخر کرے ہر صورت اس کی شرط کے ساتھ زیادہ حق دار ہے، یعنی دونوں صورتوں میں تعلیق ہوگئی، اور قاضی شریح اور ابراہیم نخعی رحمہما اللہ فرماتے ہیں: اگر طلاق سے شروع کرے تو تعلیق درست ہے اور طلاق کو مؤخر کرے تو تعلیق درست نہیں (یہ قول کتاب میں نہیں ہے) مگر جمہور کی رائے وہ ہے جو پہلے آئی۔

اور حدیث گذری ہے، اس میں ہے: نَهَى رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم عَنْ أَنْ تَشْتَرِطَ الْمَرْأَةُ طلاقَ أُخْتِهَا: رسول اللہ ﷺ نے اس بات سے منع کیا کہ کوئی عورت اپنی بہن کی طلاق کی شرط لگائے، یعنی وہ نکاح کرنا چاہتی ہے مگر شرط لگاتی ہے کہ تم اپنی پہلی بیوی کو طلاق دو تو میں نکاح کروں، پس اگر شوہر کہے: إِنْ تزوَّجْتُكِ ففُلاَنَةُ طَالِقٌ: یا کہے: فُلاَنَةُ طَالِقٌ إِنْ تزوَّجْتُكِ: دونوں صورتوں میں تعلیق درست ہے، پس اگر نکاح کرے گا تو پہلی بیوی کو طلاق پڑ جائے گی۔

[۱۱-] بَابُ الشُّرُوْطِ فِی الطَّلَاقِ

وَقَالَ ابْنُ الْمُسَيَّبِ، وَالْحَسَنُ، وَعَطَاءٌ: إِنْ بَدَأَ بِالطَّلَاقِ أَوْ أَخَّرَ فَهُوَ أَحَقُّ بِشَرْطِهِ.

[۲۷۲۷-] حدثنا مُحَمَّدُ بْنُ عَرْعَرَةَ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ، عَنْ أَبِی حَازِمٍ، عَنْ أَبِی هُرَيْرَةَ، قَالَ: نَهَی رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم عَنِ التَّلَقِّیْ، وَأَنْ يَبْتَاعَ الْمُهَاجِرُ لِلْأَعْرَابِیِّ، وَأَنْ تَشْتَرِطَ الْمَرْأَةُ طَلَاقَ أُخْتِهَا، وَأَنْ يَسْتَامَ الرَّجُلُ عَلٰی سَوْمِ أَخِيْهِ، وَنَهَی عَنِ النَّجْشِ، وَعَنِ التَّصْرِيَةِ"

تَابَعَهُ مُعَاذٌ، وَعَبْدُ الصَّمَدِ، عَنْ شُعْبَةَ، وَقَالَ غُنْدَرٌ، وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ: نُهِیَ، وَقَالَ آدَمُ: نُهِيْنَا، وَقَالَ النَّضْرُ وَحَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ: نَهَی .[راجع: ۲۱۳۰]

سند کا بیان: شعبہ رحمہ اللہ کے شاگرد محمد بن عرعرہ کی روایت میں نَهَی رَسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے، شعبہ کے دوسرے دوشاگرد معاذ عنبری اور عبدالصمد بھی یہی روایت کرتے ہیں۔ نہی فعل ماضی معروف ہے، اور رسول اللہ اس کا فاعل ہے، اور شعبہ کے دوسرے شاگرد غندر محمد بن جعفر اور عبدالرحمٰن بن مہدی کی روایت میں نُهِیَ (فعل ماضی مجہول مفرد) ہے، اور فاعل مذکور نہیں، اور شعبہ کے شاگرد آدم بن ابی ایاس کی روایت میں نُهِيْنَا (ماضی مجہول جمع متکلم) ہے اور شعبہ کے دوسرے دوشاگرد نضر اور حجاج کی روایتوں میں نَهَی (ماضی مفرد معروف) ہے مگر انھوں نے فاعل کا تذکرہ نہیں کیا۔

بَابُ الشُّرُوْطِ مَعَ النَّاسِ بِالْقَوْلِ

لوگوں کے ساتھ زبانی شرطیں طے کرنا

معاملات میں جو باتیں طے کی جاتی ہیں ان کا لکھنا ضروری نہیں، نہ گواہ بنانا ضروری ہے، زبانی طے کرنا کافی ہے۔ حضرت خضر علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ طے کیا تھا کہ آپ چپ شاہ بنے رہیں، میرے کسی عمل کے بارے میں کوئی سوال نہ کریں، یہ بات زبانی طے ہوئی تھی۔

قولہ: كَانَتِ الْأُوْلٰی نِسْيَانًا، وَالْوُسْطٰی شَرْطًا، وَالثَّالِثَةُ عَمْدًا: پہلی مرتبہ اعتراض شرط بھول کر کیا تھا، اور دوسری مرتبہ شرط یاد تھی پھر بھی اعتراض کیا، شرطاً: نسیاناً کا مقابل ہے، اور تیسری مرتبہ جدا ہونے کی نیت سے اعتراض کیا، کیونکہ حضرت خضر علیہ السلام نے دوسرے اعتراض پر وارننگ دیدی تھی کہ اگر آئندہ اعتراض کروگے تو چلتا کروں گا، پھر بھی موسیٰ علیہ السلام نے اعتراض کیا، یہ جدا ہونے کا ذہن بنا کر اعتراض کیا تھا، عمداً کا یہ مطلب ہے۔

[۱۲-] بَابُ الشُّرُوْطِ مَعَ النَّاسِ بِالْقَوْلِ

[۲۷۲۸-] حدثنا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسَی، أَنَا هِشَامٌ، أَنَّ ابْنَ جُرَيْجٍ أَخْبَرَهُ، قَالَ: أَخْبَرَنِیْ يَعْلَی بْنُ مُسْلِمٍ،

وَعَمْرُو بْنُ دِيْنَارٍ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ، يَزِيْدُ أَحَدُهُمَا عَلٰى صَاحِبِهِ، وَغَيْرُهُمَا: قَدْ سَمِعْتُهُ يُحَدِّثُهُ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ،قَالَ: إِنَّا لَعِنْدَ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: ثَنِيْ أُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: قَالَ:" مُوْسَى رَسُوْلُ اللّٰهِ" فَذَكَرَ الْحَدِيْثَ. قَالَ:﴿ أَلَمْ أَقُلْ إِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا﴾ [الكهف: ۷۲]كَانَتِ الْأُوْلٰى نِسْيَانًا، وَالْوُسْطٰى شَرْطًا، وَالثَّالِثَةُ عَمْدًا، ﴿قَالَ لاَ تُؤَاخِذْنِيْ بِمَا نَسِيْتُ وَلاَ تُرْهِقْنِيْ مِنْ أَمْرِيْ عُسْرًا﴾[الكهف: ۷۳] لِقِيَا غُلاَمًا فَقَتَلَهُ فَانْطَلَقَا فَوَجَدَا فِيْهَا جِدَارًا يُرِيْدُ أَنْ يَنْقَضَّ فَأَقَامَهُ" [الكهف: ۷۷] قَرَأَهَا ابْنُ عَبَّاسٍ (أَمَامَهُمْ مَلِكٌ"[راجع: ۷٤]

وضاحت: ہماری قراءت وراءَ هم ہے اور ابن عباسؓ کی قراءت أَمَامَهم ہے، دونوں کے معنی ایک ہیں۔

بَابُ الشُّرُوْطِ فِي الْوَلاَءِ

ولاء میں شرط لگانا

ولاء یعنی آزادشدہ کی میراث آزاد کرنے والے کو ملتی ہے، اس کی کسی دوسرے کے لئے شرط نہیں لگائی جاسکتی، نہ اس کو بیچا جاسکتا ہے، نہ بخشا جاسکتا ہے، اور باب میں حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کا واقعہ ہے ان کا آقا چاہتا تھا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا خرید کر آزاد کریں مگر ولاء اس کو ملے، نبی ﷺ نے فرمایا: تم اس کے لئے ولاء کی شرط لگالو، ولاء اسی کو ملے گی جو آزاد کرے گا، آزاد کرنا از قبیل ایمان ہے اور اس میں شرط فاسد اڑ جاتی ہے۔ اور آزاد کرنا صحیح ہوجاتا ہے، اور پہلے میں نے بتایا ہے کہ روایات اس طرح آئی ہیں کہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ ولاء کی شرط بیع میں تھی، حالانکہ بیع کا ثمرہ ولاء نہیں، اور نہ خریدنے کے بعد آزاد کرنا ضروری ہے، پس واقعہ کی صحیح نوعیت یہ ہے کہ ولاء کی شرط اعتاق میں تھی، بیع میں نہیں تھی۔

[۱۳-] بَابُ الشُّرُوْطِ فِي الْوَلاَءِ

[۲۷۲۹-] حدثنا إِسْمَاعِيْلُ، ثَنَا مَالِكٌ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ جَاءَ تْنِيْ بَرِيْرَةُ، فَقَالَتْ: كَاتَبْتُ أَهْلِيْ عَلٰى تِسْعِ أَوَاقٍ، فِيْ كُلِّ عَامٍ أُوْقِيَّةٌ، فَأَعِيْنِيْنِيْ، فَقَالَتْ: إِنْ أَحَبُّوْا أَنْ أَعُدَّهَا لَهُمْ، وَيَكُوْنُ وَلاَؤُكِ لِيْ فَعَلْتُ، فَذَهَبَتْ بَرِيْرَةُ إِلٰى أَهْلِهَا، فَقَالَتْ لَهُمْ، فَأَبَوْا عَلَيْهَا، فَجَاءَ تْ مِنْ عِنْدِهِمْ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم جَالِسٌ فَقَالَتْ: إِنِّيْ قَدْ عَرَضْتُ ذٰلِكَ عَلَيْهِمْ فَأَبَوْا، إِلَّا أَنْ يَكُوْنَ الْوَلاَءُ لَهُمْ، فَسَمِعَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم فَأَخْبَرَتْ عَائِشَةُ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم، فَقَالَ: "خُذِيْهَا وَاشْتَرِطِيْ لَهُمُ الْوَلاَءَ، فَإِنَّمَا الْوَلاَءُ لِمَنْ أَعْتَقَ" فَفَعَلَتْ عَائِشَةُ، ثُمَّ قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم فِي النَّاسِ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ، ثُمَّ قَالَ: "مَا بَالُ رِجَالٍ يَشْتَرِطُوْنَ شُرُوْطًا

لَيْسَتْ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ، مَاكَانَ مِنْ شَرْطٍ لَيْسَ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ فَهُوَ بَاطِلٌ، وَإِنْ كَانَ مِائَةَ شَرْطٍ، قَضَاءُ اللّٰهِ أَحَقُّ، وَشَرْطُ اللّٰهِ أَوْثَقُ، وَإِنَّمَا الْوَلَاءُ لِمَنْ أَعْتَقَ"[راجع: ٤٥٦]

بَابٌ: إِذَا اشْتَرَطَ فِي الْمُزَارَعَةِ: إِذْ شِئْتُ أَخْرَجْتُكَ

مزارعت میں طے پایا کہ جب چاہوں گا معاملہ ختم کردوں گا تو یہ درست ہے

زمین بٹائی پر دی اور طے کیا کہ جب چاہوں گا زمین واپس لے لوں گا، اس طرح معاملہ کرنا درست ہے۔ نبی ﷺ نے خیبر کے یہودیوں کو اسی شرط پر زمین دی تھی، چنانچہ حضور ﷺ کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب ابن عمرؓ کے ساتھ حادثہ پیش آیا تو یہود کے ساتھ معاملہ ختم کردیا، اوران کو ارجنٹ جلاوطن کردیا، اوران کو اریحاء اوراذرعات میں بسایا، جو ملک شام کے باڈر پر ہیں۔

[١٤-] بَابٌ: إِذَا اشْتَرَطَ فِي الْمُزَارَعَةِ: إِذْ شِئْتُ أَخْرَجْتُكَ

[٢٧٣٠-] حدثنا أَبُوْ أَحْمَدَ، ثنا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى أَبُوْ غَسَّانَ الْكِنَانِيُّ، أَنَا مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: لَمَّا فَدَعَ أَهْلُ خَيْبَرَ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ قَامَ عُمَرُ خَطِيْبًا، فَقَالَ: إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم كَانَ عَامَلَ يَهُوْدَ خَيْبَرَ عَلٰى أَمْوَالِهِمْ، وَقَالَ:" نُقِرُّكُمْ مَا أَقَرَّكُمُ اللّٰهُ" وَإِنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ خَرَجَ إِلٰى مَالِهِ هُنَاكَ، فَعُدِيَ عَلَيْهِ مِنَ اللَّيْلِ، فَفُدِعَتْ يَدَاهُ وَرِجْلَاهُ، وَلَيْسَ لَنَا هُنَاكَ عَدُوٌّ غَيْرُهُمْ، هُمْ عَدُوُّنَا وَتُهْمَتُنَا، وَقَدْ رَأَيْتُ إِجْلَاءَ هُمْ، فَلَمَّا أَجْمَعَ عُمَرُ عَلٰى ذٰلِكَ أَتَاهُ أَحَدُ بَنِيْ أَبِي الْحُقَيْقِ، فَقَالَ: يَا أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ! أَتُخْرِجُنَا وَقَدْ أَقَرَّنَا مُحَمَّدٌ، وَعَامَلَنَا عَلَى الْأَمْوَالِ، وَشَرَطَ ذٰلِكَ لَنَا؟ فَقَالَ عُمَرُ: أَظَنَنْتَ أَنِّيْ نَسِيْتُ قَوْلَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم؟ كَيْفَ بِكَ إِذَا أُخْرِجْتَ مِنْ خَيْبَرَ، تَعْدُوْبِكَ قَلُوْصُكَ لَيْلَةً بَعْدَ لَيْلَةٍ؟ فَقَالَ: كَانَتْ ذٰلِكَ هُزَيْلَةً مِنْ أَبِي الْقَاسِمِ! فَقَالَ: كَذَبْتَ يَا عَدُوَّ اللّٰهِ! فَأَجْلَاهُمْ عُمَرُ، وَأَعْطَاهُمْ قِيْمَةَ مَاكَانَ لَهُمْ مِنَ الثَّمَرِ: مَالًا وَإِبِلًا وَعُرُوْضًا: مِنْ أَقْتَابٍ وَحِبَالٍ وَغَيْرِ ذٰلِكَ.

رَوَاهُ حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ، أَحْسِبُهُ عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنْ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم اخْتَصَرَهُ.

ترجمہ: جب خیبر والوں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ہاتھوں اور پیروں کے جوڑ ڈھیلے کردیئے (ابن عمرؓ خیبر میں اپنی زمین دیکھنے گئے تھے، وہاں رات میں سوتے وقت اندھیرے میں کچھ لوگوں نے حملہ کیا اور آپؓ کے ہاتھوں اور پیروں کو مروڑا جس سے جوڑ ڈھیلے پڑ گئے) پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تقریر فرمائی کہ نبی ﷺ نے خیبر کے یہودیوں

کے ساتھ معاملہ کیا تھا ان کے اموال پر یعنی مزارعت کا معاملہ کیا تھا، اور فرمایا تھا: ہم تمہیں برقرار رکھیں گے جب تک اللہ تعالیٰ تمہیں برقرار رکھیں گے (یہاں باب ہے) اور ابن عمرؓ وہاں اپنی جائداد کی طرف نکلے، پس رات میں ان پر ظلم کیا گیا، پس ان کے دونوں ہاتھوں اور دونوں پیروں کے جوڑ ڈھیلے کردیئے گئے، اور وہاں ہمارا یہود کے علاوہ کوئی دشمن نہیں، یہود ہمارے دشمن ہیں اور ہماری تہمت کی جگہ ہیں یعنی ہمارا گمان یہی ہے کہ انھوں نے یہ حرکت کی ہے، اور میری رائے ان کو جلاوطن کرنے کی ہے، پس جب حضرت عمرؓ نے اس کا پختہ ارادہ کرلیا تو ابوالحقیق کی اولاد میں سے ایک حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا (ابوالحقیق کی اولاد یہودیوں کی سردار تھی) پس اس نے کہا: امیر المؤمنین! کیا آپ ہمیں نکالیں گے حالانکہ ہمیں محمد (ﷺ) نے برقرار رکھا ہے اور ہمارے ساتھ زمین اور باغات کی بٹائی کا معاملہ کیا ہے اور وہ بات ہمارے لئے طے کی ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا تو گمان کرتا ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کی بات بھول گیا ہوں؟ تیرا کیا حال ہوگا جب تو خیبر سے نکالا جائے گا، تجھے لے کر تیری اونٹنیاں دوڑ رہی ہونگی ایک رات کے بعد دوسری رات، یعنی میں تمہیں خیبر سے بہت دور بھیج دوں گا، پس اس نے کہا: وہ بات ابوالقاسم کی طرف سے ٹھٹھا ہوئی! حضرت عمرؓ نے فرمایا: جھوٹ کہتا ہے اے اللہ کے دشمن! اور ان کو حضرت عمرؓ نے جلاوطن کیا اور ان کو ان پھلوں کی قیمت دی جو ان کے لئے تھے، مال، اونٹ اور سامان کی شکل میں یعنی کجاوے اور رسیاں وغیرہ۔

ترکیب: من الثمر: ما کا بیان ہے اور مالا وإبلا وعروضا: قیمةَ کی تمیز ہیں، اور مِن أقتاب وحبال: عروضا کا بیان ہے، اور اس جملہ کا مطلب یہ ہے کہ یہود کو ایسے وقت جلاوطن کیا گیا جب پھل پکے نہیں تھے، پس اس میں جو ان کا آدھا حصہ تھا اس کی قیمت ادا کی گئی، نقد کی شکل میں، اونٹوں کی شکل میں اور دیگر سامان کی شکل میں، یعنی اونٹوں کے کجاوے اور رسیاں وغیرہ دی گئیں۔

بَابُ الشُّرُوْطِ فِي الْجِهَادِ، وَالْمُصَالَحَةِ مَعَ أَهْلِ الْحَرْبِ، وَكِتَابَةِ الشُّرُوْطِ مَعَ النَّاسِ بِالْقَوْلِ

جہاد میں شرطیں، اور حربیوں کے ساتھ مصالحت، اور لوگوں کے ساتھ جو باتیں زبانی طے کی گئی ہیں ان کو لکھ لینا

نبی ﷺ نے مکہ کے قریب حدیبیہ کے میدان میں جنگ کے ماحول میں مکہ والوں کے ساتھ جو کہ حربی تھے: ناجنگ معاہدہ کیا تھا اور اس میں تین چار دفعات طے کی تھیں، جن کو باقاعدہ لکھ لیا گیا تھا مگر صلح کی دفعات لکھنا ضروری نہیں، خیبر والوں کے ساتھ جو معاملہ کیا تھا، وہ لکھا نہیں گیا تھا، اور حدیبیہ کا معاہدہ لکھا گیا تھا، اس لئے لکھ لینا بہتر ہے۔ اور باب میں صلح

حدیبیہ کی مفصل روایت ہے، اتنی مفصل روایت کتاب المغازی میں بھی نہیں ہے، اوراس کے بعض اجزاء پہلے گذر چکے ہیں، بعض نئے ہیں اس لئے اس روایت کو اچھی طرح سمجھ لینا چاہئے۔

حدیبیہ کے واقعہ کا پس منظر

جب صحابہ اور نبی ﷺ مکہ چھوڑ کر مدینہ ہجرت کر گئے تو مکہ والوں نے جنگ کی تیاری کی، وہ چڑھ چڑھ کر مدینہ پر حملہ کرتے تھے، سن پانچ ہجری میں احزاب (تمام قبائل) نے مل کر حملہ کیا جو غزوۂ احزاب کہلایا، جب کفار اس غزوہ سے نامراد لوٹے تو نبی ﷺ نے پیشین گوئی فرمائی کہ اب مکہ والے کبھی مدینہ پر ہلّہ نہیں بول سکیں گے، پھر ایسا ہوا کہ نبی ﷺ نے ایک خواب دیکھا: آپؐ صحابہ کے ساتھ عمرہ کے لئے مکہ تشریف لے گئے اور باطمینان عمرہ ادا کیا، اس خواب کا ذکر سورۃ الفتح آیت ۲۷ میں ہے، کعبہ شریف تمام عربوں کی مشترک عبادت گاہ تھی، اس لئے آپؐ نے اور صحابہ نے خیال کیا کہ اگر وہ عمرہ کے لئے جائیں گے تو مکہ والے نہیں روکیں گے، چنانچہ سن ۶ ہجری میں آپؐ پندرہ سو صحابہ کے ساتھ ذوالحلیفہ سے عمرہ کا احرام باندھ کر اور قربانی کے اونٹ ساتھ لے کر مکہ کی طرف چلے، اور خبروں کو چھپانے کا اہتمام نہیں کیا، کیونکہ جنگ مقصود نہیں تھی، عمرہ کرنا مقصود تھا، اس لئے خبر مکہ والوں تک پہنچ گئی کہ مسلمان عمرہ کرنے آرہے ہیں، ان لوگوں نے طے کیا کہ کسی قیمت پر ان کو مکہ نہیں آنے دیا جائے گا، پھر جو واقعات پیش آئے ان کو حدیث میں پڑھیں۔

[۱۵-] بَابُ الشُّرُوْطِ فِی الْجِهَادِ، وَالْمُصَالَحَةِ مَعَ أَهْلِ الْحَرْبِ، وَكِتَابَةِ الشُّرُوْطِ مَعَ النَّاسِ بِالْقَوْلِ

[۲۷۳۱و۲۷۳۲-] حدثنا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، ثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، نَا مَعْمَرٌ، أَخْبَرَنِی الزُّهْرِیُّ، أَخْبَرَنِی عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ، عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ، وَمَرْوَانَ - يُصَدِّقُ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا حَدِيْثَ صَاحِبِهِ - قَالَا: خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم زَمَنَ الْحُدَيْبِيَةِ، حَتّٰى إِذَا كَانُوْا بِبَعْضِ الطَّرِيْقِ، قَالَ النَّبِیُّ صلی الله علیه وسلم: "إِنَّ خَالِدَ بْنَ الْوَلِيْدِ بِالْغَمِيْمِ فِی خَيْلٍ لِقُرَيْشٍ، طَلِيْعَةً، فَخُذُوْا ذَاتَ الْيَمِيْنِ" فَوَاللّٰهِ مَا شَعَرَ بِهِمْ خَالِدٌ حَتّٰى إِذَا هُمْ بِقَتَرَةِ الْجَيْشِ، فَانْطَلَقَ يَرْكُضُ نَذِيْرًا لِقُرَيْشٍ.

ترجمہ: حضرت عروہ: مسور بن مخرمہؓ اور مروان بن الحکم سے روایت کرتے ہیں، مسورؓ صحابی صغیر ہیں، اس لئے وہ حدیبیہ میں موجود نہیں تھے اور مروان تابعی ہیں، دونوں نے یہ حدیث اکابر صحابہ سے سن کر روایت کی ہے —— امام زہریؒ کہتے ہیں: دونوں میں سے ہر ایک کی حدیث اپنے ساتھی کی حدیث کی تصدیق کرتی ہے، یعنی الفاظ اگرچہ الگ الگ ہیں مگر مضمون ایک ہے، امام زہریؒ نے دونوں کے الفاظ ملا کر مفصل روایت تیار کی ہے۔

دونوں حضرات کہتے ہیں: حدیبیہ کے سال نبی ﷺ مدینہ سے چلے، یہاں تک کہ جب وہ (مکہ کے قریب) راستہ میں تھے تو نبی ﷺ نے فرمایا: خالد غَمیم میں ہے قریش کے گھوڑ سواروں کے ساتھ، ہراول دستے کے طور پر، پس آپؐ نے فرمایا (مکہ کے) راستہ سے دائیں طرف چلو یعنی راستہ بدل دو، پس بخدا! صحابہ کے لشکر کا خالد کو احساس نہیں ہوا، یہاں تک کہ اچانک ان لوگوں نے لشکر کا سیاہ غبار دیکھا، یعنی جب لشکر کا غبار اڑا تو خالد کو پتا چلا کہ مدینہ والے راستہ بدل کر آگے نکل گئے، پس وہ گھوڑوں کو ایڑ کرتا ہوا یعنی بھگاتا ہوا قریش کو خبر دینے کے لئے چلا۔

تشریح: جب نبی ﷺ اور صحابہ مکہ سے دو تین مرحلوں پر رہ گئے تو آپؐ کو اطلاع ملی کہ قریش کا ہراول دستہ ذوطوی مقام پر پہنچ گیا ہے، لوگ عام طور پر ذوطوی سے مکہ مکرمہ میں داخل ہوتے تھے، یہ ہراول دستہ یعنی مقدمۃ الجیش خالد بن الولید کی سرکردگی میں غَمیم پر موجود تھا، پس آپؐ نے صحابہ کو حکم دیا کہ ذوطوی کا راستہ چھوڑ کر دائیں جانب کا راستہ اختیار کرو، تاکہ ہم دوسرے راستہ سے مکہ پہنچ جائیں، چنانچہ ایک راہبر دشوار گذار راستہ سے آپؐ کو لے کر چلا، اس طرح آپؐ حدیبیہ کے مقام پر پہنچ گئے، ورنہ عام طور پر جو لوگ مدینہ سے آتے تھے وہ حدیبیہ سے نہیں گذرتے تھے۔

لغات: **الطَّلِيْعَة**: ہراول دستہ، فوج کے آگے رہنے والی لشکر کی ٹکڑی، مقدمۃ الجیش .... **الْقَتَرَة**: دھویں جیسا غبار، قرآن میں ہے: ﴿تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ﴾: ان کے چہروں پر کدورت چھائی ہوگی .... رَكَضَ (ن) رَكْضًا: تیز دوڑانا۔

وَسَارَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم، حَتَّى إِذَا كَانَ بَالثَّنِيَّةِ الَّتِي يُهْبَطُ عَلَيْهِمْ مِنْهَا بَرَكَتْ بِهِ رَاحِلَتُهُ، فَقَالَ النَّاسُ: حَلْ حَلْ! فَأَلَحَّتْ، فَقَالُوْا: خَلَأَتِ الْقَصْوَاءُ! خَلَأَتِ الْقَصْوَاءُ! فَقَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم: "مَا خَلَأَتِ الْقَصْوَاءُ، وَمَا ذَاكَ لَهَا بِخُلُقٍ، وَلٰكِنْ حَبَسَهَا حَابِسُ الْفِيْلِ" ثُمَّ قَالَ: "وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهِ! لَا يَسْأَلُوْنِّيْ خُطَّةً يُعَظِّمُوْنَ فِيْهَا حُرُمَاتِ اللّٰهِ إِلَّا أَعْطَيْتُهُمْ إِيَّاهَا" ثُمَّ زَجَرَهَا فَوَثَبَتْ، قَالَ: فَعَدَلَ عَنْهُمْ حَتَّى نَزَلَ بِأَقْصَى الْحُدَيْبِيَةِ، عَلَى ثَمَدٍ قَلِيْلِ الْمَاءِ، يَتَبَرَّضُهُ النَّاسُ تَبَرُّضًا، فَلَمْ يُلَبِّثْهُ النَّاسُ حَتَّى نَزَحُوْهُ، وَشُكِيَ إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم الْعَطَشُ. فَانْتَزَعَ سَهْمًا مِنْ كِنَانَتِهِ ثُمَّ أَمَرَهُمْ أَنْ يَجْعَلُوْهُ فِيْهِ، فَوَ اللّٰهِ مَازَالَ يَجِيْشُ لَهُمْ بِالرِّيِّ، حَتَّى صَدَرُوْا عَنْهُ.

ترجمہ: اور نبی ﷺ چلے یہاں تک کہ جب آپؐ اس نکڑ پر پہنچے جہاں سے مکہ والوں پر اترا جاتا ہے تو آپؐ کو لے کر آپؐ کی اونٹنی بیٹھ گئی، لوگوں نے کہا: اٹھ اٹھ! اس نے اصرار کیا، یعنی نہیں اٹھی! لوگوں نے کہا: قصواء (آپؐ کی اونٹنی کا نام) اڑ گئی! قصواء اڑ گئی! نبی ﷺ نے فرمایا: قصواء اڑی نہیں، اور نہ یہ اس کی عادت ہے، بلکہ اس کو روک لیا ہے ہاتھی کو روکنے والے نے، پھر آپؐ نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے! نہیں مطالبہ کریں گے مکہ والے مجھ سے کسی ایسی بات کا جس میں اللہ کی محترم کی ہوئی جگہ کی تعظیم مقصود ہوگی، مگر میں وہ بات ان کو دونگا یعنی نبی ﷺ نے اللہ تعالیٰ

سے عہد کیا کہ میں مکہ والوں کی ہر وہ بات مان لوں گا جس میں حرم کا احترام ملحوظ ہوگا، اگرچہ میری مونچھ نیچی ہوجائے، پھر آپؐ نے اونٹنی کو جھڑکا، وہ کود کر کھڑی ہوگئی۔ راوی کہتا ہے: پس نبی ﷺ مکہ والوں سے ہٹ گئے یعنی مکہ کا راستہ چھوڑ دیا، یہاں تک کہ حدیبیہ کے میدان کے آخر میں اترے (حدیبیہ کا یہ حصہ حرم سے باہر تھا) تھوڑے پانی والے چشمہ پر، جس میں سے لوگ پانی نچوڑ نچوڑ کر لیا کرتے تھے، پس زیادہ وقت نہیں گذرا کہ لوگوں نے اس کا سارا پانی چوس لیا، اور نبی ﷺ سے پیاس کا شکوہ کیا، آپؐ نے اپنے ترکش سے ایک تیر نکالا، اور ان کو حکم دیا کہ وہ اس تیر کو کنویں میں گاڑ دیں، پس بخدا! برابر وہ چشمہ جوش مارتا رہا لوگوں کے لئے پانی کے ساتھ یہاں تک کہ لوگ اس سے لوٹے، یعنی جو بھی اس کنویں پر پانی لینے جاتا وہ بامراد لوٹتا، وہاں سے اس کو پانی مل جاتا۔

لغات: الثنية: پہاڑی راستہ .... حَلْ حَلْ! اونٹ کو اٹھانے کا کلمہ .... خَلأَتِ الناقة: اونٹنی کا اڑ جانا، اونٹنی کا ہٹ کرنا .... خُطَّة: بات .... الثَّمَد: تھوڑا پانی، وہ جگہ جہاں پانی اکٹھا ہوجائے .... تَبَرَّضَ يَتَبَرَّضُ فلانٌ: تھوڑی چیز پر گذر بسر کرنا .... الرِّيّ: سیرابی .... صَدَرَ عنه: واپس لوٹنا۔

وضاحت: حدیبیہ پہنچ کر نبی ﷺ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو مکہ بھیجا تاکہ وہ انہیں بتائیں کہ ہم لڑنے نہیں آئے، عمرہ کرنے آئے ہیں، اور کعبہ شریف پر سب لوگوں کا حق ہے، دشمن بھی مناسک کے لئے آسکتا ہے، لہٰذا ہمیں عمرہ کرنے کا موقع دیا جائے، ہم عمرہ کر کے لوٹ جائیں گے، جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مکہ پہنچے تو ان کو روک لیا گیا اور کہا گیا کہ ہم مشورہ کر کے جواب دیتے ہیں، جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے آنے میں دیر ہوئی، تو افواہ پھیل گئی کہ ان کو قتل کر دیا، اب جنگ ناگزیر ہوگئی، چنانچہ آپؐ نے ایک کیکر کے درخت کے نیچے صحابہ سے بیعت لی کہ اگر جنگ کی نوبت آئی تو وہ پیٹھ نہیں پھیریں گے، جب اس بیعت کی اطلاع مکہ والوں کو پہنچی تو انھوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو جلدی سے بھیج دیا، پھر سفارتوں کا سلسلہ شروع ہوا، یکے بعد دیگرے پانچ نمائندے آئے اور مصالحت ہوگئی۔

فَبَيْنَمَاهُمْ كَذٰلِكَ إِذْ جَاءَ بُدَيْلُ بْنُ وَرْقَاءَ الْخُزَاعِيُّ، فِيْ نَفَرٍ مِنْ قَوْمِهِ مِنْ خُزَاعَةَ، وَكَانُوْا عَيْبَةَ نُصْحِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم مِنْ أَهْلِ تِهَامَةَ، فَقَالَ: إِنِّيْ تَرَكْتُ كَعْبَ بْنَ لُؤَيٍّ، وَعَامِرَ بْنَ لُؤَيٍّ نَزَلُوْا أَعْدَادَ مِيَاهِ الْحُدَيْبِيَةِ، وَمَعَهُمُ الْعُوْذُ الْمَطَافِيْلُ، وَهُمْ مُقَاتِلُوْكَ وَصَادُّوْكَ عَنِ الْبَيْتِ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: " إِنَّا لَمْ نَجِئْ لِقِتَالِ أَحَدٍ، وَلٰكِنَّا جِئْنَا مُعْتَمِرِيْنَ، وَإِنَّ قُرَيْشًا قَدْ نَهَكَتْهُمُ الْحَرْبُ، وَأَضَرَّتْ بِهِمْ، فَإِنْ شَاؤُا مَادَدْتُهُمْ مُدَّةً، وَيُخَلُّوْا بَيْنِيْ وَبَيْنَ النَّاسِ، فَإِنْ أَظْهَرْ: فَإِنْ شَاؤُا أَنْ يَدْخُلُوْا فِيْمَا دَخَلَ فِيْهِ النَّاسُ فَعَلُوْا، وَإِلَّا فَقَدْ جَمُّوْا، وَإِنْ هُمْ أَبَوْا، فَوَ الَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهِ! لَأُقَاتِلَنَّهُمْ عَلٰى أَمْرِيْ هٰذَا حَتّٰى تَنْفَرِدَ سَالِفَتِيْ، وَلَيُنْفِذَنَّ اللّٰهُ أَمْرَهُ" فَقَالَ بُدَيْلٌ: سَأُبَلِّغُهُمْ مَا تَقُوْلُ. فَانْطَلَقَ حَتّٰى أَتٰى قُرَيْشًا، قَالَ: إِنَّا قَدْ جِئْنَاكُمْ مِنْ عِنْدِ هٰذَا الرَّجُلِ، وَسَمِعْنَاهُ يَقُوْلُ قَوْلًا، فَإِنْ شِئْتُمْ أَنْ نَعْرِضَهُ عَلَيْكُمْ

فَعَلْنَا، فَقَالَ سُفَهَاؤُهُمْ: لاَ حَاجَةَ لَنَا أَنْ تُخْبِرَنَا عَنْهُ بِشَيْئٍ، وَقَالَ ذُوُوْ الرَّأْيِ مِنْهُمْ: هَاتِ مَا سَمِعْتَهُ يَقُوْلُ: قَالَ: سَمِعْتُهُ يَقُوْلُ كَذَا وَكَذَا، فَحَدَّثَهُمْ بِمَا قَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم.

پہلی سفارت: پس دریں اثناء کہ وہ اسی طرح تھے اچانک بدیل آیا اپنی قوم خزاعہ کے چند آدمیوں کے ساتھ، اور وہ تہامہ والوں میں نبی ﷺ کی خیر خواہی کی پوٹلی تھے، یعنی اس قبیلہ کے ساتھ حضور ﷺ کے تعلقات تھے، وہ قبیلہ حضور ﷺ کا خیر خواہ تھا، اس لئے وہ گفتگو کے لئے آیا، پس اس نے کہا: میں کعب بن لؤی اور عامر بن لؤی (قریش کے دو بڑے قبیلوں) کو چھوڑ آیا ہوں وہ اترے ہیں حدیبیہ کے کثیر پانی والے چشموں پر (أعداد: جن چشموں میں ہمیشہ پانی رہتا ہے، کبھی ختم نہیں ہوتا، وہاں آکر انھوں نے پڑاؤ ڈال دیا ہے) اور ان کے ساتھ دودھ والی اونٹنیاں ہیں، جن کے ساتھ ان کے بچے بھی ہیں، (جو ابھی ابھی بیاہی ہیں، ان کو لے کر وہ لوگ آگئے ہیں، یعنی ان کے پاس کھانے پینے کا سامان موجود ہے) اور وہ آپ سے لڑنے والے ہیں، اور آپ کو بیت اللہ سے روکنے والے ہیں (یہ اس نے دھمکی آمیز گفتگو کی ہے) پس نبی ﷺ نے فرمایا: ہم کسی سے لڑنے نہیں آئے، ہم عمرہ کرنے آئے ہیں، اور بیشک قریش کو جنگ نے کمزور کر دیا ہے اور جنگوں نے ان کو ضرر پہنچایا ہے، پس اگر وہ چاہیں تو میں ان کے ساتھ ناجنگ معاہدہ کروں، اور وہ مجھے چھوڑ دیں میرے درمیان اور لوگوں کے درمیان یعنی میں عرب کے دوسرے قبیلوں کی طرف متوجہ ہو جاؤں پس اگر میں غالب آگیا، تو اگر وہ چاہیں تو داخل ہوں اس دین میں جس میں لوگ داخل ہوئے ہیں، پس وہ ایسا کر سکتے ہیں، ورنہ یعنی اسلام میں داخل نہ ہوں تو ان کو آرام کا موقع مل جائے گا، اور اگر وہ صلح سے انکار کریں تو قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے! میں ضرور ان سے لڑوں گا اپنے اس معاملہ (دین) پر یہاں تک کہ میری یہ گردن اتر جائے اور اللہ تعالیٰ ضرور اپنے دین کا بول بالا کریں گے۔

پس بدیل نے کہا: میں مکہ والوں کو آپ کی یہ بات پہنچاؤں گا وہ چلا یہاں تک کہ قریش کے پاس آیا اور اس نے کہا: ہم آپ لوگوں کے پاس آئے ہیں اس آدمی کے پاس سے اور ہم نے اس کو ایک بات کہتے ہوئے سنا ہے، اگر تم چاہو کہ ہم اس کو تمہارے سامنے پیش کریں تو ہم ایسا کریں۔ پس ان کے بیوقوفوں نے کہا: ہمیں کچھ ضرورت نہیں کہ تم ہمیں اطلاع دو اس کی طرف سے کسی بات کی اور ان کے سمجھ داروں نے کہا: لایئے جو بات آپ نے ان کو کہتے ہوئے سنا ہے، بدیل نے کہا: میں نے ان کو یہ اور یہ کہتے ہوئے سنا ہے، پس بدیل نے ان کو وہ بات بتائی جو نبی ﷺ نے فرمائی تھی۔

لغات: اَلْعَيْبَة: چمڑے کا بکس یا تھیلا، مرادی معنی: آدمی کے بھید کی جگہ .... اَلْأَعْدَاد: اَلْعِدّ کی جمع: وہ دائمی پانی جس کا سوت خشک نہ ہو، کثیر پانی .... العُوْذ: العَائِذ کی جمع: دودھ والی اونٹنی، نئے بچے والی اونٹنی کا دودھ زیادہ ہوتا ہے .... المَطَافِل: المُطْفِل کی جمع: بچہ والی (عورت وغیرہ) .... نَهِكَ الْأَمْرُ فُلاَنًا: کام کا کسی کو تھکا دینا، لاغر و کمزور کر دینا، کمر توڑ دینا .... مَادَدْتُ: صَالَحْتُ، مدةً: ایک عرصہ کے لئے .... جَمَّ (ن) جَمًّا: ستالینا، آرام کر لینا .... السَّالِفَة: گردن کا وہ حصہ جو کان کی لو سے متصل ہے، مراد گردن۔

فَقَامَ عُرْوَةُ بْنُ مَسْعُوْدٍ، فَقَالَ: أَیْ قَوْمِ! أَلَسْتُ بِالْوَالِدِ؟ قَالُوْا: بَلٰی، قَالَ: أَوَلَسْتُمْ بِالْوَلَدِ؟ قَالُوْا: بَلٰی! قَالَ: فَهَلْ تَتَّهِمُوْنِّیْ؟ قَالُوْا: لَا، قَالَ: أَلَسْتُمْ تَعْلَمُوْنَ أَنِّی اسْتَنْفَرْتُ أَهْلَ عُكَاظٍ، فَلَمَّا بَلَّحُوْا عَلَیَّ جِئْتُكُمْ بِأَهْلِیْ وَوَلَدِیْ وَمَنْ أَطَاعَنِیْ؟ قَالُوْا: بَلٰی، قَالَ: فَإِنَّ هٰذَا قَدْ عَرَضَ لَكُمْ خُطَّةَ رُشْدٍ، اقْبَلُوْهَا وَدَعُوْنِیْ آتِهِ، قَالُوْا: ائْتِهِ، فَأَتَاهُ، فَجَعَلَ يُكَلِّمُ النَّبِیَّ صلی الله علیه وسلم، فَقَالَ النَّبِیُّ صلی الله علیه وسلم نَحْوًا مِنْ قَوْلِهِ لِبُدَيْلٍ، فَقَالَ عُرْوَةُ عِنْدَ ذٰلِكَ: أَیْ مُحَمَّدُ! أَرَأَيْتَ إِنِ اسْتَأْصَلْتَ أَمْرَ قَوْمِكَ، هَلْ سَمِعْتَ بِأَحَدٍ مِنَ الْعَرَبِ اجْتَاحَ أَصْلَهُ قَبْلَكَ؟ وَإِنْ تَكُنْ الْأُخْرَی، فَإِنِّیْ وَاللّٰهِ لَأَرَی وُجُوْهًا، وَإِنِّیْ لَأَرَی أَشْوَابًا مِنَ النَّاسِ خَلِيْقًا أَنْ يَفِرُّوْا وَيَدَعُوْكَ، فَقَالَ لَهُ أَبُوْ بَكْرٍ: امْصَصْ بَظْرَ اللَّاتِ! أَنَحْنُ نَفِرُّ عَنْهُ وَنَدَعُهُ؟ فَقَالَ: مَنْ ذَا؟ قَالُوْا: أَبُوْ بَكْرٍ، قَالَ: أَمَا وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِيَدِهِ! لَوْلَا يَدٌ كَانَتْ لَكَ عِنْدِیْ لَمْ أَجْزِكَ بِهَا لَأَجَبْتُكَ.

قَالَ: وَجَعَلَ يُكَلِّمُ النَّبِیَّ صلی الله علیه وسلم، فَكُلَّمَا كَلَّمَهُ أَخَذَ بِلِحْيَتِهِ، وَالْمُغِيْرَةُ بْنُ شُعْبَةَ قَائِمٌ عَلٰی رَأْسِ النَّبِیِّ صلی الله علیه وسلم، وَمَعَهُ السَّيْفُ وَعَلَيْهِ الْمِغْفَرُ، فَكُلَّمَا أَهْوَی عُرْوَةُ بِيَدِهِ إِلٰی لِحْيَةِ النَّبِیِّ صلی الله علیه وسلم ضَرَبَ يَدَهُ بِنَعْلِ السَّيْفِ، وَقَالَ لَهُ: أَخِّرْ يَدَكَ عَنْ لِحْيَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم، فَرَفَعَ عُرْوَةُ رَأْسَهُ، فَقَالَ: مَنْ هٰذَا؟ قَالُوْا: الْمُغِيْرَةُ بْنُ شُعْبَةَ، فَقَالَ: أَیْ غُدَرُ! أَلَسْتُ أَسْعَی فِی غَدْرَتِكَ؟ وَكَانَ الْمُغِيْرَةُ صَحِبَ قَوْمًا فِی الْجَاهِلِيَّةِ فَقَتَلَهُمْ، وَأَخَذَ أَمْوَالَهُمْ، ثُمَّ جَاءَ فَأَسْلَمَ، فَقَالَ النَّبِیُّ صلی الله علیه وسلم: "أَمَّا الْإِسْلَامُ فَأَقْبَلُ، وَأَمَّا الْمَالُ فَلَسْتُ مِنْهُ فِیْ شَیْءٍ"

ثُمَّ إِنَّ عُرْوَةَ جَعَلَ يَرْمُقُ أَصْحَابَ النَّبِیِّ صلی الله علیه وسلم بِعَيْنَيْهِ، قَالَ: فَوَ اللّٰهِ مَا تَنَخَّمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم نُخَامَةً إِلَّا وَقَعَتْ فِیْ كَفِّ رَجُلٍ مِنْهُمْ، فَدَلَكَ بِهَا وَجْهَهُ وَجِلْدَهُ، وَإِذَا أَمَرَهُمُ ابْتَدَرُوْا أَمْرَهُ، وَإِذَا تَوَضَّأَ كَادُوْا يَقْتَتِلُوْنَ عَلٰی وَضُوْئِهِ، وَإِذَا تَكَلَّمَ خَفَضُوْا أَصْوَاتَهُمْ عِنْدَهُ، وَمَا يُحِدُّوْنَ إِلَيْهِ النَّظَرَ تَعْظِيْمًا لَهُ.

فَرَجَعَ عُرْوَةُ إِلٰی أَصْحَابِهِ، فَقَالَ: أَیْ قَوْمِ! وَاللّٰهِ لَقَدْ وَفَدْتُ عَلٰی الْمُلُوْكِ، وَوَفَدْتُ عَلٰی قَيْصَرَ وَكِسْرَی وَالنَّجَاشِیِّ، وَاللّٰهِ! إِنْ رَأَيْتُ مَلِكًا قَطُّ يُعَظِّمُهُ أَصْحَابُهُ مَا يُعَظِّمُ أَصْحَابُ مُحَمَّدٍ مُحَمَّدًا، وَاللّٰهِ إِنْ يَتَنَخَّمْ نُخَامَةً إِلَّا وَقَعَتْ فِیْ كَفِّ رَجُلٍ مِنْهُمْ، فَدَلَكَ بِهَا وَجْهَهُ وَجِلْدَهُ، وَإِذَا أَمَرَهُمُ ابْتَدَرُوْا أَمْرَهُ، وَإِذَا تَوَضَّأَ كَادُوْا يَقْتَتِلُوْنَ عَلٰی وَضُوْئِهِ، وَإِذَا تَكَلَّمَ خَفَضُوْا أَصْوَاتَهُمْ عِنْدَهُ، وَمَا يُحِدُّوْنَ إِلَيْهِ النَّظَرَ تَعْظِيْمًا لَهُ، وَإِنَّهُ قَدْ عَرَضَ عَلَيْكُمْ خُطَّةَ رُشْدٍ فَاقْبَلُوْهَا.

دوسری سفارت: پس عروۃ بن مسعود کھڑا ہوا (وہ طائف کا تھا جو مکہ آ گیا تھا) اور اس نے پوچھا: اے لوگو! کیا میں باپ

نہیں ہوں؟ لوگوں نے جواب دیا: کیوں نہیں! اس نے پوچھا: کیا تم اولاد نہیں ہو، انھوں نے جواب دیا: کیوں نہیں! (یہ بات دوسری روایتوں میں اس کے برعکس آئی ہے) اس نے پوچھا: کیا تم میرے بارے میں کسی بدگمانی میں مبتلا ہو؟ انھوں نے کہا: نہیں، اس نے پوچھا: کیا تم جانتے نہیں کہ میں نے عکاظ والوں کو (تمہاری مدد کے لئے اور مدینہ والوں سے) جنگ کے لئے برانگیختہ کیا، پس جب انھوں نے میری بات نہیں مانی تو میں اپنے گھر والوں کو، اپنی اولاد کو اور ان لوگوں کو جنھوں نے میری بات مانی لے کر تمہارے پاس آ گیا؟ لوگوں نے کہا: کیوں نہیں! بدیل نے کہا: پس بیشک یہ شخص تمہارے سامنے بھلائی کی بات پیش کرتا ہے پس اس کو قبول کرلو، اور مجھے موقع دو کہ میں اس کے پاس جاؤں، مکہ والوں نے کہا: آپ ان کے پاس جائیں، پس وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے گفتگو شروع کی، آپؐ نے اس سے بھی وہی بات کہی جو بدیل سے کہی تھی، عروہ نے اس وقت کہا: محمد بتلاؤ اگر آپؐ نے اپنی قوم کا معاملہ جڑ مڑ سے اکھاڑ دیا تو کیا آپؐ نے کسی عرب کو سنا ہے جس نے آپؐ سے پہلے اپنے لوگوں کو تباہ کر دیا ہو؟ اور اگر صورت حال دوسری ہوئی تو بیشک میں بخدا چہروں کو دیکھ رہا ہوں اور بیشک میں البتہ لوگوں کی ایک بھیڑ دیکھ رہا ہوں جو اس کے لائق ہے کہ بھاگ کھڑی ہو اور تمہیں تنہا چھوڑ دے، پس اس سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: لات (دیوی) کا ٹنا چوس! کیا ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر بھاگ جائیں گے، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تنہا چھوڑ دیں گے؟ پس عروہ نے پوچھا: یہ کون ہے؟ لوگوں نے بتلایا: ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں، اس نے کہا: سن! قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے! اگر ایک احسان نہ ہوتا جو تیرا مجھ پر ہے جس کا میں نے تجھ کو بدلہ نہیں دیا تو میں تیری گالی کا جواب دیتا (وہ احسان یہ تھا کہ عروہ پر دیت واجب ہوئی تھی، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس دیت کی ادائیگی میں اس کی مدد کی تھی) راوی کہتا ہے: اور وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ باتیں کرنے لگا، پس جب بھی وہ کوئی بات کہتا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ڈاڑھی پکڑتا، اور حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سر پر کھڑے تھے، اور ان کے ہاتھ میں تلوار تھی اور انھوں نے لوہے کی ٹوپی پہن رکھی تھی، پس جب بھی عروہ اپنے ہاتھ کے ساتھ قصد کرتا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ڈاڑھی کا تو وہ اس کے ہاتھ پر تلوار کے دستہ سے مارتے تھے، اور اس سے کہتے: اپنا ہاتھ پیچھے ہٹا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ڈاڑھی سے، پس عروہ نے اپنا سر اٹھایا اور پوچھا: یہ کون ہے؟ لوگوں نے بتایا: مغیرہ بن شعبہ ہیں، پس اس نے کہا: او بے وفا! کیا میں تیری بے وفائی سے نمٹنے کی کوشش نہیں کر رہا؟ اور حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ زمانۂ جاہلیت میں ایک قوم کے ساتھ تھے، پس ان کو قتل کیا اور ان کا مال لے کر مدینہ آ گئے اور مسلمان ہو گئے، پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رہا اسلام تو میں قبول کرتا ہوں اور رہا مال تو مجھے اس سے کچھ لینا دینا نہیں۔

پھر یہ بات ہوئی کہ عروہ صحابہ کو اپنی دونوں آنکھوں سے بغور دیکھتا رہا، اس نے کہا: بخدا! نہیں رینٹ پھینکتے تھے آپؐ تھوڑا یا زیادہ مگر وہ ان میں سے کسی کی ہتھیلی میں گرتا تھا، اور وہ اس کو اپنے چہرے اور بدن پر مل لیتا تھا، اور جب ان کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کوئی حکم دیتے تو وہ اس کی تعمیل کے لئے دوڑتے تھے، اور جب آپؐ وضو کرتے تو وضو کا بچا ہوا پانی حاصل کرنے کے

لئے وہ لڑنے کے قریب ہوجاتے تھے، اور جب آپؐ بات کرتے تو آپؐ کے سامنے ان کی آوازیں پست ہوجاتیں، اور کوئی آپؐ کو گھور کر نہیں دیکھتا تھا، آپؐ کی تعظیم کی وجہ سے، پس عروہ لوٹا اپنے ساتھیوں کی طرف، اور اس نے کہا: اے میری قوم! بخدا! میں بادشاہوں کے پاس نمائندہ بن کر گیا ہوں، میں قیصر، کسری اور نجاشی کے پاس نمائندہ بن کر گیا ہوں، بخدا! نہیں دیکھا میں نے کسی بادشاہ کو کبھی جس کی تعظیم کرتے ہوں اس کے ساتھی جیسی محمد کے ساتھی تعظیم کرتے ہیں محمد کی، بخدا! وہ رینٹ نہیں پھینکتے مگر وہ ان میں سے کسی ایک آدمی کی ہتھیلی میں گرتا ہے پس وہ اس کو اپنے چہرے اور جسم پر مل لیتا ہے، اور جب وہ ان کو کوئی حکم دیتے ہیں تو وہ اس کی تعمیل کے لئے دوڑتے ہیں، اور جب وہ وضو کرتے ہیں تو وضو کے بچے ہوئے پانی کو حاصل کرنے کے لئے لڑنے کے قریب ہوجاتے ہیں، اور جب وہ بات کرتے ہیں تو ان کی آوازیں ان کے سامنے پست ہوجاتی ہیں، اور نہیں گھور کر دیکھتے وہ ان کو ان کی تعظیم کرتے ہوئے، اور بیشک انھوں نے تمہارے سامنے ایک بھلائی کی بات پیش کی ہے، پس اس کو مان لو۔

لغات: بَلَّح: تھک جانا، چکنا چور ہوجانا .... الشَّوْب: مخلوط، رلے ملے، مختلف قبائل کے لوگ، لوگوں کی بھیڑ .... البَظْر: عورت کی اندام نہانی کا ابھار، اردو میں اس کو 'ٹنا' کہتے ہیں، صدیق اکبرؓ سے اس کی بات برداشت نہ ہوسکی، اور شاید آپؓ نے کبھی کسی کو ایسی سڑی ہوئی گالی نہیں دی ہوگی۔ عرب عام طور پر گالی میں ماں کا ذکر کرتے ہیں، کہتے ہیں: اُمْصُصْ بَظْرَ أمك: اپنی ماں کا ٹنا چوس! لیکن صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اس کو اور مغلظ بنایا اور ماں کی جگہ ان کی دیوی لات کا ذکر کیا، جس کو وہ اللہ تعالیٰ کی بیٹی کہتے تھے۔

فَقَالَ رَجُلٌ مِنْ بَنِیْ كِنَانَةَ: دَعُوْنِیْ آتِهِ، فَقَالُوْا: ائْتِهِ. فَلَمَّا أَشْرَفَ عَلَى النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم وَأَصْحَابِهِ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: " هٰذَا فُلاَنٌ وَهُوَ مِنْ قَوْمٍ يُعَظِّمُوْنَ الْبُدْنَ فَابْعَثُوْهَا لَهُ، فَبُعِثَتْ لَهُ، وَاسْتَقْبَلَهُ النَّاسُ يُلَبُّوْنَ، فَلَمَّا رَأَىٰ ذٰلِكَ قَالَ: سُبْحَانَ اللّٰهِ! مَا يَنْبَغِیْ لِهٰؤُلاَءِ أَنْ يُصَدُّوْا عَنِ الْبَيْتِ. فَلَمَّا رَجَعَ إِلٰى أَصْحَابِهِ قَالَ: رَأَيْتُ الْبُدْنَ قَدْ قُلِّدَتْ وَأُشْعِرَتْ، فَمَا أَرَى أَنْ يُصَدُّوْا عَنِ الْبَيْتِ.

تیسری سفارت: پس بنو کنانہ کے ایک آدمی نے کہا: مجھے چھوڑو میں ان کے پاس جاؤں، انھوں نے کہا: جایئے، پس جب اس نے نبی ﷺ پر اور آپؐ کے اصحاب پر جھانکا یعنی قریب آیا تو آپؐ نے فرمایا: یہ فلاں شخص ہے اور وہ ایسی قوم کا آدمی ہے جو ہدی کے جانوروں کی تعظیم کرتے ہیں، پس ہدی کے جانوروں کو اس کے لئے کھڑا کرو، چنانچہ وہ اس کے لئے کھڑے کئے گئے اور لوگوں نے اس کا تلبیہ پڑھتے ہوئے استقبال کیا، پس جب اس نے یہ منظر دیکھا تو کہا: سبحان اللہ! مناسب نہیں ان لوگوں کے لئے کہ یہ بیت اللہ سے روکے جائیں۔

پس جب وہ اپنے ساتھیوں کی طرف لوٹا تو اس نے کہا: میں نے قربانی کے اونٹ دیکھے ان کو ہار پہنایا گیا ہے اور ان کا

اشعار کیا گیا ہے، پس میں مناسب نہیں سمجھتا کہ وہ بیت اللہ سے روکے جائیں۔

فَقَامَ رُجُلٌ مِنْهُمْ يُقَالُ لَهُ: مِكْرَزُ بْنُ حَفْصٍ، فَقَالَ: دَعُوْنِیْ آتِهِ، فَقَالُوْا: ائْتِهِ، فَلَمَّا أَشْرَفَ عَلَيْهِمْ قَالَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم:" هٰذَا مِكْرَزٌ، وَهُوَ رَجُلٌ فَاجِرٌ" فَجَعَلَ يُكَلِّمُ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم، فَبَيْنَمَا هُوَ يُكَلِّمُهُ إِذْ جَاءَ سُهَيْلُ بْنُ عَمْرٍو.

قَالَ مَعْمَرٌ: فَأَخْبَرَنِیْ أَيُّوْبُ، عَنْ عِكْرِمَةَ: أَنَّـهُ لَمَّا جَاءَ سُهَيْلٌ، قَالَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم:" قَدْ سَهُلَ لَكُمْ مِنْ أَمْرِكُمْ"

قَالَ مَعْمَرٌ: قَالَ الزُّهْرِیُّ فِیْ حَدِيْثِهِ: فَجَاءَ سُهَيْلُ بْنُ عَمْرٍو، فَقَالَ: هَاتِ اكْتُبْ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ كِتَابًا، فَدَعَا النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم الْكَاتِبَ، فَقَالَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم اكْتُبْ:"بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ"، فَقَالَ سُهَيْلٌ: أَمَّا الرَّحْمٰنُ فَوَ اللّٰهِ مَا أَدْرِیْ مَاهُوَ؟ وَلٰكِنِ اكْتُبْ: بِاسْمِكَ اللّٰهُمَّ كَمَا كُنْتَ تَكْتُبُ، فَقَالَ الْمُسْلِمُوْنَ: وَاللّٰهِ لَا نَكْتُبُهَا إِلَّا بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ، فَقَالَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم:"اكْتُبْ بِاسْمِكَ اللّٰهُمَّ"

ثُمَّ قَالَ:" هٰذَا مَاقَاضٰى عَلَيْهِ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰهِ" فَقَالَ سُهَيْلٌ: وَاللّٰهِ لَوْ كُنَّا نَعْلَمُ أَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ مَاصَدَدْنَاكَ عَنِ الْبَيْتِ، وَلَا قَاتَلْنَاكَ، وَلٰكِنِ اكْتُبْ: مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، فَقَالَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم:" وَاللّٰهِ إِنِّیْ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ، وَإِنْ كَذَّبْتُمُوْنِیْ، اكْتُبْ: مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ"

قَالَ الزُّهْرِیُّ: وَذٰلِكَ لِقَوْلِهِ:" لَايَسْأَلُوْنِّی خُطَّةً يُعَظِّمُوْنَ فِيْهَا حُرُمَاتِ اللّٰهِ إِلَّا أَعْطَيْتُهُمْ إِيَّاهَا"

فَقَالَ لَهُ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم:" عَلٰى أَنْ تُخَلُّوْا بَيْنَنَا وَبَيْنَ الْبَيْتِ فَنَطُوْفَ بِهِ" فَقَالَ سُهَيْلٌ: وَاللّٰهِ لَا تَتَحَدَّثُ الْعَرَبُ أَنَّا أُخِذْنَا ضُغْطَةً، وَلٰكِنْ ذٰلِكَ مِنَ الْعَامِ الْمُقْبِلِ، فَكَتَبَ.

فَقَالَ سُهَيْلٌ: وَعَلٰى أَنَّـهُ لَا يَأْتِيْكَ مِنَّا رَجُلٌ وَإِنْ كَانَ عَلٰى دِيْنِكَ إِلَّا رَدَدْتَهُ إِلَيْنَا، قَالَ الْمُسْلِمُوْنَ: سُبْحَانَ اللّٰهِ! كَيْفَ يُرَدُّ إِلَى الْمُشْرِكِيْنَ وَقَدْ جَاءَ مُسْلِمًا؟ فَبَيْنَمَا هُمْ كَذٰلِكَ إِذْ دَخَلَ أَبُوْ جَنْدَلِ بْنُ سُهَيْلِ بْنِ عَمْرٍو يَرْسُفُ فِیْ قُيُوْدِهِ،وَقَدْ خَرَجَ مِنْ أَسْفَلِ مَكَّةَ حَتّٰى رَمٰى بِنَفْسِهِ بَيْنَ أَظْهُرِ الْمُسْلِمِيْنَ، فَقَالَ سُهَيْلٌ: هٰذَا يَا مُحَمَّدُ أَوَّلُ مَنْ أُقَاضِيْكَ عَلَيْهِ أَنْ تَرُدَّهُ إِلَیَّ، فَقَالَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم: "إِنَّا لَمْ نَقْضِ الْكِتَابَ بَعْدُ" قَالَ: فَوَ اللّٰهِ إِذًا لَمْ أُصَالِحْكَ عَلٰى شَيْءٍ أَبَدًا، فَقَالَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم: "فَأَجِزْهُ لِیْ" قَالَ: مَا أَنَا بِمُجِيْزِ ذٰلِكَ، قَالَ:" بَلٰى فَافْعَلْ" قَالَ. مَا أَنَا بِفَاعِلٍ، قَالَ مِكْرَزٌ: بَلْ قَدْ أَجَزْنَاهُ لَكَ. قَالَ أَبُوْ جَنْدَلٍ: أَیْ مَعْشَرَ الْمُسْلِمِيْنَ، أُرَدُّ إِلَى الْمُشْرِكِيْنَ وَقَدْ جِئْتُ مُسْلِمًا؟ أَلَا تَرَوْنَ مَاقَدْ لَقِيْتُ؟ وَكَانَ قَدْ عُذِّبَ عَذَابًا شَدِيْدًا فِی اللّٰهِ.

چوتھی اور پانچویں سفارت: پس ان میں سے ایک آدمی کھڑا ہوا جس کو مکرز بن حفص کہا جاتا تھا، پس اس نے کہا: مجھے چھوڑو میں ان کے پاس جاؤں، پس لوگوں نے کہا: آپ ان کے پاس جایئے پس جب وہ صحابہ کے قریب آیا تو نبی ﷺ نے فرمایا: یہ مکرز ہے اور وہ بدکار آدمی ہے، پس اس نے نبی ﷺ سے گفتگو شروع کی، پس دریں اثنا کہ وہ آپؐ سے گفتگو کر رہا تھا: اچانک سہیل بن عمرو آیا۔ عکرمہ سے مروی ہے کہ جب سہیل آیا تو نبی ﷺ نے فرمایا: تمہارے لئے تمہارا معاملہ آسان کیا گیا۔

سہیل نے آ کر کہا: لایئے، لکھئے ہمارے درمیان اور اپنے درمیان نوشتہ، پس نبی ﷺ نے کاتب کو بلایا اور اس سے کہا: لکھئے: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، سہیل نے کہا: رہا رحمان تو بخدا میں نہیں جانتا کہ وہ کون ہے؟ بلکہ آپ لکھیں: **باسمك اللّٰھُمَّ**، جیسا کہ آپؐ لکھا کرتے تھے، پس مسلمانوں نے کہا: بخدا! ہم نہیں لکھیں گے مگر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، پس نبی ﷺ نے اس کی بات مان لی، اور کہا: لکھئے: **باسمك اللّٰھُم**: پھر آپؐ نے لکھوایا: **هٰذا ماقاضیٰ علیه محمد رسول الله**: یہ وہ تحریر ہے جس پر اللہ کے رسول محمد ﷺ نے فیصلہ کیا ہے، تو سہیل نے کہا: بخدا! اگر ہم جانتے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں تو ہم آپ کو بیت اللہ سے نہ روکتے، نہ آپ سے لڑتے، بلکہ آپؐ محمد بن عبداللہ لکھیں، پس نبی ﷺ نے فرمایا: بخدا! میں اللہ کا رسول ہوں اگرچہ تم مجھے جھٹلاتے ہو، اور کاتب سے فرمایا: لکھو محمد بن عبداللہ۔

امام زہری رحمہ اللہ کہتے ہیں: آپؐ نے ان کی یہ بات اس لئے مان لی کہ آپؐ نے اللہ سے عہد کیا تھا کہ مکہ والے جو بات بھی مجھ سے منوانا چاہیں گے جس میں اللہ کی محترم جگہوں کی تعظیم ہوگی تو میں اس کو مان لوں گا، چنانچہ آپؐ نے رسول اللہ مٹا کر اس کی جگہ 'بن عبداللہ' لکھوایا۔

پھر نبی ﷺ نے کاتب سے فرمایا: اس شرط پر کہ ہٹ جاؤ تم ہمارے اور بیت اللہ کے درمیان سے، پس ہم بیت اللہ کا طواف کریں، سہیل نے کہا: بخدا! عرب باتیں کریں گے کہ ہم گلا دبا دیئے گئے (یعنی مجبور کر دیئے گئے، مدینہ والے سینہ پر مونگ دل کر عمرہ کر گئے) بلکہ یہ بات اگلے سال ہوگی، یعنی اگلے سال آپ حضرات عمرہ کرنے آئیں، چنانچہ وہ بات لکھ لی گئی، پھر سہیل نے لکھوایا: اس شرط پر کہ نہیں آئے گا آپ کے پاس ہم میں سے کوئی آدمی اگرچہ ہو وہ آپ کے دین پر، مگر آپؐ اس کو ہماری طرف پھیر دیں گے، مسلمانوں نے کہا: سبحان اللہ! وہ کیسے مشرکین کی طرف پھیرا جائے گا درانحالیکہ وہ مسلمان ہو کر آیا ہے؟

پس دریں اثناء کہ وہ یہاں تک پہنچے تھے: اچانک سہیل کے لڑکے ابوجندلؓ آئے، وہ اپنی بیڑیوں میں آہستہ آہستہ چل رہے تھے، اور وہ مکہ کے زیریں حصہ سے نکل بھاگے تھے، یہاں تک کہ انھوں نے اپنے آپ کو مسلمانوں کے سامنے ڈال دیا، پس سہیل نے کہا: اے محمد! یہ پہلا معاملہ ہے جس پر میں آپؐ سے فیصلہ کرتا ہوں، آپ اس کو میری طرف پھیر دیں، نبی ﷺ نے فرمایا: ہم نے ابھی تحریر مکمل نہیں کی، سہیل نے کہا: پھر بخدا! میں آپؐ سے کبھی بھی کسی بات پر مصالحت نہیں کروں گا، نبی ﷺ نے فرمایا: اپنا لڑکا مجھے بخش دے، سہیل نے کہا: میں نہیں بخشوں گا! حضور ﷺ نے فرمایا: کیوں نہیں!

بخشنا پڑے گا، اس نے کہا: میں نہیں بخشتا، مکرز نے کہا: کیوں نہیں! ہم نے آپ کو بخشا! ابو جندل رضی اللہ عنہ نے کہا: اے مسلمانو! میں مشرکین کی طرف پھیرا جاؤں گا درانحالیکہ میں مسلمان ہو کر آیا ہوں؟ نہیں دیکھتے تم اس چیز کو جس سے میں نے ملاقات کی ہے، اور وہ اللہ کے دین کی وجہ سے سخت سزا دیئے گئے تھے۔

قولہ: رجل فاجر: مکرز بدکار آدمی ہے، سوال: مگر اس نے کام تو اچھا کیا، ابو جندل کو بخش دیا! جواب: یہ اس کی مکاری تھی، وہ بخشنے والا کون ہوتا ہے؟ باپ تو بخش نہیں رہا، اور وہ زبانی جمع خرچ کر رہا ہے!.........**الضَّغْط**: دباؤ، زور زبردستی ....**رَسَفَ**(ن،س) **في القيد رسفًا**: بندھے ہوئے پیروں کے ساتھ آہستہ آہستہ چلنا.........**أجاز فلانًا**: انعام دینا بخشنا۔ حدیث میں ہے: **أَجِيْزُوْا الْوَفْدَ بِنَحْوِ مَا كُنْتُ أُجِيْزُهُمْ**: وفد کو انعام دو/ بخشو جس طرح میں ان کو انعام دیا کرتا ہوں۔

قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ: فَأَتَيْتُ نَبِيَّ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم فَقُلْتُ: أَلَسْتَ نَبِيَّ اللّٰهِ حَقًّا؟ قَالَ: "بَلٰى" قُلْتُ: أَلَسْنَا عَلَى الْحَقِّ وَعَدُوُّنَا عَلَى الْبَاطِلِ؟ قَالَ:" بَلٰى" قُلْتُ: فَلِمَ نُعْطِي الدَّنِيَّةَ فِيْ دِيْنِنَا إِذَنْ؟ قَالَ:" إِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَلَسْتُ أَعْصِيْهِ، وَهُوَ نَاصِرِيْ" قُلْتُ: أَوَ لَيْسَ كُنْتَ تُحَدِّثُنَا أَنَّا سَنَأْتِي الْبَيْتَ فَنَطُوْفُ بِهِ؟ قَالَ:" بَلٰى، فَأَخْبَرْتُكَ أَنَّا نَأْتِيْهِ الْعَامَ؟" قَالَ: قُلْتُ: لَا، قَالَ:" فَإِنَّكَ آتِيْهِ وَمُطَوِّفٌ بِهِ" قَالَ: فَأَتَيْتُ أَبَا بَكْرٍ، فَقُلْتُ: يَا أَبَابَكْرٍ، أَلَيْسَ هٰذَا نَبِيَّ اللّٰهِ حَقًّا، قَالَ: بَلٰى، قُلْتُ: أَلَسْنَا عَلَى الْحَقِّ وَعَدُوُّنَا عَلَى الْبَاطِلِ؟ قَالَ: بَلٰى، قُلْتُ: فَلِمَ نُعْطِي الدَّنِيَّةَ فِيْ دِيْنِنَا إِذَنْ؟ قَالَ: أَيُّهَا الرَّجُلُ، إِنَّهُ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ وَلَيْسَ يَعْصِيْ رَبَّهُ وَهُوَ نَاصِرُهُ، فَاسْتَمْسِكْ بِغَرْزِهِ فَوَ اللّٰهِ إِنَّهُ عَلَى الْحَقِّ، قُلْتُ: أَلَيْسَ كَانَ يُحَدِّثُنَا أَنَّا سَنَأْتِي الْبَيْتَ وَنَطُوْفُ بِهِ؟ قَالَ: بَلٰى، أَفَأَخْبَرَكَ أَنَّكَ تَأْتِيْهِ الْعَامَ؟ قُلْتُ: لَا، قَالَ: فَإِنَّكَ آتِيْهِ وَمُطَوِّفٌ بِهِ. قَالَ الزُّهْرِيُّ: قَالَ عُمَرُ: فَعَمِلْتُ لِذٰلِكَ أَعْمَالاً.

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بے تابی

وضاحت: صلح مکمل ہوگئی، کاغذات کا تبادلہ ہوگیا، سہیل اپنے بیٹے ابو جندلؓ کو لے کر چل دیا، صحابہ اس کو رخصت کرنے کے لئے ساتھ چلے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ ابو جندلؓ کے ساتھ ساتھ چل رہے تھے اور اس کو سمجھا رہے تھے کہ صبر کرو اور ثواب کی امید رکھو، اور جان لو کہ وہ مشرک ہیں اور ان میں سے ایک کا خون کتے کے خون کے برابر ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے تلوار کا دستہ ابو جندل سے قریب کیا اس امید پر کہ وہ میری تلوار لے کر اپنے ابا کو نمٹا دے مگر اس نے ہمت نہ کی، اس سے حضرت عمرؓ کی پریشانی کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے پھر صلح کے بعد انھوں نے نبی ﷺ سے اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے جو گفتگو کی ہے وہ بھی ان کی انتہائی بیکلی کی دلیل ہے۔

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، اور پوچھا: کیا آپؐ اللہ کے برحق

نبی نہیں ہیں؟ آپؐ نے فرمایا: کیوں نہیں! میں نے پوچھا: کیا ہم حق پر اور ہمارے دشمن باطل پر نہیں ہیں؟ آپؐ نے فرمایا: کیوں نہیں، میں نے کہا: پھر ہم اپنے دین کے معاملہ میں مونچھ نیچی کیوں کرلیں؟ آپؐ نے فرمایا: میں اللہ کا رسول ہوں اور اس کی نافرمانی نہیں کرسکتا، اور وہ میرے مددگار ہیں، میں نے پوچھا: کیا آپؐ نے ہم سے نہیں کہا تھا کہ ہم عنقریب بیت اللہ پہنچیں گے اور اس کا طواف کریں گے؟ آپؐ نے فرمایا: کیوں نہیں! مگر کیا میں نے یہ بھی کہا تھا کہ ہم اسی سال بیت اللہ پہنچیں گے؟ حضرت عمرؓ نے کہا: نہیں، پس آپؐ نے فرمایا: تم بیت اللہ پہنچوگے اور اس کا طواف کروگے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: پھر میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس گیا اور پوچھا: اے ابوبکر! کیا یہ اللہ کے برحق نبی نہیں ہیں؟ حضرت ابوبکرؓ نے کہا: کیوں نہیں! میں نے کہا: کیا ہم حق پر اور ہمارے دشمن باطل پر نہیں ہیں؟ انھوں نے کہا: کیوں نہیں، میں نے کہا: پھر ہم اپنے دین کے معاملہ میں اپنی مونچھ نیچی کیوں کرلیں؟ حضرت ابوبکرؓ نے کہا: او آدمی! بیشک وہ اللہ کے رسول ہیں اور وہ اپنے پروردگار کی نافرمانی نہیں کریں گے، اور اللہ ان کی مدد کریں گے، پس ان کی رکاب تھامے رہ، پس بخدا! وہ حق پر ہیں، میں نے کہا: کیا وہ ہم سے بیان نہیں کیا کرتے تھے کہ ہم عنقریب بیت اللہ پہنچیں گے اور اس کا طواف کریں گے؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: کیوں نہیں! مگر کیا انھوں نے یہ بھی کہا تھا کہ تم اسی سال بیت اللہ پہنچوگے؟ میں نے کہا نہیں، حضرت ابوبکرؓ نے کہا: پس تم بیت اللہ پہنچوگے اور اس کا طواف کروگے ـــــ امام زہری رحمہ اللہ کہتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: پس میں نے اس کے لئے بہت سے اعمال کئے۔

وضاحتیں:

۱-حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے جو گفتگو کی ہے اور انھوں نے جو جوابات دیئے ہیں ان سے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا مقام ومرتبہ واضح ہوتا ہے، جو بات زبانِ رسالت سے نکلی ہے وہی بات انھوں نے بھی کہی ہے، حالانکہ ان کو علم نہیں تھا کہ نبی ﷺ نے یہ جوابات دیئے ہیں۔

۲-حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ سے جو گفتگو کی تھی وہ غلبۂ حال میں کی تھی، اس پر کوئی مؤاخذہ نہیں ہوتا مگر بہ ظاہر چونکہ وہ نامناسب گفتگو تھی، اس لئے حضرت عمرؓ کہتے ہیں: میں نے اس کے لئے کئی اعمال کئے، صدقہ کیا، نفلیں پڑھیں غلام آزاد کئے تاکہ میری گستاخی اللہ کے یہاں معاف ہوجائے، نیکیاں برائیوں کو مٹادیتی ہیں۔

۳-**الدَّنِیَّۃ** کے حاشیہ میں تین معنی لکھے ہیں: **النقیصۃ**: کمی، **الحالۃ الناقصۃ**: ناقص حالت، اور **الخصلۃ الخسیسۃ**: نکمی بات، میں نے اس کا ترجمہ کیا ہے: ''ہم اپنی مونچھ نیچی کیوں کرلیں؟'' یعنی ہم نے جو صلح کی ہے وہ دب کر کی ہے، ہم ایسا کیوں کریں؟

۴-غَرْز کے معنی میں نے 'رکاب' کئے ہیں، یہ صحیح معنی نہیں، مگر اردو میں اس کے لئے کوئی لفظ نہیں، گھوڑے پر جب بیٹھتے ہیں تو دونوں پیر گھسانے کے لئے ایک کڑا رسّی سے باندھ کر لٹکادیتے ہیں، سوار اس میں پیر ڈال کر بیٹھتا ہے، اس کو

عربی میں رکاب کہتے ہیں، اور اونٹ پر جب بیٹھتے ہیں تو وہاں بھی رسّی سے باندھ کر لکڑی کا حلقہ لٹکا دیتے ہیں، اور اس میں پیر ڈال کر بیٹھتے ہیں، اس کو عربی میں غرز کہتے ہیں، اردو میں اس کے لئے بھی لفظ 'رکاب' مستعمل ہے۔ نبی ﷺ اونٹ پر سوار ہوکر سفر کر رہے تھے، اس لئے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے لفظ غرز استعمال کیا ہے۔

قَالَ: فَلَمَّا فَرَغَ مِنْ قَضِيَّةِ الْكِتَابِ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم لِأَصْحَابِهِ: "قُوْمُوْا فَانْحَرُوْا ثُمَّ احْلِقُوْا" قَالَ: فَوَ اللّٰهِ مَا قَامَ مِنْهُمْ رَجُلٌ حَتَّى قَالَ ذٰلِكَ ثَلاَ ثَ مَرَّاتٍ، فَلَمَّا لَمْ يَقُمْ مِنْهُمْ أَحَدٌ دَخَلَ عَلٰى أُمِّ سَلَمَةَ فَذَكَرَ لَهَا مَا لَقِيَ مِنَ النَّاسِ فَقَالَتْ أُمُّ سَلَمَةَ: يَا نَبِيَّ اللّٰهِ! أَتُحِبُّ ذٰلِكَ؟ اخْرُجْ ثُمَّ لاَ تُكَلِّمْ أَحَدًا مِنْهُمْ كَلِمَةً، حَتَّى تَنْحَرَ بُدْنَكَ، وَتَدْعُوَ حَالِقَكَ فَيَحْلِقَكَ. فَخَرَجَ فَلَمْ يُكَلِّمْ أَحَدًا مِنْهُمْ حَتَّى فَعَلَ ذٰلِكَ، نَحَرَ بُدْنَهُ، وَدَعَا حَالِقَهُ فَحَلَقَهُ. فَلَمَّا رَأَوْا ذٰلِكَ قَامُوْا فَنَحَرُوْا، وَجَعَلَ بَعْضُهُمْ يَحْلِقُ بَعْضًا، حَتَّى كَادَ بَعْضُهُمْ يَقْتُلُ بَعْضًا غَمًّا.

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے امت کو سنبھال لیا

ترجمہ: راوی کہتا ہے: پس جب صلح نامہ لکھ کر فارغ ہوگئے تو نبی ﷺ نے صحابہ سے فرمایا: اٹھو اور قربانی کرو، پھر سر منڈادو، یعنی احرام کھول دو، راوی کہتا ہے: پس بخدا! ان میں سے ایک بھی کھڑا نہیں ہوا، یہاں تک کہ آپؐ نے یہ بات تین مرتبہ فرمائی، پس جب ان میں سے کوئی کھڑا نہ ہوا تو آپؐ خیمہ میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے، اور ان سے ذکر کی وہ بات جو لوگوں سے ملاقات کی، حضرت ام سلمہؓ نے کہا: اے اللہ کے نبی! کیا آپؐ اس بات کو پسند کرتے ہیں (کہ لوگ احرام کھول دیں، پس) آپ باہر جائیں، پھر ان میں سے کسی سے کچھ نہ کہیں یہاں تک کہ آپؐ اپنا اونٹ ذبح کریں، اور سر مونڈنے والے کو بلائیں اور سر منڈوادیں، پس آپؐ باہر نکلے اور ان میں سے کسی سے کچھ نہ کہا، یہاں تک کہ آپؐ نے وہ کام کیا، اپنا اونٹ ذبح کیا، اپنے باربر کو بلایا، اس نے آپؐ کا سر مونڈا، پس جب صحابہ نے یہ بات دیکھی تو وہ اٹھے اور انھوں نے قربانیاں کیں اور ایک دوسرے کا سر مونڈنے لگے، یہاں تک کہ ان کے بعض قریب تھے کہ بعض کو قتل کردیں غم کی وجہ سے۔

وضاحت: صلح سے صرف حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہی پریشاں نہیں تھے، ہر ایک اپنی جگہ غم گین تھا، اور اسی غلبۂ حال میں لوگوں نے تعمیل ارشاد نہیں کی، ان کو امید تھی کہ اب بھی مکہ پہنچنے کی کوئی راہ نکلے گی، مگر جب آپؐ نے احرام کھول دیا تو امید پر پانی پھر گیا، اور سب نے فوراً ہی احرام کھول دیا، اس موقعہ پر حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائیں: انھوں نے پوری امت کو سنبھال لیا، نبی ﷺ ناراض ہوکر خیمہ میں تشریف لے گئے تھے، اور ام سلمہؓ سے غصہ میں فرمایا تھا: "تیرے باپ کی قوم میری بات نہیں مانتی!" ام سلمہؓ نے عرض کیا: یارسول اللہ! ایسا نہیں ہے، لوگ غم میں ڈوبے ہوئے ہیں، آپؐ باہر تشریف لے جاکر احرام کھول دیں اور کسی سے کچھ نہ کہیں (پھر دیکھیں کیا ہوتا ہے؟)

ثُمَّ جَاءَ هُ نِسْوَةٌ مُؤْمِنَاتٌ، فَأَنْزَلَ اللّٰهُ﴿ يٰأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا إِذَا جَاءَ كُمُ الْمُؤْمِنَاتُ مُهَاجِرَاتٍ فَامْتَحِنُوْهُنَّ﴾ حَتّٰى بَلَغَ:﴿ بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ﴾ فَطَلَّقَ عُمَرُ يَوْمَئِذٍ امْرَأَتَيْنِ كَانَتَا لَهُ فِي الشِّرْكِ. فَتَزَوَّجَ إِحْدَاهُمَا مُعَاوِيَةُ بْنُ أَبِيْ سُفْيَانَ، وَالْأُخْرَى صَفْوَانُ بْنُ أُمَيَّةَ.

صلح حدیبیہ کا اطلاق عورتوں پر نہیں ہوا

ترجمہ: پھر چند مؤمن عورتیں نبی ﷺ کے پاس آئیں (ان کو لینے کے لئے ان کے ورثاء آئے) تو سورۃ الممتحنہ کی آیت ۱۰ نازل ہوئی: ’’اے ایمان والو! جب تمہارے پاس مسلمان عورتیں (دار الحرب سے) ہجرت کرکے آئیں تو تم ان کا امتحان کیا کرو، ان کے ایمان کو اللہ تعالیٰ خوب جانتے ہیں (یعنی امتحان سرسری کرو، کیونکہ حقیقی ایمان اللہ تعالیٰ ہی خوب جانتے ہیں، تم نہیں جان سکتے) پس اگر ان کو مسلمان سمجھو تو ان کو کفار کی طرف واپس مت کرو، نہ وہ عورتیں ان کافروں کے لئے حلال ہیں اور نہ وہ کافران عورتوں کے لئے حلال ہیں، اور ان کافروں نے جو کچھ خرچ کیا ہے وہ ان کو ادا کر دو، اور تم پر ان عورتوں سے نکاح کر لینے میں کچھ گناہ ہیں، جب کہ تم ان کے مہران کو دیدو، اور تم کافر عورتوں سے تعلقات کو باقی مت رکھو (آیت پوری ہوئی) چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس دن دو عورتوں کو طلاق دی جو زمانہ شرک میں ان کے نکاح میں تھیں (ان میں سے ایک حضرت ابن عمرؓ کی ماں تھی) پس ان میں سے ایک سے معاویہ نے نکاح کیا اور دوسری سے صفوان بن امیہ نے۔

وضاحت: ابھی نبی ﷺ حدیبیہ ہی میں تھے کہ سب سے پہلے ام کلثوم بنت عقبہ بن ابی مُعیط جو کنواری سیانی لڑکی تھی، ہجرت کرکے آئی، ان کو لینے کے لئے ان کے گھر والے آئے، صحابہ پریشان ہوئے، ابو جندل رضی اللہ عنہ کو تو واپس کر دیا تھا کیونکہ وہ مرد تھے، عورت کو کیسے واپس کریں؟ وہ تکلیفیں برداشت نہیں کر سکتی، چنانچہ مذکورہ آیت نازل ہوئی اور یہ بات واضح کر دی گئی کہ صلح کا اطلاق عورتوں پر نہیں ہے، اور اسی دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی دو بیویوں کو طلاق دی اور حاشیہ میں لکھا ہے کہ یہ بات صحیح نہیں ہے، عورتیں ہجرت کرکے مدینہ آئی تھیں، مگر کتاب الشروط کے شروع میں جو حدیث گذری ہے اس میں یومئذ ہے یعنی صلح حدیبیہ کے دن عورتیں ہجرت کرکے آئی تھیں، اور یہی صحیح معلوم ہوتا ہے۔ واللہ اعلم

ثُمَّ رَجَعَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیه وسلم إِلَى الْمَدِيْنَةِ، فَجَاءَ هُ أَبُوْ بَصِيْرٍ رَجُلٌ مِنْ قُرَيْشٍ، وَهُوَ مُسْلِمٌ، فَأَرْسَلُوْا فِيْ طَلَبِهِ رَجُلَيْنِ، فَقَالُوْا: الْعَهْدَ الَّذِيْ جَعَلْتَ لَنَا. فَدَفَعَهُ إِلَى الرَّجُلَيْنِ، فَخَرَجَابِهِ حَتّٰى بَلَغَا ذَاالْحُلَيْفَةِ، فَنَزَلُوْا يَأْكُلُوْنَ مِنْ تَمْرٍ لَهُمْ، فَقَالَ أَبُوْ بَصِيْرٍ لِأَحَدِ الرَّجُلَيْنِ: وَاللّٰهِ إِنِّيْ لَأَرَى سَيْفَكَ هٰذَا يَا فُلَانُ جَيِّدًا، فَاسْتَلَّهُ الْآخَرُ فَقَالَ: أَجَلْ وَاللّٰهِ، إِنَّهُ لَجَيِّدٌ، لَقَدْ جَرَّبْتُ بِهِ ثُمَّ جَرَّبْتُ. فَقَالَ أَبُوْ بَصِيْرٍ: أَرِنِيْ أَنْظُرْ إِلَيْهِ، فَأَمْكَنَهُ مِنْهُ، فَضَرَبَهُ حَتّٰى بَرَدَ، وَفَرَّ الْآخَرُ حَتّٰى أَتَى الْمَدِيْنَةَ، فَدَخَلَ الْمَسْجِدَ يَعْدُوْ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیه وسلم حِيْنَ رَآهُ:’’ لَقَدْ رَأَى هٰذَا ذُعْرًا‘‘ فَلَمَّا انْتَهَى إِلَى النَّبِيِّ صلی اللہ علیه

وسلم قَالَ: قُتِلَ وَاللّٰهِ صَاحِبِىْ وَإِنِّىْ لَمَقْتُوْلٌ، فَجَاءَ أَبُوْ بَصِيرٍ فَقَالَ: يَا نَبِيَّ اللّٰهِ! قَدْ وَاللّٰهِ أَوْفَى اللّٰهُ ذِمَّتَكَ، قَدْ رَدَدْتَنِىْ إِلَيْهِمْ ثُمَّ أَنْجَانِىَ اللّٰهُ مِنْهُمْ. قَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم: "وَيْلُ أُمِّهِ! مِسْعَرُ حَرْبٍ، لَوْ كَانَ لَهُ أَحَدٌ" فَلَمَّا سَمِعَ ذٰلِكَ عَرَفَ أَنَّهُ سَيَرُدُّهُ إِلَيْهِمْ، فَخَرَجَ حَتَّى أَتَى سِيْفَ الْبَحْرِ، قَالَ: وَيَنْفَلِتُ مِنْهُمْ أَبُوْ جَنْدَلِ بْنُ سُهَيْلٍ فَلَحِقَ بِأَبِىْ بَصِيْرٍ، فَجَعَلَ لَا يَخْرُجُ مِنْ قُرَيْشٍ رَجُلٌ قَدْ أَسْلَمَ إِلَّا لَحِقَ بِأَبِىْ بَصِيْرٍ حَتَّى اجْتَمَعَتْ مِنْهُمْ عِصَابَةٌ، فَوَ اللّٰهِ مَا يَسْمَعُوْنَ بِعِيْرٍ خَرَجَتْ لِقُرَيْشٍ إِلَى الشَّامِ إِلَّا اعْتَرَضُوْا لَهَا فَقَتَلُوْهُمْ وَأَخَذُوْا أَمْوَالَهُمْ. فَأَرْسَلَتْ قُرَيْشٌ إِلَى النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم تُنَاشِدُهُ اللّٰهَ وَالرَّحِمَ لَمَّا أَرْسَلَ: فَمَنْ أَتَاهُ فَهُوَ آمِنٌ، فَأَرْسَلَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم إِلَيْهِمْ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ ﴿وَهُوَ الَّذِىْ كَفَّ أَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ عَنْهُمْ﴾ حَتَّى بَلَغَ ﴿حَمِيَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ﴾[الفتح: ٢٤-٢٦]وَكَانَتْ حَمِيَّتُهُمْ أَنَّهُمْ لَمْ يُقِرُّوْا أَنَّهُ نَبِيُّ اللّٰهِ، وَلَمْ يُقِرُّوْا بِبِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ،وَحَالُوْا بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ الْبَيْتِ.[راجع: ١٦٩٤، ١٦٩٥]

قصہ ابوبصیر رضی اللہ عنہ کا

ترجمہ: پھر نبی ﷺ مدینہ کی طرف لوٹے پس آپؐ کے پاس قریش کا ایک آدمی ابوبصیرؓ نامی آیا، اور وہ مسلمان تھا، پس مکہ والوں نے ان کو لینے کے لئے دو آدمی بھیجے، پس انہوں نے کہا ہم آپؐ کو وہ پیمان یاد دلاتے ہیں جو آپؐ نے ہمارے ساتھ کیا ہے، یعنی اس کی رو سے ابوبصیرؓ کو واپس کر دیں، پس نبی ﷺ نے ان دو آدمیوں کو ابوبصیرؓ کو دیدیا۔ وہ دونوں ان کو لے کر چلے، جب ذوالحلیفہ میں پہنچے تو اترے اور اپنے چھوہاروں میں سے کھانے لگے، ابوبصیرؓ نے دو آدمیوں میں سے ایک سے کہا: بخدا! میں آپ کی اس تلوار کو اے فلاں بہت عمدہ دیکھ رہا ہوں، پس اس کو دوسرے نے سونتا اور کہا: ہاں بخدا! یہ بہت عمدہ تلوار ہے میں نے اس کا تجربہ کیا ہے، پھر تجربہ کیا ہے، ابوبصیرؓ نے کہا: مجھے دکھا نا، میں اس کو دیکھوں، اس نے وہ تلوار ان کو دیدی، ابوبصیرؓ نے اس پر چلادی، یہاں تک کہ وہ ٹھنڈا ہو گیا، اور دوسرا بھاگ کھڑا ہوا، یہاں تک کہ مدینہ پہنچا، پس دوڑتا ہوا مسجد نبوی میں داخل ہوا، جب اس کو نبی ﷺ نے دیکھا تو فرمایا: یقیناً اس نے کوئی گھبرانے والی بات دیکھی ہے، پس جب وہ نبی ﷺ کے پاس پہنچا تو اس نے کہا: مارا گیا بخدا میرا ساتھی اور میں بھی مارا جانے والا ہوں، پس ابوبصیرؓ آئے اور کہا: اے اللہ کے نبی! بخدا! تحقیق اللہ نے آپؐ کی ذمہ داری پوری کردی، آپؐ نے مجھے ان کی طرف لوٹادیا، پھر اللہ نے مجھے ان سے بچالیا۔ نبی ﷺ نے فرمایا: اس کی ماں کا برا ہو! جنگ بھڑکانے والا ہے، کاش ہوتا اس کے لئے کوئی آدمی! پس جب ابوبصیرؓ نے یہ بات سنی تو سمجھ گئے کہ آپؐ ان کو مکہ والوں کی طرف واپس کردیں گے، پس وہ چل دیئے یہاں تک کہ سمندر کے کنارے پہنچے۔ راوی کہتا ہے: اور مکہ والوں میں سے چھوٹ نکلے ابوجندلؓ، اور وہ ابوبصیر کے ساتھ مل گئے پھر قریش کا کوئی آدمی جو مسلمان ہو گیا ہو نہیں نکلتا تھا مگر ابوبصیرؓ کے ساتھ مل جاتا تھا، یہاں تک کہ ان کی ایک جماعت اکٹھا ہو گئی، پس بخدا! نہیں سنتے

تھے وہ کسی تجارتی قافلہ کے بارے میں جو نکلا ہو قریش کا شام کی طرف مگر وہ اس سے تعرض کرتے تھے، وہ ان کو مار ڈالتے تھے، اور ان کے اموال لے لیتے تھے، پس قریش نے نبی ﷺ کے پاس آدمی بھیجا: قسم دے رہے ہیں وہ آپؐ کو اللہ کی اور رشتہ داری کی کہ ضرور آپؐ بھیجیں یعنی آدمی بھیج کر ابو بصیرؓ اور ان کی جماعت کو بلا لیں، اور جو شخص حضور ﷺ کے پاس آئے گا وہ امن میں ہوگا، یعنی ہم اس کو واپس طلب نہیں کریں گے، چنانچہ نبی ﷺ نے ان کے پاس آدمی بھیجا (اور ان کو بلا لیا) پس اللہ تعالیٰ نے سورۃ الفتح کی آیت ۲۴ نازل فرمائی: ''اور اللہ ایسے ہیں کہ انھوں نے ان کے ہاتھ تم سے اور تمہارے ہاتھ ان سے عین مکہ میں روک دیئے اس کے بعد کہ تم کو ان پر قابو دیدیا تھا، اور اللہ تعالیٰ تمہارے کاموں کو دیکھ رہے ہیں، یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے کفر کیا اور تم کو مسجد حرام سے روکا اور قربانی کے جانور رکے رہ گئے اس سے کہ وہ اپنی ذبح کی جگہ پہنچیں اور اگر بہت سے مسلمان مرد اور بہت سی مسلمان عورتیں نہ ہوتیں جن کی تم کو خبر نہیں اور ان کے پس جانے کا اندیشہ نہ ہوتا جس کی وجہ سے تم کو بھی بے خبری میں ضرر پہنچتا تو سب قصہ طے کر دیا جاتا، لیکن ایسا اس لئے نہیں کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت میں جس کو چاہیں داخل کریں، اگر ٹل گئے ہوتے وہ لوگ تو ان میں سے جو کافر تھے ہم ان کو دردناک سزا دیتے، جب کہ ان کافروں نے اپنے دلوں میں عار کو جگہ دی اور عار بھی جاہلیت والی!'' (آیت کا ترجمہ پورا ہوا) اور ان کی جاہلانہ عار یہ تھی کہ انھوں نے اقرار نہیں کیا کہ آپؐ اللہ کے نبی ہیں، اور انھوں نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھنے نہیں دیا، اور نہ آپؐ کو بیت اللہ شریف تک پہنچنے دیا۔

وضاحت: حاشیہ میں لکھا ہے کہ آیت کا شانِ نزول حضرت ابو بصیر رضی اللہ عنہ کا واقعہ نہیں ہے، بلکہ یہ آیت ایک اور واقعہ میں نازل ہوئی ہے۔ جب حدیبیہ میں صلح کی بات چل رہی تھی تو کافروں کے نوجوان اس سے متفق نہیں تھے، انھوں نے سوچا کہ آگ لگائیں تا کہ صلح ختم ہو جائے، چنانچہ کچھ نوجوان رات میں صحابہ کے لشکر کے پاس پہنچے تا کہ بے خبری میں حملہ کر دیں، نبی ﷺ نے چاروں طرف پہرے دار مقرر کر رکھے تھے، انھوں نے ان کو پکڑ لیا اور صبح آپؐ کے سامنے پیش کیا، آپؐ نے ان کو معاف کر دیا، یہ ہے ان کے ہاتھوں کو مسلمانوں سے روک دینا، یعنی رات میں ان کو حملہ کرنے کا موقع نہیں دیا اور حضور ﷺ کا ان کو معاف کرنا تمہارے ہاتھوں کو ان سے روک دینا ہے، آیت کا صحیح شانِ نزول یہ ہے۔ البتہ حَمِيَّةَ الْجَاهِلِيَّة کی جو تفسیر کی ہے وہ صحیح ہے۔

قولہ: ویلُ أمه! اس کی ماں کا برا ہو! یہ جملہ بے تکلفی میں بولا جاتا ہے، بد دعا مراد نہیں ہوتی، اور مِسْعَرْ: اسم آلہ ہے اور اس جملہ کا مطلب یہ ہے کہ ابو بصیر کی اس حرکت سے جنگ بھڑک سکتی ہے، اور صلح پامال ہو سکتی ہے، پس کاش کوئی ہوتا جو اس کو مکہ پہنچاتا تا کہ جنگ نہ بھڑکے، ابو بصیر سمجھ گئے کہ آپؐ مجھے مدینہ میں نہیں رہنے دیں گے ضرور کسی ذریعہ سے مجھے مکہ واپس کر دیں گے، اس لئے وہ مدینہ سے چل دیئے۔

[۲۷۳۳-] وَقَالَ عُقَيْلٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ عُرْوَةُ: فَأَخْبَرَتْنِي عَائِشَةُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم كَانَ يَمْتَحِنُهُنَّ، وَبَلَغَنَا أَنَّـهُ لَمَّا أَنْزَلَ اللّٰهُ أَنْ يَرُدُّوْا إِلَى الْمُشْرِكِيْنَ مَا أَنْفَقُوْا عَلٰى مَنْ هَاجَرَ مِنْ

أَزْوَاجِهِمْ، وَحَكَمَ عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ أَنْ لاَ يُمْسِكُوْا بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ: أَنَّ عُمَرَ طَلَّقَ امْرَأَتَيْنِ قَرِيْبَةَ بِنْتَ أَبِيْ أُمَيَّةَ، وَابْنَةَ جَرْوَلٍ الْخُزَاعِيَّ، فَتَزَوَّجَ قَرِيْبَةَ مُعَاوِيَةُ، وَتَزَوَّجَ الْأُخْرٰى أَبُوْ جَهْمٍ.

فَلَمَّا أَبَى الْكُفَّارُ أَنْ يُقِرُّوْا بِأَدَاءِ مَا أَنْفَقَ الْمُسْلِمُوْنَ عَلٰى أَزْوَاجِهِمْ، أَنْزَلَ اللّٰهُ: ﴿وَإِنْ فَاتَكُمْ شَيْئٌ مِنْ أَزْوَاجِكُمْ إِلَى الْكُفَّارِ فَعَاقَبْتُمْ﴾[الممتحنة: ۱۱] وَالْعَقْبُ: مَا يُؤَدِّى الْمُسْلِمُوْنَ إِلٰى مَنْ هَاجَرَتِ امْرَأَتُهُ مِنَ الْكُفَّارِ، فَأَمَرَ أَنْ يُعْطٰى مَنْ ذَهَبَ لَهُ زَوْجٌ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ، مَا أَنْفَقَ مِنْ صَدَاقِ نِسَاءِ الْكُفَّارِ اللاَّتِيْ هَاجَرْنَ، وَمَا نَعْلَمُ أَنَّ أَحَدًا مِنَ الْمُهَاجِرَاتِ ارْتَدَّتْ بَعْدَ إِيْمَانِهَا، وَبَلَغَنَا أَنَّ أَبَا بَصِيْرِ بْنَ أَسِيْدٍ الثَّقَفِيَّ قَدِمَ عَلَى النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم مُؤْمِنًا مُهَاجِرًا فِي الْمُدَّةِ، فَكَتَبَ الْأَخْنَسُ بْنُ شَرِيْقٍ إِلَى النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم يَسْأَلُهُ أَبَا بَصِيْرٍ، فَذَكَرَ الْحَدِيْثَ.[راجع: ۲۷۱۳]

وضاحت: اب تک جو روایت آپ نے پڑھی ہے وہ امام زہری رحمہ اللہ سے معمر بن راشد کی تھی، اب یہ روایت ان کے دوسرے شاگرد عقیل کی ہے اور مرسل ہے۔

ترجمہ: صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: نبی ﷺ ہجرت کرکے آنے والی عورتوں کا امتحان کیا کرتے تھے، اور امام زہریؒ کہتے ہیں: ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ جب اللہ کا یہ حکم نازل ہوا کہ مشرکین کو واپس کرو وہ جو انھوں نے خرچ کیا ہے ہجرت کرنے والی بیویوں پر، اور مسلمانوں کو حکم دیا کہ وہ کافر عورتوں سے تعلقات باقی نہ رکھیں، یعنی ان کو طلاق دیدیں، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے قریبہ کو اور جَرول کی بیٹی کو طلاق دیدی، پس قریبہ سے معاویہ نے نکاح کیا اور دوسرے سے ابوجہم نے، پس جب کفار نے انکار کیا کہ وہ اقرار کریں اس چیز کے ادا کرنے کا جو مسلمانوں نے اپنی بیویوں پر خرچ کی ہے تو آیت کریمہ نازل ہوئی: ﴿وَإِنْ فَاتَكُمْ شَيْئٌ﴾ الآية: ''اور اگر تمہاری بیویوں میں سے کوئی بیوی کافروں میں رہ جانے کی وجہ سے تمہارے ہاتھ نہ آئے، پھر تمہاری باری آئے تو جن کی بیویاں ہاتھ سے نکل گئی ہیں ان کو جو انھوں نے خرچ (مہر) کیا ہے اس کے برابر تم ان کو دیدو'' عَقْب (باری) کے معنی ہیں: وہ رقم جو مسلمان ادا کریں اس کافر کو جس کی بیوی نے ہجرت کی ہے، پس حکم دیا کہ دیا جائے وہ شخص جس کی مسلمان بیوی چلی گئی ہے کفار کی عورتوں کے مہر میں سے، جو اس نے خرچ کیا ہے، ہجرت کرنے والی بیوی پر، یعنی ایک مسلمان عورت مکہ چلی گئی، کافروں نے اس کا مہر نہیں دیا، پس جب کسی کافر کی بیوی مسلمان ہوکر مدینہ آئے تو اس کا مہر کافر کو دینے کے بجائے اس مسلمان کو دو جس کی بیوی کا مہر اسے نہیں ملا۔ اور امام زہریؒ کہتے ہیں: ہمارے علم میں نہیں کہ کوئی ہجرت کرنے والی عورت ایمان لانے کے بعد مرتد ہوگئی ہو، اور امام زہریؒ یہ بھی کہتے ہیں کہ ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ ابوبصیر رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کے پاس آگئے ایمان لاکر ہجرت کرکے مدت صلح میں، پس اخنس بن شریق نے نبی ﷺ کو خط لکھا وہ ابوبصیرؓ کا مطالبہ کرتا تھا، وہی خط لے کر دو آدمی مدینہ آئے تھے (آخر حدیث تک)

وضاحت: عقیل کی اس روایت میں اور معمر کی گذری ہوئی روایت میں دو فرق ہیں:

۱- یہ روایت کان یَمْتحنهن تک ہی موصول ہے باقی روایت امام زہری کی مرسل ہے، اور معمر نے سند مسور بن مخرمہ تک پہنچائی ہے، اس لئے وہ موصول ہے۔

۲- معمر کی روایت میں تھا کہ دوسری عورت سے صفوان بن امیہ نے نکاح کیا اور عقیل کی روایت میں ہے کہ ابوجہم نے نکاح کیا۔ اس اختلاف میں مسند روایت مقدم ہوگی۔

فائدہ: جرول کی بیٹی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی ماں ہے، اس کا نام کلثوم تھا۔

بَابُ الشُّرُوْطِ فِی الْقَرْضِ

قرض میں شرطیں

یہ باب اور باب کی حدیث اور ابن عمر رضی اللہ عنہما کا اثر اور مسئلہ کی تفصیل پہلے کتاب الاستقراض (باب ۱۷، حدیث ۲۴۰۴) میں آچکی ہے۔ وہاں دیکھ لی جائے۔

[۱۶-] بَابُ الشُّرُوْطِ فِی الْقَرْضِ

[۲۷۳٤-] وَقَالَ اللَّيْثُ: ثَنِیْ جَعْفَرُ بْنُ رَبِيْعَةَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ هُرْمُزَ، عَنْ أَبِیْ هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم: أَنَّـهُ ذَكَرَ رَجُلاً سَأَلَ بَعْضَ بَنِیْ إِسْرَائِيْلَ أَنْ يُسْلِفَهُ أَلْفَ دِيْنَارٍ، فَدَفَعَهَا إِلَيْهِ إِلٰی أَجَلٍ مُسَمًّی. [راجع: ۱٤۹۸]

وَقَالَ ابْنُ عُمَرُ وَعَطَاءٌ: إِذَا أَجَّلَهُ فِی الْقَرْضِ جَازَ.

بَابُ الْمُكَاتَبِ، وَمَالاَ يَحِلُّ مِنَ الشُّرُوْطِ الَّتِیْ تُخَالِفُ كِتَابَ اللهِ

کتابت میں شریعت کے خلاف کوئی دفعہ معتبر نہیں

غلام باندی کو مکاتب بنایا اور شریعت کے خلاف کوئی شرط لگائی تو وہ بیکار ہے، اور باب میں دو اثر ہیں:

۱- حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے مکاتب کے سلسلہ میں فرمایا: آقا اور مکاتب نے آپس میں جو دفعات طے کی ہیں وہ معتبر ہیں (جبکہ وہ جائز دفعات ہوں)

۲- اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما یا حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جو بھی شرط کتاب اللہ کے خلاف ہے وہ باطل ہے، چاہے سو شرطیں ہوں۔

پھر حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کا واقعہ ذکر کیا ہے، اس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ تقریر ہے: کیا بات ہے کچھ لوگ ایسی شرطیں لگاتے ہیں جو کتاب اللہ میں نہیں ہیں؟ ایسی ہر شرط باطل ہے، چاہے وہ سو شرطیں ہوں۔

[۱۷-] بَابُ الْمُكَاتَبِ، وَمَالَا يَحِلُّ مِنَ الشُّرُوْطِ الَّتِيْ تُخَالِفُ كِتَابَ اللّٰهِ

[۱-] وَقَالَ جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ فِي الْمُكَاتَبِ: شُرُوْطُهُمْ بَيْنَهُمْ.

[۲-] وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ أَوْ عُمَرُ: كُلُّ شَرْطٍ خَالَفَ كِتَابَ اللّٰهِ فَهُوَ بَاطِلٌ، وَإِنِ اشْتَرَطَ مِائَةَ شَرْطٍ.

[۲۷۳۵-] حدثنا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، ثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ يَحْيىٰ، عَنْ عَمْرَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: أَتَتْهَا بَرِيْرَةُ تَسْأَلُهَا فِيْ كِتَابَتِهَا، فَقَالَتْ: إِنْ شِئْتِ أَعْطَيْتُ أَهْلَكِ، وَيَكُوْنُ الْوَلَاءُ لِيْ، فَلَمَّا جَاءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم ذَكَّرْتُهُ ذٰلِكَ، فَقَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم: "ابْتَاعِيْهَا فَأَعْتِقِيْهَا، فَإِنَّمَا الْوَلَاءُ لِمَنْ أَعْتَقَ" ثُمَّ قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم عَلَى الْمِنْبَرِ، فَقَالَ: مَابَالُ أَقْوَامٍ يَشْتَرِطُوْنَ شُرُوْطًا لَيْسَتْ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ؟ مَنِ اشْتَرَطَ شَرْطًا لَيْسَ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ فَلَيْسَ لَهُ، وَإِنِ اشْتَرَطَ مِائَةَ شَرْطٍ"[راجع: ٤٥٦]

بَابُ مَايَجُوْزُ مِنَ الِاشْتِرَاطِ وَالثُّنْيَا فِي الْإِقْرَارِ، وَالشُّرُوْطُ الَّتِيْ يَتَعَارَفُهُ النَّاسُ بَيْنَهُمْ، وَإِذَا قَالَ: مِأَةٌ إِلَّا وَاحِدَةً أَوْ ثِنْتَيْنِ

(۱) اقرار میں استثناء درست ہے (۲) اور معروف شرطیں معتبر ہیں (۳) اور سو میں سے ایک یا دو کا استثناء کرنا

اس باب میں تین مسائل جمع کئے ہیں:

۱- کوئی شخص اقرار کرے اور اس میں استثناء کرے تو یہ استثناء درست ہے، کیونکہ استثناء بھی ایک اقرار ہے، اور ثُنْیا بروزن دُنیا استثناء کا مترادف ہے، پس استثناء ہی اشتراط ہے۔

۲- جو شرطیں لوگوں میں معروف ہیں وہ معتبر ہیں، اور جو غیر معروف ہیں وہ معتبر نہیں، جیسے کوئی مشین اس شرط پر خریدی کہ بائع آکر اس کو فٹ کرے گا تو یہ شرط معروف ہے۔ اور اگر کپڑا خریدا اور شرط کی کہ بائع کرتا سی کر دے گا تو یہ شرط معروف نہیں۔

۳- کثیر سے قلیل کا استثناء بالاتفاق جائز ہے، سو میں سے ایک یا دو کا استثناء درست ہے، اور اگر قلیل سے کثیر کا استثناء کرے تو اس میں اختلاف ہے، جمہور اور امام بخاری رحمہم اللہ کے نزدیک درست نہیں۔

اور باب میں دو اثر اور ایک حدیث ہے:

پہلا اثر: کسی نے کار کرایہ پر لی کہ مجھے پرسوں دہلی جانا ہے اور کرایہ دو ہزار روپے طے کیا اور یہ بھی کہا کہ اگر میں پرسوں نہ جاؤں تو ہرجانہ کے تین سو روپے دوں گا، پھر پرسوں نہیں گیا تو ابن سیرین رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ قاضی شریح رحمہ اللہ نے فرمایا: تین سو روپے دینے پڑیں گے، کیونکہ اس نے خود اپنے ذمہ لئے ہیں۔

تنبیہ: یہ عربون (بیعانہ) کا مسئلہ نہیں ہے، بیعانہ کی رقم رکھ لینا جائز نہیں۔

دوسرا اثر: کسی نے غلہ بیچا، مشتری نے کہا: میں بدھ کے دن آ کر ثمن ادا کر کے مبیع لے جاؤں گا، اگر نہ آؤں تو سودا ختم، پھر وہ نہیں آیا تو قاضی شریح نے فیصلہ کیا کہ سودا ختم ہوگیا، کیونکہ مشتری نے خود وعدہ خلافی کی ہے۔

وضاحت: یہ خیار النقد ہے جو حنفیہ اور حنابلہ کے نزدیک درست ہے، اور مالکیہ اور شافعیہ کے نزدیک صحیح نہیں، ان کے نزدیک بیع لازم ہے۔

حدیث: نبی ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام ہیں، سوگر ایک کم، جو ان کا احاطہ کرلے وہ جنت میں جائے گا۔

تشریح: حدیث سے باب کی تینوں باتیں ثابت ہوتی ہیں: اقرار میں استثناء درست ہے، اللہ کے خاص نام ننانوے ہیں، سو نہیں ہیں، اور کثیر سے قلیل کا استثناء معروف ہے، پس وہ درست ہے۔

[۱۸-] بَابُ مَايَجُوْزُ مِنَ الِاشْتِرَاطِ وَالثُّنْيَا فِي الإِقْرَارِ، وَالشُّرُوْطُ الَّتِيْ يَتَعَارَفُهُ النَّاسُ بَيْنَهُمْ، وَإِذَا قَالَ: مِأَةٌ إِلَّا وَاحِدَةً أَوْ ثِنْتَيْنِ

[۱-] وَقَالَ ابْنُ عَوْنٍ، عَنِ ابْنِ سِيْرِيْنَ: قَالَ رَجُلٌ لِكَرِيِّهِ: ارْحَلْ رِكَابَكَ، فَإِنْ لَمْ أَرْحَلْ مَعَكَ يَوْمَ كَذَا وَكَذَا فَلَكَ مِائَةُ دِرْهَمٍ، فَلَمْ يَخْرُجْ، فَقَالَ شُرَيْحٌ: مَنْ شَرَطَ عَلٰى نَفْسِهِ طَائِعًا غَيْرَ مُكْرَهٍ فَهُوَ عَلَيْهِ.

[۲-] وَقَالَ أَيُّوْبُ، عَنِ ابْنِ سِيْرِيْنَ: إِنَّ رَجُلًا بَاعَ طَعَامًا، وَقَالَ: إِنْ لَمْ آتِكَ الْأَرْبِعَاءَ فَلَيْسَ بَيْنِيْ وَبَيْنَكَ بَيْعٌ، فَلَمْ يَجِئْ، فَقَالَ شُرَيْحٌ لِلْمُشْتَرِيْ: أَنْتَ أَخْلَفْتَ، فَقَضٰى عَلَيْهِ.

[۲۷۳۶-] حدثنا أَبُوْ الْيَمَانِ، أَنَا شُعَيْبٌ، ثَنَا أَبُوْ الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ: "إِنَّ لِلّٰهِ تِسْعَةً وَتِسْعِيْنَ اسْمًا، مِائَةً إِلَّا وَاحِدًا، مَنْ أَحْصَاهَا دَخَلَ الْجَنَّةَ"

[انظر: ٦٤١٠، ٧٣٩٢]

ترجمہ: (پہلا اثر:) ابن سیرین رحمہ اللہ کہتے ہیں: کسی آدمی نے کرایہ پر سواری دینے والے سے کہا: (اَلْکَرِیّ کے معنی ہیں: المکاری، کرایہ پر سواری کا جانور دینے والا) اپنی سواری تیار کر، پس اگر نہ سفر کروں میں تیرے ساتھ فلاں فلاں دن تو تیرے لئے (ہرجانہ کے) سو درہم ہیں، پس اس نے سفر نہیں کیا تو قاضی شریح رحمہ اللہ نے فرمایا: جو اپنی ذات پر بہ رضاء ورغبت مجبور کئے بغیر کوئی شرط لگائے تو وہ اس کے ذمہ لازم ہے۔

(دوسرا اثر) ابن سیرینؒ سے مروی ہے کہ ایک آدمی نے غلہ بیچا اور (مشتری نے) کہا: اگر میں آپ کے پاس بدھ کو نہ آؤں تو میرے اور آپ کے درمیان سودا نہیں، پھر وہ نہیں آیا تو قاضی شریح نے مشتری سے کہا: تو نے وعدہ خلافی کی ہے، پس اس کے خلاف فیصلہ کیا یعنی سودا ختم کردیا۔

بَابُ الشُّرُوْطِ فِي الْوَقْفِ

وقف میں شرطیں

گھر یا زمین وقف کی تو وقف نامہ میں جو دفعات لکھی ہیں وہ ناطق ہیں، فقہ میں ہے: شرطُ الواقف کنص الشارع: واقف کی لکھی ہوئی دفعات گویا منزل من السماء ہیں، یعنی لازم ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خیبر میں جو زمین وقف کی تھی، تو وقف نامہ میں کچھ دفعات لکھی تھیں وہ لازم تھیں۔

[۱۹-] بَابُ الشُّرُوْطِ فِي الْوَقْفِ

[۲۷۳۷-] حدثنا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ، ثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْأَنْصَارِيُّ، ثَنَا ابْنُ عَوْنٍ، أَنْبَأَنِيْ نَافِعٌ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ أَصَابَ أَرْضًا بِخَيْبَرَ، فَأَتَى النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم يَسْتَأْمِرُهُ فِيْهَا، فَقَالَ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! إِنِّيْ أَصَبْتُ أَرْضًا بِخَيْبَرَ لَمْ أُصِبْ مَالاً قَطُّ أَنْفَسَ عِنْدِيْ مِنْهُ، فَمَا تَأْمُرُبِهِ؟ قَالَ: "إِنْ شِئْتَ حَبَسْتَ أَصْلَهَا، وَتَصَدَّقْتَ بِهَا" قَالَ: فَتَصَدَّقَ بِهَا عُمَرُ أَنَّهُ لاَ تُبَاعُ وَلاَ تُوْهَبُ وَلاَ تُوْرَثُ، وَتَصَدَّقَ بِهَا فِي الْفُقَرَاءِ، وَفِي الْقُرْبٰى، وَفِي الرِّقَابِ، وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ، وَابْنِ السَّبِيْلِ، وَالضَّيْفِ، لاَجُنَاحَ عَلٰى مَنْ وَلِيَهَا أَنْ يَأْكُلَ مِنْهَا بِالْمَعْرُوْفِ، وَيُطْعِمَ غَيْرَ مُتَمَوِّلٍ. قَالَ: فَحَدَّثْتُ بِهِ ابْنَ سِيْرِيْنَ. فَقَالَ: غَيْرَ مُتَأَثِّلٍ مَالاً. [راجع: ۲۳۱۳]

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خیبر میں ایک زمین ہاتھ آئی (یہ زمین حضرت عمرؓ نے خریدی تھی، جب آیت کریمہ ﴿لَنْ تَنَالُوْا الْبِرَّ﴾ نازل ہوئی تو مختلف صحابہ نے اپنی قیمتی چیزیں پیش کیں) پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کی خدمت میں آئے اور آپؐ سے اس زمین کے بارے میں مشورہ کیا اور عرض کیا: یارسول اللہ! خیبر میں ایک زمین میرے ہاتھ آئی ہے، مجھے کوئی جائداد ایسی عمدہ کبھی نہیں ملی، پس آپؐ اس کے بارے میں کیا حکم دیتے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا: "اگر آپ چاہیں تو اصل زمین روک لیں اور اس کے منافع خیرات کریں" راوی کہتا ہے: پس حضرت عمرؓ نے اس زمین کے منافع خیرات کئے (اور وقف نامہ میں لکھا) کہ وہ زمین بیچی نہ جائے، بخشی نہ جائے، میراث میں بانٹی نہ جائے اور اس کے منافع خرچ کئے جائیں فقراء پر، رشتہ داروں پر، گردنوں میں، راہِ خدا میں، مسافر پر اور مہمانوں پر، کچھ گناہ نہیں اس شخص پر جو اس کا متولی بنے کہ اس میں سے عرف کے مطابق کھائے اور کھلائے، درانحالیکہ وہ مالدار بننے والا نہ ہو، یعنی ضرورت سے زیادہ تنخواہ نہ لے۔

عبداللہ بن عون رحمہ اللہ کہتے ہیں: میں نے یہ حدیث حضرت ابن سیرین رحمہ اللہ کو سنائی تو انھوں نے فرمایا: وقف نامہ میں غَيْرَ مُتَمَوِّل کے بجائے غیر متأثّل مالا تھا أی غیر جامع مالا (دونوں لفظوں کا مطلب ایک ہے)

لغت: تَمَوَّلَ مالاً: مال اکٹھا کرنا .... تَأَثَّلَ مالاً: سرمایہ کاری کی غرض سے مال جمع کرنا، بیلنس بنانا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتابُ الوَصَایَا

وصیتوں کا بیان

وصیت کے لغوی معنی ہیں: جڑنا، ملنا، پاس پاس ہونا، کہتے ہیں: وَصَی یَصِیْ وَصْیًا: ملا ہوا ہونا۔ اور نصوص میں وصیت تین معنی میں مستعمل ہے:

۱- کسی کو اپنا جانشیں بنانا جو اس کے مرنے کے بعد مال وجائداد اور اہل وعیال کے معاملات کا بااختیار منتظم ہو، یہی معنی معروف ہیں۔

۲- کسی کو مرنے کے بعد کوئی چیز بخشنا۔ تَمْلِیْكٌ مَضَافٌ إِلٰی مَا بَعْدَ الْمَوْتِ (عمدہ) یہ معنی بھی معروف ہیں۔

۳- ممنوعات سے جھڑکنا اور مامورات پر ابھارنا۔ وَیُطْلَقُ شَرْعًا أَیْضًا عَلٰی مَا یَقَعُ بِهِ الزَّجْرُ عَنِ الْمَنْهِیَّاتِ وَالْحَثُّ عَلٰی الْمَأْمُوْرَاتِ (عمدہ) حدیثوں میں اس معنی میں بھی لفظ وصیت آیا ہے۔

آیتِ کریمہ: پھر حضرت رحمہ اللہ نے سورۃ البقرہ کی تین آیتیں (۱۸۰-۱۸۲) لکھی ہیں: ''تم پر فرض کیا جاتا ہے کہ جب کسی کو موت قریب معلوم ہو اور کچھ مال ترکہ میں چھوڑا ہو تو والدین اور اقارب کے لئے معروف طریقہ پر وصیت کرے، یہ بات جن کو خدا کا خوف ہے ان کے ذمہ ضروری ہے، پھر جو شخص وصیت سننے کے بعد اس کو تبدیل کرے تو اس کا گناہ انہی لوگوں کو ہے جو اس کو تبدیل کریں۔ اللہ تعالیٰ یقیناً سنتے جانتے ہیں، ہاں جس شخص کو وصیت کرنے والے کی طرف سے کسی بے عنوانی یا کسی جرم کے ارتکاب کا اندیشہ ہو، پھر وہ شخص ان میں باہم مصالحت کرادے تو اس پر کوئی گناہ نہیں، بیشک اللہ تعالیٰ معاف فرمانے والے، مہربانی فرمانے والے ہیں''

تفسیر: ان آیات میں تین باتیں ہیں:

۱- اولاد کے علاوہ دوسرے ورثاء کے حصے میراث میں متعین نہیں تھے، ان کے لئے مرنے والا وصیت کرے گا تب ان کو میراث ملے گی۔

۲- اولاد کے علاوہ والدین اور دیگر رشتہ داروں کے لئے وصیت کرنا واجب تھا۔

۳- وصیت تہائی مال سے زیادہ کی نہ ہو، معقول طریقہ پر وصیت کرنے کا یہی مطلب ہے۔

پھر پہلی بات آیتِ میراث سے منسوخ ہوگئی، اولاد کے علاوہ دیگر رشتہ داروں کے بھی حصے متعین کردیئے، اور دوسری بات حدیث لَاوَصِيَّةَ لِوَارِثٍ سے منسوخ ہوگئی، اور اس پر اجماع ہے اور وجوب کے ساتھ جواز بھی منسوخ ہوگیا۔ پس شرعی وارث کے لئے وصیت باطل ہے، اور تیسری بات اب بھی باقی ہے، تہائی سے زیادہ کی وصیت عاقل بالغ ورثاء کی اجازت کے بغیر نافذ نہیں۔

لغت: جَنَفًا کے معنی ہیں: مائل ہونا، یعنی کوئی ماں یا باپ کو ان کی حیثیت سے زیادہ دینے لگے تو وصیت سننے والوں کو بیچ میں دخل دے کر صحیح مشورہ دینا چاہئے۔ اور سورۃ المائدہ (آیت ۳) میں مُتَجَانِف آیا ہے اس کے معنی بھی ہیں: مائل ہونا، جھکنا۔ اور آیت کریمہ کے بعد چار حدیثیں ذکر کی ہیں، ان کا ترجمہ اور تشریح بعد میں آئے گی۔

بسم الله الرحمن الرحيم

٥٥- كتابُ الْوَصَايَا

وَقَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ: ﴿كُتِبَ عَلَيْكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ إِنْ تَرَكَ خَيْرًا الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ﴾ إِلٰى ﴿جَنَفًا﴾[البقرة: ١٨٠-١٨٢] ﴿جَنَفًا﴾: مَيْلاً، ﴿مُتَجَانِفٌ﴾ مَائِلٌ.

[٢٧٣٨-] حدثنا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ، أَنَا مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ: أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ: "مَا حَقُّ امْرِئٍ مُسْلِمٍ، لَهُ شَيْئٌ يُوْصِيْ فِيْهِ، يَبِيْتُ لَيْلَتَيْنِ، إِلَّا وَوَصِيَّتُهُ مَكْتُوْبَةٌ عِنْدَهُ" تَابَعَهُ مُحَمَّدُ بْنُ مُسْلِمٍ، عَنْ عَمْرٍو، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم.

حدیث: نبی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ نے فرمایا: کسی مسلمان کے لئے لائق نہیں جس کے پاس کوئی ایسی چیز ہو جس میں وصیت کرنی چاہئے کہ گذارے وہ دو راتیں مگر اس کی وصیت اس کے پاس لکھی ہوئی ہونی چاہئے۔

تشریح: زندگی ایک بلبلہ ہے، کب ٹوٹ جائے معلوم نہیں، اس لئے آدمی کو ہمیشہ یادداشت لکھ کر رکھنی چاہئے، یا ضروری باتیں دوسرے کو بتا دینی چاہئیں، تاکہ اچانک موت آ جائے تو متعلقین معاملات سلجھا سکیں، اور داؤد ظاہری وغیرہ کے نزدیک وصیت کرنا واجب ہے، مگر دیگر فقہاء فرماتے ہیں اگر ذمہ پر کوئی واجب ہے مثلاً کسی سے قرض لیا ہے یا نماز روزے باقی ہیں تو وصیت واجب ہے اور اگر کوئی واجب حق نہیں ہے تو وصیت کرنا مستحب ہے (اور حدیث کی ترکیب تحفۃ الالمعی (۳:۷۷) میں ہے)

[٢٧٣٩-] حدثنا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْحَارِثِ، ثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِيْ بُكَيْرٍ، ثَنَا زُهَيْرُ بْنُ مُعَاوِيَةَ الْجُعْفِيِّ، ثَنَا أَبُوْ إِسْحَاقَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ: خَتَنِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: أَخِيْ جُوَيْرِيَةَ بِنْتِ الْحَارِثِ،

قَالَ: مَا تَرَكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم عِنْدَ مَوْتِهِ دِرْهَمًا وَلاَ دِيْنَارًا، وَلاَ عَبْدًا وَلاَ أَمَةً وَلاَ شَيْئًا إِلَّا بَغْلَتَهُ الْبَيْضَاءَ وَسِلاَحَهُ وَأَرْضًا جَعَلَهَا صَدَقَةً.[انظر: ۲۸۷۳، ۲۹۱۲، ۳۰۹۸، ٤٤٦١]

ترجمہ: نبی ﷺ کے سالے ام المؤمنین حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کے بھائی عمرو بن الحارثؓ کہتے ہیں: نبی ﷺ نے وفات کے وقت نہ کوئی درہم چھوڑا نہ دینار، نہ غلام نہ باندی اور نہ کوئی اور چیز، علاوہ اپنے سفید خچر کے اور اپنے ہتھیاروں کے اور ایسی زمین کے جس کو آپؐ نے صدقہ کردیا تھا۔

تشریح: جب نبی ﷺ کے پاس کوئی مال نہیں تھا تو وصیت کس چیز کی کرتے؟ اور جو متفرقات تھے وہ تبرکات میں تقسیم کردیئے گئے تھے، اس لئے کہ صحیح حدیث میں آیا ہے کہ انبیاء کا ترکہ تقسیم نہیں ہوتا وہ جو کچھ چھوڑ جاتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے۔

[۲۷٤۰-] حدثنا خَلاَّدُ بْنُ يَحْيىَ، ثَنَا مَالِكٌ: هُوَ ابْنُ مِغْوَلٍ، ثنَا طَلْحَةُ بْنُ مُصَرِّفٍ، قَالَ: سَأَلْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ أَبِيْ أَوْفٰى: هَلْ كَانَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم أَوْصَى؟ فَقَالَ: لاَ، فَقُلْتُ: كَيْفَ كُتِبَ عَلَى النَّاسِ الْوَصِيَّةُ أَوْ: أُمِرُوْا بِالْوَصِيَّةِ؟ قَالَ: أَوْصَى بِكِتَابِ اللّٰهِ.[انظر: ٤٤٦٠، ٥٠٢٢]

[۲۷٤۱-] حدثنا عَمْرُو بْنُ زُرَارَةَ، ثَنَا إِسْمَاعِيْلُ، عَنِ ابْنِ عَوْنٍ، عَنْ إِبْرَاهِيْمَ، عَنِ الْأَسْوَدِ، قَالَ: ذَكَرُوْا عِنْدَ عَائِشَةَ أَنَّ عَلِيًّا كَانَ وَصِيًّا، فَقَالَتْ: مَتَى أَوْصَى إِلَيْهِ وَقَدْ كُنْتُ مُسْنِدَتَهُ إِلٰى صَدْرِيْ؟ أَوْ قَالَتْ: حَجْرِيْ، فَدَعَا بِالطَّسْتِ، فَلَقَدِ انْخَنَثَ فِيْ حَجْرِيْ، فَمَا شَعَرْتُ أَنَّهُ قَدْ مَاتَ، فَمَتَى أَوْصَى إِلَيْهِ؟ [انظر: ٤٤٥٩]

حدیث (۱): طلحہ بن مصرف نے حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے پوچھا: کیا نبی ﷺ نے کوئی وصیت کی؟ حضرت عبداللہؓ نے کہا: نہیں، طلحہ نے پوچھا: پھر لوگوں پر وصیت کیسے فرض کی گئی؟ یا کہا: لوگوں کو وصیت کا حکم کیسے دیا گیا؟ حضرت عبداللہؓ نے فرمایا: آپؐ نے کتاب اللہ کی وصیت کی ہے۔

حدیث (۲): اسود کہتے ہیں: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سامنے لوگوں نے ذکر کیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کے وصی ہیں، حضرت عائشہؓ نے فرمایا: کب ان کو وصیت کی اور میں تو آپؐ کو اپنے سینہ سے لگائے ہوئے تھی؟ یا کہا: اپنی گود میں لئے ہوئے تھی؟ آپؐ نے پیشاب کے لئے سلفچی منگوائی، پھر آپؐ میری گود میں تھے کہ گردن ترچھی ہوگئی، اور مجھے پتا ہی نہیں چلا کہ آپؐ کی وفات ہوگئی، پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کب وصیت کی؟

لغت: اِنْخَنَسَ الْعُنُقَ: گردن ترچھی ہوجانا، مادہ خَنَسَ۔

تشریح: ان دونوں حدیثوں کو سمجھنے کے لئے دو باتیں ذہن میں رکھیں، داؤد ظاہری کی طرح طلحہ بن مصرف اور شیعہ

وصیت کو واجب کہتے ہیں، پھر شیعہ یہ بھی کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنے بعد متصل خلیفہ ہونے کی وصیت کی تھی، شیعوں نے اس کا زور سے پروپیگنڈہ کیا تھا، طلحہ اس سے متأثر ہوئے، انھوں نے حضرت عبداللہؓ سے پوچھا: کیا نبی ﷺ نے وصیت کی تھی؟ حضرت عبداللہؓ نے کہا: نہیں، طلحہ نے کہا: وصیت تو لوگوں پر فرض ہے، پھر آپؐ نے وصیت کیوں نہیں کی؟ حضرت عبداللہؓ نے فرمایا: وصیت تو کی ہے، قرآن کریم کو مضبوط تھامنے کی تاکید کی ہے، فرمایا ہے: میں تم میں دو چیزیں چھوڑ کر جاتا ہوں جب تک تم ان کو مضبوط پکڑے رہوگے، گمراہ نہیں ہوؤگے، ایک: اللہ کی کتاب اور دوسری: میری سنت، پس قرآنِ کریم کے حکم پر عمل ہوگیا، یہی بات حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سامنے ذکر کی گئی تو انھوں نے پُر زور تردید کی کہ حضور ﷺ نے بیماری کے دن میرے گھر میں گذارے ہیں میں ہر وقت ساتھ رہتی تھی، اور وفات بھی میری گود میں ہوئی ہے، حضور ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کوئی وصیت نہیں کی، شیعوں کا پروپیگنڈہ غلط ہے۔

بَابٌ: أَنْ يَتْرُكَ وَرَثَتَهُ أَغْنِيَاءَ خَيْرٌ مِنْ أَنْ يَتَكَفَّفُوا النَّاسَ

ورثاء کو مالدار چھوڑنا اس سے بہتر ہے کہ وہ لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلائیں

عام طور پر لوگ دور کی جگہوں میں خرچ کرنے کو ثواب کا کام سمجھتے ہیں، اس لئے قریب کی جگہوں میں خرچ نہیں کرتے، اسی طرح لوگ خیرات کرنے کو ثواب سمجھتے ہیں اور ورثاء کے لئے مال چھوڑنے کو ثواب کا کام نہیں سمجھتے، حالانکہ اس میں زیادہ ثواب ہے۔

اور حدیث پہلے گذری ہے (حدیث ۱۲۹۵) فتح مکہ کے موقع پر یا حجۃ الوداع کے موقع پر حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سخت بیمار پڑے، نبی ﷺ ان کی عیادت کے لئے گئے، انھوں نے مسئلہ پوچھا کہ میں اپنے سارے مال کی وصیت کرسکتا ہوں؟ آپؐ نے فرمایا: نہیں، انھوں نے پوچھا: آدھے مال کی؟ آپؐ نے فرمایا: نہیں، انھوں نے پوچھا: تہائی کی؟ آپؐ نے فرمایا: تہائی کی کرسکتے ہو، اور یہ بھی بہت ہے، تم اپنے ورثاء کو مالدار چھوڑو یہ اس سے بہتر ہے کہ تم ان کو کنگلا چھوڑو، وہ لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلائیں۔ اور اس حدیث میں یہ جملہ بھی ہے: یرحم الله ابنَ عفراء: اس سے مراد حضرت سعد بن خولہؓ ہیں، کہتے ہیں: خولہ باپ کا نام تھا اور عفراء ماں کا، آپؐ نے ان کے لئے دعاء رحمت کی، کیونکہ ان کا انتقال مکہ میں ہوا تھا۔

[۲-] بَابٌ: أَنْ يَتْرُكَ وَرَثَتَهُ أَغْنِيَاءَ خَيْرٌ مِنْ أَنْ يَتَكَفَّفُوا النَّاسَ

[۲۷۴۲-] حدثنا أَبُوْ نُعَيْمٍ، ثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيْمَ، عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِيْ وَقَّاصٍ، قَالَ: جَاءَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم يَعُوْدُنِيْ وَأَنَا بِمَكَّةَ، وَهُوَ يَكْرَهُ أَنْ يَمُوْتَ بِالْأَرْضِ الَّتِيْ

هَاجَرَ مِنْهَا، فَقَالَ: "يَرْحَمُ اللّٰهُ ابْنَ عَفْرَاءَ!" قُلْتُ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! أُوْصِيْ بِمَالِيْ كُلِّهِ؟ قَالَ: "لَا" قُلْتُ: فَالشَّطْرُ؟ قَالَ: "لَا" قُلْتُ: الثُّلُثَ؟ قَالَ: "الثُّلُثُ، وَالثُّلُثُ كَثِيْرٌ! إِنَّكَ أَنْ تَدَعَ وَرَثَتَكَ أَغْنِيَاءَ خَيْرٌ مِنْ أَنْ تَدَعَهُمْ عَالَةً يَتَكَفَّفُوْنَ النَّاسَ فِيْ أَيْدِيْهِمْ، وَإِنَّكَ مَهْمَا أَنْفَقْتَ مِنْ نَفَقَةٍ فَإِنَّهَا صَدَقَةٌ حَتَّى اللُّقْمَةُ تَرْفَعُهَا إِلٰى فِيْ امْرَأَتِكَ، وَعَسَى اللّٰهُ أَنْ يَرْفَعَكَ فَيَنْتَفِعَ بِكَ نَاسٌ وَيُضَرَّ بِكَ آخَرُوْنَ" وَلَمْ يَكُنْ لَهُ يَوْمَئِذٍ إِلَّا ابْنَةٌ. [ر:٥٦]

بَابُ الْوَصِيَّةِ بِالثُّلُثِ

تہائی کی وصیت

مرض موت میں ترکہ سے ورثاء کا حق متعلق ہوجاتا ہے، اس لئے مریض ترکہ میں کوئی تبرع والا تصرف نہیں کرسکتا، مگر اس کی دینی مصلحت سے تہائی ترکہ میں تصرف کا اختیار دیا گیا ہے، تاکہ وہ خیر خیرات کرسکے، اور وصیت کے ذریعہ کوتاہیوں کی تلافی کرسکے۔

نبی ﷺ نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا: تم تہائی کی وصیت کرسکتے ہو، اور وہ بھی بہت ہے، چنانچہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اگر لوگ تہائی سے کم چوتھائی کی وصیت کریں تو یہ ان کے لئے بہتر ہے۔ اس لئے کہ نبی ﷺ نے تہائی کو بہت زیادہ قرار دیا ہے۔

غیر مسلم کا حکم:

غیر مسلم یعنی ذمی تہائی سے زیادہ کی وصیت کرسکتا ہے یا نہیں؟ حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: زیادہ کی وصیت نہیں کرسکتا، یعنی جو حکم مسلمانوں کا ہے وہی حکم غیر مسلموں کا ہے۔ حضرت امام بخاری رحمہ اللہ حضرت حسن بصریؒ کے قول کے بعد حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول لائے ہیں، پھر سورۃ المائدہ کی آیت ۴۹ لائے ہیں، اور اشارہ کیا ہے کہ یہ بات اس وقت ہے جب غیر مسلم ہماری کورٹ میں مقدمہ لائیں پس ہم اپنی شریعت کے مطابق فیصلہ کریں گے۔ قرآنِ کریم نے نبی ﷺ کو یہی حکم دیا ہے اور اگر وہ اپنا مقدمہ اپنی کورٹ میں لے جائیں تو ان کے پرسنل لاء کے مطابق فیصلہ ہوگا۔

[٣-] بَابُ الْوَصِيَّةِ بِالثُّلُثِ

[١-] وَقَالَ الْحَسَنُ: لَايَجُوْزُ لِلذِّمِّيِّ وَصِيَّةٌ إِلَّا الثُّلُثَ.

[٢-] قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: أُمِرَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم أَنْ يَحْكُمَ بَيْنَهُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللّٰهُ.

[٣-] وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿وَأَنِ احْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللّٰهُ﴾ [المائدة: ٤٩]

[٢٧٤٣-] حدثنا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ، ثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: "لَوْ غَضَّ النَّاسُ إِلَى الرُّبْعِ، لِأَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ: "الثُّلُثُ، وَالثُّلُثُ كَبِيْرٌ أَوْ: كَثِيْرٌ"

[٢٧٤٤-] حدثنا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيْمِ، ثَنَا زَكَرِيَّاءُ بْنُ عَدِيٍّ، ثَنَا مَرْوَانُ، عَنْ هَاشِمِ بْنِ هَاشِمٍ، عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ أَبِيْهِ، قَالَ: " مَرِضْتُ فَعَادَنِيَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم، فَقُلْتُ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! ادْعُ اللّٰهَ أَنْ لَا يَرُدَّنِيْ عَلٰى عَقِبَيَّ، قَالَ: لَعَلَّ اللّٰهَ يَرْفَعُكَ، وَيَنْفَعُ بِكَ نَاسًا؟ قُلْتُ: أُرِيْدُ أَنْ أُوْصِيَ، وَإِنَّمَا لِيْ ابْنَةٌ، فَقُلْتُ: أُوْصِيْ بِالنِّصْفِ؟ قَالَ: النِّصْفُ كَثِيْرٌ، قُلْتُ: فَالثُّلُثُ؟ قَالَ: الثُّلُثُ، وَالثُّلُثُ كَثِيْرٌ أَوْ: كَبِيْرٌ، قَالَ: فَأَوْصَى النَّاسُ بِالثُّلُثِ، فَجَازَ ذٰلِكَ لَهُمْ"

بَابُ قَوْلِ الْمُوْصِي لِوَصِيِّه: تَعَاهَدْ وَلَدِيْ، وَمَا يَجُوْزُ لِلْوَصِيِّ مِنَ الدَّعْوَى

موصی نے وصی سے کہا: میرے بچوں کی دیکھ بھال کرنا، اور وہ دعوی جو وصی کرسکتا ہے

کسی نے مرتے وقت کسی سے کہا: میرے بچوں کی دیکھ بھال کرنا تو یہ درست ہے، پھر وصی مرنے والے کی جائداد وغیرہ کے سلسلہ میں کورٹ میں کوئی بھی دعوی کرسکتا ہے، کیونکہ وہ مرنے والے کا جانشیں ہے، مرنے والا زندہ ہوتا تو وہ دعوی کرتا، پس وصی بھی کرسکتا ہے۔

اور روایت وہی ہے جو گذری ہے، عتبہ نے اپنے بھائی حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو وصیت کی تھی کہ زمعہ کی باندی کا لڑکا میرا ہے، پس تمھیں جب بھی موقع ملے اپنے خاندان میں ملالینا، فتح مکہ کے موقع پر وہ لڑکا ان کو مل گیا، انھوں نے اس کو پکڑ لیا، زمعہ کا لڑکا عبد دعوے دار نکلا اور مقدمہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا، آپؐ نے عبد کے لئے فیصلہ کیا، اس روایت سے باب کے دونوں جزء ثابت ہوتے ہیں۔

[٤-] بَابُ قَوْلِ الْمُوْصِي لِوَصِيِّه: تَعَاهَدْ وَلَدِيْ، وَمَا يَجُوْزُ لِلْوَصِيِّ مِنَ الدَّعْوَى

[٢٧٤٥-] حدثنا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم، أَنَّهَا قَالَتْ: "كَانَ عُتْبَةُ بْنُ أَبِيْ وَقَّاصٍ عَهِدَ إِلٰى أَخِيْهِ سَعْدِ بْنِ أَبِيْ وَقَّاصٍ: أَنَّ ابْنَ وَلِيْدَةِ زَمْعَةَ مِنِّيْ فَاقْبِضْهُ إِلَيْكَ، فَلَمَّا كَانَ عَامُ الْفَتْحِ أَخَذَهُ سَعْدٌ، فَقَالَ: ابْنُ أَخِيْ، قَدْ كَانَ عَهِدَ إِلَيَّ فِيْهِ، فَقَامَ عَبْدُ بْنُ زَمْعَةَ فَقَالَ: أَخِيْ وَابْنُ أَمَةِ أَبِيْ، وُلِدَ عَلٰى فِرَاشِهِ، فَتَسَاوَقَا إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، فَقَالَ سَعْدٌ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! ابْنُ أَخِيْ كَانَ عَهِدَ إِلَيَّ فِيْهِ، فَقَالَ عَبْدُ بْنُ زَمْعَةَ: هُوَ أَخِيْ وَابْنُ وَلِيْدَةِ أَبِيْ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم:" هُوَ لَكَ يَا عَبْدُ بْنُ زَمْعَةَ، الْوَلَدُ

لِلْفِرَاشِ وَلِلْعَاهِرِ الْحَجَرُ'' ثُمَّ قَالَ لِسَوْدَةَ بِنْتِ زَمْعَةَ: احْتَجِبِیْ مِنْهُ لِمَا رَأَى مِنْ شَبَهِهِ بِعُتْبَةَ، فَمَا رَآهَا حَتَّى لَقِيَ اللّٰهَ''[راجع: ۲۰۵۳]

وضاحت:تساوقا: دونوں ساتھ ساتھ چلے.........فما رآھا: پس زمعہ کی باندی کے لڑکے نے جس کا نام عبدالرحمٰن تھا حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کو تاحیات نہیں دیکھا۔

بَابٌ: إِذَا أَوْمَأَ الْمَرِيْضُ بِرَأْسِهِ إِشَارَةً بَيِّنَةً جَازَتْ

مریض نے سر سے کوئی واضح اشارہ کیا تو درست ہے

اس باب میں مسئلہ یہ ہے کہ وصیت جس طرح لفظوں سے ہوتی ہے، اشارہ سے بھی ہوسکتی ہے۔مرض موت میں کبھی آدمی بولنے پر قادر نہیں ہوتا، ایسی حالت میں اگر وہ اشارہ سے وصیت کرے اور اشارہ سمجھ میں آجائے تو امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: وصیت جائز ہے۔

اور حنفیہ کے نزدیک یہ وصیت جائز نہیں، وصیت یا تو لفظوں میں ہو یا لکھ کر کرے، ہاں آدمی گونگا ہو، ساری زندگی اشاروں میں گذری ہو تو وہ اشاروں سے وصیت کرسکتا ہے، کیونکہ گونگے کے اشارے متعین ہوتے ہیں، اس کے اشارے اس کی مستقل زبان ہوتے ہیں، اس کو لوگ سمجھتے ہیں، لیکن جو گونگا نہیں ہے اس کے اشاروں میں ابہام ہوتا ہے، اس لئے اس کی وصیت معتبر نہیں۔

اور امام بخاری رحمہ اللہ نے جواز پر اس لڑکی کے واقعہ سے استدلال کیا ہے جس کا سر ایک یہودی نے دو پتھروں کے درمیان کچل دیا تھا، اور اس کے زیور لے کر بھاگ گیا تھا، جب اس سے نزعی بیان لیا گیا اور اس یہودی کا نام آیا جس نے قتل کیا تھا تو اس نے اشارہ سے بتایا کہ وہ قاتل ہے، چنانچہ اس کو پکڑا گیا اور اس سے قصاص لیا گیا، پس جب اشارے کی بنیاد پر قصاص لیا جاسکتا ہے تو وصیت بدرجہ اولیٰ معتبر ہے۔

جواب: قصاص صرف نزعی بیان پر نہیں لیا گیا تھا، بلکہ اس کو پکڑا گیا تھا، اس نے اقرار کیا تھا، اور زیور بھی برآمد ہوگیا تھا، اس پر اس کو قصاصاً قتل کیا گیا تھا، پس نزعی بیان کے اشارہ کو تحقیق کا ذریعہ تو بناسکتے ہیں مگر اس پر کوئی حکم مرتب نہیں کرسکتے، اس لئے اس سے وصیت کے جواز پر استدلال درست نہیں۔

[۵-] بَابٌ: إِذَا أَوْمَأَ الْمَرِيْضُ بِرَأْسِهِ إِشَارَةً بَيِّنَةً جَازَتْ

[۲۷۴۶-] حدثنا حَسَّانُ بْنُ أَبِيْ عَبَّادٍ، ثَنَا هَمَّامٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ: أَنَّ يَهُوْدِيًّا رَضَّ رَأْسَ جَارِيَةٍ بَيْنَ حَجَرَيْنِ، فَقِيْلَ لَهَا: مَنْ فَعَلَ بِكِ؟ أَفُلَانٌ أَوْ فُلَانٌ؟ حَتَّى سُمِّيَ الْيَهُوْدِيُّ، فَأَوْمَأَتْ بِرَأْسِهَا، فَجِيْءَ

بِهِ، فَلَمْ يَزَلْ حَتَّى اعْتَرَفَ، فَأَمَرَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم فَرُضَّ رَأْسُهُ بِالْحِجَارَةِ.[راجع: ٢٤١٣]

نوٹ: مصری نسخہ میں باب کے آخر میں تُعْرَف ہے، یہ صحیح نہیں، تُعرف اور بینة ہم معنی ہیں، ہمارے نسخہ میں جازت ہے، یہی صحیح ہے۔

بَابٌ: لَاوَصِيَّةَ لِوَارِثٍ

وارث کے لئے وصیت نہیں

لَاوَصِيَّةَ لِوَارِثٍ: ترمذی شریف کی حدیث ہے (حدیث ۲۱۲۰) حضرت رحمہ اللہ نے اس حدیث کو باب میں رکھ دیا ہے۔ زمانۂ جاہلیت میں میراث کا کوئی قاعدہ نہیں تھا، میت کی وصیت کے مطابق عمل کیا جاتا تھا، اور لوگ وصیت میں ایک دوسرے کو نقصان پہنچاتے تھے، وہ اس میں حکمت کے تقاضوں کا پورا لحاظ نہیں رکھتے تھے، کبھی زیادہ حق دار کو چھوڑ دیتے تھے حالانکہ اس کی ہمدردی زیادہ ضروری تھی، اور اپنی کج فہمی سے دور کے رشتہ داروں کو ترجیح دیتے تھے، اس لئے ضروری ہوا کہ میراث کے احکام نازل کر کے فساد کا یہ دروازہ بند کر دیا جائے، اور توریث کے سلسلہ میں رشتہ داری کی کلی احتمالی جگہوں کا اعتبار کیا جائے، اشخاص کے لحاظ سے عارضی خصوصیات کا لحاظ نہ کیا جائے، یعنی صرف رشتہ داری کو میراث کی بنیاد بنایا جائے، کس وارث کا میت سے کتنا تعلق ہے: یہ بات نہ دیکھی جائے، کیونکہ انسان پورے طور پر نہیں جان سکتا کہ اصول وفروع میں سے زیادہ نفع پہنچانے والا کون ہے؟ (سورۃ النساء آیت ۱۱)

غرض جب اس بنیاد پر میراث کا معاملہ طے کر دیا گیا تاکہ لوگوں کے نزاعات ختم ہوں اور ان کے باہمی کینوں کا سلسلہ رک جائے تو اس کا تقاضہ ہوا کہ کسی وارث کے لئے وصیت جائز نہ ہو، ورنہ توریث کا سارا نظام درہم برہم ہو جائے گا۔

(رحمۃ اللہ الواسعہ ۴: ۶۱۶)

اس کے بعد جاننا چاہئے کہ اس حدیث میں جو نفی ہے اس کا کیا مطلب ہے؟ وارث کے لئے وصیت کالعدم ہے یہ مطلب ہے، یا یہ مطلب ہے کہ وارث کے لئے کی ہوئی وصیت لازم نہیں، حنفیہ کے نزدیک حدیث کا دوسرا مطلب ہے، پس اگر کوئی وارث کے لئے وصیت کرتا ہے اور دوسرے ورثاء عاقل بالغ ہیں اور وہ اس وصیت کو نافذ کرتے ہیں تو وصیت صحیح ہے، اور اگر ورثاء نافذ نہ کریں تو وصیت لازم نہیں، یعنی اس کا پورا کرنا ضروری نہیں۔

حدیث: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: زمانۂ جاہلیت میں سارا ترکہ اولاد لیتی تھی، ماں باپ اور دوسرے ورثاء کا کوئی حق نہیں تھا، پھر اسلام کا زمانہ آیا تو یہ حکم نازل ہوا: ﴿كُتِبَ عَلَيْكُمْ إِنْ تَرَكَ خَيْرَنِ الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِيْنَ﴾ (سورۃ البقرہ آیت ۱۸۰) یعنی میت نے جو ترکہ چھوڑا ہے وہ اولاد کا ہے اور ماں باپ اور دوسرے رشتہ داروں

کے لئے اگر میت نے وصیت کی ہے تو حسب وصیت ملے گا، پھر آخری حکم نازل ہوا: ﴿يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْ أَوْلَادِكُمْ﴾ ان آیات میں تمام ورثاء کے حصے مقرر کردیئے، اب کسی کا کوئی اختیار نہیں رہا، پس ایک زمانہ تک والدین اوراقرباء کے لئے وصیت کا جو حکم تھا وہ منسوخ ہوگیا، اب کسی بھی وارث کے لئے وصیت نہیں۔

[٦-] بَابٌ: لَاوَصِيَّةَ لِوَارِثٍ

[٢٧٤٧-] حدثنا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ، عَنْ وَرْقَاءَ، عَنِ ابْنِ أَبِيْ نَجِيْحٍ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: كَانَ الْمَالُ لِلْوَلَدِ، وَكَانَتِ الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ، فَنَسَخَ اللّٰهُ مِنْ ذٰلِكَ مَا أَحَبَّ، فَجَعَلَ لِلذَّكَرِ مِثْلَ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ، وَجَعَلَ لِلْأَبَوَيْنِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا السُّدُسَ، وَجَعَلَ لِلْمَرْأَةِ الثُّمُنَ وَالرُّبُعَ، وَلِلزَّوْجِ الشَّطْرَ وَالرُّبُعَ.[انظر: ٤٥٧٨، ٦٧٣٩]

بَابُ الصَّدَقَةِ عِنْدَ الْمَوْتِ

موت کے وقت خیرات کرنا

مرض موت میں خیرات کرنا درست ہے، مگر وہ تبرع بحکم وصیت ہے، پس وہ تہائی ترکہ تک خیرات کرسکتا ہے اس سے زیادہ خیرات نہیں کرسکتا۔

اور حدیث کتاب الزکاۃ میں گذرچکی ہے (حدیث ۱۴۱۹) ایک شخص نے نبی ﷺ سے پوچھا: کونسی خیرات افضل ہے؟ آپؐ نے فرمایا: خیرات کر، درانحالیکہ تو تندرست مال کا حریص ہو، مالداری کا امیدوار ہو اور محتاجگی سے ڈرتا ہو، یعنی زندگی اور تندرستی کی حالت میں خیرات کرنا افضل ہے اور نہ ڈھیل کر یہاں تک کہ جب روح گلے میں پہنچ گئی یعنی پیر قبر میں لٹکا لئے، تو کہتا ہے: فلاں کے لئے اتنا، فلاں کے لئے اتنا، حالانکہ وہ فلاں کے لئے ہو چکا۔

اس حدیث سے دو باتیں معلوم ہوئیں: ایک یہ کہ مرض موت میں خیرات کرنا درست ہے، اور ایک تہائی تک درست ہے، باقی دو تہائی جو ورثاء کے ہوچکے ہیں، ان میں درست نہیں۔

[٧-] بَابُ الصَّدَقَةِ عِنْدَ الْمَوْتِ

[٢٧٤٨-] حدثنا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، ثَنَا أَبُوْ أُسَامَةَ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ عُمَارَةَ، عَنْ أَبِيْ زُرْعَةَ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَجُلٌ لِلنَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! أَيُّ الصَّدَقَةِ أَفْضَلُ؟ قَالَ: " أَنْ تَصَدَّقَ وَأَنْتَ صَحِيْحٌ حَرِيْصٌ، تَأْمُلُ الْغِنَى، وَتَخْشَى الْفَقْرَ، وَلَا تُهْمِلْ حَتَّى إِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُوْمَ، قُلْتَ: لِفُلَانٍ كَذَا، وَلِفُلَانٍ كَذَا، وَقَدْ كَانَ لِفُلَانٍ"[راجع: ١٤١٩]

بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ: ﴿مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوْصىٰ بِهَا[1] أَوْ دَيْنٍ﴾

(ورثاء کومیراث ملے گی) وصیت نکالنے کے بعد جو کی گئی ہے اور دین ادا کرنے کے بعد

(وارث کے لئے دین کا اقرار درست ہے)

اس باب میں امام صاحب رحمہ اللہ نے ایک چھوٹا سا مسئلہ چھپا کر بیان کیا ہے اور زیب داستان کے لئے (حنفیہ پر رد کرنے کے لئے) لمبا کیا ہے، آیت کی تفسیر مقصود نہیں، تفسیر اگلے باب میں آرہی ہے۔

مسئلہ یہ ہے کہ وارث کے لئے دین کا اقرار مطلقاً درست ہے یا بعض صورتوں میں درست ہے؟ کوئی شخص مرض موت میں کسی وارث کے لئے قرضہ کا اقرار کرے تو حضرت امام صاحبؒ کی رائے یہ ہے کہ وہ اقرار مطلقاً معتبر ہے، چاہے وارث کے لئے اقرار کرے یا غیر وارث کے لئے اور حنفیہ کے نزدیک جس طرح وارث کے لئے وصیت جائز نہیں قرضہ کا اقرار بھی جائز نہیں، البتہ اگر ورثاء اقرار مان لیں تو درست ہے، جیسے وارث کے لئے ورثاء وصیت نافذ کریں تو درست ہے۔

جیسے ایک شخص نے مرض موت میں بیوی کے لئے اقرار کیا کہ اس کا مجھ پر اتنا قرضہ ہے یا ایک بیٹے کے لئے اقرار کیا کہ اس کا مجھ پر اتنا قرضہ ہے تو یہ اقرار معتبر نہیں، کیونکہ تہمت کی جگہ ہے، ممکن ہے بیوی کو فائدہ پہنچانے کے لئے یا لڑکے کو فائدہ پہنچانے کے لئے جھوٹا اقرار کیا ہو، لیکن اگر ورثاء تسلیم کریں کہ واقعی قرضہ ہے یا قرضہ کا ثبوت ہے جیسے ایک دکان سے باپ کی دوائیں آتی رہی ہیں اور اس کے بل بڑا لڑکا ادا کرتا رہا ہے، سب ورثاء اس کو جانتے ہیں، تو حنفیہ کے نزدیک باپ کا اقرار درست ہے، البتہ جہاں احتمال ہو کہ کسی وارث کو فائدہ پہنچانے کے لئے میت نے اقرار کیا ہے تو حنفیہ اس اقرار کو نہیں مانتے۔ اور امام بخاریؒ آنکھ بند کر کے ہر اقرار کو مان لیتے ہیں، بس اتنا سا مسئلہ ہے جس کو امام صاحبؒ نے لمبا کر دیا ہے۔

امام صاحبؒ کے دلائل مع جوابات:

۱- امام صاحبؒ کی سب سے پہلی دلیل وہ آیت کریمہ ہے جو باب میں لکھی ہے، اس کا حاصل یہ ہے کہ مریض کی وصیت اور قرضہ کا شریعت نے اعتبار کیا ہے، پھر گذشتہ باب کی حدیث سے وارث کے لئے وصیت باطل قرار پائی اور دَین کے بارے میں کوئی نص نہیں، اس لئے میت کا اقرار درست ہے خواہ وارث کے لئے ہو یا غیر وارث کے لئے (یہ دلیل چونکہ باب میں ذکر کی ہے اس لئے آگے عبارت میں اس پر نمبر نہیں لگایا)

جواب: حنفیہ مطلقاً وارث کے لئے دَین کے اقرار کو غیر معتبر قرار نہیں دیتے، جہاں مظنۂ تہمت ہوتا ہے وہاں غیر معتبر

---

(۱) سورۃ النساء کے دوسرے رکوع میں یوصی دو جگہ آیا ہے۔ پہلی جگہ یُوصِی (معروف) ہے اور دوسری جگہ یُوْصٰی (مجہول) ہے باب میں دونوں طرح پڑھ سکتے ہیں۔

کہتے ہیں، پس آیت جب اپنے بعض مواد میں حنفیہ کے نزدیک بھی معمول بہ ہے تو وہ حنفیہ کے خلاف نہیں ہوئی۔

۲- قاضی شریح، حضرت عمر بن عبدالعزیز اور حضرات طاؤس، عطاء بن ابی رباح اور بصرہ کے قاضی عبدالرحمٰن بن اُذَینہ رحمہم اللہ نے مریض کے دَین کے اقرار کو درست قرار دیا ہے (اس عبارت پر ۲- لگایا ہے)

جواب: اولاً امام صاحبؒ نے یہ آثار یُذکر (فعل مجہول) کے ذریعہ ذکر کئے ہیں، یعنی یہ روایات ضعیف ہیں، ثانیاً ان میں اس کی وضاحت نہیں کہ ان حضرات نے کس اقرار کو معتبر قرار دیا ہے، وارث کے لئے یا غیر وارث کے لئے؟ حنفیہ بھی غیر وارث کے لئے اقرار کو جائز کہتے ہیں، پس یہ آثار حنفیہ کے خلاف نہیں۔

۳- حسن بصری اور محمد بن سیرین رحمہما اللہ ایک ہی شہر کے اور ایک ہی زمانہ کے ہیں، دونوں کے شاگرد بھی مشترک ہیں، اور دونوں بڑے آدمی ہیں، حضرت ابن سیرینؒ نے سبق میں یہ مسئلہ بیان کیا کہ وارث کے حق میں مورث کا اقرار معتبر نہیں، جب یہ بات حضرت حسن بصریؒ کو پہنچی تو انھوں نے فرمایا: مریض مرتے وقت بھی جھوٹ بولے گا؟! یہ تو ایسا وقت ہے کہ آدمی سچ ہی بولتا ہے، پھر وارث کے لئے اقرار کیوں معتبر نہیں؟

جواب: امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت حسن رحمہ اللہ کی رائے لی ہے اور حنفیہ نے محمد بن سیرین رحمہ اللہ کی، اس سے زیادہ جواب کی ضرورت نہیں۔ اور اگر جواب سننا ہے تو سنیں: لوگوں کے احوال مختلف ہوتے ہیں، مرتے وقت بھی آدمی جھوٹ بولتا ہے، اور مرض موت پانچ منٹ کا نہیں ہوتا، بعض لوگ سال بھر بیمار رہتے ہیں، اس لئے اتنے لمبے عرصہ میں آدمی جھوٹ بول سکتا ہے، کیونکہ اسے یقین نہیں ہوتا کہ وہ اس بیماری میں مرجائے گا، البتہ احتمال ہوتا ہے اس لئے کسی وارث کو فائدہ پہنچانے کے لئے جھوٹ بول سکتا ہے۔

۴- ابراہیم نخعی اور حکم بن عتیبہ رحمہما اللہ فرماتے ہیں: مریض وارث کا قرضہ معاف کرسکتا ہے، پس اس کے لئے دَین کا اقرار بھی کرسکتا ہے، قرضہ معاف کرنا اور قرضہ کا اقرار کرنا یکساں ہے۔

جواب: ابراء یعنی قرضہ معاف کرنا بحکم وصیت ہے، تہائی ترکہ سے قرضہ معاف ہوگا زیادہ معاف نہیں ہوگا، اور یہ بھی ورثاء کے تسلیم کرنے پر موقوف ہے، اگر ورثاء تسلیم نہ کریں تو قرضہ معاف نہیں ہوگا، کیونکہ ابراء بحکم وصیت ہے پس حضرت ابراہیم اور حضرت حکم کے قول کا مصداق وہ صورت ہے جب ورثاء ابراء کو منظور کریں۔

۵- حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کا جب انتقال ہونے لگا تو انھوں نے کہا: میری فزاری بیوی کے گھر میں جو کچھ ہے وہ اسی کا ہے، اس میں میرا کچھ نہیں، أُغْلِقَ علیه بابُها: دروازہ کے اندر جو بھی مال سامان ہے وہ سب اس کا ہے، یہ حضرت نے وارث کے لئے اقرار کیا۔

جواب: یہ اقرار نہیں ہے خبر ہے، بیوی کے گھر کا مال عام طور پر شوہر کا سمجھا جاتا ہے پس کہیں لوگ اس کو ترکہ نہ سمجھ لیں، اس لئے حضرت رافع رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ اس کے گھر میں جو کچھ ہے وہ اس کا ہے میرا نہیں۔

۶- حضرت حسن بصری رحمہ اللہ نے ایک مسئلہ بیان کیا کہ اگر کوئی شخص مرض موت میں اپنے غلام سے کہے: میں تجھے زمانۂ گذشتہ میں آزاد کرچکا ہوں تو یہ اقرار معتبر ہے، پس اسی طرح دَین کا اقرار بھی مطلقاً معتبر ہے۔

جواب: یہ بھی خبر ہے، اقرار نہیں، پھر یہ خبر بھی غیر وارث کے حق میں ہے، وارث کے لئے اقرار کے مسئلہ سے اس کا کچھ تعلق نہیں۔

۷- بیوی کا انتقال ہورہا ہے اس نے مرض موت میں کہا: میرے شوہر نے مجھے مہر دیدیا ہے اور میں نے اس پر قبضہ کرلیا ہے تو امام عامر شعبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس کی بات مان لی جائے گی، حالانکہ یہاں بھی احتمال ہے کہ شوہر کو فائدہ پہنچانے کے لئے اقرار کیا ہو، مگر شعبی رحمہ اللہ کے نزدیک یہ اقرار معتبر ہے، معلوم ہوا کہ وارث کے لئے دَین کا اقرار درست ہے۔

جواب: حنفیہ کے نزدیک اس اقرار کو تسلیم کرنے کے لئے بھی عورت کے ورثاء کا تسلیم کرنا ضروری ہے، اگر عورت کے ورثاء یہ اقرار نہ مانیں تو شوہر کو دوبارہ مہر ادا کرنا ہوگا، پس یہ اثر حنفیہ کے خلاف نہیں۔

حنفیہ پر تین اعتراض:

پہلا اعتراض: پھر حنفیہ پر اعتراض کرتے ہیں کہ حنفیہ کہتے ہیں: وارث کے لئے اقرار درست نہیں، کیونکہ مظنۂ تہمت ہے، ہوسکتا ہے مریض نے وارث کو فائدہ پہنچانے کے لئے جھوٹا اقرار کیا ہو، پھر حنفیہ یہ بھی کہتے ہیں کہ اگر مریض کسی کے لئے امانت، بضاعت اور مضاربت [1] کے مال کا اقرار کرے تو درست ہے، خواہ وارث کے لئے کرے یا غیر وارث کے لئے، جبکہ اس کے معتبر ہونے کی کوئی دلیل نہیں۔ حنفیہ نے اس کو صرف استحساناً درست کہا ہے، یعنی ان کو اچھا لگا، اس لئے ان تین چیزوں کے اقرار کو درست کہا، اور وارث کے حق میں اقرار کو مظنۂ تہمت قرار دیا، حالانکہ نبی ﷺ نے فرمایا ہے کہ بدگمانی مت کرو، اس لئے کہ گمان سب سے بڑا جھوٹ ہے۔

دوسرا اعتراض: مان لو کہ واقعی وارث کا مرنے والے پر قرضہ ہے تو شرعاً مورث پر لازم ہے کہ وہ اس کا اقرار کرے ورنہ وہ دوسرے کا مال کھانے والا ہوگا، اور حدیث میں ہے کہ منافق کے پاس جب کوئی امانت رکھتا ہے تو وہ خیانت کرتا ہے، پس یہ مرنے والا خائن قرار پائے گا، اس لئے وارث کے لئے اس کے دَین کے اقرار کو درست قرار دینا چاہئے۔

تیسرا اعتراض: اللہ پاک کا ارشاد ہے: امانتیں ان کے مالکان کو پہنچادو، پس اگر میت پر وارث کا یا غیر وارث کا قرضہ ہے تو وہ اس کے پاس امانت ہے، اس لئے آیت کریمہ کی رو سے اس کو واپس کرنا ضروری ہے، اس لئے وہ دَین کا اقرار کررہا ہے اور آیت کریمہ میں وارث اور غیر وارث کی تخصیص نہیں، پس دونوں کے لئے اقرار درست ہے۔

---

(۱) وَدیعة: امانت رکھی ہوئی چیز، جمع وَدائعُ .... بِضَاعة: سامان تجارت، کسی کو کوئی سامان دیا کہ اس کو بیچ کر سارے پیسے مجھے دیدو .... مضاربة: تجارت کے لئے دیا ہوا مال جس میں ایک شخص کا مال اور دوسرے کا عمل ہوتا ہے، اور نفع میں شرکت ہوتی ہے۔

پہلے اعتراض کا جواب: حضرت رحمہ اللہ نے حنفیہ کی اصطلاحِ استحسان کو نہیں سمجھا، انھوں نے اس کو لغوی معنی میں لیا ہے کہ حنفیہ نے اس کو اچھا سمجھا، حالانکہ حنفیہ کے نزدیک استحسان قیاس کی ایک صورت ہے، قیاس: قیاس ظاہری ہوتا ہے اور استحسان قیاس خفی، یعنی دقیق قیاس ہوتا ہے،[1] حنفیہ کہتے ہیں: جہاں مظنۂ تہمت ہو وہاں اقرار درست نہیں، اور ودیعت، بضاعت اور مضاربت کا اقرار وارث کے لئے تھوڑے کر رہا ہے، غیر وارث کے لئے کر رہا ہے، پس وہاں کوئی مظنۂ تہمت نہیں، اس لئے یہ اقرار درست ہے۔

دوسرے اعتراض کا جواب: نبی ﷺ نے بے شک فرمایا ہے کہ خواہ مخواہ بدگمانی مت کرو، مگر نبی ﷺ نے یہ بھی تو فرمایا ہے: إِنَّ مِنَ الْحَزْمِ سُوْءُ الظَّنِّ: احتیاط کی بات یہ ہے کہ بدگمان رہا جائے، یعنی بدگمانی کا موقع ہو وہاں بدگمانی کی جائے اور وارث کے حق میں بدگمانی کا احتمال ہے اس لئے حنفیہ اقرار کو غیر معتبر قرار دیتے ہیں، اور جہاں ورثاء اقرار کو مان لیں تو حنفیہ اس کو معتبر قرار دیتے ہیں۔

تیسرے اعتراض کا جواب: وارث کے حق میں قرضہ کا اقرار مطلقاً غیر معتبر نہیں ہے پس آیت کریمہ میں جو حکم ہے کہ امانتیں ان کے حق داروں کو پہنچاؤ: یہ ارشاد حنفیہ کے خلاف نہیں، کیونکہ حنفیہ صرف اس صورت میں اقرار کو غیر معتبر کہتے ہیں جب ورثاء اس اقرار کو نہ مانیں، اور مرض موت کا اقرار چونکہ بحکم وصیت ہوتا ہے اس لئے وارث کے لئے وصیت باطل ہے۔

پھر امام صاحبؒ نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کی حدیث کا حوالہ دیا ہے جو کتاب الإیمان، باب علامة المنافق میں گذر چکی ہے، پھر اسی حدیث کو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی سند سے روایت کیا ہے۔

[٨-] بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ: ﴿مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوْصىٰ بِهَا أَوْ دَيْنٍ﴾

[٢-] وَيُذْكَرُ أَنَّ شُرَيْحًا، وَعُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيْزِ، وَطَاوُسًا، وَعَطَاءً، وَابْنَ أُذَيْنَةَ أَجَازُوْا إِقْرَارَ الْمَرِيْضِ بِدَيْنٍ.

[٣-] وَقَالَ الْحَسَنُ: أَحَقُّ مَا تَصَدَّقَ بِهِ الرَّجُلُ آخَرَ يَوْمٍ مِنَ الدُّنْيَا وَأَوَّلَ يَوْمٍ مِنَ الآخِرَةِ.

[٤-] وَقَالَ إِبْرَاهِيْمُ وَالْحَكَمُ: إِذَا أَبْرَأَ الْوَارِثُ مِنَ الدَّيْنِ بَرِئَ.

[٥-] وَأَوْصَى رَافِعُ بْنُ خَدِيْجٍ أَنْ لاَ تُكْشَفَ امْرَأَتُهُ الْفَزَارِيَّةُ عَمَّا أُغْلِقَ عَلَيْهِ بَابُهَا.

[٦-] وَقَالَ الْحَسَنُ: إِذَا قَالَ لِمَمْلُوْكِهِ عِنْدَ الْمَوْتِ: كُنْتُ أَعْتَقْتُكَ: جَازَ.

(۱) استحسان کے لغوی معنی ہیں: کسی چیز کو اچھا سمجھنا، اور اصطلاحی معنی ہیں: کسی مسئلہ کے دو پہلوؤں میں سے ایک کو کسی معقول دلیل کی بنیاد پر ترجیح دینا، اس کی مزید تفصیل رحمۃ اللہ الواسعہ (۲:۳۷۹) کے حاشیہ میں ہے، وہاں قیاس خفی اور قیاس جلی کی بھی تفصیل ہے۔

[۷-] وقَالَ الشَّعْبِيُّ: إِذَا قَالَتِ الْمَرْأَةُ عِنْدَ مَوْتِهَا: إِنَّ زَوْجِيْ قَضَانِيْ وَقَبَضْتُ مِنْهُ جَازَ.

وَقَالَ بَعْضُ النَّاسِ:

[۱-] لَايَجُوْزُ إِقْرَارُهُ لِسُوْءِ الظَّنِّ بِهِ لِلْوَرَثَةِ، ثُمَّ اسْتَحْسَنَ، فَقَالَ: يَجُوْزُ إِقْرَارُهُ بِالْوَدِيْعَةِ وَالْبِضَاعَةِ وَالْمُضَارَبَةِ. وَقَدْ قَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم: " إِيَّاكُمْ وَالظَّنَّ، فَإِنَّ الظَّنَّ أَكْذَبُ الْحَدِيْثِ"

[۲-] وَلَايَحِلُّ مَالُ الْمُسْلِمِيْنَ لِقَوْلِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم: " آيَةُ الْمُنَافِقِ إِذَا ائْتُمِنَ خَانَ"

[۳-] وَقَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ: ﴿إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوْا الْأَمَانَاتِ إِلٰى أَهْلِهَا﴾ [النساء: ۵۸] فَلَمْ يَخُصَّ وَارِثًا وَلَا غَيْرَهُ.

فِيْهِ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَمْرٍو، عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم.

[۲۷۴۹-] حدثنا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ أَبُوْ الرَّبِيْعِ، ثَنَا إِسْمَاعِيْلُ بْنُ جَعْفَرٍ، ثَنَا نَافِعُ بْنُ مَالِكِ بْنِ أَبِيْ عَامِرٍ أَبُوْ سُهَيْلٍ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم قَالَ: " آيَةُ الْمُنَافِقِ ثَلَاثٌ: إِذَا حَدَّثَ كَذَبَ، وَإِذَا ائْتُمِنَ خَانَ، وَإِذَا وَعَدَ أَخْلَفَ" [راجع: ۳۳]

بَابُ تَأْوِيْلِ قَوْلِهِ: ﴿مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوْصَى بِهَا أَوْ دَيْنٍ﴾

آیت کریمہ: ﴿مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوْصٰى بِهَا أَوْ دَيْنٍ﴾ کی تفسیر

(دَین وصیت سے مقدم ہے)

عربی میں تفسیر اور تاویل میں فرق ہے، قطعی مراد بیان کرنے کا نام تفسیر ہے اور درجہ احتمال میں مراد بیان کرنے کا نام تاویل ہے، مگر اردو میں یہ فرق نہیں، دونوں کے لئے لفظ تفسیر استعمال کرتے ہیں، اور آیت کریمہ میں وصیت کا ذکر پہلے ہے اور قرضہ کا بعد میں، جبکہ مسئلہ یہ ہے کہ پہلے تمام مال سے تجہیز وتکفین کی جائے گی، پھر جو بچے گا اس سے قرضہ ادا کیا جائے گا پھر جو بچے گا اس کی تہائی سے وصیت نافذ کی جائے گی، پھر باقی ترکہ ورثاء میں تقسیم کیا جائے گا، پس قرضہ کا نمبر دوسرا ہے اور وصیت کا تیسرا، مگر سورۃ النساء کے دوسرے رکوع میں تین جگہ وصیت کا ذکر پہلے آیا ہے اور قرضہ کا بعد میں: اس کی وجہ کیا ہے؟ اور قرض کی تقدیم کی دلیل کیا ہے؟

پہلی دلیل: جاننا چاہئے کہ یہ مسئلہ اجماعی ہے کہ دَین وصیت سے مقدم ہے، ترمذی شریف میں حدیث ہے کہ نبی ﷺ نے قرضہ کا فیصلہ وصیت سے پہلے کیا، یعنی پہلے قرضہ ادا کیا جائے پھر وصیت نافذ کی جائے، یہ حدیث حارث اعور کی وجہ سے ضعیف ہے، لیکن اس حدیث پر امت کا اجماع ہے، اس لئے حدیث کے ضعف سے مسئلہ پر اثر نہیں پڑتا۔

دوسری دلیل: سورۃ النساء میں حکم دیا گیا ہے کہ امانتیں ان کے مالکان کو پہنچاؤ، اور قرضہ بھی امانت ہے اور وصیت بھی، پس ان میں جو اہم ہے اس کو مقدم کیا جائے گا، اور سب جانتے ہیں کہ قرض ادا کرنا ضروری ہے اور وصیت ایک نفلی عمل ہے، اس لئے پہلے قرضہ واپس کیا جائے گا پھر وصیت نافذ کی جائے گی۔

تیسری دلیل: مشہور حدیث ہے کہ بہترین صدقہ وہ ہے جو مالداری کی پیٹھ سے ہو اور وصیت ایک صدقہ ہے، اب فرض کیجئے: ایک آدمی پر ایک لاکھ روپے قرض ہے، اس نے کسی مسجد یا مدرسہ کے لئے دو لاکھ کی وصیت کردی اور اس کا ترکہ کل سوا لاکھ ہے اب اگر پہلے وصیت نافذ کریں گے تو قرضہ کے لئے کچھ نہیں بچے گا، اور حدیث کہتی ہے کہ بہترین صدقہ وہ ہے جو مالداری کی پیٹھ سے ہو، پس وصیت کو مقدم کرنا اس حدیث کے خلاف ہوا، کیونکہ مفروضہ صورت میں سارا ترکہ وصیت میں چلا گیا، پس یہ صدقہ مالداری کی پیٹھ سے کہاں ہوا؟

چوتھی دلیل: ایک غلام مأذون فی التجارہ ہے وہ کسی کے لئے وصیت کرنا چاہتا ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: مولیٰ کی اجازت ضروری ہے، یہ مسئلہ بالکل صحیح ہے، مگر اس کا باب کے مسئلہ سے کوئی خاص تعلق نہیں، ہاں زبردستی تعلق پیدا کیا جاسکتا ہے کہ غلام کے پاس جو کچھ ہے سب مولیٰ کا ہے، پس گویا وہ مولیٰ کا دَین ہے اور جب اس کے ذمہ دَین ہے تو وصیت نہیں کرسکتا، مولیٰ کی اجازت ضروری ہے، معلوم ہوا کہ دَین وصیت سے مقدم ہے۔

پانچویں دلیل: حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے جو پہلے گذری ہے اس میں ہے کہ اوپر کا ہاتھ نیچے کے ہاتھ سے بہتر ہے، اور قرض خواہ کا ہاتھ اوپر کا ہاتھ ہے اور موصی لہ کا ہاتھ نیچے کا ہاتھ ہے، پس قرض وصیت سے مقدم ہے۔

پھر آخر میں وہی حدیث سند کے ساتھ ذکر کی ہے جو دلیل نمبر پانچ میں ذکر کی ہے۔

وصیت کو دَین سے مقدم کرنے کی وجہ:

کبھی کسی چیز کی اہمیت ظاہر کرنے کے لئے نفس الامر میں جو چیز مؤخر ہوتی ہے اس کو مقدم ذکر کرتے ہیں، جیسے سورۂ آل عمران کی آیت ۵۵ ہے: ﴿إِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسٰى إِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ إِلَيَّ﴾: یاد کرو جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے عیسیٰ! بیشک میں تم کو وفات دینے والا ہوں، اور (فی الحال) میں تم کو اپنی طرف اٹھائے لیتا ہوں (ترجمہ تھانوی رحمہ اللہ) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات نزول کے بعد ہوگی اور آسمان کی طرف اٹھایا جانا مقدم ہے، مگر آیت میں وفات کا تذکرہ پہلے ہے، اس کی اہمیت ظاہر کرنے کے لئے تاکہ کسی کو ان کے رفع سماوی سے دھوکا نہ ہو کہ وہ کوئی مافوق البشریت ہستی ہیں، نہیں وہ بھی بشر ہیں ان کو بھی اپنے وقت پر موت آنی ہے، پھر رفع سماوی کا ذکر کیا تاکہ عیسائیوں کی طرح کسی کو غلط فہمی نہ ہو۔

اب یہ مسئلہ سمجھنا چاہئے کہ جب کسی پر قرض ہوتا ہے تو مرنے کے بعد قرض خواہ تین دن انتظار نہیں کرتے، فوراً آجاتے ہیں کہ ہمارا قرضہ لاؤ، پس دَین کا مطالبہ کرنے والے بندے موجود ہیں اس کو تو جھک مار کر دینا ہوگا، اور وصیت وجوہ خیر میں ہوتی ہے، بندوں کی طرف سے اس کا مطالبہ کرنے والا کوئی نہیں ہوتا۔ غریبوں کے لئے وصیت کی تو وہ کیا مطالبہ کریں

گے؟ مدرسہ یا مسجد کے لئے وصیت کی تو مہتمم اور متولی آ کر کیا مطالبہ کریں گے؟ ورثاء وصیت نافذ کریں تو وہ ممنون ہونگے، اس لئے وصیت کی اہمیت ظاہر کرنے کے لئے اس کو مقدم کیا کہ اس کو معمولی چیز مت سمجھو، وہ اللہ کے نزدیک دَین سے بھی مقدم ہے۔

[۹-] بَابُ تَأْوِيْلِ قَوْلِهِ:﴿ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوْصَى بِهَا أَوْ دَيْنٍ﴾

[۱-] وَيُذْكَرُ أَنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم قَضَى بِالدَّيْنِ قَبْلَ الْوَصِيَّةِ.

[۲-] وَقَوْلِهِ عَزَّوَجَلَّ:﴿ إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوْا الْأَمَانَاتِ إِلٰى أَهْلِهَا﴾[النساء: ۵۸]فَأَدَاءُ الْأَمَانَةِ أَحَقُّ مِنْ تَطَوُّعِ الْوَصِيَّةِ.

[۳-] وَقَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم:'' لَاصَدَقَةَ إِلَّا عَنْ ظَهْرِ غِنًى''

[٤-] وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: لَا يُوْصِيْ الْعَبْدُ إِلَّا بِإِذْنِ أَهْلِهِ.

[۵-] وَقَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم:'' الْعَبْدُ رَاعٍ فِيْ مَالِ سَيِّدِهِ''

[۲۷۵۰-] حدثنا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ، ثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، وَعُرْوَةَ ابْنِ الزُّبَيْرِ، أَنَّ حَكِيْمَ بْنَ حِزَامٍ، قَالَ: سَأَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم فَأَعْطَانِيْ، ثُمَّ سَأَلْتُهُ فَأَعْطَانِيْ، ثُمَّ قَالَ لِيْ:'' يَا حَكِيْمُ! إِنَّ هٰذَا الْمَالَ خَضِرٌ حُلْوٌ، فَمَنْ أَخَذَهُ بِسَخَاوَةِ نَفْسٍ بُوْرِكَ لَهُ فِيْهِ، وَمَنْ أَخَذَهُ بِإِشْرَافِ نَفْسٍ لَمْ يُبَارَكْ لَهُ فِيْهِ، وَكَانَ كَالَّذِيْ يَأْكُلُ وَلَا يَشْبَعُ، وَالْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِنَ الْيَدِ السُّفْلٰى'' قَالَ حَكِيْمٌ: فَقُلْتُ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! وَالَّذِيْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ لَا أَرْزَأُ أَحَدًا بَعْدَكَ شَيْئًا حَتَّى أُفَارِقَ الدُّنْيَا، فَكَانَ أَبُوْ بَكْرٍ يَدْعُوْ حَكِيْمًا لِيُعْطِيَهُ الْعَطَاءَ، فَيَأْبىٰ أَنْ يَقْبَلَ مِنْهُ شَيْئًا، ثُمَّ إِنَّ عُمَرَ دَعَاهُ لِيُعْطِيَهُ، فَأَبَى أَنْ يَقْبَلَهُ، فَقَالَ: يَا مَعْشَرَ الْمُسْلِمِيْنَ! إِنِّيْ أَعْرِضُ عَلَيْهِ حَقَّهُ الَّذِيْ قَسَمَ اللّٰهُ لَهُ مِنْ هٰذَا الْفَيْءِ، فَأَبَى أَنْ يَأْخُذَهُ، فَلَمْ يَرْزَأْ حَكِيْمٌ أَحَدًا مِنَ النَّاسِ بَعْدَ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم حَتَّى تُوُفِّيَ.

[راجع: ۱٤۷۲]

[۲۷۵۱-] حدثنا بِشْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ، أَنَا عَبْدُ اللّٰهِ، أَنَا يُوْنُسُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، أَخْبَرَنِيْ سَالِمٌ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم يَقُوْلُ:'' كُلُّكُمْ رَاعٍ وَمَسْؤُلٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، فَالْإِمَامُ رَاعٍ وَمَسْؤُلٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، وَالرَّجُلُ رَاعٍ فِي أَهْلِهِ وَمَسْؤُلٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، وَالْمَرْأَةُ فِي بَيْتِ زَوْجِهَا رَاعِيَةٌ وَمَسْؤُلَةٌ عَنْ رَعِيَّتِهَا، وَالْخَادِمُ فِيْ مَالِ سَيِّدِهِ رَاعٍ وَمَسْؤُلٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ'' قَالَ: حَسِبْتُ أَنْ قَدْ قَالَ: ''وَالرَّجُلُ رَاعٍ فِي مَالِ أَبِيْهِ''[راجع: ۸۹۳]

بَابٌ: إِذَا وَقَفَ أَوْ أَوْصٰى لِأَقَارِبِهِ، وَمَنِ الْأَقَارِبُ؟

اقارب پر جائداد وقف کی یا ان کے لئے وصیت کی تو جائز ہے، اور اقارب کون ہیں؟

اگر کسی نے کوئی چیز وقف کی اور وقف نامہ میں لکھا کہ یہ مکان یا زمین اپنے اقارب کے لئے وقف کرتا ہوں یا وصیت کرتا ہوں تو یہ وقف اور وصیت درست ہے، اب رہی یہ بات کہ اقارب کا مصداق کون ہیں؟ حضرت رحمہ اللہ نے اس کا کوئی فیصلہ نہیں کیا، اور امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک ہر وہ رشتہ دار اس کا مصداق ہے، جس سے نکاح ہمیشہ کے لئے حرام ہے، خواہ وہ ددھیالی رشتہ سے ہو یا ننھیالی رشتہ سے، پھر ددھیالی رشتہ دار مقدم ہے، مزید تفصیلات کتب فقہ میں ہیں، اور صاحبین کے نزدیک پہلے ہجرت کرنے والے دادا تک جو بھی ددھیالی یا ننھیالی رشتہ میں شریک ہیں وہ اقارب ہیں۔ اور امام بخاری رحمہ اللہ نے صاحبین کی یہ رائے ذکر کی ہے، بلکہ آگے جو مسائل آرہے ہیں ان میں امام صاحبؒ نے صاحبین کی موافقت کی ہے، یہ بات حضرت شیخ مولانا زکریا صاحب قدس سرہ نے الأبواب والتراجم میں بیان کی ہے، اور دیگر فقہاء کی رائیں حاشیہ میں ہیں، میں سب کو بیان کروں گا تو دماغ میں کھچڑا ہو جائے گا، اس لئے اتنی بات کافی ہے۔

چکی کا پاٹ: اور میری ناقص رائے یہ ہے کہ یہ عربی لفظ الأقارب کی بحث ہے، اردو میں لفظ رشتہ دار سے کیا مراد ہے؟ یہ مفتیانِ کرام طے کریں گے، کیونکہ ضروری نہیں کہ عربی لفظ اقارب کا عربی معاشرہ میں جو مصداق ہو وہی لفظ رشتہ دار کا اردو معاشرہ میں مصداق ہو، اس لئے اگر کوئی رشتہ داروں کے لئے وصیت کرتا ہے یا وقف کرتا ہے تو اس کا مصداق مفتیوں سے پوچھنا چاہئے۔

ایک آواز: حضرت! آپ بھی تو مفتی ہیں، آپ بتلائیں کہ اردو معاشرہ میں رشتہ دار کا مصداق کون ہے؟

جواب: میں مفت سے مفتی ہوں، میں تو مدرس ہوں، تاہم میرے نزدیک اس کا مصداق ذوی الارحام ہیں، بھائی کو کوئی رشتہ دار نہیں کہتا، اس سے دور کے رشتہ دار مراد ہوتے ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب

بیرحا کا واقعہ:

جب آیتِ کریمہ: ﴿لَنْ تَنَالُوْا الْبِرَّ﴾: نازل ہوئی تو حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ خدمتِ نبوی میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: اللہ تعالیٰ ہم سے ہمارا بہترین مال مانگتے ہیں اور میرا بہترین مال بیرحا نامی باغ ہے، میں وہ اللہ کے راستہ میں دیتا ہوں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: واہ واہ! یہ تو بڑا قیمتی مال ہے، پھر فرمایا: میرا مشورہ یہ ہے کہ آپؓ یہ باغ اپنے خاندان کے غریبوں میں تقسیم کردیں، حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: حضرت ابوطلحہؓ نے حضرت حسان رضی اللہ عنہ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شاعر) اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو وہ باغ دیا اور مجھے نہیں دیا، کیونکہ میں دور کا رشتہ دار تھا، حضرت حسانؓ: حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ تیسرے دادا میں شریک ہیں، اور حضرت ابیؓ چھٹے دادا میں، اور حضرت انس رضی اللہ عنہ اور اوپر جا کر ملتے

ہیں، اس لئے وہ دونوں حضرت ابوطلحہؓ سے حضرت انسؓ کی بہ نسبت نزدیک تھے، اس لئے ان کو دیا (حدیث پوری ہوئی)

پھر امام بخاریؒ نے حضرت حسان اور حضرت ابی رضی اللہ عنہما کی حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سے رشتہ داری بیان کی ہے۔

۱- حضرت ابوطلحہؓ کا نام زید ہے، اور ان کا نسب نامہ یہ ہے: زید بن سہل بن الاسود بن حرام بن عمرو بن زید منات بن عدی بن عمرو بن مالک بن النجار۔

۲- اور حضرت حسانؓ کا نسب نامہ یہ ہے: حسان بن ثابت بن المنذر بن حرام: حرام تیسرے دادا ہیں جس میں حضرت ابوطلحہ اور حضرت حسان رضی اللہ عنہما اکٹھا ہو جاتے ہیں۔

۳- حضرت ابیؓ کا نسب نامہ یہ ہے: ابی بن کعب بن قیس بن عبید بن زید بن معاویہ بن عمرو بن مالک بن النجار: عمرو بن مالک چھٹے دادا ہیں، ان میں حضرات حسان، ابوطلحہ اور ابی رضی اللہ عنہم مل جاتے ہیں۔

اور بیچ میں تیسرے دادا حرام کا جو نسب نامہ بیان کیا ہے وہ بے معنی تکرار ہے، جس پر نمبر۳ لگایا ہے۔

دوسری حدیث: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: جب آیت ﴿وَأَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْأَقْرَبِيْنَ﴾ نازل ہوئی تو نبی ﷺ نے پکارا: اے فہر کی اولاد! اے عدی کی اولاد! (یہ قریش کے بطون ہیں) اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: نبی ﷺ نے پکارا: اے قریش کی جماعت!

ان روایات سے کوئی فیصلہ نہیں کیا جاسکتا کہ اقارب کون ہیں؟ پس یہ مسئلہ اجتہادی ہے اور ہر مجتہد کی اپنی رائے ہے۔

[۱۰-] بَابٌ: إِذَا وَقَفَ أَوْ أَوْصٰى لِأَقَارِبِهِ، وَمَنِ الْأَقَارِبُ؟

[۱-] وَقَالَ ثَابِتٌ: عَنْ أَنَسٍ، قَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم لِأَبِيْ طَلْحَةَ: "اجْعَلْهُ لِفُقَرَاءِ أَقَارِبِكَ" فَجَعَلَهَا لِحَسَّانٍ وَأُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ.

[۲-] وَقَالَ الْأَنْصَارِيُّ: ثَنِيْ أَبِيْ، عَنْ ثُمَامَةَ، عَنْ أَنَسٍ بِمِثْلِ حَدِيْثِ ثَابِتٍ. قَالَ: "اجْعَلْهَا لِفُقَرَاءِ قَرَابَتِكَ"

[۳-] قَالَ أَنَسٌ: فَجَعَلَهَا لِحَسَّانٍ وَأُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ وَكَانَا أَقْرَبَ إِلَيْهِ مِنِّيْ.

وَكَانَ قَرَابَةُ حَسَّانٍ وَأُبَيٍّ مِنْ أَبِيْ طَلْحَةَ:

[۱-] وَاسْمُهُ زَيْدُ بْنُ سَهْلِ بْنِ الْأَسْوَدِ بْنِ حَرَامِ بْنِ عَمْرِو بْنِ زَيْدِ مَنَاةَ بْنِ عَدِيِّ بْنِ عَمْرِو بْنِ مَالِكِ ابْنِ النَّجَّارِ.

[۲-] وَحَسَّانُ بْنُ ثَابِتِ بْنِ الْمُنْذِرِ بْنِ حَرَامٍ، فَيَجْتَمِعَانِ إِلٰى حَرَامٍ وَهُوَ الْأَبُ الثَّالِثُ.

[۳-] وَحَرَامُ بْنُ عَمْرِو بْنِ زَيْدِ مَنَاةَ بْنِ عَدِيِّ بْنِ عَمْرِو بْنِ مَالِكِ بْنِ النَّجَّارِ، فَهُوَ يُجَامِعُ حَسَّانَ وَأَبَا طَلْحَةَ وَأُبَيًّا إِلٰى سِتَّةِ آبَاءٍ إِلٰى عَمْرِو بْنِ مَالِكٍ.

[٤-] وَهُوَ أُبَيُّ بْنُ كَعْبِ بْنِ قَيْسِ بْنِ عُبَيْدِ بْنِ زَيْدِ بْنِ مُعَاوِيَةَ بْنِ عَمْرِو بْنِ مَالِكِ بْنِ النَّجَّارِ. فَعَمْرُو

ابْنُ مَالِكٍ يَجْمَعُ حَسَّانَ وَأَبَا طَلْحَةَ وَأُبَيًّا.

وَقَالَ بَعْضُهُمْ: إِذَا أَوْصَى لِقَرَابَتِهِ فَهُوَ إِلَى آبَائِهِ فِي الإِسْلَامِ.

[۲۷۵۲-] حدثنا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ، أَنَا مَالِكٌ، عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ: أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسًا، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم لِأَبِيْ طَلْحَةَ: "أَرَى أَنْ تَجْعَلَهَا فِي الْأَقْرَبِيْنَ" فَقَالَ أَبُوْ طَلْحَةَ: أَفْعَلُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! فَقَسَمَهَا أَبُوْ طَلْحَةَ فِي أَقَارِبِهِ وَبَنِيْ عَمِّهِ.

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: لَمَّا نَزَلَتْ ﴿ وَأَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْأَقْرَبِيْنَ﴾[الشعراء: ۲۱٤] جَعَلَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم يُنَادِيْ: "يَا بَنِيْ فِهْرٍ، يَا بَنِيْ عَدِيٍّ" لِبُطُوْنِ قُرَيْشٍ.

وَقَالَ أَبُوْ هُرَيْرَةَ: لَمَّا نَزَلَتْ﴿وَأَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْأَقْرَبِيْنَ﴾ قَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم: "يَا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ"[راجع: ۱٤٦۱]

وضاحتیں:

۱- ثابت اور انصاری (نمبر ۱ و ۲) کی روایتوں میں فرق صرف أقاربك اور قرابتك کا ہے۔

۲- انساب میں نمبر ۳ یعنی حرام کا نسب نامہ بے ضرورت ذکر کیا ہے، اور اس کے بعد فھو یجامع بھی بے ضرورت ہے، کیونکہ یہ بات نمبر ۴ کے آخر میں آرہی ہے، پس ممکن ہے یہ کاتبوں کی مہربانی ہو۔

۳- وقال بعضھم: سے صاحبین (امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ) مراد ہیں، اور ان کو بعض الناس اس لئے نہیں کہا کہ ان سے کوئی دوری نہیں، دوری امام اعظم سے ہے۔

فائدہ: حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ عہد نبوی میں فقیر تھے، وہ مالدار دور صحابہ میں بنے ہیں، انھوں نے عہد نبوی میں سو دینار کی تھیلی پائی تھی، جب مالک تلاش کرنے کے بعد نہ ملا تو آپؐ نے ان کو استعمال کرنے کی اجازت دی۔ امام شافعی رحمہ اللہ نے ترمذی کتاب اللقطہ میں اس سے استدلال کیا ہے کہ پڑی ہوئی چیز پانے والا اگرچہ مالدار ہو استعمال کرسکتا ہے، کیونکہ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کا شمار مالدار صحابہ میں تھا اور ان کو نبی ﷺ نے لقطہ استعمال کرنے کی اجازت دی، یہ استدلال محل نظر ہے کیونکہ جس وقت اجازت دی تھی وہ غریب تھے، یہ حدیث اس کی دلیل ہے۔

بَابٌ: هَلْ يَدْخُلُ النِّسَاءُ وَالْوَلَدُ فِي الْأَقَارِبِ؟

کیا عورتیں اور بچے اقارب میں داخل ہیں؟

اگر کسی نے 'اقارب' کے لئے وصیت کی تو اس میں عورتیں اور بچے داخل ہونگے یا نہیں؟ حضرتؒ نے کوئی فیصلہ نہیں کیا، اور باب میں جو روایت لائے ہیں اس کے اشارہ سے معلوم ہوتا ہے کہ داخل ہیں، کیونکہ جب آیت کریمہ: ﴿وَأَنْذِرْ

عَشِيْرَتَكَ الْأَقْرَبِيْنَ﴾: نازل ہوئی تو آپؐ نے جن کو پکارا ان میں اپنی پھوپھی حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو بھی پکارا، اور اپنی بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بھی پکارا۔

[۱۱-] بَابٌ: هَلْ يَدْخُلُ النِّسَاءُ وَالْوَلَدُ فِي الْأَقَارِبِ؟

[۲۷۵۳-] حدثنا أَبُوْ الْيَمَانِ، أَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، أَخْبَرَنِيْ سَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ، وَأَبُوْ سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم حِيْنَ أَنْزَلَ اللّٰهُ: ﴿وَأَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْأَقْرَبِيْنَ﴾ [الشعراء: ٢١٤] قَالَ: "يَا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ - أَوْ: كَلِمَةً نَحْوَهَا - اشْتَرُوْا أَنْفُسَكُمْ، لَا أُغْنِيَ عَنْكُمْ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا، يَا بَنِيْ عَبْدِ مَنَافٍ! لَا أُغْنِيَ عَنْكُمْ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا، يَا عَبَّاسَ بْنَ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ! لَا أُغْنِيْ عَنْكَ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا، وَيَا صَفِيَّةُ عَمَّةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ! لَا أُغْنِيْ عَنْكِ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا، وَيَا فَاطِمَةُ بِنْتُ مُحَمَّدٍ! سَلِيْنِيْ مَا شِئْتِ مِنْ مَالِيْ، لَا أُغْنِيْ عِنْكِ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا"

تَابَعَهُ أَصْبَغُ، عَنِ ابْنِ وَهْبٍ، عَنْ يُوْنُسَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ. [انظر: ۳۵۲۷، ٤٧٧١]

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب آیتِ کریمہ﴿وَأَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْأَقْرَبِيْنَ﴾ نازل ہوئی تو حضور ﷺ کھڑے ہوئے اور پکارا: يَا مَعْشَرَ قُرَيْش: اے قریش کی جماعت —— یا اس کے مانند کوئی کلمہ فرمایا —— خرید و تم اپنی ذاتوں کو یعنی جہنم سے رستگاری کا سامان کرو، میں تمہارے لئے اللہ کے یہاں کچھ کام نہیں آؤں گا، اے عبد مناف کی اولاد! میں تمہارے لئے اللہ کے یہاں کچھ کام نہیں آؤں گا، اے عبدالمطلب کے لڑکے عباس! میں تمہارے لئے اللہ کے یہاں کچھ کام نہیں آؤں گا، اے رسول اللہ ﷺ کی پھوپھی صفیہ! میں آپ کے لئے اللہ کے یہاں کچھ کام نہیں آؤں گا، اور اے محمد کی بیٹی فاطمہؓ مانگ لو مجھ سے جو چاہو میرے مال میں سے، اللہ کے یہاں میں تمہارے کچھ کام نہیں آؤں گا۔

بَابٌ: هَلْ يَنْتَفِعُ الْوَاقِفُ بِوَقْفِهِ؟

کیا واقف اپنے وقف سے فائدہ اٹھا سکتا ہے؟

سوال: کسی نے مکان یا زمین وقف کی، پس کیا خود واقف اس وقف سے فائدہ اٹھا سکتا ہے؟

جواب: اگر واقف خود متولی ہے تو متولی ہونے کی حیثیت سے وقف سے تنخواہ لے سکتا ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے وقف نامہ میں لکھا تھا: جو متولی ہوگا وہ تنخواہ لے سکے گا، پھر حضرت خود متولی بنے، آپؓ نے اس سے تنخواہ لی یا نہیں؟ یہ معلوم نہیں، مگر لینا چاہتے تو لے سکتے تھے۔

دوسرا مسئلہ: ضروری نہیں کہ واقف ہی متولی رہے، غیر واقف بھی متولی ہو سکتا ہے، یہ باب کا دوسراء جزء ہے۔

اس کے بعد حضرت رحمہ اللہ نے ایک مسئلہ بیان کیا ہے جو پہلے گذر چکا ہے کہ حاجی ہدی کے جانور کے دودھ اور پیٹھ سے فائدہ اٹھا سکتا ہے یا نہیں؟ امام بخاریؒ کی رائے یہ ہے کہ اٹھا سکتا ہے، اور اس کے لئے حدیث پیش کی ہے، حنفیہ وغیرہ اس سے متفق نہیں، یہ مسئلہ تفصیل سے پہلے گذر چکا ہے۔

[۱۲-] بَابٌ: هَلْ يَنْتَفِعُ الْوَاقِفُ بِوَقْفِهِ؟

[۱-] وَقَدِ اشْتَرَطَ عُمَرُ: لاَ جُنَاحَ عَلٰى مَنْ وَلِيَهُ أَنْ يَأْكُلَ مِنْهَا.

[۲-] وَقَدْ يَلِيْ الْوَاقِفُ وَغَيْرُهُ.

[۳-] وَكَذٰلِكَ كُلُّ مَنْ جَعَلَ بَدَنَةً أَوْ شَيْئًا لِلّٰهِ، فَلَهُ أَنْ يَنْتَفِعَ بِهَا كَمَا يَنْتَفِعُ بِهِ غَيْرُهُ، وَإِنْ لَمْ يَشْتَرِطْ.

[۲۷۵٤-] حدثنا قُتَيْبَةُ، ثَنَا أَبُوْ عَوَانَةَ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم رَأَى رَجُلاً يَسُوْقُ بَدَنَةً، فَقَالَ لَهُ: "ارْكَبْهَا" فَقَالَ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! إِنَّهَا بَدَنَةٌ، فَقَالَ فِي الثَّالِثَةِ أَوِ الرَّابِعَةِ: "ارْكَبْهَا وَيْلَكَ أَوْ: وَيْحَكَ"[راجع: ۱٦۹۰]

[۲۷۵۵-] حدثنا إِسْمَاعِيْلُ، ثَنِي مَالِكٌ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ: أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم رَأَى رَجُلاً يَسُوْقُ بَدَنَةً، فَقَالَ: "ارْكَبْهَا" قَالَ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! إِنَّهَا بَدَنَةٌ، قَالَ: "ارْكَبْهَا وَيْلَكَ" فِي الثَّانِيَةِ أَوْ فِي الثَّالِثَةِ.[راجع: ۱٦۸۹]

بَابٌ: إِذَا وَقَفَ شَيْئًا فَلَمْ يَدْفَعْهُ إِلٰى غَيْرِهِ فَهُوَ جَائِزٌ

کوئی چیز وقف کی اور اپنے علاوہ کو متولی نہ بنایا تو جائز ہے

وقف کا متولی واقف بھی ہوسکتا ہے، اور غیر واقف بھی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے وقف میں لکھا تھا: لاَجُنَاحَ عَلٰى مَنْ وَلِيَه أَنْ يَـأْكُلَ: جو بھی متولی بنے وہ تنخواہ لے سکتا ہے، حضرت عمرؓ نے کوئی تخصیص نہیں کی کہ کون متولی بنے؟ پس خواہ حضرت عمرؓ بنیں یا کوئی اور وہ تنخواہ لے سکتا ہے۔

اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کو جب انھوں نے بیرحا باغ صدقہ کیا تو مشورہ دیا تھا کہ وہ اس باغ کو رشتہ داروں میں تقسیم کریں، حضرت ابوطلحہؓ نے کہا: میں ایسا کرونگا، چنانچہ انھوں نے اس باغ کو اپنے رشتہ داروں میں یعنی چچازاد بھائیوں میں بانٹ دیا۔

[۱۳-] بَابٌ: إِذَا وَقَفَ شَيْئًا فَلَمْ يَدْفَعْهُ إِلٰى غَيْرِهِ فَهُوَ جَائِزٌ

[۱-] لِأَنَّ عُمَرَ وَقَفَ، وَقَالَ: لاَ جُنَاحَ عَلٰى مَنْ وَلِيَهُ أَنْ يَأْكُلَ، وَلَمْ يَخُصَّ أَنْ وَلِيَهُ عُمَرُ أَوْ غَيْرُهُ.

[۲-] وَقَالَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم لِأَبِیْ طَلْحَةَ:" أَرَی أَنْ تَجْعَلَهَا فِی الْأَقْرَبِیْنَ، فَقَالَ: أَفْعَلُ، فَقَسَمَهَا فِی أَقَارِبِهِ وَبَنِیْ عَمِّهِ"

بَابٌ: إِذَاقَالَ دَارِیْ صَدَقَةٌ لِلّٰهِ، وَلَمْ یُبَیِّنْ لِلْفُقَرَاءِ أَوْ غَیْرِهِمْ فَهُوَ جَائِزٌ، وَیَضَعُهَا فِی الْأَقْرَبِیْنَ أَوْ حَیْثُ أَرَادَ

جس نے کہا: میرا گھر اللہ کے لئے خیرات ہے اور نہیں بیان کیا کہ وہ فقراء کے لئے ہے یا ان کے علاوہ کے لئے ہے تو یہ جائز ہے، اور خرچ کرے وہ گھر کو رشتہ داروں میں یا جہاں چاہے

۱- وقف کے معنی ہیں: حَبْسُ الْعَیْنِ عَلٰی مِلْكِ اللّٰهِ تعالی: کوئی موجود چیز اللہ تعالیٰ کی ملک پر روک لینا (اور اس کے منافع کو خیرات کرنا)

۲- صدقہ کے معنی ہیں: العَطِیَّةُ الَّتِیْ یُبْتَغَی بِهِ الثَّوَابُ عِنْدَ اللّٰهِ تعالی: وہ بخشش جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ سے ثواب چاہا گیا ہو۔

۳- انفاق کے معنی ہیں: خرچ کرنا، خواہ کسی پر خرچ کرے۔

پس وقف خاص ہے اور صدقہ اس سے عام ہے، اور انفاق دونوں سے عام ہے، جب آیتِ کریمہ ﴿لَنْ تَنَالُوْا الْبِرَّ حَتَّی تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ﴾: نازل ہوئی تو حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے گھوڑا پیش کیا، جو ان کے صاحبزادے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو دیدیا گیا، اور حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے بیرحا باغ پیش کیا، ان کو مشورہ دیا گیا کہ اپنے خاندان کے غریبوں میں بانٹ دیں، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خیبر کی زمین پیش کی تو ان کو مشورہ دیا گیا کہ اصل زمین روک لیں اور اس کے منافع کو خیرات کردیں، یہ تیسری صورت وقف کی ہے، اور پہلی دو صورتیں صدقہ کی ہیں۔

اس کے بعد جاننا چاہئے کہ اگر کسی نے کہا: دَارِیْ صَدَقَةٌ لِلّٰهِ: میرا گھر اللہ کے لئے خیرات ہے، مگر کس پر خیرات ہے؟ اس کی وضاحت نہیں کی تو حضرت امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ جائز ہے، مگر حضرت رحمہ اللہ نے اس کی وضاحت نہیں کی کہ یہ وقف ہوا یا صدقہ؟ پھر فرمایا: گھر کو جہاں چاہے خرچ کرے، رشتہ داروں میں اور ان کے علاوہ میں، اس سے معلوم ہوا کہ یہ صدقہ ہوا وقف نہیں ہوا۔

پھر دلیل میں حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کا واقعہ پیش کیا، انھوں نے بیرحاء باغ پیش کرتے وقت کہا تھا: هی صدقة لله: نبی ﷺ نے اس کو منظور کیا اور خاندان کے غریبوں میں بانٹنے کا حکم دیا، اس سے بھی معلوم ہوا کہ وہ صدقہ قرار دیا گیا، وقف قرار نہیں دیا گیا، اگر وقف قرار دیا جاتا تو اس کی عین کو روکنا ضروری تھا۔

پھر حضرتؒ فرماتے ہیں: بعض حضرات کہتے ہیں کہ وقف اس وقت تک صحیح نہیں جب تک اس کا مصرف متعین نہ کیا جائے، کہتے ہیں: یہ امام شافعی رحمہ اللہ کا قول ہے اور یہی امام اعظم رحمہ اللہ کا قول بھی ہونا چاہئے، کیونکہ لفظ صَدَقَةٌ لِلّٰہِ سے وقف ہونے کی دو صورتیں ہیں: ایک: جب وقف کی نیت کرے۔ دوم: جب اس کا مصرف فقراء کو متعین کرے، اگر یہ دونوں باتیں نہ ہوں تو وہ صدقہ ہے وقف نہیں، پھر حضرتؒ نے فرمایا: وَالأَوَّلُ أَصَحُّ: اور پہلی بات زیادہ صحیح ہے، معلوم نہیں حضرت کی کیا مراد ہے؟ شارحین کہتے ہیں: مقصدِ باب یہ ہے کہ صدقة للہ سے وقف ہوجاتا ہے، اور یہی صاحبینؒ کی رائے ہے، نیت ضروری نہیں، نہ مصرف کی تعیین ضروری ہے، مگر سوال یہ ہے کہ جب وقف ہوگیا تو عین کا حبس ضروری ہے، اس کو جہاں چاہے کیسے خرچ کرسکتا ہے؟ ہاں اگر یہ کہا جائے کہ امام بخاری رحمہ اللہ کے نزدیک وقف میں بھی عین کا حبس ضروری نہیں، تو پھر یہ عجیب بات ہوگی۔

[۱۴-] بَابٌ: إِذَا قَالَ دَارِىْ صَدَقَةٌ لِلّٰهِ، وَلَمْ يُبَيِّنْ لِلْفُقَرَاءِ أَوْ غَيْرِهِمْ فَهُوَ جَائِزٌ، وَيَضَعُهَا فِي الأَقْرَبِيْنَ أَوْ حَيْثُ أَرَادَ

[۱-] قَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم لِأَبِىْ طَلْحَةَ حِيْنَ قَالَ: أَحَبُّ أَمْوَالِىْ إِلَيَّ بِيْرُحٰى وَإِنَّهَا صَدَقَةٌ لِلّٰهِ، فَأَجَازَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم.

[۲-] وَقَالَ بَعْضُهُمْ: لَا يَجُوْزُ حَتَّى يُبَيِّنَ لِمَنْ؟ وَالأَوَّلُ أَصَحُّ.

بَابٌ: إِذَا قَالَ: أَرْضِىْ أَوْ بُسْتَانِىْ صَدَقَةٌ لِلّٰهِ عَنْ أُمِّىْ فَهُوَ جَائِزٌ، وَإِنْ لَمْ يُبَيِّنْ لِمَنْ ذٰلِكَ؟

اگر کوئی کہے کہ میری زمین یا میرا باغ میری ماں کی طرف سے صدقہ ہے تو یہ جائز ہے، اگرچہ اس کا مصرف بیان نہ کرے

اگر کوئی شخص میت کی طرف سے صدقہ کرے یا وقف کرے تو اس کا ثواب میت کو پہنچتا ہے، اس میں کوئی اختلاف نہیں، عبادات بدنیہ میں تو اختلاف ہے، عبادات مالیہ میں کوئی اختلاف نہیں، اور صدقہ کا مصرف متعین ہے، ہر صدقہ غرباء پر خرچ کیا جاتا ہے، اس لئے اس کا بیان کرنا ضروری نہیں۔

اور باب میں حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کا واقعہ ہے، وہ تبوک کے سفر میں نبی ﷺ کے ساتھ تھے، پیچھے ان کی والدہ اچانک انتقال کرگئیں، وہ موجود نہیں تھے، جب واپس آئے تو ان کو والدہ کی وفات کا بڑا صدمہ ہوا، چنانچہ نبی ﷺ نے ان کی قبر پر جاکر نمازِ جنازہ پڑھی، حضرت سعدؓ نے عرض کیا: اگر میں اپنی والدہ کی طرف سے کوئی چیز خیرات کروں تو ان کو نفع

پہنچے گا؟ آپؐ نے فرمایا: پہنچے گا، حضرت سعدؓ نے کہا: میں آپؐ کو گواہ بناتا ہوں کہ میرا مخراف نامی باغ ان پر خیرات ہے۔
حدیث کی باب پر دلالت واضح ہے، حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے باغ کا مصرف بیان نہیں کیا، کیونکہ صدقہ کا مصرف متعین ہے۔

[١٥-] بَابٌ: إِذَا قَالَ: أَرْضِيْ أَوْ بُسْتَانِيْ صَدَقَةٌ لِلّٰهِ عَنْ أُمِّيْ فَهُوَ جَائِزٌ، وَإِنْ لَمْ يُبَيِّنْ لِمَنْ ذٰلِكَ؟

[٢٧٥٦-] حدثنا مُحَمَّدٌ، ثَنَا مَخْلَدُ بْنُ يَزِيْدَ، أَخْبَرَنِيْ ابْنُ جُرَيْجٍ، أَخْبَرَنِيْ يَعْلٰى، أَنَّـهُ سَمِعَ عِكْرَمَةَ يَقُوْلُ: أَنْبَـأَنَا ابْنُ عَبَّاسٍ: أَنَّ سَعْدَ بْنَ عُبَادَةَ تُوُفِّيَتْ أُمُّهُ وَهُوَ غَائِبٌ عَنْهَا، فَقَالَ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! إِنَّ أُمِّيْ تُوُفِّيَتْ وَأَنَا غَائِبٌ عَنْهَا، أَيَنْفَعُهَا شَيْئٌ إِنْ تَصَدَّقْتُ بِهِ عَنْهَا؟ قَالَ: " نَعَمْ" قَالَ: فَإِنِّيْ أُشْهِدُكَ أَنَّ حَائِطِيْ الْمِخْرَافَ صَدَقَةٌ عَلَيْهَا. [انظر: ٢٧٦٢، ٢٧٧٠]

قولہ: المِخْرَافَ: منصوب ہے، یہ حائط کا عطف بیان ہے۔

بَابٌ: إِذَا تَصَدَّقَ أَوْ أَوْقَفَ بَعْضَ مَالِهِ أَوْ بَعْضَ رَقِيْقِهِ أَوْ دَوَابِّهِ فَهُوَ جَائِزٌ

کسی نے اپنا کچھ مال یا کچھ غلام یا کچھ چوپائے خیرات کئے یا وقف کئے تو یہ جائز ہے

وَقَفَ اور أَوْقَفَ کے ایک معنی ہیں: روکنا، وقف کرنا۔ اگر کوئی شخص اپنے مال کا بعض حصہ، یا اپنے غلاموں میں سے بعض غلام یا اپنے چوپایوں میں سے بعض چوپائے صدقہ کرے یا وقف کرے تو درست ہے، پھر بعض کی تعیین بیان تفسیر سے ہوگی، یعنی اس سے کہا جائے گا کہ بعض مال کو متعین کرو، حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کی جب توبہ قبول ہوئی تو انھوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں نے اپنے اوپر لازم کیا ہے کہ میں اپنے سب مال سے نکل جاؤں، تاکہ آئندہ جہاد کے لئے نکلنے میں کوئی رکاوٹ پیش نہ آئے، نبی ﷺ نے فرمایا: اپنا کچھ مال اللہ کے راستہ میں دو، اور کچھ مال روک لو (یہاں باب ہے) انھوں نے عرض کیا: خیبر میں میری جو زمین ہے وہ میں روک لیتا ہوں، باقی مال راہِ خدا میں دیتا ہوں، یہ اجمال کی تفسیر ہوئی۔

اور یہاں دو مسئلے زیر بحث آتے ہیں:

پہلا مسئلہ: سب مال خیرات کر دینا یا وقف کر دینا درست ہے یا نہیں؟ اکثر علماء کی رائے ہے کہ درست ہے، مگر مستحب یہ ہے کہ اتنا باقی رکھے جس سے گذارہ ہوسکے۔

دوسرا مسئلہ: منقول کا وقف جائز ہے یا نہیں؟ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک جائز ہے، اور صاحبینؒ کے نزدیک جس منقول کے وقف کا عرف ہو اس کا وقف جائز ہے، امام بخاری رحمہ اللہ نے صاحبینؒ کی موافقت کی ہے، اور امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک منقول کا وقف کسی شخص حقیقی یا حکمی کے تابع ہو کر ہوسکتا ہے، مستقلاً نہیں ہوسکتا۔

[۱۶-] بَابٌ: إِذَا تَصَدَّقَ أَوْ أَوْقَفَ بَعْضَ مَالِهِ أَوْ بَعْضَ رَقِيْقِهِ أَوْ دَوَابِّهِ فَهُوَ جَائِزٌ

[۲۷۵۷-] حدثنا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ، ثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، أَخْبَرَنِىْ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ كَعْبٍ، أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ كَعْبٍ، قَالَ: سَمِعْتُ كَعْبَ بْنَ مَالِكٍ، قَالَ: قُلْتُ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! إِنَّ مِنْ تَوْبَتِى أَنْ أَنْخَلِعَ مِنْ مَالِىْ صَدَقَةً إِلَى اللّٰهِ وَإِلٰى رَسُوْلِهِ، قَالَ: "أَمْسِكْ عَلَيْكَ بَعْضَ مَالَكَ، فَهُوَ خَيْرٌ لَكَ" قُلْتُ: فَإِنِّى أُمْسِكُ سَهْمِيَ الَّذِىْ بِخَيْبَرَ. [انظر: ۲۹۴۷، ۲۹۵۰، ۳۰۸۸، ۳۵۵۶، ۳۸۸۹، ۳۹۵۱، ۴۴۱۸، ۴۶۷۳، ۴۶۷۶، ۴۶۷۷، ۴۶۷۸، ۶۲۵۵، ۶۶۹۰، ۷۲۲۵]

بَابٌ: مَنْ تَصَدَّقَ إِلٰى وَكِيْلِهِ، ثُمَّ رَدَّ الْوَكِيْلُ إِلَيْهِ

جس نے اپنا صدقہ وکیل کو سونپا، پھر وکیل نے وہ صدقہ اس کو واپس کردیا

ایک شخص نے کوئی چیز صدقہ کی اور وہ خرچ کرنے کے لئے وکیل کو سونپی، پھر وکیل نے وہ چیز اسی کو لوٹادی اور کہا کہ اس کو فلاں فلاں جگہ خرچ کرو تو یہ درست ہے، حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے بیرحا باغ صدقہ کیا اور نبی ﷺ کو وکیل بنایا، پھر آپ نے وہ باغ انہی کو لوٹادیا اور فرمایا کہ اپنے خاندان کے غریبوں میں تقسیم کردو۔

قوله: حَيْثُ أَرَاكَ اللّٰهُ: یہ وکیل کو سونپنا ہے۔ **قوله:** وَرَدَدْنَاهُ: یہ وکیل نے صدقہ کرنے والے کو لوٹادیا، اور حدیث پہلے گذری ہے۔

[۱۷-] بَابٌ: مَنْ تَصَدَّقَ إِلٰى وَكِيْلِهِ، ثُمَّ رَدَّ الْوَكِيْلُ إِلَيْهِ

[۲۷۵۸-] وَقَالَ إِسْمَاعِيْلُ: أَخْبَرَنِىْ عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِىْ سَلَمَةَ، عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِىْ طَلْحَةَ، لَا أَعْلَمُهُ إِلَّا عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: لَمَّا نَزَلَتْ: ﴿لَنْ تَنَالُوْا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ﴾ [آل عمران: ۹۲] جَاءَ أَبُوْ طَلْحَةَ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم فَقَالَ: أَىْ رَسُوْلَ اللّٰهِ! يَقُوْلُ اللّٰهُ فِىْ كِتَابِهِ: ﴿لَنْ تَنَالُوْا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ﴾ وَإِنَّ أَحَبَّ أَمْوَالِىْ إِلَىَّ بَيْرُحٰى، قَالَ: وَكَانَتْ حَدِيْقَةً، كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم يَدْخُلُهَا وَيَسْتَظِلُّ فِيْهَا وَيَشْرَبُ مِنْ مَائِهَا، قَالَ: فَهِىَ إِلَى اللّٰهِ وَإِلٰى رَسُوْلِهِ، أَرْجُوْ بِرَّهُ وَذُخْرَهُ، فَضَعْهَا أَىْ رَسُوْلَ اللّٰهِ! حَيْثُ أَرَاكَ اللّٰهُ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: "بَخٍ يَا أَبَا طَلْحَةَ، ذٰلِكَ مَالٌ رَابِحٌ قَبِلْنَاهُ مِنْكَ، وَرَدَدْنَاهُ عَلَيْكَ فَاجْعَلْهُ فِى الْأَقْرَبِيْنَ" فَتَصَدَّقَ بِهِ أَبُوْ طَلْحَةَ عَلٰى ذَوِىْ رَحِمِهِ، قَالَ: وَكَانَ مِنْهُمْ أُبَىٌّ وَحَسَّانُ، قَالَ: فَبَاعَ حَسَّانُ حِصَّتَهُ مِنْهُ

مَنْ مُعَاوِيَةَ، فَقِيْلَ لَهُ: تَبِيْعُ صَدَقَةَ أَبِيْ طَلْحَةَ؟ فَقَالَ: أَلَا أَبِيْعُ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ بِصَاعٍ مِنْ دَرَاهِمَ؟ قَالَ: وَكَانَتْ تِلْكَ الْحَدِيْقَةُ فِيْ مَوْضِعِ قَصْرِ بَنِيْ حُدَيْلَةَ الَّذِيْ بَنَاهُ مُعَاوِيَةُ. [راجع: ١٤٦١]

قال: وكان منهم أبي وحسان: اس سے معلوم ہوا کہ حضرت ابوطلحہؓ نے وہ باغ صرف حسان اور اُبی رضی اللہ عنہما کو نہیں دیا تھا، بلکہ اور بھی ذوی الارحام کو دیا تھا، ان میں حضرات حسان واُبی بھی تھے۔

قوله: باع حسان: حضرت حسانؓ کو اس باغ میں سے جو حصہ ملا تھا وہ انھوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ ایک لاکھ درہم میں بیچ دیا، وہاں حضرت معاویہؓ نے محل بنایا جس کا نام قصر بنی حدیلہ تھا۔ جب حضرت حسانؓ نے اپنا حصہ بیچا تو لوگوں نے اعتراض کیا: آپ ابوطلحہؓ کا صدقہ بیچتے ہیں؟ حضرت حسانؓ نے جواب دیا: میں اس باغ کی کھجوریں دراہم کے بدل بیچتا ہوں یعنی جب میں اس باغ کی کھجوریں بیچ سکتا ہوں تو باغ کیوں نہیں بیچ سکتا؟ یہاں سے معلوم ہوا کہ وہ باغ وقف نہیں تھا، صدقہ تھا، اور صدقہ غریب کی ملک ہوتا ہے، وہ اس کو بیچ سکتا ہے۔

بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ: ﴿وَإِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ أُولُوا الْقُرْبٰى وَالْيَتَامٰى وَالْمَسَاكِيْنُ فَارْزُقُوْهُمْ مِنْهُ﴾

اگر میراث کی تقسیم کے وقت غیر وارث رشتہ دار وغیرہ آئیں تو ان کو بھی کچھ دیا جائے

کسی کی میراث تقسیم ہورہی ہے، اس وقت ایسے رشتہ دار آئے جو وارث نہیں، یا یتیم بچے اور مسکین غریب آئے تو میراث میں سے ان کو بھی کچھ دینا چاہئے، جب ورثاء عاقل بالغ ہوں، پس باہمی رضامندی سے ان کو بھی کچھ دینا چاہئے، البتہ نابالغ کے حصہ میں سے نہیں دے سکتے۔

حدیث: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: کچھ لوگ کہتے ہیں کہ باب کی آیت منسوخ ہے، حالانکہ وہ منسوخ نہیں، بلکہ تین آیتوں پر عمل کرنے میں لوگ سستی کرتے ہیں، ایک تقسیم میراث کی یہ آیت، دوسری استیذان کی آیت، لوگ بغیر اجازت گھر میں گھس آتے ہیں، تیسری: ﴿وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوْبًا وَقَبَائِلَ﴾ یعنی انسانوں کی خاندانوں میں تقسیم محض تعارف کے لئے ہے، مگر لوگوں نے اس کو عزت وذلت کا مسئلہ بنالیا ہے۔

اور تقسیم میراث کے وقت آنے والوں کو کچھ دینا مستحب ہے، واجب نہیں، اس لئے لوگ عمل کرنے میں سستی کرتے ہیں، اور ﴿فَارْزُقُوْهُمْ مِنْهُ﴾ کا مطلب یہ ہے کہ ترکہ میں سے ان آنے والوں کو بھی کچھ دو، اور ﴿وَقُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَعْرُوْفًا﴾ کا مطلب یہ ہے کہ نہ دینا ہو تو ان کے ساتھ خوبی سے بات کرو، یعنی ان کا دل مت توڑو، ان سے کہو کہ معاف کرو، ورثاء کچھ دینے پر راضی نہیں، اس لئے ہم مجبور ہیں۔

اس کی نظیر سورۃ الانعام کی آیت ۱۴۱ ہے، فرمایا: ﴿كُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖ إِذَا أَثْمَرَ وَآتُوْا حَقَّهُ يَوْمَ حَصَادِهٖ﴾: کھاؤ تم اس کی پیداوار سے جب وہ نکل آوے یعنی پک جائے، اور تم اللہ کا حق دو اس کھیتی کے کاٹنے کے وقت یعنی جب کھیت کٹ رہا ہو اور مساکین آئیں تو ان کو بھی کچھ دو، یہ دینا بھی مستحب ہے۔

دو واقعے:

۱- میری والدہ رحمہا اللہ کی میراث تقسیم ہورہی تھی، میرے ایک اخیافی بھائی احمد نامی تھے، وہ وارث نہیں تھے، ورثاء ہم حقیقی بھائی بہن اور والد صاحب رحمہ اللہ تھے، میں نے اپنا حصہ اپنے اخیافی بھائی کو دیدیا، ان سے میری والدہ کو محبت تھی۔

۲- میری اہلیہ رحمۃ اللہ علیہا کی میراث تقسیم ہورہی تھی، ورثاء ان کی کثیر اولاد اور میں شوہر تھے، میں ان کی اولاد کے حق میں اپنے چوتھائی حصہ سے دست بردار ہوگیا، اور گھر میں کئی بہوئیں اور دو پوتے تھے جن کے والد کا انتقال ہوگیا تھا، اور ان کی دادی نے ان کو پالا پوسا تھا، وہ وارث نہیں تھے، چنانچہ میں نے سب بہوؤں کو اور پوتوں کو اپنے پاس سے ایک ایک ہزار روپے دیئے، تاکہ ان کے دل خوش ہوجائیں۔

باب کی کتاب سے مناسبت: یہ باب کتاب الوصایا میں اس لئے لائے ہیں کہ رشتہ داروں اور غریبوں کو دینا بھی گویا ایک طرح کی وصیت ہے، میت زندہ ہوتی تو وہ یا تو دیتی یا کہتی: معاف کرو، پس تم بھی دو یا کہو: معاف کرو، چنانچہ اگلا باب لائے ہیں کہ کسی کا اچانک انتقال ہوجائے تو ورثاء کو میت کی طرف سے خیرات کرنی چاہئے۔

[۱۸-] بَابُ قَوْلِ اللهِ عَزَّوَجَلَّ: ﴿وَإِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ أُولُوا الْقُرْبٰى وَالْيَتَامٰى وَالْمَسَاكِيْنُ فَارْزُقُوْهُمْ مِنْهُ﴾

[۲۷۵۹-] حدثنا أَبُوْ النُّعْمَانِ مُحَمَّدُ بْنُ الْفَضْلِ، ثَنَا أَبُوْ عَوَانَةَ، عَنْ أَبِيْ بِشْرٍ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: إِنَّ نَاسًا يَزْعُمُوْنَ أَنَّ هٰذِهِ الآيَةَ نُسِخَتْ، وَلاَ وَاللهِ مَا نُسِخَتْ، وَلٰكِنَّهَا مِمَّا تَهَاوَنَ النَّاسُ، هُمَا وَالِيَانِ: وَالٍ يَرِثُ وَذَاكَ الَّذِيْ يَرْزُقُ، وَوَالٍ لاَ يَرِثُ، وَقَالَ: فَذَاكَ الَّذِيْ يَقُوْلُ بِالْمَعْرُوْفِ، يَقُوْلُ: لاَ أَمْلِكُ لَكَ أَنْ أُعْطِيَكَ. [انظر: ٤٥٧٦]

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: کچھ لوگ گمان کرتے ہیں کہ یہ آیت منسوخ ہے، نہیں! بخدا! منسوخ نہیں، بلکہ یہ آیت ان آیتوں میں سے ہے جن پر عمل کرنے میں لوگ سستی کرتے ہیں۔ رشتہ دار دو ہیں: ایک رشتہ دار وارث ہے، یہی وہ ہے جو (اپنے حصہ میں سے) کچھ دے گا، اور دوسرا رشتہ دار وارث نہیں، پس وہ بھلی بات کہے گا، کہے گا: مجھے آپ کو دینے کا اختیار نہیں۔

تشریح: میت کی بیوی بچے اور بھائی چچا ہیں، اول وارث ہیں، دوم وارث نہیں، پس اول اپنے حصہ میں سے دیں گے اور بھائی چچا کہیں گے معاف کرو، ہمیں دینے کا اختیار نہیں۔ یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ﴿فَارْزُقُوْهُمْ﴾ اور ﴿قُوْلُوْا لَهُمْ﴾ کے مصداق بیان کئے ہیں، اور میں نے دونوں کا مصداق ورثاء کو قرار دیا ہے، وہ یا تو دیں یا معذرت کریں، کیونکہ دینے کا حکم استحبابی ہے، پس نہ دینا چاہیں تو بھی ان کا دل نہ توڑیں، خوش اسلوبی سے معذرت کر دیں۔

بَابُ مَا يُسْتَحَبُّ لِمَنْ تُوَفِّىَ فَجَاءَ ةً أَنْ يَتَصَدَّقُوْا عَنْهُ، وَقَضَاءِ النُّذُوْرِ عَنِ الْمَيِّتِ

(۱) کسی کا اچانک انتقال ہو جائے تو اس کی طرف سے مستحب ہے کہ ورثاء خیرات کریں (۲) اور میت کی منتوں کو پورا کرنا

اس باب میں دو مسئلے ہیں:

پہلا مسئلہ: کوئی شخص اچانک مرجائے تو اس کی طرف سے پسماندگان کو خیرات کرنی چاہئے، کیونکہ اگر میت کو موت کا احساس ہو جاتا تو وہ ضرور خیرات کرتا، یا وصیت کرتا، مگر وہ اچانک چلا گیا، پس ورثاء کو چاہئے کہ اس کی طرف سے صدقہ کریں۔ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی والدہ کا اچانک انتقال ہو گیا تو حضرت سعدؓ نے ان کی طرف سے خیراتیں کیں۔

دوسرا مسئلہ: میت نے کوئی نذر مانی، اور کام ہو گیا، اور نذر واجب ہوگئی، مگر وہ نذر پوری کرنے نہیں پایا تھا کہ انتقال ہو گیا، پس ورثاء کو چاہئے کہ میت کی طرف سے منت پوری کریں، کیونکہ مرنے والا زندہ ہوتا تو وہ اپنی منت پوری کرتا یا وصیت کرتا، پس ورثاء کو وصیت سمجھ کر منت پوری کرنی چاہئے، باب کی دوسری حدیث میں ہے: حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی والدہ کی کوئی منت رہ گئی تھی حضرت سعدؓ نے اس کو پورا کیا، مگر یہ دونوں حکم استحبابی ہیں۔

مسئلہ: اگر میت نے وصیت نہ کی ہو تو ورثہ کے ذمہ واجب نہیں کہ وہ اس کو پورا کریں، اور وصیت کی ہو تو تہائی ترکہ سے پورا کرنا واجب ہے۔

[۱۹-] بَابُ مَا يُسْتَحَبُّ لِمَنْ تُوُفِّىَ فَجَاءَ ةً أَنْ يَتَصَدَّقُوْا عَنْهُ، وَقَضَاءِ النُّذُوْرِ عَنِ الْمَيِّتِ

[۲۷۶۰-] حدثنا إِسْمَاعِيْلُ، ثَنِىْ مَالِكٌ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ عَائِشَةَ: أَنَّ رَجُلًا قَالَ لِلنَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم: إِنَّ أُمِّى افْتُلِتَتْ نَفْسَهَا، وَأُرَاهَا لَوْ تَكَلَّمَتْ تَصَدَّقَتْ، أَفَأَتَصَدَّقُ عَنْهَا؟ قَالَ: "نَعَمْ، تَصَدَّقْ عَنْهَا" [راجع: ۱۳۸۸]

[۲۷۶۱-] حدثنا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ، أَنَا مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنِ

ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ سَعْدَ بْنَ عُبَادَةَ اسْتَفْتَى رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، فَقَالَ: إِنَّ أُمِّيْ مَاتَتْ وَعَلَيْهَا نَذْرٌ؟ فَقَالَ: " اقْضِهِ عَنْهَا "[انظر: ٦٦٩٨، ٦٩٥٩]

قوله: افتلتت: بلفظ المجهول، من الافتلات: أى ماتت بغتة .... قوله: نفسها: بالنصب على أنه مفعول ثان، وبالرفع على أنه مفعول أقيم مقام الفاعل (عمدہ)

بَابُ الإِشْهَادِ فِي الْوَقْفِ وَالصَّدَقَةِ وَالْوَصِيَّةِ

وقف، صدقہ اور وصیت میں گواہ بنانا

وقف، صدقہ اور وصیت میں گواہ بنانا ضروری نہیں، لیکن اگر بنالے تو سبحان اللہ! حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے جب باغ صدقہ کیا تو نبی ﷺ کو گواہ بنایا تھا، معلوم ہوا کہ یہ جائز ہے۔

[۲۰-] بَابُ الإِشْهَادِ فِي الْوَقْفِ وَالصَّدَقَةِ وَالْوَصِيَّةِ

[۲۷٦۲-] حدثنا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسَى، أَنَا هِشَامُ بْنُ يُوْسُفَ، أَنَّ ابْنَ جُرَيْجٍ أَخْبَرَهُمْ، قَالَ: أَخْبَرَنِيْ يَعْلَى، أَنَّهُ سَمِعَ عِكْرِمَةَ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ، يَقُوْلُ: أَنْبَأَنَا ابْنُ عَبَّاسٍ: أَنَّ سَعْدَ بْنَ عُبَادَةَ أَخَا بَنِيْ سَاعِدَةَ، تُوُفِّيَتْ أُمُّهُ وَهُوَ غَائِبٌ عَنْهَا، فَأَتَى النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم فَقَالَ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! إِنَّ أُمِّيْ تُوُفِّيَتْ وَأَنَا غَائِبٌ عَنْهَا، فَهَلْ يَنْفَعُهَا شَيْءٌ إِنْ تَصَدَّقْتُ بِهِ عَنْهَا؟ قَالَ: " نَعَمْ " قَالَ: فَإِنِّيْ أُشْهِدُكَ أَنَّ حَائِطِيَ الْمِخْرَافَ صَدَقَةٌ عَلَيْهَا. [راجع: ٢٧٥٦]

بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ: ﴿وَآتُوْا الْيَتَامٰى أَمْوَالَهُمْ﴾ الآيَتَيْنِ

یتیموں کی چار باتوں کی ذمہ داری ولی (سرپرست) پر ہے

سورۃ النساء آیات ۲و۳ ہیں: "(۱) اور جن بچوں کا باپ مرجائے ان کے مال انہی کو پہنچاتے رہو۔ (۲) اور تم اچھی چیز سے بری چیز مت بدلو۔ (۳) اوران کے مال اپنے مالوں کے ساتھ ملا کر مت کھاؤ، بیشک یہ بات بڑا گناہ ہے۔ (۴) اور اگر تم کو اندیشہ ہو کہ یتیم لڑکیوں کے بارے میں انصاف نہیں کرسکو گے تو اور عورتوں سے جو تم کو پسند ہوں نکاح کرلو"

ان آیتوں میں یتیموں کے سلسلہ میں چار احکام ہیں:

۱- یتیموں کے جو مال تمہارے قبضہ میں ہیں وہ ان کو دیتے رہو، یعنی ان پر معروف طریقہ پر خرچ کرتے رہو۔

۲- اور اپنا نکما مال ان کے اچھے مال سے مت بدلو، ان کے گیہوں اچھے تھے وہ خود لے لئے اور اپنے نکمے گیہوں ان کے

حصہ میں لگادیئے، ایسا مت کرو۔

۳- ان کے اموال اپنے اموال کے ساتھ ملا کر مت کھاؤ، ان کا کھانا اپنے کھانے کے ساتھ پکایا اور ان کا آٹا ان کی ضرورت سے زیادہ لے لیا اور خود کھالیا ایسا مت کرو، یہ بہت بڑا گناہ ہے۔

۴- اور اگر تمہیں اپنے زیر تربیت یتیم بچیوں سے نکاح کرنے میں اندیشہ ہو کہ ان کے ساتھ مہر میں انصاف نہیں کروگے تو ان سے نکاح مت کرو، دوسری عورتوں سے نکاح کرو، جو تمہیں پسند ہوں۔ باب کی حدیث میں اس چوتھی بات کی تفصیل ہے، اور یہ حدیث پہلے (حدیث ۲۴۹۴) گذری ہے، وہاں تفصیل ہے کہ یتیم بچی اگر مالدار اور خوبصورت ہوتی تھی تو اس کا سرپرست اس سے نکاح کرتا تھا اور ڈھنگ سے مہر نہیں دیتا تھا کیونکہ نکاح سے مقصد جائداد پر قبضہ کرنا ہوتا تھا، اور اگر یتیم بچی نادار اور کالی کلوٹی ہوتی تھی تو دوسری جگہ نکاح کرتا تھا، اس لئے سرپرست کو منع کیا کہ ایک صورت میں تم نکاح نہیں کرتے دوسری جگہ نکاح کرتے ہو، پس دوسری صورت میں ہم نکاح کی اجازت نہیں دیتے۔

سوال: اس باب کا اور آئندہ چند ابواب کا جو یتامی کے اولیاء سے متعلق ہیں: کتاب الوصایا سے کیا تعلق ہے؟

جواب: یتیموں کا سرپرست مرنے والے کی وصیت سے بنتا ہے، اس لئے یہ ابواب کتاب الوصایا میں لائے ہیں۔

[۲۱-] بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ: ﴿وَآتُوْا الْيَتَامٰى أَمْوَالَهُمْ، وَلاَ تَتَبَدَّلُوْا الْخَبِيْثَ بِالطَّيِّبِ، وَلاَ تَأْكُلُوْا أَمْوَالَهُمْ إِلٰى أَمْوَالِكُمْ، إِنَّهُ كَانَ حُوْبًا كَبِيْرًا، وَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تُقْسِطُوْا فِي الْيَتَامٰى فَانْكِحُوْا مَاطَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ﴾

[۲۷۶۳-] حدثنا أَبُوْ الْيَمَانِ، أَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: كَانَ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ يُحَدِّثُ أَنَّهُ سَأَلَ عَائِشَةَ: ﴿وَإِنْ خِفْتُمْ أَنْ لاَ تُقْسِطُوْا فِي الْيَتَامٰى فَانْكِحُوْا مَاطَابَ لَكُمْ﴾ قَالَتْ عَائِشَةُ: هِيَ الْيَتِيْمَةُ فِي حَجْرِ وَلِيِّهَا، فَيَرْغَبُ فِي جَمَالِهَا وَمَالِهَا، وَيُرِيْدُ أَنْ يَتَزَوَّجَهَا بِأَدْنٰى مِنْ سُنَّةِ نِسَائِهَا، فَنُهُوْا عَنْ نِكَاحِهِنَّ إِلَّا أَنْ يُقْسِطُوْا لَهُنَّ فِي إِكْمَالِ الصَّدَاقِ، وَأُمِرُوْا بِنِكَاحِ مَنْ سِوَاهُنَّ مِنَ النِّسَاءِ، قَالَتْ عَائِشَةُ: ثُمَّ اسْتَفْتَى النَّاسُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم بَعْدُ، فَأَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ: ﴿وَيَسْتَفْتُوْنَكَ فِي النِّسَاءِ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِيْهِنَّ﴾[النساء: ۱۲۷] قَالَتْ: فَبَيَّنَ اللّٰهُ فِي هٰذِهِ الآيَةِ أَنَّ الْيَتِيْمَةَ إِذَا كَانَتْ ذَاتَ جَمَالٍ وَمَالٍ رَغِبُوْا فِي نِكَاحِهَا، وَلَمْ يُلْحِقُوْهَا بِسُنَّتِهَا بِإِكْمَالِ الصَّدَاقِ، فَإِذَا كَانَتْ مَرْغُوْبًا عَنْهَا فِي قِلَّةِ الْمَالِ وَالْجَمَالِ تَرَكُوْهَا، وَالْتَمَسُوْا غَيْرَهَا مِنَ النِّسَاءِ، قَالَتْ: فَكَمَا يَتْرُكُوْنَهَا حِيْنَ يَرْغَبُوْنَ عَنْهَا، فَلَيْسَ لَهُمْ أَنْ يَنْكِحُوْهَا إِذَا رَغِبُوْا فِيْهَا، إِلَّا أَنْ يُقْسِطُوْا لَهَا الْأَوْفٰى مِنَ الصَّدَاقِ، وَيُعْطُوْهَا حَقَّهَا. [راجع: ۲٤۹٤]

بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ: ﴿وَابْتَلُوْا الْيَتَامٰى حَتّٰى إِذَا بَلَغُوْا النِّكَاحَ﴾ الآيَتَيْنِ، وَمَا لِلْوَصِيِّ أَنْ يَعْمَلَ فِيْ مَالِ الْيَتِيْمِ، وَمَا يَأْكُلُ مِنْهُ بِقَدْرِ عُمَالَتِهِ

(۱) یتامی کے سلسلہ میں چار احکام (۲) میراث میں عورتوں اور بچوں کا بھی حصہ ہے (۳) وہ کام جو وصی یتیم کے مال میں کرسکتا ہے (۴) وصی یتیم کے مال میں سے محنت کے بقدر کھا سکتا ہے

اس باب میں چار باتیں ہیں: پہلی آیت میں یتامی کے سلسلہ میں اولیاء کو چار احکام دیئے ہیں اور دوسری آیت میں یہ بیان ہے کہ میراث میں عورتوں اور بچوں کا بھی حصہ ہے، پھر باب کا تیسرا جزء ہے کہ یتیم کے مال میں وصی کیا تصرفات کرسکتا ہے؟ اور چوتھی بات یہ ہے کہ وصی یتیم کے مال میں سے اپنی خدمت کے بقدر کھا سکتا ہے۔

پہلی بات: سورۃ النساء کی آیت ۶ ہے: (۱) اور تم یتیموں کو آزمایا کرو یہاں تک کہ جب وہ نکاح کو پہنچ جائیں یعنی بالغ ہوجائیں تو اگر ان میں کچھ تمیز دیکھو تو ان کے اموال ان کے حوالہ کردو (۲) اور ان کے اموال کو ضرورت سے زائد اٹھا کر اور اس خیال سے کہ وہ بالغ ہوجائیں گے: جلدی جلدی مت کھا جاؤ۔ (۳) اور جو شخص مستغنی ہو وہ اپنے کو بالکل بچائے رکھے، اور جو شخص حاجت مند ہو وہ مناسب مقدار سے کھائے (۴) پھر جب ان کے اموال ان کے حوالہ کرنے لگو تو اس پر گواہ بنالیا کرو، اور اللہ تعالیٰ حساب لینے کے لئے کافی ہیں۔

اس آیت میں یتامی کے اولیاء کو درج ذیل چار احکام دیئے ہیں:

۱- جب یتامی بالغ ہوجائیں اور ان میں سمجھ داری پیدا ہوجائے تو ان کے اموال ان کے حوالہ کردو، لیت ولعل مت کرو۔

۲- اور اس اندیشہ سے کہ جب یتامی بڑے ہوجائیں گے اور ان کے اموال ان کو سونپنے پڑیں گے: جلدی جلدی ان کے اموال کھا مت ڈالو۔

۳- یتیم کا سرپرست اگر مالدار ہے تو وہ اپنی خدمت کا معاوضہ یتیم کے مال میں سے نہ لے، ہاں اگر حاجت مند ہے تو عرف کے مطابق تنخواہ لے سکتا ہے۔

۴- بالغ اور سمجھ دار ہونے کے بعد جب یتامی کے مال ان کو سپرد کئے جائیں تو اس پر گواہ بنالئے جائیں، حَسِيْبًا کے معنی ہیں: کافیا، یعنی اللہ تعالیٰ حساب لینے کے لئے کافی ہیں۔

دوسری بات: پھر دوسری آیت میں یہ بیان ہے کہ زمانۂ جاہلیت کا جو دستور تھا کہ میراث کے حقدار وہ مرد ہوتے تھے، جو جنگوں میں لڑتے تھے، عورتوں اور بچوں کا میراث میں کوئی حصہ نہیں ہوتا تھا، یہ صحیح نہیں، فرمایا: مردوں کے لئے بھی اور عورتوں کے لئے بھی میراث میں حصہ ہے، ان کے والدین کے چھوڑے ہوئے ترکہ میں سے اور دیگر قریبی رشتہ داروں کے

چھوڑے ہوئے ترکہ میں سے، خواہ ترکہ تھوڑا ہو یا زیادہ، اور یہ قطعی فیصلہ ہے، پس اس کی خلاف ورزی ہرگز نہیں ہونی چاہئے۔

تیسری بات: وصی یتیم کے مال میں کیا تصرف کرسکتا ہے؟ جاننا چاہئے کہ غبنِ فاحش کے ساتھ یتیم کی کوئی چیز نہ بیچ سکتا ہے نہ اس کے لئے خرید سکتا ہے، کیونکہ وصی کی ولایت مبنی بر شفقت ہے، اور غبن فاحش میں کوئی شفقت نہیں، اسی طرح یتیم کے مال کو تجارت میں نہیں لگاسکتا، اس لئے کہ اس کے ذمہ یتیم کے مال کی حفاظت ہے، تجارت میں لگانا اس کی ذمہ داری نہیں یہ دونوں باتیں علامہ عینی رحمہ اللہ نے عمدۃ القاری میں لکھی ہے، اور حضرت امام بخاریؒ نے اس سلسلہ میں کچھ نہیں فرمایا۔

چوتھی بات: وہی ہے جو پہلی آیت میں آئی ہے کہ اگر یتیم کا سرپرست مالدار ہے تو اس کو اپنی خدمات کا معاوضہ نہیں لینا چاہئے، اور غریب ہے تو عرف کے مطابق معاوضہ لے سکتا ہے، اور اس سلسلہ میں دو حدیثیں پیش کی ہیں:

پہلی حدیث: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ہے، انھوں نے ثمغ نامی کھجوروں کا باغ صدقہ کیا تھا، نبی ﷺ نے ان کو مشورہ دیا کہ اس کو وقف کرو، چنانچہ حضرت عمرؓ نے وقف نامہ میں لکھا کہ جو بھی اس کا متولی بنے وہ عرف کے مطابق تنخواہ لے سکتا ہے، خواہ وہ مالدار ہو یا غریب۔

اور دوسری روایت: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ہے، اس میں صراحت ہے کہ یتیم کا سرپرست اگر غریب ہے تو وہ اپنی خدمت کے بقدر تنخواہ لے سکتا ہے، معلوم ہوا کہ اگر مستغنی ہے تو اس کے لئے تنخواہ لینا جائز نہیں۔

فائدہ: وقف کے متولی اور یتیم کے ولی میں بنیادی فرق یہ ہے کہ یتیم کا ولی یتیم کے مال سے اس وقت تنخواہ لے سکتا ہے جب وہ محتاج ہو، اور اگر غنی ہے تو اس کے لئے یتیم کا مال کھانا جائز نہیں، اور وقف کا متولی ہر حال میں اپنی خدمات کے معاوضہ کے طور پر وقف سے تنخواہ لے سکتا ہے، اگرچہ وہ مالدار ہو۔

[۲۲-] بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَ: ﴿وَابْتَلُوْا الْيَتَامٰى حَتَّى إِذَا بَلَغُوْا النِّكَاحَ، فَإِنْ آنَسْتُمْ مِنْهُمْ رُشْدًا فَادْفَعُوْا إِلَيْهِمْ أَمْوَالَهُمْ، وَلاَ تَأْكُلُوْهَا إِسْرَافًا وَبِدَارًا أَنْ يَكْبَرُوْا، وَمَنْ كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ، وَمَنْ كَانَ فَقِيْرًا فَلْيَأْكُلْ بِالْمَعْرُوْفِ﴾ إِلٰى قَوْلِهِ ﴿نَصِيْبًا مَفْرُوْضًا﴾ حَسِيْبًا كَافِيًا

وَمَا لِلْوَصِيِّ أَنْ يَعْمَلَ فِيْ مَالِ الْيَتِيْمِ، وَمَا يَأْكُلُ مِنْهُ بِقَدْرِ عُمَالَتِهِ

[۲۷۶۴-] حدثنا هَارُوْنُ، ثَنَا أَبُوْ سَعِيْدٍ مَوْلٰى بَنِيْ هَاشِمٍ، ثَنَا صَخْرُ بْنُ جُوَيْرِيَةَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ: أَنَّ عُمَرَ تَصَدَّقَ بِمَالٍ لَهُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، وَكَانَ يُقَالُ لَهُ: ثَمْغٌ، وَكَانَ نَخْلاً، فَقَالَ عُمَرُ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! إِنِّي اسْتَفَدْتُ مَالاً وَهُوَ عِنْدِيْ نَفِيْسٌ، فَأَرَدْتُ أَنْ أَتَصَدَّقَ بِهِ، فَقَالَ

النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم: " تَصَدَّقْ بِأَصْلِهِ، لَا يُبَاعُ، وَلَا يُوْهَبُ، وَلَا يُوْرَثُ، وَلٰكِنْ يُنْفَقُ ثَمَرُهُ" فَتَصَدَّقَ بِهِ عُمَرُ، فَصَدَقَتُهُ ذٰلِكَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ، وَفِي الرِّقَابِ، وَالْمَسَاكِيْنِ، وَالضَّيْفِ، وَابْنِ السَّبِيْلِ، وَلِذِي الْقُرْبٰى، وَلَا جُنَاحَ عَلٰى مَنْ وَلِيَهُ أَنْ يَأْكُلَ مِنْهُ بِالْمَعْرُوْفِ، أَوْ يُوْكِلَ صَدِيْقَهُ غَيْرَ مُتَمَوِّلٍ بِهِ.

[راجع:۲۳۱۳]

[۲۷۶۵-] حدثنا عُبَيْدُ بْنُ إِسْمَاعِيْلَ، قَالَ: ثَنَا أَبُوْ أُسَامَةَ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ عَائِشَةَ ﴿وَمَنْ كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ، وَمَنْ كَانَ فَقِيْرًا فَلْيَأْكُلْ بِالْمَعْرُوْفِ﴾ قَالَتْ: أُنْزِلَتْ فِي وَالِي الْيَتِيْمِ، أَنْ يُصِيْبَ مِنْ مَالِهِ إِذَا كَانَ مُحْتَاجًا بِقَدْرِ مَالِهِ بِالْمَعْرُوْفِ.[راجع: ۲۲۱۲]

ملحوظہ: وما للوصی پر مصری نسخہ میں باب ہے، ہمارے نسخہ میں نہیں ہے، اس لئے باب اور اس کا نمبر حذف کیا ہے۔

بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى: ﴿إِنَّ الَّذِيْنَ يَأْكُلُوْنَ أَمْوَالَ الْيَتَامٰى﴾ الآيَةَ

یتیم کا مال کھانے والے اولیاء کے لئے شدید وعید

سورۃ النساء کی آیت ۱۰ ہے: "بلاشبہ جو لوگ یتیموں کا مال ناحق کھاتے برتتے ہیں وہ اپنے پیٹ میں (جہنم کی) آگ ہی بھر رہے ہیں، اور عنقریب وہ دہکتی آگ میں داخل ہونگے"

اور حضرت تھانوی قدس سرہ نے لکھا ہے: جس طرح یتیم کا مال خود کھانا حرام ہے اسی طرح کسی کو کھلانا یا دینا بطور خیرات ہی کے کیوں نہ ہو نیز حرام ہے، اور ہر نابالغ کا حکم یہی ہے گو یتیم نہ ہو (انتہی) پس "جو لوگ یتیم کا مال ناحق کھاتے ہیں" اس سے مراد اولیاء ہیں، کیونکہ وہی یتیم کے مال میں گڑبڑ کرتے ہیں۔ اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے: صحابہ نے پوچھا: یارسول اللہ! آپؐ نے معراج کی رات میں کیا دیکھا؟ آپؐ نے فرمایا: مجھے فرشتے اللہ کی ایک بہت بڑی مخلوق کے پاس لے گئے جو سب مرد تھے اور ہر ایک کے اونٹ کی طرح دو ہونٹ تھے، اور ان پر دوسرے آدمی مسلط تھے، ان میں سے ایک اس کا جبڑا اپھارٹا تھا اور دوسرا آگ کی چٹان لاتا تھا اور اس کو اس کے منہ میں ڈالتا ہے، یہاں تک کہ وہ اس کے نیچے سے نکل جاتی تھی، اور وہ رینکتا چلاتا تھا، میں نے پوچھا: اے جبرئیل! یہ کون لوگ ہیں؟ انھوں نے کہا: یہ وہ لوگ ہیں جو ناحق یتیموں کا مال کھاتے ہیں (العیاذ باللہ)

حدیث: نئی ہے اور پہلی مرتبہ آئی ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: سات ہلاک کرنے والے گناہوں سے بچو، صحابہ نے پوچھا: یارسول اللہ! وہ کیا ہیں؟ آپؐ نے فرمایا: (۱) اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرانا (۲) اور جادو (کرنا یا کرانا) (۳) اور ایسے نفس کو قتل کرنا جس کا قتل اللہ نے حرام کیا ہے مگر حق اسلام کی وجہ سے (۴) اور سود کھانا (۵) اور یتیم کا مال کھانا (یہاں باب ہے)

(۶) اور مڈبھیڑ کے دن پیٹھ پھیرنا (۷) اور ایمان دار بے خبر پاک دامن عورتوں پر تہمت لگانا (المُوْبِقَات: مُوْبِقَة کی جمع ہے، أَوْبَقَ کے معنی ہیں: تباہ کرنا، ہلاک کرنا) اور حدیث یاد کرلو، اس کی تشریح آپ حضرات خود کر سکتے ہیں، اب اس کا وقت نہیں رہا۔

[۲۳-] بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى: ﴿إِنَّ الَّذِيْنَ يَأْكُلُوْنَ أَمْوَالَ الْيَتَامٰى ظُلْمًا إِنَّمَا يَأْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيْرًا﴾

[۲۷۶۶-] حدثنا عَبْدُ الْعَزِيْزُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ: ثَنِيْ سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ، عَنْ ثَوْرِ بْنِ زَيْدٍ، عَنْ أَبِي الْغَيْثِ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم، قَالَ: " اجْتَنِبُوْا السَّبْعَ الْمُوْبِقَاتِ" قَالُوْا: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! وَمَا هُنَّ؟ قَالَ: " الشِّرْكُ بِاللّٰهِ، وَالسِّحْرُ، وَقَتْلُ النَّفْسِ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ إِلَّا بِالْحَقِّ، وَأَكْلُ الرِّبَا، وَأَكْلُ مَالِ الْيَتِيْمِ، وَالتَّوَلِّيْ يَوْمَ الزَّحْفِ، وَقَذْفُ الْمُحْصَنَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ الْغَافِلَاتِ. [انظر: ۵۷۶۴، ۶۸۵۸]

بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَ: ﴿وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْيَتَامٰى﴾ الآية

یتامی کی پرورش میں کوئی تنگی نہیں

اب دو باب دفع دخل مقدر کے طور پر لا رہے ہیں، یتامی کے سلسلہ میں جو گذشتہ ابواب آئے ہیں ان سے یہ ذہن بن سکتا ہے کہ یتیموں کی پرورش بڑا خطرناک کام ہے، صحابہ بھی سہم گئے تھے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب گذشتہ آیات نازل ہوئیں تو جن کی پرورش میں یتامی تھے انھوں نے ان کا کھانا پینا اپنے کھانے پینے سے الگ کر دیا، اس کا نقصان یہ ہوتا تھا کہ یتیم کا کھانا بچ جاتا تھا اور سڑ جاتا تھا، یا کم پڑ جاتا تھا اور وہ بھوکا رہ جاتا تھا، چنانچہ صحابہ نے یہ بات نبی ﷺ سے ذکر کی، پس آیت ﴿وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْيَتَامٰى﴾ نازل ہوئی، پس صحابہ نے یتیموں کا کھانا پینا اپنے ساتھ کرلیا۔ غرض امام بخاری رحمہ اللہ آخر میں یہ دو باب دفع دخل مقدر کے طور پر لائے ہیں کہ یتامی کی پرورش میں کوئی تنگی نہیں، اللہ تعالیٰ نے بہت گنجائش رکھی ہے۔

سورۃ البقرہ کی آیت ۲۲۰ ہے: "اور لوگ آپؐ سے یتیم بچوں کا حکم پوچھتے ہیں، آپؐ فرمادیجئے کہ ان کی مصلحت کی رعایت کرنا زیادہ بہتر ہے، اور اگر تم ان کے ساتھ اپنا خرچ شامل کرلو تو وہ تمہارے (دینی) بھائی ہیں اور مصلحت کے ضائع کرنے والے کو اور مصلحت کی رعایت کرنے والے کو اللہ تعالیٰ خوب جانتے ہیں، اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتے تو تمہیں مشقت میں ڈالتے، بیشک اللہ تعالیٰ زبردست، حکمت والے ہیں"

تفسیر: اس آیت سے معلوم ہوا کہ یتیموں کا کھانا پینا علاحدہ رکھنا ضروری نہیں، اپنے کھانے پینے کے ساتھ ان کا کھانا پینا ملا سکتے ہیں، ان کے حصہ کے بقدر ان کے مال میں سے لیا جائے اور ساتھ پکایا جائے، جیسے سفر میں ساتھی برابر برابر رقم نکال کر کھانا پکاتے ہیں، پھر سب مل کر کھاتے ہیں، کون کم کھاتا ہے کون زیادہ، اس کا لحاظ نہیں کیا جاتا، ایسا ہی یتامی کے ساتھ بھی معاملہ کیا جا سکتا ہے۔

لغت: آیتِ کریمہ میں ﴿لَأَعْنَتَكُمْ﴾ آیا ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کی تفسیر کی ہے: لَأَحْرَجَكُمْ وَضَيَّقَ عليكم ولكنَّه وَسَّعَ وَيَسَّرَ: اگر اللہ تعالیٰ چاہتے تو تمہیں تنگی میں ڈالتے اور تم پر دشواری کرتے، مگر اللہ تعالیٰ نے وسعت رکھی ہے اور آسانی پیدا کی ہے۔ أَعْنَتَ: إعنات (افعال) سے ہے اور اس کا مجرد عَنَتَ ہے اور باب افعال کا ہمزہ تعدیہ کے لئے ہے، أَي لَأَوْقَعَكُمْ فِي الْعَنَتِ۔

اور قرآنِ کریم میں ایک جگہ: ﴿عَنَتِ الْوُجُوْهُ لِلْحَيِّ الْقَيُّوْمِ﴾ آیا ہے: (اور قیامت کے دن) تمام چہرے حی وقیوم کے سامنے جھکے ہوئے ہونگے (طٰہٰ آیت ۱۱۱) یعنی سب متکبرین وجاحدین کا تکبر وجحود ختم ہو جائے گا۔ امام بخاریؒ نے اس کے بھی معنی بیان کئے ہیں، اگرچہ عَنَتْ میں تاء تانیث ہے اور اس کا فعل عَنَا يَعْنُوْ ہے۔ مگر امام بخاریؒ اشتقاقِ اکبر میں شریک لفظ کے معنی بھی بیان کرتے ہیں (۱)

اس کے بعد امام بخاری رحمہ اللہ نے چار آثار ذکر کئے ہیں:

۱- حضرت نافع رحمہ اللہ کہتے ہیں: کوئی بھی مرتا اور چھوٹے بچے چھوڑتا اور وہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو وصی بناتا تو آپؓ فوراً وصی بن جاتے، کیونکہ یتیموں کی پرورش کرنا بڑا ثواب کا کام ہے۔ حدیث میں ہے: أَنَا وكافل اليتيم كهاتين: اور حضور ﷺ نے سبابہ اور وسطی کو ملایا یعنی میں اور یتیم کی پرورش کرنے والا اس طرح ایک دوسرے سے نزدیک ہیں، معلوم ہوا کہ یتامی کی پرورش سے ڈرنا نہیں چاہئے، وہ تو بڑا ثواب کا کام ہے۔

۲- حضرت ابن سیرین رحمہ اللہ نے مشورہ دیا ہے کہ اگر یتیم کے اموال میں کوئی تصرف کرنا ہو تو موصی اکیلا نہ کرے، بلکہ

---

(۱) اشتقاق: ایک کلمہ کو دوسرے کلمہ سے لینا، جن کے معنی میں مناسبت ہو، مگر لفظ بدل جائیں، پھر اس کی تین قسمیں ہیں: صغیر، کبیر اور اکبر۔

اشتقاقِ صغیر: دو کلمے حروف اور ترتیب میں متحد ہوں، جیسے: عَلِمَ: عِلْم سے اور فَهِمَ: فَهْم سے لیا گیا ہے۔

اشتقاقِ کبیر: دو کلمے حروف میں متحد ہوں، مگر ترتیب میں اتحاد نہ ہو، جیسے: جَبَذَ اور جَذَبَ میں اشتقاقِ کبیر ہے۔

اشتقاقِ اکبر: دو کلمے اکثر حروف میں متحد ہوں، اور باقی حروف میں مناسبت ہو، جیسے: نَعِقَ اور نَهِقَ میں اشتقاقِ اکبر ہے، ن، ق میں اتحاد ہے اور ع ھ کا مخرج متحد ہے۔

اسی طرح عَنَتَ اور عَنَوَ میں اشتقاقِ اکبر ہے، اس لئے امام بخاریؒ نے عنت کے معنی بھی بیان کئے ہیں۔

یتیم کے دوسرے خیر خواہوں اور رشتہ داروں کو بلا کر مشورہ کرے، پھر تصرف کرے، اس ارشاد سے اولیاء کے لئے ایک راستہ نکل آیا، ولی ساری ذمہ داری اپنے سر کیوں لے؟ دوسرے خیر خواہوں سے اور رشتہ داروں سے مشورہ کرے تو ان شاء اللہ یتامی کے معاملہ میں کوئی کوتاہی نہیں ہوگی۔

۳- حضرت طاؤس رحمہ اللہ سے جب یتامی کے بارے میں پوچھا جاتا تو وہ پڑھتے تھے: ﴿وَاللّٰهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ﴾: اللہ تعالیٰ جانتے ہیں کہ کس کا مقصد یتیم کی اصلاح ہے اور کس کا مقصد یتیم کا مال بگاڑنا ہے، یہ ایک بنیادی نکتہ ہے، جس کو اولیاء پیش نظر رکھیں تو سارا مسئلہ حل ہو جائے۔

۴- یتیم بچے چھوٹے بھی ہوتے ہیں بڑے بھی، ظاہر ہے بڑا زیادہ کھائے گا چھوٹا کم، حضرت عطاء رحمہ اللہ نے فرمایا: بڑے کے حصہ کے بقدر اس کے مال میں سے لو، اور چھوٹے کے حصہ کے بقدر اس کے مال میں سے لو، اور ملا کر یتامی کا کھانا پکاؤ، اس میں کوئی حرج نہیں۔

ان آثار کا خلاصہ یہ ہے کہ یتامی کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ نے تنگی نہیں رکھی، پس یتامی کی پرورش سے گھبرانا نہیں چاہئے۔

[۲۴-] بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَ: ﴿وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْيَتَامٰى قُلْ إِصْلَاحٌ لَهُمْ خَيْرٌ وَإِنْ تُخَالِطُوْهُمْ فَإِخْوَانُكُمْ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ وَلَوْ شَاءَ اللّٰهُ لَأَعْنَتَكُمْ إِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ﴾

﴿لَأَعْنَتَكُمْ﴾: لَأَحْرَجَكُمْ وَضَيَّقَ، و﴿عَنَتْ﴾: خَضَعَتْ.

[۲۷۶۷-]

[۱-] وَقَالَ لَنَا سُلَيْمَانُ، ثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ أَيُّوْبَ، عَنْ نَافِعٍ قَالَ: مَا رَدَّ ابْنُ عُمَرَ عَلٰى أَحَدٍ وَصِيَّةً.

[۲-] وَكَانَ ابْنُ سِيْرِيْنَ: أَحَبُّ الْأَشْيَاءِ إِلَيْهِ فِيْ مَالِ الْيَتِيْمِ أَنْ يَجْتَمِعَ إِلَيْهِ نُصَحَاؤُهُ وَأَوْلِيَاؤُهُ فَيَنْظُرُوْا الَّذِيْ هُوَ خَيْرٌ لَهُ.

[۳-] وَكَانَ طَاوُسٌ إِذَا سُئِلَ عَنْ شَيْئٍ مِنْ أَمْرِ الْيَتَامٰى قَرَأَ: ﴿وَاللّٰهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ﴾

[۴-] وَقَالَ عَطَاءٌ فِيْ يَتَامٰى: الصَّغِيْرِ وَالْكَبِيْرِ: يُنْفِقُ الْوَلِيُّ عَلٰى كُلِّ إِنْسَانٍ بِقَدْرِهِ مِنْ حِصَّتِهِ.

وضاحت: کان ابن سیرین: میں کان بمعنی وَجَدَ ہے، ابن سیرینؒ نے پایا یعنی ان کی یہ رائے ہے............ وقال عطاء في يتامى: ایک نسخہ میں في اليتامى (معرفہ) ہے، یہ زیادہ واضح ہے، اس صورت میں الصغير والكبير: اليتامى کی صفتیں ہو جائیں گے۔

بَابُ اسْتِخْدَامِ الْيَتِيْمِ فِي السَّفَرِ وَالْحَضَرِ إِذَا كَانَ لَهُ صَلَاحًا، وَنَظَرِ الْأُمِّ وَزَوْجِهَا لِلْيَتِيْمِ

(۱) سفر وحضر میں سرپرست یتیم سے خدمت لے سکتا ہے، جبکہ خدمت لینا اس کے حق میں مفید ہو (۲) اور ماں اور سوتیلا باپ یتیم کو بنظر شفقت دیکھیں

یہ دوسرا ذیلی باب ہے جو دفع دخل مقدر کے طور پر لایا گیا ہے، یتیم کا سرپرست حضر وسفر میں یتیم سے خدمت لے سکتا ہے، جبکہ یتیم کا اس میں فائدہ ہو، وہ خدمت کرے گا جبھی زندگی کا سلیقہ سیکھے گا، اور دوسری بات باب میں یہ ہے کہ ماں اگرچہ یتیم بچوں کی ولی نہیں، اس نے دوسرا نکاح کرلیا ہے اور اس کا شوہر بھی ولی نہیں، مگر ماں اور سوتیلے باپ کو یتیم پر شفقت کی نظر رکھنی چاہئے (نَظَر یعنی شفقت)

حدیث: جب نبی ﷺ ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لائے تو آپؐ کا کوئی خادم نہیں تھا، حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے جو حضرت انس رضی اللہ عنہ کے سوتیلے باپ تھے ان کا ہاتھ پکڑا اور ان کو نبی ﷺ کے پاس لے گئے اور عرض کیا: یارسول اللہ! انسؓ سمجھ دار لڑکا ہے یہ آپؐ کی خدمت کرے گا، حضرت انسؓ کہتے ہیں: میں نے سفر وحضر میں آپؐ کی خدمت کی، آپؐ نے کبھی کسی کام کے بارے میں جو میں نے کیا: یہ نہیں فرمایا کہ تو نے یہ کام اس طرح کیوں کیا؟ اور نہ کبھی ایسے کام کے بارے میں جو میں نے نہیں کیا: یہ نہیں فرمایا کہ تو نے یہ کام اس طرح کیوں نہیں کیا؟

اس روایت سے معلوم ہوا کہ سفر وحضر میں ولی بھی یتیم سے خدمت لے سکتا ہے، جبکہ اس میں بہتری ہو، اسی طرح کسی دوسرے کی خدمت میں بھی لگا سکتا ہے جیسے یتیم کسی بزرگ کے پاس رہے، اس کی خدمت کرے، اس کے اخلاق سیکھے، اور اس سے تربیت حاصل کرے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں، اور ماں کو اور سوتیلے باپ کو شفقت کی نگاہ سے یتیم کو دیکھنا چاہئے، چنانچہ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا اور ان کے شوہر حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو نبی ﷺ کی خدمت میں لگا دیا، کیونکہ یہ بات حضرت انسؓ کے لئے مبنی بر شفقت تھی، اس میں ان کا فائدہ ہی فائدہ تھا۔

[۲۵-] بَابُ اسْتِخْدَامِ الْيَتِيْمِ فِي السَّفَرِ وَالْحَضَرِ إِذَا كَانَ لَهُ صَلَاحًا، وَنَظَرِ الْأُمِّ وَزَوْجِهَا لِلْيَتِيْمِ

[۲۷۶۸-] حدثنا يَعْقُوْبُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ بْنِ كَثِيْرٍ، ثَنَا ابْنُ عُلَيَّةَ، ثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: قَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم الْمَدِيْنَةَ، لَيْسَ لَهُ خَادِمٌ، فَأَخَذَ أَبُوْ طَلْحَةَ بِيَدِيْ، فَانْطَلَقَ بِيْ إِلٰى

رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم، فَقَالَ: یَارَسُوْلَ اللّٰهِ! إِنَّ أَنَسًا غُلَامٌ كَيِّسٌ فَلْيَخْدُمْكَ، فَخَدَمْتُهُ فِي السَّفَرِ وَالْحَضَرِ، مَا قَالَ لِيْ لِشَيْئٍ صَنَعْتُهُ: لِمَ صَنَعْتَ هٰكَذَا؟ وَلَا لِشَيْئٍ لَمْ أَصْنَعْهُ: لِمَ لَمْ تَصْنَعْ هٰكَذَا؟"[انظر: ٦٠٣٨، ٦٩١١]

بَابٌ: إِذَاوَقَفَ أَرْضًا وَلَمْ يُبَيِّنِ الْحُدُوْدَ فَهُوَ جَائِزٌ، وَكَذٰلِكَ الصَّدَقَةُ

کوئی زمین وقف کی یا صدقہ کی اور اس کی حدود اربعہ بیان نہیں کیں تو وقف اور صدقہ جائز ہیں

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے بیرحاء نامی باغ اور حضرت سعد بن عبادۃ رضی اللہ عنہ نے مخراف نامی باغ صدقہ کیا تھا اوران کی حدود اربعہ بیان نہیں کی تھیں، اور وہ صدقہ کرنا درست ہوا تھا، پس وقف کا بھی یہی حکم ہے، مگر یہ بات اس وقت ہے جب وقف کی ہوئی یا خیرات کی ہوئی جائداد متشخص (متعین) ہو اور لوگ اس کو جانتے ہوں، اور اگر جائداد معروف و متشخص نہ ہو تو پھر حدود اربعہ بیان کرنا اور جائداد کو متشخص کرنا ضروری ہے، کیونکہ اس کے بغیر قبضہ کی کوئی صورت نہیں۔

[٢٦-] بَابٌ: إِذَاوَقَفَ أَرْضًا وَلَمْ يُبَيِّنِ الْحُدُوْدَ فَهُوَ جَائِزٌ، وَكَذٰلِكَ الصَّدَقَةُ

[٢٧٦٩-] حدثنا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِيْ طَلْحَةَ، أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ، يَقُوْلُ: كَانَ أَبُوْ طَلْحَةَ أَكْثَرَ أَنْصَارِيٍّ بِالْمَدِيْنَةِ مَالًا مِنْ نَخْلٍ، وَكَانَ أَحَبَّ مَالِهِ إِلَيْهِ بَيْرُحَاءُ، مُسْتَقْبِلَةَ الْمَسْجِدِ، وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَدْخُلُهَا وَيَشْرَبُ مِنْ مَاءٍ فِيْهَا طَيِّبٍ، قَالَ أَنَسٌ: فَلَمَّا نَزَلَتْ:﴿ لَنْ تَنَالُوْا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ﴾ قَامَ أَبُوْ طَلْحَةَ، فَقَالَ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! إِنَّ اللّٰهَ يَقُوْلُ:﴿ لَنْ تَنَالُوْا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ﴾ وَإِنَّ أَحَبَّ أَمْوَالِيْ إِلَيَّ بَيْرُحٰى، وَإِنَّهَا صَدَقَةٌ لِلّٰهِ، أَرْجُوْ بِرَّهَا وَذُخْرَهَا عِنْدَ اللّٰهِ، فَضَعْهَا حَيْثُ أَرَاكَ اللّٰهُ، فَقَالَ:" بَخْ، ذٰلِكَ مَالٌ رَابِحٌ أَوْ: رَايِحٌ – شَكَّ ابْنُ مَسْلَمَةَ – وَقَدْ سَمِعْتُ مَا قُلْتَ، وَإِنِّيْ أَرٰى أَنْ تَجْعَلَهَا فِي الْأَقْرَبِيْنَ" قَالَ أَبُوْ طَلْحَةَ: أَفْعَلُ ذٰلِكَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! فَقَسَمَهَا أَبُوْ طَلْحَةَ فِيْ أَقَارِبِهِ وَفِيْ بَنِيْ عَمِّهِ.

وَقَالَ إِسْمَاعِيْلُ، وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ، وَيَحْيَى بْنُ يَحْيٰى، عَنْ مَالِكٍ:" رَايِحٌ"[راجع: ١٤٦١]

[٢٧٧٠-] حدثنا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيْمِ، أَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ، ثَنَا زَكَرِيَّاءُ بْنُ إِسْحَاقَ، ثَنِيْ عَمْرُو بْنُ دِيْنَارٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: أَنَّ رَجُلًا قَالَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم: إِنَّ أُمَّهُ تُوُفِّيَتْ، أَيَنْفَعُهَا إِنْ تَصَدَّقْتُ بِهِ عَنْهَا؟ قَالَ:" نَعَمْ" قَالَ: فَإِنَّ لِيْ مِخْرَافًا فَأَنَا أُشْهِدُكَ أَنِّيْ قَدْ تَصَدَّقْتُ بِهِ عَنْهَا.

[راجع: ٢٧٥٦]

بَابٌ: إِذَا وَقَفَ جَمَاعَةٌ أَرْضًا مُشَاعًا فَهُوَ جَائِزٌ

کسی جماعت نے مشترک زمین وقف کی تو جائز ہے

اب اوقاف کے مسائل شروع ہورہے ہیں، یہاں پھر سوال پیدا ہوتا ہے کہ وقف کا وصیت سے کیا تعلق ہے جو یہ ابواب کتاب الوصایا میں لائے ہیں؟

جواب: لوگ عام طور پر مرتے وقت وقف کرتے ہیں یا وصیت کرتے ہیں کہ میری جائداد میرے مرنے کے بعد فلاں مدرسہ یا فلاں مسجد کو دی جائے، اس لئے یہ ابواب کتاب الوصایا میں لائے ہیں۔

اور امام بخاریؒ کے نزدیک مشاع (مشترک) کا وقف مطلقاً درست ہے، پہلے باب آیا ہے: **إِذَا تَصَدَّقَ أَوْ وَقَفَ بَعْضَ مَالِهِ فَهُوَ جَائِزٌ**: خیرات کرنے والا یا وقف کرنے والا اپنے مال کا بعض حصہ خیرات کرے یا وقف کرے تو جائز ہے۔ اب یہ باب آیا کہ زمین جائداد چند لوگوں میں مشترک ہے وہ سب وقف کردیں یا صدقہ کردیں تو جائز ہے، اور یہ صورت بالا جماع جائز ہے، جیسے ایک گھڑی تین آدمیوں کی مشترک ہے، تینوں نے مل کر کسی غریب کو دیدی تو یہ بالا جماع جائز ہے، البتہ خیرات کرنے والوں اور وقف کرنے والوں کی طرف اشتراک ہو تو اس کے جواز میں اختلاف ہے، جو پہلے گذر چکا ہے۔

حدیث: جہاں اس وقت مسجدِ نبوی بنی ہوئی ہے وہ چند یتیموں کا اجڑا ہوا باغ تھا، ہجرت کے بعد نبی ﷺ کی اونٹنی اس جگہ بیٹھی تھی، اس لئے اس جگہ مسجد بنانا طے پایا، چنانچہ آپؐ نے بنوالنجار سے فرمایا: مجھے آپ لوگ اپنا یہ باغ قیمتاً دیدو، انھوں نے کہا: نہیں، بخدا! ہمیں اس کی قیمت نہیں چاہئے، ہم اللہ سے اس کا ثواب لیں گے، مگر پھر بھی وہ جائداد دس دینار میں خریدی گئی، البتہ بنوالنجار نے جو پیش کش کی تھی اس پر حضور ﷺ نے نکیر نہیں فرمائی، معلوم ہوا کہ مشترک جائداد کے مالکان وقف کریں تو جائز ہے۔

[۲۷-] بَابٌ: إِذَا وَقَفَ جَمَاعَةٌ أَرْضًا مُشَاعًا فَهُوَ جَائِزٌ

[۲۷۷۱-] حدثنا مُسَدَّدٌ، ثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، عَنْ أَبِي التَّيَّاحِ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: أَمَرَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم بِبِنَاءِ الْمَسْجِدِ، فَقَالَ: "يَابَنِي النَّجَّارِ ثَامِنُوْنِي بِحَائِطِكُمْ هٰذَا" قَالُوْا: لاَ، وَاللّٰهِ! لاَنَطْلُبُ ثَمَنَهُ إِلاَّ إِلَى اللّٰهِ. [راجع: ۲۳٤]

بَابُ الْوَقْفِ، وَكَيْفَ يُكْتَبُ؟

وقف نامہ کیسے لکھا جائے؟

فتاوی عالمگیری میں کتاب الشروط ہے وہاں وقف ناموں کے بہت سے نمونے ہیں ان کو دیکھ کر وقف نامہ لکھا

جائے، اور باب کی حدیث میں وہ وقف نامہ ہے جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لکھا تھا، یہ وقف نامہ وقف کے فوراً بعد نہیں لکھا گیا تھا، بلکہ حضرت عمرؓ کی خلافت کے زمانہ میں ان کے سکریٹری حضرت مُعیقیب رضی اللہ عنہ نے لکھا تھا، معلوم ہوا کہ وقف نامہ لکھنا ضروری نہیں، اور فوراً لکھنا بھی ضروری نہیں۔

[۲۸-] بَابُ الْوَقْفِ، وَكَيْفَ يُكْتَبُ؟

[۲۷۷۲-] حدثنا مُسَدَّدٌ، ثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ، ثَنَا ابْنُ عَوْنٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: أَصَابَ عُمَرُ بِخَيْبَرَ أَرْضًا، فَأَتَى النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم، فَقَالَ: أَصَبْتُ أَرْضًا لَمْ أُصِبْ مَالاً قَطُّ أَنْفَسَ مِنْهُ، فَكَيْفَ تَأْمُرُنِيْ بِهِ؟ قَالَ: " إِنْ شِئْتَ حَبَسْتَ أَصْلَهَا وَتَصَدَّقْتَ بِهَا" فَتَصَدَّقَ عُمَرُ أَنَّهُ لاَ يُبَاعُ أَصْلُهَا وَلاَ يُوْهَبُ وَلاَ يُوْرَثُ، فِي الْفُقَرَاءِ وَالْقُرْبٰى وَالرِّقَابِ وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالضَّيْفِ وَابْنِ السَّبِيْلِ، لاَجُنَاحَ عَلٰى مَنْ وَلِيَهَا أَنْ يَأْكُلَ مِنْهَا بِالْمَعْرُوْفِ، أَوْ يُطْعِمَ صَدِيْقًا، غَيْرَ مُتَمَوِّلٍ فِيْهِ. [راجع: ۲۳۱۳]

بَابُ الْوَقْفِ لِلْفَقِيْرِ وَالْغَنِيِّ وَالضَّيْفِ

فقیر، مالدار اور مہمان پر وقف کرنا

اگر کوئی شخص وقف کرے اور مصارف میں لکھے کہ اس کی آمدنی غریبوں پر، مالداروں پر اور مہمانوں پر خرچ کی جائے تو ایسا کرنا درست ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جو وقف نامہ لکھوایا تھا اس میں ذوی القربی کا حصہ بھی رکھا تھا، اور رشتہ دار مالدار بھی ہوتے ہیں اور غریب بھی، پس باب میں جو غنی کا تذکرہ کیا ہے وہ اس لفظ میں آ گیا۔

[۲۹-] بَابُ الْوَقْفِ لِلْفَقِيْرِ وَالْغَنِيِّ وَالضَّيْفِ

[۲۷۷۳-] حدثنا أَبُوْ عَاصِمٍ، ثنا ابْنُ عَوْنٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ: أَنَّ عُمَرَ وَجَدَ مَالاً بِخَيْبَرَ، فَأَتَى النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم ، فَأَخْبَرَهُ، فَقَالَ: " إِنْ شِئْتَ تَصَدَّقْتَ بِهَا" فَتَصَدَّقَ بِهَا فِي الْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِيْنِ وَذِيْ الْقُرْبٰى وَالضَّيْفِ. [راجع: ۲۳۱۳]

بَابُ وَقْفِ الأَرْضِ لِلْمَسْجِدِ

مسجد کے لئے زمین وقف کرنا

مسجد بنانے کے لئے زمین وقف کر سکتے ہیں، بنو النجار نے مسجد نبوی بنانے کے لئے زمین وقف کرنا چاہا تھا اور اس پر نبی ﷺ نے کوئی نکیر نہیں فرمائی تھی، معلوم ہوا کہ یہ جائز ہے۔

[۳۰-] بَابُ وَقْفِ الْأَرْضِ لِلْمَسْجِدِ

[۲۷۷٤-] حدثنا إِسْحَاقُ، ثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبِیْ، قَالَ: ثَنَا أَبُوْ التَّیَّاحِ، ثَنِیْ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ، لَمَّا قَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیه وسلم الْمَدِیْنَةَ أَمَرَ بِالْمَسْجِدِ، فَقَالَ:" یَا بَنِیْ النَّجَّارِ ثَامِنُوْنِیْ حَائِطَکُمْ هٰذَا" فَقَالُوْا: لَا، وَاللّٰهِ! لَا نَطْلُبُ ثَمَنَهُ إِلَّا إِلَی اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ. [راجع: ۲۳٤]

بَابُ وَقْفِ الدَّوَابِّ وَالْکُرَاعِ وَالْعُرُوْضِ وَالصَّامِتِ

چوپائے، گھوڑے، سامان اور نقد رقم وقف کرنا

جائداد (زمین یا گھر) کا وقف تو بالاجماع جائز ہے اور منقولات کے وقف میں اختلاف ہے، امام بخاری اور امام احمد رحمہما اللہ کے نزدیک جائز ہے اور احناف کے نزدیک جائز نہیں، البتہ جس منقول کے وقف کا رواج ہوجائے اس کا وقف جائز ہے، جیسے میت کی چارپائی وقف کرنے کا رواج ہے اسے مسجد میں یا کسی جگہ رکھ دیتے ہیں اور اس کو سب لوگ استعمال کرتے ہیں۔ اسی طرح کسی شخص حقیقی یا شخص حکمی کے تابع کرکے منقولات وقف کی جاسکتی ہیں، جیسے مسجد میں قرآن شریف اور مدرسہ میں کتابیں وقف کرتے ہیں۔

اور باب میں امام بخاری رحمہ اللہ نے ایک اثر اور ایک حدیث ذکر کی ہے۔

اثر: کسی نے ہزار دینار فی سبیل اللہ نکالے یعنی وقف کئے اور اپنے عبد ماذون فی التجارۃ کو دیئے کہ وہ اس سے تجارت کرے اور اس کا نفع غریبوں میں اور واقف کے رشتہ داروں پر خرچ کرے، پس کیا وہ شخص خود نفع میں سے لے سکتا ہے؟ اگرچہ اس نے مصارف میں مساکین کا ذکر نہ کیا ہو، یعنی صرف ذوی القربیٰ کا ذکر کیا ہو؟ امام زہری رحمہ اللہ نے فرمایا: وہ خود اس میں سے نہیں لے سکتا، اس اثر سے معلوم ہوا کہ ہزار دینار کا یعنی منقولات کا وقف درست ہے۔

اور مالکیہ کہتے ہیں کہ اگر وہ مالدار ہے تو ہزار روپے کے نفع میں سے نہیں لے سکتا، اور اگر محتاج ہوگیا ہے تو اس میں سے بقدر ضرورت لے سکتا ہے، اور وہ ذوی القربیٰ کے غریبوں میں سے ایک غریب شمار ہوگا، اور حنفیہ کے نزدیک یہ وقف ہی صحیح نہیں۔

ایک واقعہ: میرے والد قدس سرہ نے اپنی حیات میں اپنے پانچ لڑکوں کو ساری زمین تقسیم کرکے دیدی تھی، اور چار بہنوں کے حصہ میں رقم لگادی تھی جو ہم بھائیوں نے ادا کردی، پھر تین بھائیوں نے تو اپنی زمین اپنے قبضہ میں لے لی، اور میری اور سب سے چھوٹے بھائی جناب مولانا حبیب الرحمٰن صاحب کی زمین والد ماجد کے تصرف میں رہی، ہم نے ان کو اجازت دیدی تھی کہ آمدنی جس طرح چاہیں خرچ کریں، والد ماجد رحمہ اللہ نے وفات سے ایک سال پہلے ایک لاکھ روپے چھوٹے بھائی کو دیئے اور کہا کہ اس کی تجارت کرنا اور نفع میں سے والد، والدہ اور دادا دادی کی ہر سال قربانی کرنا۔

پھر جب والد صاحب کا انتقال ہوا تو سب ورثاء جمع ہوئے اور یہ مسئلہ زیر بحث آیا کہ والد صاحب نے جو ایک لاکھ روپے چھوٹے بھائی کو تجارت کے لئے دیئے ہیں وہ وقف درست ہے یا نہیں؟ میں نے کہا: وہ وقف درست نہیں، پھر یہ مسئلہ زیر بحث آیا کہ یہ رقم کس کی ہے، والد صاحب کی یا جن دو بھائیوں کی زمین والد صاحب کی نگرانی میں تھی ان کی؟ سب ورثاء نے جن میں جناب مولانا مفتی محمد امین صاحب بھی تھے: فیصلہ کیا کہ جب والد صاحب نے لڑکوں کو زمین سونپی تھی اس وقت والد صاحب کے پاس کوئی رقم نہیں تھی، یہ رقم دو بھائیوں کی زمین کی آمدنی سے جمع ہوئی ہے، اس لئے یہ میراث نہیں ہے، یہ رقم دو بھائیوں کی ہے۔

مولانا حبیب الرحمٰن صاحب زید مجدہ آدھی رقم لے کر میرے پاس آئے، میں نے کہا: جب والد صاحب نے مجھے نہیں دی تو اب مجھے نہیں لینی، آپ رکھ لیں، انھوں نے کہا: مجھے بھی نہیں لینی، اب میں یہ رقم کیا کروں؟ میں نے ان سے کہا: آپ میری بات مانیں گے؟ انھوں نے کہا: مانوں گا، میں نے کہا: ورثاء کو تقسیم کرو، انھوں نے فوراً وہ رقم ورثاء کو حصہ رسد پہنچادی اور میرے حصہ کی رقم لے کر میرے پاس آئے، میں نے کہا: جب میں نے آدھی رقم نہیں لی تو اب یہ تھوڑی رقم کیا لوں گا! میں نے یہ رقم آپ کو دی۔ اس واقعہ سے یہ سمجھانا مقصود ہے کہ حنفیہ کے نزدیک رقم کا وقف درست نہیں۔

سوال: مدارس میں جو رقمیں آتی ہیں وہ وقف ہیں یا نہیں؟

جواب: مدارس میں دو قسم کی رقمیں آتی ہیں، زکوٰۃ اور صدقات واجبہ کی، وہ تو غرباء پر خرچ کرنے ہی کے لئے آتی ہیں، پس ان کے وقف ہونے کا تو سوال ہی نہیں، اور امداد کی جو رقمیں آتی ہیں وہ بھی ادارہ کی ضروریات میں خرچ کرنے کے لئے آتی ہیں، اس لئے وہ بھی وقف نہیں، کیونکہ وقف کے معنی ہیں: حَبْسُ الْعَيْنِ عَلٰى مِلْكِ اللّٰهِ تَعَالٰى: یعنی موقوفہ چیز کو باقی رکھ کر اس کی منفعت موقوف علیہم پر خرچ کرنا، پس اگر چندہ کی رقم کسی نفع بخش کام میں لگادی جائے اور اس کا نفع آتا رہے اور موقوف علیہم پر خرچ ہوتا رہے تو وقف کی صحت اور عدم صحت کا سوال پیدا ہوتا ہے، مگر مدارس میں جو امداد کی رقمیں آتی ہیں وہ باقی نہیں رکھی جاتیں، مدارس کی ضروریات میں خرچ کی جاتی ہیں، پس ان کو مجازاً وقف کہہ سکتے ہیں، حقیقتاً وہ وقف نہیں۔

جاننا چاہئے کہ مسجد اور مدرسہ میں جو چیزیں آتی ہیں یا چندہ سے خریدی جاتی ہیں یا کوئی شخص دے جاتا ہے لوگ ان کو مطلقاً وقف سمجھ لیتے ہیں، یہ درست نہیں، وہ چیزیں وقف اس وقت ہونگی جب چندہ دینے والا کہے کہ یہ وقف ہے، پس اس کو باقی رکھ کر اس کی منفعت سے فائدہ اٹھانا ہوگا۔ دار العلوم دیوبند کے بھی اوقاف ہیں، لوگوں نے اپنے گھر اور زمینیں دار العلوم پر وقف کی ہیں، اور وہ بعینہٖ باقی ہیں اور ان کی آمدنی دار العلوم پر خرچ ہوتی ہے اور اس کے لئے شعبۂ اوقاف ہے جو ان اوقاف کی دیکھ بھال کرتا ہے، باقی دار العلوم کی عمارتیں وغیرہ جو چندہ سے بنائی گئی ہیں یا خریدی گئی ہیں وہ اصطلاحی وقف نہیں ہیں، ان کو بوقت ضرورت بیچ سکتے ہیں، یہ سوسائٹی یعنی قوم کی ملک ہیں، کوئی خاص شخص ان کا مالک نہیں۔

حدیث: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک صحابی کو ایک گھوڑا دیا تا کہ وہ اس کو جہاد میں استعمال کریں، ان صحابی کو

ضرورت پیش آئی اور انھوں نے گھوڑا بازار میں بیچنے کے لئے کھڑا کیا، حضرت عمرؓ نے حضور ﷺ سے مسئلہ پوچھا کہ میں اس گھوڑے کو خرید سکتا ہوں، آپؐ نے فرمایا: تم اس گھوڑے کو مت خریدو، اور اپنا صدقہ واپس مت لو۔

جواب: یہ گھوڑا صدقہ کیا تھا، وقف نہیں کیا تھا، اور صدقہ موہوب لہ کی ملک ہوتا ہے، اس لئے ان صحابی نے وہ گھوڑا بیچنے کے لئے بازار میں کھڑا کیا، اور وقف کو بیچ نہیں سکتے، پس اس حدیث کا منقولات کے وقف سے کچھ تعلق نہیں۔

[۳۱-] بَابُ وَقْفِ الدَّوَابِّ وَالْكُرَاعِ وَالْعُرُوْضِ وَالصَّامِتِ

وَقَالَ الزُّهْرِيُّ فِيْمَنْ جَعَلَ أَلْفَ دِيْنَارٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ، وَدَفَعَهَا إِلٰى غُلَامٍ لَهُ تَاجِرٍ، يَتَّجِرُ بِهَا، وَجَعَلَ رِبْحَهُ صَدَقَةً لِلْمَسَاكِيْنِ وَالْأَقْرَبِيْنَ: هَلْ لِلرَّجُلِ أَنْ يَأْكُلَ مِنْ رِبْحِ تِلْكَ الْأَلْفِ شَيْئًا وَإِنْ لَمْ يَكُنْ جَعَلَ رِبْحَهَا صَدَقَةً لِلْمَسَاكِيْنِ؟ قَالَ: لَيْسَ لَهُ أَنْ يَأْكُلَ مِنْهَا.

[۲۷۷۵-] حدثنا مُسَدَّدٌ، ثَنَا يَحْيىَ، ثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ، ثَنِيْ نَافِعٌ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ: أَنَّ عُمَرَ حَمَلَ عَلٰى فَرَسٍ لَهُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ، أَعْطَاهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم لِيَحْمِلَ عَلَيْهَا فَحَمَلَ عَلَيْهَا رَجُلاً، فَأُخْبِرَ عُمَرُ أَنَّهُ قَدْ وَقَفَهَا يَبِيْعُهَا، فَسَأَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم أَنْ يَبْتَاعَهَا، فَقَالَ: "لَاتَبْتَعْهَا وَلَا تَرْجِعَنَّ فِيْ صَدَقَتِكَ" [راجع: ۱٤۸۹]

بَابُ نَفَقَةِ الْقَيِّمِ لِلْوَقْفِ

وقف میں کام کرنے والوں کی تنخواہیں

قَیِّم میں ناظر، اجیر اور وکیل سب آجاتے ہیں، وقف کے کارندوں کو وقف میں سے تنخواہ دی جاسکتی ہے، نبی ﷺ کا ارشاد ہے: میرے ورثاء کوئی دینار تقسیم نہ کریں، میں نے جو کچھ چھوڑا ہے اپنی بیویوں کے خرچہ کے بعد اور اپنے کارندوں کی تنخواہوں کے بعد وہ صدقہ ہے، یعنی نبی ﷺ کی جائداد میں جو لوگ کام کریں گے ان کی تنخواہیں اسی میں سے دی جائیں گی، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے وقف میں ایک دفعہ یہ بھی رکھی تھی کہ اس وقف سے متولی کھائے گا، اور اپنے دوست کو کھلائے گا۔

فائدہ: تنخواہ: دو لفظ ہیں، تن کے معنی ہیں: جسم، بدن، اور خواہ کے معنی ہیں: مطالبہ، اور جسم میں بیوی بچے اور مہمان بھی آتے ہیں، کیونکہ یہ بھی آدمی کی اپنی ضروریات ہیں، پس سب کی ضرورت کے بقدر جو کچھ لیا جائے اس کا نام تنخواہ ہے۔ عربی میں اس کو 'رزق' کہتے ہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وقف نامہ میں لکھا تھا کہ متولی اپنی ضرورت کے بقدر اور اپنے دوست (مہمان) کی ضرورت کے بقدر تنخواہ لے سکتا ہے۔

[۳۲-] بَابُ نَفَقَةِ الْقَيِّمِ لِلْوَقْفِ

[۲۷۷٦-] حدثنا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ، أَنَا مَالِكٌ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ:" لاَ تَقْتَسِمُ وَرَثَتِي دِيْنَارًا وَلاَ دِرْهَمًا، مَا تَرَكْتُ بَعْدَ نَفَقَةِ نِسَائِي وَمُؤْنَةِ عَامِلِي فَهُوَ صَدَقَةٌ"[انظر: ۳۰۹٦، ٦۷۲۹]

[۲۷۷۸-] حدثنا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ، ثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ أَيُّوْبَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ: أَنَّ عُمَرَ اشْتَرَطَ فِيْ وَقْفِهِ أَنْ يَأْكُلَ مَنْ وَلِيَهُ، وَيُوْكِلَ صَدِيْقَهُ، غَيْرَ مُتَمَوِّلٍ مَالاً.[راجع: ۲۳۱۳]

بَابٌ: إِذَا وَقَفَ أَرْضًا أَوْ بِئْرًا، أَوِ اشْتَرَطَ لِنَفْسِهِ مِثْلَ دِلاَءِ الْمُسْلِمِيْنَ

زمین یا کنواں وقف کیا یا اپنے لئے دوسرے مسلمانوں کے بقدر حق رکھا

اس باب میں پانچ آثار ہیں، پہلے ان کو سن لیں:

پہلا اثر: جب حضرت انس رضی اللہ عنہ بصرہ چلے گئے تو آپ کا جو گھر مدینہ میں تھا اس کو وقف کر دیا، پھر جب آپؓ مدینہ آتے تو اس گھر میں اترتے، چند دن رہتے پھر چلے جاتے۔

دوسرا اثر: حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے اپنے مکانات وقف کئے اور فرمایا: اگر میری لڑکیوں میں سے کسی لڑکی کو طلاق ہوجائے تو وہ آ کر اس گھر میں رہ سکتی ہے، نہ وہ گھر کو نقصان پہنچائے نہ گھر والے اس کو نقصان پہنچائیں، پھر جب اس کی شادی ہوجائے تو وہ رخصت ہوجائے، اب اس کا گھر پر کوئی حق نہیں۔

تیسرا اثر: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے گھر میں سے جو حصہ ملا تھا اس کو آپؓ نے وقف کر دیا تھا، اور کہا کہ میری اولاد میں سے جو بھی غریب ہے وہ اس گھر میں رہ سکتا ہے۔

چوتھا اثر: مدینہ میں ایک کنواں تھا جس کا نام بیر رومہ تھا، ایک یہودی اس کا مالک تھا وہ مسلمانوں کو پانی بھرنے نہیں دیتا تھا، ایک مشک پانی کے بدل کھجور کا ایک صاع لیتا تھا، نبی ﷺ نے صحابہ کو ترغیب دی کہ کوئی ہے جو اس کنویں کو خرید کر وقف کردے، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ترکیب سے وہ کنواں خرید کر وقف کر دیا، جیسا کہ پہلے گذرا ہے، اور اپنا کوئی اختصاص باقی نہیں رکھا، جیسا اور مسلمانوں کو اس سے پانی بھرنے کا حق تھا اتنا ہی حق اپنے لئے بھی رکھا۔

پانچواں اثر: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے وقف نامہ میں لکھا تھا: لاجناح علی مَن وَلِیَه أن یأکل: متولی وقف میں سے تنخواہ لے سکتا ہے، پھر متولی کبھی واقف ہوتا ہے، کبھی غیر واقف، پس دونوں تنخواہ لے سکتے ہیں۔

ان آثار سے معلوم ہوا کہ کوئی آدمی کوئی چیز وقف کرے اور اپنے لئے شرط لگائے کہ میں بھی عام لوگوں کی طرح فائدہ

اٹھاؤں گا تو یہ جائز ہے، اس لئے کہ شرط الواقف کنص الشارع: واقف کی شرط گویا منزل من السماء ہے یعنی شرعاً وہ شرط معتبر ہے۔

[۳۳-] بَابٌ: إِذَا وَقَفَ أَرْضًا أَوْ بِئْرًا، أَوِ اشْتَرَطَ لِنَفْسِهِ مِثْلَ دِلَاءِ الْمُسْلِمِيْنَ

[۱-] وَأَوْقَفَ أَنَسٌ دَارًا، فَكَانَ إِذَا قَدِمَ نَزَلَهَا.

[۲-] وَتَصَدَّقَ الزُّبَيْرُ بِدُوْرِهِ، وَقَالَ لِلْمَرْدُوْدَةِ مِنْ بَنَاتِهِ أَنْ تَسْكُنَ غَيْرَ مُضِرَّةٍ وَلاَ مُضَرٍّ بِهَا، فَإِنِ اسْتَغْنَتْ بِزَوْجٍ فَلَيْسَ لَهَا حَقٌّ.

[۳-] وَجَعَلَ ابْنُ عُمَرَ نَصِيْبَهُ مِنْ دَارِ عُمَرَ سُكْنَى لِذَوِى الْحَاجَةِ مِنْ آلِ عَبْدِ اللّٰهِ.

[۲۷۷۸-] [٤-] وَقَالَ عَبْدَانُ: أَخْبَرَنِى أَبِى، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ أَبِى إِسْحَاقَ، عَنْ أَبِى عَبْدِ الرَّحْمٰنِ: أَنَّ عُثْمَانَ حَيْثُ حُوْصِرَ أَشْرَفَ عَلَيْهِمْ، فَقَالَ: أَنْشُدُكُمُ اللّٰهَ وَلاَ أَنْشُدُ إِلاَّ أَصْحَابَ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم، أَلَسْتُمْ تَعْلَمُوْنَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ:" مَنْ حَفَرَ بِئْرَ رُوْمَةَ فَلَهُ الْجَنَّةُ؟" فَحَفَرْتُهَا، أَلَسْتُمْ تَعْلَمُوْنَ أَنَّهُ قَالَ:" مَنْ جَهَّزَ جَيْشَ الْعُسْرَةِ فَلَهُ الْجَنَّةُ؟" فَجَهَّزْتُهُمْ، قَالَ: فَصَدَّقُوْهُ بِمَا قَالَ.

[۵-] وَقَالَ عُمَرُ فِىْ وَقْفِهِ: لاَجُنَاحَ عَلَى مَنْ وَلِيَهُ أَنْ يَأْكُلَ، وَقَدْ يَلِيْهِ الْوَاقِفُ وَغَيْرُهُ، فَهُوَ وَاسِعٌ لِكُلٍّ.

ترجمہ: (اثر نمبر۴: جس پر حدیث کا نمبر ۲۷۷۸ ڈالا ہے اس کا ترجمہ) ابو عبدالرحمٰن کہتے ہیں: جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ گھیر لئے گئے یعنی بلوائیوں نے ان کا ان کے گھر میں محاصرہ کرلیا تو انھوں نے مکان کے اوپر سے جھانکا، اور کہا: میں آپ لوگوں کو اللہ کی قسم دیتا ہوں، اور میں قسم نہیں دیتا مگر صحابہ کو:

(۱) کیا آپ حضرات نہیں جانتے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے بیر رومہ کھودا (یہ راوی کی تعبیر ہے، کھودا نہیں تھا، خریدا تھا، پس حفَرَ بمعنی اشتری ہے) تو اس کے لئے جنت ہے، پس میں نے اس کو کھودا۔

(۲) کیا آپ حضرات نہیں جانتے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جو غزوۂ تبوک کے لشکر کا سامان فراہم کرے، اس کے لئے جنت ہے، پس میں نے ان کے لئے سامان فراہم کیا۔ راوی کہتا ہے: پس (مجمع میں جو صحابہ تھے) انھوں نے ان باتوں کی تصدیق کی جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہیں۔

بَابٌ: إِذَا قَالَ الْوَاقِفُ: لاَ نَطْلُبُ ثَمَنَهُ إِلاَّ إِلَى اللّٰهِ فَهُوَ جَائِزٌ

اگر واقف کہے: ہم اس کی قیمت اللہ سے لیں گے تو یہ جائز ہے

جب کوئی شخص مکان یا زمین وقف کرتا ہے تو کسی سے قیمت لینے کا کوئی سوال ہی نہیں ہوتا، وہ اللہ سے ثواب لینے کی

امید پر وقف کرتا ہے، مگر حضرت رحمہ اللہ ایک واقعہ پیش نظر رکھ کر باب قائم رہے ہیں: نبی ﷺ نے بنوالنجار سے مسجد نبوی بنانے کے لئے قیمتاً زمین مانگی تو انھوں نے کہا: ہم مفت دے رہے ہیں، آپؐ نے اس کو منظور نہیں کیا، مگر معلوم ہوگیا کہ اگر وہ مفت دیتے تو وقف درست ہوتا۔

[۳٤-] بَابٌ: إِذَا قَالَ الْوَاقِفُ: لَا نَطْلُبُ ثَمَنَهُ إِلَّا إِلَى اللّٰهِ فَهُوَ جَائِزٌ

[۲۷۷۹-] حدثنا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، عَنْ أَبِي الْتَيَّاحِ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم: "يَا بَنِي النَّجَّارِ ثَامِنُوْنِيْ بِحَائِطِكُمْ" قَالُوْا: لَا نَطْلُبُ ثَمَنَهُ إِلَّا إِلَى اللّٰهِ.

[راجع: ۲۳٤]

بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى: ﴿يٰأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا شَهَادَةُ بَيْنِكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ حِيْنَ الْوَصِيَّةِ﴾

وصیت پر گواہ بنانا

حضرت رحمہ اللہ نے باب میں تین آیتیں لکھی ہیں، یہ آیتیں شانِ نزول کے اعتبار سے، ترکیب کے اعتبار سے اور اپنے مضمرات کے اعتبار سے تفصیل طلب ہیں، مگر اب موقع نہیں، اور کتاب التفسیر میں بھی ان آیات کی تفسیر نہیں کی، اس کی پوری تفصیل تحفۃ الالمعی (۷:۲۲۶-۲۳۱) میں ہے، یہاں تو آیتوں کا خلاصہ اور شانِ نزول کی ایک روایت جو امام بخاری رحمہ اللہ نے پیش کی ہے اس کو پڑھ لیں۔

آیات کا خلاصہ: یہ ہے کہ وصیت پر گواہ بنانے چاہئیں، اور غیر مسلم وصی کی قسم پر کیا ہوا فیصلہ خیانت ظاہر ہونے پر ورثاء کی قسموں سے بدل جائے گا۔

حدیث: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: قبیلہ بنوسہم کا ایک آدمی: تمیم داری اور عدی بن بداء کے ساتھ نکلا، پس سہمی کا (جو مسلمان تھا) ایک ایسی سرزمین میں انتقال ہوگیا، جہاں کوئی مسلمان نہیں تھا، پس جب وہ دونوں (جو عیسائی تھے) اس کا ترکہ لے کر آئے تو ورثاء نے چاندی کا ایک پیالہ کم پایا جو کھجور کے پتوں جیسے سونے کے پتروں سے آراستہ کیا ہوا تھا (مُخَوَّص: اسم مفعول ہے، خَوَّصَ التاجَ: کھجور کے پتوں جیسے سونے کے پتروں سے تاج کو آراستہ کرنا) پس نبی ﷺ نے ان دونوں کو حلف دلوایا، پھر ورثاء نے جام مکہ میں پایا، پس کہا گیا: ہم نے اس کو تمیم داری اور عدی سے خریدا ہے، پس سہمی کے ورثاء میں سے دو شخص کھڑے ہوئے اور انھوں نے قسم کھائی کہ ہماری گواہی یقیناً ان لوگوں کی گواہی سے قبولیت کی زیادہ حقدار ہے، اور یہ کہ یہ جام ان کے آدمی کا ہے، ابن عباسؓ کہتے ہیں: اس سلسلہ میں یہ آیات نازل ہوئیں۔

اب دو اہم باتیں یاد رکھیں:
۱- کبھی وصی اور گواہ ایک ہوتے ہیں، شانِ نزول کے واقعہ میں جو وصی تھے وہی گواہ تھے۔
۲- شہادت کے مفہوم میں قسم کا مفہوم شامل ہے، پس آیتوں میں جو شہادت کا لفظ ہے، اس سے حلفی بیان مراد ہے۔

[۳۵-] بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى: ﴿يٰأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا شَهَادَةُ بَيْنِكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ حِيْنَ الْوَصِيَّةِ اثْنَانِ ذَوَا عَدْلٍ مِنْكُمْ أَوْ آخَرَانِ مِنْ غَيْرِكُمْ﴾ إِلٰى قَوْلِهِ: ﴿وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْفَاسِقِيْنَ﴾

[۲۷۸۰-] وَقَالَ لِيْ عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ: ثَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ، ثَنَا ابْنُ أَبِيْ زَائِدَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي الْقَاسِمِ، عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: خَرَجَ رَجُلٌ مِنْ بَنِيْ سَهْمٍ مَعَ تَمِيْمٍ الدَّارِيِّ وَعَدِيِّ بْنِ بَدَّاءٍ، فَمَاتَ السَّهْمِيُّ بِأَرْضٍ لَيْسَ بِهَا مُسْلِمٌ، فَلَمَّا قَدِمَا بِتَرِكَتِهِ فَقَدُوْا جَامًا مِنْ فِضَّةٍ مُخَوَّصًا مِنْ ذَهَبٍ، فَأَحْلَفَهُمَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، ثُمَّ وُجِدَ الْجَامُ بِمَكَّةَ، فَقَالُوْا: ابْتَعْنَاهُ مِنْ تَمِيْمٍ وَعَدِيٍّ، فَقَامَ رَجُلَانِ مِنْ أَوْلِيَائِهِ، فَحَلَفَا لَشَهَادَتُنَا أَحَقُّ مِنْ شَهَادَتِهِمَا، وَأَنَّ الْجَامَ لِصَاحِبِهِمْ، قَالَ: وَفِيْهِمْ نَزَلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ: ﴿يٰأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا شَهَادَةُ بَيْنِكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ﴾ [المائدہ: ۱۰۶]

بَابُ قَضَاءِ الْوَصِيِّ دُيُوْنَ الْمَيِّتِ بِغَيْرِ مَحْضَرٍ مِنَ الْوَرَثَةِ

ورثاء کی عدم موجودگی میں وصی نے میت کا قرض ادا کیا

ایک شخص کا انتقال ہوا، اس پر قرضہ تھا، وصی نے یا وارثوں میں سے ایک نے دوسرے ورثاء کی عدم موجودگی میں قرضہ ادا کر دیا تو یہ درست ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے والد پر قرضہ تھا، ورثاء میں ایک بیٹا تھا، وہی وصی تھا اور چھ بیٹیاں تھیں، حضرت جابرؓ نے قرضہ باغ کی کھجوروں سے ادا کیا، اس وقت بہنیں موجود نہیں تھیں۔ معلوم ہوا کہ ایسا کرنا درست ہے مگر اس میں دیگر ورثاء کی صراحۃً، دلالۃً یا عرفاً اجازت ضروری ہوگی۔

[۳۶-] بَابُ قَضَاءِ الْوَصِيِّ دُيُوْنَ الْمَيِّتِ بِغَيْرِ مَحْضَرٍ مِنَ الْوَرَثَةِ

[۲۷۸۱-] حدثنا مُحَمَّدُ بْنُ سَابِقٍ، أَوِ الْفَضْلُ بْنُ يَعْقُوْبَ عَنْهُ، ثَنَا شَيْبَانُ أَبُوْ مُعَاوِيَةَ، عَنْ فِرَاسٍ، قَالَ: قَالَ الشَّعْبِيُّ: ثَنِيْ جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْأَنْصَارِيُّ: أَنَّ أَبَاهُ اسْتُشْهِدَ يَوْمَ أُحُدٍ وَتَرَكَ سِتَّ بَنَاتٍ، وَتَرَكَ عَلَيْهِ دَيْنًا، فَلَمَّا حَضَرَ جِدَادُ النَّخْلِ أَتَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، فَقُلْتُ: يَارَسُوْلَ

اللّٰهِ! قَدْ عَلِمْتَ أَنَّ وَالِدِیْ اسْتُشْهِدَ یَوْمَ أُحُدٍ وَتَرَکَ عَلَیْهِ دَیْنًا کَثِیْرًا، وَإِنِّیْ أُحِبُّ أَنْ یَرَاکَ الْغُرَمَاءُ، قَالَ: "اذْهَبْ فَبَیْدِرْ کُلَّ تَمْرٍ عَلٰی نَاحِیَةٍ" فَفَعَلْتُ، ثُمَّ دَعَوْتُهُ، فَلَمَّا نَظَرُوْا إِلَیْهِ أُغْرُوْا بِیْ تِلْكَ السَّاعَةِ، فَلَمَّا رَأٰی مَا یَصْنَعُوْنَ، طَافَ حَوْلَ أَعْظَمِهَا بَیْدَرًا، ثَلاَثَ مَرَّاتٍ، ثُمَّ جَلَسَ عَلَیْهِ، ثُمَّ قَالَ:" ادْعُ أَصْحَابَكَ" فَمَا زَالَ یَکِیْلُ لَهُمْ حَتّٰی أَدَّی اللّٰهُ أَمَانَةَ وَالِدِیْ، وَأَنَا وَاللّٰهِ رَاضٍ أَنْ یُؤَدِّیَ اللّٰهُ أَمَانَةَ وَالِدِیْ، وَلاَ أَرْجِعَ إِلٰی أَخَوَاتِیْ بِتَمْرَةٍ، فَسَلِمَ وَاللّٰهِ الْبَیَادِرُ کُلُّهَا، حَتّٰی أَنِّیْ أَنْظُرُ إِلَی الْبَیْدَرِ الَّذِیْ عَلَیْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیه وسلم، کَأَنَّـهُ لَمْ یَنْقُصْ تَمْرَةً وَاحِدَةً.

قَالَ أَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ: أُغْرُوْا بِیْ: هَیَّجُوْا بِیْ، ﴿فَأَغْرَیْنَا بَیْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ﴾ [راجع: ۲۱۲۷]

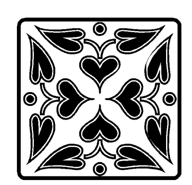
وضاحتیں:

۱- یہ حدیث امام بخاری رحمہ اللہ نے محمد بن سابق ابوجعفر تمیمی بغدادی سے براہ راست روایت کی ہے یا ان کے شاگرد فضل بن یعقوب بغدادی کے واسطہ سے؟ اس میں تردد ہے، بخاری شریف میں اور جگہ واسطہ سے روایت کی ہے۔

۲- بَیْدِرْ: (فعل امر) بَیْدَرَ التَّمْرَ: کھلیان میں کھجور کا ڈھیر لگانا۔

قوله: فلما نظروا إلیه أُغْرُوْابی تلك الساعة: جب قرض خواہوں نے نبی ﷺ کو دیکھا تو اس وقت وہ مجھ پر بھڑک پڑے۔ سورۃ المائدہ آیت ۱۴ میں ہے: پس ہم نے عیسائیوں کے درمیان قیامت تک کے لئے بغض وعداوت بھڑکا دی، چنانچہ وہ ایک دوسرے پر ظلم وستم ڈھاتے ہیں۔ أَغْرَی العداوۃَ بینهم: دشمنی پیدا کرنا، لڑائی کی آگ بھڑکانا، مجرد غَرِیَ (س) بِهِ غَرًّا: کسی چیز پر لٹو ہو جانا، دل آ جانا۔

وضاحت: اس میں روایتیں مختلف ہیں کہ کتنی برکت ہوئی تھی؟ اور آپ ؐ نے خود تول کر قرضہ چکایا تھا یا حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے تول کر دیا تھا: یہ واقعہ کے متعلقات کا اختلاف ہے، اس کو زیادہ اہمیت نہیں دینی چاہئے۔



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

كتابُ الْجِهَادِ وَالسِّيَرِ

اسلام کا حربی نظام

جہاد کے لغوی معنی ہیں: کسی کام میں اپنی پوری طاقت خرچ کرنا، اور اصطلاحی معنی ہیں: اللہ کے دین کا بول بالا کرنے کے لئے کفار سے لوہا لینا، اپنے خون کا آخری قطرہ بہانا۔ **بَذْلُ الْجُهْدِ فِيْ قِتَالِ الْكُفَّارِ لِإِعْلَاءِ كَلِمَةِ اللّٰهِ تَعَالٰى** (عمدہ)

اور **سِيَر**: **سیرۃ** کی جمع ہے اس کے لغوی معنی ہیں: سوانح، وہ احوال جو زندگی میں پیش آتے ہیں۔ اور اصطلاحی معنی ہیں: اسلام کا حربی نظام، جہاد کے بھی اصطلاحی معنی یہی ہیں، امام بخاریؒ نے یہ لفظ جہاد کے ہم معنی استعمال کیا ہے، امام ترمذی رحمہ اللہ نے صرف **أبواب السير** کہا ہے، اور امام بخاری رحمہ اللہ نے دونوں کو جمع کیا ہے۔

ابواب کا باہمی ربط:

امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ایمان وعلم سے شروع کی ہے، پھر عبادات کا ذکر کیا ہے اس کے بعد معاملات لائے ہیں، اب **أبواب الجهاد** شروع کر رہے ہیں، اور یہ سلسلہ **کتاب المغازی** کے آخر تک چلے گا، مغازی کے معنی ہیں: نبی ﷺ کی لڑی ہوئی جنگیں، اور جہاد کا بیان معاملات کے ابواب کے بعد اس لئے لائے ہیں کہ معاملات پر کما حقہ عمل اسلامی حکومت کے زیر سایہ ہی ہوسکتا ہے، غیر اسلامی حکومت میں اسلامی احکام پر عمل کرنے میں قدم قدم پر دشواریاں پیش آتی ہیں، غیر اسلامی حکومت جو چاہتی ہے معاملات رائج کرتی ہے، اور غیر مسلم بھی جو چاہتے ہیں معاملات چلا دیتے ہیں، ایسی صورت میں مسلمانوں کو اسلامی احکام پر عمل کرنے میں سخت دشواری پیش آتی ہے، اس لئے یہ ابواب لاکر اشارہ کیا کہ دین اسلام اور حکومت اسلامی میں چولی دامن کا ساتھ ہے، جب بھی اور جہاں بھی موقع ملے جہاد کیا جائے اور اسلامی حکومت قائم کی جائے تاکہ مسلمان دین پر خاص طور پر معاملات کے احکام پر عمل پیرا ہوسکیں۔

اور **کتاب الجهاد** کے ضمن میں **کتاب الخمس** پھر **کتاب الجزية والموادعة** لائیں گے، یہ **کتاب الجهاد** کی ذیلی کتابیں ہیں، پھر **کتاب بدء الخلق** (کائنات کی تاریخ) ہے، کائنات کا آغاز کیسے ہوا؟ یہ تمہیدی کتاب ہے اور اصل مقصود **کتاب أحاديث الأنبياء** ہے، نبوت کا سلسلہ انسانوں کے ساتھ ہی شروع ہوا ہے، پہلا انسان پہلا نبی ہے، اور تمام

انبیاء کی شریعتوں میں جہاد کا حکم رہا ہے، نبی آخر الزماں ﷺ کی اس سلسلہ میں کوئی تخصیص نہیں، پھر کتاب المناقب ہے، امت میں اہم مقام ان لوگوں کو حاصل ہوا ہے جنھوں نے اسلام کو پروان چڑھانے میں اور اسلامی حکومت قائم کرنے کے لئے اپنی جان کی بازی لگائی ہے، پھر مناقب المهاجرين اور مناقب الأنصار ذیلی ابواب ہیں، پھر کتاب المغازی ہے، یعنی اسلام کی ابتدا میں نبی ﷺ نے اور حضرات صحابہ نے کونسی جنگیں لڑی ہیں؟

قرآن میں لفظ جہاد کا استعمال:

جہاد کے لغوی معنی: جِد وجُہد اور مشقت اٹھانے کے ہیں، اور قرآنِ کریم میں یہ لفظ کہیں لغوی معنی میں استعمال ہوا ہے اور کہیں اصلاحی معنی میں، جہاں صرف لفظ جہاد ہے یا اس کے بعد فی ہے اور اس کے بعد کلمہ اللہ یا اللہ کی طرف لوٹنے والی ضمیر ہے تو وہاں لغوی معنی مراد ہیں، جیسے: ﴿جَاهِدُوْا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهِ﴾: اللہ کے دین کے لئے تن توڑ محنت کرو جیسا اس کے لئے محنت کرنے کا حق ہے۔ یہاں عام معنی مراد ہیں، اور ﴿وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا﴾ جو لوگ ہمارے دین کے لئے تن توڑ محنت کرتے ہیں، ان جگہوں میں مفسرین کرام لفظ دین محذوف مانتے ہیں، أَيْ جَاهِدُوْا فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اور جَاهِدُوْا فِيْ دِيْنِنَا۔

اور جہاں جہاد کے بعد فی سبیل اللہ آیا ہے وہاں اصطلاحی معنی مراد ہیں، سورۂ توبہ میں جہاں بھی یہ لفظ آیا ہے قرآنِ کریم کے پہلے مترجم حضرت شاہ عبد القادر صاحب رحمہ اللہ نے اور ان کی اتباع میں حضرت شیخ الہند قدس سرہ نے 'لڑنا' ترجمہ کیا ہے، مگر تبلیغی جماعت والے ان آیات کو بھی عام کرتے ہیں، بلکہ اپنے ہی کام کو اس کا مصداق بتاتے ہیں، یہ کسی طرح درست نہیں، اگر اس طرح ہر جگہ لفظوں کے لغوی معنی لئے جائیں گے تو نماز، زکوٰۃ، روزے اور حج بھی ختم ہو جائیں گے، صلوٰۃ کے لغوی معنی ہیں: دعا، زکوٰۃ کے لغوی معنی ہیں: صفائی، صوم کے معنی ہیں: رکنا اور حج کے معنی ہیں: قصد کرنا، پس ارکانِ اربعہ ختم، حالانکہ یہ الفاظ لغوی معنی میں بھی استعمال ہوتے ہیں، مگر جہاں اصطلاحی معنی ہیں وہاں اصطلاحی معنی ہی مراد لینے ہونگے، اسی طرح جہاد ایک اسلامی اصطلاح ہے، حدیث کی کتابوں میں أبواب الجهاد آتے ہیں، وہاں یہی اصطلاحی معنی مراد ہوتے ہیں۔ اور فقہ میں کتاب السیر آتی ہے وہاں بھی یہی معنی مراد ہوتے ہیں، پس قرآن وحدیث میں ہر جگہ عام معنی مراد لینا اور دین کے لئے کسی بھی محنت کو جہاد کہنا بلکہ اپنے ہی کام کو جہاد کہنا یہ نصوص میں تحریف ہے، لوگوں کو اس سے بچنا چاہئے۔

جہاد کا مقصد:

اسلام میں جہاد کے دو مقصد ہیں: اول: کفر کی شوکت توڑنا اور فتنہ فرو کرنا۔ دوم: اللہ کی زمین پر اللہ کا قانون نافذ کرنا، دین پھیلانا جہاد کا مقصد نہیں، پس جو پروپیگنڈہ کیا جاتا ہے کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا ہے یہ قطعاً غلط ہے، اللہ کا ارشاد

ہے: ﴿لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ﴾: دین کے معاملہ میں زور جبر نہیں، کوئی شخص اپنے مذہب پر قائم رہنا چاہے تو اس کے لئے پوری آزادی ہے، مگر اللہ کی زمین پر اللہ ہی کا قانون چلنا چاہئے، یہ جہاد کا بنیادی مقصد ہے، اور پروپیگنڈہ کا جواب یہ ہے کہ اگر جہاد کا یہ مقصد ہوتا کہ لوگوں کو زبردستی مسلمان بنایا جائے تو جزیہ کا حکم نہ ہوتا، جنگ کے وقت کافروں کے سامنے تین باتیں پیش کی جاتی ہیں: اسلام لے آؤ، ورنہ جزیہ ادا کرو، ورنہ لڑو، اگر جہاد کا مقصد بزور شمشیر مسلمان بنانا ہوتا تو جزیہ کا حکم نہ ہوتا۔

احکام جہاد کے مراحل:

مکی دور میں صبر کا حکم تھا، سورۃ الاعراف آیت ۱۹۹ ہے: ﴿خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِيْنَ﴾: درگذر کی عادت ڈالو، اور نیک کام کا حکم دو، اور جاہلوں سے کنارہ کشی اختیار کرو۔ اور یہ ممانعت اس وجہ سے تھی کہ ابھی مسلمان کمزور تھے، اور ان کی کوئی مرکزیت بھی نہیں تھی، اس لئے ہجرت سے پہلے صبر کی تعلیم دی گئی۔

پھر ہجرت کے بعد بدر کے موقعہ پر جہاد کی اجازت دی گئی کہ اگر تم پر کوئی ظلم کرتا ہے تو اس سے بدلہ لو، سورۃ الحج کی آیت ۳۹ ہے: ﴿أُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقَاتَلُوْنَ بِأَنَّهُمْ ظُلِمُوْا﴾: اجازت دی گئی ان لوگوں کو جن سے کافر لڑتے ہیں اس وجہ سے کہ ان پر ظلم کیا گیا ہے۔

پھر تیسرے مرحلہ میں جہاد فرض کیا گیا، مگر اس وقت جبکہ دشمن حملہ آور ہو، سورۃ البقرہ آیت ۱۹۰ ہے: ﴿وَقَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا، إِنَّ اللّٰهَ لَايُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ﴾: اور اللہ کے راستہ میں ان لوگوں سے لڑو جو تم سے لڑتے ہیں اور کسی پر زیادتی مت کرو، بیشک اللہ تعالیٰ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتے۔

پھر آخری مرحلہ میں اقدامی جہاد کا حکم آیا۔ سورۃ التوبہ آیت ۲۹ ہے: ﴿قَاتِلُوْا الَّذِيْنَ لَايُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ﴾ الآية: ان لوگوں سے لڑو جو اللہ پر ایمان نہیں رکھتے اور نہ آخرت کے دن پر، اور نہ حرام سمجھتے ہیں اس کو جس کو اللہ نے اور اس کے رسول نے حرام کیا ہے، اور وہ اللہ کا سچا دین بھی قبول نہیں کرتے، ان لوگوں میں سے جو اہل کتاب ہیں، یہاں تک کہ وہ جزیہ دیں اپنے ہاتھ سے ذلیل ہوکر، اور سورۃ التوبہ کی آیت ۵ ہے: ﴿فَإِذَا انْسَلَخَ الْأَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوْا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُمُوْهُمْ﴾: جب محترم مہینے گذر جائیں تو مشرکین کو مارو جہاں بھی پاؤ، اور پکڑو اور گھیرو، اور ان کی تاک میں ہر جگہ بیٹھو، پھر اگر وہ توبہ کریں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں تو ان کا راستہ چھوڑ دو، بیشک اللہ تعالیٰ بخشنے والے مہربان ہیں۔ اور سنہ ۹ ہجری میں حج کے موقعہ پر اعلان کیا گیا کہ میعادی معاہدے اپنی میعاد تک باقی رہیں گے، اس کے بعد تجدید نہیں ہوگی، اور جن کے ساتھ معاہدہ نہیں ہے ان کو چار ماہ کی مہلت دی جاتی ہے، پھر کسی بھی وقت ان پر حملہ ہوسکتا ہے۔

مگر کچھ متجددین اپنے آقاؤں کو خوش کرنے کے لئے اس بات پر مصر ہیں کہ اسلام میں اقدامی جہاد نہیں ہے، جہاد صرف دفاع کے لئے ہے، جب کوئی مسلمانوں پر حملہ آور ہو تو اسلام نے مسلمانوں کو دفاع کی اجازت دی ہے، اقدامی جہاد کی اسلام میں اجازت نہیں، مگر ان کا یہ خیال قطعاً غلط ہے، البتہ جہاد کے مراحل ہیں، کسی جگہ مسلمان ناتواں ہوں تو صبر کریں، اور اگر

مقابلہ کی نوبت آجائے تو مقابلہ کریں، اور دشمن چڑھ کر آئے تو دفاع کریں، اور اگر اللہ کی زمین میں کفار دندناتے پھریں تو ان کی شوکت توڑنے کے لئے اور ان کا فتنہ فرو کرنے کے لئے اقدامی جہاد کریں۔

موجودہ دور کا جہاد:

اور اس زمانہ میں جو مختلف ملکوں میں جہاد چل رہا ہے وہ بے قاعدہ جہاد ہے۔ مگر ابوداؤد کی روایت میں ہے کہ جہاد بعثتِ نبوی سے ظہور دجال تک برابر چلتا رہے گا، خواہ با قاعدہ چلے یا بے قاعدہ، اور اس کو ایک مثال سے سمجھیں: ایک پائپ لائن ہے جس سے پانی آرہا ہے، اگر پانی کو آنے دیا جائے گا تو پیچھے پانی نہیں پھوٹے گا، لیکن اگر پائپ کا منہ بند کر دیا جائے تو پیچھے پائپ سے پانی پھوٹے گا، اور اس کی ذمہ داری اس شخص پر ہوگی جس نے پائپ کا منہ بند کر رکھا ہے، آج مخالفین اسلام نے زور پکڑ لیا ہے، اور مسلمانوں کی حکومتوں کو پارہ پارہ کر دیا ہے، کوئی ان سے آنکھ ملانے کی پوزیشن میں نہیں ہے، پس ایسی صورت میں اگر بے قاعدہ جہاد چل رہا ہے تو اس کی ذمہ داری اعدائے اسلام پر ہے، وہ پائپ سے ہاتھ ہٹالیں، با قاعدہ جہاد ہونے دیں تو یہ بے قاعدہ جہاد رک جائے گا۔

اور اس بے قاعدہ جہاد کے لئے ابوبصیر رضی اللہ عنہ کے واقعہ سے تمسک کیا جا سکتا ہے، جب مکہ والوں نے صلح حدیبیہ کی رو سے مکہ کے مظلوم مسلمانوں کو مدینہ آنے سے روک دیا، تو مرتا کیا نہ کرتا! وہ سمندر کے کنارے جا کر بیٹھ گئے اور تجارتی قافلوں کا ناک میں دم کر دیا، اس کی ذمہ داری مکہ والوں پر تھی، مدینہ والوں پر نہیں تھی۔

بَابُ فَضْلِ الْجِهَادِ وَالسِّيَرِ

جہاد کی اہمیت

جہاد کی اہمیت بیان کرنے کے لئے حضرت امام بخاری رحمہ اللہ نے سورۃ التوبہ کی دو آیتیں لکھی ہیں، یہ نہایت اہم آیتیں ہیں، ارشاد پاک ہے: ''بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے ان کی جانیں اور ان کے اموال خرید لئے ہیں، اس بات کے عوض کہ ان کو جنت ملے گی، وہ لوگ اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں، جس میں قتل کرتے ہیں اور قتل کئے جاتے ہیں، اللہ کا یہ سچا وعدہ ہے جو تورات، انجیل اور قرآن میں ہے، اور اللہ سے زیادہ اپنے عہد کو پورا کرنے والا کون ہے؟ پس تم لوگ اپنے اس سودے پر جو تم نے اللہ تعالیٰ سے کیا ہے خوشی مناؤ، اور یہ بڑی کامیابی ہے۔ اور یہ جہاد کرنے والے وہ لوگ ہیں جو توبہ کرنے والے، اللہ کی عبادت کرنے والے، اللہ کی تعریف کرنے والے، بکثرت روزے رکھنے والے، رکوع کرنے والے، سجدہ کرنے والے، نیک باتوں کی تعلیم دینے والے، بری باتوں سے روکنے والے، اور اللہ کی مقرر کی ہوئی حدوں کا خیال رکھنے والے ہیں اور آپؐ ان مؤمنین کو خوشخبری سنادیں۔

تفسیر: اللہ تعالیٰ نے مؤمنین سے ان کی جانیں اور ان کے اموال خرید لئے ہیں، خریدار اللہ تعالیٰ ہیں، بیچنے والے

مؤمنین ہیں، مبیع مؤمنین کی جانیں اوران کے اموال ہیں اور قیمت جنت ہے، مؤمنین نے دو چیزیں بیچی ہیں: جانیں اور اموال۔ پس اب ہماری جانیں ہماری نہیں رہیں، نہ ہمارا مال ہمارا رہا، دونوں چیزیں اللہ تعالیٰ کی ہوگئیں، مگر ہیں وہ ہمارے قبضہ میں، پس جان کہاں خرچ کرنی ہے اور مال کہاں خرچ کرنا ہے؟ جواب: جہاں اللہ تعالیٰ حکم دیں گے وہاں خرچ کریں گے۔

مال خرچ کرنے کی بہت جگہیں ہیں: قرآنِ کریم اور احادیث میں وہ جگہیں بیان کی گئی ہیں کہ مؤمنین کو اپنے اموال یہاں یہاں خرچ کرنے چاہئیں، البتہ جان کا صرف ایک مصرف ہے: ﴿یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ﴾: وہ اللہ کے راستہ میں جہاد کے لئے نکلتے ہیں ﴿فَیَقْتُلُوْنَ﴾ مارنے کی نیت سے نکلو، کافروں کا بھرتا بناؤ، اور اگر مرجانا پڑے تو اس میں بھی کچھ حرج نہیں ﴿وَیُقْتَلُوْنَ﴾ معروف پہلے آیا ہے اور مجہول بعد میں، یہ جان کا مصرف بیان کیا، یہی جہاد کی فضیلت ہے، یہی جزء باب سے متعلق ہے، اور ثمن اگرچہ فی الحال نہیں ملتا مگر اس کا وعدہ ہے اور اللہ کا وعدہ ضرور پورا ہوگا، اور یہ وعدہ صرف قرآن میں نہیں ہے، گذشتہ کتابوں میں یعنی تورات وانجیل میں بھی ہے، اس سے معلوم ہوا کہ حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کے زمانہ میں بھی جہاد تھا، پس جو شخص اللہ سے کئے ہوئے وعدے کو پورا کرتا ہے اس کے وارے نیارے! وہ خوشخبری سن لے کہ اس کا سودا کامیاب رہا، کیونکہ جنت کا حصول ہی سب سے بڑی کامیابی ہے۔

پھر اگلی آیت میں یہ مضمون ہے کہ جن مؤمنین نے اللہ سے سودا کیا ہے ان میں آٹھ صفات ہونی چاہئیں: (۱) وہ گناہوں سے توبہ کرنے والے ہوں (۲) اللہ کی بندگی کرنے والے ہوں (۳) اللہ کی تعریف میں رطب اللسان ہوں (۴) بکثرت نفلی روزے رکھنے والے ہوں (۵) رکوع سجدہ کرنے والے ہوں یعنی نفلیں پڑھنے والے ہوں (۶) نیکی کا حکم کرنے والے ہوں (۷) برائیوں سے روکنے والے ہوں (۸) اور اللہ کی مقرر کی ہوئی حدوں کی نگہبانی کرنے والے ہوں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے حدود کی تفسیر طاعات (فرمانبرداری) سے کی ہے اور میں نے پہلے سمجھایا ہے کہ ایک چھوٹا دائرہ ہے جو دین داری کا دائرہ ہے، جو اس کے اندر ہے وہ دین دار ہے، اور جو اس سے نکل گیا وہ فاسق ہے اور بڑا دائرہ دین کا ہے جو اس کے اندر ہے وہ مسلمان ہے اور جو اس سے نکل گیا وہ اسلام سے خارج ہوگیا۔

دین دار آدمی جس میں مذکورہ آٹھ صفات ہوں، اگر میدان میں جم کر لڑے اور شہید ہو تو وہ اول نمبر کا شہید ہے، قیامت کے دن جنتی اس کے درجات کی طرف اپنی نگاہیں اس طرح اٹھائیں گے۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ نے سر اٹھایا تو ٹوپی گر گئی۔

اور باب میں چار حدیثیں ہیں، ان میں سے تین پہلے آچکی ہیں:

پہلی حدیث: سب سے افضل عمل بروقت نماز پڑھنا ہے، پھر والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنا ہے اور تیسرے نمبر پر جہاد فی سبیل اللہ ہے یہی جہاد کی اہمیت ہے۔

اور دوسری حدیث: میں ہے کہ فتح مکہ کے بعد مکہ سے ہجرت کا حکم ختم ہوگیا، مگر جہاد کے لئے نکلنا اور جب جہاد نہ ہو تو جہاد کی نیت رکھنا ضروری ہے، یہی جہاد کی فضیلت ہے۔

اور تیسری حدیث: میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا ہے: یارسول اللہ! قرآن وحدیث میں جہاد کے بہت فضائل آئے ہیں، اس کو سب سے افضل عمل قرار دیا گیا ہے، پس کیا ہم عورتیں جہاد نہ کریں؟ آپؐ نے فرمایا: ''تمہارا بہترین جہاد حج مقبول ہے'' اس حدیث میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جو بات کہی ہے کہ قرآن وحدیث پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اعمال میں افضل جہاد ہے، یہی بات باب سے متعلق ہے۔

اور آخری حدیث میں ہے کہ ایک شخص نبی ﷺ کے پاس آیا اور اس نے عرض کیا: مجھے کوئی ایسا عمل بتادیجئے جو جہاد کے برابر ہو، آپؐ نے فرمایا: ایسا کوئی عمل نہیں! یہی جہاد کی اہمیت ہے، پھر نبی ﷺ نے پوچھا: کیا کوئی شخص اس بات کی طاقت رکھتا ہے کہ جب مجاہد جہاد کے لئے نکلے تو وہ اپنی مسجد میں پہنچ جائے اور برابر نماز پڑھتا رہے ایک لمحہ کے لئے بھی سست نہ پڑے اور روزے رکھتا رہے، کسی دن افطار نہ کرے؟ اس شخص نے کہا: اس کی طاقت کون رکھتا ہے؟ چنانچہ حضور ﷺ نے فرمایا: جہاد کے برابر کوئی عمل نہیں! پھر حدیث کے راوی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجاہد کا گھوڑا چرنے کی رسّی میں اچھل کود کرتا ہے تو بھی مجاہد کے لئے نیکیاں لکھی جاتی ہیں، یہ بھی جہاد کی فضیلت ہے۔

بسم الله الرحمن الرحيم

٥٦- كِتَابُ الْجِهَادِ وَالسِّيَرِ

[١-] بَابُ فَضْلِ الْجِهَادِ وَالسِّيَرِ

وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى:﴿ إِنَّ اللّٰهَ اشْتَرَى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ أَنْفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ، يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُوْنَ وَيُقْتَلُوْنَ، وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرَاةِ وَالإِنْجِيْلِ وَالْقُرْآنِ، وَمَنْ أَوْفٰى بِعَهْدِهِ مِنَ اللّٰهِ فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَيْعِكُمُ الَّذِيْ بَايَعْتُمْ بِهِ، وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ﴾ إِلٰى قَوْلِهِ:﴿ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: الْحُدُوْدُ: الطَّاعَةُ.

[٢٧٨٢-] حدثنا الْحَسَنُ بْنُ صَبَّاحٍ، ثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَابِقٍ، ثَنَا مَالِكُ بْنُ مِغْوَلٍ، قَالَ: سَمِعْتُ الْوَلِيْدَ ابْنَ العَيْزَارِ، ذَكَرَ عَنْ أَبِيْ عَمْرٍو الشَّيْبَانِيِّ، قَالَ: قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْعُوْدٍ: سَأَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، قُلْتُ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! أَيُّ الْعَمَلِ أَفْضَلُ؟ قَالَ:''الصَّلَاةُ عَلٰى مِيْقَاتِهَا'' قُلْتُ: ثُمَّ أَيٌّ؟ قَالَ: ''ثُمَّ بِرُّ الْوَالِدَيْنِ'' قُلْتُ: ثُمَّ أَيٌّ؟ قَالَ:'' الْجِهَادُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ'' فَسَكَتُّ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، وَلَوِ اسْتَزَدْتُهُ لَزَادَنِيْ.[راجع: ٥٢٧]

[٢٧٨٣-] حدثنا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، ثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ، ثَنَا سُفْيَانُ، ثَنِيْ مَنْصُوْرٌ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنْ طَاوُسٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم:'' لَاهِجْرَةَ بَعْدَ الْفَتْحِ، وَلٰكِنْ جِهَادٌ

وَنِيَّةٌ، وَإِذَا اسْتُنْفِرْتُمْ فَانْفِرُوْا"[راجع: ١٣٤٩]

[٢٧٨٤-] حدثنا مُسَدَّدٌ، ثنا خَالِدٌ، ثَنَا حَبِيْبُ بْنُ أَبِيْ عَمْرَةَ، عَنْ عَائِشَةَ بِنْتِ طَلْحَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّهَا قَالَتْ: يَارَسُوْلَ اللهِ! نَرَى الْجِهَادَ أَفْضَلَ الْعَمَلِ، أَفَلاَ نُجَاهِدُ؟ قَالَ:" لٰكِنَّ أَفْضَلُ الْجِهَادِ حَجٌّ مَبْرُوْرٌ"[راجع: ١٥٢٠]

[٢٧٨٥-] حدثنا إِسْحَاقُ، نَا عَفَّانُ، ثَنَا هَمَّامٌ، ثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جُحَادَةَ، قَالَ: أَخْبَرَنِيْ أَبُوْ حَصِيْنٍ، أَنَّ ذَكْوَانَ حَدَّثَهُ، أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ حَدَّثَهُ، قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلٰى رَسُوْلِ اللهِ صلى الله عليه وسلم، فَقَالَ: دُلَّنِيْ عَلٰى عَمَلٍ يَعْدِلُ الْجِهَادَ، قَالَ:" لاَ أَجِدُهُ" قَالَ:" هَلْ تَسْتَطِيْعُ إِذَا خَرَجَ الْمُجَاهِدُ أَنْ تَدْخُلَ مَسْجِدَكَ فَتَقُوْمَ وَلاَ تَفْتُرَ، وَتَصُوْمَ وَلاَ تُفْطِرَ؟" قَالَ: وَمَنْ يَسْتَطِيْعُ ذٰلِكَ؟

قَالَ أَبُوْ هُرَيْرَةَ: إِنَّ فَرَسَ الْمُجَاهِدِ لَيَسْتَنُّ فِيْ طِوَلِهِ فَيُكْتَبُ لَهُ حَسَنَاتٍ.[راجع: ١٥٢٠]

بَابٌ: أَفْضَلُ النَّاسِ مُؤْمِنٌ مُجَاهِدٌ بِنَفْسِهِ وَمَالِهِ فِيْ سَبِيْلِ اللهِ

بہترین آدمی اپنی جان اور مال سے راہِ خدا میں جہاد کرنے والا ہے

باب کے شروع میں امام بخاری رحمہ اللہ نے سورۃ الصّف کی تین آیتیں لکھی ہیں، سورۃ الصّف کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب عمل جہاد فی سبیل اللہ ہے۔ اور سورۃ الصّف کا شانِ نزول یہ ہے کہ صحابہ کی ایک جماعت نے آپس میں مذاکرہ کیا کہ اگر ہمیں معلوم ہوجائے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب عمل کونسا ہے؟ تو ہم اس پر عمل کریں۔ اور ایک روایت میں ہے کہ اگر ہمیں معلوم ہوجائے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب عمل کونسا ہے تو ہم جان ومال کی بازی لگادیں، اور مسند احمد میں ہے کہ ان حضرات نے چاہا کہ کوئی صاحب جا کر نبی ﷺ سے یہ بات دریافت کریں، مگر کسی کی ہمت نہ ہوئی، پس اللہ تعالیٰ نے سورۃ الصّف نازل فرمائی اور نبی ﷺ نے سب کو نام بنام بلایا، اور یہ سورت پڑھ کر سنائی، جو اسی وقت نازل ہوئی تھی۔ ارشاد پاک ہے: ''اے ایمان والو! کیا میں تم کو ایسی سوداگری بتلاؤں جو تم کو دردناک عذاب سے بچالے؟ تم لوگ اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ، اور اللہ کی راہ میں اپنے مال اور اپنی جان سے جہاد کرو، یہ تمہارے لئے بہت بہتر ہے اگر تم کچھ سمجھ رکھتے ہو (جب تم ایسا کروگے تو) اللہ تعالیٰ تمہارے گناہ معاف کردیں گے، اور تم کو ایسے باغوں میں داخل کریں گے جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں، اور عمدہ مکانوں میں داخل کریں گے جو ہمیشہ رہنے کے باغوں میں ہونگے، یہ بڑی کامیابی ہے۔

پھر باب میں دو حدیثیں ہیں:

پہلی حدیث: نبی ﷺ سے پوچھا گیا: کونسا آدمی سب سے افضل ہے؟ آپؐ نے فرمایا: وہ مؤمن جو اللہ کی راہ میں

اپنی جان اور اپنے مال سے جہاد کرتا ہے، صحابہ نے پوچھا: پھر کون ہے؟ آپؐ نے فرمایا: وہ مؤمن ہے جو پہاڑوں کی گھاٹیوں میں سے کسی گھاٹی میں رہتا ہے، اللہ سے ڈرتا ہے اور لوگوں کو اپنی ایذاء سے بچاتا ہے۔

دوسری حدیث: پہلے گذری ہے، اس میں نبی ﷺ نے راہِ خدا میں جہاد کرنے والے کی ایک مثال بیان فرمائی ہے کہ وہ صائم وقائم کی طرح ہے یعنی جو بندہ گھر پر رہ کر ہمیشہ روزے رکھے اور ہر وقت نماز میں کھڑا رہے، مجاہد اس بندہ کی طرح ہے، پھر نبی ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اپنے راستہ میں جہاد کرنے والے کو گارنٹی دی ہے کہ اگر وہ شہید ہوجائے گا تو اس کو جنت میں داخل کریں گے، اور اگر وہ صحیح سلامت گھر واپس لوٹے گا تو ثواب یا غنیمت لے کر لوٹے گا (أو: مانعۃ الخلو کا ہے، یعنی دونوں چیزوں سے خالی نہیں آئے گا، ایک چیز تو ضرور لائے گا، اور دونوں لے کر آئے یہ بھی ممکن ہے)

تشریح: نبی ﷺ کے زمانہ میں کوئی باقاعدہ فوج نہیں تھی، نہ حکومت کے پاس فنڈ تھا، ہر شخص لڑنا جانتا تھا، اور لڑائی کے لئے ضروری اسباب ہتھیار وغیرہ بھی خود مہیا کرتا تھا، یا کوئی دوسرا شخص مہیا کرتا تھا۔ اس لئے فرمایا: جو اپنی جان اور مال کے ساتھ جہاد کرے۔ اب حکومتوں کے پاس فنڈ ہیں وہ فوجیوں کے لئے سامان جنگ مہیا کرتے ہیں، پس حکومت کے ہتھیاروں سے جہاد کرنے والا بھی اس حدیث کا مصداق ہے۔

[۲-] بَابٌ: أَفْضَلُ النَّاسِ مُؤْمِنٌ مُجَاهِدٌ بِنَفْسِهِ وَمَالِهِ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ

وَقَوْلِهِ: ﴿يٰأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا هَلْ أَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِنْ عَذَابٍ أَلِيْمٍ؟ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ وَتُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنْفُسِكُمْ﴾ إِلٰى قَوْلِهِ: ﴿ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ﴾[الصف: ۱۰-۱۲]

[۲۷۸۶-] حدثنا أَبُوْ الْيَمَانِ، ثَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، ثَنِيْ عَطَاءُ بْنُ يَزِيْدَ، أَنَّ أَبَا سَعِيْدٍ حَدَّثَهُ، قَالَ: قِيْلَ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! أَيُّ النَّاسِ أَفْضَلُ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: "مُؤْمِنٌ يُجَاهِدُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِنَفْسِهِ وَمَالِهِ" قَالُوْا: ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ: "مُؤْمِنٌ فِيْ شِعْبٍ مِنَ الشِّعَابِ يَتَّقِيْ اللّٰهَ، وَيَدَعُ النَّاسَ مِنْ شَرِّهِ"[انظر: ۶۴۹۴]

[۲۷۸۷-] حدثنا أَبُوْ الْيَمَانِ، أَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، أَخْبَرَنِيْ سَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ، أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم يَقُوْلُ: "مَثَلُ الْمُجَاهِدِ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ- وَاللّٰهُ أَعْلَمُ بِمَنْ يُجَاهِدُ فِيْ سَبِيْلِهِ - كَمَثَلِ الصَّائِمِ الْقَائِمِ، وَتَوَكَّلَ اللّٰهُ لِلْمُجَاهِدِ فِيْ سَبِيْلِهِ بِأَنْ يَتَوَفَّاهُ أَنْ يُدْخِلَهُ الْجَنَّةَ، أَوْ يَرْجِعَه سَالِمًا مَعَ أَجْرٍ أَوْ غَنِيْمَةٍ"[راجع: ۳۶]

وضاحت: و الله أعلم: جملہ معترضہ ہے، راہِ خدا میں جہاد کرنے والا کون ہے؟ اس کو اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتے ہیں، کیونکہ جنگ میں شریک ہونے والے مختلف نیتوں سے شریک ہوتے ہیں، پس حدیث میں مذکور فضیلت ہر لڑنے والے

کے لئے نہیں ہے، بلکہ جو اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے اور اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لئے لڑتا ہے: اسی کے لئے یہ فضیلت ہے۔

بَابُ الدُّعَاءِ بِالْجِهَادِ وَالشَّهَادَةِ لِلرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ

مردوں اور عورتوں کو جہاد اور راہِ خدا میں شہید ہونے کی دعا کرنی چاہئے

جہاد اور اس کے نتیجہ میں شہادت اتنی بڑی نعمتیں ہیں کہ ہر کسی کو اس کی دعا کرنی چاہئے، مرد بھی دعا کریں اور عورتیں بھی، عورتوں پر اگرچہ جہاد فرض نہیں، مگر شہادت ان کے حصہ میں بھی آسکتی ہے، کیونکہ شہادت کی دو قسمیں ہیں: حقیقی شہادت: جو راہِ خدا میں مارے جانے والے کے لئے ہے، اور حکمی شہادت: بہت سے بندوں کو اللہ تعالیٰ شہیدوں کا درجہ عطا فرماتے ہیں (اوجز المسالک میں حضرت شیخ قدس سرہ نے ان کو جمع کیا ہے، اور اس موضوع پر اردو میں بھی ایک رسالہ ہے) پس عورتوں کو بھی شہادت کی دعا کرنی چاہئے۔

اثر: حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ دعا کیا کرتے تھے: اے اللہ! مجھے اپنے رسول کے شہر میں موت دے، اور شہادت کا مرتبہ عطا فرما! یہ عجیب دعا تھی، ان کی صاحبزادی حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: ابا یہ دو باتیں کیسے جمع ہونگی؟ آپؓ نے فرمایا: اللہ کی قدرت میں سب کچھ ہے، وہ دونوں کو جمع کر سکتے ہیں، چنانچہ مدینہ میں آپؓ کو شہید کیا گیا (یہ اثر کتاب الحج کے آخر میں (حدیث ۱۸۹۰) گذر چکا ہے)

حدیث: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: نبی ﷺ حضرت ام حرام بنت ملحان (یہ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کی بہن اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کی خالہ ہیں) کے گھر تشریف لے جایا کرتے تھے، وہ آپؐ کو کھانا کھلاتی تھیں، یہ خاتون حضرت عبادۃ بن الصامت رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں، ایک دن نبی ﷺ ان کے گھر تشریف لے گئے، انھوں نے آپؐ کو کھانا کھلایا اور آپؐ کو روک لیا (آپؐ قیلولہ کے لئے لیٹ گئے) اور وہ آپؐ کے سر میں جوئیں تلاش کرنے لگیں (جوئیں تلاش کرنا نیند لانے کے لئے ہوتا ہے، اس سے آرام ملتا ہے اور نیند آجاتی ہے، اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ آپؐ کے سر میں جوئیں تھیں، اور یہ نزول حجاب سے پہلے کا واقعہ ہوگا) چنانچہ آپؐ سو گئے، پھر آپؐ بیدار ہوئے، آپ مسکرا رہے تھے، ام حرام کہتی ہیں: میں نے پوچھا: یا رسول اللہ! آپؐ کیوں ہنسے؟ آپؐ نے فرمایا: میری امت کے کچھ لوگ میرے سامنے پیش کئے گئے، درانحالیکہ وہ راہِ خدا میں جہاد کر رہے ہیں، وہ اس سمندر کے بیچ میں سوار ہونگے (اس زمانہ میں سمندر کا سفر کنارے کنارے کیا جاتا تھا، اور کسی دور ملک کا سفر کرنا ہوتو کشتی سمندر کے بیچ میں ڈالی جاتی تھی، پس اس جملہ کا مطلب یہ ہے کہ وہ لوگ کسی دور ملک میں جہاد کے لئے جائیں گے) وہ تختوں پر بادشاہ ہیں یا فرمایا: تختوں پر بادشاہوں کی طرح ہیں۔

ام حرامؓ نے عرض کیا: آپ میرے لئے اللہ سے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے ان میں شامل فرمائے، آپؐ نے ان کے لئے دعا کی، پھر سر مبارک رکھا اور دوبارہ سو گئے، پھر ہنستے ہوئے بیدار ہوئے، ام حرامؓ نے پھر پوچھا: یا رسول اللہ! آپؐ کیوں

ہنسے؟ آپؐ نے فرمایا: میری امت کے کچھ لوگ میرے سامنے پیش کئے گئے درانحالیکہ وہ راہِ خدا میں جہاد کررہے ہیں۔اسی طرح جس طرح پہلے فرمایا تھا، ام حرامؓ کہتی ہیں: میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپؐ اللہ سے دعا فرمائیں کہ اللہ مجھے ان میں شامل فرمائے، آپؐ نے فرمایا: تم پہلوں میں ہو، پھر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ام حرامؓ نے سمندر کا سفر کیا وہ اپنی سواری پر سے نیچے ڈال دی گئیں جب وہ سمندر سے نکلیں، پس وہ وفات پاگئیں۔

تشریح: نبی ﷺ کے زمانہ میں سمندر کا سفر کر کے جہاد کرنے کا سلسلہ نہیں تھا۔اس زمانہ میں سمندر کا سفر خطرناک سمجھا جاتا تھا، بغیر انجن کی بوٹیں تھیں جو ہوا کے رحم وکرم پر چلتی تھیں، کبھی ڈوب بھی جاتی تھیں، اور کبھی کہیں سے کہیں نکل جاتی تھیں، اس لئے حدیثوں میں سمندر کے راستہ سے سفر کر کے جہاد کرنے کے خاص فضائل آئے ہیں، کیونکہ اجر وثواب بقدر مشقت ہوتا ہے، اور سمندر کے جہاد میں مشقت کا زیادہ ہونا ظاہر ہے، آج بھی نیوی (بحری فوج) کی تنخواہیں بری فوج کی تنخواہوں سے زیادہ ہوتی ہیں، اور فضائی فوج کا مقام تو اور بھی بلند ہے، کیونکہ اس میں خطرہ زیادہ ہے۔

سمندر کے سفر سے پہلا غزوہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ہوا، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ان کی خلافت کے آخری ایام میں جزیرۂ قبرص پر حملہ کرنے کی اجازت چاہی تھی، اس وقت امیر معاویہؓ شام کے گورنر تھے، فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو بحری جہاد کی اجازت دینے میں تأمل تھا، ابھی اجازت نہیں ملی تھی کہ فاروق اعظمؓ شہید کردیئے گئے، پھر امیر معاویہؓ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے بحری حملہ کی اجازت چاہی تو آپؓ نے چند شرائط کے ساتھ اجازت دیدی، چنانچہ امیر معاویہؓ کی تحریک سے ایک جماعت قبرص پر حملہ کرنے کے لئے تیار ہوگئی، جس میں حضرت ابو ذر غفاری، حضرت ابو الدرداء، حضرت شداد بن اوس اور حضرت عبادۃ بن الصامت رضی اللہ عنہم وغیرہ تھے، حضرت عبادہؓ کی اہلیہ حضرت ام حرامؓ بھی ساتھ گئیں، جب فوج ساحل پر اتری اور خشکی کا سفر شروع ہوا تو ام حرامؓ کی سواری بدکی، وہ نیچے گریں اور شہید ہوگئیں۔یہ واقعہ سنہ ۲۸ ہجری کا ہے، اور سمندر کا دوسرا غزوہ امیر معاویہؓ کے دورِ خلافت میں سنہ ۴۵ ہجری میں یزید کی سربراہی میں ہوا۔اس وقت استنبول پر حملہ کیا گیا تھا، اور اس میں حضرات حسنین رضی اللہ عنہما بھی شریک تھے۔اسی غزوہ میں حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے محاصرہ کے دوران استنبول کے باہر انتقال فرمایا اور وہیں مدفون ہوئے (فتح الباری ۱۱: ۷۵ کتاب الاستیئذان باب: من زار قوما فقال عندهم)

سوال: حضرت ام حرامؓ جہاد کے لئے نہیں گئی تھیں، نیز عورتوں پر جہاد فرض بھی نہیں، پھر ان کو مجاہدین والی فضیلت کیسے حاصل ہوئی؟

جواب: نبی ﷺ کی دعا کی برکت سے یہ مقام ومرتبہ ان کو حاصل ہوا۔علاوہ ازیں: مجاہدین کی جماعت وہ جماعت ہے جس میں برائے نام شرکت کرنے والے بھی محروم نہیں رہتے۔هُمْ قَوْمٌ لاَ يَشْقَى جَلِيْسُهُمْ: مئی خانے کا محروم بھی محروم نہیں!

ملحوظہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اثر باب کے دوسرے جزء سے متعلق ہے، انھوں نے شہادت کی دعا کی تھی اور ام حرامؓ کا واقعہ پہلے جزء سے متعلق ہے، انھوں نے مجاہدین میں شمولیت کی دعا کرائی تھی۔

[۳-] بَابُ الدُّعَاءِ بِالْجِهَادِ وَالشَّهَادَةِ لِلرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ

وَقَالَ عُمَرُ: اللّٰهُمَّ ارْزُقْنِیْ شَهَادَةً فِیْ بَلَدِ رَسُوْلِكَ.

[۲۷۸۸و۲۷۸۹-] حدثنا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ یُوْسُفَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِیْ طَلْحَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّـهُ سَمِعَهُ یَقُوْلُ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیه وسلم یَدْخُلُ عَلٰی أُمِّ حَرَامٍ بِنْتِ مِلْحَانَ، فَتُطْعِمُهُ، وَكَانَتْ أُمُّ حَرَامٍ تَحْتَ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ، فَدَخَلَ عَلَیْهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیه وسلم، فَأَطْعَمَتْهُ، وَجَعَلَتْ تَفْلِیْ رَأْسَهُ، فَنَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیه وسلم، ثُمَّ اسْتَیْقَظَ وَهُوَ یَضْحَكُ، قَالَتْ: فَقُلْتُ: مَا یُضْحِكُكَ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ: "نَاسٌ مِنْ أُمَّتِیْ عُرِضُوْا عَلَیَّ غُزَاةً فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ، یَرْكَبُوْنَ ثَبَجَ هٰذَا الْبَحْرِ، مُلُوْكًا عَلَی الْأَسِرَّةِ، أَوْ: مِثْلَ الْمُلُوْكِ عَلَی الْأَسِرَّةِ" - شَكَّ إِسْحَاقُ- قَالَتْ: فَقُلْتُ: یَارَسُوْلَ اللّٰهِ! ادْعُ اللّٰهَ أَنْ یَجْعَلَنِیْ مِنْهُمْ، فَدَعَا لَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیه وسلم، ثُمَّ وَضَعَ رَأْسَهُ ثُمَّ اسْتَیْقَظَ وَهُوَ یَضْحَكُ، فَقُلْتُ: وَمَا یُضْحِكُكَ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ: "نَاسٌ مِنْ أُمَّتِیْ عُرِضُوْا عَلَیَّ غُزَاةً فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ" كَمَا قَالَ فِی الْأُوْلٰی قَالَتْ: فَقُلْتُ: یَارَسُوْلَ اللّٰهِ! ادْعُ اللّٰهَ أَنْ یَجْعَلَنِیْ مِنْهُمْ، قَالَ: "أَنْتِ مِنَ الْأَوَّلِیْنَ" فَرَكِبَتِ الْبَحْرَ فِیْ زَمَنِ مُعَاوِیَةَ بْنِ أَبِیْ سُفْیَانَ، فَصُرِعَتْ عَنْ دَابَّتِهَا حِیْنَ خَرَجَتْ مِنَ الْبَحْرِ، فَهَلَكَتْ. [الحدیث: ۲۷۸۸، انظر: ۲۷۹۹، ۲۸۷۷، ۲۸۹٤، ٦۲۸۲، ۷۰۰۱]؛ [الحدیث: ۲۷۸۹، انظر: ۲۸۰۰، ۲۸۷۸، ۲۸۹۵، ٦۲۸۳، ۷۰۰۲]

وضاحت: یہ حدیث دوسندوں سے مروی ہے: (۱) عن أنس عن النبی صلی اللہ علیه وسلم اس کا نمبر ۲۷۸۸ ہے (۲) عن أنس بن مالك، عن خالته أم حرام بنت ملحان، قالت: نام النبیُّ صلی اللہ علیه وسلم اس کا نمبر ۲۷۸۹ ہے، یہ سند یہاں مذکور نہیں، آگے حدیث نمبر ۲۸۰۰ پر آرہی ہے۔

بَابُ دَرَجَاتِ الْمُجَاهِدِیْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ

راہِ خدا میں جہاد کرنے والوں کے درجات

اللہ کے یہاں شہداء کے مراتب متفاوت ہیں، کیونکہ شہداء میں شہادت کے علاوہ دو چیزیں اور بھی ہوتی ہیں: ایمان اور وصفِ شجاعت، ان کی وجہ سے شہداء کے درجات متفاوت ہونگے، ترمذی شریف میں حدیث (نمبر ۱٦۳٦) ہے کہ شہداء چار

ہیں یعنی ان کے چار مختلف درجات ہیں: پہلا درجہ: مؤمن عمدہ ایمان والا (متقی پارسا) دشمن سے اس کا مقابلہ ہوا، پس اس نے اللہ (سے کئے ہوئے وعدہ) کو سچ کر دکھایا، یعنی بہادری سے لڑنے کا وعدہ پورا کیا، یہاں تک کہ وہ مارا گیا، پس یہ وہ شہید ہے جس کی طرف لوگ قیامت کے دن اپنی نگاہیں اس طرح اٹھائیں گے، اور انھوں نے اپنا سر اٹھایا یہاں تک کہ ان کی ٹوپی گر گئی (حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ٹوپی گری یا آنحضور ﷺ کی؟ حدیث کے راوی ابو یزید خولانی کہتے ہیں: یہ بات میں نے حضرت فضالہ سے نہیں پوچھی) دوسرا درجہ: مؤمن عمدہ ایمان والے کا ہے، اس کا دشمن سے مقابلہ ہوا یعنی میدانِ جہاد میں اترا، پس بزدلی کی وجہ سے گویا اس کی کھال میں کیکر کے کانٹے چبھودیئے گئے، اس کو انجانا تیر لگا جس سے وہ شہید ہو گیا، پس وہ دوسرے درجہ میں ہوگا (اس شہید میں وقف شجاعت کی کمی تھی مگر صلاح وتقوی کا جوہر موجود تھا، اور اس کی اہمیت بہادری سے زیادہ ہے، اس لئے اس کو دوسرا درجہ ملا) تیسرا درجہ: وہ مؤمن جس نے نیک عمل کو ملایا (برائی کے ساتھ) اور دوسرے عمل (کو ملایا توبہ کے ساتھ) یعنی اس سے کوئی گناہ سرزد ہو گیا، جس کی اس نے توبہ کرلی، اس کا دشمن سے مقابلہ ہوا، پس اس نے اللہ سے کیا ہوا وعدہ سچا کر دکھایا یعنی بہادری سے لڑا، یہاں تک کہ مارا گیا، پس یہ تیسرے درجہ میں ہے۔ چوتھا درجہ: وہ مؤمن ہے جس نے اپنے پیروں پر کلہاڑی ماری ہے یعنی وہ گنہ گار ہے اور اس نے توبہ بھی نہیں کی، اس کا دشمن سے مقابلہ ہوا، پس اس نے اللہ سے کیا ہوا وعدہ سچا کر دکھایا، یہاں تک کہ وہ مارا گیا تو وہ چوتھے درجہ میں ہے۔

اور امام بخاری رحمہ اللہ نے شروع میں چند الفاظ کے معنی بیان کئے ہیں:

۱- باب میں لفظ سبیل آیا ہے، یہ لفظ مذکر ومؤنث دونوں طرح مستعمل ہے، **هذه سبيلى** اور **هذا سبيلى** دونوں طرح درست ہے۔

۲- سورۂ آل عمران آیت ۱۵۶ میں ﴿أَوْ كَانُوْا غُزًّا﴾ آیا ہے، امام بخاریؒ فرماتے ہیں: اس کا مفرد غازٍ ہے۔

۳- سورۂ آل عمران آیت ۱۶۳ میں ﴿هُمْ دَرَجَاتٌ عِنْدَ اللّٰهِ﴾ آیا ہے، اس میں لام جارہ پوشیدہ ہے، **أى لهم درجات**، اور ذَوُوْا بھی مقدر مان سکتے ہیں **أى ذووا درجات**۔

حدیث (۱): نبی ﷺ نے فرمایا: جو شخص اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لایا اور نماز کا اہتمام کیا، اور رمضان کے روزے رکھے تو اللہ تعالیٰ پر لازم ہے کہ اس کو جنت میں داخل کریں، خواہ اس نے راہِ خدا میں جہاد کیا ہو یا اپنی اس سرزمین میں بیٹھا رہا ہو جس میں وہ جنا گیا ہے، یعنی دخولِ جنت جہاد پر موقوف نہیں، مثبت پہلو سے ارکان اربعہ پر پابندی سے عمل کیا ہو اور منفی پہلو سے سات ہلاک کرنے والے کبیرہ گناہوں سے بچا رہا ہو تو ضرور جنت میں جائے گا، چاہے اس نے جہاد کیا ہو یا نہ کیا ہو۔ صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا ہم یہ خوشخبری لوگوں کو نہ سنادیں؟ نبی ﷺ نے فرمایا: (اس کے ساتھ یہ بھی بتاؤ کہ) جنت میں سو درجے ہیں، جو اللہ تعالیٰ نے راہِ خدا میں جہاد کرنے والوں کے لئے تیار کئے ہیں، دو درجوں کے درمیان اتنا تفاوت ہے جتنا آسمان وزمین کے درمیان ہے، پس جب تم اللہ سے مانگو تو فردوس (بہشت بریں) مانگو، اس

لئے کہ فردوس جنت کا بہترین اور اعلی درجہ ہے، حدیث کے راوی یحییٰ کہتے ہیں: میرا گمان ہے کہ آگے ہے: اور فردوس پر اللہ تعالیٰ کا عرش ہے، اور فردوس سے جنت کی چاروں نہریں نکلتی ہیں، اور فُلیح کے دوسرے شاگردان کے لڑکے محمد بھی یہ حدیث اپنے ابا سے روایت کرتے ہیں، اس میں شک نہیں، جزم کے ساتھ ہے کہ فردوس پر اللہ کا تخت ہے۔

تشریح: حدیث کا حاصل یہ ہے کہ صرف جنت میں جانا ہی مطلوب نہیں، بلکہ جنت میں جو بلند درجات ہیں ان کو حاصل کرنا بھی مقصود ہے، اور وہ درجات جہاد فی سبیل اللہ کے ذریعہ حاصل ہوتے ہیں، پس خوشخبری سناؤ تو ساتھ میں یہ بات بھی بتاؤ۔ اور أعلی اور أوسط مترادف الفاظ ہیں، أوسط کے ایک معنی 'درمیان' ہیں، اور دوسرے معنی ہیں: افضل، حدیث میں أوسط بمعنی افضل ہے، اس لئے عطف تفسیری لائے ہیں، اور جنت کی چار نہروں کا ذکر سورۂ محمد (آیت ۱۵) میں ہے۔

حدیث (۲): پہلے گذر چکی ہے۔ نبی ﷺ نے ایک منامی معراج میں دیکھا کہ دو آدمی آپؐ کے پاس آئے، وہ دونوں آپؐ کو ایک درخت پر لے کر چڑھے، اور وہ دونوں آپؐ کو ایک ایسے گھر میں لے گئے جو نہایت شاندار تھا، آپؐ نے فرمایا: میں نے ایسا گھر کبھی نہیں دیکھا، پھر ان دونوں فرشتوں نے بتلایا کہ یہ شہداء کا مقام ہے۔

[٤-] بَابُ دَرَجَاتِ الْمُجَاهِدِيْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ

[١-] يُقَالُ: هٰذِهِ سَبِيْلِيْ، وَهٰذَا سَبِيْلِيْ.

[٢-] قَالَ أَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ: ﴿غُزًّا﴾[آل عمران: ١٥٦] وَاحِدُهَا غَازٍ.

[٣-] ﴿هُمْ دَرَجَاتٌ﴾[آل عمران: ١٦٣] لَهُمْ دَرَجَاتٌ.

[٢٧٩٠-] حدثنا يَحْيىَ بْنُ صَالِحٍ، ثَنَا فُلَيْحٌ، عَنْ هِلَالِ بْنِ عَلِيٍّ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم: " مَنْ آمَنَ بِاللّٰهِ وَبِرَسُوْلِهِ، وَأَقَامَ الصَّلاَةَ، وَصَامَ رَمَضَانَ، كَانَ حَقًّا عَلَى اللّٰهِ أَنْ يُدْخِلَهُ الْجَنَّةَ، جَاهَدَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ أَوْ جَلَسَ فِيْ أَرْضِهِ الَّتِيْ وُلِدَ فِيْهَا" قَالُوْا: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! أَفَلاَ نُبَشِّرُ النَّاسَ؟ قَالَ: " إِنَّ فِي الْجَنَّةِ مِائَةَ دَرَجَةٍ، أَعَدَّهَا اللّٰهُ لِلْمُجَاهِدِيْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ، مَا بَيْنَ الدَّرَجَتَيْنِ كَمَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ، فَإِذَا سَأَلْتُمُ اللّٰهَ فَاسْأَلُوْهُ الْفِرْدَوْسَ، فَإِنَّهُ أَوْسَطُ الْجَنَّةِ، وَأَعْلَى الْجَنَّةِ" أُرَاهُ قَالَ: " وَفَوْقَهُ عَرْشُ الرَّحْمٰنِ، وَمِنْهُ تَفَجَّرُ أَنْهَارُ الْجَنَّةِ" وَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ فُلَيْحٍ، عَنْ أَبِيْهِ: "وَفَوْقَهُ عَرْشُ الرَّحْمٰنِ"[انظر: ٧٤٢٣]

[٢٧٩١-] حدثنا مُوْسَى، ثَنَا جَرِيْرٌ، ثَنَا أَبُوْ رَجَاءٍ، عَنْ سَمُرَةَ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم: "رَأَيْتُ اللَّيْلَةَ رَجُلَيْنِ أَتَيَانِيْ، فَصَعِدَا بِي الشَّجَرَةَ، فَأَدْخَلاَنِيْ دَارًا هِيَ أَحْسَنُ وَأَفْضَلُ، لَمْ أَرَ قَطُّ أَحْسَنَ مِنْهَا، قَالاَ: " أَمَّا هٰذِهِ الدَّارُ فَدَارُ الشُّهَدَاءِ"[راجع: ٨٤٥]

بَابٌ: اَلْغَدْوَةُ وَالرَّوْحَةُ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ، وَقَابُ قَوْسِ أَحَدِكُمْ فِي الْجَنَّةِ

راہِ خدا میں صبح اور شام کی شفٹ لڑنا، اور جنت میں کمان کے بقدر جگہ پانا

اس باب میں دو باتیں ہیں:

پہلی بات: راہِ خدا میں صبح یا شام کی شفٹ میں لڑنا: دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔

تشریح: نبی ﷺ کے زمانہ میں بلکہ آج بھی جنگ میں فوجیوں کی ڈیوٹیاں لگتی ہیں، جو فوجی صبح کی شفٹ میں لڑتے ہیں وہ شام کو آرام کرتے ہیں، اور جو شام کی شفٹ میں کھڑے ہوتے ہیں وہ صبح میں آرام کر لیتے ہیں، فوجیوں کے لئے دن بھر لڑنا مشکل ہے، آدمی تھک جاتا ہے، حدیث میں ایک شفٹ لڑنے کا ثواب بیان کیا گیا ہے۔

دوسری بات: جنت میں کمان کے بقدر جگہ پانا دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔

تشریح: جب فوج کسی جگہ پڑاؤ ڈالتی ہے تو فوجی اپنے لئے جگہ ریزرو کرتے ہیں اور علامت کے طور پر کوڑا یا کمان رکھ دیتے ہیں، جس سے ایک آدمی کے قیام کے بقدر جگہ ریزرو ہو جاتی ہے، جیسے بعض لوگ مسجد میں رومال وغیرہ رکھ دیتے ہیں، جس سے ایک آدمی کے بقدر جگہ خاص ہو جاتی ہے، وہاں کوئی نہیں بیٹھتا۔

اور دنیا و مافیہا سے بہتر ہونے کا مطلب یہ ہے کہ دنیا کی ہر نعمت ختم ہونے والی ہے، باقی رہنے والی نعمتیں آخرت کی ہیں، اور باقی رہنے والی چیز اگرچہ تھوڑی ہو، فنا ہونے والی چیز سے بہتر ہوتی ہے۔ اور قَاب اسم کے معنی میں ہے: بقدر۔ اور مِمَّا تَطْلُعُ عَلَيْهِ الشَّمْسُ وَتَغْرُبُ: محاورہ ہے، مراد اس سے دنیا ہے، اور یہ محاورہ اس جگہ استعمال کیا جاتا ہے جہاں مقابلہ میں دنیا کے کام ہوں، جیسے کچھ لوگ دنیا کے نفع کے لئے فجر کی سنتیں چھوڑ کر صرف فرض پڑھ کر کام میں لگ جاتے ہیں، چنانچہ فرمایا: یہ سنتیں دنیا و مافیہا سے بہتر ہیں۔ اسی طرح جہاد کے لئے بیوی بچوں، کاروبار اور آرام و آسائش کو چھوڑنا پڑتا ہے اور جان کا خطرہ بھی لگا رہتا ہے اس لئے فرمایا کہ ان چیزوں کا کچھ غم نہ کرو، راہِ خدا میں ایک صبح یا ایک شام لڑنا دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔ اس کے صلہ میں جو جنت ملے گی وہ اگر ایک آدمی کے قیام کے بقدر بھی مل جائے تو زہے نصیب!

[٥-] بَابٌ: اَلْغَدْوَةُ وَالرَّوْحَةُ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ، وَقَابُ قَوْسِ أَحَدِكُمْ فِي الْجَنَّةِ

[٢٧٩٢-] حدثنا مُعَلَّى بْنُ أَسَدٍ، ثَنَا وُهَيْبٌ، ثَنَا حُمَيْدٌ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم، قَالَ: " لَغَدْوَةٌ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ أَوْ رَوْحَةٌ خَيْرٌ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيْهَا"[انظر: ٢٧٩٦، ٦٥٦٨]

[٢٧٩٣-] حدثنا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ، ثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُلَيْحٍ، ثَنِيْ أَبِيْ، عَنْ هِلَالِ بْنِ عَلِيٍّ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِيْ عَمْرَةَ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم، قَالَ: " لَقَابُ قَوْسٍ فِي الْجَنَّةِ

خَيْرٌ مِمَّا تَطْلُعُ عَلَيْهِ الشَّمْسُ وَتَغْرُبُ" وَقَالَ:" الْغَدْوَةُ وَالرَّوْحَةُ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ خَيْرٌ مِمَّا تَطْلُعُ عَلَيْهِ الشَّمْسُ وَتَغْرُبُ"[انظر: ۳۲۵۳]

[۲۷۹٤-] حدثنا قَبِيْصَةُ، ثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ أَبِىْ حَازِمٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ، عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم قَالَ:" الرَّوْحَةُ وَالْغَدْوَةُ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ أَفْضَلُ مِنَ الدُّنْيَا وَمَافِيْهَا"[انظر: ۲۸۹۲، ۳۲۵۰، ٦٤١٥]

بَابُ الْحُوْرِ الْعِيْنِ وَصِفَتِهِنَّ

بڑی آنکھوں والی گوری عورتوں کے احوال

جنت میں جنتیوں کو حوریں ملیں گی۔ حُوْر: حَوْرَاءُ کی جمع ہے، اس کے معنی ہیں: گوری عورت۔ حضرتؒ نے اس کا ترجمہ کیا ہے: یَحار فیھا الطرفُ: جس کو دیکھ کر آنکھیں دنگ رہ جائیں، اور عِیْنٌ: عَیْنَاءُ کی جمع ہے، مفسرین اس کا ترجمہ کرتے ہیں: بڑی آنکھوں والی، حضرتؒ نے اس کا ترجمہ کیا ہے: آنکھ کی سیاہی نہایت سیاہ اور سفیدی نہایت سفید، اور سورۃ الدخان آیت ۵۴ میں ہے: ﴿وَزَوَّجْنَاهُمْ بِحُوْرٍ عِيْنٍ﴾: اور ہم ان کا گوری، بڑی آنکھوں والیوں سے نکاح کریں گے حضرتؒ نے زَوَّجْنَا کا ترجمہ أنكحنا کیا ہے، یعنی آخرت میں جنتیوں کا حوروں سے باقاعدہ نکاح ہوگا۔

[٦-] بَابُ الْحُوْرِ الْعِيْنِ وَصِفَتِهِنَّ

يَحَارُ فِيْهَا الطَّرْفُ، شَدِيْدَةُ سَوَادِ الْعَيْنِ، شَدِيْدَةُ بَيَاضِ الْعَيْنِ ﴿وَزَوَّجْنَاهُمْ بِحُوْرٍ عِيْنٍ﴾ أَنْكَحْنَاهُمْ.

[۲۷۹۵-] حدثنا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، ثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ عَمْرٍو، ثَنَا أَبُوْ إِسْحَاقَ، عَنْ حُمَيْدٍ، قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ، عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم، قَالَ:"مَا مِنْ عَبْدٍ يَمُوْتُ، لَهُ عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ، يُسُرُّهُ أَنْ يَرْجِعَ إِلَى الدُّنْيَا، وَأَنَّ لَهُ الدُّنْيَا وَمَافِيْهَا، إِلَّا الشَّهِيْدَ، لِمَا يَرَى مِنْ فَضْلِ الشَّهَادَةِ، فَإِنَّهُ يَسُرُّهُ أَنْ يَرْجِعَ إِلَى الدُّنْيَا، فَيُقْتَلَ مَرَّةً أُخْرَى"[انظر: ۲۸۱۷]

[۲۷۹٦-] قَالَ: وَسَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ، عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم:" لَرَوْحَةٌ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ أَوْ غَدْوَةٌ خَيْرٌ مِنَ الدُّنْيَا وَمَافِيْهَا، وَلَقَابُ قَوْسِ أَحَدِكُمْ مِنَ الْجَنَّةِ أَوْ مَوْضِعُ قِيْدٍ- يَعْنِى سَوْطَهُ - خَيْرٌ مِنَ الدُّنْيَا وَمَافِيْهَا، وَلَوْ أَنَّ امْرَأَةً مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ اطَّلَعَتْ إِلَى أَهْلِ الْأَرْضِ لَأَضَاءَتْ مَا بَيْنَهُمَا، وَلَمَلَأَتْهُ رِيْحًا، وَلَنَصِيْفُهَا عَلَى رَأْسِهَا خَيْرٌ مِنَ الدُّنْيَا وَمَافِيْهَا"[راجع: ۲۷۹۲]

حدیث (۱): کوئی بندہ ایسا نہیں جو مرے، اور اس کے لئے اللہ تعالیٰ کے پاس بھلائی ہو، اور وہ دنیا کی طرف واپس لوٹنا پسند کرے، اگرچہ اس کو دنیا ومافیہا مل جائے، سوائے شہید کے (وہ دوبارہ دنیا میں آنا چاہتا ہے) شہادت کی اس فضیلت کی

وجہ سے جس کو وہ دیکھتا ہے، پس بیشک وہ پسند کرتا ہے کہ دنیا کی طرف لوٹے، پس وہ دوسری مرتبہ مارا جائے، یعنی شہید کا آخرت میں جو اعزاز وکرام ہوتا ہے اس کی وجہ سے وہ چاہتا ہے کہ بار بار دنیا کی طرف لوٹے اور راہِ خدا میں قتل کیا جائے، تا کہ اس کا مقام ومرتبہ اور بھی بلند ہو۔

ترکیب: مَا نافیہ، مِنْ زائدہ، **یموت**: **عبد** کی پہلی صفت، **له عند الله خیر**: دوسری صفت، **خیر** کے معنی ثواب کے ہیں، اور جملہ **یَسُرُّهُ**: **خیر** کی صفت، **أن یرجع**: **أن** مصدریہ اور **یَرجع** لازم ہے، **وأن له الدنیا** کا عطف **أن یرجعَ** پر ہے، اور جملہ حالیہ بنائیں تو **إن** بھی پڑھ سکتے ہیں، **إلا الشهیدَ**: نفی کے مقابل اثبات ہے، **لِمَا یَرَی**: میں لام تعلیلیہ ہے، اور **فَیُقْتَلَ**: **أن یَرجع** پر معطوف ہے۔

حدیث (۲): (پہلا مضمون) اور راہِ خدا میں شام کی شفٹ لڑنا یا صبح کی شفٹ لڑنا دنیا ومافیہا سے بہتر ہے (دوسرا مضمون) اور تم میں سے ایک کی کمان کے بقدر جگہ جنت میں یا اس کے کوڑے کے بقدر جگہ بہتر ہے دنیا ومافیہا سے (تیسرا مضمون) اور جنت کی عورتیں (حوریں) اتنی خوبصورت اور خوشبودار ہیں کہ اگر جنت کی عورتوں میں سے کوئی زمین کی طرف جھانک لے تو زمین وآسمان کے درمیان کی تمام چیزیں روشن ہو جائیں، اور پوری فضا خوشبو سے بھر جائے (چوتھا مضمون) اور جنت کی عورتوں کی سر کی اوڑھنی دنیا ومافیہا سے بہتر ہے۔ **نصیف**: اس کپڑے کو کہتے ہیں جس کو عورت اپنے سر پر باندھتی ہے تا کہ تیل سے اوڑھنی خراب نہ ہو، جنت کا وہ کپڑا دنیا ومافیہا سے بہتر ہے۔

بَابُ تَمَنِّی الشَّهَادَةِ

شہادت کی آرزو کرنا

جہاد میں شہادت کی آرزو کرنے کی اہمیت اس وجہ سے ہے کہ جو شخص شہادت کی آرزو لے کر میدان میں اترتا ہے وہ جم کر لڑتا ہے، کبھی پیٹھ نہیں پھیرتا، اور جو جینا چاہتا ہے وہ نازک وقت میں جان بچانے کے لئے میدان سے بھاگ کھڑا ہوتا ہے، اور باب کی دونوں حدیثیں پہلے آچکی ہیں۔

پہلی حدیث میں ہے: نبی ﷺ نے فرمایا: میرا جی چاہتا ہے کہ ہر چھوٹے بڑے لشکر میں نکلوں، مگر ہر مسلمان میرے ساتھ آنا چاہے گا، کوئی گھر رہنا پسند نہیں کرے گا، پس میں سب کے لئے سواریاں کہاں سے مہیا کروں گا، اور سب کو صبح وشام کہاں سے کھلاؤں گا، پھر بے ضرورت آدمیوں کو لے کر جانے کا کوئی مطلب نہیں، ورنہ میرا جی چاہتا ہے کہ بار بار اللہ کے راستہ میں شہید ہوؤں، یہی شہادت کی تمنا ہے۔

اور دوسری حدیث میں غزوۂ موتہ کے شہیدوں کا تذکرہ ہے، نبی ﷺ نے منبر سے ان کی شہادت کے احوال سنائے، پھر فرمایا: **مَا یَسُرُّنَا أَنَّهُمْ عندنا**: ہمیں اس کی خوشی نہیں کہ وہ ہمارے پاس ہوتے بلکہ ان کو شہادت نصیب ہوئی اس کی ہمیں

زیادہ خوشی ہے، یا فرمایا: مَا يَسُرُّهُمْ أَنَّهُمْ عندنا: ان شہداء کو اس بات کی خوشی نہیں کہ وہ ہمارے پاس ہوتے، بلکہ وہ شہادت پر خوش ہیں (حدیث کے راوی ایوب سختیانی رحمہ اللہ کا شک ہے)

[۷-] بَابُ تَمَنِّى الشَّهَادَةِ

[۲۷۹۷-] حدثنا أَبُوْ الْيَمَانِ، نَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ: أَخْبَرَنِيْ سَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ، أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ، قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم يَقُوْلُ: "وَالَّذِىْ نَفْسِىْ بِيَدِهِ! لَوْلاَ أَنَّ رِجَالاً مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ لاَ تَطِيْبُ أَنْفُسُهُمْ أَنْ يَتَخَلَّفُوْا عَنِّىْ، وَلاَ أَجِدُ مَا أَحْمِلُهُمْ عَلَيْهِ، مَا تَخَلَّفْتُ عَنْ سَرِيَّةٍ تَغْزُوْ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ، وَالَّذِىْ نَفْسِىْ بِيَدِهِ! لَوَدِدْتُ أَنِّىْ أُقْتَلُ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ أُحْيَا، ثُمَّ أُقْتَلُ ثُمَّ أُحْيَا، ثُمَّ أُقْتَلُ ثُمَّ أُحْيَا، ثُمَّ أُقْتَلُ"[راجع: ۳۶]

[۲۷۹۸-] حدثنا يُوْسُفُ بْنُ يَعْقُوْبَ الصَّفَّارُ، ثَنَا إِسْمَاعِيْلُ بْنُ عُلَيَّةَ، عَنْ أَيُّوْبَ، عَنْ حُمَيْدِ بْنِ هِلاَلٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: خَطَبَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم، فَقَالَ: " أَخَذَ الرَّايَةَ زَيْدٌ فَأُصِيْبَ، ثُمَّ أَخَذَهَا جَعْفَرٌ فَأُصِيْبَ، ثُمَّ أَخَذَهَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ رَوَاحَةَ فَأُصِيْبَ، ثُمَّ أَخَذَهَا خَالِدُ بْنُ الْوَلِيْدِ عَنْ غَيْرِ إِمْرَةٍ فَفُتِحَ لَهُ" وَقَالَ: "مَا يَسُرُّنَا أَنَّهُمْ عِنْدَنَا" قَالَ أَيُّوْبُ: أَوْ قَالَ: " مَا يَسُرُّهُمْ أَنَّهُمْ عِنْدَنَا" وَعَيْنَاهُ تَذْرِفَانِ.

[راجع: ۱۲۴۶]

قوله: من غير إِمْرَةٍ: یعنی کسی نے امیر نہیں بنایا، خود ہی جھنڈا لے لیا، اور فوج کو لڑانا شروع کردیا، ایمرجنسی میں ایسا کرنا جائز ہے۔

بَابُ فَضْلِ مَنْ يُصْرَعُ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَمَاتَ فَهُوَ مِنْهُمْ

اس شخص کی فضیلت جو راہِ خدا میں جانور سے گر گیا اور مر گیا، پس وہ انہی میں سے ہے

مَن موصولہ متضمن معنی شرط ہے، اس لئے جزاء میں فا آئی ہے۔ سورۃ النساء کی آیت ۱۰۰ ہے: "جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہجرت کرے گا اس کو روئے زمین میں جانے کی بہت جگہ اور بہت گنجائش ملے گی، اور جو شخص اپنے گھر سے اس نیت سے نکل کھڑا ہوا کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہجرت کررہا ہے، پھر اس کو موت آجائے تو اس کا ثواب ثابت ہوگیا (وَقَعَ بمعنی وَجَبَ ہے یعنی ثابت ہوگیا)

اس آیت سے یہ قاعدہ بنا ہے کہ کوئی بھی عبادت شروع کر کے انتقال ہوجائے تو اس عبادت کا ثواب نامۂ اعمال میں لکھ دیا جاتا ہے، جیسے کوئی نماز میں مرگیا، روزہ کی حالت میں مرگیا، حج کا احرام باندھ کر مرگیا، جہاد کے لئے مجاہدین کے ساتھ نکلا اور مرگیا، مثلاً سواری سے گرا اور مرگیا تو بھی مجاہدین میں شمار ہوگا۔ حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا مجاہدین کے ساتھ نکلی

تھیں، قبرص پہنچیں، مجاہدین کشتیوں سے اتر کر روانہ ہوئے ابھی جنگ کی نوبت نہیں آئی تھی کہ وہ سواری سے گر گئیں، اور ان کی وفات ہوگئی، پس نبی ﷺ کی دعا پوری ہوگئی کہ وہ پہلے سمندری جہاد کرنے والوں میں سے ہیں، اور حدیث وہی ہے جو ابھی گذری ہے، مگر روایت کے آخر میں راوی کا وہم ہے کہ جب وہ جہاد سے واپس آئیں اور ملک شام میں اتریں تو ان کا جانور بدک گیا، اور وہ گر کر مر گئیں، یہ واقعہ حضرت ام حرامؓ کا نہیں ہے، ان کا حادثہ تو قبرص میں پیش آیا تھا، وہیں ان کی قبر ہے، یہ کسی اور خاتون کا واقعہ ہے۔ راوی سے وہم ہو گیا ہے۔

[۸-] بَابُ فَضْلِ مَنْ يُصْرَعُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَمَاتَ فَهُوَ مِنْهُمْ

وَقَوْلِ اللّٰهِ: ﴿وَمَنْ يَخْرُجْ مِنْ بَيْتِهِ مُهَاجِرًا إِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ أَجْرُهُ عَلَى اللّٰهِ﴾ [النساء: ۱۰۰] وَقَعَ: وَجَبَ.

[۲۷۹۹و۲۸۰۰-] حدثنا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ، ثَنِيْ اللَّيْثُ، ثَنِيْ يَحْيىَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيىَ بْنِ حَبَّانَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، عَنْ خَالَتِهِ أُمِّ حَرَامٍ بِنْتِ مِلْحَانَ قَالَتْ: نَامَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم يَوْمًا قَرِيْبًا مِنِّيْ، ثُمَّ اسْتَيْقَظَ يَتَبَسَّمُ، فَقُلْتُ: مَا أَضْحَكَكَ؟ قَالَ: " أُنَاسٌ مِنْ أُمَّتِيْ عُرِضُوْا عَلَيَّ، يَرْكَبُوْنَ هٰذَا الْبَحْرَ الْأَخْضَرَ، كَالْمُلُوْكِ عَلَى الْأَسِرَّةِ" قَالَتْ: فَادْعُ اللّٰهَ أَنْ يَجْعَلَنِيْ مِنْهُمْ، فَدَعَا لَهَا، ثُمَّ نَامَ الثَّانِيَةَ فَفَعَلَ مِثْلَهَا، فَقَالَتْ مِثْلَ قَوْلِهَا، فَأَجَابَهَا مِثْلَهَا، فَقَالَتْ: ادْعُ اللّٰهَ أَنْ يَجْعَلَنِيْ مِنْهُمْ، فَقَالَ: " أَنْتِ مِنَ الْأَوَّلِيْنَ" فَخَرَجَتْ مَعَ زَوْجِهَا عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ غَازِيًا، أَوَّلَ مَا رَكِبَ الْمُسْلِمُوْنَ الْبَحْرَ مَعَ مُعَاوِيَةَ، فَلَمَّا انْصَرَفُوْا مِنْ غَزْوَتِهِمْ قَافِلِيْنَ فَنَزَلُوْا الشَّأْمَ، فَقُرِّبَتْ إِلَيْهَا دَابَّةٌ لِتَرْكَبَهَا، فَصَرَعَتْهَا فَمَاتَتْ"

[راجع: ۲۷۸۸، ۲۷۸۹]

وضاحت: یہ حدیث کی دوسری سند آئی، عن أنس عن أم حرام اور پہلے عن أنس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم تھا، پس یہ دو حدیثیں ہو گئیں، اس لئے دو نمبر لگائے ہیں .... پہلے اس حدیث میں لفظ ثَبَج آیا ہے، اس کے معنی ہیں: بڑا حصہ، درمیانی حصہ .... **هٰذا البحر الأخضر:** مدینہ کے پاس جو سمندر واقع ہے وہ بحر احمر کا حصہ ہے، خواب اسی سمندر کے بارے میں دیکھا تھا، مگر مجاہدین کا پہلا سمندری سفر بحر ابیض متوسط میں ہوا تھا اور خواب کسی بھی سمندر کے بارے میں دیکھا جا سکتا ہے۔

بَابُ مَنْ يُنْكَبُ أَوْ يُطْعَنُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ

جو اللہ کے راستہ میں کسی حادثہ کا شکار ہوا یا نیزہ مارا گیا

نکبۃ کے معنی ہیں: حادثہ، کسی عضو کو کوئی چیز لگے، تیر لگے، پتھر لگے، اور عضو خون آلود ہو جائے تو وہ نکبۃ ہے اور طَعَن

یَطْعَنُ کے معنی ہیں: بھالا مارنا، نیزہ مارنا، اگر اللہ کے راستہ میں کسی مجاہد کو دشمن نے نیزہ مارا یا پتھر مارا اور اس سے منہ وغیرہ زخمی ہوجائے تو اس کا ثواب۔

اور باب میں دو حدیثیں ہیں: پہلی حدیث میں بیر معونہ کا واقعہ ہے، یہ واقعہ تفصیل سے کتاب المغازی میں آئے گا، حضرت انس رضی اللہ عنہ کے ماموں کو جب وہ قبیلہ والوں سے بات چیت کررہے تھے دشمنوں نے نیزہ مارا اور اس کو آر پار کردیا، انھوں نے کہا: فُزْتُ وَرَبِّ الْكَعْبَةِ: کعبہ کے پروردگار کی قسم! میں کامیاب ہوگیا، یہ جزء یَطْعَنُ سے متعلق ہے، اور دوسری حدیث میں ہے کہ کسی جنگ میں نبی ﷺ کی انگلی زخمی ہوگئی، پس آپؐ نے فرمایا:

هل أَنْتِ إِلَّا إِصْبَعٌ دَمِيْتِ ۞ وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مَا لَقِيْتِ

یہ جزء نکبة سے متعلق ہے۔

[۹-] بَابُ مَنْ يُنكَبُ أَوْ يُطْعَنُ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ

[۲۸۰۱-] حدثنا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، ثَنَا هَمَّامٌ، عَنْ إِسْحَاقَ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ:" بَعَثَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم أَقْوَامًا مِنْ بَنِيْ سُلَيْمٍ إِلَى بَنِيْ عَامِرٍ فِيْ سَبْعِيْنَ، فَلَمَّا قَدِمُوْا قَالَ لَهُمْ خَالِيْ: أَتَقَدَّمُكُمْ فَإِنْ أَمَّنُوْنِيْ حَتَّى أُبَلِّغَهُمْ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم وَإِلَّا كُنْتُمْ مِنِّيْ قَرِيْبًا. فَتقَدَّمَ فَأَمَّنُوْهُ فَبَيْنَمَا يُحَدِّثُهُمْ عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم إِذْ أَوْمَؤُا إِلَى رَجُلٍ مِنْهُمْ فَطَعَنَهُ فَأَنْفَذَهُ فَقَالَ: اللّٰهُ أَكْبَرُ، فُزْتُ وَرَبِّ الْكَعْبَةِ. ثُمَّ مَالُوْا عَلٰى بَقِيَّةِ أَصْحَابِهِ فَقَتَلُوْهُمْ إِلَّا رَجُلٌ أَعْرَجُ صَعِدَ الْجَبَلَ. قَالَ هَمَّامٌ: وَأُرَاهُ آخَرَ مَعَهُ، فَأَخْبَرَ جِبْرِيْلُ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم أَنَّهُمْ قَدْ لَقُوْا رَبَّهُمْ فَرَضِيَ عَنْهُمْ وَأَرْضَاهُمْ. فَكُنَّا نَقْرَأُ: أَنْ بَلِّغُوْا قَوْمَنَا أَنْ قَدْ لَقِيْنَا رَبَّنَا فَرَضِيَ عَنَّا وَأَرْضَانَا، ثُمَّ نُسِخَ بَعْدُ فَدَعَا عَلَيْهِمْ أَرْبَعِيْنَ صَبَاحًا عَلٰى رِعْلٍ وَذَكْوَانَ وَبَنِيْ لِحْيَانَ وَبَنِيْ عُصَيَّةَ الَّذِيْنَ عَصَوُا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ صلى الله عليه وسلم.

[راجع: ۱۰۰۱]

[۲۸۰۲-] حدثنا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ، ثَنَا أَبُوْ عَوَانَةَ، عَنِ الْأَسْوَدِ، هُوَ ابْنُ قَيْسٍ، عَنْ جُنْدُبِ بْنِ سُفْيَانَ: أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم كَانَ فِيْ بَعْضِ الْمُشَاهِدِ وَقَدْ دَمِيَتْ إِصْبَعُهُ فَقَالَ: "هَلْ أَنْتِ إِلَّا إِصْبَعٌ دَمِيْتِ، وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مَا لَقِيْتِ؟"[انظر: ۶۱۴۶]

حدیث (۱): حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: نبی ﷺ نے بنوسُلیم کے کچھ لوگوں کو بنوعامر کی طرف بھیجا، اور وہ ستر آدمی تھے (یہ راوی کا وہم ہے، یہ لوگ قبیلہ بنوسُلیم کے نہیں تھے بلکہ انصار تھے اور قراء کہلاتے تھے، اور بنوسلیم اور بنوعامر دونوں مرسل الیہم تھے) پس جب وہ قبیلہ بنوعامر میں پہنچے تو میرے ماموں (حرام بن ملحان) نے اپنے ساتھیوں سے کہا:

میں آپ لوگوں سے آگے جاتا ہوں، پس اگر وہ مجھے امن دیدیں، یہاں تک کہ میں انہیں رسول اللہ ﷺ کا پیغام پہنچاؤں (تو ٹھیک ہے) ورنہ آپ حضرات مجھ سے قریب ہونگے (یعنی آپ حضرات میری مدد کرسکیں گے) پس وہ آگے بڑھے، ان لوگوں نے ان کو امن دیدیا، پس دریں اثناء کہ وہ ان سے بات چیت کررہے تھے نبی ﷺ کے بارے میں اچانک انھوں نے اپنے ایک آدمی کو اشارہ کیا، اس نے ان کو نیزہ مارا، اور اس کو آر پار کردیا، پس انھوں نے کہا: اَللّٰهُ أَكْبر، فُزْتُ وَرَبِّ الْكَعْبَةِ: پھر قبیلہ والے ان کے باقی ساتھیوں کی طرف متوجہ ہوئے اور ان سب کو قتل کردیا، مگر ایک لنگڑے صحابی، وہ پہاڑ پر چڑھ گئے۔ حدیث کے راوی ہمام کہتے ہیں: میرا خیال ہے کہ ایک اور آدمی بھی ان کے ساتھ چڑھا تھا، پس حضرت جبرئیل علیہ السلام نے نبی ﷺ کو اطلاع دی کہ انھوں نے اپنے پروردگار سے ملاقات کی، اور وہ ان سے خوش ہوئے اور ان کو خوش کیا، پس ہم پڑھا کرتے تھے: أَنْ بَلِّغُوْا قَوْمَنَا أَنْ قَدْ لَقِيْنَا رَبَّنَا فَرَضِيَ عَنَّا وَأَرْضَانَا: ہماری قوم کو خبر پہنچاؤ کہ ہماری ہمارے پروردگار سے ملاقات ہوئی، پس وہ ہم سے خوش ہوئے اور ہمیں خوش کردیا (یہ پہلے قرآن کی آیت تھی) پھر بعد میں منسوخ کردی گئی، پس نبی ﷺ نے ان کے لئے چالیس دن بددعا کی، رِعل، ذکوان، بنولحیان اور بنوعصیہ کے لئے جنھوں نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی۔

حدیث (۲): نبی ﷺ کسی جنگ میں تھے اور آپؐ کی انگلی خون آلود ہوگئی پس آپؐ نے فرمایا: نہیں ہے تو مگر ایک انگلی جو خون آلود ہوگئی ہے÷ اور اللہ کے راستہ میں تو نے اُس سے ملاقات کی ہے۔

بَابٌ: مَنْ يُجْرَحَ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ

جو اللہ کے راستہ میں زخمی کیا گیا

گذشتہ باب خاص تھا وہ حادثہ اور نیزہ مارنے کے بارے میں تھا، یہ باب عام ہے، اللہ کے راستہ میں کوئی بھی زخم لگے تو اس کا ثواب کیا ہے؟ اور حدیث پہلے گذری ہے، نبی ﷺ نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے! نہیں زخمی کیا جاتا کوئی راہِ خدا میں اور اللہ تعالیٰ خوب جانتے ہیں اس شخص کو جو اللہ کے راستہ میں زخمی کیا جاتا ہے مگر آئے گا وہ قیامت کے دن درانحالیکہ رنگ خون جیسا ہوگا، اور مہک مشک کی خوشبو جیسی ہوگی۔

[۱۰-] بَابٌ: مَنْ يُجْرَحَ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ

[۲۸۰۳-] حدثنا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ، أَنَا مَالِكٌ، عَنْ أَبِيْ الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ: "وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهِ! لَا يُكْلَمُ أَحَدٌ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ - وَاللّٰهُ أَعْلَمُ بِمَنْ يُكْلَمُ فِيْ سَبِيْلِهِ - إِلَّا جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، اللَّوْنُ لَوْنُ الدَّمِ، وَالرِّيْحُ رِيْحُ الْمِسْكِ" [راجع: ۲۳۷]

بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ: ﴿ قُلْ هَلْ تَرَبَّصُوْنَ بِنَا إِلَّآ إِحْدَى الْحُسْنَيَيْنِ﴾ وَالْحَرْبُ سِجَالٌ

چت بھی ہماری پٹ بھی ہماری! جنگ تو کنویں کا ڈول ہے!

سورۃ التوبہ (آیت ۵۲) میں ہے: ''کفار مسلمانوں کے حق میں دو بہتریوں میں سے ایک بہتری کے منتظر ہیں'' یعنی جنگ میں مسلمان جیتیں گے یا ہاریں گے، مگر دونوں صورتوں میں وہی کامیاب رہیں گے، اگر جیتیں گے تو ثواب یا غنیمت پائیں گے اور ہاریں گے تو مرتبۂ شہادت پر فائز ہونگے، پس چت بھی ان کی اور پٹ بھی ان کی! اور جنگ میں تو یہ ہوتا ہی ہے، ہر جنگ میں مسلمانوں کا کامیاب ہونا ضروری نہیں، دنیا دارالامتحان ہے، یہاں پردہ پڑا ہوا ہے، اگر پردہ اٹھ جائے تو امتحان ختم ہوجائے، اگر ہر جنگ میں مسلمان ہی کامیاب ہوں تو امتحان کیا رہا؟ بات واضح ہوگئی کہ اسلام برحق مذہب ہے، حالانکہ دنیا میں ایمان بالغیب ضروری ہے، چنانچہ ابوسفیانؓ کی حدیث میں ہے کہ جنگ کنویں کا ڈول ہے، کبھی کفار پانی بھر لیتے ہیں کبھی مسلمان، یعنی کبھی وہ جیت جاتے ہیں اور کبھی مسلمان، اس لئے مسلمانوں کو میدانِ جہاد میں ہمیشہ کامیابی کی آرزو لے کر نہیں اترنا چاہئے، ان کو ناکامی سے بھی دوچار ہونا پڑسکتا ہے، مگر مجاہدین کو دو خوبیوں میں سے ایک خوبی ضرور حاصل ہوگی، یا تو شہادت ملے گی یا فیروزمندی، اور یہ دونوں ہی باتیں مجاہدین کے لئے بہتر ہیں۔

[۱۱-] بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ: ﴿قُلْ هَلْ تَرَبَّصُوْنَ بِنَا إِلَّآ إِحْدَى الْحُسْنَيَيْنِ﴾ وَالْحَرْبُ سِجَالٌ

[۲۸۰۴-] حدثنا يَحْيىَ بْنُ بُكَيْرٍ، ثَنَا اللَّيْثُ، ثَنِيْ يُوْنُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَبَّاسٍ أَخْبَرَهُ، أَنَّ أَبَا سُفْيَانَ بْنَ حَرْبٍ أَخْبَرَهُ: أَنَّ هِرَقْلَ قَالَ لَهُ: سَأَلْتُكَ كَيْفَ كَانَ قِتَالُكُمْ إِيَّاهُ؟ فَزَعَمْتَ: أَنَّ الْحَرْبَ سِجَالٌ وَدُوَلٌ، وَكَذٰلِكَ الرُّسُلُ تُبْتَلَى، ثُمَّ تَكُوْنُ لَهُمُ الْعَاقِبَةُ.

وضاحت: یہ حدیث تفصیل سے کتاب کے شروع میں گذری ہے۔ وہ شعیب کی روایت تھی، اس میں ہرقل کا سوال مذکور تھا کہ تمہاری ان سے جنگ ہوئی ہے؟ ابوسفیانؓ نے کہا: ہوئی ہے، ہرقل نے پوچھا: جنگ کیسی رہی؟ یعنی کون ہارا کون جیتا؟ ابوسفیانؓ نے کہا: جنگ ہمارے اور ان کے درمیان کنویں کا ڈول رہی، حاصل کرتے تھے وہ ہم سے اور حاصل کرتے تھے ہم ان سے، یعنی کامیابی کبھی ان کے قدم چومتی تھی اور کبھی ہمارے، مگر اس جواب پر ہرقل نے جو تبصرہ کیا تھا وہ وہاں نہیں تھا، وہ اس روایت میں ہے، یہ روایت یونس اَیلی کی ہے۔ ہرقل نے تبصرہ کیا ہے کہ انبیاء کے ساتھ ابتداء میں اللہ کا ایسا ہی معاملہ ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ ان کا بھی امتحان کرتے ہیں، مگر اچھا انجام انہی کے لئے ہوتا ہے۔ اس تبصرہ کا یہ جملہ: **كذلك الرسلُ تُبْتَلَى:** باب سے متعلق ہے کہ ہر جنگ میں مسلمانوں کا کامیاب ہونا ضروری نہیں، ان کا بھی امتحان ہوتا ہے، مگر آخر میں بالادستی انہی کے لئے ہوتی ہے، پس مجاہدین مایوس نہ ہوں۔

بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ: ﴿مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوْا اللّٰهَ عَلَيْهِ﴾

جہاد میں مجاہدین اللہ سے کئے ہوئے وعدے کو سچا کر دکھائیں

پہلے آیت آئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مؤمنین سے ان کی جانیں خرید لی ہیں، پس مجاہدین کی جانیں ان کی اپنی نہیں رہیں، لہٰذا جہاد میں مجاہدین کے پیش نظر یہ ہونا چاہئے کہ وہ اللہ سے کئے ہوئے عہد کو سچا کر دکھائیں، اور آیت کریمہ میں آگے ہے: ''پھر کچھ تو ان میں سے وہ ہیں جو اپنی نذر پوری کر چکے، اور کچھ ان میں مشتاق ہیں، اور انھوں نے (اپنے عہد میں) ذرا تبدیلی نہیں کی''، یعنی انھوں نے اللہ سے جو وعدہ کیا تھا کہ ہم راہِ خدا میں خون کا آخری قطرہ بھی بہادیں گے وہ عہد و پیمان انھوں نے پورا کیا، اور وہ شہید ہوگئے، اور کچھ حضرات ابھی باقی ہیں وہ انتظار میں ہیں کہ اگلا موقع آئے تو ہم بھی جام شہادت نوش کریں، پس انھوں نے اللہ سے کئے ہوئے عہد و پیمان میں کوئی تبدیلی نہیں کی، جو شہید ہوگئے ہوگئے اور جو بچ گئے وہ شہادت کے انتظار میں ہیں۔

اور باب میں تین حدیثیں ہیں: پہلی حدیث میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کے چچا حضرت انس بن النضر رضی اللہ عنہ کا کارنامہ بیان کیا گیا ہے کہ وہ جنگ احد میں کس طرح شہید ہوئے، پھر دوسری روایت میں ان کی فضیلت ہے، اور تیسری روایت میں آیت سے متعلق ایک واقعہ ہے۔

[۱۲-] بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ: ﴿مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوْا اللّٰهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَنْ قَضَى نَحْبَهُ وَمِنْهُمْ مَنْ يَنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا﴾

[۲۸۰۵-] حدثنا مُحَمَّدُ بْنُ سَعِيْدٍ الْخُزَاعِيُّ، ثَنَا عَبْدُ الأَعْلَى، عَنْ حُمَيْدٍ، قَالَ: سَأَلْتُ أَنَسًا، ح: وَحَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ زُرَارَةَ، ثَنَا زِيَادٌ، حَدَّثَنِي حُمَيْدٌ الطَّوِيْلُ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: غَابَ عَمِّيْ أَنَسُ ابْنُ النَّضْرِ عَنْ قِتَالِ بَدْرٍ، فَقَالَ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! غِبْتُ عَنْ أَوَّلِ قِتَالٍ قَاتَلْتَ الْمُشْرِكِيْنَ، لَئِنِ اللّٰهُ أَشْهَدَنِيْ قِتَالَ الْمُشْرِكِيْنَ لَيَرَيَّنَ اللّٰهُ مَا أَصْنَعُ.

فَلَمَّا كَانَ يَوْمُ أُحُدٍ، وَانْكَشَفَ الْمُسْلِمُوْنَ قَالَ: اللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَعْتَذِرُ إِلَيْكَ مِمَّا صَنَعَ هٰؤُلَآءِ- يَعْنِيْ أَصْحَابَهُ - وَأَبْرَأُ إِلَيْكَ مِمَّا صَنَعَ هٰؤُلَآءِ- يَعْنِي الْمُشْرِكِيْنَ - ثُمَّ تَقَدَّمَ فَاسْتَقْبَلَهُ سَعْدُ بْنُ مُعَاذٍ، فَقَالَ: يَا سَعْدَ بْنَ مُعَاذٍ! الْجَنَّةَ وَرَبِّ النَّضْرِ! إِنِّيْ أَجِدُ رِيْحَهَا مِنْ دُوْنِ أُحُدٍ، فَقَالَ سَعْدٌ: فَمَا اسْتَطَعْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! مَا صَنَعَ.

قَالَ أَنَسٌ: فَوَجَدْنَا بِهِ بِضْعًا وَثَمَانِيْنَ ضَرْبَةً بِالسَّيْفِ أَوْ طَعْنَةً بِالرُّمْحِ، أَوْ رَمْيَةً بِسَهْمٍ، وَوَجَدْنَاهُ

وَقَدْ قُتِلَ وَقَدْ مَثَّلَ بِهِ الْمُشْرِكُوْنَ فَمَا عَرَفَهُ أَحَدٌ إِلَّا أُخْتُهُ بِبَنَانِهِ، قَالَ أَنَسٌ: كُنَّا نُرَى أَوْ: نَظُنُّ أَنَّ هٰذِهِ الآيَةَ نَزَلَتْ فِيْهِ وَفِيْ أَشْبَاهِهِ: ﴿مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوْا اللّٰهَ عَلَيْهِ﴾ إِلٰى آخِرِ الآيَةِ.

[الاحزاب: ٢٣] [انظر: ٤٠٤٨، ٤٧٨٣]

[٢٨٠٦-] وَقَالَ: إِنَّ أُخْتَهُ - وَهِيَ تُسَمَّى: الرُّبَيِّعَ - كَسَرَتْ ثَنِيَّةَ امْرَأَةٍ فَأَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم بِالْقِصَاصِ، فَقَالَ أَنَسٌ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! وَالَّذِيْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ لَا تُكْسَرُ ثَنِيَّتُهَا! فَرَضُوْا بِالْأَرْشِ وَتَرَكُوْا الْقِصَاصَ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: " إِنَّ مِنْ عِبَادِ اللّٰهِ مَنْ لَوْ أَقْسَمَ عَلَى اللّٰهِ لَأَبَرَّهُ" [راجع: ٢٧٠٣]

حدیث (۱): حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میرے چچا انس بن النضر رضی اللہ عنہ جنگ بدر میں غیر حاضر تھے، پس انھوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میں اس پہلی جنگ سے غیر حاضر رہا، جس میں آپؐ نے مشرکین سے قتال کیا، بخدا! اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے مشرکین سے لڑنے کا موقع دیا تو ضرور اللہ تعالیٰ دیکھیں گے وہ کارنامہ جو میں انجام دوں گا۔

پھر جب جنگِ احد کا موقع آیا اور مسلمان میدان سے ہٹ گئے تو حضرت انسؓ نے کہا: اے اللہ! میں معذرت خواہ ہوں اس چیز سے جس کو ان لوگوں نے کیا — وہ اپنے ساتھیوں کو مراد لے رہے تھے — اور میں بیزار ہوں اس چیز سے جس کو ان لوگوں نے کیا — مراد لے رہے تھے وہ مشرکین کو — پھر وہ آگے بڑھے، پس ان کا سامنا سعد بن معاذؓ سے ہوا، پس انھوں نے کہا: اے سعد! میں جنت چاہتا ہوں، قسم ہے میرے ابا کے پروردگار کی! بیشک میں جنت کی خوشبو پاتا ہوں، احد پہاڑ کے ورے (جنگ کے بعد) حضرت سعدؓ نے کہا: اے اللہ کے رسول! جو کارنامہ انھوں نے انجام دیا وہ میں انجام نہیں دے سکا۔

راوی حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: پس پائی ہم نے ان کے جسم میں اسّی سے زیادہ چوٹیں تلوار کی یا بھالا مارنے کی یا تیر لگنے کی، اور پایا ہم نے ان کو اس حال میں کہ وہ شہید کئے گئے اور مشرکین نے ان کی لاش بگاڑ دی، پس ان کو ان کی بہن کے علاوہ کسی نے نہیں پہچانا، اور انھوں نے بھی ان کے پوروں سے پہچانا۔ حضرت انسؓ کہتے ہیں: ہمارا خیال ہے کہ یہ آیت ان کے اور ان جیسے مؤمنین کے حق میں نازل ہوئی: ﴿رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوْا اللّٰهَ عَلَيْهِ﴾ آخر تک۔

حدیث (۲): اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ان کی بہن نے جن کا نام ربیع تھا، ایک عورت کا دانت توڑ دیا تھا، پس نبی ﷺ نے قصاص کا فیصلہ کیا، حضرت انس بن النضرؓ نے کہا: اے اللہ کے رسول! قسم ہے اس ذات کی جس نے آپؐ کو دین حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے! ربیعؓ کا دانت نہیں توڑا جائے گا! پس دوسرا فریق دیت لینے پر راضی ہو گیا اور انھوں نے قصاص کا مطالبہ چھوڑ دیا، نبی ﷺ نے فرمایا: إِنَّ مِن عباد الله مَنْ لَوْ أَقْسَمَ على اللهِ لَأَبَرَّهُ: اللہ کے بعض بندے ایسے ہوتے ہیں کہ اگر وہ اللہ پر قسم کھالیں تو اللہ ان کی قسم کو نیک بنائیں (یہ حدیث پہلے گذری ہے)

[۲۸۰۷-] حدثنا أَبُوْ الْيَمَانِ، أَنَا شُعَيْبٌ: عَنِ الزُّهْرِيِّ، ح: وَحَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ، ثَنِي أَخِيْ، عَنْ سُلَيْمَانَ، أَرَاهُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِيْ عَتِيْقٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ خَارِجَةَ بْنِ زَيْدٍ: أَنَّ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ قَالَ: نَسَخْتُ الصُّحُفَ فِي الْمَصَاحِفِ، فَفَقَدْتُ آيَةً مِنَ الْأَحْزَابِ كُنْتُ أَسْمَعُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم يَقْرَأُ بِهَا، فَلَمْ أَجِدْهَا إِلَّا مَعَ خُزَيْمَةَ الْأَنْصَارِيِّ، الَّذِيْ جَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم شَهَادَتَهُ شَهَادَةَ رَجُلَيْنِ، وَهُوَ قَوْلُهُ: ﴿مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوْا اللّٰهَ عَلَيْهِ﴾

[انظر: ٤٠٤٩، ٤٦٧٩، ٤٧٨٤، ٤٩٨٦، ٤٩٨٨، ٤٩٨٩، ٧١٩١، ٧٤٢٥]

ترجمہ: حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے قرآن تیار کئے تو سورۂ احزاب کی ایک آیت نہیں پائی، جس کو نبی ﷺ پڑھا کرتے تھے، اور میں اس کو سنا کرتا تھا، پس میں نے اس کو نہیں پایا مگر حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ جن کی گواہی کو نبی ﷺ نے دو آدمیوں کی گواہی کے برابر قرار دیا ہے، اور وہ اللہ کا ارشاد ہے: ﴿مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوْا اللّٰهَ عَلَيْهِ﴾ (اس کی تفصیل تحفۃ القاری کے مقدمہ میں جمع قرآن کی بحث میں ہے)

بَابٌ: عَمَلٌ صَالِحٌ قَبْلَ الْقِتَالِ

جہاد سے پہلے نیک عمل

پہلے ترمذی شریف کی روایت کے حوالہ سے یہ بات بیان کی گئی ہے کہ شہداء کے مراتب میں تفاوت: شہادت کے علاوہ دو اور چیزوں سے بھی ہوتا ہے ایک وصف شجاعت سے، دوسرے عمل صالح سے۔ گذشتہ باب میں وصفِ شجاعت کا ذکر آیا ہے کہ جو بندے اللہ سے کیا ہوا عہد سچا کر دکھاتے ہیں وہی بہادر مجاہدین ہیں اب اس باب میں عمل صالح کا ذکر ہے، اگر شہید اللہ کا نیک بندہ ہے تو اس کا مقام دوسرے شہداء سے بلند ہے۔

اثر: حکیم الامت حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم اپنے اعمال کے ساتھ لڑتے ہو، بِأَعْمَالِكُمْ: مُتَلَبِّسِيْنَ سے متعلق ہے، یعنی مجاہد پہلے سے جو عمل کرتا رہا ہے اس کا اس کے جہاد میں اثر آتا ہے۔

عجیب بات: امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت ابوالدردا رضی اللہ عنہ کے قول کو دو حصوں میں بانٹا ہے، ایک کو باب بنایا ہے اور دوسرے کو ان کے نام سے ذکر کیا ہے، ان کا پورا قول یہ ہے: أَيُّهَا النَّاسُ! عَمَلٌ صَالِحٌ قَبْلَ الْغَزْوِ، فَإِنَّمَا تُقَاتِلُوْنَ بِأَعْمَالِكُمْ: لوگو! جہاد میں نکلنے سے پہلے نیک عمل کرو، کیونکہ تم اپنے اعمال کے ساتھ ہی لڑتے ہو، پس تمہارے نیک اعمال کا اثر تمہارے جہاد میں آئے گا۔

پھر سورۃ الصّف کی تین آیتیں لکھی ہیں: ''اے ایمان والو! ایسی بات کیوں کہتے ہو جو کرتے نہیں! اللہ کے نزدیک یہ

بات بہت ناراضگی کی ہے کہ تم ایسی بات کہو جو کرو نہیں! بیشک اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو پسند کرتے ہیں جو ان کے راستہ میں اس طرح مل کر لڑتے ہیں جیسے وہ سیسہ پلائی ہوئی عمارت ہیں"

تفسیر: پہلے بیان کیا ہے کہ چند صحابہ مسجدِ نبوی میں باتیں کر رہے تھے کہ اگر ہمیں معلوم ہو جائے کہ اللہ کو کونسا عمل پسند ہے تو ہم جان کی بازی لگا دیں، اس پر سورۃ الصّف نازل ہوئی اور ان سے کہا گیا کہ اللہ کو سب سے زیادہ پسند عمل جہاد ہے، لیکن گفتار کے غازی بننے سے کام نہیں چلے گا، کردار چاہئے، اور کردار میں بہادری کے علاوہ اعمال صالحہ بھی ہیں۔

حدیث: جنگِ بدر کے موقع پر ایک شخص ہتھیاروں سے لیس آیا، اور اس نے کہا: میں پہلے لڑوں پھر مسلمان ہوؤں یا پہلے اسلام قبول کروں پھر لڑوں؟ آپؐ نے فرمایا: پہلے ایمان لاؤ، چنانچہ وہ ایمان لایا، اور میدان میں اترا، اور بہادری سے لڑا، اور شہید ہو گیا، پس آپؐ نے فرمایا: "عمل تھوڑا کیا اور مرتبہ بڑا پایا" یہ جو قتال سے پہلے ایمان لایا ہے وہی عمل صالح ہے۔

[۱۳-] بَابٌ: عَمَلٌ صَالِحٌ قَبْلَ الْقِتَالِ

[۱-] وَقَالَ أَبُوْ الدَّرْدَاءِ: إِنَّمَا تُقَاتِلُوْنَ بِأَعْمَالِكُمْ.

[۲-] وَقَوْلُهُ: ﴿يٰأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَالَا تَفْعَلُوْنَ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ﴾ إِلٰى قَوْلِهِ: ﴿بُنْيَانٌ مَرْصُوْصٌ﴾ [الصف: ۲-۴]

[۲۸۰۸-] حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيْمِ، ثَنَا شَبَابَةُ بْنُ سَوَّارٍ الْفَزَارِيُّ، ثَنَا إِسْرَائِيْلُ، عَنْ أَبِيْ إِسْحَاقَ، قَالَ: سَمِعْتُ الْبَرَاءَ يَقُوْلُ: أَتَى النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم رَجُلٌ مُقَنَّعٌ بِالْحَدِيْدِ فَقَالَ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! أُقَاتِلُ أَوْ أُسْلِمُ؟ قَالَ: " أَسْلِمْ ثُمَّ قَاتِلْ" فَأَسْلَمَ ثُمَّ قَاتَلَ فَقُتِلَ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: " عَمِلَ قَلِيْلًا وَأُجِرَ كَثِيْرًا"

قوله: مُقَنَّعٌ بِالْحَدِيْدِ: لوہے میں غرق تھا یعنی لوہے کا خود وغیرہ پہنے ہوئے تھا۔

بَابُ مَنْ أَتَاهُ سَهْمٌ غَرْبٌ فَقَتَلَهُ

جس کو انجانا تیر لگا اور شہید ہو گیا

شہادت کے لئے ضروری نہیں کہ قتل کرنے والا دشمن معلوم ہو، اگر کسی کو انجانی گولی لگی، معلوم نہیں کہاں سے آئی تو بھی شہید ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی پھوپھی ربیع بنت النضرؓ جو حارثہ بن سراقہؓ کی ماں ہیں: بدر کی جنگ کے بعد نبی ﷺ کی خدمت میں آئیں اور پوچھا: اے اللہ کے نبی! مجھے حارثہ کا حال بتایئے، حارثہؓ بدر کی جنگ میں چشمہ پر پانی بھر رہے تھے کہ تیر آیا اور ان کے گلے میں لگا، جس سے وہ شہید ہو گئے، ان کی ماں نے کہا: اگر وہ جنت میں ہے تو میں صبر

کروں گی، ورنہ میں رو رو کر خود کو ہلکان کرلوں گی۔ نبی ﷺ نے فرمایا: حارثہ کی ماں! جنت کوئی ایک باغ تھوڑے ہے، جنت تو بہت سے باغات کا مجموعہ ہے، اور تیرا لڑکا فردوس اعلیٰ (بہشت بریں) میں ہے۔

[١٤-] بَابُ مَنْ أَتَاهُ سَهْمٌ غَرْبٌ فَقَتَلَهُ

[٢٨٠٩-] حدثنا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، ثَنَا حُسَيْنُ بْنُ مُحَمَّدٍ أَبُوْ أَحْمَدَ، ثَنَا شَيْبَانُ، عَنْ قَتَادَةَ، ثَنَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ: أَنَّ أُمَّ الرُّبَيِّعِ بِنْتَ الْبَرَاءِ: وَهِيَ أُمُّ حَارِثَةَ بْنِ سُرَاقَةَ أَتَتِ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم، فَقَالَتْ: يَا نَبِيَّ اللّٰهِ! أَلَا تُحَدِّثُنِيْ عَنْ حَارِثَةَ؟ وَكَانَ قُتِلَ يَوْمَ بَدْرٍ، أَصَابَهُ سَهْمٌ غَرْبٌ، فَإِنْ كَانَ فِي الْجَنَّةِ صَبَرْتُ، وَإِنْ كَانَ غَيْرَ ذٰلِكَ اجْتَهَدْتُ عَلَيْهِ فِي الْبُكَاءِ. قَالَ:" يَا أُمَّ حَارِثَةَ! إِنَّهَا جِنَانٌ فِي الْجَنَّةِ، وَإِنَّ ابْنَكِ أَصَابَ الْفِرْدَوْسَ الْأَعْلٰى"[انظر: ٣٩٨٢، ٦٥٥٠، ٦٥٦٧]

قوله: أن أمّ الربيّع بنت البراء: تمام شارحین متفق ہیں کہ یہ راوی کا وہم ہے، حارثہ کی ماں ربیع بنت النضر تھیں، اور یہ حدیث آگے تین جگہ آئی ہے مگر وہاں یہ جملہ نہیں ہے۔

بَابُ مَنْ قَاتَلَ لِتَكُوْنَ كَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا

جو شخص اللہ کے دین کی سربلندی کے لئے لڑا

آدمی مختلف مقاصد سے لڑتا ہے، مگر جہاد کے فضائل سب کے لئے نہیں، صرف اس مجاہد کے لئے ہیں جو دین کی سربلندی کے لئے لڑتا ہے۔ اور حدیث پہلے (تحفۃ القاری ۱: ۴۲۸ حدیث ۱۲۳) آچکی ہے۔

[١٥-] بَابُ مَنْ قَاتَلَ لِتَكُوْنَ كَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا

[٢٨١٠-] حدثنا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، ثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَمْرٍو، عَنْ أَبِيْ وَائِلٍ، عَنْ أَبِيْ مُوْسَى، قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم، فَقَالَ: الرَّجُلُ يُقَاتِلُ لِلْمَغْنَمِ، وَالرَّجُلُ يُقَاتِلُ لِلذِّكْرِ، وَالرَّجُلُ يُقَاتِلُ لِيُرَى مَكَانُهُ: فَمَنْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ؟ قَالَ:" مَنْ قَاتَلَ لِتَكُوْنَ كَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا فَهُوَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ"[راجع: ١٢٣]

بَابُ مَنْ اغْبَرَّتْ قَدَمَاهُ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ

جس کے قدم راہِ خدا میں گرد آلود ہوئے

نبی ﷺ کے زمانہ میں لوگ عام طور پر جوتے چپلوں کے بغیر ننگے پاؤں چلتے تھے، اس لئے پیر غبار آلود ہوتے تھے،

راہِ خدا میں اگر کوئی چار قدم بھی چلا اور اس کے پیر گرد آلود ہوئے تو اس کے قدموں کو جہنم نہیں چھوئے گی۔ اور حدیث پہلے (تحفہ ۳: ۲۲۷ حدیث ۹۰۷) آچکی ہے۔

پھر حضرت رحمہ اللہ نے سورۃ التوبہ کی آیت ۱۲۰ لکھی ہے، اس میں مدینہ اور قرب وجوار کے ان منافقین سے خطاب ہے جو غزوۂ تبوک میں پیچھے رہے تھے، ارشادِ پاک ہے: ''مدینہ کے رہنے والوں کے لئے اور جو دیہاتی ان کے اردگرد رہتے ہیں ان کے لئے زیبا نہیں تھا کہ وہ اللہ کے رسول کا ساتھ نہ دیں، اور وہ اپنی جان کو ان کی جان سے زیادہ عزیز رکھیں، یہ نامناسب ہونا بایں وجہ ہے کہ ان (مجاہدین) کو اللہ کی راہ میں جو پیاس لگتی ہے اور جو ماندگی پہنچتی ہے اور جو بھوک لگتی ہے اور وہ جو کوئی ایسا چلنا چلتے ہیں جو کفار کے لئے موجب غیظ ہوتا ہے اور وہ دشمنوں کی جو کچھ خبر لیتے ہیں ان سب پر ان کے نام ایک ایک نیک کام لکھا جاتا ہے، اللہ تعالیٰ یقیناً مخلصین کا اجر ضائع نہیں کرتے''

اس آیت میں ہے: ﴿وَلَا يَطَؤُنَ مَوْطِئًا يَغِيظُ الْكُفَّارَ﴾: وہ جو کوئی ایسا چلنا چلتے ہیں جو کفار کے لئے موجب غیظ ہوتا ہے، یہ ٹکڑا باب سے متعلق ہے، کیونکہ اس زمانہ کے اعتبار سے جب ننگے پیر چلیں گے تو یقیناً پیر غبار آلود ہونگے، اور اس کے بدلے ان کے لئے نیک عمل لکھا جائے گا، اور نیک عمل کرنے والا جہنم میں نہیں جائے گا۔

[۱۶-] بَابُ مَنِ اغْبَرَّتْ قَدَمَاهُ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ

وَقَوْلِ اللّٰهِ: ﴿مَاكَانَ لِأَهْلِ الْمَدِيْنَةِ وَمَنْ حَوْلَهُمْ مِنَ الْأَعْرَابِ أَنْ يَتَخَلَّفُوْا عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ﴾ إِلٰى قَوْلِهِ: ﴿ إِنَّ اللّٰهَ لاَ يُضِيْعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ﴾[التوبة: ۱۲۰]

[۲۸۱۱-] حدثنا إِسْحَاقُ، ثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُبَارَكِ، ثَنَا يَحْيَى بْنُ حَمْزَةَ، ثَنِيْ يَزِيْدُ بْنُ أَبِيْ مَرْيَمَ، أَخْبَرَنِيْ عَبَايَةُ بْنُ رِفَاعَةَ بْنِ رَافِعِ بْنِ خَدِيْجٍ: أَخْبَرَنِيْ أَبُوْ عَبْسٍ - اسْمُهُ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ جَبْرٍ - أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ: '' مَا اغْبَرَّتْ قَدَمَا عَبْدٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَتَمَسَّهُ النَّارُ''[راجع: ۹۰۷]

بَابُ مَسْحِ الْغُبَارِ عَنِ الرَّأْسِ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ

راہِ خدا میں سر پر لگے ہوئے غبار کو پونچھنا

یہ باب دفع دخل مقدر کے طور پر لائے ہیں، گذشتہ باب سے معلوم ہوا کہ راہِ خدا میں جو غبار پہنچے اس کو پونچھنا نہیں چاہئے، وہ برکت والی دھول ہے، اس باب سے بتلایا کہ پونچھ سکتے ہیں، جب دھول بدن پر لگ گئی تو فضیلت حاصل ہوگئی، اب اگر اس کو جھاڑ دیا جائے تو فضیلت ختم نہیں ہوگی، جیسے وضو کا پانی تولا جائے گا، چاہے تولیہ سے پونچھ لیا جائے یا نالی میں بہہ جائے، بہر حال تولا جائے گا۔ اور حدیث پہلے (تحفہ ۲: ۲۲۳ حدیث ۴۴۷) گذر چکی ہے، نبی ﷺ نے حضرت عمار

رضی اللہ عنہ کے سر سے غبار پونچھا ہے، پس خود بھی پونچھ سکتے ہیں۔

[۱۷-] بَابُ مَسْحِ الْغُبَارِ عَنِ الرَّأْسِ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ

[۲۸۱۲-] حدثنا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسَى، نا عَبْدُ الْوَهَّابِ، ثَنَا خَالِدٌ، عَنْ عِكْرِمَةَ، أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ قَالَ لَهُ وَلِعَلِيِّ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ: ائْتِيَا أَبَا سَعِيْدٍ فَاسْمَعَا مِنْ حَدِيْثِهِ، فَأَتَيْنَاهُ وَهُوَ وَأَخُوْهُ فِيْ حَائِطٍ لَهُمَا يَسْقِيَانِهِ، فَلَمَّا رَآنَا جَاءَ فَاحْتَبَى وَجَلَسَ، فَقَالَ: كُنَّا نَنْقُلُ لَبِنَ الْمَسْجِدِ لَبِنَةً لَبِنَةً، وَكَانَ عَمَّارٌ يَنْقُلُ لَبِنَتَيْنِ لَبِنَتَيْنِ، فَمَرَّ بِهِ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم وَمَسَحَ عَنْ رَأْسِهِ الْغُبَارَ، فَقَالَ: "وَيْحَ عَمَّارٍ! تَقْتُلُهُ الْفِئَةُ الْبَاغِيَةُ! يَدْعُوْهُمْ إِلَى اللّٰهِ، وَيَدْعُوْنَهُ إِلَى النَّارِ" [راجع: ٤٤٧]

بَابُ الْغُسْلِ بَعْدَ الْحَرْبِ وَالْغُبَارِ

جنگ اور غبار کے بعد نہانا

یہ ذیلی باب ہے، غبار صرف جھاڑ ہی نہیں سکتے دھو بھی سکتے ہیں، جنگ ختم ہوجانے کے بعد نہا کر بدن صاف کر سکتے ہیں، اور جسم سے غبار دھو سکتے ہیں، جب نبی ﷺ غزوۂ احزاب سے گھر لوٹے اور ہتھیار اتار دیئے اور نہا لئے تو آپؐ کے پاس حضرت جبرئیل علیہ السلام آئے، غبار نے ان کے سر پر پٹی باندھ رکھی تھی، یعنی جو بال ٹوپی یا عمامہ سے باہر تھے وہ سب گرد آلود ہو رہے تھے، ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے غبار کی پٹی باندھ رکھی ہے، اور انھوں نے کہا: آپؐ نے ہتھیار اتار دیئے، پس بخدا! میں نے ہتھیار نہیں اتارے، نبی ﷺ نے پوچھا: أَيْنَ؟ کہاں کا حکم ہے؟ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا: ههُنَا، یہاں کا اور انھوں نے بنو قریظہ کی طرف اشارہ کیا، صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: پس نبی ﷺ ان کی طرف نکلے یعنی فوج کشی کی، یہ حدیث پہلے گذری ہے، مگر یہ مضمون وہاں نہیں آیا آگے آئے گا۔

[۱۸-] بَابُ الْغُسْلِ بَعْدَ الْحَرْبِ وَالْغُبَارِ

[۲۸۱۳-] حدثنا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ، ثَنَا عَبْدَةُ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ عَائِشَةَ: أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم لَمَّا رَجَعَ يَوْمَ الْخَنْدَقِ، وَوَضَعَ السِّلَاحَ وَاغْتَسَلَ، فَأَتَاهُ جِبْرِيْلُ وَقَدْ عَصَبَ رَأْسَهُ الْغُبَارُ، فَقَالَ: وَضَعْتَ السِّلَاحَ فَوَ اللّٰهِ مَا وَضَعْتُهُ! فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: "فَأَيْنَ؟" قَالَ: هَاهُنَا، وَأَوْمَأَ إِلَى بَنِيْ قُرَيْظَةَ. قَالَتْ: فَخَرَجَ إِلَيْهِمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم.

[راجع: ٤٦٣]

بَابُ فَضْلِ قَوْلِ اللّٰهِ: ﴿وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ أَمْوَاتًا﴾ الآيات

راہِ خدا میں مارے جانے والے شہدا کے حالات کی اہمیت

باب میں لفظ فضل ہے اس پر شارحین کو حیرت ہے: اللہ کے قول کی فضیلت: کیا مطلب؟ اسماعیلی نے تو لفظ فضل حذف کر دیا ہے، مگر ان حضرات کے ذہن میں فضل کے معنی فضیلت اور ثواب کے ہیں، اس لئے ان کو حیرت ہوئی، اگر فضل کے معنی اہمیت کے لئے جائیں تو کچھ اشکال باقی نہیں رہتا، آیت میں جو مضامین ہیں ان کی اہمیت ظاہر کرنی مقصود ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے سورۂ آل عمران کی تین آیتیں لکھیں ہیں: ''اور جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کئے گئے ان کو مردہ خیال مت کرو، وہ لوگ زندہ ہیں، اپنے پروردگار کے پاس روزی دیئے جاتے ہیں، وہ خوش ہیں اس چیز سے جو ان کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے عطا فرمائی ہے، اور وہ خوش ہوتے ہیں ان لوگوں پر جو ابھی ان کے پاس نہیں پہنچے، ان کے پیچھے ہیں کہ ان کو بھی کوئی خوف نہیں ہوگا، نہ وہ مغموم ہونگے، وہ خوش ہوتے ہیں اللہ کی نعمت اور اللہ کے فضل پر اور اللہ تعالیٰ ایمان والوں کا اجر ضائع نہیں فرماتے''

تفسیر: ان آیات میں شہداء کے تعلق سے تین باتیں بیان کی گئی ہیں:

پہلی بات: شہداء مرے نہیں، ان کو مردہ مت گمان کرو، سورۃ البقرۃ آیت ۱۵۴ میں ہے کہ ان کو مردہ مت کہو ﴿وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ أَمْوَاتًا، بَلْ أَحْيَاءٌ وَلٰكِنْ لَا تَشْعُرُوْنَ﴾: اور جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کئے گئے ان کے بارے میں یہ مت کہو کہ وہ مردے ہیں بلکہ وہ زندہ ہیں مگر تم اس کا ادراک نہیں کر سکتے، شہداء کی یہ زندگی دنیوی نہیں ہے برزخی ہے، ﴿عِنْدَ رَبِّهِمْ﴾ معانقہ کے طور پر آیا ہے ﴿أَحْيَاءٌ﴾ سے بھی اس کا تعلق ہو سکتا ہے اور ﴿يُرْزَقُوْنَ﴾ سے بھی، پس ان کو جو روزی دی جاتی ہے وہ بھی برزخی ہے۔

دوسری بات: شہداء اللہ کے اس فضل پر خوش ہیں جو اللہ نے ان کو عطا فرمایا ہے یعنی آخرت میں ان کا جو اعزاز و اکرام ہوا ہے اس پر وہ شاداں فرحاں ہیں۔

تیسری بات: جو لوگ ابھی پیچھے ہیں، آئندہ شہید ہونگے اس کا شہداء کو ادراک ہو جاتا ہے اور وہ آئندہ شہید ہونے والے اپنے بھائیوں کے بارے میں بھی شاداں و فرحاں ہیں کہ انہیں بھی وہ مقام ملے گا کہ نہ ان کو کوئی خوف ہوگا نہ وہ غمگین ہونگے۔

پھر تیسری آیت میں دو آیتوں کا خلاصہ ہے کہ شہداء نعمتِ خداوندی اور فضلِ الٰہی پر خوشیاں مناتے ہیں۔ پھر اللہ پاک کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ اہل ایمان کا اجر ضائع نہیں کرتے، یہ شہداء کا حوصلہ بڑھایا ہے کہ وہ جس نعمت اور فضل خداوندی سے خوش ہو رہے ہیں وہ ان کو ان کے عمل کے صلہ میں ملا ہے، جیسے جنت جسے بھی ملے گی اللہ کے فضل سے ملے گی مگر جنتیوں سے کہا جائے گا: ﴿تِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِيْ أُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾ (الزخرف آیت ۷۲) اور جنتیوں سے کہا جائے گا کہ

یہ وہ جنت ہے جس کے تم وارث بنائے گئے ہو اپنے نیک اعمال کے عوض میں۔

شانِ نزول: مذکورہ آیات کس واقعہ میں نازل ہوئی ہیں؟ یعنی کن شہداء کے حق میں نازل ہوئی ہیں؟ مقاتل رحمہ اللہ کا قول ہے کہ بدر کے چودہ شہداء کے بارے میں نازل ہوئی ہیں، مگر اس قول کی کوئی دلیل نہیں، دوسرا قول یہ ہے کہ بیر معونہ کے ستر شہداء کے بارے میں نازل ہوئی ہیں، امام بخاریؒ باب میں جو پہلی روایت لائے ہیں اس میں اس کا ذکر ہے، اور تیسرا قول ہے کہ احد کے ستر شہداء کے بارے میں نازل ہوئی ہیں، امام بخاریؒ باب میں دوسری روایت اس سلسلہ میں لائے ہیں، شہدائے احد کے سلسلہ میں پہلے قرآن میں یہ آیت نازل ہوئی تھی: بَلِّغُوْا قومَنا أن قد لَقِينَا رَبَّنَا فَرَضِي عَنَّا وَأَرْضَانَا: پھر اس کو منسوخ کر کے مذکورہ تین آیات اس کی جگہ نازل کی گئیں، پس صحیح یہ ہے کہ شانِ نزول یہ دو واقعے ہیں، احد کے ستر شہداء اور بیر معونہ کے ستر شہداء اور بیر معونہ کا واقعہ احد کے بعد فوراً ہی پیش آیا ہے، اور احد کے شہداء دشمن سے لڑتے ہوئے شہید ہوئے تھے اور بیر معونہ کے شہداء کو غداری سے قتل کیا گیا تھا، پس ان کا معاملہ بھی نہایت اہم ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مہینہ تک ان قبائل کے لئے بددعا کی تھی جنھوں نے ان قراء کو شہید کیا تھا۔

[۱۹-] بَابُ فَضْلِ قَوْلِ اللّٰهِ: ﴿وَلاَ تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ. فَرِحِيْنَ مَا آتَاهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهِ﴾ إِلٰى قَوْلِهِ: ﴿وَأَنَّ اللّٰهَ لاَيُضِيْعُ أَجْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾

[۲۸۱٤-] حدثنا إِسْمَاعِيْلُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، ثَنِيْ مَالِكٌ، عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِيْ طَلْحَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: دَعَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم عَلَى الَّذِيْنَ قَتَلُوْا أَصْحَابَ بِئْرِ مَعُوْنَةَ ثَلاَثِيْنَ غَدَاةً، عَلٰى رِعْلٍ وَذَكْوَانَ وَعُصَيَّةَ عَصَتِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ. قَالَ أَنَسٌ: أُنْزِلَ فِي الَّذِيْنَ قُتِلُوْا بِبِئْرِ مَعُوْنَةَ قُرْآنٌ قَرَأْنَاهُ ثُمَّ نُسِخَ بَعْدُ: " بَلِّغُوْا قَوْمَنَا أَنْ قَدْ لَقِيْنَا رَبَّنَا فَرَضِيَ عَنَّا وَرَضِيْنَا عَنْهُ" [راجع: ۱۰۰۱]

[۲۸۱۵-] حدثنا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، ثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَمْرٍو، سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ، يَقُوْلُ: اصْطَبَحَ نَاسٌ الْخَمْرَ يَوْمَ أُحُدٍ: ثُمَّ قُتِلُوْا شُهَدَاءَ، فَقِيْلَ لِسُفْيَانَ: مِنْ آخِرِ ذٰلِكَ الْيَوْمِ؟ قَالَ: لَيْسَ هٰذَا فِيْهِ.

[انظر: ٤٠٤٤، ٤٦١٨]

وضاحت: اصطبح: صبح میں شراب پی .... سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ سے پوچھا گیا: اس حدیث میں من آخر ذلك اليوم ہے؟ یعنی جس صبح کو شراب پی تھی، اسی دن شام کو وہ شہید کئے گئے: یہ جملہ ہے؟ سفیان نے کہا: اس حدیث میں یہ جملہ نہیں ہے۔

بَابُ ظِلِّ الْمَلاَئِكَةِ عَلَى الشَّهِيْدِ

شہید پر فرشتوں کا سایہ

یہ ذیلی باب ہے، شہداء کا اکرام صرف آخرت میں نہیں کیا جاتا، دنیا میں بھی فرشتے ان کے ساتھ اکرام کا معاملہ کرتے ہیں، سایہ کرنے سے مقصود دھوپ سے بچانا ہی نہیں ہوتا، اعزاز بھی مقصود ہوتا ہے، اور باب میں جو روایت ہے وہ پہلے گذری ہے، حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے والد حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ احد میں شہید کئے گئے تھے اور ان کی لاش بگاڑ دی گئی تھی، ان پر فرشتے برابر سایہ کئے رہے یہاں تک کہ ان کی لاش دفن کے لئے اٹھائی گئی۔

[٢٠-] بَابُ ظِلِّ الْمَلاَئِكَةِ عَلَى الشَّهِيْدِ

[٢٨١٦-] حدثنا صَدَقَةُ بْنُ الْفَضْلِ، أَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ، سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ الْمُنْكَدِرِ، أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ ابْنَ عَبْدَ اللّٰهِ، يَقُوْلُ: جِيْءَ بِأَبِيْ إِلَى النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم وَقَدْ مُثِّلَ بِهِ، وَوُضِعَ بَيْنَ يَدَيْهِ، فَذَهَبْتُ أَكْشِفُ عَنْ وَجْهِهِ، فَنَهَانِي قَوْمِيْ، فَسَمِعَ صَوْتَ صَائِحَةٍ فَقِيْلَ: ابْنَةُ عَمْرٍو، أَوْ: أُخْتُ عَمْرٍو، فَقَالَ: فَلِمَ تَبْكِيْ؟ أَوْ: لَا تَبْكِيْ، مَا زَالَتِ الْمَلاَئِكَةُ تُظِلُّهُ بِأَجْنِحَتِهَا" قُلْتُ لِصَدَقَةَ: أَفِيْهِ: حَتَّى رُفِعَ؟ قَالَ: رُبَّمَا قَالَهُ. [راجع: ١٢٤٤]

بَابُ تَمَنِّى الْمُجَاهِدِ أَنْ يَرْجِعَ إِلَى الدُّنْيَا

مجاہد کا دنیا میں واپس آنے کی تمنا کرنا

یہ بھی ذیلی باب ہے، آخرت میں شہید کا کتنا اعزاز کیا جاتا ہے؟ اس کا اندازہ اس سے لگائیں کہ شہید تمنا کرتا ہے کہ بار بار دنیا میں لوٹے، اور دس مرتبہ قتل کیا جائے تاکہ اس کے اعزاز میں اضافہ ہو، اور حدیث ابھی گذری ہے، وہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے حُمید طویل کی روایت تھی (حدیث ۲۷۹۵) اور یہ قتادہ کی روایت ہے۔

[٢١-] بَابُ تَمَنِّى الْمُجَاهِدِ أَنْ يَرْجِعَ إِلَى الدُّنْيَا

[٢٨١٧-] حدثنا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، ثَنَا غُنْدَرٌ، ثَنَا شُعْبَةُ، سَمِعْتُ قَتَادَةَ، سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ، عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم، قَالَ: " مَا أَحَدٌ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ يُحِبُّ أَنْ يَرْجِعَ إِلَى الدُّنْيَا، وَلَهُ مَا عَلَى الْأَرْضِ مِنْ شَيْءٍ، إِلَّا الشَّهِيْدُ، يَتَمَنَّى أَنْ يَرْجِعَ إِلَى الدُّنْيَا، فَيُقْتَلَ عَشْرَ مَرَّاتٍ، لِمَا يَرَى مِنَ الْكَرَامَةِ"

[راجع: ٢٧٩٥]

بَابٌ: الْجَنَّةُ تَحْتَ بَارِقَةِ السُّيُوْفِ

جنت تلواروں کی چمک کے نیچے ہے

اب ابواب آگے بڑھاتے ہیں، حصول جنت کی بہت سی راہیں ہیں، لیکن ایک مختصر راستہ جہاد کرنا ہے، جب گھمسان کا رن پڑے تو بھاگے نہیں، جم کر لڑے، تلواروں کے سایے میں جنت ہے۔

اور باب میں دو اثر اور ایک حدیث ہے:

پہلا اثر: حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ہمیں نبی ﷺ نے بتلایا کہ جو ہم میں سے مارا گیا وہ جنت میں پہنچ گیا زمین پر خون کا پہلا قطرہ گرتے ہی شہید کے تمام گناہ —— حقوق العباد کے علاوہ —— معاف کر دیئے جاتے ہیں۔

دوسرا اثر: صلح حدیبیہ کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ سے پوچھا: کیا ہمارے مقتولین جنت میں اور ان کے مقتولین دوزخ میں نہیں ہونگے؟ آپؐ نے فرمایا: کیوں نہیں، اور قتل وہ کیا جاتا ہے جو تلواروں کے سایہ میں لڑتا ہے۔

حدیث: سالم ابوالنضر: عمر بن عبید اللہ کے سکریٹری تھے، وہ کہتے ہیں: حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ نے عمر بن عبید اللہ کو خط لکھا کہ نبی ﷺ نے فرمایا ہے: اور جان لو کہ جنت تلواروں کے سایے میں ہے۔

[۲۲-] بَابٌ: الْجَنَّةُ تَحْتَ بَارِقَةِ السُّيُوْفِ

[۱-] وَقَالَ الْمَغِيْرَةُ بْنُ شُعْبَةَ: أَخْبَرَنَا نَبِيُّنَا صلى الله عليه وسلم: "مَنْ قُتِلَ مِنَّا صَارَ إِلَى الْجَنَّةِ"

[۲-] وَقَالَ عُمَرُ لِلنَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم: أَلَيْسَ قَتْلَانَا فِي الْجَنَّةِ وَقَتْلَاهُمْ فِي النَّارِ؟ قَالَ: "بَلٰى"

[۲۸۱۸-] حدثنا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، ثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ عَمْرٍو، ثَنَا أَبُوْ إِسْحَاقَ، عَنْ مُوْسَى بْنِ عُقْبَةَ، عَنْ سَالِمٍ أَبِي النَّضْرِ مَوْلٰى عُمَرَ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ، وَكَانَ كَاتِبَهُ، قَالَ: كَتَبَ إِلَيْهِ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أَبِي أَوْفَى: أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ: "وَاعْلَمُوْا أَنَّ الْجَنَّةَ تَحْتَ ظِلَالِ السُّيُوْفِ"

تَابَعَهُ الْأُوَيْسِيُّ، عَنِ ابْنِ أَبِي الزِّنَادِ، عَنْ مُوْسَى بْنِ عُقْبَةَ. [انظر: ۲۸۳۳، ۲۹۶۶، ۳۰۲٤، ۷۲۳۷]

بَابُ مَنْ طَلَبَ الْوَلَدَ لِلْجِهَادِ

جس نے جہاد کے لئے اولاد طلب کی

ایک شخص اس نیت سے شادی کرتا ہے یا بیوی سے ہمکنار ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو ایسے لڑکے عنایت فرمائیں جو جہاد کریں، ایسی تمنا کرنا جائز ہے، اور اس نیت پر بھی اجر وثواب ملے گا، حضرت سلیمان علیہ السلام نے ایسی تمنا کی ہے۔

حدیث: حضرت سلیمان علیہ السلام کو کوئی معرکہ پیش آیا، انھوں نے درباریوں سے جہاد کرنے کے لئے کہا، مگر ان کی طرف سے سرد مہری دیکھی پس حضرت کا دل ٹوٹ گیا، جیسے حدیبیہ میں نبی ﷺ نے صحابہ کو احرام کھولنے کا حکم دیا، لوگوں نے فوراً تعمیل نہ کی تو آپ کو ناراضگی ہوئی، پس سلیمان علیہ السلام نے درباریوں سے کہا: آج رات میں اپنی سب بیویوں کے پاس جاؤں گا، حضرت کی سو یا ننانوے بیویاں تھی، اور آگے ایک روایت میں ساٹھ آیا ہے، وہ سب لڑکے جنیں گی جو بڑے ہو کر شہسوار بنیں گے، اور اللہ کے راستہ میں جہاد کریں گے، تمہاری کچھ ضرورت نہیں، ان کے ساتھی نے یاد دلایا: ان شاءاللہ کہہ لیں، مگر آپ ناراضگی کی وجہ سے ان شاءاللہ نہیں کہہ سکے، پھر آپ حسبِ وعدہ سب بیویوں کے پاس گئے، مگر کسی کے حمل نہیں ٹھہرا، ایک کے ٹھہرا، مگر ناتمام بچہ پیدا ہوا، دائی نے لاکر سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں تختِ شاہی پر پیش کیا، سورہ ص میں اسی کا ذکر ہے: ﴿وَلَقَدْ فَتَنَّا سُلَيْمَانَ وَأَلْقَيْنَا عَلٰى كُرْسِيِّهِ جَسَدًا ثُمَّ أَنَابَ﴾: واقعہ یہ ہے کہ ہم نے سلیمان کو امتحان میں ڈالا، اور ہم نے ان کے تخت پر ایک ادھورا بچہ ڈالا، پس انھوں نے اللہ کی طرف رجوع کیا۔ اس آیت میں اسی واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔

یہ واقعہ بیان کر کے نبی ﷺ نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں محمد کی جان ہے! اگر سلیمان علیہ السلام ان شاءاللہ کہہ لیتے تو اللہ تعالیٰ ہر بیوی سے لڑکا عنایت فرماتے، اور وہ سب راہِ خدا میں جہاد کرتے۔

تشریح: جاننا چاہئے کہ ضروری نہیں کہ ان شاءاللہ کہنے سے ہر مقصد پورا ہو جائے، یہ بات اللہ کی مشیت پر موقوف ہے اور اس کا علم نہیں ہو سکتا، اور نبی ﷺ نے جو فرمایا کہ ان کی ہر بیوی لڑکا جنتی یہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی خصوصیت ہے، جیسے یونس علیہ السلام نے مچھلی کے پیٹ میں ایک تسبیح پڑھی تو ان کو نجات ملی، یہ بھی آپ کے ساتھ خاص ہے، مگر جس طرح آیت کریمہ کا ورد تکمیل مقاصد میں مفید ہے اسی طرح ان شاءاللہ کہہ لینا بھی مقصد کی برآری میں معین ہے۔

سوال: ایک رات میں سو یا ننانوے یا ساٹھ بیویوں سے کیسے ہم کنار ہونگے؟ یہ بات انسان کی استطاعت سے باہر ہے!

جواب: یہ خرق عادت (معجزہ) ہے، علاوہ ازیں قوتیں دن بدن گھٹ رہی ہیں، پہلے زمانہ میں لوگوں میں اور خاص طور پر انبیاء میں اتنی قوت ہوتی تھی کہ متعدد عورتوں سے ایک رات میں ہم کنار ہو سکیں، جیسے نبی ﷺ ایک رات میں نو بیویوں کے پاس تشریف لے گئے ہیں، اور غیر معمولی طاقت کا ہونا حضور ﷺ کے ساتھ خاص نہیں تھا، سبھی انبیاء کو یہ بات حاصل تھی۔ عمدۃ القاری میں ہے: سَمِعْتُ بَعْضَ الْمَشَايِخِ الْكِبَارِ الثِّقَاتِ أن كل نبيٍّ من الأنبياء عليهم السلام أُعْطِيَ قُوَّةَ أَرْبَعِيْنَ (عمدہ: ۱۴: ۱۱۶)

[۲۳-] بَابُ مَنْ طَلَبَ الْوَلَدَ لِلْجِهَادِ

[۲۸۱۹-] وَقَالَ اللَّيْثُ: ثَنِيْ جَعْفَرُ بْنُ رَبِيْعَةَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ هُرْمُزَ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ، عَنْ رَسُوْلِ اللهِ صلى الله عليه وسلم، قَالَ: "قَالَ سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ: لَأَطُوْفَنَّ اللَّيْلَةَ عَلٰى مِائَةِ امْرَأَةٍ أَوْ:

تِسْعٍ وَتِسْعِيْنَ، كُلُّهُنَّ يَأْتِيْ بِفَارِسٍ يُجَاهِدُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ، فَقَالَ لَهُ صَاحِبُهُ: قُلْ: إِنْ شَاءَ اللّٰهُ، فَلَمْ يَقُلْ: إِنْ شَاءَ اللّٰهُ، فَلَمْ تَحْمِلْ مِنْهُنَّ إِلَّا امْرَأَةٌ وَاحِدَةٌ، جَاءَتْ بِشِقِّ رَجُلٍ، وَالَّذِيْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ! لَوْ قَالَ: إِنْ شَاءَ اللّٰهُ، لَجَاهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فُرْسَانًا أَجْمَعُوْنَ"[انظر: ٣٤٢٤، ٥٢٤٢، ٦٦٣٩، ٦٧٢٠، ٧٤٦٩]

بَابُ الشُّجَاعَةِ فِي الْحَرْبِ وَالْجُبْنِ

جنگ میں بہادری اور بزدلی

جنگ میں کامیابی اور ناکامی کا مدار بہادری اور بزدلی پر ہے اور بہادری اور بزدلی ایک دوسرے کی ضد ہیں، پس جب ایک کی فضیلت ثابت ہوگی تو دوسرے کی قباحت خود بخود نکل آئے گی۔

حدیث (۱): حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: نبی ﷺ سب سے زیادہ خوبصورت، سب سے زیادہ بہادر اور سب سے زیادہ سخی تھے (اور انبیاء میں صفات محمودہ ہی ہوتی ہیں، پس بہادری کا صفت محمودہ ہونا، اور اس کی ضد بزدلی کا صفت مذمومہ ہونا ثابت ہوا، پھر حضرت انسؓ نے آپؐ کی بہادری کی ایک مثال دی) ایک مرتبہ مدینہ والے گھبراہٹ میں مبتلا ہوگئے، پس نبی ﷺ گھوڑے پر بیٹھ کر سب سے پہلے خطرہ کی جگہ پہنچے، اور آپؐ نے گھوڑے کی تعریف میں فرمایا: ''ہم نے اس کو سمندر پایا!'' (یہ حدیث پہلے گذری ہے)

حدیث (۲): حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نبی ﷺ کے ساتھ چل رہا تھا، اور لوگ بھی ساتھ تھے اور یہ واقعہ حنین سے واپسی کا ہے، بدوؤں نے آپؐ کو گھیر لیا، وہ آپؐ سے مال مانگ رہے تھے، یہاں تک کہ انھوں نے آپؐ کو ایک درخت کی پناہ لینے پر مجبور کر دیا، اور انھوں نے آپؐ کی چادر جھپٹ لی، پس نبی ﷺ رکے اور فرمایا: میری چادر مجھے دو، اگر میرے پاس ان جھاڑیوں کے بقدر چوپائے ہوتے تو میں ضرور ان کو تمہارے درمیان بانٹ دیتا، پھر تم مجھے نہ بخیل پاتے، نہ جھوٹا نہ بزدل (اس حدیث سے بھی بزدلی کی برائی نکلی، کیونکہ انبیاء میں صفاتِ مذمومہ نہیں ہوتیں، پس اس کی ضد بہادری کی تعریف نکل آئی)

تشریح: کبھی اسم مبالغہ سے مطلق شیئ کی نفی کی جاتی ہے، جیسے: ﴿وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِلْعَبِيْدِ﴾: آپ کے پروردگار بندوں پر مطلق ظلم کرنے والے نہیں، پس حدیث میں کذوب کی نفی سے مطلق کذب کی نفی کی ہے، یا یہ کہا جائے کہ ایسی جگہ مبالغہ نفی کی جانب میں ہوتا ہے، یعنی اللہ ذرا ظلم کرنے والے نہیں، اور نبی ﷺ ذرا جھوٹ نہیں بولتے تھے۔

[٢٤-] بَابُ الشُّجَاعَةِ فِي الْحَرْبِ وَالْجُبْنِ

[٢٨٢٠-] حدثنا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ وَاقِدٍ، ثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم أَحْسَنَ النَّاسِ وَأَشْجَعَ النَّاسِ وَأَجْوَدَ النَّاسِ، وَلَقَدْ فَزِعَ أَهْلُ الْمَدِيْنَةِ وَكَانَ

النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم سَبَقَهُمْ عَلٰى فَرَسٍ، وَقَالَ: " وَجَدْنَاهُ بَحْرًا "[راجع: ٢٦٢٧]

[٢٨٢١-] حدثنا أَبُوْ الْيَمَانِ، أَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، أَخْبَرَنِيْ عُمَرُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ، أَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ جُبَيْرٍ قَالَ: أَخْبَرَنِيْ جُبَيْرُ بْنُ مُطْعِمٍ: أَنَّهُ بَيْنَمَا هُوَ يَسِيْرُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، وَمَعَهُ النَّاسُ، مَقْفَلَهُ مِنْ حُنَيْنٍ، فَعَلِقَتِ الْأَعْرَابُ يَسْأَلُوْنَهُ، حَتَّى اضْطَرُّوْهُ إِلٰى شَجَرَةٍ، فَخَطِفَتْ رِدَاءَ هُ، فَوَقَفَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم فَقَالَ: " أَعْطُوْنِيْ رِدَائِيْ، لَوْ كَانَ لِيْ عَدَدُ هٰذِهِ الْعِضَاهِ نَعَمٌ لَقَسَمْتُهُ بَيْنَكُمْ، ثُمَّ لَاتَجِدُوْنِيْ بَخِيْلاً وَلَا كَذُوْبًا وَلَا جَبَانًا "[انظر: ٣١٤٨]

وضاحت: دوسری حدیث حضرت جبیر رضی اللہ عنہ سے ان کے لڑکے محمد، پھر ان کے لڑکے عمر، پھر ان سے امام زہری رحمہ اللہ روایت کرتے ہیں، امام زہریؒ کا محمد سے لقاء وسماع ہے، مگر یہ روایت انھوں نے عمر کے واسطہ سے سنی ہے، اور شارحین کہتے ہیں کہ یہ جو کہا جاتا ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ اپنی صحیح میں حدیث عزیز ہی روایت کرتے ہیں یعنی اس حدیث کو ہی روایت کرتے ہیں جس کے راوی کم از کم دو ہوں یہ بات صحیح نہیں، اس حدیث سے اس کی تردید ہوتی ہے کیونکہ محمد سے عمر ہی روایت کرتے ہیں اور عمر سے زہری ہی روایت کرتے ہیں۔

بَابُ مَا يُتَعَوَّذُ مِنَ الْجُبْنِ

بزدلی سے پناہ مانگنا

باب میں ما مصدریہ ہے، جب یہ ثابت ہوگیا کہ بزدلی بری صفت ہے تو اس سے پناہ مانگنی چاہئے، باب کی دونوں حدیثوں میں بزدلی سے پناہ مانگی گئی ہے ان کو یاد کریں، اور ہمیشہ بزدلی سے پناہ مانگیں، بزدل آدمی صرف مڈبھیڑ کے وقت بھاگتا ہی نہیں دوسروں کو بھی بھگاتا ہے، اور بزدل آدمی کبھی اپنی جان مال اور دین کو برباد کردیتا ہے، وہ ڈر کے مارے مرتد بھی ہوسکتا ہے، اس لئے بزدلی سے ہمیشہ پناہ مانگنی چاہئے۔

حدیث (۱): حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اپنی اولاد کو یہ دعا بڑے اہتمام سے سکھاتے تھے، جیسے مکتب میں معلّم بچوں کو لکھنا سکھاتا ہے (اور طبقات ابن سعد میں ہے کہ حضرت سعدؓ کے چودہ لڑکے اور سترہ لڑکیاں تھیں) اور حضرت سعدؓ یہ بھی فرماتے تھے کہ نبی ﷺ یہ دعا ہر نماز کے بعد مانگا کرتے تھے: اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْجُبْنِ، وَأَعُوْذُ بِكَ أَنْ أُرَدَّ إِلٰى أَرْذَلِ الْعُمُرِ، وَأَعُوْذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الدُّنْيَا، وَأَعُوْذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ: اے اللہ! میں آپ کی پناہ چاہتا ہوں بزدلی سے اور میں آپ کی پناہ چاہتا ہوں کہ نکمی عمر کی طرف پھیرا جاؤں، اور میں آپ کی پناہ چاہتا ہوں دنیا کی آزمائش سے اور میں آپ کی پناہ چاہتا ہوں قبر کے عذاب سے۔ راوی عبدالملک کہتے ہیں: میں نے یہ حدیث حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے مصعب کو سنائی تو انھوں نے اس کی تصدیق کی کہ ابا ہمیں یہ دعا سکھلایا کرتے تھے۔

حدیث (۲): نبی ﷺ دعا فرمایا کرتے تھے: اللّٰهُمَّ إِنِّیْ أَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْعَجْزِ وَالْكَسَلِ وَالْجُبْنِ وَالْهَرَمِ، وَأَعُوْذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ، وَأَعُوْذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ: اے اللہ! میں آپ کی پناہ چاہتا ہوں بے بسی سے اور سستی سے اور بزدلی سے اور سٹھیا جانے سے اور میں آپ کی پناہ چاہتا ہوں زندگی اور موت کی آزمائش سے اور میں آپ کی پناہ چاہتا ہوں قبر کے عذاب سے۔

تشریح: عَجْز: بے بسی، عدم قدرت، کوئی کام بس میں نہ ہونا۔ کَسَل: سستی، یعنی کام بس میں ہے مگر تن آسانی کی وجہ سے نہیں کرتا۔ اور هَرَم: شباب کی ضد ہے، ایسی نکمی عمر کو پہنچ جانا کہ زندگی کے تمام کاموں میں دوسرے کا محتاج ہو جائے، اور محیا اور ممات: مصدر میمی یا ظرف ہیں، اور حیات اور موت کے معنی میں ہیں۔

[۲۵-] بَابُ مَا يُتَعَوَّذُ مِنَ الْجُبْنِ

[۲۸۲۲-] حدثنا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ، ثَنَا أَبُوْ عَوَانَةَ، ثنا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ عُمَيْرٍ، سَمِعْتُ عَمْرَو بْنَ مَيْمُوْنٍ الْأَوْدِيَّ، قَالَ: كَانَ سَعْدٌ يُعَلِّمُ بَنِيْهِ هٰؤُلَاءِ الْكَلِمَاتِ كَمَا يُعَلِّمُ الْمُعَلِّمُ الْغِلْمَانَ الْكِتَابَةَ، وَيَقُوْلُ: إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم كَانَ يَتَعَوَّذُ مِنْهُنَّ دُبُرَ الصَّلاَةِ: " اللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْجُبْنِ، وَأَعُوْذُ بِكَ أَنْ أُرَدَّ إِلٰى أَرْذَلِ الْعُمُرِ، وَأَعُوْذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الدُّنْيَا، وَأَعُوْذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ" فَحَدَّثْتُ بِهِ مُصْعَبًا فَصَدَّقَهُ. [انظر: ٦٣٦٥، ٦٣٧٠، ٦٣٧٤، ٦٣٩٠]

[۲۸۲۳-] حدثنا مُسَدَّدٌ، ثَنَا مُعْتَمِرٌ، سَمِعْتُ أَبِيْ، سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ، قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم يَقُوْلُ: " اللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْعَجْزِ وَالْكَسَلِ وَالْجُبْنِ وَالْهَرَمِ، وَأَعُوْذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ، وَأَعُوْذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ" [انظر: ٤٧٠٧، ٦٣٦٧، ٦٣٧١]

بَابُ مَنْ حَدَّثَ بِمَشَاهِدِهِ فِي الْحَرْبِ

جنگ کے پیش آمدہ واقعات سنانا

جنگ کے پیش آمدہ واقعات اپنے یا دوسروں کے سنانا جائز ہے، کیونکہ بہادری کے واقعات سنانے سے سننے والوں میں بہادری کا جوہر پیدا ہوتا ہے، اور جنگ کا طریقہ بھی لوگوں کی سمجھ میں آتا ہے، مگر شرط یہ ہے کہ سنانے کا مقصد ریا نہ ہو۔

اور باب میں حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی روایت کا حوالہ ہے، یہ روایت کتاب المغازی میں آئے گی، حضرت سعدؓ نے ایک مرتبہ فرمایا: میں پہلا وہ شخص ہوں جس نے اسلام میں تیر چلایا ہے، پھر سائب بن یزیدؓ (صحابی صغیر) کی حدیث ہے کہ میں حضرات طلحہ، سعد، مقداد اور عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہم کی صحبت میں بیٹھا ہوں۔ ان میں سے کوئی حدیث مرفوع

بیان نہیں کرتا تھا، البتہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ جنگ احد کے واقعات سناتے تھے (یہ حضرات مرفوع احادیث بیان کرنے میں احتیاط برتتے تھے کہ کہیں کمی زیادتی نہ ہوجائے)

[۲۶-] بَابُ مَنْ حَدَّثَ بِمشَاهِدِهِ فِي الْحَرْبِ

قَالَهُ أَبُوْ عُثْمَانَ، عَنْ سَعْدٍ.

[۲۸۲٤-] حدثنا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ، ثَنَا حَاتِمٌ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يُوْسُفَ، عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيْدَ، قَالَ: صَحِبْتُ طَلْحَةَ بْنَ عُبَيْدِ اللّٰهِ، وَسَعْدًا، وَالْمِقْدَادَ بْنَ الْأَسْوَدِ، وَعَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ عَوْفٍ فَمَا سَمِعْتُ أَحَدًا مِنْهُمْ يُحَدِّثُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، إِلَّا أَنِّيْ سَمِعْتُ طَلْحَةَ يُحَدِّثُ عَنْ يَوْمِ أُحُدٍ.

[انظر: ٤٠٦٢]

بَابُ وُجُوْبِ النَّفِيْرِ، وَمَا يَجِبُ مِنَ الْجِهَادِ وَالنِّيَّةِ

اعلان عام ہوجائے تو جہاد کے لئے نکلنا فرض عین ہے

اور عام حالات میں جہاد کے لئے نکلنا فرض کفایہ ہے

باب میں غایت درجہ ایجاز کی وجہ سے تعقید پیدا ہوگئی ہے، تین مسائل جمع کئے ہیں، نفیر کے معنی ہیں: بلاوا، اعلان عام، لفظی معنی ہیں: کسی وجہ سے ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونا، اور اصطلاحی معنی ہیں: سب لوگوں کا جہاد کے لئے نکلنا، جب حکومت کی طرف سے اعلان ہوجائے کہ ہر ایک جہاد کے لئے نکلے تو یہ نفیر عام ہے، اور اس وقت ہر اس شخص پر جہاد کے لئے نکلنا فرض ہوجاتا ہے جو جہاد کی استطاعت رکھتا ہے۔

اور اگر یہ اعلان ہو کہ فلاں جگہ جہاد کے لئے جانا ہے، لوگ نام لکھوائیں تو یہ صرف نفیر ہے، نفیر کے معنی ہیں: جہاد کی دعوت، پس جب محض نفیر ہو تو جہاد کے لئے نکلنا فرض کفایہ ہے، جتنے لوگوں کی ضرورت ہے جب اتنے نام آجائیں تو باقی لوگوں پر نام لکھوانا ضروری نہیں، اور جس زمانہ میں جہاد نہ ہو رہا ہو یا جس ملک میں جہاد کے لئے حالات سازگار نہ ہوں تو وہاں جہاد کی نیت رکھنا ضروری ہے، اور باب میں امام صاحب رحمہ اللہ نے دو آیتیں اور ایک حدیث لکھی ہے، جو بالترتیب تینوں باتوں کی دلیل ہیں۔

پہلی آیات: سورۃ التوبہ کی آیت ۴۱ و ۴۲ ہیں: نکل پڑو تھوڑے سامان کے ساتھ اور زیادہ سامان کے ساتھ، اور راہِ خدا میں اپنے مال اور اپنی جان سے جہاد کرو، یہ تمہارے لئے بہتر ہے، اگر تم یقین رکھتے ہو، اگر کچھ لگے ہاتھ ملنے والا سامان ہوتا یا سفر معمولی ہوتا تو یہ (منافق) ضرور آپ کے ساتھ ہولیتے، لیکن ان کو تو مسافت ہی دور دراز معلوم ہونے لگی! اور ابھی خدا کی

قسم کھائیں گے کہ اگر ہمارے بس میں ہوتا تو ہم ضرور تمہارے ساتھ چلتے، یہ لوگ (جھوٹ بول کر) اپنے آپ کو ہلاک کررہے ہیں اوراللہ تعالیٰ جانتے ہیں یہ لوگ یقیناً جھوٹے ہیں۔

تفسیر: ان آیتوں میں غزوۂ تبوک کے سفر کا ذکر ہے، رومن سپر پاور سے مقابلہ تھا، اس لئے اعلان عام کیا گیا تا کہ ہر ذی استطاعت جہاد کے لئے نکلے، مگر منافقین پیچھے رہ گئے، اور بعد میں انھوں نے بہانے بنائے تو ان کے بارے میں یہ آیتیں نازل ہوئیں۔ معلوم ہوا کہ جب اعلان عام ہوجائے تو ہر شخص پر جہاد کے لئے نکلنا فرض ہوجاتا ہے۔

دوسری آیتیں: سورۃ التوبہ کی آیات ۳۸و۳۹ ہیں: ''اے ایمان والو! تم لوگوں کو کیا ہوا کہ جب تم سے کہا جاتا ہے کہ اللہ کی راہ میں (جہاد کے لئے) نکلو تو تم زمین سے لگے جاتے ہو، کیا تم نے آخرت کے عوض دنیاوی زندگی پر قناعت کرلی ہے؟ سو دنیاوی زندگی کا برتنے کا سامان آخرت کے مقابلہ میں بس تھوڑا سا ہی ہے، اگر تم نہیں نکلو گے تو اللہ تعالیٰ تم کو سخت سزا دیں گے، اور تمہارے بدل دوسری قوم پیدا کردیں گے (اور ان سے کام لیں گے) اور تم اللہ (کے دین) کو کچھ ضرر نہیں پہنچا سکو گے، اور اللہ کو ہر چیز پر پوری قدرت ہے''

تفسیر: یہ آیات عام حالات کے لئے ہیں، جب ایمرجنسی نہ ہو اور اعلان کیا جائے کہ جہاد کے لئے نام لکھواؤ تو ہر ایک کو بڑھ کر نام لکھوانا چاہئے۔

پھر سورۂ نساء آیت ۷۱ میں لفظ ثُبات آیا ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کے معنی بیان کئے ہیں، آیت یہ ہے: ﴿یٰأَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا خُذُوْا حِذْرَكُمْ فَانْفِرُوْا ثُبَاتٍ أَوِ انْفِرُوْا جَمِیْعًا﴾: اے ایمان والو! اپنی والی احتیاط رکھو، پھر متفرق طور پر یا مجتمع طور پر جہاد کے لئے نکلو۔ حضرت ابن عباسؓ نے معنی بیان کئے ہیں کہ چھوٹے چھوٹے سریوں میں نکلو، ثُبات: ثُبَة کی جمع ہے۔

حدیث: فتح مکہ کے موقع پر اعلان کیا گیا کہ اب مکہ سے ہجرت کی ضرورت نہیں، کیونکہ مکہ دارالاسلام بن گیا ہے، البتہ جہاد کے لئے مدینہ آؤ، اور جب جہاد نہ ہو رہا ہو تو جہاد کی نیت رکھو، پھر جب تمہیں کھڑا کیا جائے تو اٹھ کھڑے ہوؤ۔ یہ حدیث تیسری بات کی دلیل ہے کہ جب جہاد نہ ہو رہا ہو یا جہاں جہاد کے حالات نہ ہوں وہاں بھی جہاد کی نیت رکھنا ضروری ہے۔

[۲۷-] بَابُ وُجُوْبِ النَّفِیْرِ، وَمَا یَجِبُ مِنَ الْجِهَادِ وَالنِّیَّةِ

[۱-] وَقَوْلِهِ: ﴿انْفِرُوْا خِفَافًا وَثِقَالاً وَجَاهِدُوْا بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنْفُسِكُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ذٰلِكُمْ خَیْرٌ لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ، لَوْ كَانَ عَرَضًا قَرِیْبًا وَسَفَرًا قَاصِدًا﴾ إِلٰى قَوْلِهِ: ﴿وَاللّٰهُ یَعْلَمُ إِنَّهُمْ لَكَاذِبُوْنَ﴾

[۲-] وَقَوْلِهِ: ﴿یٰأَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا مَالَكُمْ إِذَا قِیْلَ لَكُمُ انْفِرُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اثَّاقَلْتُمْ إِلَى الْأَرْضِ أَرَضِیْتُمْ بِالْحَیَاةِ الدُّنْیَا مِنَ الآخِرَةِ، فَمَا مَتَاعُ الْحَیَاةِ الدُّنْیَا إِلاَّ قَلِیْلٌ﴾ [التوبة:۳۸]

وَيُذْكَرُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: ﴿فَانْفِرُوْا ثُبَاتٍ﴾[النساء: ۷۱]: سَرَايَا مُتَفَرِّقِيْنَ، وَيُقَالُ: وَاحِدُ الثُّبَاتِ، ثُبَةٌ.

[۲۸۲۵-] حدثنا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ، ثَنَا يَحْيىَ، ثَنَا سُفْيَانُ، ثَنَا مَنْصُوْرٌ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنْ طَاوُسٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم قَالَ يَوْمَ الْفَتْحِ:" لاَ هَجِرَةَ بَعْدَ الْفَتْحِ، وَلكِنْ جِهَادٌ وَنِيَّةٌ، وَإِذَا اسْتُنْفِرْتُمْ فَانْفِرُوْا"[راجع: ۱۳۴۹]

بَابٌ: الْكَافِرُ يَقْتُلُ الْمُسْلِمَ، ثُمَّ يُسْلِمُ، فَيُسَدَّدُ بَعْدُ، وَيُقْتَل

کافر نے مسلمان کو قتل کیا، پھر وہ مسلمان ہوگیا اور اس کے بعد دین پر استوار رہا اور شہید کیا گیا

ایک کافر نے مسلمان کو قتل کیا، پھر وہ کافر مسلمان ہوگیا، پھر اس نے اچھی زندگی گذاری، پھر وہ بھی شہید کیا گیا تو دونوں جنت میں جائیں گے، پہلا اس لئے کہ اس کو کافر نے قتل کیا ہے اور دوسرا اس لئے کہ وہ بھی مسلمان ہوکر شہید ہوا ہے، اور باب میں دو نئی حدیثیں ہیں، اور دونوں کی باب پر دلالت واضح ہے۔

[۲۸-] بَابٌ: الْكَافِرُ يَقْتُلُ الْمُسْلِمَ، ثُمَّ يُسْلِمُ، فَيُسَدَّدُ بَعْدُ، وَيُقْتَل

[۲۸۲۶-] حدثنا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ، أَنَا مَالِكٌ، عَنْ أَبِيْ الزِّنَادِ، عَنِ الأَعْرَجِ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ:" يَضْحَكُ اللّٰهُ إِلٰى رَجُلَيْنِ: يَقْتُلُ أَحَدُهُمَا الآخَرَ، يَدْخُلاَنِ الْجَنَّةَ، يُقَاتِلُ هٰذَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيُقْتَلُ، ثُمَّ يَتُوْبُ اللّٰهُ عَلٰى الْقَاتِلِ فَيُسْتَشْهَدُ"

[۲۸۲۷-] حدثنا الْحُمَيْدِيُّ، ثَنَا سُفْيَانُ، ثَنَا الزُّهْرِيُّ، أَخْبَرَنِيْ عَنْبَسَةُ بْنُ سَعِيْدٍ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ، قَالَ: أَتَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم وَهُوَ بِخَيْبَرَ بَعْدَمَا افْتَتَحُوْهَا، فَقُلْتُ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! أَسْهِمْ لِيْ، فَقَالَ بَعْضُ بَنِيْ سَعِيْدِ بْنِ الْعَاصِ: لاَ تُسْهِمْ لَهُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! فَقَالَ أَبُوْ هُرَيْرَةَ: هٰذَا قَاتِلُ ابْنِ قَوْقَلٍ، فَقَالَ ابْنُ سَعِيْدِ بْنِ الْعَاصِ: وَاعَجَبًا لِوَبْرٍ تَدَلَّى عَلَيْنَا مِنْ قَدُوْمِ ضَأْنٍ، يَنْعَى عَلَيَّ قَتْلَ رَجُلٍ مُسْلِمٍ، أَكْرَمَهُ اللّٰهُ عَلٰى يَدَيَّ وَلَمْ يُهِنِّيْ عَلٰى يَدَيْهِ، قَالَ: فَلاَ أَدْرِيْ أَسْهَمَ لَهُ أَوْ لَمْ يُسْهِمْ.

قَالَ سُفْيَانُ، وَحَدَّثَنِيْهِ السَّعِيْدِيُّ، عَنْ جَدِّهِ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ. قَالَ أَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ: السَّعِيْدِيُّ: هُوَ عَمْرُو ابْنُ يَحْيىَ بْنِ سَعِيْدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ سَعِيْدِ بْنِ الْعَاصِ.[انظر: ۴۲۳۷، ۴۲۳۸، ۴۲۳۹]

حدیث (۱): اللہ تعالیٰ دو شخصوں کو دیکھ کر ہنستے ہیں یعنی خوش ہوتے ہیں، وہ دونوں بندے اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہیں، ان میں سے ایک دوسرے کو قتل کرتا ہے، پھر دونوں جنت میں پہنچ جاتے ہیں۔ یہ پہلا لڑتا ہے راہِ خدا میں، پس شہید کیا جاتا ہے، پھر اللہ تعالیٰ نظر کرم فرماتے ہیں قاتل پر (چنانچہ وہ مسلمان ہوکر اچھی زندگی گذارتا ہے) پھر وہ شہید کیا جاتا ہے۔

حدیث (۲): حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نبی ﷺ کی خدمت میں پہنچا درانحالیکہ آپؐ خیبر میں تھے، اس کو فتح کرنے کے بعد، پس میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! مجھے بھی مال غنیمت میں سے حصہ دیجئے، پس سعید بن العاص کے ایک بیٹے نے (جس کا نام ابان تھا) کہا: اس کو حصہ نہ دیں اے اللہ کے رسول! (کیونکہ یہ جنگ ختم ہونے کے بعد آئے ہیں) اس پر ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ ابن قوقلؓ کا قاتل ہے! پس سعید کے لڑکے نے کہا: ہائے تعجب! اس وَبْر پر جو اتر آیا ہے، ہم پر قُدُوْمِ ضأْن سے! طعنہ دے رہا ہے وہ مجھے ایک ایسے مسلمان کو قتل کرنے کا جس کو اللہ نے عزت بخشی میرے ہاتھوں سے اور مجھے رسوا نہیں کیا اس کے ہاتھوں سے۔ راوی کہتا ہے: مجھے معلوم نہیں کہ نبی ﷺ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو مالِ غنیمت میں سے حصہ دیا یا نہیں۔

تشریح: ابن قوقل رضی اللہ عنہ کا نام نعمان بن مالک ہے، یہ انصاری صحابی ہیں، جنگ احد میں ان کو ابان بن سعیدؓ نے قتل کیا تھا، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اس کا طعنہ دیا ہے کہ یہ ابن قوقلؓ کا قاتل ہے، اس کو بولنے کا کیا حق ہے؟ ابانؓ نے جواب دیا کہ ابو ہریرہؓ وبر ہے، یہ بلی جیسا جانور ہے جو قدوم ضأن سے ہم پر اتر آیا ہے۔ قدوم ضان حضرت ابو ہریرہؓ کے دیار کا پہاڑ ہے، یعنی یہ چار پیسے کا آدمی ہے اور مجھے طعنہ دے رہا ہے کہ میں نے ایک مسلمان کو قتل کیا ہے، حالانکہ اس کو اللہ نے میرے ہاتھ سے عزت بخشی اور مجھے ابن قوقل کے ہاتھ سے اللہ نے رسوا نہیں کیا یعنی میں قتل نہیں ہوا، ورنہ جہنم میں جاتا، بلکہ زندہ رہا، مسلمان ہوا، اور راہِ خدا میں لڑ رہا ہوں، پھر مجھے یہ طعنہ کیوں دیا جا رہا ہے!

بَابُ مَنِ اخْتَارَ الْغَزْوَ عَلَى الصَّوْمِ

جس نے جہاد کو نفل روزوں پر ترجیح دی

مسلسل نفل روزے رکھنے سے کمزوری آتی ہے، پس اگر کوئی شخص جہاد میں قوت حاصل کرنے کی غرض سے نفل روزے نہ رکھے تو بہتر ہے۔ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کی زندگی میں نفل روزے نہیں رکھتے تھے، کیونکہ جہاد میں شریک ہوتے تھے، پھر حضور ﷺ کے بعد جب بوڑھے ہو گئے اور جہاد میں جانے کے قابل نہ رہے تو پورے سال روزے رکھتے تھے، صرف ایام منہیہ کے روزے نہیں رکھتے تھے، پس حضور ﷺ کی زندگی میں انھوں نے جہاد کو روزوں پر ترجیح دی، یہی باب ہے۔

[۲۹-] بَابُ مَنِ اخْتَارَ الْغَزْوَ عَلَى الصَّوْمِ

[۲۸۲۸-] حدثنا آدَمُ، ثَنَا شُعْبَةُ، ثَنَا ثَابِتٌ الْبُنَانِيُّ، سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ، قَالَ: كَانَ أَبُوْ طَلْحَةَ لَايَصُوْمُ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم مِنْ أَجْلِ الْغَزْوِ، فَلَمَّا قُبِضَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم، لَمْ أَرَهُ مُفْطِرًا إِلَّا يَوْمَ فِطْرٍ أَوْ أَضْحَى.

بَابٌ: الشَّهَادَةُ سَبْعٌ سِوَى الْقَتْلِ

شہید حقیقی کے علاوہ سات حکمی شہداء

موطا مالک میں روایت ہے: شہداء کی سات قسمیں ہیں: راہِ خدا میں مارے جانے والے کے علاوہ: (۱) طاعون سے مرا ہوا شہید ہے (۲) پانی میں ڈوبا ہوا شہید ہے (۳) ذات الجنب (نمونیا) میں مرا ہوا شہید ہے (۴) پیٹ کی بیماری میں مرا ہوا شہید ہے (۵) جل کر مرا ہوا شہید ہے (۶) اور جو شخص کسی چیز کے نیچے دب کر مر جائے وہ شہید ہے (۷) اور جو عورت حمل کی وجہ سے مر جائے وہ شہید ہے۔ اور حضرتؒ باب میں الشهداء خمسٌ والی روایت لائے ہیں، یہ روایت پہلے گذری ہے۔ اور دوسری روایت نئی ہے کہ طاعون ہر مسلمان کے لئے شہادت ہے۔

حکمی شہدا محدود نہیں، ذکر عدد نفی ماعدا کو مستلزم نہیں، علامہ عینی رحمہ اللہ نے روایتیں جمع کی ہیں اور ان کا عدد چالیس تک پہنچایا ہے۔ مگر جاننا چاہئے کہ یہ الحاق ہے، یعنی حکمی شہداء کو حقیقی شہید کے ساتھ ملایا ہے اور یہی ان کی فضیلت ہے، حقیقی شہید کے تمام فضائل واحکام ان کے لئے نہیں ہیں، چنانچہ ان کو عام اموات کی طرح غسل وکفن دیا جائے گا۔

[۳۰-] بَابٌ: الشَّهَادَةُ سَبْعٌ سِوَى الْقَتْلِ

[۲۸۲۹-] حدثنا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ، أَنَا مَالِكٌ، عَنْ سُمَيٍّ، عَنْ أَبِيْ صَالِحٍ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ: "الشُّهَدَاءُ خَمْسَةٌ: الْمَطْعُوْنُ، وَالْمَبْطُوْنُ، وَالْغَرِقُ، وَصَاحِبُ الْهَدْمِ، وَالشَّهِيْدُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ"[راجع: ٦٥٣]

[۲۸۳۰-] حدثنا بِشْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ: أَنَا عَبْدُ اللّٰهِ، نَا عَاصِمٌ، عَنْ حَفْصَةَ بِنْتِ سِيْرِيْنَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم قَالَ: "الطَّاعُوْنُ شَهَادَةٌ لِكُلِّ مُسْلِمٍ"[انظر: ٥٧٣٢]

بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ: ﴿لَايَسْتَوِي الْقَاعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ غَيْرُ أُوْلِي الضَّرَرِ وَالْمُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ﴾

غیر معذور جہاد نہ کرنے والے مؤمنین اور اپنی جان ومال سے راہِ خدا میں جہاد کرنے والے مؤمنین برابر نہیں

سورۃ النساء آیت ۹۵و۹۶ ہے: ’’برابر نہیں وہ مسلمان جو کسی عذر کے بغیر گھر میں بیٹھے رہیں اور وہ لوگ جو اللہ کی راہ میں اپنے مالوں سے اور اپنی جانوں سے جہاد کریں، اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کا درجہ بہت بلند کیا ہے جو اپنے مالوں اور جانوں

سے جہاد کرتے ہیں، گھر میں بیٹھنے والوں کی بہ نسبت، اور اللہ تعالیٰ نے سب سے اچھے انجام کا وعدہ کر رکھا ہے اور اللہ تعالیٰ نے مجاہدین کو بمقابلہ گھر میں بیٹھنے والوں کے بڑا اجر عطا فرمایا ہے، یعنی بہت سے درجے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملیں گے اور مغفرت ورحمت اور اللہ تعالیٰ بڑی مغفرت والے بڑی رحمت والے ہیں"

ان آیات کا مدعیٰ واضح ہے، جہاد کرنے والے اور گھر میں بیٹھ کر انڈے دینے والے یکساں نہیں ہوسکتے، البتہ معذورین اس سے مستثنیٰ ہیں، اور باب کی دونوں روایتوں میں ﴿غَيْرُ أُوْلِي الضَّرَرِ﴾ کا شانِ نزول بیان کیا گیا ہے، جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی تو ﴿غَيْرُ أُوْلِي الضَّرَرِ﴾ کو روک لیا گیا، پھر جب حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ نے اپنا عذر پیش کیا کہ یارسول اللہ! میں نابینا ہوں، میں جہاد کیسے کروں؟ تو دوبارہ وحی آئی اور بیچ کا ٹکڑا ﴿غَيْرُ أُوْلِي الضَّرَرِ﴾ نازل ہوا۔ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ پہلی وحی کَتِف پر لکھ رہے تھے، کتف اونٹ کے آگے کے پیروں کے بالائی حصہ میں سے ایک بڑی ہڈی نکلتی ہے جو دورِ اول میں لکھنے کے کام آتی تھی، حضرت زیدؓ حضور ﷺ کے قریب بیٹھے تھے، جب وحی کے آثار شروع ہوئے تو آپؐ کا پیر حضرت زیدؓ کے پیر پر گر گیا، حضرت زیدؓ کہتے ہیں: مجھ پر اتنا بوجھ پڑا کہ میری ران پھٹنے کو ہوگئی۔

سوال: ﴿غَيْرُ أُوْلِي الضَّرَرِ﴾ کو کیوں روک لیا گیا تھا؟

جواب: تشریع (قانون سازی) کے مقصد سے روکا گیا تھا، اگر پہلے ہی یہ ٹکڑا نازل کر دیا جاتا تو ضَرَر (عذر) کو سمجھنا مشکل ہوتا، اور جب حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ نے سوال کیا اور اس پر یہ ٹکڑا نازل ہوا تو اب ضرر کا مصداق متعین ہوگیا، سب کی سمجھ میں آگیا کہ ایسا عذر جس سے آدمی لڑ نہ سکے جیسے نابینا ہونا، اپاہج ہونا، بہت زیادہ بوڑھا ہونا وغیرہ وہ اعذار ہیں جن کو مستثنیٰ کیا گیا ہے۔

اور اس کی نظیر تیمّم کی آیت ہے وہ بھی پہلے ﴿فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا﴾ تک نازل ہوئی تھی، پھر جب لوگوں نے مختلف تیمّم کئے تو ﴿فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَأَيْدِيْكُمْ مِنْهُ﴾ نازل کیا گیا، اور لوگوں نے تیمّم کا طریقہ سیکھ لیا۔

[۳۱-] بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ: ﴿ لَايَسْتَوِی الْقَاعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ غَيْرُ أُوْلِي الضَّرَرِ وَالْمُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ ﴾ إِلٰى قَوْلِهِ: ﴿ غَفُوْرًا رَحِيْمًا ﴾

[۲۸۳۱-] حدثنا أَبُوْ الْوَلِيْدِ، ثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ أَبِيْ إِسْحَاقَ، قَالَ: سَمِعْتُ الْبَرَاءَ، يَقُوْلُ: لَمَّا نَزَلَتْ: ﴿لَايَسْتَوِی الْقَاعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ دَعَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم زَيْدًا، فَجَاءَ بِكَتِفٍ فَكَتَبَهَا، وَشَكَا ابْنُ أُمِّ مَكْتُوْمٍ ضَرَارَتَهُ، فَنَزَلَتْ ﴿لَايَسْتَوِی الْقَاعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ غَيْرُ أُوْلِي الضَّرَرِ﴾ [انظر: ۴۵۹۳، ۴۵۹۴، ۴۹۹۰]

[۲۸۳۲-] حدثنا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، ثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ الزُّهْرِيُّ، ثَنِيْ صَالِحُ بْنُ كَيْسَانَ،

عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ أَنَّـهُ قَالَ: رَأَيْتُ مَرْوَانَ بْنَ الْحَكَمِ جَالِسًا فِي الْمَسْجِدِ، فَأَقْبَلْتُ حَتَّى جَلَسْتُ إِلَى جَنْبِهِ، فَأَخْبَرَنَا أَنَّ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ أَخْبَرَهُ: أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم أَمْلٰى عَلَيْهِ﴿ لَايَسْتَوِى الْقَاعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾ فَجَاءَ هُ ابْنُ أُمِّ مَكْتُوْمٍ وَهُوَ يُمِلُّهَا عَلَيَّ قَالَ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! لَوْ أَسْتَطِيْعُ الْجِهَادَ لَجَاهَدْتُ، وَكَانَ رَجُلًا أَعْمٰى، فَأَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهِ وَفَخِذُهُ عَلٰى فَخِذِيْ، فَثَقُلَتْ عَلَيَّ حَتَّى خِفْتُ أَنْ تُرَضَّ فَخِذِيْ، ثُمَّ سُرِّيَ عَنْهُ، فَأَنْزَلَ اللّٰهُ ﴿غَيْرُ أُوْلِى الضَّرَرِ﴾[انظر: ٤٥٩٢]

بَابُ الصَّبْرِ عِنْدَ الْقِتَالِ

جنگ کے وقت ڈٹ جانا

صبر کے لغوی معنی ہیں: روکنا اور اصطلاحی معنی ہیں: نفس کو اس کی خواہش سے روکنا، نفس عبادت نہیں کرنا چاہتا پس اس کو عبادت کرنے پر مجبور کرنا صبر ہے، اور نفس برائیاں کرنا چاہتا ہے پس اس کو برائی سے روکنا صبر ہے، اسی طرح نفس میدان سے بھگاتا ہے پس اس کو میدان میں روکنا صبر ہے، دشمن کا ڈٹ کر مقابلہ کرنا کامیابی کی کلید ہے۔ سورۃ الانفال کی آیت ۴۵ ہے: ﴿إِذَا لَقِيْتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوْا﴾: جب تمہارا (دشمن کی) کسی جماعت سے مقابلہ ہو تو ثابت قدم رہو۔ اور حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ کی تحریر سالم ابوالنضر نے پڑھی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: إِذَا لَقِيْتُمْ فَاصْبِرُوْا: یہ ارشاد آیتِ کریمہ کے ہم معنی ہے۔

[۳۲-] بَابُ الصَّبْرِ عِنْدَ الْقِتَالِ

[۲۸۳۳-] حَدَّثَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، ثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ عَمْرٍو، ثَنَا أَبُوْ إِسْحَاقَ، عَنْ مُوْسَى بْنِ عُقْبَةَ، عَنْ سَالِمٍ أَبِي النَّضْرِ، أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ أَبِيْ أَوْفَى كَتَبَ فَقَرَأْتُهُ، أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم قَالَ: ''إِذَا لَقِيْتُمُوْهُمْ فَاصْبِرُوْا''[راجع: ٢٨١٨]

بَابُ التَّحْرِيْضِ عَلَى الْقِتَالِ

جہاد کی ترغیب دینا

انبیاء کرام علیہم السلام امتوں کو ترغیب وترہیب کے ذریعہ اعمال پر ڈالتے ہیں، کرنے کے کاموں کی ترغیب دیتے ہیں، ان کے فضائل بیان کرتے ہیں اور نہ کرنے کے کاموں سے ڈراتے ہیں، ان پر وعیدیں سناتے ہیں، اور جہاد مأمور بہ ہے پس ضروری ہے کہ اس کی ترغیب دی جائے۔ سورۃ الانفال کی آیت ۶۵ ہے: ''اے پیغمبر! آپ مؤمنین کو جہاد کی ترغیب

دیں'' اور باب میں یہ حدیث ہے کہ جب خندق کھودی جارہی تھی تو نبی ﷺ موقعہ پر پہنچے، دیکھا کہ مہاجرین وانصار ایک ٹھنڈی صبح میں کھدائی کا کام کررہے ہیں، ان کے پاس غلام نہیں تھے، جوان کا یہ کام کرتے، پس جب نبی ﷺ نے دیکھا کہ وہ تھکے ہوئے اور فاقہ مست ہیں تو آپؐ نے رجز پڑھا:

اللّٰهُمَّ إِنَّ الْعَيْشَ عَيْشُ الآخِرَةْ ۞ فَاغْفِرْ لِلْأَنْصَارِ وَالْمُهَاجِرَةْ

اے اللہ! بیشک زندگی تو آخرت کی زندگی ہے÷ پس آپ انصار اور مہاجرین کی بخشش فرمائیں۔

اور صحابہ نے یہ جوابی رجز پڑھا:

نَحْنُ الَّذِيْنَ بَايَعُوْا مُحَمَّدَا ۞ عَلٰى الْجِهَادِ مَا بَقِيْنَا أَبَدَا

ہم وہ لوگ ہیں جنھوں نے محمد ﷺ سے بیعت کی ہے÷ جہاد پر جب تک ہم زندہ رہیں ہمیشہ کے لئے۔

یہ حدیث باب سے کس طرح منطبق ہے؟ حافظ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ کا بذات خود خندق کھودنے میں شریک ہونا ترغیب ہے کہ صحابہ آپؐ کی پیروی کریں، اور جہادی کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں۔ اور علامہ عینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ آپؐ نے جو رجز پڑھا ہے: اللّٰهُمَّ إِنَّ الْعَيْشَ عَيْشُ الآخِرَةِ: یہ صحابہ کو جہاد کی ترغیب ہے۔

[۳۳-] بَابُ التَّحْرِيْضِ عَلَى الْقِتَالِ

وَقَوْلِ اللّٰهِ: ﴿حَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَى الْقِتَالِ﴾ [الأنفال: ٦٥]

[٢٨٣٤-] حدثنا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، ثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ عَمْرٍو، ثنا أَبُوْ إِسْحَاقَ، عَنْ حُمَيْدٍ، قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسًا يَقُوْلُ: خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم إِلَى الْخَنْدَقِ، فَإِذَا الْمُهَاجِرُوْنَ وَالأَنْصَارُ يَحْفِرُوْنَ فِي غَدَاةٍ بَارِدَةٍ، فَلَمْ يَكُنْ لَهُمْ عَبِيْدٌ يَعْمَلُوْنَ ذٰلِكَ لَهُمْ، فَلَمَّا رَأَى مَا بِهِمْ مِنَ النَّصَبِ وَالْجُوْعِ قَالَ:

اللّٰهُمَّ إِنَّ الْعَيْشَ عَيْشُ الآخِرَةْ ۞ فَاغْفِرْ لِلْأَنْصَارِ وَالْمُهَاجِرَةْ

فَقَالُوْا مُجِيْبِيْنَ لَهُ:

نَحْنُ الَّذِيْنَ بَايَعُوْا مُحَمَّدَا ۞ عَلٰى الْجِهَادِ مَا بَقِيْنَا أَبَدَا

[انظر: ٢٨٣٥، ٢٩٦١، ٣٧٩٥، ٣٧٩٦، ٤٠٩٩، ٤١٠٠، ٦٤١٣، ٧٢٠١]

بَابُ حَفْرِ الْخَنْدَقِ

خندق کھودنا

یہ ردیف باب ہے، حضرت امام رحمہ اللہ ایسا کرتے ہیں، کسی باب کے آخر میں جو مضمون آتا ہے اس پر اگلا باب قائم کرتے ہیں، ایسے ابواب کا اس کتاب سے جو چل رہی ہے گہری مناسبت ضروری نہیں، ادنی ملابست (معمولی تعلق) بھی

کافی ہوتا ہے۔ اور خندق کے معنی ہیں: جنگ میں فوج کی دشمن کے حملہ سے حفاظت کے لئے کھودا ہوا گہرا اور لمبا گھڑا،
حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مہاجرین وانصار نے مدینہ کے گرد خندق کھودنی شروع کی، وہ اپنی پیٹھوں پر مٹی ڈھوتے تھے، اور یہ رجز پڑھتے تھے:

نَحْنُ الَّذِيْنَ بَايَعُوْا مُحَمَّدَا ۞ عَلَى الإِسْلَامِ مَا بَقِيْنَا أَبَدَا

اور نبی ﷺ یہ جوابی رجز پڑھتے تھے:

اللّٰهُمَّ إِنَّهُ لَا خَيْرَ إِلَّا خَيْرُ الآخِرَةِ ۞ فَبَارِكْ فِى الأَنْصَارِ وَالْمُهَاجِرَةِ

اور دوسری حدیث حضرت براء رضی اللہ عنہ کی ہے، وہ فرماتے ہیں: نبی ﷺ بذاتِ خود مٹی اٹھاتے تھے اور یہ رجز پڑھتے تھے: لَوْلَا أَنْتَ مَا اهْتَدَيْنَا۔

اور تیسری روایت بھی حضرت براء رضی اللہ عنہ کی ہے، وہ کہتے ہیں: میں نے غزوۂ احزاب کے موقع پر نبی ﷺ کو مٹی اٹھاتے دیکھا ہے، مٹی نے آپؐ کے پیٹ کی سفیدی کو چھپا دیا تھا، اور آپ یہ رجز پڑھتے تھے:

لَوْلَا أَنْتَ مَا اهْتَدَيْنَا ۞ وَلَا تَصَدَّقْنَا وَلَا صَلَّيْنَا

اے اللہ! آپ کی توفیق نہ ہوتی تو ہم ہدایت نہ پاتے ÷ اور ہم نہ خیرات کرتے اور نہ نماز پڑھتے

فَأَنْزِلَنْ سَكِيْنَةً عَلَيْنَا ۞ وَثَبِّتِ الأَقْدَامَ إِنْ لَاقَيْنَا

پس ضرور اتاریں آپ سکون ہم پر ÷ اور ہمارے پیروں کو جمائیں اگر ہماری مڈبھیڑ ہو۔

إِنَّ الأُوْلَى قَدْ بَغَوْا عَلَيْنَا ۞ إِذَا أَرَادُوْا فِتْنَةً أَبَيْنَا

بیشک اُن لوگوں (مشرکوں) نے ہم پر زیادتی کی ہے ÷ جب وہ فتنہ (شرک) چاہیں تو ہم انکار کرتے ہیں۔

[٣٤-] بَابُ حَفْرِ الْخَنْدَقِ

[٢٨٣٥-] حدثنا أَبُوْ مَعْمَرٍ، ثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، ثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: جَعَلَ الْمُهَاجِرُوْنَ وَالأَنْصَارُ يَحْفِرُوْنَ الْخَنْدَقَ حَوْلَ الْمَدِيْنَةِ، وَيَنْقُلُوْنَ التُّرَابَ عَلَى مُتُوْنِهِمْ، وَيَقُوْلُوْنَ:

نَحْنُ الَّذِيْنَ بَايَعُوْا مُحَمَّدَا ۞ عَلَى الإِسْلَامِ مَا بَقِيْنَا أَبَدَا

وَالنَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم يُجِيْبُهُمْ:

اللّٰهُمَّ إِنَّهُ لَا خَيْرَ إِلَّا خَيْرُ الآخِرَةِ ۞ فَبَارِكْ فِى الأَنْصَارِ وَالْمُهَاجِرَةِ

[راجع: ٢٨٣٤]

[٢٨٣٦-] حدثنا أَبُو الْوَلِيْدِ، ثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ أَبِيْ إِسْحَاقَ، قَالَ: سَمِعْتُ الْبَرَاءَ يَقُوْلُ: كَانَ النَّبِيُّ

صلی اللہ علیہ وسلم یَنْقُلُ وَهُوَ یَقُوْلُ: "لَوْلَا أَنْتَ مَا اهْتَدَیْنَا"

[انظر: ٢٨٣٧، ٣٠٣٤، ٤١٠٤، ٤١٠٦، ٦٦٢٠، ٧٢٣٦]

[٢٨٣٧-] حدثنا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، ثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ أَبِی إِسْحَاقَ، عَنِ الْبَرَاءِ، قَالَ: رَأَیْتُ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم یَوْمَ الأَحْزَابِ یَنْقُلُ التُّرَابَ، وَقَدْ وَارَی التُّرَابُ بَیَاضَ بَطْنِهِ، وَهُوَ یَقُوْلُ:

لَوْلَا أَنْتَ مَا اهْتَدَیْنَا ۞ وَلَا تَصَدَّقْنَا وَلَا صَلَّیْنَا

فَأَنْزِلَنْ سَکِیْنَةً عَلَیْهَا ۞ وَثَبِّتِ الأَقْدَامَ إِنْ لَاقَیْنَا

إِنَّ الأُوْلٰی قَدْ بَغَوْا عَلَیْنَا ۞ إِذَا أَرَادُوْا فِتْنَةً أَبَیْنَا

[راجع: ٢٨٣٦]

لغات: متون: متن کی جمع ہے اس کے معنی ہیں پیٹھ............ الأُوْلٰی: اسم موصول جمع مذکر ہے، اسم شارہ نہیں۔

بَابُ مَنْ حَبَسَهُ الْعُذْرُ عَنِ الْغَزْوِ

جس کو عذر نے جہاد سے روک دیا

معذروں کے لئے شریعت نے ہر باب میں سہولتیں رکھی ہیں، مثلاً جو شخص تہجد کا پابند ہے اور بیماری یا بڑھاپے کی وجہ سے معمول پورا نہ کرسکے تو اللہ تعالیٰ فرشتوں کو حکم دیتے ہیں کہ اس کے نامہ اعمال میں وہ ثواب لکھتے رہو جو وہ تندرستی اور جوانی کے زمانہ میں کرتا تھا، اسی طرح جو لوگ معذور ہیں اور جہاد میں شرکت نہیں کرسکتے ان کے لئے بھی شریعت نے سہولت رکھی ہے، ان کو جہاد میں شرکت کے بغیر جہاد کا ثواب ملتا ہے۔ نبی ﷺ نے تبوک سے واپسی میں فرمایا: مدینہ میں کچھ لوگ ہیں جو ہمارے ساتھ نہیں ہیں، پیچھے ہیں، ہم اس سفر میں جس گھاٹی اور جس میدان میں چلے ہیں وہ ہمارے ساتھ تھے ان کو مجاہدین کا ثواب ملا ہے۔

مگر یہاں اصلی اور فضلی کا قاعدہ جاری ہوگا، مجاہدین کا اصلی ثواب اور معذورین کا ثواب برابر ہے اور مجاہدین کو جہاد کرنے کی وجہ سے جو فضلی (انعامی) ثواب ملتا ہے وہ کہیں زیادہ ہے اس میں معذور مجاہدین کے برابر نہیں ہوتے۔

[٣٥-] بَابُ مَنْ حَبَسَهُ الْعُذْرُ عَنِ الْغَزْوِ

[٢٨٣٨-] حدثنا أَحْمَدُ بْنُ یُوْنُسَ، ثَنَا زُهَیْرٌ، ثَنَا حُمَیْدٌ، أَنَّ أَنَسًا حَدَّثَهُمْ قَالَ: رَجَعْنَا عَنْ غَزْوَةِ تَبُوْكَ مَعَ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم. [انظر: ٢٨٣٩، ٤٤٢٣]

[٢٨٣٩-] ح: وَثَنَا سُلَیْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، ثَنَا حَمَّادٌ: هُوَ ابْنُ زَیْدٍ، عَنْ حُمَیْدٍ، عَنْ أَنَسٍ: أَنَّ النَّبِیَّ صلی

الله عليه وسلم كَانَ فِي غَزَاةٍ، فَقَالَ:" إِنَّ أَقْوَامًا بِالْمَدِيْنَةِ خَلْفَنَا، مَا سَلَكْنَا شِعْبًا وَلاَ وَادِيًا إِلَّا وَهُمْ مَعَنَا فِيْهِ، حَبَسَهُمُ الْعُذْرُ"[راجع: ۲۸۳۸]

وَقَالَ مُوْسَى: ثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ حُمَيْدٍ، عَنْ مُوْسَى بْنِ أَنَسٍ، عَنْ أَبِيْهِ، قَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم.

قَالَ أَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ: الْأَوَّلُ عِنْدِىْ أَصَحُّ.

سند کی وضاحت: حدیث کی پہلی سند حُمید عن أنس ہے، اور دوسری سند حُمید عن موسیٰ عن أبیہ ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میرے نزدیک پہلی سند (بغیر واسطہ والی) زیادہ صحیح ہے، مگر حافظ صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ایسا کیوں نہیں ہوسکتا کہ پہلے حمید نے موسیٰ کے واسطہ سے حدیث سنی ہو پھر بلا واسطہ سنی ہو، پس دونوں سندیں صحیح ہونگی، اور واسطہ والی سند مزید فی متصل الاسناد ہوگی (یہ بات حاشیہ میں ہے)

بَابُ فَضْلِ الصَّوْمِ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ

جہاد میں روزہ رکھنے کی اہمیت

اگر متعدد عبادتیں جمع کرنا ممکن ہو تو ان کو جمع کرنا چاہیے، مثلاً سفر جہاد میں تہجد پڑھنا، اللہ کا ذکر کرنا اور روزہ رکھنا ممکن ہے، پس روزہ رکھنا چاہیے، مگر جب جنگ سر پر آجائے تو روزہ نہ رکھنا اولیٰ ہے۔

حدیث: نبی ﷺ نے فرمایا: مَنْ صَامَ يَوْمًا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بَعَّدَ اللّٰهُ وَجْهَهُ عَنِ النَّارِ سَبْعِيْنَ خَرِيْفًا: جس نے راہِ خدا میں ایک دن روزہ رکھا: اللہ تعالیٰ اس کے چہرے کو دوزخ سے ستر سال کی مسافت تک دور کردیں گے (یہ حدیث اسی جگہ ہے)

تشریح: سال کے لئے ہم اردو میں 'بہار' استعمال کرتے ہیں، پانچ بہاریں، دس بہاریں یعنی اتنے سال، اور عربی میں خریف استعمال کرتے ہیں، چونکہ پت جھڑ کا موسم بھی سال میں ایک مرتبہ آتا ہے اس لئے خریف سے سال مراد لیتے ہیں۔

[۳۶-] بَابُ فَضْلِ الصَّوْمِ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ

[۲۸۴۰-] حدثنا إِسْحَاقُ بْنُ نَصْرٍ، ثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، أَخْبَرَنِيْ يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ، وَسُهَيْلُ ابْنُ أَبِيْ صَالِحٍ، أَنَّهُمَا سَمِعَا النُّعْمَانَ بْنَ أَبِيْ عَيَّاشٍ، عَنْ أَبِيْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ، قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم، يَقُوْلُ:" مَنْ صَامَ يَوْمًا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بَعَّدَ اللّٰهُ وَجْهَهُ عَنِ النَّارِ سَبْعِيْنَ خَرِيْفًا"

بَابُ فَضْلِ النَّفَقَةِ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ

جہاد میں خرچ کرنے کی اہمیت

نبی ﷺ کے زمانہ میں حکومت کے پاس کوئی فنڈ نہیں تھا، صحابہ خود ہی فوج تھے اور خود ہی چندہ دیتے تھے، اپنی ذات پر

اور دوسروں پر خرچ کرتے تھے، اس لئے اس باب میں راہِ خدا میں خرچ کرنے کی اہمیت بیان کی ہے۔

اور باب میں دو حدیثیں ہیں اور دونوں پہلے گذری ہیں، پہلی حدیث میں ہے کہ جو شخص راہِ خدا میں کسی بھی چیز کا جوڑا خرچ کرے تو اس کو جنت کے محافظ فرشتے ہر دروازے سے پکاریں گے کہ اے فلاں! اس دروازہ سے آجا (تفصیل کے لئے دیکھیں تحفۃ القاری ۴:۵۷۳)

اور دوسری حدیث میں ہے کہ بہترین مسلمان وہ ہے جو مال جائز طریقہ سے کمائے اور اس کو راہِ خدا میں، یتیموں، مسکینوں اور مسافروں پر خرچ کرے، شرح کے لئے دیکھیں (تحفۃ القاری ۴:۲۴۳)

[۳۷-] بَابُ فَضْلِ النَّفَقَةِ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ

[۲۸۴۱-] حدثنا سَعْدُ بْنُ حَفْصٍ، ثَنَا شَيْبَانُ، عَنْ يَحْيىٰ، عَنْ أَبِيْ سَلَمَةَ، أَنَّــهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم، قَالَ: " مَنْ أَنْفَقَ زَوْجَيْنِ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ دَعَاهُ خَزَنَةُ الْجَنَّةِ، كُلُّ خَزَنَةِ بَابٍ: أَيْ فُلُ هَلُمَّ" قَالَ: أَبُوْ بَكْرٍ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! ذَاكَ الَّذِيْ لاَ تَوَى عَلَيْهِ، فَقَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم: "إِنِّيْ لَأَرْجُوْ أَنْ تَكُوْنَ مِنْهُمْ" [راجع: ۱۸۹۷]

[۲۸۴۲-] حدثنا مُحَمَّدُ بْنُ سِنَانٍ، ثَنَا فُلَيْحٌ، ثَنَا هِلاَلٌ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ أَبِيْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ، أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم قَامَ عَلَى الْمِنْبَرِ، فَقَالَ: " إِنَّمَا أَخْشَى عَلَيْكُمْ مِنْ بَعْدِيْ مَا يُفْتَحُ عَلَيْكُمْ مِنْ بَرَكَاتِ الْأَرْضِ" ثُمَّ ذَكَرَ زَهْرَةَ الدُّنْيَا، فَبَدَأَ بِإِحْدَاهُمَا وَثَنَّى بِالْأُخْرَى، فَقَامَ رَجُلٌ، فَقَالَ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! أَوَ يَأْتِي الْخَيْرُ بِالشَّرِّ؟ فَسَكَتَ عَنْهُ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم، قُلْنَا: يُوْحَى إِلَيْهِ، وَسَكَتَ النَّاسُ كَأَنَّ عَلٰى رُؤُوْسِهِمُ الطَّيْرَ، ثُمَّ إِنَّــهُ مَسَحَ عَنْ وَجْهِهِ الرُّحَضَاءَ، فَقَالَ: " أَيْنَ السَّائِلُ آنِفًا؟ أَوَخَيْرٌ هُوَ؟" ثَلاَثًا، "إِنَّ الْخَيْرَ لاَ يَأْتِيْ إِلاَّ بِالْخَيْرِ، وَإِنَّــهُ كُلُّ مَا يُنْبِتُ الرَّبِيْعُ يَقْتُلُ أَوْ يُلِمُّ، إِلاَّ آكِلَةَ الْخَضِرِ، حَتَّى إِذَا امْتَدَّتْ خَاصِرَتَاهَا، اسْتَقْبَلَتِ الشَّمْسَ فَثَلَطَتْ وَبَالَتْ ثُمَّ رَتَعَتْ، وَإِنَّ هٰذَا الْمَالَ خَضِرَةٌ حُلْوَةٌ، وَنِعْمَ صَاحِبُ الْمُسْلِمِ لَمَنْ أَخَذَهُ بِحَقِّهِ فَجَعَلَهُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالْيَتَامَى وَالْمَسَاكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ، وَمَنْ لَمْ يَأْخُذْهَا بِحَقِّهِ فَهُوَ كَالْآكِلِ لاَ يَشْبَعُ، وَيَكُوْنُ عَلَيْهِ شَهِيْدًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ" [راجع: ۹۲۱]

حدیث (۱): جو شخص خدا کی راہ میں بار بار خرچ کرتا ہے کسی بھی چیز کا جوڑا خرچ کرتا ہے تو اس کو جنت کے دربان ہر دروازے سے پکاریں گے: اے فُل! اس دروازہ سے آجا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! یہ وہ شخص ہے جس پر ہلاکت نہیں یعنی کسی بھی دروازہ سے پکارا جائے تو کافی ہے، پس نبی ﷺ نے فرمایا: مجھے امید ہے کہ تم ان میں سے ہو۔

تشریح: یہ حدیث یہاں بہت مختصر ہے، پہلے جہاں یہ حدیث آئی ہے وہاں تفصیل ہے، اور کل خزنة باب: مقلوب ہے، اصل خزنۃُ کلِّ باب ہے، اور فُلِ اصل میں فلان ہے، الف نون حذف کئے گئے ہیں ترخیم نہیں ہے۔

حدیث (۲): نبی ﷺ منبر پر کھڑے ہوئے اور فرمایا: مجھے اپنے بعد تم پر جس چیز کا ڈر ہے وہ زمین کی برکتیں ہیں جو تم پر کھولی جائیں گی، پھر آپؐ نے زمین کی زیب وزینت کا ذکر کیا، پس آپؐ نے برکات اور زُہرۃ میں سے ایک سے شروع کیا پھر دوسرے کا تذکرہ کیا، پس ایک آدمی نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! کیا خیر شر کو لائے گی؟ یعنی جو جنگیں ہونگی اور فتوحات ہونگی وہ تو اچھی چیزیں ہونگی، اور آپؐ ان کے بارے میں اندیشہ ظاہر فرمارہے ہیں، پس کیا اچھی چیز بری چیز کا ذریعہ بن سکتی ہے؟ آپؐ خاموش رہے، صحابہ دل میں سوچنے لگے: حضور ﷺ کی طرف وحی کی جارہی ہے، اور لوگ خاموش ہوگئے گویا ان کے سروں پر پرندے ہیں، پھر آپؐ نے اپنے چہرے سے پسینہ پونچھا، اور فرمایا: ابھی سوال کرنے والا کہاں ہے؟ کیا اور وہ (دنیا) خیر ہے؟ تین مرتبہ فرمایا: بیشک خیر شر کو نہیں لاتی، (مگر خیر کا بیجا استعمال برے نتائج پیدا کرتا ہے، پھر آپؐ نے یہ بات ایک مثال سے سمجھائی:) موسم بہار جو بھی گھاس اگاتا ہے وہ جانور کو ماردیتی ہے یا ادھ مرا کردیتی ہے، مگر ہری گھاس چرنے والا جانور جب چرتا ہے اور اتنا چرتا ہے کہ اس کی دونوں کوکھیں خوب تن جاتی ہیں تو وہ سورج کی طرف منہ کرکے پڑجاتا ہے، پس پتلا گوبر کرتا ہے، اور پیشاب کرتا ہے پس ٹھیک ہوجاتا ہے، پھر چرنے لگتا ہے اور بیشک یہ مال سرسبز وشریں ہے، پس بہترین شخص وہ مسلمان ہے جو مال کو صحیح جگہ سے حاصل کرے اور اس کو راہِ خدا میں یتیموں پر مسکینوں پر اور مسافروں پر خرچ کرے، اور جو شخص اس کو صحیح جگہ سے حاصل نہیں کرتا وہ اس کھانے والے کی طرح ہے جس کا پیٹ نہیں بھرتا، اور ہوگا وہ مال اس کے خلاف قیامت کے دن گواہ! (تشریح محوّلہ جگہ میں دیکھیں)

بَابُ فَضْلِ مَنْ جَهَّزَ غَازِيًا أَوْ خَلَفَهُ بِخَيْرٍ

مجاہد کے لئے سامان تیار کرنے کی اور اس کے بعد اس کے کام سنبھالنے کی اہمیت

کوئی جہاد میں نکلنا چاہتا ہے مگر اس کے پاس اسباب نہیں ہیں، دوسرا شخص اس کے لئے تیر، تلوار اور گھوڑا وغیرہ اسباب مہیا کرتا ہے تو جیسا جہاد کرنے والے کو ثواب ملے گا، اسباب مہیا کرنے والے کو بھی ملے گا۔

اسی طرح کوئی شخص جہاد میں نکلا، اس کا کام کاج بیوی بچے کھیت باغ وغیرہ دوسرے آدمی نے سنبھالے تو جب تک مجاہد واپس لوٹے گا اس کے کاموں کی خبر گیری کرنے والے کو بھی جہاد کرنے والے کی طرح ثواب ملے گا۔

اور 'خیر' کی قید اس لئے لگائی کہ بعض مرتبہ مجاہد کے گھر کی خبر گیری کرنے والا خیانت کرتا ہے، گھر والوں میں، یا کاروبار میں، اس لئے بِخَيْرٍ کی قید لگائی۔

حدیث (۲): نبی ﷺ مدینہ کے کسی گھر میں گھر والے کی عدم موجودگی میں داخل نہیں ہوتے تھے، مگر حضرت ام سُلیم

رضی اللہ عنہا کا خاندان مستثنیٰ تھا، ان کے گھر میں مرد نہ ہوتا تب بھی آپؐ تشریف لے جاتے، کسی نے پوچھا: یارسول اللہ! آپؐ کسی گھر میں صاحب خانہ کی عدم موجودگی میں داخل نہیں ہوتے، مگر اس گھر میں داخل ہوتے ہیں، اس کی کیا وجہ ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا: اُم سُلیمؓ کے بھائی (حرام بن ملحانؓ) میرے ساتھ یعنی میرے بھیجے ہوئے لشکر میں شہید ہوئے ہیں (وہ بیر معونہ کے واقعہ میں شہید ہوئے تھے) اس لئے میں ان پر مہربانی کرتا ہوں۔

سوال: حدیث کا باب سے کیا تعلق ہے؟

جواب: خبر گیری کرنا عام ہے، مجاہد کی زندگی میں خبر گیری کرے یا اس کی موت کے بعد، یا پھر یہ کہیں کہ مجاہد کا اکرام ضروری ہے، زندگی میں بھی اور موت کے بعد بھی۔ نبی ﷺ کا حضرت ام سُلیم رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے جانا ان کے شہید ہونے والے بھائی کا اکرام تھا۔

[۳۸-] بَابُ فَضْلِ مَنْ جَهَّزَ غَازِيًا أَوْ خَلَفَهُ بِخَيْرٍ

[۲۸۴۳-] حدثنا أَبُوْ مَعْمَرٍ، ثنا عَبْدُ الْوَارِثِ، ثنا الْحُسَيْنُ، ثنا يَحْيىَ، قَالَ: ثَنِيْ أَبُوْ سَلَمَةَ، قَالَ: ثَنِيْ بُسْرُ بْنُ سَعِيْدٍ، ثَنِيْ زَيْدُ بْنُ خَالِدٍ، أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ: "مَنْ جَهَّزَ غَازِيًا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَقَدْ غَزَا، وَمَنْ خَلَفَ غَازِيًا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِخَيْرٍ فَقَدْ غَزَا"

[۲۸۴۴-] حدثنا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ، ثَنَا هَمَّامٌ، عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِيْ طَلْحَةَ، عَنْ أَنَسٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم لَمْ يَكُنْ يَدْخُلُ بَيْتًا بِالْمَدِيْنَةِ غَيْرَ بَيْتِ أُمِّ سُلَيْمٍ إِلَّا عَلىٰ أَزْوَاجِهِ، فَقِيْلَ لَهُ، فَقَالَ: "إِنِّيْ أَرْحَمُهَا، قُتِلَ أَخُوْهَا مَعِيْ"

بَابُ التَّحَنُّطِ عِنْدَ الْقِتَالِ

موت کی تیاری کر کے میدان میں اترنا

حُنُوْط: وہ خوشبوئیں جو مردہ کے کفن اور خاص طور پر مردہ کے جسم پر لگائی جاتی ہیں، جیسے مشک عنبر، صندل اور کافور وغیرہ، اور تَحَنُّط کے معنی ہیں: بدن پر مردہ والی خوشبو لگانا اور مراد ہے میدانِ جہاد میں اترنے سے پہلے حنوط لگانا یعنی موت کی تیاری کر کے اور یہ طے کر کے کہ اب واپس نہیں آنا شہید ہو جانا ہے: ایسا کرنا جائز ہے۔

حدیث: عبداللہ بن عونؒ کہتے ہیں: حضرت انس رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے موسیٰ نے جنگ یمامہ کا ذکر چھیڑا، انھوں نے کہا: میرے ابا حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ حضرت ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے، انھوں نے اپنی دونوں رانیں کھول رکھی تھیں اور وہ ان پر مردہ والی خوشبو مل رہے تھے، پس حضرت انسؓ نے کہا: چچا! کیا چیز آپ کو روکتی

ہے کہ آپ لڑنے کے لئے آئیں؟ انھوں نے جواب دیا: بھتیجے! ابھی آیا (عمروں کے تفاوت کی وجہ سے بھتیجا کہا ہے) اور وہ مردہ والی خوشبو ملتے رہے (یہاں تک موسیٰ نے بات کی) پھر حضرت انس رضی اللہ عنہ آگئے، وہ مجلس میں بیٹھ گئے، اور انھوں نے جنگ یمامہ میں لوگوں کے کھل جانے کا ذکر کیا یعنی مسلمان میدان سے ہٹ گئے، پس حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ (آئے اور انھوں) نے لوگوں سے کہا: اور ہاتھ سے اشارہ کیا کہ میرے سامنے سے ہٹ جاؤ، اب ہم دشمن سے دو دو ہاتھ کریں گے، ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس طرح نہیں لڑتے تھے (یعنی تم بزدل ہو، پیچھے ہٹ جاؤ میں تمہیں بتاؤں گا کہ لڑا کیسے جاتا ہے) بہت بری ہے وہ بات جس کا تم نے اپنے دشمنوں کو عادی بنادیا ہے، یعنی پیچھے ہٹنا مجاہدین کی شان نہیں، اس سے دشمن کو حوصلہ ملتا ہے، مجاہدین کا کام آگے بڑھنا ہے، پھر وہ تلوار لے کر آگے بڑھے اور شہید ہوگئے۔

تشریح: یہ جنگ یمامہ کا واقعہ ہے، جو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں لڑی گئی ہے، لشکر کے امیر حضرت خالد بن الولید رضی اللہ عنہ تھے، مسلمانوں کی فوج دس ہزار تھی اور مسیلمہ کذاب کی فوج چالیس ہزار تھی، اس لئے جنگ کے آغاز میں مسلمان پسپا ہوئے، پھر حضرت ثابت رضی اللہ عنہ جیسے بہادر حضرات جم کر لڑے اور وحشی رضی اللہ عنہ نے مسیلمہ کذاب پر حربہ پھینکا، جو آر پار ہوگیا اور حضرت ابو دجانہ رضی اللہ عنہ نے بڑھ کر تلوار سے اس کا کام تمام کردیا۔

[۳۹-] بَابُ التَّحَنُّطِ عِنْدَ الْقِتَالِ

[۲۸۴۵-] حدثنا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ، ثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ، ثَنَا ابْنُ عَوْنٍ، عَنْ مُوْسَى بْنِ أَنَسٍ، قَالَ: وَذَكَرَ يَوْمَ الْيَمَامَةِ، قَالَ: أَتَى أَنَسٌ ثَابِتَ بْنَ قَيْسٍ، وَقَدْ حَسَرَ عَنْ فَخِذَيْهِ وَهُوَ يَتَحَنَّطُ، فَقَالَ: يَاعَمِّ! مَا يَحْبِسُكَ أَلَّا تَجِيْءَ؟ قَالَ: الْآنَ يَا ابْنَ أَخِيْ! وَجَعَلَ يَتَحَنَّطُ - يَعْنِيْ مِنَ الْحَنُوْطِ - ثُمَّ جَاءَ فَجَلَسَ، فَذَكَرَ فِي الْحَدِيْثِ انْكِشَافًا مِنَ النَّاسِ، فَقَالَ: هٰكَذَا عَنْ وُجُوْهِنَا حَتَّى نُضَارِبَ الْقَوْمَ، مَا هٰكَذَا كُنَّا نَفْعَلُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، بِئْسَ مَا عَوَّدْتُمْ أَقْرَانَكُمْ، رَوَاهُ حَمَّادٌ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ.

یعنی من الحنوط: یَتَحَنَّطُ: حُنوط سے ہے، حِنْطَة سے نہیں ہے، یہ غلط فہمی دور کی ہے۔

بَابُ فَضْلِ الطَّلِيْعَةِ

ہراول دستہ کی اہمیت

طلیعة کے معنی ہیں: ہراول دستہ، فوج کے آگے چلنے والی ٹکڑی، دشمن کی سپاہ کا اندازہ لگانے اور معلومات حاصل کرنے کے لئے بھیجی جانے والی فوج کی ٹکڑی، یہ کام بڑا خطرناک ہے، دشمن میں گھس کر حالات کا اندازہ لگانا ہوتا ہے، اس لئے اگر دشمن کو بھنک پڑگئی تو گرفتار کرکے قتل کردیں گے، اس لئے یہ خطرناک کام ہے، اس لئے اس کا ثواب بھی زیادہ ہے۔

حدیث: غزوہ خندق جاڑے کے موسم میں ہوا ہے، پھر ایک رات اللہ تعالیٰ نے ٹھنڈی ہوا چلائی جس میں شمشیر کی سی تیزی تھی، نبی ﷺ نے صحابہ سے فرمایا: کوئی ہے جو جا کر دشمن کی خبر لائے؟ سب ٹھٹھرے ہوئے تھے، کسی نے ہمت نہیں کی، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں جاتا ہوں۔ نبی ﷺ نے دوسری مرتبہ اور تیسری مرتبہ یہی بات فرمائی، مگر کسی نے ہمت نہ کی، ہر مرتبہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ ہی لبیک کہتے رہے، چنانچہ وہ گئے اور احوال معلوم کر کے آئے، پس دربارِ نبوی سے ان کو 'حواری' کا سرٹیفکیٹ ملا۔ حواری کے معنی ہیں: خاص مددگار، ناصر۔

تشریح: حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کس کی خبر لینے گئے تھے؟ دو احتمال ہیں: (۱) احزاب کے حالات معلوم کرنے گئے تھے (۲) بنوقریظہ کے احوال معلوم کرنے گئے تھے۔ غزوۂ احزاب کے موقعہ پر بنوقریظہ نے نقضِ عہد کیا تھا۔

سوال: جب حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے لبیک کہا تو آپؐ نے دوسری اور تیسری مرتبہ کیوں صدا دی؟

جواب: نبی ﷺ ایک سے زیادہ آدمی بھیجنا چاہتے تھے مگر جب کوئی تیار نہ ہوا تو حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو تنہا بھیجا۔

[٤٠-] بَابُ فَضْلِ الطَّلِيْعَةِ

[٢٨٤٦-] حدثنا أَبُوْ نُعَيْمٍ، ثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ، عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم: "مَنْ يَأْتِيْنِيْ بِخَبَرِ الْقَوْمِ؟" يَوْمَ الأَحْزَابِ، فَقَالَ الزُّبَيْرُ: أَنَا، ثُمَّ قَالَ: "مَنْ يَأْتِيْنِيْ بِخَبَرِ الْقَوْمِ؟" فَقَالَ الزُّبَيْرُ: أَنَا، فَقَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم: "إِنَّ لِكُلِّ نَبِيٍّ حَوَارِيًّا وَحَوَارِيَّ الزُّبَيْرُ"

[انظر: ٢٨٤٧، ٢٩٩٧، ٣٧١٩، ٤١١٣، ٧٢٦١]

بَابٌ: هَلْ يُبْعَثُ الطَّلِيْعَةُ وَحْدَهُ؟

ایک شخص کو دشمن کے احوال معلوم کرنے کے لئے بھیج سکتے ہیں؟

جواب: بھیج سکتے ہیں۔ غزوۂ احزاب میں نبی ﷺ نے صرف حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو بھیجا تھا۔ اور اِنْتَدَبَ لِلأَمْرِ کے معنی ہیں: کسی کام کے لئے آمادہ ہونا، تیار ہونا، لبیک کہنا۔

[٤١-] بَابٌ: هَلْ يُبْعَثُ الطَّلِيْعَةُ وَحْدَهُ؟

[٢٨٤٧-] حدثنا صَدَقَةُ، أَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ، ثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُنْكَدِرِ، أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: نَدَبَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم النَّاسَ - قَالَ صَدَقَةُ: أَظُنُّهُ يَوْمَ الْخَنْدَقِ- فَانْتَدَبَ الزُّبَيرُ، ثُمَّ نَدَبَ النَّاسَ فَانْتَدَبَ الزُّبَيْرُ، ثُمَّ نَدَبَ النَّاسَ فَانْتَدَبَ الزُّبَيْرُ، فَقَالَ: "إِنَّ لِكُلِّ نَبِيٍّ حَوَارِيًّا وَإِنَّ حَوَارِيَّ الزُّبَيْرُ ابْنُ الْعَوَّامِ" [راجع: ٢٨٤٦]

بَابُ سَفَرِ الاِثْنَيْنِ

دوآدمیوں کا سفر کرنا

یہ باب تنبیہ کے طور پر لائے ہیں کہ ایک آدمی کو احوال معلوم کرنے کے لئے بھیجنا مجبوری کی بات تھی ورنہ کم از کم دو آدمیوں کو مل کر سفر کرنا چاہئے۔ حضرت مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ جب وطن لوٹے ہیں تو وہ اور ان کے چچازاد بھائی مل کر سفر کر رہے تھے، چنانچہ آپؐ نے فرمایا: دونوں میں سے کوئی بھی اذان دے اور کوئی بھی تکبیر کہے اور دونوں میں سے جو بڑا ہے وہ نماز پڑھائے۔ اور شارحین کہتے ہیں کہ سنن اربعہ میں بسند حسن جو روایت ہے: الرَّاكِبُ شَيْطَانٌ، وَالرَّاكِبَانِ شَيْطَانَانِ وَالثَّلاَثَةُ رَكْبٌ: اکیلے سفر کرنا بہت برا ہے، اور دو کے سفر کی بھی ممانعت ہے البتہ تین قافلہ ہیں، وہ مل کر سفر کر سکتے ہیں۔ شارحین کہتے ہیں کہ امام بخاری رحمہ اللہ اس باب سے سنن کی اس روایت کے ضعف کی طرف اشارہ کر رہے ہیں، مگر میرے خیال میں باب کا یہ مقصد نہیں، سنن کی روایت ایمرجنسی حالات کے لئے ہے اور منسوخ نہیں ہے، آج بھی معمول بہ ہے، البتہ جب حالات سازگار ہوں تو دو بھی سفر کر سکتے ہیں، فرمایا: اثنان وما فوقهما جماعة: بلکہ ایک شخص، بلکہ ایک عورت بھی تنہا سفر کر سکتی ہے۔ حدیث میں ہے: صنعاءِ یمن سے ہودج میں بیٹھ کر ایک عورت مکہ کا سفر کرے گی، جس کو راستہ میں کوئی خطرہ نہیں ہوگا، سوائے بکریوں پر بھیڑیے کے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حالات ٹھیک ہوں تو ایک مرد بلکہ ایک عورت بھی سفر کر سکتی ہے۔

[٤٢-] بَابُ سَفَرِ الاِثْنَيْنِ

[٢٨٤٨-] حدثنا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، ثَنَا أَبُوْ شِهَابٍ، عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ، عَنْ أَبِيْ قِلاَبَةَ، عَنْ مَالِكِ بْنِ الْحُوَيْرِثِ، قَالَ: انْصَرَفْتُ مِنْ عِنْدِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم، فَقَالَ لَنَا أَنَا وَصَاحِبٌ لِيْ: " أَذِّنَا وَأَقِيْمَا وَلْيَؤُمَّكُمَا أَكْبَرُكُمَا"[راجع: ٦٢٨]

بَابٌ: الْخَيْلُ مَعْقُوْدٌ فِي نَوَاصِيْهَا الْخَيْرُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ

گھوڑوں کی پیشانی میں قیامت تک خیر بندھی ہوئی ہے

فضائل جہاد کے بعد اب اسباب جہاد کا بیان شروع کرتے ہیں، قدیم زمانہ میں جنگ میں شہسواری اور تیز اندازی کی بڑی اہمیت تھی، ان کی اہمیت ظاہر کرنے کے لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''گھوڑوں کی پیشانی کے بالوں میں قیامت تک کے لئے خیر بندھی ہوئی ہے'' نَاصِيَةٌ: پیشانی کے وہ بال جو گھوڑے کے دونوں کانوں کے درمیان آگے کی طرف لٹکے ہوئے

ہوتے ہیں، اور خیر سے مراد ثواب اور غنیمت ہیں۔

آج کے تیر گھوڑے: قدیم زمانہ میں شہسواری اور تیر اندازی کارگر ہتھیار تھے، مگر اب بندوق، توپ، میزائل اور فائٹر کا زمانہ ہے، ان کا مقابلہ گھوڑے اور تیر نہیں کر سکتے، پس لڑاکا جہاز جو بمباری کرتے ہیں آج کے گھوڑے ہیں اور رائفل، ٹینک اور میزائل آج کے تیر ہیں، اب گھوڑوں اور تیروں کا جنگ میں کوئی کردار نہیں رہا، مگر عجیب بات ہے کہ فوج میں گھوڑوں کی اہمیت آج بھی برقرار ہے، فوج کے گھوڑے لاکھوں میں بکتے ہیں۔

[۴۳-] بَابٌ: الْخَيْلُ مَعْقُوْدٌ فِي نَوَاصِيْهَا الْخَيْرُ إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ

[۲۸۴۹-] حدثنا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، ثَنَا مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: "الْخَيْلُ فِي نَوَاصِيْهَا الْخَيْرُ إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ"[انظر: ۳۶۴۴]

[۲۸۵۰-] حدثنا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، ثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ حُصَيْنٍ، وَابْنِ أَبِي السَّفَرِ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ ابْنِ الْجَعْدِ، عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم، قَالَ: "الْخَيْلُ مَعْقُوْدٌ فِي نَوَاصِيْهَا الْخَيْرُ إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ"

قَالَ سُلَيْمَانُ: عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ، وَتَابَعَهُ مُسَدَّدٌ، عَنْ هُشَيْمٍ، عَنْ حُصَيْنٍ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ.[انظر: ۲۸۵۲، ۳۱۱۹، ۳۶۴۳]

[۲۸۵۱-] حدثنا مُسَدَّدٌ، ثَنَا يَحْيَى، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ أَبِي التَّيَّاحِ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: "الْبَرَكَةُ فِي نَوَاصِي الْخَيْلِ"[انظر: ۳۶۴۵]

قوله: فی نواصیها: أی معقود فی نواصیها .... البرکة والخیر بمعنیً۔

بَابٌ: الْجِهَادُ مَاضٍ مَعَ الْبَرِّ وَالْفَاجِرِ

جہاد نیک و بد امیر کے ساتھ چلتا رہے گا

گذشتہ باب میں جو حدیث آئی ہے کہ گھوڑوں کی پیشانی میں قیامت تک کے لئے خیر بندھی ہوئی ہے اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ جہاد قیامت تک جاری رہے گا، کیونکہ گھوڑوں کی پیشانی میں جو خیر ہے اس سے مراد غنیمت یا ثواب ہے، پس جہاد ہوگا تو ہی اجر و غنیمت حاصل ہوگی، اور یہ ضروری نہیں کہ ہر زمانہ میں نیک امیر ہو، نابکار امراء بھی ہونگے، ان کے جھنڈے تلے بھی جہاد جاری رہے گا۔ اور اگر کوئی ایسا زمانہ آجائے کہ اعدائے اسلام امرائے بد کو خرید لیں تو بھی جہاد جاری رہے گا، اگرچہ وہ بے قاعدہ ہوگا، مگر اس میں قصور باقاعدہ جہاد بند کرنے والوں کا ہوگا، کیونکہ پائپ کا منہ جب بند کر دیا جائے تو اِدھر اُدھر پانی پھوٹتا ہے، پس آج دنیا میں جو بے قاعدہ جہاد چل رہا ہے اس کی ذمہ داری اعدائے اسلام اور نابکار امراء پر ہے۔

[٤٤-] بَابٌ: الْجِهَادُ مَاضٍ مَعَ الْبِرِّ وَالْفَاجِرِ

لِقَوْلِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم: "الْخَيْلُ مَعْقُوْدٌ فِيْ نَوَاصِيْهَا الْخَيْرُ إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ"

[٢٨٥٢-] حدثنا أَبُوْ نُعَيْمٍ، ثَنَا زَكَرِيَّاءُ، عَنْ عَامِرٍ، ثَنِيْ عُرْوَةُ الْبَارِقِيُّ، أَنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم قَالَ: "الْخَيْلُ مَقْعُوْدٌ فِيْ نَوَاصِيْهَا الْخَيْرُ إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ: الْأَجْرُ وَالْمَغْنَمُ"[راجع: ٢٨٥٠]

بَابُ مَنِ احْتَبَسَ فَرَسًا فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ

جس نے جہاد کے لئے گھوڑا پالا

سورۃ الانفال آیت ۶۰ میں ہے:﴿وَأَعِدُّوْا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ وَمِنْ رِبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهِ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ﴾:اور تیار کرو کافروں کے لئے جتنا تم سے ہوسکے: ہتھیار اور پلے ہوئے گھوڑے، جس کے ذریعہ تم اپنا رعب جمائے رکھوان پر جو اللہ کے دشمن ہیں اور تمہارے دشمن ہیں' اس آیتِ کریمہ میں گھوڑے پالنے کا حکم ہے اس لئے اس میں بہت بڑا ثواب ہے۔

حدیث: نبی ﷺ نے فرمایا: جس نے راہِ خدا میں استعمال کرنے کے لئے کوئی گھوڑا پالا اللہ پر ایمان رکھتے ہوئے اور اللہ کے وعدوں کی تصدیق کرتے ہوئے تو اس کی سیری، اس کی سیرابی، اس کی لید اور اس کا پیشاب پالنے والے کی ترازو میں ہوگا قیامت کے دن یعنی ان فضلات کا بھی ثواب ملے گا، اس لئے کہ پالنے والے نے اس کے گھاس چارہ اور پانی پلانے کا انتظام کیا ہے اور اس کے نتیجہ میں لید، پیشاب آیا ہے، پس وہ بھی میزانِ عمل میں تولا جائے گا۔

[٤٥-] بَابُ مَنِ احْتَبَسَ فَرَسًا فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ

لِقَوْلِهِ﴿وَمِنْ رِبَاطِ الْخَيْلِ﴾[الأنفال: ٦٠]

[٢٨٥٣-] حدثنا عَلِيُّ بْنُ حَفْصٍ، ثَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ، أَنَا طَلْحَةُ بْنُ أَبِيْ سَعِيْدٍ، قَالَ: سَمِعْتُ سَعِيْدًا الْمَقْبُرِيَّ، يُحَدِّثُ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ، يَقُوْلُ: قَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم: "مَنِ احْتَبَسَ فَرَسًا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ إِيْمَانًا بِاللّٰهِ وَتَصْدِيْقًا بِوَعْدِهِ، فَإِنَّ شِبَعَهُ وَرِيَّهُ وَرَوْثَهُ وَبَوْلَهُ فِيْ مِيْزَانِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ"

بَابُ اسْمِ الْفَرَسِ وَالْحِمَارِ

گھوڑے اور گدھے کا نام

جانوروں کے نام رکھنا جائز ہے، گھوڑے اور گدھے کا بھی نام رکھ سکتے ہیں، حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے جس

گھوڑے پر بیٹھ کر گورخر شکار کیا تھا اس کا نام جَرادة تھا۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک گھوڑا جو حضرت سہل رضی اللہ عنہ کے باغ میں بندھا رہتا تھا اس کا نام لُحَیف یا لُخَیف تھا، اور ایک مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم گدھے پر سوار ہو کر تشریف لے جا رہے تھے، حضرت معاذ رضی اللہ عنہ پیچھے بیٹھے تھے اس گدھے کا نام عُفَیْر تھا۔ اور حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کا وہ گھوڑا جس پر بیٹھ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ سے باہر تک گئے ہیں اس کا نام مندوب تھا، پس سبھی جانوروں کے نام رکھے جا سکتے ہیں، نام پہچان کے لئے ہوتے ہیں اگر کئی بھینسیں ہوں اور ان کے نام رکھے جائیں تو ہی پہچان ہوگی۔

[٤٦-] بَابُ اسْمِ الْفَرَسِ وَالْحِمَارِ

[٢٨٥٤-] حدثنا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِیْ بَكْرٍ، ثَنَا فُضَيْلُ بْنُ سُلَيْمَانَ، عَنْ أَبِیْ حَازِمٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِیْ قَتَادَةَ، عَنْ أَبِيْهِ: أَنَّـهُ خَرَجَ مَعَ النَّبِیِّ صلی الله علیه وسلم، فَتَخَلَّفَ أَبُوْ قَتَادَةَ مَعَ بَعْضِ أَصْحَابِهِ، وَهُمْ مُحْرِمُوْنَ وَهُوَ غَيْرُ مُحْرِمٍ، فَرَأَوْا حِمَارًا وَحْشِيًّا قَبْلَ أَنْ يَرَاهُ، فَلَمَّا رَأَوْهُ تَرَكُوْهُ حَتَّى رَآهُ أَبُوْ قَتَادَةَ، فَرَكِبَ فَرَسًا لَهُ، يُقَالُ لَهَا: الْجَرَادَةُ، فَسَأَلَهُمْ أَنْ يُنَاوِلُوْهُ سَوْطَهُ فَأَبَوْا، فَتَنَاوَلَهُ فَحَمَلَ فَعَقَرَهُ ثُمَّ أَكَلَ فَأَكَلُوْا فَنَدِمُوْا فَلَمَّا أَدْرَكُوْهُ قَالَ: " هَلْ مَعَكُمْ مِنْهُ شَيْئٌ؟" قَالَ: مَعَنَا رِجْلُهُ فَأَخَذَهَا النَّبِیُّ صلی الله علیه وسلم فَأَكَلَهَا. [راجع: ١٨٢١]

[٢٨٥٥-] حدثنا عَلِیُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ جَعْفَرٍ، ثَنَا مَعْنُ بْنُ عِيْسٰى، ثَنَا أُبَیُّ بْنُ عَبَّاسِ بْنِ سَهْلٍ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ جَدِّهِ، قَالَ: كَانَ لِلنَّبِیِّ صلی الله علیه وسلم فِی حَائِطِنَا فَرَسٌ يُقَالُ لَهُ: اللُّحَيْفُ. قَالَ أَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ: وَقَالَ بَعْضُهُمْ: اللُّخَيْفُ: بِالْخَاءِ.

[٢٨٥٦-] حدثنا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ، سَمِعَ يَحْيَى بْنُ آدَمَ، ثَنَا أَبُوْ الْأَحْوَصِ، عَنْ أَبِیْ إِسْحَاقَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُوْنٍ، عَنْ مُعَاذٍ، قَالَ: كُنْتُ رِدْفَ النَّبِیِّ صلی الله علیه وسلم عَلٰى حِمَارٍ يُقَالُ لَهُ: عُفَيْرٌ، فَقَالَ: " يَا مُعَاذُ! وَهَلْ تَدْرِیْ مَا حَقَّ اللّٰهِ عَلَى الْعِبَادِ؟ وَمَاحَقُّ الْعِبَادِ عَلَى اللّٰهِ؟" قُلْتُ: اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ أَعْلَمُ، قَالَ: " فَإِنَّ حَقَّ اللّٰهِ عَلَى الْعِبَادِ أَنْ يَعْبُدُوْهُ وَلَا يُشْرِكُوْا بِهِ شَيْئًا، وَحَقُّ الْعِبَادِ عَلَى اللّٰهِ أَنْ لَا يُعَذِّبَ مَنْ لَا يُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا" فَقُلْتُ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! أَفَلَا أُبَشِّرُ بِهِ النَّاسَ؟ قَالَ: " لَا تُبَشِّرْهُمْ فَيَتَّكِلُوْا"

[انظر: ٥٩٦٧، ٦٢٦٧، ٦٥٠٠، ٧٣٧٣]

[٢٨٥٧-] حدثنا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، ثَنَا غُنْدَرٌ، ثَنَا شُعْبَةُ، سَمِعْتُ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: كَانَ فَزَعٌ بِالْمَدِيْنَةِ، فَاسْتَعَارَ النَّبِیُّ صلی الله علیه وسلم فَرَسًا لَنَا يُقَالُ لَهُ: مَنْدُوْبٌ، فَقَالَ: " مَا رَأَيْنَا مِنْ فَزَعٍ، وَإِنْ وَجَدْنَاهُ لَبَحْرًا" [راجع: ٢٦٢٧]

بَابُ مَا يُذْكَرُ مِنْ شُؤْمِ الْفَرَسِ

گھوڑے میں نحوست کی بات

حضرت رحمہ اللہ نے یُذْکَرُ: فعل مجہول استعمال کیا ہے اور اشارہ کیا ہے کہ گھوڑے میں نحوست کی بات تضعیف ہے۔ اور باب میں دو حدیثیں ذکر کی ہیں:

پہلی حدیث: نبی ﷺ نے فرمایا: ''نحوست تین ہی چیزوں میں ہے: گھوڑے میں، عورت میں اور گھر میں''

دوسری حدیث: نبی ﷺ نے فرمایا: ''اگر کسی چیز میں نحوست ہوتی تو عورت، گھوڑے اور گھر میں ہوتی''

دوسری حدیث لاکر پہلی حدیث کی شرح کی ہے کہ اس میں کلام علی سبیل الفرض ہے، اگر نحوست ہوتی تو ان تین چیزوں میں ہوتی، مگر اسلام میں نحوست کا عقیدہ باطل ہے۔ حدیث میں ہے: لاَ طِیَرَۃَ: بدشگونی کوئی چیز نہیں، اس لئے پہلی حدیث کی تاویل ضروری ہے۔

یہ تو باب کی اور باب کی حدیثوں کی شرح ہوئی، اس کے بعد جاننا چاہئے کہ مسلم شریف میں روایت ہے: لاَعَدْوَی وَلاَ طِیَرَۃَ وَإِنَّمَا الشُّؤْمُ فِیْ ثَلاَ ثَۃٍ: اَلْمَرْأَۃِ وَالْفَرَسِ وَالدَّارِ: ایک کی بیماری دوسرے کو نہیں لگتی، اور بدشگونی کوئی چیز نہیں، اور نحوست تین ہی چیزوں میں ہے: عورت، گھوڑے اور گھر میں۔ اس حدیث میں ایک ہی سیاق میں طِیَرَۃ کی نفی بھی کی ہے، اور تین چیزوں میں شؤم کو ثابت بھی کیا ہے، پس دونوں میں فرق کرنا ضروری ہے۔

طِیَرَۃ: نحوست یہ ہے کہ کسی چیز کی ذات ایسی ہو کہ اس سے کام خراب ہوجائے، جیسے: الّو گھر پر بیٹھ جائے تو گھر برباد ہوجاتا ہے، پرندہ بائیں طرف اڑ جائے تو کام خراب ہوجاتا ہے، یہ طِیَرَۃ ہے، اسلام میں یہ عقیدہ باطل ہے، البتہ شؤم: ممکن ہے، جن چیزوں کے ساتھ طویل مزاولت ہوتی ہے ان میں موافقت اور ناموافقت کا خیال رکھنا چاہئے، ان میں سے کوئی چیز ناموافق ہوگئی تو عمر بھر مصیبت بن جائے گی، گھوڑا غلط مل گیا تو آدمی جلدی جلدی تو اس کو بدل نہیں سکتا، ساری عمر اس کو بھگتنا پڑے گا۔ بیوی ناموافق مل گئی تو ساری عمر کے لئے مصیبت بن جائے گی، گھر خراب مل گیا، پڑوسی برے ہیں یا ہوا کا گذر نہیں تو وہ گھر بیماری اور مصیبت کا گھر بن جائے گا۔ روایت میں ہے کہ کچھ لوگوں نے نبی ﷺ سے عرض کیا: ہم ایک گھر میں رہتے تھے، وہاں خوش حالی تھی، گھر کے افراد بھی زیادہ تھے، پھر ہم نے گھر بدلا تو تنگ حالی سے دوچار ہوگئے، اور گھر کے افراد بھی کم ہوگئے، آپؐ نے فرمایا: ذَرُوْھَا ذَمِیْمَۃً: وہ گھر برا ہے اس کو چھوڑ دو۔

بہ الفاظِ دیگر: لفظ کے ایک حقیقی معنی ہوتے ہیں، دوسرے مجازی، جیسے: حسد کے دو معنی ہیں: ایک: کسی کی نعمت پر جلنا، اس کا کوئی جواز نہیں، دوسرے: رشک کرنا، کسی کی نعمت کی خواہش کرنا اس کے بغیر کہ اس سے زائل ہو۔ اِس کی اہم چیزوں میں اجازت ہے۔ فرمایا: لاَحَسَدَ إِلاَّ فِی اثْنَیْنِ: یہاں حسد بمعنی رشک ہے، اسی طرح نحوست کے بھی دو معنی ہیں: ایک: کسی

چیز کی ذات منحوس ہو، جیسے: الّو، دوسرے: کسی چیز کا نامبارک ہونا، ناموافق ہونا، پہلے معنی کے اعتبار سے **لاَطِیَرۃ** ہے اور دوسرے معنی کے اعتبار سے ان چیزوں میں جن کے ساتھ طویل رفاقت ہوتی ہے تسلیم کیا گیا ہے کہ بعض چیزیں ناموافق ہوتی ہیں، ان کو چھوڑ دینا چاہئے۔

اس کی نظیر: حدیث **لاَعَدْوَی** ہے یعنی ایک کی بیماری دوسرے کو نہیں لگتی۔ اور دوسری حدیث میں ہے: **فِرَّ مِنَ الْمَجْذُوْمِ فِرَارَكَ مِنَ الْأَسَدِ**: کوڑھی کے پاس سے ایسے بھاگو جیسے شیر سے بھاگتے ہو۔ یہاں بھی تطبیق یہی ہے کہ کوئی بیماری اپنی ذات سے دوسرے کو نہیں لگتی، اللہ کا فیصلہ ہوگا تو لگے گی، البتہ بعض بیماریاں ایسی ہیں جن میں مریض کے ساتھ اختلاط من جملہ اسباب مرض ہے، جذام بھی ایسی ہی ایک بیماری ہے، اس لئے نبی ﷺ نے جذامی سے دور رہنے کی تاکید کی۔

[٤٧-] بَابُ مَا يُذْكَرُ مِنْ شُؤْمِ الْفَرَسِ

[٢٨٥٨-] حدثنا أَبُوْ الْيَمَانِ، نا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، أَخْبَرَنِيْ سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ، قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم يَقُوْلُ: " إِنَّمَا الشُّؤْمُ فِي ثَلاَثَةٍ: فِي الْفَرَسِ وَالْمَرْأَةِ وَالدَّارِ " [راجع: ٢٠٩٩]

[٢٨٥٩-] حدثنا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ أَبِيْ حَازِمِ بْنِ دِيْنَارٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ، أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ: " إِنْ كَانَ فِيْ شَيْءٍ فَفِيْ الْمَرْأَةِ وَالْفَرَسِ وَالْمَسْكَنِ " [انظر: ٥٠٩٥]

قوله: إنما الشؤم: یہ حصر ادّعائی ہے، تین کی اہمیت کے پیش نظر حصر کیا ہے، کیونکہ ایک حدیث میں تلوار کا بھی ذکر ہے، اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے 'زبان' کو بھی ان کے ساتھ لاحق کیا ہے، وہ بھی ایسی بات بک دیتی ہے کہ مصیبت بن جاتی ہے۔

بَابٌ: الْخَيْلُ لِثَلاَثَةٍ

گھوڑے تین مقاصد سے پالے جاتے ہیں

گھوڑا اللہ کی بڑی نعمت ہے، سورۃ النحل میں ہے: "اور گھوڑے اور خچر اور گدھے بھی پیدا کئے تاکہ تم ان پر سواری کرو، اور وہ زینت بھی بنیں" یہ ارشاد پاک موضع امتنان میں ہے، چنانچہ امام اعظم رحمہ اللہ نے اس سے استدلال کیا ہے کہ گھوڑا حلال نہیں، کیونکہ 'غذا' اعظم مقاصد میں سے ہے، اگر گھوڑا حلال ہوتا تو اس کا سب سے پہلے ذکر کیا جاتا۔ اور جو لوگ گھوڑے پالتے ہیں ان کے مختلف مقاصد ہوتے ہیں، البتہ بنیادی مقاصد تین ہیں: جن کا حدیث میں ذکر ہے۔

[٤٨-] بَابٌ: الْخَيْلُ لِثَلاَ ثَةٍ

وَقَوْلِ اللّٰهِ: ﴿ وَالْخَيْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيْرَ لِتَرْكَبُوْهَا وَزِيْنَةً﴾[النحل: ٨]

[٢٨٦٠-] حدثنا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ أَبِىْ صَالِحٍ السَّمَّانِ، عَنْ أَبِىْ هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ:"الْخَيْلُ لِثَلاَ ثَةٍ: لِرَجُلٍ أَجْرٌ، وَلِرَجُلٍ سِتْرٌ، وَعَلٰى رَجُلٍ وِزْرٌ، فَأَمَّا الَّذِىْ لَهُ أَجْرٌ: فَرَجُلٌ رَبَطَهَا فِى سَبِيْلِ اللّٰهِ، فَأَطَالَ لَهَا فِى مَرْجٍ أَوْ: رَوْضَةٍ، فَما أَصَابَتْ فِىْ طِيَلِهَا ذٰلِكَ مِنَ الْمَرْجِ أَو: الرَّوْضَةِ كَانَتْ لَهُ حَسَنَاتٍ، وَلَوْ أَنَّهَا قَطَعَتْ طِيَلَهَا، فَاسْتَنَّتْ شَرَفًا أَوْ شَرَفَيْنِ، كَانَتْ أَرْوَاثُهَا وَآثَارُهَا حَسَنَاتٍ لَهُ، وَلَوْ أَنَّهَا مَرَّتْ بِنَهْرٍ فَشَرِبَتْ مِنْهُ، وَلَمْ يُرِدْ أَنْ يَسْقِيَهَا، كَانَ ذٰلِكَ لَهُ حَسَنَاتٍ، وَرَجُلٌ رَبَطَهَا فَخْرًا وَرِيَاءً وَنِوَاءً لِأَهْلِ الإِسْلاَمِ، فَهِىَ رِزْرٌ عَلٰى ذٰلِكَ" وَسُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم عَنِ الْحُمُرِ؟ فَقَالَ:" مَا أُنْزِلَ عَلَىَّ فِيْهَا إِلَّا هٰذِهِ الآيَةُ الْجَامِعَةُ الْفَاذَّةُ: ﴿فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ وَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ﴾[الزلزلة:٧و٨]" [راجع: ٢٣٧١]

وضاحت: حدیث میں دوسری قسم کا ذکر نہیں، اور وہ یہ ہے: وهو رجل يربطها تغنيا وتعففا، ثم لم ينْسَ حق الله فى رقابها ولا فى ظهورها، فهى لذلك سِتر۔

بَابُ مَنْ ضَرَبَ دَابَّةَ غَيْرِهِ فِى الْغَزْوِ

جہاد میں دوسرے کی سواری کو مارنا

مارنے میں کوئی مصلحت ہو تو مار سکتے ہیں، خواہ مخواہ مارنا ظلم ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا اونٹ تھک کر کھڑا ہو گیا تھا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو کوڑا یا چھڑی ماری تو وہ برق رفتار ہو گیا، یہ مارنے کی ایک مصلحت تھی۔

[٤٩-] بَابُ مَنْ ضَرَبَ دَابَّةَ غَيْرِهِ فِى الْغَزْوِ

[٢٨٦١-] حدثنا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ، ثَنَا أَبُوْ عَقِيْلٍ، ثنا أَبُوْ الْمُتَوَكِّلِ النَّاجِىُّ، قَالَ: أَتَيْتُ جَابِرَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الأَنْصَارِىَّ، فَقُلْتُ لَهُ: حَدِّثْنِىْ مَا سَمِعْتَ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، قَالَ: سَافَرْتُ مَعَهُ فِى بَعْضِ أَسْفَارِهِ – قَالَ أَبُوْ عَقِيْلٍ: لاَ أَدْرِىْ غَزْوَةً أَمْ عُمْرَةً – فَلَمَّا أَنْ أَقْبَلْنَا، قَالَ النَّبِىُّ صلى الله عليه وسلم:" مَنْ أَحَبَّ أَنْ يَتَعَجَّلَ إِلٰى أَهْلِهِ فَلْيَتَعَجَّلْ" قَالَ: جَابِرٌ: فَأَقْبَلْنَا وَأَنَا عَلٰى جَمَلٍ لِىْ أَرْمَكَ، لَيْسَ فِيْهَا شِيَةٌ، وَالنَّاسُ خَلْفِىْ، فَبَيْنَا أَنَا كَذٰلِكَ إِذْ قَامَ عَلَىَّ، فَقَالَ لِىْ النَّبِىُّ صلى الله عليه وسلم: "يَا جَابِرُ اسْتَمْسِكْ" فَضَرَبَهُ بِسَوْطِهِ ضَرْبَةً، فَوَثَبَ الْبَعِيْرُ مَكَانَهُ، فَقَالَ:" أَتَبِيْعُ الْجَمَلَ؟" قُلْتُ: نَعَمْ، فَلَمَّا

قَدِمْنَا الْمَدِيْنَةَ، وَدَخَلَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم الْمَسْجِدَ فِيْ طَوَائِفِ أَصْحَابِهِ، فَدَخَلْتُ عَلَيْهِ وَعَقَلْتُ الْجَمَلَ فِيْ نَاحِيَةِ الْبَلَاطِ، فَقُلْتُ لَهُ: هٰذَا جَمَلُكَ، فَخَرَجَ فَجَعَلَ يُطِيْفُ بِالْجَمَلِ، وَيَقُوْلُ لِيْ: "الْجَمَلُ جَمَلُنَا" فَبَعَثَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم أَوَاقِيَ مِنْ ذَهَبٍ، فَقَالَ: "أَعْطُوْهَا جَابِرًا" ثُمَّ قَالَ: "اسْتَوْفَيْتَ الثَّمَنَ؟" قُلْتُ: نَعَمْ، قَالَ: "الثَّمَنُ وَالْجَمَلُ لَكَ" [راجع: ٤٤٣]

لغات: أَرْمَك: خاکستری، مٹیالا .... شِيَةٌ: دھبہ، یعنی اس میں اور کوئی رنگ نہیں تھا .... إِذْ قَامَ عَلَيَّ: اچانک رک گیا، قَامَ عَلَيَّ: بين أنا كذلك کا جواب ہے اور قَامَتِ الدَّابَّةُ کے معنی ہیں: تھکن کی وجہ سے رک جانا .... اسْتَمْسِكْ: تھام، یعنی مضبوط بیٹھ .... فَوَثَبَ الْبَعِيْرُ مَكَانَهُ: وہ ایک دم کودا۔

بَابُ الرُّكُوْبِ عَلٰى دَابَّةٍ صَعْبَةٍ، وَالْفُحُوْلَةِ مِنَ الْخَيْلِ

سخت چوپائے پر سواری کرنا، اور مذکر گھوڑے

باب کے دونوں اجزاء میں چولی دامن کا ساتھ ہے، صَعْبَةٌ کے معنی ہیں: سخت۔ اور فُحُوْلة: فَحْلٌ کی جمع ہے: گھوڑا، گھوڑا عام طور پر گھوڑی سے تیز ہوتا ہے، راشد بن سعد (تابعی) کہتے ہیں: صحابہ گھوڑے کو (بہ نسبت گھوڑی کے) پسند کرتے تھے، اس لئے کہ وہ زیادہ دوڑتا ہے، اور زیادہ بہادر ہوتا ہے، پس جہاد میں گھوڑے کا استعمال بہتر ہے۔ اور حدیث پہلے گذری ہے، ایک مرتبہ مدینہ میں کوئی گھبراہٹ کی بات پیش آئی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کا گھوڑا عاریت پر لیا، یہ گھوڑا تھا گھوڑی نہیں تھی، اس لئے اس کے لئے مذکر ضمیر استعمال کی ہے۔

[٥٠-] بَابُ الرُّكُوْبِ عَلٰى دَابَّةٍ صَعْبَةٍ، وَالْفُحُوْلَةِ مِنَ الْخَيْلِ

وَقَالَ رَاشِدُ بْنُ سَعْدٍ: كَانَ السَّلَفُ يَسْتَحِبُّوْنَ الْفُحُوْلَةَ، لِأَنَّهَا أَجْرَأُ وَأَجْسَرُ.

[٢٨٦٢-] حدثنا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ، نَا عَبْدُ اللّٰهِ، ثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ قَتَادَةَ، قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ: كَانَ بِالْمَدِيْنَةِ فَزَعٌ، فَاسْتَعَارَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم فَرَسًا لِأَبِيْ طَلْحَةَ، يُقَالُ لَهُ: مَنْدُوْبٌ، فَرَكِبَهُ، وَقَالَ: "مَا رَأَيْنَا مِنْ فَزَعٍ، وَإِنْ وَجَدْنَاهُ لَبَحْرًا" [ر: ٢٦٢٧]

بَابُ سِهَامِ الْفَرَسِ

گھوڑے کے حصے

مالِ غنیمت میں گھوڑ سوار کے کتنے حصے ہیں؟ ائمہ ثلاثہ اور صاحبین رحمہم اللہ کہتے ہیں: تین حصے ہیں: دو گھوڑے کے اور

ایک سوار کا، کیونکہ گھوڑا زیادہ کھاتا ہے، اس لئے اس کا حصہ دوگنا ہے۔ اور امام اعظم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: دو حصے ہیں: ایک گھوڑے کا اور ایک سوار کا، جمہور کی دلیل باب کی حدیث ہے، جو اصح مافی الباب ہے۔ اور امام اعظم رحمہ اللہ کی تین دلیلیں ہیں: (۱) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت جو حاشیہ میں ہے (۲) اور حضرت مجمع بن جاریہ کی روایت جو ابوداؤد میں ہے (۳) اور حضرت منذر بن ابی حُمیصہؓ کی تقسیم جس کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے برقرار رکھا تھا۔ یہ روایت امام ابو یوسفؒ کی کتاب الخراج میں ہے، اور تفصیل تحفۃ الالمعی (۴۹۲:۴) میں ہے۔ اور حدیث باب کا جواب یہ ہے کہ اس میں تیسرا حصہ انعامی تھا، جیسے ایک غزوہ میں حضرت سلمۃ بن الاکوع رضی اللہ عنہ کو پیادہ ہونے کے باوجود دوہرا حصہ دیا تھا، یہ زائد حصہ انعامی تھا، استحقاقی نہیں تھا، اور جمہور اصح مافی الباب کو لیتے ہیں، اور امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک اگر روایات قابل استناد ہوں تو جمع کیا جاتا ہے۔

پھر امام بخاری رحمہ اللہ نے امام مالک رحمہ اللہ کے حوالہ سے دو مسئلے بیان کئے ہیں:

پہلا مسئلہ: گھوڑا خواہ عربی ہو یا ترکی (عربی گھوڑے کو تازی اور ترکی گھوڑے کو بِرْذَوْن کہتے ہیں جس کی جمع براذین ہے) دونوں کو حصہ دیا جائے گا، اس لئے کہ ﴿وَالْخَيْلَ وَالْبِغَالَ﴾ میں خیل مطلق ہے، اس لئے سب گھوڑوں کے احکام ایک ہیں۔

دوسرا مسئلہ: اگر کوئی مجاہد دو گھوڑے لے کر جہاد میں شریک ہو یا تین گھوڑے لے کر تو تمام ائمہ متفق ہیں کہ تیسرے گھوڑے کا حصہ نہیں دیا جائے گا، اور دوسرے کا دیا جائے گا یا نہیں؟ اس میں اختلاف ہے: جمہور کہتے ہیں: نہیں دیا جائے گا، اس لئے کہ آدمی ایک وقت میں ایک ہی گھوڑے پر لڑتا ہے، اور امام ابو یوسف اور امام احمد رحمہما اللہ کہتے ہیں: دوسرے گھوڑے کا بھی حصہ دیا جائے گا، اس لئے کہ کبھی ایک گھوڑا تھک جاتا ہے اس لئے دوسرا استعمال کرنا پڑتا ہے۔

[۵۱-] بَابُ سِهَامِ الْفَرَسِ

وَقَالَ مَالِكٌ:

[۱-] يُسْهَمُ لِلْخَيْلِ وَالْبَرَاذِيْنِ مِنْهَا، لِقَوْلِهِ: ﴿وَالْخَيْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيْرَ لِتَرْكَبُوْهَا﴾ [النحل: ۸]

[۲-] وَلاَ يُسْهَمُ لِأَكْثَرَ مِنْ فَرَسٍ.

[۲۸۶۳-] حدثنا عُبَيْدُ بْنُ إِسْمَاعِيْلَ، عَنْ أَبِيْ أُسَامَةَ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صلى الله عليه وسلم جَعَلَ لِلْفَرَسِ سَهْمَيْنِ، وَلِصَاحِبِهِ سَهْمًا.

بَابُ مَنْ قَادَ دَابَّةَ غَيْرِهِ فِي الْحَرْبِ

جس نے جنگ میں دوسرے کی سواری کو آگے سے پکڑ کر چلایا

قَادَ يَقُوْدُ قَوْدًا فَهُوَ قَائِدٌ کے معنی ہیں: جانور کو آگے سے پکڑ کر لے چلنا، اسی سے قوم کے سردار کو قائد کہتے ہیں اور سَاقَ

يَسُوْقُ سَوْقًا فَهُوَ سَائِقٌ کے معنی ہیں: پیچھے سے ہانکنا، اسی سے ڈرائیور کو 'سائق' کہتے ہیں، اگر جہاد میں کوئی فوجی چوپائے پر بیٹھا ہو اور دوسرا اس کی نکیل پکڑ کر چلے تو اس میں کچھ حرج نہیں۔ غزوۂ حنین میں نبی ﷺ خچر پر سوار تھے، اور آپؐ کے چچازاد بھائی ابوسفیان بن الحارث بن عبدالمطلب خچر کی لگام پکڑ کر چل رہے تھے، جب میدان سے مسلمان ہٹ گئے تو انھوں نے لگام روکی مگر نبی ﷺ آگے بڑھنے کی کوشش کرتے رہے اور رجز پڑھتے رہے۔

[۵۲-] بَابُ مَنْ قَادَ دَابَّةَ غَيْرِهِ فِي الْحَرْبِ

[۲۸۶٤-] حدثنا قُتَيْبَةُ، ثَنَا سَهْلُ بْنُ يُوْسُفَ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ أَبِيْ إِسْحَاقَ، قَالَ: قَالَ رَجُلٌ لِلْبَرَاءِ ابْنِ عَازِبٍ، أَفَرَرْتُمْ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم يَوْمَ حُنَيْنٍ؟ قَالَ: لٰكِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم لَمْ يَفِرَّ، إِنَّ هَوَازِنَ كَانُوْا قَوْمًا رُمَاةً، وَإِنَّا لَمَّا لَقِيْنَاهُمْ حَمَلْنَا عَلَيْهِمْ فَانْهَزَمُوْا، فَأَقْبَلَ الْمُسْلِمُوْنَ عَلَى الْغَنَائِمِ، وَاسْتَقْبَلُوْنَا بِالسِّهَامِ، فَأَمَّا رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم فَلَمْ يَفِرَّ، فَلَقَدْ رَأَيْتُهُ وَإِنَّهُ لَعَلَى بَغْلَتِهِ الْبَيْضَاءِ، وَإِنَّ أَبَا سُفْيَانَ آخِذٌ بِلِجَامِهَا، وَالنَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم يَقُوْلُ: "أَنَا النَّبِيُّ لَاكَذِبْ، أَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ"[انظر: ۲۸۷٤، ۲۹۳۰، ۳۰٤۲، ٤۳۱۵، ٤۳۱٦، ٤۳۱۷]

ترجمہ: کسی شخص نے حضرت براء رضی اللہ عنہ سے (اعتراض کے طور پر) کہا: آپ لوگ جنگِ حنین میں نبی ﷺ کو میدان میں چھوڑ کر بھاگ گئے تھے؟ حضرت براءؓ نے کہا: مگر نبی ﷺ نہیں بھاگے تھے، جب امیر ڈٹا ہوا ہو تو فوج کے بھاگنے کو بھاگنا نہیں کہتے، پھر فوج کے بھاگنے کی وجہ بیان کی کہ ہوازن قبیلہ تیر اندازی میں ماہر تھا، جب ہماری ان سے مڈبھیڑ ہوئی تو ہم نے ان پر حملہ کیا، انھوں نے شکست کھائی، پس مسلمان غنیمتوں کی طرف متوجہ ہو گئے، اور انھوں نے تیروں سے ہمارا سامنا کیا (یہ تیر انداز دائیں بائیں پہاڑوں میں چھپے ہوئے تھے، انھوں نے تیروں کی بارش کر دی) پس رہے رسول اللہ ﷺ تو وہ نہیں بھاگے، اور بخدا! میں نے آپؐ کو دیکھا درانحالیکہ آپؐ اپنے سفید خچر پر سوار تھے، اور ابوسفیانؓ اس کی لگام پکڑے ہوئے تھے اور نبی ﷺ کہہ رہے تھے:

أَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِبْ ❁ أَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ

میں نبی ہوں اس میں کچھ جھوٹ نہیں ❁ میں عبد المطلب کا لڑکا ہوں

تشریح: جنگ میں نسب پر فخر کرنا جائز ہے، علاوہ ازیں عبدالمطلب نے ایک خواب دیکھا تھا کہ ان کا ایک لڑکا لوگوں کی سرداری کرے گا، اور اس کے دشمن اس کے ہاتھ سے ہلاک ہونگے، اور یہ بات لوگوں میں مشہور تھی، نبی ﷺ نے لوگوں کو یہ بات یاد دلائی تاکہ جو لوگ بھاگے ہیں وہ لوٹ آئیں، اس بات پر بھروسہ کرتے ہوئے کہ فتح مندی بالآخر نبی ﷺ کے لئے ہوگی۔

بَابُ الرِّکَابِ وَالْغَرْزِ لِلدَّابَّةِ

سواری کے لئے رکاب

اردو میں گھوڑے کی رکاب اور اونٹ کی رکاب کے لئے ایک ہی لفظ ہے، اور عربی میں گھوڑے کی رکاب کے لئے جو لوہے یا لکڑی کی ہوتی تھی لفظ رکاب ہے۔ اور اونٹ کی رکاب کے لئے جو چمڑے کی ہوتی تھی لفظ غَرْز ہے۔ اور حکم دونوں کا ایک ہے، اونٹ گھوڑے پر جب سواری کرتے ہیں تو پیر پھنسانے کے لئے لوہے، لکڑی یا چمڑے کا حلقہ لٹکا لیتے ہیں اور اس میں پیر پھنسا کر بیٹھتے ہیں، یہ ایک طرح کی راحت ہے، جو جہاد کے منافی نہیں، جہاد کی سواری میں بھی رکاب رکھ سکتے ہیں، اور حدیث وہی ہے جو پہلے گذری ہے کہ نبی ﷺ ذوالحلیفہ میں جب اونٹ پر سوار ہوئے اور اپنا پیر رکاب میں ڈالا اور اونٹنی آپؐ کو لے کر کھڑی ہوئی تو آپؐ نے تلبیہ پڑھا، پیر رکاب میں اونٹنی کے کھڑے ہونے کے بعد ڈالتے ہیں۔

[۵۳-] بَابُ الرِّکَابِ وَالْغَرْزِ لِلدَّابَّةِ

[۲۸۶۵-] حدثنا عُبَيْدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، عَنْ أَبِي أُسَامَةَ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم: أَنَّهُ كَانَ إِذَا أَدْخَلَ رِجْلَهُ فِي الْغَرْزِ، وَاسْتَوَتْ بِهِ نَاقَتُهُ قَائِمَةً، أَهَلَّ مِنْ عِنْدِ مَسْجِدِ ذِي الْحُلَيْفَةِ. [راجع: ۱۶۶]

بَابُ رُكُوْبِ الْفَرَسِ الْعُرْيِ

ننگی پیٹھ والے گھوڑے پر سواری کرنا

گھوڑے پر عام طور پر زین باندھ کر بیٹھتے ہیں، لیکن اگر کسی وجہ سے ننگی پیٹھ پر سواری کرے تو اس میں بھی کچھ حرج نہیں، مدینہ میں جب گھبراہٹ کی بات پیش آئی تھی تو نبی ﷺ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کا گھوڑا کھول کر ننگی پیٹھ پر بیٹھ کر مدینہ سے باہر تشریف لے گئے تھے، اس پر زین کسی ہوئی نہیں تھی، اور آپؐ نے اپنی گردن میں تلوار لٹکا رکھی تھی۔

[۵۴-] بَابُ رُكُوْبِ الْفَرَسِ الْعُرْيِ

[۲۸۶۶-] حدثنا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ، ثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: اسْتَقْبَلَهُمُ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم عَلٰى فَرَسٍ عُرْيٍ، مَا عَلَيْهِ سَرْجٌ، فِي عُنُقِهِ سَيْفٌ. [راجع: ۲۶۲۷]

بَابُ الْفَرَسِ الْقَطُوْفِ

سست رفتار گھوڑا

قَطُوْف کے معنی ہیں: سست، بے ڈھنگی چال چلنے والا چوپایہ۔ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کا گھوڑا بہت سست رفتار تھا، مندوب کہلاتا تھا، یعنی جو اس پر سواری کرتا تھا اس کو رلاتا تھا، مگر نبی ﷺ کی سواری کی برکت سے وہ تیز رفتار ہوگیا، اور اس کی چال کا بے ڈھنگا پن بھی ختم ہوگیا، وہ سمندر کی طرح بہنے لگا، پھر آئندہ کوئی گھوڑا اس کا مقابلہ نہیں کرسکتا تھا۔

[۵۵-] بَابُ الْفَرَسِ الْقَطُوْفِ

[۲۸۶۷-] حدثنا عَبْدُ الْأَعْلٰى بْنُ حَمَّادٍ، ثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ، ثنا سَعِيْدٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ أَهْلَ الْمَدِيْنَةِ فَزِعُوْا مَرَّةً، فَرَكِبَ النَّبِيُّ صل الله عليه وسلم فَرَسًا لِأَبِيْ طَلْحَةَ، كَانَ يَقْطِفُ أَوْ: كَانَ فِيْهِ قِطَافٌ، فَلَمَّا رَجَعَ قَالَ: "وَجَدْنَا فَرَسَكُمْ هٰذَا بَحْرًا" فَكَانَ بَعْدَ ذٰلِكَ لاَ يُجَارَى. [راجع: ۲۶۲۷]

بَابُ السَّبْقِ بَيْنَ الْخَيْلِ

گھوڑوں کی دوڑ کرانا

گھوڑوں کی، اونٹوں کی، تیراندازی کی اور دیگر آلات جنگ کی ریس کرانا جائز ہے، اور اس پر حکومت انعام بھی رکھ سکتی ہے۔ سَبَق: (باء کا زبر) دوڑ میں بدی ہوئی شرط، بازی، اور سَبْق (باء ساکن مصدر) کے معنی ہیں: آگے بڑھنا۔

اور تضمیر کے لغوی معنی ہیں: دبلا کرنا، اور تضمیر کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے گھوڑے کو خوب کھلاتے پلاتے ہیں پھر جب وہ موٹا تازہ ہوجاتا ہے تو اس کو اندھیرے اور گرم کمرے میں رکھتے ہیں اور اس کی خوراک کم کرتے ہیں، یہاں تک کہ معمولی خوراک پر لے آتے ہیں، جس سے اس کا بدن چھریرا ہوجاتا ہے، اور خوب طاقت آجاتی ہے، اس لئے نبی ﷺ نے ان کو حفیاء سے ثنیۃ الوداع تک دوڑایا، ان کے درمیان چھ میل (تقریباً دس کلومیٹر) کا فاصلہ ہے اور غیر تضمیر شدہ گھوڑوں کو ثنیۃ الوداع سے مسجد بنی زریق تک دوڑایا، ان کے درمیان ایک میل کا فاصلہ ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بھی اپنا گھوڑا دوڑایا تھا اور ان کا گھوڑا غیر تضمیر شدہ تھا اور اس دوڑ میں حضرت ابن عمرؓ اول آئے تھے، ان کا گھوڑا ان کو لے کر مسجد کی دیوار پھاند گیا تھا۔

[۵۶-] بَابُ السَّبْقِ بَيْنَ الْخَيْلِ

[۲۸۶۸-] حدثنا قَبِيْصَةُ، ثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: أَجْرَى النَّبِيُّ

صلی اللہ علیہ وسلم مَا ضُمِّرَ مِنَ الْخَيْلِ مِنَ الْحَفْيَاءِ إِلٰى ثَنِيَّةِ الْوَدَاعِ، وَأَجْرَى مَالَمْ يُضَمَّرْ مِنَ الثَّنِيَّةِ إِلٰى مَسْجِدِ بَنِى زُرَيْقٍ، قَالَ ابْنُ عُمَرَ: وَكُنْتُ فِيمَنْ أَجْرَى، وَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ: ثَنَا سُفْيَانُ، قَالَ: ثَنِى عُبَيْدُ اللّٰهِ، قَالَ سُفْيَانُ: بَيْنَ الْحَفْيَاءِ إِلَى الثَّنِيَّةِ خَمْسَةُ أَمْيَالٍ أَوْ سِتَّةٌ، وَبَيْنَ الثَّنِيَّةِ إِلٰى مَسْجِدِ بَنِى زُرَيْقٍ مِيْلٌ.

[راجع: ٤٢٠]

بَابُ إِضْمَارِ الْخَيْلِ لِلسَّبْقِ

ریس کے لئے گھوڑوں کی تضمیر کرنا

تضمیر سے گھوڑے طاقت ور ہو جاتے ہیں، اس لئے ریس کے لئے گھوڑوں کی تضمیر کرنا درست ہے۔ اور لفظ أَمَد کے معنی ہیں: غایت، مدت، آخری حد، قرآنِ کریم میں ہے: ﴿فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْأَمَدُ﴾ ان پر مدت دراز ہو گئی۔

[٥٧-] بَابُ إِضْمَارِ الْخَيْلِ لِلسَّبْقِ

[٢٨٦٩-] حدثنا أَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ، ثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ، أَنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم سَابَقَ بَيْنَ الْخَيْلِ الَّتِي لَمْ تُضَمَّرْ، وَكَانَ أَمَدُهَا مِنَ الثَّنِيَّةِ إِلٰى مَسْجِدِ بَنِى زُرَيْقٍ، وَأَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ كَانَ فِيمَنْ سَابَقَ بِهَا. قَالَ أَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ: أَمَدًا: غَايَةً ﴿فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْأَمَدُ﴾ [الحديد: ١٦]

بَابُ غَايَةِ السَّبْقِ لِلْخَيْلِ الْمُضَمَّرَةِ

تضمیر شدہ گھوڑوں کی دوڑ کی مسافت

تضمیر شدہ گھوڑے چونکہ قوی ہوتے ہیں اس لئے ان کی ریس میں فاصلہ زیادہ رکھا جاتا ہے، اور وہ گھوڑے جن کی تضمیر نہیں کی گئی، ان میں فاصلہ کم رکھا جاتا ہے۔

[٥٨-] بَابُ غَايَةِ السَّبْقِ لِلْخَيْلِ الْمُضَمَّرَةِ

[٢٨٧٠-] حدثنا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، ثَنَا مُعَاوِيَةُ، قَالَ: ثَنَا أَبُوْ إِسْحَاقَ، عَنْ مُوْسَى بْنِ عُقْبَةَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: سَابَقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم بَيْنَ الْخَيْلِ الَّتِي قَدْ أُضْمِرَتْ، فَأَرْسَلَهَا مِنَ الْحَفْيَاءِ، وَكَانَ أَمَدُهَا ثَنِيَّةَ الْوَدَاعِ، فَقُلْتُ لِمُوْسَى: وَكَمْ بَيْنَ ذٰلِكَ؟ قَالَ: سِتَّةُ أَمْيَالٍ أَوْ سَبْعَةٌ، وَسَابَقَ بَيْنَ الْخَيْلِ الَّتِي لَمْ تُضَمَّرْ، فَأَرْسَلَهَا مِنْ ثَنِيَّةِ الْوَدَاعِ، وَكَانَ أَمَدُهَا مَسْجِدَ بَنِى زُرَيْقٍ، قُلْتُ: فَكَمْ بَيْنَ ذٰلِكَ؟ قَالَ: مِيْلٌ أَوْ نَحْوُهُ. وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ مِمَّنْ سَابَقَ فِيهَا. [راجع: ٤٢٠]

بَابُ نَاقَةِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم، وَبَابُ بَغْلَةِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم الْبَيْضَاءَ

نبی ﷺ کی اونٹنی اور سفید خچر

یہ دو باب ہیں، اور مصری نسخہ میں درمیان میں باب الغزو علی الحمیر بھی ہے، یعنی گدھے پر جہاد کرنا، مگر اس میں کوئی حدیث نہیں، اور یہ باب ہمارے نسخہ میں نہیں ہے، اس لئے اس کا نمبر حذف کیا ہے۔

نبی ﷺ کے زمانہ میں سواری کے لئے اونٹ، اونٹنی، گھوڑے، گھوڑی، گدھے اور خچر استعمال ہوتے تھے، پس سائیکل سے ہوائی جہاز تک ہر سواری استعمال کر سکتے ہیں، اور جنگ میں جو موزون ہو اس کو استعمال کیا جائے۔

نبی ﷺ حج میں جب عرفہ سے مزدلفہ لوٹے تھے تو قصواء نامی اونٹنی پر سوار تھے، اور حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ ردیف تھے، اور حدیبیہ کا سفر بھی آپؐ نے اسی اونٹنی پر کیا ہے، اور آپؐ کی ایک اونٹنی کا نام عضباء تھا، ریس میں کوئی اونٹنی اس سے آگے نہیں نکل سکتی تھی، ایک مرتبہ ایک بدّو ریس میں شریک ہوا، وہ جوان اونٹنی پر سوار تھا، اس کی اونٹنی عضباء سے آگے نکل گئی، صحابہ کو یہ بات ناگوار ہوئی، نبی ﷺ نے صحابہ کی حالت پہچان لی اور فرمایا: حَقٌّ على الله أن لا يرتفع شيئٌ من الدنيا إلا وَضَعَهُ: اللہ تعالیٰ پر لازم ہے کہ جب دنیا کی کوئی چیز سر ابھارے تو اللہ تعالیٰ کسی وقت اس کو نیچا دکھائیں، تاکہ وہ غرور میں مبتلا نہ ہو۔ اور گدھے پر آپؐ نے سواری تو کی ہے مگر اس پر جہاد نہیں کیا۔ اور آپؐ کے پاس دلدل نامی ایک سفید خچر تھا، جو ایلہ کے ٹھاکر نے ہدیہ دیا تھا، وہ آپؐ کے پاس آخر تک رہا، ترکہ میں بھی تھا، غزوۂ حنین میں آپؐ اسی پر سوار تھے۔

[۵۹-] بَابُ نَاقَةِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم

[۱-] وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ: أَرْدَفَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم أُسَامَةَ عَلَى الْقَصْوَاءِ.

[۲-] وَقَالَ الْمِسْوَرُ: قَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم: "مَا خَلَأَتِ الْقَصْوَاءُ"

[۲۸۷۱-] حدثنا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، ثَنَا مُعَاوِيَةُ، ثَنَا أَبُوْ إِسحَاقَ، عَنْ حُمَيْدٍ، قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسًا: كَانَتْ نَاقَةُ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم، يُقَالُ لَهَا: الْعَضْبَاءُ، مِنْ هٰهُنَا طَوَّلَهُ مُوْسَى، عَنْ حَمَّادٍ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسٍ. [انظر: ۲۸۷۲]

[۲۸۷۲-] حدثنا مَالِكُ بْنُ إِسْمَاعِيْلَ، ثَنَا زُهَيْرٌ، عَنْ حُمَيْدٍ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: كَانَ لِلنَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم نَاقَةٌ تُسَمَّى الْعَضْبَاءَ لَا تُسْبَقُ - قَالَ حُمَيْدٌ: أَوْ: لَا تَكَادُ تُسْبَقُ - فَجَاءَ أَعْرَابِيٌّ عَلٰى قَعُوْدٍ فَسَبَقَهَا، فَشَقَّ ذٰلِكَ عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ حَتَّى عَرَفَهُ، فَقَالَ: "حَقٌّ عَلَى اللهِ أَنْ لَا يَرْتَفِعَ شَيْئٌ مِنَ الدُّنْيَا إِلَّا وَضَعَهُ"

[٦١-] بَابُ بَغْلَةِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم الْبَيْضَاءَ

[١-] قَالَهُ أَنَسٌ.

[٢-] وَقَالَ أَبُوْ حُمَيْدٍ: أَهْدَى مَلِكُ أَيْلَةَ لِلنَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم بَغْلَةً بَيْضَاءَ.

[٢٨٧٣-] حدثنا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ، ثَنَا يَحْيَى، ثَنَا سُفْيَانُ، حَدَّثَنِيْ أَبُوْ إِسْحَاقَ، قَالَ: سَمِعْتُ عَمْرَو ابْنَ الْحَارِثِ، قَالَ: مَا تَرَكَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم إِلَّا بَغْلَتَهُ الْبَيْضَاءَ، وَسِلاَحَهُ، وَأَرْضًا تَرَكَهَا صَدَقَةً. [راجع: ٢٧٣٩]

[٢٨٧٤-] حدثنا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، ثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ، عَنْ سُفْيَانَ، ثَنِيْ أَبُوْ إِسْحَاقَ، عَنِ الْبَرَاءِ، قَالَ: قَالَ لَهُ رَجُلٌ: يَا أَبَا عُمَارَةَ! وَلَّيْتُمْ يَوْمَ حُنَيْنٍ، قَالَ: لاَ وَاللهِ مَا وَلَّى النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم، وَلٰكِنْ وَلَّى سَرَعَانُ النَّاسِ، فَلَقِيَهُمْ هَوَازِنُ بِالنَّبْلِ، وَالنَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم عَلٰى بَغْلَةٍ بَيْضَاءَ، وَأَبُوْ سُفْيَانَ بْنُ الْحَارِثِ آخِذٌ بِلِجَامِهَا، وَالنَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم يَقُوْلُ:" أَنَا النَّبِيُّ لاَ كَذِبْ، أَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ.

[راجع: ٢٨٦٤]

بَابُ جِهَادِ النِّسَاءِ

عورتوں کا جہاد

یہ جنرل باب ہے، آگے کئی ذیلی ابواب آئیں گے، عورتوں پر جہاد فرض نہیں، عورتوں کا دل گردہ ایسا نہیں کہ وہ جہاد کرسکیں، اور نہ ہر عورت کو اس کا شوہر فوجی ٹریننگ دے سکتا ہے، اور ٹریننگ کے بغیر عورتیں جہاد کیسے کریں گی؟ اور پہلے حدیث آئی ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے جہاد کرنے کی اجازت چاہی تو آپؐ نے اجازت نہیں دی اور فرمایا: ''تمہارے لئے بہترین جہاد حج ہے''

البتہ نبی ﷺ کے زمانہ میں عورتوں کو فوجی خدمات کے لئے جہاد میں لے جایا جاتا تھا، عورتیں خود نہیں جاتی تھیں، جو بھی عورت چاہے شوہر کے ساتھ نہیں نکل سکتی تھی، پہلے اجازت لینی پڑتی تھی، جو عورتیں مریضوں کی مرہم پٹی کرنا اور دیگر فوجی خدمات انجام دینا جانتی تھیں ان کو اجازت ملتی تھی، اور وہ اپنے شوہر کے ساتھ یا محرم کے ساتھ نکلتی تھیں، جیسے: حضرت ام سُلیم رضی اللہ عنہا خود مرہم بناتی تھیں، وہ آدھی ڈاکٹر تھیں، زخمیوں کی مرہم پٹی کرتی تھیں، اس لئے ان کو خاص طور پر جہاد میں لے جایا جاتا تھا۔

البتہ نبی ﷺ ایک اہلیہ کو ساتھ لے جاتے تھے، اس کی حکمت و مصلحت یہ تھی کہ امیر پر کوئی الزام نہ آئے، رہے دوسرے

فوجی تو وہ کمانڈر کی نگرانی میں ہوتے ہیں، اس لئے ان پر الزام آنے کا کوئی سوال نہیں۔

اور میرے علم میں اس کی کوئی دلیل نہیں کہ جو عورت چاہتی شوہر کے ساتھ یا محرم کے ساتھ جہاد میں نکلتی تھی یا نکل سکتی تھی، صرف مخصوص خواتین ہی کو اجازت ملتی تھی، اور وہ نکلتی تھیں، جیسے: دورِ نبوی میں عورتیں مسجدِ نبوی میں نماز کے لئے آتی تھیں، مگر میرے علم میں ایسی کوئی روایت نہیں کہ مدینہ کی دوسری مسجدوں میں بھی عورتیں نماز کے لئے جاتی تھیں، پس مسجدِ نبوی میں عورتوں کا آنا دین سیکھنے کے لئے تھا، نماز مقصود نہیں ہوتی تھی۔

[٦٢-] بَابُ جِهَادِ النِّسَاءِ

[٢٨٧٥-] حدثنا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيْرٍ، أَنَا سُفْيَانُ، عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ عَائِشَةَ بِنْتِ طَلْحَةَ، عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ، قَالَتْ: اسْتَأْذَنْتُ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم فِي الْجِهَادِ، فَقَالَ: "جِهَادُكُنَّ الْحَجُّ"[راجع: ١٥٢٠]وَقَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ الْوَلِيْدِ: ثَنَا سُفْيَانُ، ثَنَا مُعَاوِيَةُ بِهٰذَا.

[٢٨٧٦-] حدثنا قَبِيْصَةُ، ثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ مُعَاوِيَةَ بِهٰذَا، وَعَنْ حَبِيْبِ بْنِ أَبِي عَمْرَةَ، عَنْ عَائِشَةَ بِنْتِ طَلْحَةَ، عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ، عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم: سَأَلَهُ نِسَاؤُهُ عَنِ الْجِهَادِ؟ فَقَالَ: "نِعْمَ الْجِهَادُ الْحَجُّ"[راجع: ١٥٢٠]

بَابُ غَزْوِ الْمَرْأَةِ فِي الْبَحْرِ

عورت کا سمندر کے راستے سے جہاد کرنا

یہ ذیلی باب ہے، سمندر کے راستہ سے مجاہدین جہاد کے لئے نکلیں تو جن عورتوں کو ساتھ لے جانا مصلحت ہو لے جا سکتے ہیں۔ اور حدیث پہلے گذری ہے: حضرت ام حرام بنت ملحان رضی اللہ عنہا جو حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ کی بیوی تھیں، اور جنھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے دعا کروائی تھی کہ سمندر کے راستہ سے پہلا جہاد کرنے والوں میں اللہ تعالیٰ ان کو شامل کریں، جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت میں قبرص پر چڑھائی کی تو اس لشکر میں حضرت معاویہؓ کی اہلیہ بنت قرظہ کے ساتھ حضرت ام حرامؓ بھی تھیں، یہ حضرت ام سُلیم رضی اللہ عنہا کی بہن ہیں، انھوں نے بہن سے علاج معالجہ سیکھا تھا اس لئے ان کو بھی حضرت معاویہؓ جہاد میں لے گئے، وہ قبرص پہنچ کر اونٹ سے گر گئیں، اونٹ نے ان کی گردن توڑ دی اور وفات پا گئیں، قبرص میں ان کی قبر ہے۔

اور یہاں جو حدیث میں ہے کہ یہ حادثہ واپسی میں پیش آیا، یہ راوی کا وہم ہے جیسا کہ پہلے تنبیہ کی ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: رَكِبَتِ الْبَحْرَ مَعَ بِنْتِ قَرَظَةَ: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی اہلیہ بنت قرظہ کے

ساتھ وہ کشتی میں سوار ہوئیں، معلوم ہوا کہ اس لشکر میں دو ہی عورتیں تھیں، ایک امیر صاحب کی بیوی اور ایک حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ کی بیوی ام حرام، دوسری عورتیں نہیں تھیں۔

اور پہلے آیا ہے کہ نبی ﷺ ان کے پاس حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ سے نکاح کے بعد گئے تھے، اور یہاں ہے کہ ان کا نکاح حضرت عبادہؓ سے بعد میں ہوا، یہ واقعہ کے متعلقات کا اختلاف ہے، اس کو زیادہ اہمیت نہیں دینی چاہئے۔

[٦٣-] بَابُ غَزْوِ الْمَرْأَةِ فِي الْبَحْرِ

[۲۸۷۷و۲۸۷۸-] حدثنا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، ثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ عَمْرٍو، ثَنَا أَبُوْ إِسْحَاقَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْأَنْصَارِيِّ، قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسًا يَقُوْلُ: دَخَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم عَلٰى بِنْتِ مِلْحَانَ، فَاتَّكَأَ عِنْدَهَا، ثُمَّ ضَحِكَ، فَقَالَتْ: لِمَ تَضْحَكُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ؟ فَقَالَ:" نَاسٌ مِنْ أُمَّتِي يَرْكَبُوْنَ الْبَحْرَ الْأَخْضَرَ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ، مَثَلُهُمْ مَثَلُ الْمُلُوْكِ عَلَى الْأَسِرَّةِ" فَقَالَتْ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! ادْعُ اللّٰهَ أَنْ يَجْعَلَنِيْ مِنْهُمْ، قَالَ:" اللّٰهُمَّ اجْعَلْهَا مِنْهُمْ" ثُمَّ عَادَ فَضَحِكَ فَقَالَتْ لَهُ: مِثْلَ أَوْ مِمَّ ذٰلِكَ، فَقَالَ لَهَا مِثْلَ ذٰلِكَ، فَقَالَتْ: ادْعُ اللّٰهَ أَنْ يَجْعَلَنِيْ مِنْهُمْ، فَقَالَ:" أَنْتِ مِنَ الْأَوَّلِيْنَ وَلَسْتِ مِنَ الآخِرِيْنَ" قَالَ: قَالَ أَنَسٌ: فَتَزَوَّجَتْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ، فَرَكِبَتِ الْبَحْرَ مَعَ بِنْتِ قَرَظَةَ، فَلَمَّا قَفَلَتْ رَكِبَتْ دَابَّتَهَا فَوَقَصَتْ بِهَا، فَسَقَطَتْ عَنْهَا فَمَاتَتْ. [راجع: ۲۷۸۸، ۲۷۸۹]

وضاحت: حدیث پر دو نمبر ڈالنے کی وجہ پہلے (حدیث ۲۷۹۹و۲۸۰۰ کی شرح میں) بیان کی ہے۔

بَابُ حَمْلِ الرَّجُلِ امْرَأَتَهُ فِي الْغَزْوِ دُوْنَ بَعْضِ نِسَائِهِ

جہاد میں دوسری بیوی کو چھوڑ کر ایک بیوی کو ساتھ لے جانا

اگر امیر کی دو یا زیادہ بیویاں ہوں تو سب کو جہاد میں ساتھ لے جانا ضروری نہیں، بدگمانی سے بچنے کے لئے ایک کو ساتھ لے جانا کافی ہے۔ نبی ﷺ قرعہ ڈالتے تھے، جس بیوی صاحبہ کا نام نکلتا اس کو ساتھ لے جاتے تھے، اور حدیثِ باب حدیثِ افک کا حصہ ہے، جو پہلے گذر چکی ہے۔

[٦٤-] بَابُ حَمْلِ الرَّجُلِ امْرَأَتَهُ فِي الْغَزْوِ دُوْنَ بَعْضِ نِسَائِهِ

[۲۸۷۹-] حدثنا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ، ثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ النُّمَيْرِيُّ، ثَنَا يُوْنُسُ، قَالَ: سَمِعْتُ الزُّهْرِيَّ، قَالَ: سَمِعْتُ عُرْوَةَ بْنَ الزُّبَيْرِ، وَسَعِيْدَ بْنَ الْمُسَيِّبِ، وَعَلْقَمَةَ بْنَ وَقَّاصٍ، وَعُبَيْدَ اللّٰهِ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنْ حَدِيْثِ عَائِشَةَ، كُلٌّ حَدَّثَنِيْ طَائِفَةً مِنَ الْحَدِيْثِ، قَالَتْ: كَانَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم إِذَا أَرَادَ أَنْ

يَخْرُجَ أَقْرَعَ بَيْنَ نِسَائِهِ، فَأَيَّتُهُنَّ يَخْرُجُ سَهْمُهَا خَرَجَ بِهَا النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم، فَأَقْرَعَ بَيْنَنَا فِيْ غَزْوَةٍ غَزَاهَا، فَخَرَجَ فِيْهَا سَهْمِيْ، فَخَرَجْتُ مَعَ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم بَعْدَمَا أُنْزِلَ الْحِجَابُ.
[راجع: ۲۵۹۳]

بَابُ غَزْوِ النِّسَاءِ، وَقِتَالِهِنَّ مَعَ الرِّجَالِ

جہاد میں عورتوں کا مردوں کے ساتھ لڑنا

باب کا پہلا جزء مقصود نہیں، کیونکہ پہلے باب جهاد النساء آ گیا ہے، صرف لفظوں کا فرق ہے، بلکہ مقصود دوسرا جزء ہے یعنی عورتیں مردوں کے ساتھ لڑ سکتی ہیں، مگر جواز کی کوئی دلیل نہیں تھی، اس لئے پہلا جزء لفظ بدل کر لائے اور اس کو ثابت کیا، پس دوسرا جزء قیاس سے ثابت ہو جائے گا کہ جب عورتیں جہاد میں جا سکتی ہیں تو لڑ بھی سکتی ہیں۔

امام بخاری رحمہ اللہ عام طور پر باب قائم کرتے ہیں، مگر اس کی دلیل نہیں ہوتی تو باب میں اضافہ کرتے ہیں، پھر اضافہ دلیل سے ثابت کرتے ہیں، اور وہی حکم پہلے جزء میں لے جاتے ہیں، مگر یہاں اس کے برعکس کیا ہے۔

حدیث: حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: جنگِ احد میں لوگ نبی ﷺ کو میدانِ میں چھوڑ کر ہٹ گئے، اس وقت میں نے حضرت عائشہ اور اپنی والدہ حضرت ام سُلیم رضی اللہ عنہما کو دیکھا: وہ دونوں پائینچے چڑھائے ہوئے تھیں، میں نے ان کی پنڈلیوں میں خلخال پہننے کی جگہ دیکھی، دونوں اپنی پیٹھوں پر مشکیں اٹھا کر پھرتی سے چل رہی تھیں، اور وہ اس کو ریڑھتی تھیں زخمیوں کے مونہوں میں، پھر وہ دونوں واپس جاتیں اور مشکیں بھر کر لاتیں، پھر آتیں اور زخمیوں کے مونہوں میں ریڑھتیں۔

تشریح: اس حدیث سے عورتوں کا جہاد میں شریک ہونا ثابت ہوا، مگر مردوں کے ساتھ لڑنا ثابت نہیں ہوا، اس لئے باب کا دوسرا جزء قیاس سے ثابت کریں گے کہ جب عورتیں جہاد میں جا سکتی ہیں تو مردوں کے ساتھ لڑ بھی سکتی ہیں، اور یہ بات صحیح ہے اگر لڑنے کا موقع آئے تو عورتیں لڑیں، اس میں کچھ حرج نہیں۔ غزوۂ حنین میں حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا خنجر لئے ہوئے تھیں، نبی ﷺ نے پوچھا: خنجر کیوں لے رکھا ہے؟ انھوں نے کہا: اگر کوئی کافر میرے قریب آیا تو اس کا پیٹ پھاڑ دوں گی (عمدہ) معلوم ہوا کہ اگر کوئی بہادر عورت ہو اور وہ ناگہانی صورت میں دشمن سے لڑے تو شرعاً اس میں کچھ حرج نہیں۔

[۶۵-] بَابُ غَزْوِ النِّسَاءِ، وَقِتَالِهِنَّ مَعَ الرِّجَالِ

[۲۸۸۰-] حدثنا أَبُوْ مَعْمَرٍ، ثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، ثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: لَمَّا كَانَ يَوْمُ أُحُدٍ انْهَزَمَ النَّاسُ عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم، وَلَقَدْ رَأَيْتُ عَائِشَةَ بِنْتَ أَبِيْ بَكْرٍ وَأُمَّ سُلَيْمٍ وَإِنَّهُمَا لَمُشَمِّرَتَانِ، أَرَى خَدَمَ سُوْقِهِمَا، تَنْقُزَانِ الْقِرَبَ - وَقَالَ غَيْرُهُ: تَنْقُلَانِ الْقِرَبَ - عَلَى مُتُوْنِهِمَا، ثُمَّ تُفْرِغَانِهِ فِيْ أَفْوَاهِ الْقَوْمِ، ثُمَّ تَرْجِعَانِ فَتَمْلَآنِهَا، ثُمَّ تَجِيْئَانِ فَتُفْرِغَانِهِ فِيْ أَفْوَاهِ الْقَوْمِ. [انظر: ۲۹۰۲، ۳۸۱۱، ۴۰۶۴]

قولہ: غیرُہ: کا مرجع امام بخاری کے استاذ ابو معمر ہیں، یعنی دیگر اساتذہ تَنْقُزَانِ کی جگہ تَنْقُلَانِ کہتے ہیں۔ نَقَزَ (ن وض) الظَّبْیُ کے معنی ہیں: ہرن کا اچھل کر چھلانگ لگانا، میں نے اس کا ترجمہ: پھرتی سے چلنا کیا ہے۔

بَابُ حَمْلِ النِّسَاءِ الْقِرَبَ إِلَى النَّاسِ فِي الْغَزْوِ

جہاد میں عورتوں کا مشک اٹھا کر لوگوں کو پانی پلانا

یہ ردیف باب ہے، گذشتہ باب کی حدیث کے آخر میں یہ مضمون آیا ہے، اس لئے حضرت رحمہ اللہ نے یہ باب قائم کر دیا، اور حضرتؒ ایسا کرتے ہیں، البتہ اس کے لئے ضروری ہے کہ جو کتاب چل رہی ہے، اس سے مضمون کا کچھ تعلق ہو۔

حدیث: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس کچھ زنانی چادریں آئیں، جن کو آپؓ نے مدینہ کی عورتوں میں تقسیم کیا، ان میں سے ایک عمدہ چادر بچ گئی، حاضرین میں سے کسی نے کہا: امیر المؤمنین! یہ چادر آپ نبی ﷺ کی صاحبزادی کو دیجئے جو آپؓ کے نکاح میں ہیں، مراد لے رہے ہیں وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی ام کلثوم کو (جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں) حضرت عمرؓ نے فرمایا: ام سلیط رضی اللہ عنہا اس کی زیادہ حق دار ہیں، اور ام سلیطؓ انصاری خاتون تھیں، انھوں نے نبی ﷺ سے بیعت کی تھی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: وہ جنگ احد میں ہمارے لئے مشکیں اٹھاتی تھیں۔ اور امام بخاری رحمہ اللہ نے تَزْفِرُ کا ترجمہ تخیط کیا ہے، یعنی پرانی مشکیں جو پھٹ جاتی تھیں ان کو سی کر ٹھیک کرتی تھیں، مگر شارحین نے اس پر اعتراض کیا ہے، جیسا کہ حاشیہ میں ہے۔

[٦٦-] بَابُ حَمْلِ النِّسَاءِ الْقِرَبَ إِلَى النَّاسِ فِي الْغَزْوِ

[٢٨٨١-] حدثنا عَبْدَانُ، نَا عَبْدُ اللّٰهِ، أَنَا يُوْنُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، قَالَ ثَعْلَبَةُ بْنُ أَبِيْ مَالِكٍ: أَنَّ عُمَرَ ابْنَ الْخَطَّابِ قَسَمَ مُرُوْطًا بَيْنَ نِسَاءٍ مِنْ نِسَاءِ الْمَدِيْنَةِ، فَبَقِيَ مِرْطٌ جَيِّدٌ، فَقَالَ لَهُ بَعْضُ مَنْ عِنْدَهُ: يَا أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ! أَعْطِ هٰذَا بِنْتَ رَسُوْلِ اللّٰهِ الَّتِيْ عِنْدَكَ، يُرِيْدُوْنَ أُمَّ كُلْثُوْمٍ بِنْتَ عَلِيٍّ، فَقَالَ عُمَرُ: أُمُّ سَلِيْطٍ أَحَقُّ، وَأُمُّ سَلِيْطٍ مِنْ نِسَاءِ الْأَنْصَارِ مِمَّنْ بَايَعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، قَالَ عُمَرُ: فَإِنَّهَا كَانَتْ تَزْفِرُ لَنَا الْقِرَبَ يَوْمَ أُحُدٍ. قَالَ أَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ: تَزْفِرُ: تَخِيْطُ. [انظر: ٤٠٧١]

بَابُ مُدَاوَةِ النِّسَاءِ الْجَرْحٰى فِي الْغَزْوِ

جہاد میں عورتوں کا زخمیوں کا علاج کرنا

یہ ذیلی باب ہے، جہاد میں عورتیں زخمیوں کا علاج کریں تو جائز ہے، اور یہ جواز ضرورت کی وجہ سے ہے۔ حضرت ربیع

رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: ہم نبی ﷺ کے ساتھ ہوتی تھیں، زخمیوں کو پانی پلاتی تھیں اور علاج کرتی تھیں، اور لاشوں کو مدینہ پہنچاتی تھیں، یہ غزوۂ احد کا واقعہ ہے، لاشوں کو مدینہ پہنچانا اس کا قرینہ ہے، اس وقت تک حجاب کا حکم نازل نہیں ہوا تھا، اور جو لاشیں مدینہ منتقل کی گئی تھیں ان کو احد کے میدان میں واپس منگوالیا گیا تھا، اور سب شہداء کو احد میں دفن کیا گیا تھا۔

[٦٧-] بَابُ مُدَاوَةِ النِّسَاءِ الْجَرْحٰی فِی الْغَزْوِ

[٢٨٨٢-] حدثنا عَلِیُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، ثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ، ثَنَا خَالِدُ بْنُ ذَكْوَانَ، عَنِ الرُّبَيِّعِ بِنْتِ مُعَوِّذٍ، قَالَتْ: كُنَّا مَعَ النَّبِیِّ صلی الله علیه وسلم نَسْقِی الْمَاءَ وَنُدَاوِیْ الْجَرْحٰی وَنَرُدُّ الْقَتْلٰی.

[انظر: ٢٨٨٣، ٥٦٧٩]

بَابُ رَدِّ النِّسَاءِ الْجَرْحیٰ وَالْقَتْلٰی

عورتوں کا زخمیوں کو اور لاشوں کو منتقل کرنا

یہ ردیف باب ہے، زخمیوں کو اور لاشوں کو اٹھا کر کیمپ میں لے جانے کی خدمت اگر مجبوری ہو تو عورتوں سے لی جاسکتی ہے، اور اس باب میں بھی حضرت ربیع رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے۔

[٦٨-] بَابُ رَدِّ النِّسَاءِ الْجَرْحیٰ وَالْقَتْلٰی

[٢٨٨٣-] حدثنا مُسَدَّدٌ، ثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ، عَنْ خَالِدِ بْنِ ذَكْوَانَ، عَنِ الرُّبَيِّعِ بِنْتِ مُعَوِّذٍ، قَالَتْ: كُنَّا نَغْزُوْ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم فَنَسْقِیْ الْقَوْمَ وَنَخْدُمُهُمْ وَنَرُدُّ الْجَرْحیٰ وَالْقَتْلٰی إِلَی الْمَدِیْنَةِ. [راجع: ٢٨٨٢]

بَابُ نَزْعِ السَّهْمِ مِنَ الْبَدَنِ

بدن سے تیر نکالنا

جہاد النساء کے ذیلی ابواب پورے ہوئے، اب ابواب آگے بڑھاتےہیں، کسی کو جہاد میں گولی لگی یا تیر لگا تو آپریشن کرکے گولی نکالنا یا تیر نکالنا جائز ہے، کیونکہ یہ بھی ایک علاج ہے۔

حدیث: حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میرے چچا ابو عامر رضی اللہ عنہ کو جنگِ اوطاس میں گھٹنے میں تیر لگا، میں ان کے پاس پہنچا تو انھوں نے کہا: یہ تیر نکال دو، میں نے اس کو نکالا تو زخم سے پانی آنے لگا، میں نے جا کر نبی ﷺ کو اس کی اطلاع دی تو آپؐ نے فرمایا: اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِعُبَیْدٍ أَبِیْ عَامِرٍ: اے اللہ! ابو عامر عبید کی بخشش فرما۔

تشریح: زخم سے پانی نکلنا اس بات کی علامت ہے کہ خون پانی بن رہا ہے، اس لئے اب زندہ رہنے کی امید نہیں، اس لئے آپؐ نے ان کے لئے دعائے مغفرت فرمائی۔

[٦٩-] بَابُ نَزْعِ السَّهْمِ مِنَ الْبَدَنِ

[٢٨٨٤-] حدثنا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، ثَنَا أَبُوْ أُسَامَةَ، عَنْ بُرَيْدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنْ أَبِيْ بُرْدَةَ، عَنْ أَبِيْ مُوْسَى، قَالَ: رُمِيَ أَبُوْ عَامِرٍ فِيْ رُكْبَتِهِ، فَانْتَهَيْتُ إِلَيْهِ، فَقَالَ: انْزِعْ هٰذَا السَّهْمَ، فَنَزَعْتُهُ، فَنَزَا مِنْهُ الْمَاءُ، فَدَخَلْتُ عَلَى النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم فَأَخْبَرْتُهُ، فَقَالَ:" اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِعُبَيْدٍ أَبِيْ عَامِرٍ"

[انظر: ٤٣٢٣، ٦٣٨٣]

بَابُ الْحِرَاسَةِ فِي الْغَزْوِ [وَ] فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ

جہاد میں (اور) اللہ تعالیٰ کے راستہ میں چوکیداری کرنا

باب میں دو فی ہیں اور دونوں کے درمیان واؤ نہیں ہے، جبکہ دونوں کا مصداق تقریباً ایک ہے۔ علامہ عینی رحمہ اللہ نے شرح میں فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ کو نہیں لیا، صرف بابُ الْحِرَاسَةِ فِي الْغَزْوِ لیا ہے، ان کے نسخہ میں یہ اضافہ نہیں ہوگا، لیکن اس صورت میں پہلی حدیث کی باب سے تطبیق مشکل ہوجائے گی، اس لئے میں نے واؤ بڑھایا ہے۔ اب پہلی حدیث جس میں ایک رات نبی ﷺ کا پہرہ دیا گیا تھا: باب کے دوسرے جزء سے متعلق ہوگی، اور دوسری حدیث جس میں فوج کی چوکیداری کرنے والے کے لئے خوش حالی کی دعا ہے: پہلے جزء سے متعلق ہوگی۔

جہاد میں رات میں فوج کی چوکیداری کرنی پڑتی ہے اور امیر کی بھی حفاظت کرنی پڑتی ہے، یہ دونوں باتیں ضروری ہیں، اور چوکیداری کا کام ایک اعتبار سے بے خطر ہے اور ایک اعتبار سے پُر خطر، چونکہ اس میں لڑنا نہیں پڑتا، اس اعتبار سے آسان کام ہے اور چونکہ چوکیداری کے لئے چند آدمی ہی مقرر ہوتے ہیں اس لئے اگر دشمن رات میں حملہ کرے گا تو وہی لقمہ بنیں گے، پھر رات بھر جاگنا بھی مشکل ہوتا ہے، اس اعتبار سے یہ بھاری کام ہے، چنانچہ ابن ماجہ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے: حَرْسُ لَيْلَةٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ خَيْرٌ مِنْ أَلْفِ لَيْلَةٍ، يُقَامُ لَيْلُهَا وَيُصَامُ نَهَارُهَا: راہِ خدا میں ایک رات کی چوکیداری ایسی ہزار راتوں سے بہتر ہے جن میں نفلیں پڑھی جائیں، اور دن میں روزے رکھے جائیں۔ اور مسند احمد میں حضرت سہل رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے: مَنْ حَرَسَ وَرَاءَ الْمُسْلِمِيْنَ مُتَطَوِّعًا لَمْ يَرَ النَّارَ بِعَيْنِهِ إِلَّا تَحِلَّةَ الْقَسَمِ: جس نے رضا کارانہ مسلمانوں کی پیچھے سے چوکیداری کی تو وہ اپنی آنکھ سے دوزخ کی آگ نہیں دیکھے گا، مگر قسم کھولنے کے طور پر۔ اور نسائی میں ابوریحانہ کی حدیث ہے: حَرَّمْتُ النَّارَ عَلٰى عَيْنٍ سَهِرَتْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ: میں نے دوزخ کو حرام کیا اس آنکھ

پر جوراہِ خدا میں بیدار رہی ہے، ان کے علاوہ چوکیداری کی فضیلت میں دیگر احادیث بھی ہیں (فتح)

اور باب میں دو حدیثیں ہیں: پہلی حدیث میں ایک رات حضرت سعد بن ابی قاص رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ کا پہرہ دیا ہے اور دوسری حدیث میں ایک شخص کے لئے بددعا ہے اور دوسرے شخص کے لئے دعا ہے۔ دنیا کے بچاری کے لئے تباہی اور بربادی کی بددعا ہے اور راہِ خدا میں چوکیداری کرنے والے کے لئے خوش حالی کی دعا ہے، پس پہلی حدیث باب کے دوسرے جزء سے اور دوسری حدیث پہلے جزء سے متعلق ہے۔

[۷۰-] بَابُ الْحِرَاسَةِ فِي الْغَزْوِ [وَ] فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ

[۲۸۸۵-] حدثنا إِسْمَاعِيْلُ بْنُ خَلِيْلٍ، ثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ، نَا يَحْيىَ بْنُ سَعِيْدٍ، أَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَامِرِ ابْنِ رَبِيْعَةَ، قَالَ: سَمِعْتُ عَائِشَةَ تَقُوْلُ: كَانَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم سَهِرَ، فَلَمَّا قَدِمَ الْمَدِيْنَةَ، قَالَ: "لَيْتَ رَجُلاً صَالِحًا مِنْ أَصْحَابِيْ يَحْرُسُنِيْ اللَّيْلَةَ" إِذْ سَمِعْنَا صَوْتَ سِلاَحٍ، فَقَالَ: "مَنْ هٰذَا؟" فَقَالَ: أَنَا سَعْدُ بْنُ أَبِيْ وَقَّاصٍ، جِئْتُ لِأَحْرُسَكَ، فَنَامَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم. [انظر: ۷۲۳۱]

ترجمہ: صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ایک رات نبی ﷺ کو نیند نہیں آئی، پس جب آپؐ مدینہ آئے (یہ تقدیم وتاخیر ہے، فَلَمَّا قَدِمَ: مقدم ہے اور سَهِرَ: مؤخر۔ مسلم شریف میں حدیث صحیح ترتیب سے ہے) پس نبی ﷺ نے فرمایا: کاش میرے صحابہ میں سے کوئی نیک آدمی آتا جو آج کی رات میرا پہرہ دیتا، صدیقہؓ فرماتی ہیں: اچانک ہم نے ہتھیار کی آواز سنی، آپؐ نے پوچھا: کون؟ جواب ملا: میں سعد بن ابی وقاصؓ ہوں، آپؐ کا پہرہ دینے کے لئے آیا ہوں، چنانچہ آپؐ اطمینان سے سو گئے۔

تشریح: فَلَمَّا قَدِمَ الْمَدِيْنَةَ کا کیا مطلب ہے؟ کسی سفر سے واپسی ہوئی یا یہ واقعہ ہجرت کی ابتداء کا ہے؟ میرا رجحان ہے کہ یہ ہجرت کی ابتداء کا واقعہ ہے، اس وقت یہود کا بڑا خطرہ تھا، اس زمانہ میں آپؐ رات میں پیشاب کے لئے بھی گھر سے نہیں نکلتے تھے، لکڑی کا ایک کٹورہ رکھا رہتا تھا، اس میں پیشاب کرتے تھے، صبح اس کو پھینک دیا جاتا تھا، اور ابھی آیتِ کریمہ ﴿وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ﴾ نازل نہیں ہوئی تھی، چنانچہ ایک رات انجانے خطرہ سے نبی ﷺ کی نیند اڑ گئی، آپؐ نے خواہش ظاہر کی کہ کاش کوئی پہرہ دیتا تو آپؐ اطمینان سے سو جاتے، چنانچہ اللہ نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو بھیج دیا، یہ آپؐ کے لئے پہرہ دینا حراسة فی سبیل اللہ ہے۔ اس لئے کہ فی سبیل اللہ: غزوٌ سے عام ہے۔

[۲۸۸۶-] حدثنا يَحْيىَ بْنُ يُوْسُفَ، ثَنَا أَبُوْ بَكْرٍ، عَنْ أَبِيْ حَصِيْنٍ، عَنْ أَبِيْ صَالِحٍ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم، قَالَ: "تَعِسَ عَبْدُ الدِّيْنَارِ وَالدِّرْهَمِ وَالْقَطِيْفَةِ وَالْخَمِيْصَةِ، إِنْ أُعْطِيَ

رَضِیَ، وَإِنْ لَمْ یُعْطَ لَمْ یَرْضَ"

لَمْ یَرْفَعْهُ إِسْرَائِیْلُ وَمُحَمَّدُ بْنُ جُحَادَةَ عَنْ أَبِیْ حَصِیْنٍ. [انظر: ۲۸۸۷، ٦٤٣٥]

[۲۸۸۷-] وَزَادَ لَنَا عَمْرٌو، قَالَ: أَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِیْنَارٍ، عَنْ أَبِیْهِ، عَنْ أَبِیْ صَالِحٍ، عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ، عَنِ النَّبِیِّ صلی الله علیه وسلم، قَالَ:"تَعِسَ عَبْدُ الدِّیْنَارِ وَعَبْدُ الدِّرْهَمِ وَعَبْدُ الْخَمِیْصَةِ، إِنْ أُعْطِیَ رَضِیَ وَإِنْ لَمْ یُعْطَ سَخِطَ، تَعِسَ وَانْتَکَسَ! وَإِذَا شِیْكَ فَلاَ انْتُقِشَ!

طُوْبیٰ لِعَبْدٍ آخِذٍ بِعِنَانِ فِرَسِهِ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ، أَشْعَثُ رَأْسُهُ، مُغْبَرَّةٌ قَدَمَاهُ، إِنْ کَانَ فِی الْحِرَاسَةِ کَانَ فِی الْحِرَاسَةِ، وَإِنْ کَانَ فِی السَّاقَةِ کَانَ فِی السَّاقَةِ. وَإِنِ اسْتَأْذَنَ لَمْ یُؤْذَنْ لَهُ، وَإِنْ شَفَعَ لَمْ یُشَفَّعْ"

[راجع: ۲۸۸٦]

[۱-] ﴿فَتَعْسًا﴾: کَأَنَّهُ یَقُوْلُ: فَأَتْعَسَهُمُ اللّٰهُ: خَیَّبَهُمُ اللّٰهُ.

[۲-] طُوْبیٰ: فُعْلیٰ مِنْ کُلِّ شَیْءٍ طَیِّبٍ، وَهِیَ یَاءٌ حُوِّلَتْ إِلَی الْوَاوِ، وَهُوَ مِنْ یَطِیْبُ.

وضاحت: اس حدیث کو تقسیم کرکے اس پر دو نمبر ڈالے ہیں، یہ ٹھیک نہیں کیا، یہ ایک ہی حدیث ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ کے استاذ یحییٰ بن یوسف کی سند سے یہ حدیث مرفوع اور مختصر ہے، اور یہ ابوبکر بن عیاش کی حدیث ہے، جس کو وہ ابوحصین سے روایت کرتے ہیں، ابوبکر کے دوسرے دو شاگرد اسرائیل اور محمد بن جُحادہ اس کو مرفوع نہیں کرتے اور امام بخاریؒ کے دوسرے استاذ عمرو بن مرزوق کی سند سے یہ حدیث مرفوع اور مفصل ہے۔

ترجمہ: ہلاک ہو (ناس ہو!) دینار، درہم، قطیفہ (مخملی چادر) اور خمیصہ (پھول بوٹے والی کالی کملی) کے پرستار کا، اگر وہ (دنیا) دیا گیا تو خوش ہوا اور اگر نہیں دیا تو خوش نہیں ہوا۔

تشریح: تَعِس: فعل ماضی بمعنی امر ہے، یہ بددعا ہے، اس کے معنی ہیں: ہلاک ہوا، چہرہ کے بل گرا یعنی ناس ہوا!

اور عمرو بن مرزوق کی سند سے یہ اضافہ ہے: تَعِسَ وَانْتَکَسَ إلخ: ہلاک ہو اور اوندھے منہ گرے اور جب کانٹا چبھے تو کوئی نکالنے والا نہ ہو، یعنی کوئی ہمدردی کرنے والا نہ ہو (اتنا مضمون پہلی حدیث کے ساتھ جڑے گا) (اور دوسرے شخص کے لئے خوش حالی کی دعا:) خوش حالی ہے اس بندہ کے لئے جو راہِ خدا میں اپنے گھوڑے کی لگام پکڑے ہوئے ہے، پراگندہ سر ہے، غبار آلود پیر ہیں، اگر چوکیداری میں رکھ دیا جاتا ہے تو وہیں رہتا ہے اور اگر لشکر کے پچھلے حصہ میں رکھ دیا جاتا ہے تو وہیں رہتا ہے اور اگر (کسی کے گھر میں جانے کی) اجازت طلب کرتا ہے تو اس کو اجازت نہیں دی جاتی، اور اگر (کسی کے لئے) سفارش کرتا ہے تو اس کی سفارش قبول نہیں کی جاتی۔

تشریح: یہ دوسرا شخص بہ ظاہر بے حیثیت ہے لیکن اللہ کے یہاں اس کا بڑا مقام ہے، نبی ﷺ نے اس کے لئے خوش حالی کی دعا کی ہے۔

پھر امام بخاری رحمہ اللہ نے دولفظوں کے معنی بیان کئے ہیں:

۱- تَعِسَ کی مناسبت سے سورۂ محمد میں ﴿فَتَعْسًا﴾ آیا ہے اس کے معنی بیان کئے ہیں: أَتْعَسَهُمُ اللّٰهُ: اللہ ان کو نامراد کرے۔

۲- حدیث میں طُوْبیٰ آیا ہے یہ بروزن فُعْلیٰ ہے، ہر عمدہ چیز کو طوبیٰ کہتے ہیں، اس کی اصل طَیْب ہے۔ طَابَ یَطِیْبُ طَیِّبًا: کے معنی ہیں: عمدہ ہونا، یا کو واؤ سے بدلا، پھر واؤ کے ماقبل کو ضمہ دیا طُوْبیٰ ہوا۔

بَابُ فَضْلِ الْخِدْمَةِ فِي الْغَزْوِ

جہاد میں خدمت کی اہمیت

جہاد میں مجاہد اگر دوسروں کی خدمت کرے تو اس کی بڑی اہمیت ہے اور وہ ہم خُرما ہم ثواب ہے۔ اور یہ متعدد عبادتوں کو جمع کرنا ہے۔

حدیث (۱): حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: جہاد میں میرا اور حضرت جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ کا ساتھ ہوا، وہ میری خدمت کرتے تھے، حالانکہ وہ حضرت انسؓ سے عمر میں بڑے تھے، حضرت جریرؓ کہتے ہیں: میں نے انصار کو ایک کام کرتے دیکھا ہے، یعنی انصار نبی ﷺ کی اور مہاجرین کی خدمت کرتے تھے، اس لئے میں نہیں پاتا ان میں سے کسی کو مگر میں اس کا اکرام کرتا ہوں۔

تشریح: حضرت انس رضی اللہ عنہ کو حضرت جریر رضی اللہ عنہ سے خدمت لینے میں تکلف ہوتا تھا، اس لئے حضرت جریرؓ نے فرمایا: میں ہر انصاری کا احترام کرتا ہوں اور احترام میں خدمت کرنا بھی ہے، حضرت انسؓ خادم رسول تھے، اس لئے حضرت جریرؓ ان کی خدمت کرتے تھے۔

حدیث (۲): غزوۂ خیبر میں حضرت انس رضی اللہ عنہ خادم کی حیثیت سے نبی ﷺ کے ساتھ تھے، یہی جہاد میں خدمت کرنا ہے۔

حدیث (۳): حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ہم نبی ﷺ کے ساتھ تھے اور ہم میں سب سے زیادہ سایہ اس شخص کو حاصل تھا جو اپنے کمبل سے سایہ لے رہا تھا، یعنی لشکر ایسی جگہ تھا جہاں کوئی درخت نہیں تھا، گرمی اور دھوپ سخت تھی، پس جس کے پاس کمبل یا چادر تھی وہ اس سے سایہ لے رہا تھا اور وہی سب سے زیادہ سایہ حاصل کرنے والا تھا، رہے وہ لوگ جنھوں نے روزے رکھے تھے، انھوں نے کوئی کام نہیں کیا یعنی منزل پر پہنچ کر پڑ گئے، اور رہے وہ لوگ جنھوں نے روزہ نہیں رکھا تھا انھوں نے سواریاں اٹھائیں اور معمولی خدمت کی (جیسے سواری کو گھاس ڈالنا وغیرہ) اور دوسرے معمولی کام انجام دیئے (جیسے برتن دھونا، کھانا پکانا وغیرہ) پس نبی ﷺ نے فرمایا: ''آج روزہ نہ رکھنے والے ثواب لے گئے'' کیونکہ انھوں نے جہاد کے ساتھ خدمت بھی کی اس لئے انھوں نے ڈبل ثواب پایا۔

[۷۱-] بَابُ فَضْلِ الْخِدْمَةِ فِي الْغَزْوِ

[۲۸۸۸-] حدثنا مُحَمَّدُ بْنُ عَرْعَرَةَ، قَالَ: ثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ يُوْنُسَ بْنِ عُبَيْدٍ، عَنْ ثَابِتٍ الْبُنَانِيِّ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: صَحِبْتُ جَرِيْرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ فَكَانَ يَخْدُمُنِيْ، وَهُوَ أَكْبَرُ مِنْ أَنَسٍ، قَالَ جَرِيْرٌ: إِنِّيْ رَأَيْتُ الْأَنْصَارَ يَصْنَعُوْنَ شَيْئًا، لَا أَجِدُ أَحَدًا مِنْهُمْ إِلَّا أَكْرَمْتُهُ.

[۲۸۸۹-] حدثنا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، ثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ أَبِيْ عَمْرٍو مَوْلَى الْمُطَّلِبِ بْنِ حَنْطَبٍ، أَنَّـهُ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ، يَقُوْلُ: خَرَجْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم إِلٰى خَيْبَرَ أَخْدُمُهُ، فَلَمَّا قَدِمَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم رَاجِعًا وَبَدَا لَهُ أُحُدٌ قَالَ:" هٰذَا جَبَلٌ يُحِبُّنَا وَنُحِبُّهُ"، ثُمَّ أَشَارَ بِيَدِهِ إِلَى الْمَدِيْنَةِ، قَالَ:" اللّٰهُمَّ إِنِّيْ أُحَرِّمُ مَا بَيْنَ لَابَتَيْهَا كَتَحْرِيْمِ إِبْرَاهِيْمَ مَكَّةَ، اللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْ صَاعِنَا وَمُدِّنَا"[راجع: ۳۷۱]

[۲۸۹۰-] حدثنا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ أَبُوْ الرَّبِيْعِ، عَنْ إِسْمَاعِيْلَ بْنِ زَكَرِيَّا، ثَنَا عَاصِمٌ، عَنْ مُوَرِّقٍ الْعِجْلِيِّ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم أَكْثَرُنَا ظِلًّا الَّذِيْ يَسْتَظِلُّ بِكِسَائِهِ، وَأَمَّا الَّذِيْنَ صَامُوْا فَلَمْ يَعْمَلُوْا شَيْئًا، وَأَمَّا الَّذِيْنَ أَفْطَرُوْا فَبَعَثُوْا الرِّكَابَ، وَامْتَهَنُوْا، وَعَالَجُوْا، فَقَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم:" ذَهَبَ الْمُفْطِرُوْنَ الْيَوْمَ بِالْأَجْرِ"

بَابُ فَضْلِ مَنْ حَمَلَ مَتَاعَ صَاحِبِهِ فِي السَّفَرِ

سفر میں ساتھی کا سامان اٹھانے کی اہمیت

اب تین ذیلی باب ہیں، جو جہاد میں خدمت سے متعلق ہیں، جہاد کے سفر میں کسی ساتھی کا سامان اٹھانا بڑی خدمت ہے، اور حدیث گذر چکی ہے کہ کوئی شخص اپنی سواری پر دوسرے کی مدد کرتا ہے: اس پر اس کو بٹھالیتا ہے یا سواری پر اس کا سامان رکھ لیتا ہے تو یہ کارِ ثواب ہے۔

[۷۲-] بَابُ فَضْلِ مَنْ حَمَلَ مَتَاعَ صَاحِبِهِ فِي السَّفَرِ

[۲۸۹۱-] حدثنا إِسْحَاقُ بْنُ نَصْرٍ، ثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنْ هَمَّامٍ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم، قَالَ:" كُلُّ سُلَامٰى عَلَيْهِ صَدَقَةٌ كُلَّ يَوْمٍ، يُعِيْنُ الرَّجُلَ فِيْ دَابَّتِهِ: يُحَامِلُهُ عَلَيْهَا أَوْ يَرْفَعُ عَلَيْهَا مَتَاعَهُ صَدَقَةٌ، وَالْكَلِمَةُ الطَّيِّبَةُ، وَكُلُّ خَطْوَةٍ يَمْشِيْهَا إِلَى الصَّلَاةِ صَدَقَةٌ، وَدَلُّ الطَّرِيْقِ صَدَقَةٌ"[راجع: ۲۷۰۷]

لغات: سُلَامی: انگلیوں کے جوڑ، مراد بدن کے جوڑ............ دَلَّ: مصدر بمعنی **دلالة**: راہ نمائی۔

بَابُ فَضْلِ رِبَاطِ يَوْمٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ

راہِ خدا میں ایک دن پہرہ دینے کی اہمیت

رِبَاط: کے معنی ہیں: پہرہ دینا، خواہ ملک کی سرحد کا پہرہ دے یا فوج کا پہرہ دے، پس یہ بھی فوج کی خدمت ہے۔ اور حضرت رحمہ اللہ نے سورۂ آل عمران کی آخری آیت لکھی ہے، ارشاد پاک ہے: ''اے ایمان والو! صبر کرو، اور مقابلہ میں صبر کرو، اور مقابلہ میں پہرہ دو، اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو، تاکہ تم کامیاب ہوؤ!''

تفسیر: اصبروا: صبر کرو، یعنی ہمت سے کام لو، جہاد میں جم کر لڑو، وَصَابِرُوْا (باب مفاعلہ) اور مقابلہ میں صبر کرو، جس طرح دشمن ڈٹ کر لڑ رہا ہے تم بھی ڈٹ کر لڑو۔ رَابِطُوْا: (باب مفاعلہ) اور مقابلہ میں پہرہ دو، جس طرح دشمن اپنے لشکر کا پہرہ دے رہا ہے، تم بھی اپنے لشکر کا پہرہ دو، اور جس طرح دشمن اپنی سرحد کی حفاظت کر رہا ہے تم بھی اپنے ملک کی سرحد کی حفاظت کرو۔

نبی ﷺ کے زمانہ میں اسلامی مملکت کی سرحدیں قائم نہیں ہوئی تھیں، جیسے آج ہر ملک کی سرحد ہے اور دونوں طرف فوجیں سرحد کی حفاظت کرتی ہیں، ایسی سرحد قائم نہیں ہوئی تھی، اس لئے رَابطوا کو پہرہ دینے کے معنی میں لیا ہے، خواہ سرحد کا پہرہ دے یا فوج کا اور حدیث پہلے گذری ہے کہ ایک دن راہِ خدا میں پہرہ دینا دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔

[۷۳-] بَابُ فَضْلِ رِبَاطِ يَوْمٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ

وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى: ﴿يٰأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا﴾ الآيَةَ [آل عمران: ۲۰۰]

[۲۸۹۲-] حدثنا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُنِيْرٍ، سَمِعَ أَبَا النَّضْرِ، ثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ، عَنْ أَبِيْ حَازِمٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ: أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ: '' رِبَاطُ يَوْمٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ خَيْرٌ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا عَلَيْهَا، وَمَوْضِعُ سَوْطِ أَحِدِكُمْ مِنَ الْجَنَّةِ خَيْرٌ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا عَلَيْهَا، وَالرَّوْحَةُ يَرُوْحُهَا الْعَبْدُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ أَوِ الْغَدْوَةُ خَيْرٌ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا عَلَيْهَا''[راجع: ۲۷۹۴]

بَابُ مَنْ غَزَا بِصَبِيٍّ لِلْخِدْمَةِ

جو جہاد میں کسی بچہ کو خدمت کے لئے لے گیا

یہ بھی ذیلی باب ہے، اگر کوئی مجاہد کسی بچہ کو یا بڑے کو خدمت کے لئے ساتھ لے جائے تو اس کی گنجائش ہے، اور اس

خادم کو بھی کچھ نہ کچھ ثواب ملے گا۔ اور حدیث پہلے گذری ہے، نبی ﷺ نے حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اپنے لڑکوں میں سے کوئی لڑکا ڈھونڈھو جو میری خدمت کرے، جب میں خیبر کی طرف نکلوں، چنانچہ حضرت ابوطلحہؓ حضرت انس رضی اللہ عنہ کو اپنی سواری پر پیچھے بٹھا کر لے گئے اور انھوں نے سفر میں نبی ﷺ کی خدمت کی۔

[۷۴-] بَابُ مَنْ غَزَا بِصَبِيٍّ لِلْخِدْمَةِ

[۲۸۹۳-] حدثنا قُتَيْبَةُ، ثَنَا يَعْقُوْبُ، عَنْ عَمْرٍو، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ: أَنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم قَالَ لِأَبِيْ طَلْحَةَ:" الْتَمِسْ غُلَامًا مِنْ غِلْمَانِكُمْ يَخْدُمُنِيْ حَتَّى أَخْرُجَ إِلٰى خَيْبَرَ، فَخَرَجَ بِيْ أَبُوْ طَلْحَةَ مُرْدِفِيَّ، وَأَنَا غُلَامٌ رَاهَقْتُ الْحُلُمَ، فَكُنْتُ أَخْدُمُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم إِذَا نَزَلَ، فَكُنْتُ أَسْمَعُهُ كَثِيْرًا يَقُوْلُ:" اللّٰهُمَّ أَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْهَمِّ وَالْحُزْنِ وَالْعَجْزِ وَالْكَسَلِ، وَالْبُخْلِ وَالْجُبْنِ، وَضَلَعِ الدَّيْنِ، وَغَلَبَةِ الرِّجَالِ"

ثُمَّ قَدِمْنَا خَيْبَرَ، فَلَمَّا فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْحِصْنَ ذُكِرَ لَهُ جَمَالُ صَفِيَّةَ بِنْتِ حُيَيِّ بْنِ أَخْطَبَ، وَقَدْ قُتِلَ زَوْجُهَا وَكَانَتْ عَرُوْسًا، فَاصْطَفَاهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم لِنَفْسِهِ، فَخَرَجَ بِهَا حَتَّى إِذَا بَلَغْنَا سَدَّ الصَّهْبَاءِ حَلَّتْ، فَبَنىٰ بِهَا، ثُمَّ صَنَعَ حَيْسًا فِيْ نِطَعٍ صَغِيْرٍ، ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: "آذِنْ مَنْ حَوْلَكَ" فَكَانَتْ تِلْكَ وَلِيْمَةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم عَلٰى صَفِيَّةَ. ثُمَّ خَرَجْنَا إِلٰى الْمَدِيْنَةِ، قَالَ: فَرَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم يُحَوِّيْ لَهَا وَرَاءَهُ بِعَبَاءَةٍ ثُمَّ يَجْلِسُ عِنْدَ بَعِيْرِهِ فَيَضَعُ رُكْبَتَهُ فَتَضَعُ صَفِيَّةُ رِجْلَهَا عَلٰى رُكْبَتِهِ حَتَّى تَرْكَبَ.

فَسِرْنَا حَتَّى إِذَا أَشْرَفْنَا عَلَى الْمَدِيْنَةِ، نَظَرَ إِلٰى أُحُدٍ فَقَالَ:" هٰذَا جَبَلٌ يُحِبُّنَا وَنُحِبُّهُ" ثُمَّ نَظَرَ إِلٰى الْمَدِيْنَةِ، فَقَالَ:" اللّٰهُمَّ إِنِّيْ أُحَرِّمُ مَا بَيْنَ لَابَتَيْهَا بِمِثْلِ مَا حَرَّمَ إِبْرَاهِيْمُ مَكَّةَ، اللّٰهُمَّ بَارِكْ لَهُمْ فِيْ مُدِّهِمْ وَصَاعِهِمْ"[راجع: ۳۷۱]

بَابُ رُكُوْبِ الْبَحْرِ

سمندر کا سفر

باب میں جہاد کی قید نہیں، کیونکہ سمندر کا سفر مطلقاً خطرناک ہے، مگر کتاب الجہاد میں یہ باب لاکر اشارہ کیا کہ جہاد کے لئے سمندر کا سفر کر سکتے ہیں، اگرچہ یہ خطرناک سفر ہے اور ہوائی جہاز کا سفر اس سے بھی زیادہ خطرناک ہے، بلکہ اب تو خشکی میں بھی بس اور کار کا سفر خطرناک ہے، سب سواریاں موت کے گھوڑے ہیں، چنانچہ محتاط لوگ (بزدل) ریل کا سفر

کرتے ہیں۔

نبی ﷺ کے زمانہ میں سمندر کا سفر آج سے زیادہ خطرناک تھا، اس لئے صرف حاجی یا غازی کو اس کی اجازت تھی، شام کے گورنر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے سمندر کا سفر کر کے جہاد کرنے کی اجازت چاہی تو آپؓ نے اجازت نہیں دی، پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے اجازت چاہی، انھوں نے اس شرط کے ساتھ اجازت دی کہ کسی کو مجبور نہ کیا جائے۔ اور حدیث پہلے گذری ہے، اس کو حضرت انس رضی اللہ عنہ اپنی خالہ سے روایت کرتے ہیں، پس حدیث کے دو نمبروں میں سے ایک نمبر اس سند کا ہے۔

[۷۵-] بَابُ رُكُوْبِ الْبَحْرِ

[۲۸۹۴و۲۸۹۵-] حدثنا أَبُوْ النُّعْمَانِ، ثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ يَحْيَى، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى بْنِ حَبَّانَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: حَدَّثَتْنِيْ أُمُّ حَرَامٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم قَالَ يَوْمًا فِيْ بَيْتِهَا، فَاسْتَيْقَظَ وَهُوَيَضْحَكُ، قَالَتْ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! مَا يُضْحِكُكَ؟ قَالَ:" عَجِبْتُ مِنْ قَوْمٍ مِنْ أُمَّتِيْ يَرْكَبُوْنَ الْبَحْرَ، كَالْمُلُوْكِ عَلَى الأَسِرَّةِ" فَقُلْتُ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! ادْعُ اللّٰهَ أَنْ يَجْعَلَنِيْ مِنْهُمْ، قَالَ:" أَنْتِ مِنْهُمْ" ثُمَّ نَامَ فَاسْتَيْقَظَ وَهُوَ يَضْحَكُ، فَقَالَ مِثْلَ ذٰلِكَ مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلاَثًا، قُلْتُ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! ادْعُ اللّٰهَ أَنْ يَجْعَلَنِيْ مِنْهُمْ، فَيَقُوْلُ:" أَنْتِ مِنَ الأَوَّلِيْنَ" فَتَزَوَّجَ بِهَا عُبَادَةُ بْنُ الصَّامِتِ فَخَرَجَ بِهَا إِلَى الْغَزْوِ، فَلَمَّا رَجَعَتْ قُرِّبَتْ دَابَّةٌ لِتَرْكَبَهَا، فَوَقَعَتْ فَانْدَقَّتْ عُنُقُهَا.[راجع: ۲۷۸۸، ۲۷۸۹]

قوله: قَالَ يَوْمًا: ایک دن قیلولہ کیا......... **عجبتُ**: پسند آئے مجھے......... **اندقّت**: ٹوٹ گئی۔

بَابُ مَنِ اسْتَعَانَ بِالضُّعَفَاءِ وَالصَّالِحِيْنَ فِي الْحَرْبِ

جنگ میں کمزوروں اور نیک لوگوں سے مدد طلب کرنا

امیر المؤمنین جب لشکر لے کر دشمن کے مقابلہ کے لئے نکلے تو فوج اور ساز وسامان پر زیادہ تکیہ نہ کرے، بلکہ ضعفاء اور صالحین کے توسل (برکت) سے دعا کرے، یا ان سے دعا کرائے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کمزوروں کا اور نیک بندوں کا لحاظ کرتے ہیں، چنانچہ بارش نہ ہورہی ہو اور بارش طلبی کی نماز پڑھنی ہو تو لکھا ہے کہ جانوروں کو بھی ساتھ لے جاؤ، جب جانوروں کی وجہ سے بارش ہوتی ہے تو انسانوں میں جو کمزور یا نیک ہیں ان کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ظفر مند کیوں نہ فرمائیں گے!

اور باب میں ایک معلق اور دو مسند حدیثیں ہیں:

معلّق حدیث: ہرقل نے ابوسفیانؓ سے پوچھا تھا کہ اشراف (اونچی ناک والے) اس نبی کی پیروی کرتے ہیں یا

کمزور لوگ؟ ابوسفیانؓ نے جواب دیا: کمزور لوگ ان کی پیروی کرتے ہیں، پس ہرقل نے کہا: رسولوں کے پہلے متبعین کمزور لوگ ہی ہوتے ہیں، ہرقل کا یہ تبصرہ کمزوروں کی اہمیت پر دلالت کرتا ہے یہی کمزور لوگ اعلی درجہ کے صالحین ہوتے ہیں۔

حدیث (۱): حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو ایک خیال آیا انھوں نے خود کو دوسروں سے بہتر سمجھا (مصنف عبدالرزاق میں اس کی تفصیل ہے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ایک آدمی قوم کی حمایت میں اپنے ساتھیوں کی طرف سے لڑتا ہے، پس کیا اس کا حصہ ثواب اور غنیمت میں اس کے علاوہ کے مانند ہوگا؟ یعنی اس کو غنیمت اور ثواب میں برتری حاصل ہونی چاہئے کیونکہ اس کے بہادرانہ کارنامہ کی وجہ سے فتح نصیب ہوئی ہے) نبی ﷺ نے فرمایا: نہیں مدد کئے جاتے تم اور نہیں روزی دیئے جاتے تم مگر تمہارے کمزوروں کی وجہ سے (یعنی ٹھیک ہے بہادروں کے کارناموں سے فتح ہوتی ہے مگر اس سے زیادہ دخل فتح اور رزق میں کمزوروں کا ہے، لہٰذا جنگ سے پہلے ان سے دعا کروانی چاہئے، یا ان کے توسل سے دعا کرنی چاہئے)

حدیث (۲): نبی ﷺ نے فرمایا: ایک زمانہ آئے گا کہ لوگوں کی ایک جماعت جہاد کرے گی، پس پوچھا جائے گا: لشکر میں کوئی صحابی ہیں؟ پس کہا جائے گا: ہیں، چنانچہ ان کی برکت سے فتح نصیب ہوگی، پھر ایک زمانہ آئے گا کہ پوچھا جائے گا: کیا لشکر میں کوئی تابعی ہیں؟ پس کہا جائے گا: ہیں، چنانچہ فتح ملے گی، پھر ایک زمانہ آئے گا، پس پوچھا جائے گا: تم میں کوئی تبع تابعی ہیں؟ پس کہا جائے گا: ہیں، پس فتح نصیب ہوگی (یہ حدیث باب کے دوسرے جزء سے متعلق ہے، قرونِ ثلاثہ کے لوگ صالحین تھے، ان کی برکت سے فتح ملتی تھی)

[۷۶-] بَابُ مَنِ اسْتَعَانَ بِالضُّعَفَاءِ وَالصَّالِحِيْنَ فِي الْحَرْبِ

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: أَخْبَرَنِيْ أَبُوْ سُفْيَانَ، قَالَ: قَالَ لِيْ قَيْصَرُ: سَأَلْتُكَ: أَشْرَافُ النَّاسِ اتَّبَعُوْهُ أَمْ ضُعَفَاؤُهُمْ؟ فَزَعَمْتَ: ضُعَفَاءُهُمْ، وَهُمْ أَتْبَاعُ الرُّسُلِ.

[۲۸۹۶-] حدثنا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، ثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ طَلْحَةَ، عَنْ طَلْحَةَ، عَنْ مُصْعَبِ بْنِ سَعْدٍ، قَالَ: رَأَى سَعْدٌ أَنَّ لَهُ فَضْلاً عَلَى مَنْ دُوْنَهُ، فَقَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم: "هَلْ تُنْصَرُوْنَ وَتُرْزَقُوْنَ إِلَّا بِضُعَفَائِكُمْ؟"

[۲۸۹۷-] حدثنا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، ثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَمْرٍو، سَمِعَ جَابِرًا، عَنْ أَبِيْ سَعِيْدٍ، عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم، قَالَ: "يَأْتِيْ زَمَانٌ يَغْزُوْ فِيْهِ فِئَامٌ مِنَ النَّاسِ، فَيُقَالُ: فِيْكُمْ مَنْ صَحِبَ النَّبِيَّ؟ فَيُقَالُ: نَعَمْ، فَيُفْتَحُ عَلَيْهِ، ثُمَّ يَأْتِيْ زَمَانٌ، فَيُقَالُ: فِيْكُمْ مَنْ صَحِبَ أَصْحَابَ النَّبِيِّ؟ فَيُقَالُ: نَعَمْ: فَيُفْتَحُ، ثُمَّ يَأْتِيْ زَمَانٌ فَيُقَالُ: فِيْكُمْ مَنْ صَحِبَ صَاحِبَ أَصْحَابِ النَّبِيِّ؟ فَيُقَالُ: نَعَمْ، فَيُفْتَحُ"

[انظر: ۳۵۹۴، ۳۶۴۹]

بَابٌ: لَايَقُوْلُ: فُلَانٌ شَهِيْدٌ

نہ کہے کہ فلاں شہید ہے

حاشیہ میں لکھا ہے کہ قطعیت کے ساتھ کسی کے بارے میں نہیں کہنا چاہئے کہ فلاں شہید ہے، اس لئے کہ شہید وہ ہے جو اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے لڑتا ہوا مارا گیا ہو، اور کون کس مقصد سے لڑتا ہے: اس کا علم اللہ کے سوا کسی کو نہیں، پس کسی کے بارے میں قطعیت سے نہیں کہنا چاہئے کہ وہ شہید ہے۔ اور باب میں ایک معلّق روایت ہے جو پہلے (حدیث ۲۷۸۷) گذر چکی ہے، اور دوسری روایت میں ایک واقعہ ہے اس کا ترجمہ عبارت کے بعد ہے۔

[۷۷-] بَابٌ: لَايَقُوْلُ: فُلَانٌ شَهِيْدٌ

قَالَ أَبُوْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم:" اللّٰهُ أَعْلَمُ بِمَنْ يُجَاهِدُ فِيْ سَبِيْلِهِ، اللّٰهُ أَعْلَمُ بِمَنْ يُكْلَمُ فِيْ سَبِيْلِهِ"

[۲۸۹۸-] حدثنا قُتَيْبَةُ، ثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ أَبِيْ حَازِمٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ، أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم اِلْتَقَى هُوَ وَالْمُشْرِكُوْنَ فَاقْتَتَلُوْا، فَلَمَّا مَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم إِلٰى عَسْكَرِهِ، وَمَالَ الآخَرُوْنَ إِلٰى عَسْكَرِهِمْ، وَفِيْ أَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم رَجُلٌ لَا يَدَعُ لَهُمْ شَاذَّةً وَلَا فَاذَّةً إِلَّا اتَّبَعَهَا، يَضْرِبُهَا بِسَيْفِهِ، فَقَالَ: مَا أَجْزَأَ مِنَّا الْيَوْمَ أَحَدٌ كَمَا أَجْزَأَ فُلَانٌ! فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم:" أَمَا إِنَّهُ مِنْ أَهْلِ النَّارِ" فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ: أَنَا صَاحِبُهُ، فَخَرَجَ مَعَهُ، كُلَّمَا وَقَفَ وَقَفَ مَعَهُ، وَإِذَا أَسْرَعَ أَسْرَعَ مَعَهُ، قَالَ: فَجُرِحَ الرَّجُلُ جُرْحًا شَدِيْدًا، فَاسْتَعْجَلَ الْمَوْتَ، فَوَضَعَ نَصْلَ سَيْفِهِ بِالْأَرْضِ، وَذُبَابَهُ بَيْنَ ثَدْيَيْهِ، ثُمَّ تَحَامَلَ عَلٰى سَيْفِهِ، فَقَتَلَ نَفْسَهُ، فَخَرَجَ الرَّجُلُ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، فَقَالَ: أَشْهَدُ أَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ! قَالَ:"وَمَا ذَاكَ؟" قَالَ: الرَّجُلُ الَّذِيْ ذَكَرْتَ آنِفًا أَنَّهُ مِنْ أَهْلِ النَّارِ، فَأَعْظَمَ النَّاسُ ذٰلِكَ، فَقُلْتُ: أَنَا لَكُمْ بِهِ، فَخَرَجْتُ فِيْ طَلَبِهِ، ثُمَّ جُرِحَ جُرْحًا شَدِيْدًا، فَاسْتَعْجَلَ الْمَوْتَ، فَوَضَعَ نَصْلَ سَيْفِهِ فِي الْأَرْضِ، وَذُبَابَهُ بَيْنَ ثَدْيَيْهِ، ثُمَّ تَحَامَلَ عَلَيْهِ فَقَتَلَ نَفْسَهُ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم عِنْدَ ذٰلِكَ:" إِنَّ الرَّجُلَ لَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ الْجَنَّةِ فِيْمَا يَبْدُوْ لِلنَّاسِ وَهُوَ مِنْ أَهْلِ النَّارِ، وَإِنَّ الرَّجُلَ لَيَعْمَلُ عَمَلَ أَهْلِ النَّارِ فِيْمَا يَبْدُوْ لِلنَّاسِ وَهُوَ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ"[انظر: ٤٢٠٣، ٤٢٠٧، ٦٤٩٣، ٦٦٠٧]

ترجمہ: حضرت سہل رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: نبی ﷺ کا اور مشرکین کا مقابلہ ہوا پس دونوں آپس میں لڑے، پھر شام کو

نبی ﷺ اپنے کیمپ کی طرف اور دوسرے لوگ اپنے کیمپ کی طرف لوٹ گئے، اور صحابہ میں (قزمان نامی) ایک شخص تھا (اس شخص کا شمار منافقین میں تھا، احد کی جنگ میں وہ شریک نہیں ہوا تھا، پس عورتوں نے اس کو طعنہ دیا، اس لئے وہ اگلی جنگ میں نکلا اور جم کر لڑا تا کہ داغ دھل جائے) وہ نہیں چھوڑتا تھا مشرکین میں سے کسی اکا دکا کو (شاذّۃ اور فاذّۃ کے ایک معنی ہیں: اکا دکا) مگر اس کے پیچھے لگجاتا تھا، اور اس کو تہہ تیغ کر دیتا تھا، پس کہنے والے نے کہا: نہیں شاندار کارنامہ انجام دیا ہماری طرف سے آج کسی نے جیسا فلاں نے شاندار کارنامہ انجام دیا! پس نبی ﷺ نے فرمایا: ''سنو! بیشک وہ دوزخ والوں میں سے ہے''، پس قوم میں سے ایک شخص نے کہا: (ان کا نام اکثم بن ابی الجون تھا) میں اس کے ساتھ لگوں گا (اور دیکھوں گا کہ اس کے ساتھ کیا معاملہ پیش آتا ہے) پس وہ اس کے ساتھ نکلا، جہاں وہ ٹھہرتا یہ بھی ٹھہرتا اور جہاں وہ تیز چلتا یہ بھی تیز چلتا، اس نے کہا: وہ آدمی سخت زخمی ہو گیا اور اس نے جلدی مرنا چاہا، پس اس نے اپنی تلوار کی انّی زمین پر رکھی اور اس کی کنّی (وہ حصہ جس سے مارا جاتا ہے) اپنی دونوں چھاتیوں کے درمیان رکھی، پس وہ اپنی تلوار پر جھک گیا اور اپنے آپ کو مار ڈالا، پس وہ آدمی یعنی اکثمؓ نبی ﷺ کے پاس آئے اور کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں، آپؐ نے پوچھا: کیا بات ہے؟ انھوں نے کہا: وہ آدمی جس کا آپؐ نے ابھی تذکرہ کیا تھا کہ وہ دوزخ والوں میں سے ہے: لوگوں نے اس بات کو بھاری سمجھا تھا، پس میں نے کہا: میں تمہارے لئے اس کے ساتھ لگتا ہوں پس میں اس کی طلب میں نکلا پس وہ سخت زخمی ہو گیا اور اس نے جلدی مرنا چاہا تو اس نے اپنی تلوار کی انّی زمین پر رکھی اور اس کی کنّی اپنی دونوں چھاتیوں کے درمیان رکھی، پھر اس پر جھک گیا اور اپنے آپ کو مار ڈالا، پس نبی ﷺ نے فرمایا: بیشک ایک آدمی البتہ کرتا ہے جنت والوں کے کام اس چیز میں جو ظاہر ہوتی ہے لوگوں کے لئے یعنی بہ ظاہر جنتیوں والا عمل کرتا ہے درانحالیکہ وہ دوزخ والوں میں سے ہوتا ہے، اور بیشک ایک آدمی بہ ظاہر دوزخ والوں کا کام کرتا ہے حالانکہ وہ جنت والوں میں سے ہوتا ہے۔

تشریح: یہ تو نبی ﷺ نے پیشین گوئی فرمادی کہ وہ دوزخ والوں میں سے ہے ورنہ تو لوگ اس کو قطعی شہید کہتے، اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اعتبار آخری حالت کا ہے ایمان وعمل صالح پر زندگی ختم ہو تو جنتی ہے، چاہے زندگی بھر کچھ بھی کرتا رہا ہو، اور جس کی زندگی اس کے برعکس ختم ہو، وہ دوزخ والا ہے چاہے زندگی بھر نیکیاں کرتا رہا ہو۔ فإن العبرۃَ بالخواتیم: اور وہ شخص جہنمی اپنے نفاق کی وجہ سے تھا، وہ مؤمن ہی نہیں تھا۔

بَابُ التَّحْرِيْضِ عَلَى الرَّمْيِ

تیراندازی کی ترغیب

نبی ﷺ کے زمانہ میں سب سے کارگر ہتھیار تیر تھا، اس لئے کہ وہ دور سے چلایا جاتا ہے، خود محفوظ رہ کر دوسرے پر وار کیا جاتا ہے، ارشادِ پاک ہے: ﴿وَأَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ﴾: اور تیار کرو دشمنوں کے لئے جو بھی طاقت تم تیار کر سکو

اور نبی ﷺ نے اپنے زمانہ کے اعتبار سے قوت کی تفسیر تیر اندازی سے کی ہے، فرمایا: أَلاَ إِنَّ الْقُوَّةَ هِي الرَّمْيُ: سنو! قوت سے تیر اندازی مراد ہے (مسلم حدیث ۱۹۱۷) مگر اب 'قوت' کا مصداق بدل گیا ہے، کیونکہ ہتھیاروں کی نوعیت بدل گئی ہے، اب میزائل اور راکٹ 'قوت' کا مصداق ہیں، اور باب میں دو حدیثیں ہیں: پہلی حدیث میں تیر اندازی کے مقابلہ کا ذکر ہے اور دوسری حدیث میں تیر کب چلانا چاہئے اس کے بارے میں ہدایت ہے۔

[۷۸-] بَابُ التَّحْرِيْضِ عَلَى الرَّمْيِ

وَقَوْلِ اللّٰهِ: ﴿وَأَعِدُّوْا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ وَمِنْ رِبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهِ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ﴾

[۲۸۹۹-] حدثنا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، ثَنَا حَاتِمُ بْنُ إِسْمَاعِيْلَ، عَنْ يَزِيْدَ بْنِ أَبِيْ عُبَيْدٍ، قَالَ: سَمِعْتُ سَلَمَةَ بْنَ الأَكْوَعِ، قَالَ: مَرَّ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم عَلٰى نَفَرٍ مِنْ أَسْلَمَ يَنْتَضِلُوْنَ، فَقَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم: " ارْمُوْا بَنِيْ إِسْمَاعِيْلَ فَإِنَّ أَبَاكُمْ كَانَ رَامِيًا، وَأَنَا مَعَ بَنِيْ فُلاَنٍ" قَالَ: فَأَمْسَكَ أَحَدُ الْفَرِيْقَيْنِ بِأَيْدِيْهِمْ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: "مَا لَكُمْ لاَ تَرْمُوْنَ؟" قَالُوْا: كَيْفَ نَرْمِيْ وَأَنْتَ مَعَهُمْ؟ قَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم: " ارْمُوْا وَأَنَا مَعَكُمْ كُلِّكُمْ"[انظر: ۳۳۷۳، ۳۵۰۷]

[۲۹۰۰-] حدثنا أَبُوْ نُعَيْمٍ، ثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ الْغَسِيْلِ، عَنْ حَمْزَةَ بْنِ أَبِيْ أُسَيْدٍ، عَنْ أَبِيْهِ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم يَوْمَ بَدْرٍ حِيْنَ صَفَفْنَا لِقُرَيْشٍ وَصَفُّوْا لَنَا: "إِذَا أَكْثَبُوْكُمْ فَعَلَيْكُمْ بِالنَّبْلِ" قَالَ أَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ: أَكْثَبُوْكُمْ يَعْنِيْ أَكْثَرُوْكُمْ.

حدیث (۱): حضرت سلمۃ بن الاکوع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی ﷺ قبیلہ اسلم کی ایک جماعت کے پاس سے گذرے جو تیر اندازی میں مقابلہ کررہے تھے، پس آپؐ نے فرمایا: تیر اندازی کرو اے اسماعیل علیہ السلام کی اولاد! اس لئے کہ تمہارے ابا تیر انداز تھے اور میں فلاں خاندان کے ساتھ ہوں۔ راوی کہتے ہیں: پس دو فریقوں میں سے ایک نے اپنے ہاتھ روک لئے، نبی ﷺ نے فرمایا: کیا بات ہے تیر کیوں نہیں چلاتے؟ انھوں نے جواب دیا: ہم کیسے تیر چلائیں آپؐ ان کے ساتھ ہیں؟ آپؐ نے فرمایا: تیر چلاؤ اور میں تم سبھی کے ساتھ ہوں۔

تشریح: تَنَاضُلْ کے معنی ہیں: التَّرَامِی لِلسَّبْقِ: تیر اندازی کا مقابلہ کرنا، اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آباء کی خوبیاں ابناء کو ضرور اپنانی چاہئیں، اور جب مقابلہ ہوتا ہے تو دو جماعتیں بنتی ہیں، نبی ﷺ ایک جماعت میں شامل ہوگئے تو دوسری جماعت نے ہاتھ روک لئے، آپؐ نے پوچھا: کیا بات ہے، ہاتھ کیوں روک لئے؟ انھوں نے کہا: آپؐ جب دوسری جماعت کے ساتھ ہوگئے تو اب ہم تیر کیسے چلائیں؟ اس لئے کہ آپؐ جس جماعت کے ساتھ ہیں اگر وہ جماعت جیتی تو آپؐ کی برکت ہوگی، اس پارٹی کا کوئی کمال نہیں ہوگا اور خدانخواستہ وہ ہاری تو اس میں آپؐ کی موہوم توہین ہے کہ حضور کی

پارٹی ہاری! چنانچہ آپؐ اس پالے سے نکل آئے اور غیر جانبدار بن گئے اور فرمایا: مقابلہ کرو میں تم سبھی کے ساتھ ہوں۔

حدیث (۲): جنگِ بدر کے موقع پر جب مسلمانوں کی اور قریش کی صفیں تیار ہوگئیں تو آپؐ نے ہدایت دی کہ جب دشمن قریب آجائے تو تیر چلانا شروع کرو۔

تشریح: دشمن اگر بہت فاصلہ پر ہو تو تیر خطا کرتا ہے، اس لئے جب دشمن تیروں کی زد پر آجائے تب تیر چلانا چاہئے، تاکہ کوئی تیر ضائع نہ ہو۔

لغت: أَكْثَبُوْكُمْ: (باب افعال) جب وہ تم سے قریب آجائیں، كَثَبَ الشيئُ: قریب ہونا، الْكَثَبُ: قریب، نزدیک، رَمَاهُ مِنْ كَثَبٍ وَعَنْ كَثَبٍ: قریب سے اس کو نشانہ بنایا۔ امام بخاریؒ نے اس کا ترجمہ کیا ہے: أَكْثَرُوْكُمْ۔ حاشیہ میں اس پر اعتراض ہے کہ یہ معنی صحیح نہیں، أَكْثَرَ الشيئَ کے معنی ہیں: تعداد بڑھانا، حدیث میں یہ معنی نہیں ہوسکتے۔

بَابُ اللَّهْوِ بِالْحِرَابِ وَنَحْوِهَا

چھوٹے نیزوں اور اس کے مانند ہتھیاروں سے کھیلنا

حِرَاب: حَرْبَة کی جمع ہے، اس کے معنی ہیں: چھوٹا نیزہ، ہتھیاروں کا کھیل جنگی مشق ہوتی ہے، حبشہ والے چھوٹے نیزہ کے کھیل کے ماہر تھے، عید کے دن مسجد نبوی کے صحن میں وہ لوگ یہ کھیل کھیل رہے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ آئے اور کنکریوں کی مٹھی بھر کر ان کی طرف پھینکی اور کہا: بھاگو! کیا شیطان کا چرخہ لگا رکھا ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا: کھیلنے دو، یہ شیطان کا چرخہ نہیں ہے، فوجی مشق ہے۔

[۷۹-] بَابُ اللَّهْوِ بِالْحِرَابِ وَنَحْوِهَا

[۲۹۰۱-] حدثنا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسَى، أَنَا هِشَامٌ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ، قَالَ: بَيْنَا الْحَبَشَةُ يَلْعَبُوْنَ عِنْدَ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم بِحِرَابِهِمْ، دَخَلَ عُمَرُ فَأَهْوَى إِلَى الْحَصْبَاءِ فَحَصَبَهُمْ بِهَا، فَقَالَ: "دَعْهُمْ يَا عُمَرُ" وَزَادَ عَلِيٌّ: ثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَنَا مَعْمَرٌ: فِي الْمَسْجِدِ.

بَابُ الْمِجَنِّ، وَمَنْ تَتَرَّسَ بِتُرْسِ صَاحِبِهِ

ڈھال اور دوسرے کی ڈھال سے بچاؤ کرنا

مِجَنّ کے معنی ہیں: ڈھال۔ اس کے لئے دوسرا لفظ تُرْس ہے، اس سے فعل تَتَرَّس بنا ہے: ڈھال سے بچاؤ کرنا، ڈھال سے تیر اور تلوار کا وار روکا جاتا ہے، اگر کسی کے پاس ڈھال نہ ہو تو دوسرے کی ڈھال سے بچاؤ کرے۔ حضرت ابوطلحہ

رضی اللہ عنہ ماہر تیر انداز تھے، میدان احد میں ایک ڈھال کے پیچھے نبی ﷺ اور حضرت ابوطلحہؓ چھپے ہوئے تھے، حضرت ابو طلحہؓ سر نکال کر تیر چلاتے تھے، نبی ﷺ دوسری طرف سے سر نکال کر دیکھتے تھے کہ تیر لگا یا نہیں، حضرت ابوطلحہؓ عرض کرتے: یارسول اللہ! آپؐ سر نہ نکالیں کہیں کوئی تیر آپؐ کو لگ نہ جائے!

اور دوسری حدیث میں ہے کہ میدانِ احد میں جب آپؐ زخمی ہوئے اور خود کا ٹکڑا سر میں گڑ گیا اور جب اس کو نکالا گیا تو خون بہنے لگا، پس حضرت علی رضی اللہ عنہ ڈھال میں پانی لاتے تھے، یہاں باب ہے اور حدیث پہلے گذری ہے۔

اور تیسری حدیث میں ہے کہ بنونضیر کا علاقہ اس مال میں سے تھا جو اللہ نے اپنے رسول پر لوٹایا تھا، اس پر مسلمانوں نے گھوڑے دوڑائے تھے نہ اونٹ، یعنی مال فئے تھا اس لئے وہ خاص نبی ﷺ کے اختیار میں تھا، آپؐ نے اس میں سے ایک حصہ اپنے لئے روک لیا تھا اور ایک حصہ مہاجرین میں تقسیم کردیا تھا، آپؐ اپنی جائداد میں سے اپنی فیملی کا خرچہ نکالتے تھے، پھر جو بچ جاتا تھا اس سے جہاد کی تیاری کے لئے ہتھیار اور گھوڑے خریدتے (ہتھیار میں ڈھال بھی آتی ہے، یہ حدیث کی باب سے مناسبت ہے)

[۸۰-] بَابُ الْمِجَنِّ، وَمَنْ تَتَرَّسَ بِتُرْسِ صَاحِبِهِ

[۲۹۰۲-] حدثنا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ، أَنَا عَبْدُ اللّٰهِ، أَنَا الْأَوْزَاعِيُّ، عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِيْ طَلْحَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: كَانَ أَبُوْ طَلْحَةَ يَتَتَرَّسُ مَعَ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم بِتُرْسٍ وَاحِدٍ، وَكَانَ أَبُوْ طَلْحَةَ حَسَنَ الرَّمْيِ، فَكَانَ إِذَا رَمَى تَشَرَّفَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم فَيَنْظُرُ إِلٰى مَوْقِعِ نَبْلِهِ.

[راجع: ۲۸۸۰]

[۲۹۰۳-] حدثنا سَعِيْدُ بْنُ عُفَيْرٍ، ثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ أَبِيْ حَازِمٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ، قَالَ: لَمَّا كُسِرَتْ بَيْضَةُ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم عَلٰى رَأْسِهِ، وَأُدْمِيَ وَجْهُهُ، وَكُسِرَتْ رَبَاعِيَتُهُ، وَكَانَ عَلِيٌّ يَخْتَلِفُ بِالْمَاءِ فِي الْمِجَنِّ، وَكَانَتْ فَاطِمَةُ تَغْسِلُهُ، فَلَمَّا رَأَتِ الدَّمَ يَزِيْدُ عَلَى الْمَاءِ كَثْرَةً، عَمَدَتْ إِلٰى حَصِيْرٍ فَأَحْرَقَتْهَا وَأَلْصَقَتْهَا عَلٰى جُرْحِهِ، فَرَقَأَ الدَّمُ. [راجع: ۲٤۳]

[۲۹۰٤-] حدثنا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، سُفْيَانُ، عَنْ عَمْرٍو، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ مَالِكِ بْنِ أَوْسِ بْنِ الْحَدَثَانِ، عَنْ عُمَرَ، قَالَ: كَانَتْ أَمْوَالُ بَنِي النَّضِيْرِ مِمَّا أَفَاءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهِ مِمَّا لَمْ يُوْجِفِ الْمُسْلِمُوْنَ عَلَيْهِ بِخَيْلٍ وَلَا رِكَابٍ، فَكَانَتْ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم خَاصَّةً، وَكَانَ يُنْفِقُ عَلٰى أَهْلِهِ نَفَقَةَ سَنَتِهِ. ثُمَّ يَجْعَلُ مَا بَقِيَ فِي السِّلَاحِ وَالْكُرَاعِ عُدَّةً فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ.

[انظر: ۳۰۹٤، ٤۰۳۳، ٤۸۸٥، ٥۳٥۷، ٥۳٥۸، ٦۷۲۸، ۷۳۰٥]

بَابٌ

تیر چلانے والا ڈھال کے پیچھے سے تیر چلاتا ہے

یہ باب بلاترجمہ ہے، اس باب میں جو روایت ہے اس سے گذشتہ باب پر استدلال کرنا ہے، مگر استدلال کا نہج بدلا ہوا ہے، پس یہ باب کالفصل من الباب السابق ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے نبی ﷺ کو کسی آدمی پر ماں باپ قربان کرتے ہوئے نہیں دیکھا حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے بعد، میدانِ احد میں جب وہ تیر چلاتے تو آپؐ فرماتے: ارْمِ فِدَاكَ أَبِیْ وَأُمِّیْ! تیر چلاؤ آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں! اس سے استدلال اس طرح ہے کہ تیر چلانے والا ڈھال کے پیچھے ہوتا ہے کیونکہ دشمن کی طرف سے بھی تیر آسکتا ہے، پس بچاؤ ضروری ہے، اس طرح ڈھال کا ذکر آ گیا۔ یہ اس حدیث کی گذشتہ باب سے مناسبت ہے۔

بَابٌ

[۲۹۰۵-] حدثنا قَبِیْصَةُ: ثَنَا سُفْیَانُ، عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِیْمَ، ثَنِیْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ شَدَّادٍ، قَالَ: سَمِعْتُ عَلِیًّا یَقُوْلُ: مَا رَأَیْتُ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم یُفَدِّیْ رَجُلاً بَعْدَ سَعْدٍ، سَمِعْتُهُ یَقُوْلُ: "ارْمِ فِدَاكَ أَبِیْ وَأُمِّیْ" [انظر: ۴۰۵۸، ۴۰۵۹، ۶۱۸۴]

بَابُ الدَّرَقِ

چمڑے کی چھوٹی ڈھال

الدَّرَق: الدَّرَقَة کی جمع ہے، چمڑے کی چھوٹی ڈھال جس میں نہ لکڑی ہو نہ پشتہ، چھوٹے نیزہ سے بچاؤ کے لئے یہ ڈھال استعمال کرتے ہیں، اور باب میں ایک حدیث ہے، مگر حوالہ دینے کے لئے ترقیم کرنے والے نے دو حدیثیں بنادی ہیں، پس یہ سوال ذہن میں پیدا نہ ہو کہ پہلی حدیث کا باب سے کیا تعلق ہے؟ ہمارے نسخہ میں ایک ہی حدیث ہیں، اور پہلے گذری ہے، عید کے دن حبشہ والے چھوٹے نیزے اور چھوٹی ڈھال سے کھیل رہے تھے، باب ثابت ہو گیا۔

ملحوظہ: پہلی حدیث میں فَلَمَّا عَمِلَ ہے یہ صحیح نہیں، دوسری حدیث میں فلَمَّا غَفَلَ ہے، یہی صحیح ہے، اور اس کا مطلب یہ ہے کہ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی توجہ گانے والیوں کی طرف سے ہٹی تو عائشہؓ نے اشارہ کر دیا پس دونوں چلی گئیں۔

[۸۱-] بَابُ الدَّرَقِ

[۲۹۰۶-] حدثنا إِسْمَاعِیْلُ، حَدَّثَنِیْ ابْنُ وَهْبٍ، قَالَ عَمْرٌو، حَدَّثَنِیْ أَبُو الْأَسْوَدِ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ

عَائِشَةَ، قَالَتْ: دَخَلَ عَلَيَّ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم، وَعِنْدِيْ جَارِيَتَانِ تُغَنِّيَانِ بِغِنَاءِ بُعَاثَ، فَاضْطَجَعَ عَلَى الْفِرَاشِ وَحَوَّلَ وَجْهَهُ، فَدَخَلَ أَبُوْ بَكْرٍ فَانْتَهَرَنِيْ، وَقَالَ: مِزْمَارَةُ الشَّيْطَانِ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم! فَأَقْبَلَ عَلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم فَقَالَ: "دَعْهُمَا" فَلَمَّا غَفَلَ غَمَزْتُهُمَا فَخَرَجَتَا. [راجع: ٤٥٤]

[٢٩٠٧-] وَكَانَ يَوْمَ عِيْدٍ يَلْعَبُ السُّوْدَانُ بِالدَّرَقِ وَالْحِرَابِ، فَإِمَّا سَأَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم وَإِمَّا قَالَ: "تَشْتَهِيْنَ أَنْ تَنْظُرِيْ؟" فَقَالَتْ: نَعَمْ، فَأَقَامَنِيْ وَرَاءَهُ، خَدِّيْ عَلٰى خَدِّهِ، وَيَقُوْلُ: "دُوْنَكُمْ بَنِيْ أَرْفِدَةَ" حَتّٰى إِذَا مَلِلْتُ، قَالَ: "حَسْبُكِ؟" قُلْتُ: نَعَمْ، قَالَ: "فَاذْهَبِيْ" قَالَ أَحْمَدُ عَنْ ابْنِ وَهْبٍ فَلَمَّا غَفَلَ. [راجع: ٩٤٩]

بَابُ الْحَمَائِلِ، وَتَعْلِيْقِ السَّيْفِ بِالْعُنُقِ

پرتلے اور گردن میں تلوار لٹکانا

الْحَمَائِل: الْحِمَالَة کی جمع ہے: پرتلہ، تلوار وغیرہ کا پٹہ یا پیٹی جس میں تلوار وغیرہ لٹکاتے ہیں، آج کل فوجی چمڑے کی پیٹی میں دائیں بائیں ریوالور لٹکاتے ہیں، یہی حمالہ ہے، تلوار بھی ایسے ہی پرتلے میں لٹکائی جاتی تھی، اور سامنے لٹکائی جاتی تھی۔ نبی ﷺ کی اور شیخین رضی اللہ عنہما کی تلواریں ٹوپ کاپی (ترکیہ) میں موجود ہیں وہ سیدھی ہیں، وہ سینہ پر پرتلے میں گھسا کر لٹکائی جاتی تھیں، اور حدیث پہلے گذری ہے، اس میں ایک جملہ نیا ہے: وقد اسْتَبْرَأَ الْخَبَرَ: اور نبی ﷺ نے خبر کی تحقیق کرلی یعنی شور کی کچھ حقیقت ہے یا نہیں؟ اس کی تحقیق کرکے آپؐ واپس تشریف لا رہے تھے۔

[٨٢-] بَابُ الْحَمَائِلِ، وَتَعْلِيْقِ السَّيْفِ بِالْعُنُقِ

[٢٩٠٨-] حدثنا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، ثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم أَحْسَنَ النَّاسِ، وَأَشْجَعَ النَّاسِ، وَلَقَدْ فَزِعَ أَهْلُ الْمَدِيْنَةِ لَيْلَةً، فَخَرَجُوْا نَحْوَ الصَّوْتِ، فَاسْتَقْبَلَهُمُ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم، وَقَدِ اسْتَبْرَأَ الْخَبَرَ، وَهُوَ عَلٰى فَرَسٍ لِأَبِيْ طَلْحَةَ عُرْيٍ، وَفِيْ عُنُقِهِ السَّيْفُ، وَهُوَ يَقُوْلُ: "لَمْ تُرَاعُوْا" ثُمَّ قَالَ: "وَجَدْنَاهُ بَحْرًا" أَوْ قَالَ: "إِنَّهُ لَبَحْرٌ" [راجع: ٢٦٢٧]

بَابُ مَاجَاءَ فِيْ حِلْيَةِ السُّيُوْفِ

تلواروں کے زیور کا بیان

تلوار کو زیور پہنانے کا رواج عام تھا، حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: صحابہ نے بہت سی جنگیں لڑیں اور فتوحات

حاصل کیں، مگر ان کی تلواروں پر سونے چاندی کا زیور نہیں ہوتا تھا، ان کی تلواروں کا زیور پٹھے، سیسہ اور لوہا ہوتا تھا، یعنی معمولی چیزوں کا زیور ہوتا تھا، اور اب سونے چاندی کا زیور چڑھانے کا رواج چل پڑا ہے، یہ ٹھاٹھ دورِ صحابہ میں نہیں تھا۔

[۸۳-] بَابُ مَاجَاءَ فِیْ حِلْیَةِ السُّیُوْفِ

[۲۹۰۹-] حدثنا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ، ثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ، ثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ، سَمِعْتُ سُلَیْمَانَ بْنَ حَبِیْبٍ، سَمِعْتُ أَبَا أُمَامَةَ، یَقُوْلُ: لَقَدْ فَتَحَ الْفُتُوحَ قَوْمٌ، مَا كَانَتْ حِلْیَةُ سُیُوْفِهِمُ الذَّهَبَ وَلاَ الْفِضَّةَ، إِنَّمَا كَانَتْ حِلْیَتُهُمُ الْعَلاَبِيَّ وَالآنُكَ وَالْحَدِیْدَ.

لغت: العَلاَبِیّ: عُلْبَاء کی جمع ہے، اونٹ کی گردن میں سے ایک پٹھا نکلتا تھا، اس کو تلوار کے میان پر باندھتے تھے۔

بَابُ مَنْ عَلَّقَ سَیْفَهُ بِالشَّجَرِ فِی السَّفَرِ عِنْدَ الْقَائِلَةِ

دوپہر میں قیلولہ کے وقت تلوار درخت سے لٹکانا

گھر میں تلوار کھونٹی سے لٹکائی جاتی ہے، سفر میں کسی درخت سے باندھی جاتی ہے۔ اور باب میں مشہور واقعہ ہے کہ ایک دوپہر میں نبی ﷺ اپنی تلوار درخت سے لٹکا کر قیلولہ فرمارہے تھے، ایک بدّو وہاں پہنچا، وہ تلوار اتار کر اور اس کو سونت کر نبی ﷺ کی طرف بڑھا، آپؐ کی آنکھ کھل گئی، اس نے پوچھا: محمد! بتا تجھے کون بچائے گا؟ آپؐ نے تین بار فرمایا: اللہ! تلوار اس کے ہاتھ سے گرگئی، آپؐ نے بڑھ کر اٹھالی اور اس سے پوچھا: بتا تجھے کون بچائے گا؟ اس نے کہا: لاَأَحد: کوئی بھی نہیں! نبی ﷺ نے اس کو بٹھالیا اور چاروں طرف صحابہ پھیلے ہوئے تھے ان کو بلا کر قصہ سنایا، حاشیہ میں لکھا ہے کہ وہ بدّو مسلمان ہوگیا، اور اس نے جا کر اپنی قوم کو اسلام کی دعوت دی۔ اس روایت میں یہ ہے کہ یہ واقعہ نجد کی طرف پیش آیا، دوسری روایتوں میں خیبر کا ذکر ہے، یہ واقعہ کے متعلقات کا اختلاف ہے۔

[۸۴-] بَابُ مَنْ عَلَّقَ سَیْفَهُ بِالشَّجَرِ فِی السَّفَرِ عِنْدَ الْقَائِلَةِ

[۲۹۱۰-] حدثنا أَبُوْ الْیَمَانِ، أَنَا شُعَیْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، ثَنِيْ سِنَانُ بْنُ أَبِيْ سِنَانٍ الدُّؤَلِيُّ، وَأَبُوْ سَلَمَةَ ابْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ: أَنَّ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ أَخْبَرَهُمَا أَنَّـهُ غَزَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیه وسلم قِبَلَ نَجْدٍ، فَلَمَّا قَفَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیه وسلم قَفَلَ مَعَهُ، فَأَدْرَكَتْهُمُ الْقَائِلَةُ فِي وَادٍ كَثِیْرِ الْعِضَاهِ، فَنَزَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیه وسلم، وَتَفَرَّقَ النَّاسُ یَسْتَظِلُّوْنَ بِالشَّجَرِ، فَنَزَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیه وسلم تَحْتَ سَمُرَةٍ، فَعَلَّقَ بِهَا سَیْفَهُ، وَنِمْنَا نَوْمَةً، فَإِذَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیه وسلم یَدْعُوْنَا وَإِذَا

عِنْدَهُ أَعْرَابِيٌّ، فَقَالَ: "إِنَّ هٰذَا اخْتَرَطَ عَلَيَّ سَيْفِيْ، وَأَنَا نَائِمٌ، فَاسْتَيْقَظْتُ وَهُوَ فِيْ يَدِهِ صَلْتًا، فَقَالَ: مَنْ يَمْنَعُكَ مِنِّيْ؟ قُلْتُ: اللّٰهُ اللّٰهُ" ثَلَاثًا، وَلَمْ يُعَاقِبْهُ وَجَلَسَ. [انظر: ۲۹۱۳، ٤۱۳٤، ٤۱۳٥، ٤۱۳٦]

وَرَوَى مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ، عَنْ إِبْرَاهِيْمَ بْنِ سَعْدٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: فَشَامَ السَّيْفَ فَهَاهُوَذَا جَالِسٌ ثُمَّ لَمْ يُعَاقِبْهُ.

وضاحتیں: قفل معه: وہ بدّو نبی ﷺ کے پیچھے پیچھے آیا ....العِضَاه: کانٹے دار جھاڑیاں ....شعیب کی روایت میں اختر ط ہے اور زہری کے دوسرے دو شاگردوں کی روایت میں شَامَ ہے، اس کے معنی بھی تلوار سونتنے کے ہیں ....صَلْتا: سونتی ہوئی۔

بَابُ لُبْسِ الْبَيْضَةِ

خود پہننا

بَیضَة: خود: لوہے کی ٹوپی جو لڑائی میں پہنتے ہیں، جیسے آج کل اسکوٹر چلانے والے ہیلمٹ پہنتے ہیں، یہ بھی جنگی ہتھیار ہے اس لئے اس کا ذکر کیا۔ اور حدیث وہی ہے جو گذر چکی ہے، جنگِ احد میں ملعون عتبہ بن ابی وقاص نے پتھر مارا جو آپ کے خود میں لگا، اس کا ایک حصہ ٹوٹ کر ماتھے میں گڑ گیا، جب اس کو نکالا گیا تو خون جاری ہو گیا، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے چٹائی جلا کر اس کی راکھ زخم میں بھری تو خون بند ہوا۔

[۸۵-] بَابُ لُبْسِ الْبَيْضَةِ

[۲۹۱۱-] حدثنا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، ثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ أَبِيْ حَازِمٍ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ سَهْلٍ أَنَّهُ سُئِلَ عَنْ جُرْحِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم يَوْمَ أُحُدٍ، فَقَالَ: جُرِحَ وَجْهُ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم، وَكُسِرَتْ رَبَاعِيَتُهُ، وَهُشِمَتِ الْبَيْضَةُ عَلٰى رَأْسِهِ، فَكَانَتْ فَاطِمَةُ تَغْسِلُ الدَّمَ، وَعَلِيٌّ يُمْسِكُ، فَلَمَّا رَأَتْ أَنَّ الدَّمَ لَا يَزِيْدُ إِلَّا كَثْرَةً، أَخَذَتْ حَصِيْرًا فَأَحْرَقَتْهُ، حَتّٰى صَارَ رَمَادًا، ثُمَّ أَلْزَقَتْهُ فَاسْتَمْسَكَ الدَّمُ. [راجع: ۲٤۳]

بَابُ مَنْ لَمْ يَرَ كَسْرَ السِّلَاحِ عِنْدَ الْمَوْتِ

مرتے وقت ہتھیار توڑ دینا درست نہیں

جاہلیت کا طریقہ تھا کہ جب کوئی بڑا آدمی مرتا تو وہ خود اپنے ہتھیار توڑ دیتا یا اس کے بعد اس کے ورثاء توڑ دیتے، تاکہ کوئی دوسرا استعمال نہ کرے، یہ غلط طریقہ تھا، نبی ﷺ نے اپنے ہتھیار چھوڑے تھے توڑے نہیں تھے۔

[۸٦-] بَابُ مَنْ لَمْ يَرَ كَسْرَ السِّلَاحِ عِنْدَ الْمَوْتِ

[۲۹۱۲-] حدثنا عَمْرُو بْنُ عَبَّاسٍ، ثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ أَبِیْ إِسْحَاقَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ، قَالَ: مَاتَرَكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم إِلَّا سِلَاحَهُ وَبَغْلَةً بَيْضَاءَ وَأَرْضًا جَعَلَهَا صَدَقَةً. [راجع: ۲۷۳۹]

بَابُ تَفَرُّقِ النَّاسِ عَنِ الإِمَامِ عِنْدَ الْقَائِلَةِ، وَالِاسْتِظْلَالِ بِالشَّجَرِ

قیلولہ کے وقت لوگوں کا امیر سے جدا ہونا، اور درخت کا سایہ حاصل کرنا

کمانڈر الگ کسی درخت کے نیچے سوئے اور فوجی اِدھر اُدھر ہو جائیں اور کوئی خطرہ نہ ہو تو ایسا کرنا درست ہے۔

[۸۷-] بَابُ تَفَرُّقِ النَّاسِ عَنِ الإِمَامِ عِنْدَ الْقَائِلَةِ، وَالِاسْتِظْلَالِ بِالشَّجَرِ

[۲۹۱۳-] حدثنا أَبُوْ الْيَمَانِ، أَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، ثَنِیْ سِنَانُ بْنُ أَبِیْ سِنَانٍ، وَأَبُوْ سَلَمَةَ، أَنَّ جَابِرًا أَخْبَرَهُمَا ح: وَحَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ، ثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ، أَنَا ابْنُ شِهَابٍ، عَنْ سِنَانِ بْنِ أَبِیْ سِنَانٍ الدُّؤَلِيِّ، أَنَّ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ أَخْبَرَهُ، أَنَّهُ غَزَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، فَأَدْرَكَتْهُمُ الْقَائِلَةُ فِیْ وَادٍ كَثِيْرِ الْعِضَاهِ، فَتَفَرَّقَ النَّاسُ فِی الْعِضَاهِ، يَسْتَظِلُّوْنَ بِالشَّجَرِ، فَنَزَلَ النَّبِیُّ صلى الله عليه وسلم تَحْتَ شَجَرَةٍ، فَعَلَّقَ بِهَا سَيْفَهُ ثُمَّ نَامَ، فَاسْتَيْقَظَ ورَجُلٌ عِنْدَهُ وَهُوَ لَا يَشْعُرُ بِهِ، فَقَالَ النَّبِیُّ صلى الله عليه وسلم: "إِنَّ هٰذَا اخْتَرَطَ سَيْفِیْ، فَقَالَ: مَنْ يَمْنَعُكَ مِنِّیْ؟ قُلْتُ: اللّٰهُ! فَشَامَ السَّيْفَ وَمَا هُوَ ذَا جَالِسٌ" ثُمَّ لَمْ يُعَاقِبْهُ. [راجع: ۲۹۱۰]

بَابُ مَاقِيْلَ فِی الرِّمَاحِ

نیزوں کی روایت

نیزے، بھالے اور بلّم بھی جنگی ہتھیار ہیں، اس لئے ان کا ذکر کر رہے ہیں۔ امام صاحبؒ نے اس کے بارے میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی ایک معلّق روایت ذکر کی ہے: جُعِلَ رِزْقِی تَحْتَ ظِلِّ رُمْحِیْ: میرا رزق میرے نیزے کے سایہ کے نیچے گردانا گیا ہے، وَجُعِلَ الذِلَّةُ والصَّغَارُ عَلٰى مَنْ خَالَفَ أَمْرِیْ: اور رسوائی اور ذلت اس شخص پر گردانی ہے جو میرے دین کی مخالفت کرے، اور حاشیہ میں مسند احمد کے حوالہ سے یہ روایت مفصل ہے، فرمایا: بُعِثْتُ بَيْنَ يَدَیِ السَّاعَةِ مَعَ السَّيْفِ: میں قیامت سے پہلے تلوار کے ساتھ مبعوث کیا گیا ہوں، یعنی میرے بعد کوئی نبی نہیں، اور میری امت میں جہاد

قیامت تک جاری رہے گا، وَجُعِلَ رِزْقِی تَحْتَ ظِلِّ رُمْحِیْ: اور میری روزی میرے نیزہ کے سایہ تلے رکھی گئی ہے یعنی میری امت کے لئے غنیمت حلال کی گئی ہے اور پہلے بیان کیا ہے کہ دوسرے انبیاء کا جہاد محدود قوم کے ساتھ اور وقتی تھا، اس لئے ان مجاہدین کے پاس کمانے کھانے کا وقت تھا اور نبی ﷺ کی بعثت عالمگیر اور قیامت تک ہے، اس لئے جہاد ہمیشہ جاری رہے گا۔ اور مجاہدین کے پاس کمانے کا وقت نہیں ہوگا، اس لئے آپؐ کی امت کے مجاہدین کے لئے غنیمت حلال کی گئی، وَجُعِلَ الذِّلَّةُ وَالصَّغَارَ علی مَنْ خَالَفَ أَمْرِیْ: اور ذلت اور رسوائی ان لوگوں پر گردانی گئی جو میرے دین کی مخالفت کریں، یعنی اگر مسلمان جہاد کرتے رہے تو مخالفین اسلام کا ہاتھ کبھی اونچا نہیں ہوگا، رسوائی ان کا مقدر بن گئی ہے، قرآنِ کریم میں ہے: ﴿هُوَ الَّذِیْ أَرْسَلَ رَسُوْلَهُ بِالْهُدَى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ﴾: اللہ تعالیٰ وہ ہیں جنھوں نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچا دین دے کر بھیجا تا کہ وہ اس دین کو تمام ادیان کی کمر پر سوار کردیں (غالب کردیں) اگرچہ مشرکین کیسے ہی ناخوش ہوں، جیسے اکھاڑے میں پہلوان مقابل کو چت کر کے اس کی کمر پر بیٹھ جاتا ہے اسی طرح ادیانِ باطلہ ختم تو نہیں ہونگے مگر وہ دب کر رہ جائیں گے، ان کے نصیب میں ذلت اور رسوائی ہے۔ فَمَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ: پس جو کسی قوم کی مشابہت اختیار کرتا ہے وہ انہی میں سے ہوتا ہے، یعنی دیگر ادیان میں جہاد نہیں ہے اگر آپؐ کی امت بھی جہاد چھوڑ دے گی تو وہ غیروں کے مشابہ ہوجائے گی۔

اور باب کی دوسری حدیث میں حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کے گورخر شکار کرنے کا واقعہ ہے، اس میں ہے کہ انھوں نے ساتھیوں سے نیزہ مانگا، انھوں نے نہیں دیا، حدیث کا یہی جزء باب سے متعلق ہے۔

[۸۸-] بَابُ مَاقِيْلَ فِي الرِّمَاحِ

وَيُذْكَرُ عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم: " جُعِلَ رِزْقِيْ تَحْتَ ظِلِّ رُمْحِيْ، وَجُعِلَ الذِّلَّةُ وَالصَّغَارُ عَلٰى مَنْ خَالَفَ أَمْرِيْ"

[۲۹۱٤-] حدثنا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ، أَنَا مَالِكٌ، عَنْ أَبِي النَّضْرِ مَوْلٰى عُمَرَ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ، عَنْ نَافِعٍ مَوْلٰى أَبِيْ قَتَادَةَ الْأَنْصَارِيِّ، عَنْ أَبِيْ قَتَادَةَ، أَنَّهُ كَانَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، حَتَّى إِذَا كَانَ بِبَعْضِ طَرِيْقِ مَكَّةَ تَخَلَّفَ مَعَ أَصْحَابٍ لَهُ مُحْرِمِيْنَ، وَهُوَ غَيْرُ مُحْرِمٍ، فَرَأَى حِمَارًا وَحْشِيًّا، فَاسْتَوٰى عَلٰى فَرَسِهِ، فَسَأَلَ أَصْحَابَهُ أَنْ يُنَاوِلُوْهُ سَوْطَهُ فَأَبَوْا، فَسَأَلَهُمْ رُمْحَهُ فَأَبَوْا، فَأَخَذَهُ ثُمَّ شَدَّ عَلَى الْحِمَارِ، فَقَتَلَهُ فَأَكَلَ مِنْهُ بَعْضُ أَصْحَابِهِ وَأَبٰى بَعْضٌ، فَلَمَّا أَدْرَكُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم سَأَلُوْهُ عَنْ ذٰلِكَ، قَالَ: " إِنَّمَا هِيَ طُعْمَةٌ أَطْعَمَكُمُوْهَا اللّٰهُ"

وَعَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ أَبِيْ قَتَادَةَ: فِي الْحِمَارِ الْوَحْشِيِّ مِثْلُ حَدِيْثِ أَبِي النَّضْرِ، وَقَالَ: " هَلْ مَعَكُمْ مِنْ لَحْمِهِ شَيْءٌ؟" [راجع: ۱۸۲۱]

بَابُ مَاقِيْلَ فِي دِرْعِ النَّبِيِّ صلی الله عليه وسلم وَالْقَمِيْصِ فِي الْحَرْبِ

جنگ میں نبی ﷺ کی زرہ اور کرتے کا ذکر

دِرْع: زرہ: فولاد کا جالی دار کرتا جو جنگ میں پہنتے ہیں، اور قمیص عام ہے، زرہ قمیص پر پہنی جاتی ہے، اور باب میں چار روایتیں ہیں:

پہلی حدیث معلق ہے اور وہ پہلے گذری ہے: حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے جہاد میں استعمال کرنے کے لئے اپنی زکات کی رقم سے زرہیں خرید کر رکھ رکھی تھیں، جو وہ مستحقین کو دیتے تھے۔

اور دوسری حدیث نئی ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: نبی ﷺ نے فرمایا: جبکہ آپؐ میدانِ بدر میں ایک قبہ (عریش: جھونپڑی) میں تھے: ''اے اللہ! میں آپ کو آپ کے عہد و پیمان اور وعدہ کی قسم دیتا ہوں، اے اللہ! اگر آپ چاہیں تو آج کے بعد آپ کی عبادت نہ کی جائے'' پس حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آپؐ کا ہاتھ پکڑا اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول! بس کافی ہوگیا، آپؐ نے اپنے پروردگار کے سامنے خوب آہ وزاری کرلی، اُس وقت آپؐ زرہ پہنے ہوئے تھے (یہاں باب ہے) پس آپؐ یہ کہتے ہوئے جھونپڑی سے نکلے: ''عنقریب یہ جماعت شکست کھائے گی، اور پیٹھ پھیر کر بھاگے گی، بلکہ قیامت ان کے وعدہ کا وقت ہے اور قیامت بڑی سخت اور ناگوار چیز ہے!''

تشریح: جنگِ بدر میں جب صفیں آمنے سامنے تیار ہوگئیں تو نبی ﷺ نے دیکھا کہ مشرکین ایک ہزار ہیں اور مسلح ہیں اور مسلمان تین سو ہیں اور نہتے ہیں، پس آپؐ جھونپڑی میں تشریف لے گئے اور مناجات شروع کی: ''اے اللہ! آپ نے مجھ سے جو وعدہ کیا ہے اسے پورا فرمائیں، اے اللہ! اگر آپ نے اس جماعت کو ہلاک کردیا تو زمین میں آپ کی عبادت نہیں کی جائے گی!'' یہ بات آپؐ بار بار کہہ رہے تھے، یہاں تک کہ آپؐ کی چادر گرگئی، اُدھر کفار جنگ شروع کرنے کے لئے بار بار نقارہ بجا رہے تھے، جب مسلمانوں کی طرف سے اس کا جواب دیا جائے گا تب جنگ شروع ہوگی، مگر نبی ﷺ موجود نہیں، اس لئے جوابی نقارہ کیسے بجایا جائے؟ چنانچہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ جھونپڑی میں گئے اور آپؐ کو مناجات میں مشغول پایا، انھوں نے چادر مبارک آپؐ کے کندھے پر ڈالی اور آپؐ کو باہوں میں اٹھالیا، اور عرض کیا: اے اللہ کے نبی! کافی ہوگیا جو آپؐ نے اپنے پروردگار کو قسم دی ہے، اللہ تعالیٰ آپؐ کے ساتھ کیا ہوا وعدہ عنقریب پورا کریں گے، چنانچہ آپؐ بوجھل زرہ میں پھرتی سے سورۃ القمر کی مذکورہ آیات پڑھتے ہوئے جھونپڑی سے باہر تشریف لائے اور جوابی نقارہ بجایا گیا، جنگ شروع ہوئی، اور شام ہونے سے پہلے مسلمانوں نے میدان جیت لیا، اور کافروں نے منہ کی کھائی، اس طرح اللہ کا وعدہ پورا ہوا۔

سوال: اس حدیث پر حاشیہ میں ایک اشکال ہے کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو اللہ کے وعدوں پر پورا بھروسہ تھا، پس ان کا توکل: نبی کے توکل سے بڑھا ہوا تھا، یہ کیسے ممکن ہے؟

جواب: اس کا ایک جواب حاشیہ میں ہے اسے دیکھ لیں، میرے نزدیک اشکال کی وجہ توکل صدیقؓ اور توکلِ نبویؐ میں موازنہ کرنا ہے، حالانکہ یہاں دو مقام ہیں: ایک مقام توکل ہے اور دوسرا مقام ابتہال، یعنی اللہ کے سامنے گڑ گڑانا، آہ وزاری کرنا۔ اور یہ دونوں حال الگ الگ ہیں، مؤمن کو اللہ کے وعدوں پر پورا یقین ہوتا ہے مگر جب وہ ہاتھ اٹھاتا ہے اور اللہ کے سامنے گڑ گڑاتا ہے تو اس کا عجیب حال ہوتا ہے یا ہونا چاہئے، پس جب آپ توکل اور ابتہال میں موازنہ کریں گے تو اشکال حل ہوجائے گا، ابتہال کا مقام توکل کے مقام سے بہت بلند ہے۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ مقام توکل میں تھے اور نبی ﷺ مقام ابتہال میں، رہا نبی ﷺ کا توکل (اللہ کے وعدے پر بھروسہ) تو وہ ان آیات سے عیاں ہے جو آپؐ نے جھونپڑی سے نکلتے وقت پڑھی ہیں۔

اور تیسری حدیث بھی گذری ہے۔ نبی ﷺ نے ایک یہودی سے تیس صاع جو ادھار خریدے تھے اور اپنی زرہ اس کے پاس گروی رکھی تھی۔

اور چوتھی حدیث میں نبی ﷺ نے سخی اور کنجوس کا فرق ایک مثال سے سمجھایا ہے کہ بخیل اور خیرات کرنے والے کا حال ان دو شخصوں کے مانند ہے جنھوں نے لوہے کی کُرتیاں پہن رکھی ہوں (یہاں باب ہے) ترجمہ اور شرح پہلے (تحفۃ القاری ۴:۲۱۲) آچکی ہے۔

[۸۹-] بَابُ مَاقِيْلَ فِي دِرْعِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم وَالْقَمِيْصِ فِي الْحَرْبِ

وَقَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم: " أَمَّا خَالِدٌ فَقَدِ احْتَبَسَ أَدْرَاعَهُ فِي سَبِيْلِ اللهِ "

[۲۹۱۵-] حدثنا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، ثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ، ثَنَا خَالِدٌ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم وَهُوَ فِي قُبَّةٍ يَوْمَ بَدْرٍ: " اللّٰهُمَّ إِنِّي أَنْشُدُكَ عَهْدَكَ وَوَعْدَكَ، اللّٰهُمَّ إِنْ شِئْتَ لَمْ تُعْبَدْ بَعْدَ الْيَوْمِ " فَأَخَذَ أَبُوْ بَكْرٍ بِيَدِهِ، فَقَالَ: حَسْبُكَ يَارَسُوْلَ اللهِ! فَقَدْ أَلْحَحْتَ عَلَى رَبِّكَ، وَهُوَ فِي الدِّرْعِ، فَخَرَجَ وَهُوَ يَقُوْلُ: ﴿ سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ، بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ أَدْهَى وَأَمَرُّ ﴾ [القمر: ۴۵-۴۶] وَقَالَ وُهَيْبٌ: ثنا خَالِدٌ: يَوْمَ بَدْرٍ. [انظر: ۳۹۵۳، ۴۸۷۵، ۴۸۷۷]

[۲۹۱۶-] حدثنا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيْرٍ، ثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ إِبْرَاهِيْمَ، عَنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: تُوُفِّيَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم وَدِرْعُهُ مَرْهُوْنَةٌ عِنْدَ يَهُوْدِيٍّ بِثَلَاثِيْنَ صَاعًا مِنْ شَعِيْرٍ.

وَحَدَّثَنَا مُعَلَّى، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ، ثَنَا الْأَعْمَشُ، وَقَالَ: رَهَنَهُ دِرْعًا مِنْ حَدِيْدٍ وَقَالَ يَعْلَى: ثَنَا الْأَعْمَشُ: دِرْعٌ مِنْ حَدِيْدٍ. [راجع: ۲۰۶۸]

[۲۹۱۷-] حدثنا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ، ثَنَا وُهَيْبٌ، ثَنَا ابْنُ طَاوُسٍ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ

صلى الله عليه وسلم، قَالَ:" مَثَلُ الْبَخِيْلِ وَالْمُتَصَدِّقِ مَثَلُ رَجُلَيْنِ، عَلَيْهِمَا جُبَّتَانِ مِنْ حَدِيْدٍ، قَدِ اضْطَرَّتْ أَيْدِيَهُمَا إِلٰى تَرَاقِيْهِمَا، فَكُلَّمَا هَمَّ الْمُتَصَدِّقُ بِصَدَقَتِهِ اتَّسَعَتْ عَلَيْهِ حَتَّى تُعَفِّيَ أَثْرَهُ، وَكُلَّمَا هَمَّ الْبَخِيْلُ بِالصَّدَقَةِ انْقَبَضَتْ كُلُّ حَلْقَةٍ إِلٰى صَاحِبَتِهَا، وَتَقَلَّصَتْ عَلَيْهِ وَانْضَمَّتْ يَدَاهُ إِلٰى تَرَاقِيْهِ، فَسَمِعَ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم يَقُوْلُ:" فَيَجْتَهِدُ أَنْ يُوَسِّعَهَا فَلاَ تَتَّسِعُ"[راجع: ١٤٤٣]

بَابُ الْجُبَّةِ فِي السَّفَرِ وَالْحَرْبِ

سفر اور جنگ میں چوغہ پہننا

غزوۂ تبوک کے سفر میں نبی ﷺ نے شامی جبہ پہن رکھا تھا، پس باب کے دونوں جزء ثابت ہوئے کہ سفر میں بھی اور جنگ میں بھی جبہ پہن سکتے ہیں۔

[۹۰-] بَابُ الْجُبَّةِ فِي السَّفَرِ وَالْحَرْبِ

[۲۹۱۸-] حدثنا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ، ثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ، ثَنَا الْأَعْمَشُ، عَنْ أَبِي الضُّحَى مُسْلِمٍ، عَنْ مَسْرُوْقٍ، حَدَّثَنِي الْمُغِيْرَةُ بْنُ شُعْبَةَ، قَالَ: انْطَلَقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم لِحَاجَتِهِ ثُمَّ أَقْبَلَ فَتَلَقَّيْتُهُ بِمَاءٍ فَتَوَضَّأَ وَعَلَيْهِ جُبَّةٌ شَامِيَّةٌ فَتَمَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ وَغَسَلَ وَجْهَهُ فَذَهَبَ يُخْرِجُ يَدَيْهِ مِنْ كُمَّيْهِ، فَكَانَا ضَيِّقَيْنِ فَأَخْرَجَهُمَا مِنْ تَحْتُ، فَغَسَلَهُمَا، وَمَسَحَ بِرَأْسِهِ وَعَلٰى خُفَّيْهِ.[راجع: ١٨٢]

بَابُ الْحَرِيْرِ فِي الْحَرْبِ

جنگ میں ریشم پہننا

ریشم مردوں کے لئے حرام ہے، مگر اعذار کا کیا حکم ہے؟ نبی ﷺ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف اور حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہما کو ریشم کا کرتا پہننے کی اجازت دی تھی، حضرت انس رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث امام صاحبؒ نے پانچ سندوں سے روایت کی ہے، پھر کسی حدیث میں ہے کہ خارش کی وجہ سے اجازت دی تھی، خارش میں سوتی کپڑا برداشت نہیں ہوتا، اور کسی روایت میں ہے کہ جوؤں کی وجہ سے اجازت دی تھی، اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت انسؓ نے دیکھا کہ دونوں نے ایک جنگ میں ریشم کا کرتا پہن رکھا ہے۔

اب یہ بحث کھڑی ہوئی کہ اجازت کی وجہ کیا تھی؟ خارش، جوئیں یا جنگ؟ میرا خیال ہے کہ تینوں وجوہ جمع تھیں، خارش کی وجہ سے جوئیں پڑگئی تھیں یا جوؤں کی وجہ سے خارش ہوگئی تھی، اب گھر میں تو ننگے رہ سکتے ہیں مگر جنگ درپیش تھی اس لئے

ان کو جنگ میں ریشم کا کرتا پہننے کی اجازت دی، رہی یہ بات کہ اعذار میں ریشم پہننے کی کہاں تک اجازت ہے؟ اور کیسا ریشم پہن سکتے ہیں؟ اس پر گفتگو کتاب اللباس میں آئے گی۔

[۹۱-] بَابُ الْحَرِيْرِ فِي الْحَرْبِ

[۲۹۱۹-] حدثنا أَحْمَدُ بْنُ الْمِقْدَامِ، ثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ، ثَنَا سَعِيْدٌ، عَنْ قَتَادَةَ، أَنَّ أَنَسًا حَدَّثَهُمْ: أَنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیه وسلم رَخَّصَ لِعَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ، وَالزُّبَيْرِ فِي قَمِيْصٍ مِنْ حَرِيْرٍ. مِنْ حِكَّةٍ كَانَتْ بِهِمَا. [انظر: ۲۹۲۰، ۲۹۲۱، ۲۹۲۲، ۵۸۳۹]

[۲۹۲۰-] حدثنا أَبُوْ الْوَلِيْدِ، ثَنَا هَمَّامٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ، ح: وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِنَانٍ، ثنا هَمَّامٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ، أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ وَالزُّبَيْرَ شَكَوَا إِلَى النَّبِيِّ صلی اللہ علیه وسلم - يَعْنِيْ الْقَمْلَ - فَأَرْخَصَ لَهُمَا فِي الْحَرِيْرِ، فَرَأَيْتُهُ عَلَيْهِمَا فِي غَزَاةٍ. [راجع: ۲۹۱۹]

[۲۹۲۱-] حدثنا مُسَدَّدٌ، ثَنَا يَحْيىٰ، عَنْ شُعْبَةَ: أَخْبَرَنِيْ قَتَادَةُ، أَنَّ أَنَسًا حَدَّثَهُمْ: رَخَّصَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیه وسلم لِعَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ وَالزُّبَيْرِ بْنِ الْعَوَّامِ فِيْ حَرِيْرٍ. [راجع: ۲۹۱۹]

[۲۹۲۲-] حدثنا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، ثَنَا غُنْدَرٌ، ثنا شُعْبَةُ، سَمِعْتُ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ، رَخَّصَ أَوْ: رُخِّصَ لَهُمَا لِحِكَّةٍ كَانَتْ بِهِمَا. [راجع: ۲۹۱۹]

بَابُ مَا يُذْكَرُ فِي السِّكِّيْنِ

چھری کی روایت

جنگ میں چھری چاقو کی بھی ضرورت پڑتی ہے، جانور ذبح کرنے کے لئے اور دوسری ضروریات کے لئے چھری چاقو بھی سفر میں ساتھ رکھنے چاہئیں، اور باب کی حدیث میں ہے کہ ایک مرتبہ نبی ﷺ چھری سے گوشت کاٹ کر تناول فرمارہے تھے کہ نماز کے لئے بلایا گیا، پس آپؐ نے چھری رکھ دی اور نماز کے لئے تشریف لے گئے۔

[۹۲-] بَابُ مَا يُذْكَرُ فِي السِّكِّيْنِ

[۲۹۲۳-] حدثنا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، ثَنِيْ إِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ جَعْفَرِ بْنِ عَمْرِو بْنِ أُمَيَّةَ الضَّمْرِيِّ، عَنْ أَبِيْهِ، قَالَ: رَأَيْتُ النَّبِيَّ صلی اللہ علیه وسلم يَأْكُلُ مِنْ كَتِفٍ يَحْتَزُّ مِنْهَا، ثُمَّ دُعِيَ إِلَى الصَّلَاةِ فَصَلّٰى، وَلَمْ يَتَوَضَّأْ.

حدثنا أَبُوْ الْيَمَانِ، ثَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، وَزَادَ: فَأَلْقَى السِّكِّيْنَ. [راجع: ۲۰۸]

بَابُ مَاقِيْلَ فِي قِتَالِ الرُّوْمِ

رومیوں سے لڑنے کا بیان

جزیرۃ العرب سے رومیوں کی حکومت لگی ہوئی تھی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ان کے ساتھ جنگ شروع ہوئی، عُمیر عَنَسی (تابعی) کہتے ہیں: میں حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ کے پاس گیا وہ حمص کے ساحل پر اترے ہوئے تھے، اور وہ اپنے خیمہ میں تھے، اور ان کے ساتھ ان کی اہلیہ ام حرام رضی اللہ عنہا تھیں، انھوں نے ہم سے یہ حدیث بیان کی کہ نبی ﷺ نے فرمایا: میری امت کا پہلا لشکر جو سمندر کے راستہ سے جہاد کرے گا انھوں نے اپنے لئے جنت واجب کرلی، ام حرامؓ نے پوچھا: یارسول اللہ! میں ان میں شامل ہوں؟ آپؐ نے فرمایا: تم ان میں شامل ہو، پھر نبی ﷺ نے فرمایا: میری امت کا پہلا لشکر جو قیصر کے شہر پر حملہ کرے گا وہ بخشے بخشائے ہیں، ام حرامؓ نے پوچھا: میں ان میں شامل ہوں؟ آپؐ نے فرمایا: نہیں۔

تشریح: یہ حدیث پہلے گذری ہے سمندر کے راستہ سے جہاد کرنے والا پہلا لشکر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہا کی سرکردگی میں قبرص پر حملہ آور ہوا تھا، اور قیصر کا شہر یعنی قسطنطنیہ (اب اس کا نام استنبول ہے) اس پر سب سے پہلا حملہ یزید کی سرکردگی میں کیا گیا، اس لشکر میں حضرات ابن عمر، ابن عباس، ابن زبیر اور ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہم وغیرہ تھے۔ ان کے بارے میں حضور ﷺ نے فرمایا: وہ سب بخشے بخشائے ہیں، اب یزید کے بارے میں مسئلہ کھڑا ہوا کہ اس کی بخشش ہوگی یا نہیں؟ ایک طرف اس کے حق میں یہ بشارت ہے دوسری طرف اس کا ناگفتہ بہ کردار ہے، اس لئے اپنے اکابر کی رائے یہ ہے کہ اس کے بارے میں سکوت اولیٰ ہے ﴿تِلْكَ أُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَاكَسَبَتْ وَلَكُمْ مَاكَسَبْتُمْ وَلَا تُسْئَلُوْنَ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾

[۹۳-] بَابُ مَاقِيْلَ فِي قِتَالِ الرُّوْمِ

[۲۹۲٤-] حدثنا إِسْحَاقُ بْنُ يَزِيْدَ الدِّمَشْقِيُّ، ثَنَا يَحْيَى بْنُ حَمْزَةَ، ثَنِيْ ثَوْرُ بْنُ يَزِيْدَ، عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ، أَنَّ عُمَيْرَ بْنَ الْأَسْوَدِ الْعَنَسِيَّ حَدَّثَهُ، أَنَّهُ أَتَى عُبَادَةَ بْنَ الصَّامِتِ، وَهُوَ نَازِلٌ فِيْ سَاحِلِ حِمْصَ، وَهُوَ فِيْ بِنَاءٍ لَهُ، وَمَعَهُ أُمُّ حَرَامٍ، قَالَ عُمَيْرٌ: فَحَدَّثَتْنَا أُمُّ حَرَامٍ أَنَّهَا سَمِعَتِ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم يَقُوْلُ: " أَوَّلُ جَيْشٍ مِنْ أُمَّتِيْ يَغْزُوْنَ الْبَحْرَ قَدْ أَوْجَبُوْا" قَالَتْ أُمُّ حَرَامٍ: قُلْتُ: يَارَسُوْلَ اللهِ! أَنَا فِيْهِمْ؟ قَالَ: " أَنْتِ فِيْهِمْ" قَالَتْ: ثُمَّ قَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم: " أَوَّلُ جَيْشٍ مِنْ أُمَّتِيْ يَغْزُوْنَ مَدِيْنَةَ قَيْصَرَ مَغْفُوْرٌ لَهُمْ" فَقُلْتُ: أَنَا فِيْهِمْ يَارَسُوْلَ اللهِ؟ قَالَ: " لاَ" [راجع: ۲۷۸۹]

بَابُ قِتَالِ الْيَهُوْدِ

یہود کے ساتھ جنگ

قیامت سے پہلے دجال کے زمانہ میں یہود کے ساتھ ایک زبردست جنگ ہوگی، دجال کے ساتھ جو فوج ہوگی وہ یہودیوں کی ہوگی، یہودیوں کے خیال میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام خاکم بدہن! کانے دجال تھے اس لئے انھوں نے ان کو سولی پر چڑھانے کی کوشش کی، اور وہ مسیح ہدایت کے انتظار میں ہیں، جب کانا دجال نکلے گا تو وہ اسے مسیح ہدایت سمجھ کر اس کی پیروی کریں گے۔ اس وقت مسیح ہدایت حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے اتریں گے اور مسیح ضلالت کو قتل کریں گے، اس کے بعد دجال کی فوج ادھر اُدھر منتشر ہوجائے گی، اور درختوں اور پتھروں کے پیچھے چھپے گی، پس درخت اور پتھر نشاندہی کریں گے اور بتائیں گے: او اللہ کے بندے! میرے پیچھے یہودی چھپا ہے اس کو قتل کر، یعنی نباتات اور جمادات بھی ان کو پناہ نہیں دیں گے۔

[۹۴-] بَابُ قِتَالِ الْيَهُوْدِ

[۲۹۲۵-] حدثنا إِسْحَاقُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْفَرْوِيُّ، ثَنَا مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ، أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ: " تُقَاتِلُوْنَ الْيَهُوْدَ حَتَّى يَخْتَبِئَ أَحَدُهُمْ وَرَاءَ الْحَجَرِ، فَيَقُوْلُ: يَا عَبْدَ اللّٰهِ! هٰذَا يَهُوْدِيٌّ وَرَائِي فَاقْتُلْهُ" [انظر: ۳۵۹۳]

[۲۹۲۶-] حدثنا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ، ثَنَا جَرِيْرٌ، عَنْ عُمَارَةَ بْنِ الْقَعْقَاعِ، عَنْ أَبِيْ زُرْعَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: " لَاتَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتَّى تُقَاتِلُوْا الْيَهُوْدَ، حَتَّى يَقُوْلَ الْحَجَرُ وَرَاءَهُ الْيَهُوْدِيُّ: يَا مُسْلِمُ! هٰذَا يَهُوْدِيٌّ وَرَائِيْ فَاقْتُلْهُ"

بَابُ قِتَالِ التُّرْكِ

ترکوں کے ساتھ جنگ

عرب: حضرت نوح علیہ السلام کے صاحبزادے سام کی اولاد ہیں، اور ترک وروم دوسرے صاحبزادے یافث کی اولاد ہیں، اور انہی میں یاجوج وماجوج بھی ہیں۔ عربوں کے ان کے ساتھ بڑے معرکے پیش آنے والے ہیں، اس سلسلہ کی دو حدیثیں امام بخاری رحمہ اللہ نے پیش کی ہیں۔

[۹۵-] بَابُ قِتَالِ التُّرْكِ

[۲۹۲۷-] حدثنا أَبُوْ النُّعْمَانِ، ثَنَا جَرِيْرُ بْنُ حَازِمٍ، قَالَ: سَمِعْتُ الْحَسَنَ، يَقُوْلُ: ثَنَا عَمْرُو بْنُ تَغْلِبَ،

قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم: " إِنَّ مِنْ أَشْرَاطِ السَّاعَةِ أَنْ تُقَاتِلُوْا قَوْمًا يَنْتَعِلُوْنَ نِعَالَ الشَّعْرِ، وَإِنَّ مِنْ أَشْرَاطِ السَّاعَةِ أَنْ تُقَاتِلُوْا قَوْمًا عِرَاضَ الْوُجُوْهِ، كَأَنَّ وَجُوْهَهُمُ الْمَجَانُّ الْمُطَرَّقَةُ"

[انظر: ۳۵۹۲]

ترجمہ: بیشک قیامت کی چھوٹی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ جنگ کروگے تم ایسے لوگوں سے جو بال کے چپل پہنتے ہونگے، اور بیشک قیامت کی چھوٹی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ تم جنگ کروگے ایسے لوگوں سے جن کے چہرے چوڑے ہونگے، گویا ان کے چہرے کوٹی ہوئی ڈھالیں ہیں۔

تشریح: بال کے جوتے پہننے کے دو مطلب ہیں: ایک: وہ ایسے چپل پہنتے ہونگے جو بالوں سے بنے ہوئے ہونگے۔ دوم: ان کے چپلوں کے چمڑے پر بال ہونگے .... المَجَانُّ: مِجَن کی جمع ہے: ڈھال .... المُطَرَّقَةُ: خوب کوٹی ہوئی، پیٹی ہوئی، چمڑے کو دوہرا چوہرا کر کے کوٹ کر ایک جان کردیا گیا ہو۔

اس حدیث میں دو الگ الگ قوموں کے ساتھ جنگ کا ذکر ہے، اور دونوں قیامت کی چھوٹی نشانیوں میں سے ہیں (قیامت کی بڑی نشانیاں آیات کہلاتی ہیں) پہلی قوم جو بالوں کے چپل پہنتی ہوگی: وہ معلوم نہیں کونسی قوم ہے، ان کے لئے اگلا باب آرہا ہے، اور دوسری قوم ترک ہیں، ان کے لئے یہ باب ہے۔

[۲۹۲۸-] حدثنا سَعِيْدُ بْنُ مُحَمَّدٍ، ثَنَا يَعْقُوْبُ، ثَنَا أَبِيْ، عَنْ صَالِحٍ، عَنِ الْأَعْرَجِ، قَالَ: قَالَ أَبُوْ هُرَيْرَةَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: " لَاتَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتَّى تُقَاتِلُوْا التُّرْكَ، صِغَارَ الْأَعْيُنِ، حُمْرَ الْوُجُوْهِ، ذُلْفَ الْأُنُوْفِ، كَأَنَّ وَجُوْهَهُمُ الْمَجَانُّ الْمُطَرَّقَةُ، وَلَاتَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتَّى تُقَاتِلُوْا قَوْمًا نِعَالُهُمُ الشَّعْرُ"

[انظر: ۲۹۲۹، ۳۵۸۷، ۳۵۹۰، ۳۵۹۱]

ترجمہ: نبی ﷺ نے فرمایا: قیامت قائم نہیں ہوگی یہاں تک کہ تم جنگ کرو ترکوں سے جن کی آنکھیں چھوٹی، چہرے سرخ اور ناک چپٹی ہوگی، گویا ان کے چہرے کوٹی ہوئی ڈھالیں ہیں، اور قیامت نہیں قائم ہوگی یہاں تک کہ تم جنگ کرو ایسے لوگوں سے جن کے چپل بال کے ہونگے۔

تشریح: اس حدیث میں بھی اُنہی دو قوموں سے جنگ کا ذکر ہے، جن کا تذکرہ پہلی حدیث میں آیا ہے، البتہ ترتیب برعکس ہے، یہ ملاحم کی روایتیں ہیں، قیامت سے پہلے مسلمانوں میں اور غیر مسلموں میں جو سخت معرکے پیش آنے والے ہیں جن میں کشتوں کے پشتے لگ جائیں گے، ان میں ان دونوں قوموں سے بھی جنگ ہوگی۔ اور حُمْر الوجوہ کے معنی ہیں: سرخ چہرے والے اور ذُلْف الأنُوف کے معنی ہیں: چپٹی ناک والے یعنی ان کی ناک چھوٹی اور دبی ہوئی ہوگی۔

بَابُ قِتَالِ الَّذِيْنَ يَنْتَعِلُوْنَ الشَّعْرَ

بالوں کے چپل پہننے والوں کے ساتھ جنگ

اوپر باب کی حدیث میں دو قوموں کے ساتھ جنگ کا تذکرہ آیا ہے، ان میں سے ایک تو ترک ہیں اور دوسری قوم جو بال کے چپل پہنتی ہوگی وہ ترک ہونگے یا کوئی اور قوم؟ حاشیہ میں لکھا ہے کہ وہ بھی ترک ہونگے، اس لئے یہ باب دوسری قوم کے لئے لائے ہیں، اور حدیث وہی ہے، سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ یہ حدیث امام زہریؒ سے بھی روایت کرتے ہیں اور ابوالزناد سے بھی، اس دوسری روایت میں دو لفظ زیادہ ہیں: صِغَارُ الأَعْيُنِ: چھوٹی آنکھوں والے۔ ذلف الأنوف: چپٹی ناک والے۔

[۹۶-] بَابُ قِتَالِ الَّذِيْنَ يَنْتَعِلُوْنَ الشَّعْرَ

[۲۹۲۹-] حدثنا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، ثَنَا سُفْيَانُ، قَالَ الزُّهْرِيُّ: عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم، قَالَ: "لَاتَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتَّى تُقَاتِلُوْا قَوْمًا نِعَالُهُمُ الشَّعْرُ، وَلَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتَّى تُقَاتِلُوْا قَوْمًا كَأَنَّ وَجُوْهَهُمُ الْمَجَانُّ الْمُطَرَّقَةُ"

قَالَ سُفْيَانُ: وَزَادَ فِيْهِ أَبُوْ الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رِوَايَةً: "صِغَارَ الْأَعْيُنِ، ذُلْفَ الْأُنُوْفِ، كَأَنَّ وَجُوْهَهُمُ الْمَجَانُّ الْمُطَرَّقَةُ" [راجع: ۲۹۲۸]

بَابُ مَنْ صَفَّ أَصْحَابَهُ عِنْدَ الْهَزِيْمَةِ، وَنَزَلَ عَنْ دَابَّتِهِ، وَاسْتَنْصَرَ

جس نے شکست کے وقت اپنی فوج کی صفیں درست کیں، اور اپنی سواری سے اترا اور اللہ سے مدد مانگی

باب میں تین باتیں ہیں، مگر تینوں ایک ہیں، جب جنگ ہوتی ہے تو صفیں بنائی جاتی ہیں، پہلی صف میں مضبوط فوجی رکھے جاتے ہیں، ثُم وثم۔ پس اگر جنگ کے دوران شکست ہو جائے اور لشکر تتر بتر ہو جائے اور صفیں ٹوٹ جائیں تو از سر نو صف بندی کرنی چاہئے۔ جنگِ حنین میں ہزیمت کا سامان ہوا، چند ہی حضرات آپؐ کے پاس رہ گئے، پھر حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے بلند آواز سے پکارا تو صحابہ دوڑ کر آپؐ کے گرد جمع ہوگئے، جب معتد بہ حضرات آگئے تو آپؐ اپنے خچر سے اترے اور صف بندی کی، پھر مٹھی بھر کر شَاهَتِ الْوُجُوْه کہہ کر مٹی دشمن پر پھینکی، یہ اللہ سے مدد طلب کی۔ اور حدیث پہلے گذر چکی ہے، البتہ چند جملے زائد ہیں جن کا ترجمہ بعد میں ہے۔

[۹۷-] بَابُ مَنْ صَفَّ أَصْحَابَهُ عِنْدَ الْهَزِيْمَةِ، وَنَزَلَ عَنْ دَابَّتِهِ، وَاسْتَنْصَرَ

[۲۹۳۰-] حدثنا عَمْرُو بْنُ خَالِدٍ الْحَرَّانِيُّ، ثَنَا زُهَيْرٌ، ثَنَا أَبُوْ إِسْحَاقَ، قَالَ: سَمِعْتُ الْبَرَاءَ، وَسَأَلَهُ رَجُلٌ:

أَكُنْتُمْ فَرَرْتُمْ يَا أَبَا عُمَارَةَ يَوْمَ حُنَيْنٍ؟ قَالَ: لاَ وَاللّٰهِ! مَا وَلَّى رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، وَلٰكِنَّهُ خَرَجَ شُبَّانُ أَصْحَابِهِ وَأَخِفَافُهُمْ، حُسَّرًا لَيْسَ بِسِلاَحٍ، فَأَتَوْا قَوْمًا رُمَاةً: جَمْعَ هَوَازِنَ وَبَنِىْ نَصْرٍ، مَا يَكَادُ يَسْقُطُ لَهُمْ سَهْمٌ، فَرَشَقُوْهُمْ رَشْقًا، مَا يَكَادُوْنَ يُخْطِئُوْنَ. فَأَقْبَلُوْا هُنَالِكَ إِلَى النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم، وَهُوَ عَلٰى بَغْلَتِهِ الْبَيْضَاءِ، وَابْنُ عَمِّهِ أَبُوْ سُفْيَانَ بْنُ الْحَارِثِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ يَقُوْدُ بِهِ، فَنَزَلَ وَاسْتَنْصَرَ، ثُمَّ قَالَ: "أَنَا النَّبِيُّ لاَ كَذِبْ، أَنَا ابْنُ عَبْدِالْمُطَّلِبِ" ثُمَّ صَفَّ أَصْحَابَهُ. [راجع: ۲۸٦٤]

قوله: ولكنه خرج شبان: مگر نکلے آپؐ کے جوان ساتھی یعنی نوجوان جوش میں صفیں توڑ کر آگے بڑھ گئے، اور ان کے ہلکے، ننگے سر، ان کے پاس ہتھیار نہیں تھے، پس ان کا تیر اندازوں سے سامنا ہوا: ہوازن اور بنونصر کے لوگوں سے، نہیں قریب تھے کہ ان کا کوئی تیر گرے یعنی رائگاں جائے، پس یکبارگی تیر برسا دیئے انھوں نے، نہیں قریب تھے وہ کہ چوکیں۔

لغات: شُبَّان: شابٌّ کی جمع ہے: نوجوان .... أَخْفَاف: خَفِيْفٌ کی جمع ہے: ہلکے یعنی ان کے پاس زیادہ ہتھیار نہیں تھے .... حُسَّرًا: حَاسِر کی جمع ہے: اس کا بھی یہی مطلب ہے کہ ان کے پاس ہتھیار نہیں تھے یا یہ مطلب ہے کہ انھوں نے زرہ اور خود نہیں پہن رکھے تھے .... لَيْسَ بِسِلاَحٍ: کی خبر محذوف ہے أی لهم۔

بَابُ الدُّعَاءِ عَلَى الْمُشْرِكِيْنَ بِالْهَزِيْمَةِ وَالزَّلْزَلَةِ

مشرکین کے لئے شکست اور پیرا کھڑ جانے کی دعا کرنا

اگر جنگ کی صورت حال خراب ہوجائے یا مشرکین کی ایذاءرسانی ناقابل برداشت ہوجائے تو مشرکین کے لئے بددعا کر سکتے ہیں، اور باب میں پانچ حدیثیں ہیں:

پہلی حدیث: غزوۂ احزاب میں جب آپؐ کی عصر کی نماز قضا ہوئی تو آپؐ نے مشرکین کے لئے بددعا کی: اے اللہ ان کے گھروں کو اور ان کی قبروں کو آگ سے بھر دے، انھوں نے ہمیں عصر کی نماز نہیں پڑھنے دی، یہاں تک کہ سورج غروب ہوگیا۔ **دوسری حدیث:** آپؐ نے مکہ کے ضعفائے مسلمین کے لئے قنوتِ نازلہ پڑھا، اس کے آخر میں قبیلہ مضر کے لئے بددعا ہے۔ **تیسری حدیث:** غزوۂ احزاب کے موقع پر مشرکین کے لئے آپؐ نے بددعا کی ہے۔ **چوتھی حدیث:** جب کفار نے اونٹنی کا میل لاکر نماز پڑھتے ہوئے آپؐ کی پیٹھ پر رکھا اس وقت آپؐ نے قریش کے سات آدمیوں کے لئے بددعا کی۔ اور **پانچویں حدیث:** یہود نے سلام کرتے وقت شرارت کی، انھوں نے السام علیکم کہا، آپؐ نے جواب میں علیکم کہا یعنی تم مرو، یہ یہود کے لئے بددعا ہے۔

[٩٨-] بَابُ الدُّعَاءِ عَلٰى الْمُشْرِكِيْنَ بِالْهَزِيْمَةِ وَالزَّلْزَلَةِ

[٢٩٣١-] حدثنا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسَى، ثَنَا عِيْسٰى، ثَنَا هِشَامٌ، عَنْ مُحَمَّدٍ، عَنْ عُبَيْدَةَ، عَنْ عَلِيٍّ، قَالَ: لَمَّا كَانَ يَوْمُ الأَحْزَابِ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم:" مَلَأَ اللّٰهُ بُيُوْتَهُمْ وَقُبُوْرَهُمْ نَارًا، شَغَلُوْنَا عَنِ الصَّلاَةِ الْوُسْطَى حَتَّى غَابَتِ الشَّمْسُ"[انظر: ٤١١١، ٤٥٣٣، ٦٣٩٦]

[٢٩٣٢-] حدثنا قَبِيْصَةُ، ثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ ابْنِ ذَكْوَانَ، عَنِ الأَعْرَجِ، عَنْ أَبِىْ هُرَيْرَةَ، قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم يَدْعُوْ فِى الْقُنُوْتِ:" اللّٰهُمَّ أَنْجِ سَلَمَةَ بْنَ هِشَامٍ، اللّٰهُمَّ أَنْجِ الْوَلِيْدَ بْنَ الْوَلِيْدِ، اللّٰهُمَّ أَنْجِ عَيَّاشَ بْنَ أَبِىْ رَبِيْعَةَ، اللّٰهُمَّ أَنْجِ الْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنِ، اللّٰهُمَّ اشْدُدْ وَطْأَتَكَ عَلٰى مُضَرَ، اللّٰهُمَّ سِنِيْنَ كَسِنِىْ يُوْسُفَ"[راجع: ٧٩٧]

[٢٩٣٣-] حدثنا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ، ثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ، أَنَا إِسْمَاعِيْلُ بْنُ أَبِىْ خَالِدٍ، أَنَّهُ سَمِعَ عَبْدَ اللّٰهِ بْنِ أَبِىْ أَوْفَى، يَقُوْلُ: دَعَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم يَوْمَ الأَحْزَابِ عَلَى الْمُشْرِكِيْنَ، فَقَالَ: "اللّٰهُمَّ مُنْزِلَ الْكِتَابِ، سَرِيْعَ الْحِسَابِ، اللّٰهُمَّ اهْزِمِ الأَحْزَابِ، اللّٰهُمَّ اهْزِمْهُمْ وَزَلْزِلْهُمْ"

[انظر: ٢٩٦٥، ٣٠٢٥، ٤١١٥، ٦٣٩٢، ٧٤٨٩]

[٢٩٣٤-] حدثنا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أَبِىْ شَيْبَةَ، ثَنَا جَعْفَرُ بْنُ عَوْنٍ، ثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ أَبِىْ إِسْحَاقَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُوْنٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم يُصَلِّىْ فِى ظِلِّ الْكَعْبَةِ، فَقَالَ أَبُوْ جَهْلٍ وَنَاسٌ مِنْ قُرَيْشٍ، وَنُحِرَتْ جَزُوْرٌ بِنَاحِيَةِ مَكَّةَ، فَأَرْسَلُوْا فَجَاءَ وْا مِنْ سِلاَهَا وَطَرَحُوْهُ عَلَيْهِ، فَجَاءَ تْ فَاطِمَةُ فَأَلْقَتْهُ عَنْهُ، وَقَالَ:" اللّٰهُمَّ عَلَيْكَ بِقُرَيْشٍ! اللّٰهُمَّ عَلَيْكَ بِقُرَيْشٍ! اللّٰهُمَّ عَلَيْكَ بِقُرَيْشٍ" لِأَبِىْ جَهْلِ بْنِ هِشَامٍ، وَعُتْبَةَ بْنِ رَبِيْعَةَ، وَشَيْبَةَ بْنِ رَبِيْعَةَ، وَالْوَلِيْدِ بْنِ عُتْبَةَ، وَأُبَيِّ بْنِ خَلَفٍ وَعُقْبَةَ بْنِ أَبِىْ مُعَيْطٍ. قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ: فَلَقَدْ رَأَيْتُهُمْ فِىْ قَلِيْبِ بَدْرٍ قَتْلٰى، قَالَ أَبُوْ إِسْحَاقَ: وَنَسِيْتُ السَّابِعَ، قَالَ أَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ، وَقَالَ يوْسُفُ بْنُ أَبِىْ إِسحَاقَ، عَنْ أَبِىْ إِسْحَاقَ: أُمَيَّةُ بْنُ خَلَفٍ، وَقَالَ شُعْبَةُ: أُمَيَّةٌ أَوْ أُبَيٌّ، وَالصَّحِيْحُ أُمَيَّةُ.[راجع: ٢٤٠]

[٢٩٣٥-] حدثنا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، ثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ أَيُّوْبَ، عَنِ ابْنِ أَبِىْ مُلَيْكَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ الْيَهُوْدَ دَخَلُوْا عَلٰى النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم، فَقَالُوْا: السَّامُ عَلَيْكَ، فَلَعَنْتُهُمْ فَقَالَ:" مَالَكِ؟" قَالَتْ: أَوَ لَمْ تَسْمَعْ مَاقَالُوْا؟ فَقَالَ:" فَلَمْ تَسْمَعِىْ مَا قُلْتُ: عَلَيْكُمْ؟"

[انظر: ٦٠٢٤، ٦٠٣٠، ٦٢٥٦، ٦٣٩٥، ٦٤٠١، ٦٩٢٧]

بَابٌ: هَلْ يُرْشِدُ الْمُسْلِمُ أَهْلَ الْكِتَابِ أَوْ يَعَلِّمُهُم الْكِتَابَ؟

کیا مسلمان اہلِ کتاب کی راہنمائی کرے یا ان کو قرآن سکھائے؟

ہر غیر مسلم کو خواہ یہودی ہو، نصرانی ہو یا ہندو ہو، راہِ راست (دینِ اسلام کا راستہ) دکھانی چاہئے۔ نبی ﷺ نے قیصر کو جو خط لکھا تھا اس کا آخری جملہ تھا: فَإِنْ تَوَلَّيْتَ فَإِنَّ عَلَيْكَ إِثْمَ الْأَرِيْسِيِّيْنَ: اگر آپ نے روگردانی کی تو آپ پر ساری رعایا کا گناہ ہوگا، یہ راہِ راست دکھانا ہے۔ اور آپؐ نے خط میں جو سورۂ آل عمران کی آیت لکھی تھی وہ بھی راہِ راست دکھانا ہے، قرآن سکھلانا نہیں ہے، غرض تبلیغ کے مقصد سے دین کی بات بتانا جب کہ وہ بھی اصلاح کی نیت سے سن رہا ہو ضروری ہے۔

اور قرآن پڑھانا جبکہ تبلیغ کی نیت سے ہو اور سیکھنے والا بھی دین سمجھنے کی نیت سے پڑھ رہا ہو تو ضرور پڑھائیں، لیکن اگر پڑھنے والے کی یہ نیت نہ ہو بلکہ یہ خیال ہو کہ وہ پڑھ کر قرآنِ کریم پر اعتراضات کرے گا یا لوگوں کو غلط مطلب بتا کر گمراہ کرے گا تو اس کو ہرگز قرآن نہ پڑھائیں۔

ایک واقعہ: کتابوں میں ایک واقعہ لکھا ہے: ایک یہودی امام مازنی (نحوی) سے کتاب سیبویہ پڑھنا چاہتا تھا، اور سو دینار اجرت دینا چاہتا تھا، مازنی غریب تھے، مگر انھوں نے انکار کر دیا، طالب علموں نے کہا: آپ کو ضرورت ہے اور کتاب سیبویہ پڑھانا آپ کے لئے کچھ مشکل نہیں، اور وہ اتنی بڑی رقم دے رہا ہے آپ نے انکار کیوں کیا؟ انھوں نے جواب دیا: کتاب سیبویہ میں قرآنِ کریم کی تین سو آیتیں ہیں، میری غیرت گوارہ نہیں کرتی کہ میں ایک غیر مسلم کو وہ پڑھاؤں!

پھر یہ واقعہ پیش آیا کہ بادشاہ کی مجلس میں ایک باندی نے ایک شعر گایا، اس میں ایک لفظ پر خاص اعراب پڑھا، مجلس میں ایک نحوی موجود تھے انھوں نے اعتراض کیا کہ اس لفظ کا یہ اعراب نہیں، باندی نے کہا: مجھے مازنی نے یہ اعراب پڑھایا ہے، چنانچہ مازنی بلائے گئے اور بادشاہ کے سامنے گفتگو ہوئی، مازنی جیت گئے، بادشاہ نے ان کو تین سو دینار انعام دیا، انھوں نے طالب علموں سے کہا: دیکھو اللہ نے ہر آیت کے بدلے میں ایک دینار عنایت فرمایا۔

دوسرا واقعہ: میں راندیر میں دارالعلوم اشرفیہ میں مدرس تھا۔ سورت کا ایک داؤدی شیعہ دو لڑکوں کو لے کر مہتمم صاحب کے پاس آیا وہ دونوں لڑکے بڑودہ کالج میں پڑھتے تھے، چھٹیوں میں گھر آئے ہوئے تھے، ان کے باپ نے مہتمم صاحب سے کہا: ان دو لڑکوں کو عربی پڑھانی ہے، آپ کسی استاذ سے پڑھوا دیں، میں ان کو تنخواہ دوں گا، مہتمم صاحب نے ان کو میرے پاس بھیج دیا، میں نے ان سے کہا: اگر کوئی دینی کتاب پڑھنا چاہتے ہیں تو میں کچھ نہیں لوں گا، اور اگر عربی زبان پڑھنا چاہتے ہیں تو ایک لڑکے کے پانچ سو روپے لوں گا (یہ اس زمانہ کا واقعہ ہے جب میری تنخواہ ایک سو چھتر روپے تھی) وہ لوگ میری بات سن کر گئے، آج تک واپس نہیں آئے!

[۹۹-] بَابٌ: هَلْ يُرْشِدُ الْمُسْلِمُ أَهْلَ الْكِتَابِ أَوْ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ؟

[۲۹۳٦-] حدثنا إِسْحَاقُ، ثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ، ثَنَا ابْنُ أَخِيْ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عَمِّهِ، أَخْبَرَنِيْ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُوْدٍ، أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَبَّاسٍ أَخْبَرَهُ: أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم كَتَبَ إِلٰى قَيْصَرَ، وَقَالَ: "فَإِنْ تَوَلَّيْتَ فَإِنَّ عَلَيْكَ إِثْمَ الْأَرِيْسِيِّيْنَ" [انظر: ۲۹٤۰]

بَابُ الدُّعَاءِ لِلْمُشْرِكِيْنَ بِالْهُدٰى لِيَتَأَلَّفَهُمْ

مشرکین کے لئے ہدایت کی دعا کرنا تاکہ ان کو قریب لائے

ابھی مشرکین کے لئے بددعا کا باب آیا تھا، اب دفع دخل مقدر کے طور پر دوسرا باب لائے کہ ہمیشہ مشرکین کے لئے بددعا ہی نہیں کی جائے گی، دعائے خیر بھی کر سکتے ہیں۔ اور یہ بات حالات کے تابع ہے، اگر مشرکین برسر پیکار ہوں یا ان کی ایذاء رسانی حد سے بڑھ گئی ہو تو بددعا کریں، اور اگر یہ بات نہ ہو اور مشرکین کو قریب لانا مقصود ہو تو دعائے خیر کریں۔

حدیث: حضرت طفیل بن عمرو دوسی رضی اللہ عنہ ہجرت سے پہلے مسلمان ہوئے ہیں، پھر وہ اپنی قوم کی طرف لوٹ گئے اور دعوت کا کام شروع کیا، مگر قوم مسلمان نہیں ہوئی، چنانچہ وہ ہجرت کے بعد حاضر ہوئے اور عرض کیا: یارسول اللہ! دوس مان کر نہیں دے رہے، پس آپؐ ان کے لئے بددعا فرمائیں! حاضرین نے کہا: اب دوس تباہ ہوئے! مگر نبی ﷺ نے ہاتھ اٹھائے اور دعا کی: اَللّٰهُمَّ اهْدِ دَوْسًا وَائْتِ بِهِمْ: اے اللہ! دوس کو ہدایت عطا فرما اور ان کو میرے پاس لے آ، چنانچہ وہ قبیلہ مسلمان ہو گیا (یہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا قبیلہ ہے)

مسئلہ: کافر کے لئے مغفرت کی دعا کرنا جائز نہیں، کافر کی مغفرت نہیں ہوگی، البتہ جب تک وہ زندہ ہے اس کے لئے دعائے ہدایت کر سکتے ہیں اور دعائے مغفرت بھی کر سکتے ہیں، کیونکہ اس صورت میں دعائے مغفرت کا مطلب ہے: اللہ تعالیٰ اس کو ایمان کی توفیق دیں تاکہ آخرت میں اس کی مغفرت ہو۔

[۱۰۰-] بَابُ الدُّعَاءِ لِلْمُشْرِكِيْنَ بِالْهُدٰى لِيَتَأَلَّفَهُمْ

[۲۹۳۷-] حدثنا أَبُوْ الْيَمَانِ، نَا شُعَيْبٌ، ثَنَا أَبُوْ الزِّنَادِ، أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ قَالَ: قَالَ أَبُوْ هُرَيْرَةَ: قَدِمَ الطُّفَيْلُ بْنُ عَمْرٍو الدَّوْسِيُّ وَأَصْحَابُهُ عَلَى النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم، فَقَالُوْا: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! إِنَّ دَوْسًا عَصَتْ وَأَبَتْ فَادْعُ اللّٰهَ عَلَيْهَا، فَقِيْلَ: هَلَكَتْ دَوْسٌ، فَقَالَ: "اَللّٰهُمَّ اهْدِ دَوْسًا وَائْتِ بِهِمْ"

[انظر: ٤۳۹۲، ٦۳۹۷]

بَابُ دَعْوَةِ الْيَهُوْدِ وَالنَّصَارَى، وَعَلَى مَا يُقَاتَلُوْنَ عَلَيْهِ إلخ

یہود ونصاری کو دین کی دعوت دینا، تاکہ ان کو معلوم ہوجائے کہ جنگ کس بنیاد پر لڑی جارہی ہے

جہاد کا مقصد ملک گیری یا دل کی بھڑاس نکالنا نہیں ہے، بلکہ لوگوں کو دین اسلام سے آشنا کرنا ہے، پس دشمن اگر دین اسلام سے ناآشنا ہے، اجمالاً بھی اسلام کے بارے میں کچھ نہیں جانتا تو جنگ سے پہلے اسلام کی دعوت دینا فرض ہے، اور اگر وہ جانتے ہیں کہ اسلام ایک دین ہے، جس کی بنیادی تعلیم توحید ہے تو اب جنگ سے پہلے دعوت دینا مستحب ہے، دعوت دیئے بغیر بھی جنگ شروع کرسکتے ہیں۔

اور باب میں یہ حدیث ہے کہ جزیرۃ العرب سے لگواں دو سپر پاور تھے: روم وایران، ان کے ساتھ آئندہ جنگیں شروع ہونے والی تھیں، اس لئے آپؐ نے ان کو پہلے سے دعوتی خطوط لکھے تاکہ حجت تام ہوجائے اور اس مسئلہ میں کہ جنگ سے پہلے دعوت دینا ضروری ہے یا نہیں؟ فقہائے کرام کی رائیں حاشیہ میں ہیں۔

[۱۰۱-] بَابُ دَعْوَةِ الْيَهُوْدِ وَالنَّصَارَى، وَعَلَى مَا يُقَاتَلُوْنَ عَلَيْهِ، وَمَا كَتَبَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم إِلٰى كِسْرَى وَقَيْصَرَ، وَالدَّعْوَةِ قَبْلَ الْقِتَالِ

[۲۹۳۸-] حدثنا عَلِيُّ بْنُ الْجَعْدِ، ثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ قَتَادَةَ، سَمِعْتُ أَنَسَ بْنِ مَالِكٍ، يَقُوْلُ: لَمَّا أَرَادَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم أَنْ يَكْتُبَ إِلَى الرُّوْمِ، قِيْلَ لَهُ: إِنَّهُمْ لاَ يَقْرَؤُوْنَ كِتَابًا إِلاَّ أَنْ يَكُوْنَ مَخْتُوْمًا، فَاتَّخَذَ خَاتَمًا مِنْ فِضَّةٍ، فَكَأَنِّيْ أَنْظُرُ إِلَى بَيَاضِهِ فِيْ يَدِهِ، وَنَقَشَ فِيْهِ، مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰهِ.[راجع: ٦٥]

[۲۹۳۹-] حدثنا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ، ثَنَا اللَّيْثُ، حَدَّثَنِيْ عُقَيْلٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، أَخْبَرَنِيْ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ،أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَبَّاسٍ أَخْبَرَهُ،أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم بَعَثَ بِكِتَابِهِ إِلَى كِسْرَى، فَأَمَرَهُ أَنْ يَدْفَعَهُ إِلَى عَظِيْمِ الْبَحْرِيْنِ، فَدَفَعَهُ عَظِيْمُ الْبَحْرَيْنِ إِلَى كِسْرَى، فَلَمَّا قَرَأَهُ كِسْرَى خَرَّقَهُ، فَحَسِبْتُ أَنَّ سَعِيْدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ قَالَ: فَدَعَا عَلَيْهِمُ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم أَنْ يُمَزَّقُوْا كُلَّ مُمَزَّقٍ.[راجع: ٦٤]

بَابُ دُعَاءِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم إِلَى الإِسْلاَمِ وَالنُّبُوَّةِ إلخ

نبی ﷺ نے اہلِ کتاب کو تین باتوں کی دعوت دی: توحید کی، رسالت محمد کی اور اس بات کی کہ کسی کے لئے تشریع کا حق تسلیم نہ کیا جائے

نبی ﷺ نے قیصر وکسری کو جو خطوط لکھے ہیں ان میں تین باتوں کی دعوت ہے: (۱) اسلام قبول کرو، اللہ کی وحدانیت کا

اقرار کرو، سلامت رہو گے (۲) نبی ﷺ کو رسول تسلیم کرو (۳) اور اللہ کے علاوہ کسی کو رب مت بناؤ، یعنی اس کے لئے قانون سازی کا حق تسلیم مت کرو۔

پھر امام بخاری رحمہ اللہ نے باب میں آل عمران کی ایک آیت کی طرف اشارہ کیا ہے، اور آلِ عمران ہی کی ایک دوسری آیت لکھی ہے، آپؐ نے قیصر کو خط میں سورۂ آل عمران کی آیت ۶۴ لکھی تھی: ''اے اہل کتاب! ایک ایسی بات کی طرف آؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان مسلّم ہے، یعنی ہم اللہ کے علاوہ کسی کی عبادت نہ کریں، نہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرائیں اور ہم میں سے کوئی کسی دوسرے کو اللہ تعالیٰ کے علاوہ رب نہ بنائے، یعنی اس کے لئے تشریع کا حق تسلیم نہ کرے، اس لئے کہ قانون سازی معبود ہی کا حق ہے اور اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں، کیونکہ آلِ عمران کی آیت ۷۹ میں ہے: ''کسی انسان سے یہ بات ممکن نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس کو کتاب، فہم اور نبوت عطا فرمائیں، پھر وہ لوگوں سے کہے: اللہ کو چھوڑ کر میرے بندے بن جاؤ، بلکہ وہ کہے گا: ''تم لوگ اللہ والے بن جاؤ''

اس آیت سے معلوم ہوا کہ شارع اللہ کے علاوہ کوئی نہیں، اور بعض لوگ جو نبی ﷺ کو ''شارع علیہ السلام'' کہتے یا لکھتے ہیں: وہ مجازی تعبیر ہے۔ عربی میں یہ تعبیر استعمال نہیں کی جاتی، اسی طرح مجتہدین کرام بھی شارع نہیں، وہ اللہ کے دین کے ترجمان ہیں۔ اور ﴿مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾ کی قید سے اس سے احتراز ہے، یعنی کسی کے لئے مستقل قانون سازی کا اختیار تسلیم نہ کیا جائے۔ پھر حضرت امام رحمہ اللہ نے باب میں متعدد حدیثیں لکھی ہیں جن کا بیان حدیثوں کے بعد آئے گا۔

[۱۰۲-] بَابُ دُعَاءِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم إِلٰى الإِسْلَامِ وَالنُّبُوَّةِ، وَأَنْ لَا يَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا أَرْبَابًا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ

وَقَوْلِهِ تَعَالٰى: ﴿مَاكَانَ لِبَشَرٍ أَنْ يُؤْتِيَهُ اللّٰهُ الْكِتَابَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُوْلَ لِلنَّاسِ كُوْنُوْا عِبَادًا لِيْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾ الآيَةَ [آلِ عمران: ۷۹]

[۲۹۴۰-] حدثنا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ حَمْزَةَ، ثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ صَالِحِ بْنِ كَيْسَانَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ أَنَّهُ أَخْبَرَهُ: أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم كَتَبَ إِلٰى قَيْصَرَ يَدْعُوْهُ إِلٰى الإِسْلَامِ، وَبَعَثَ بِكِتَابِهِ إِلَيْهِ مَعَ دِحْيَةَ الْكَلْبِيِّ، وَأَمَرَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم أَنْ يَدْفَعَهُ إِلٰى عَظِيْمِ بُصْرَى، لِيَدْفَعَهُ إِلٰى قَيْصَرَ، وَكَانَ قَيْصَرُ لَمَّا كَشَفَ اللّٰهُ عَنْهُ جُنُوْدَ فَارِسَ مَشَى مِنْ حِمْصَ إِلٰى إِيْلِيَاءَ، شُكْرًا لَمَا أَبْلَاهُ اللّٰهُ! فَلَمَّا جَاءَ قَيْصَرَ كِتَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ حِيْنَ قَرَأَهُ: الْتَمِسُوْا لِيْ هَاهُنَا أَحَدًا مِنْ قَوْمِهِ لِأَسْأَلَهُمْ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم. [راجع: ۲۹۳۶]

قوله: وکان قیصر: جب ایران کے مقابلہ میں قیصر فتح یاب ہوا اور اللہ نے ایران کے لشکروں کو پسپا کیا تو قیصر حمص سے ایلیاء تک پیدل چلا (کیونکہ اس نے منت مانی تھی کہ اگر اللہ تعالیٰ فتح نصیب فرمائیں گے تو وہ بیت المقدس تک پیدل جائے گا) اس بات کے شکر کے طور پر جس کے ساتھ اللہ نے اس کو آزمایا، یعنی پہلے شکست ہوئی پھر فتح ملی اس کے شکریہ میں بیت المقدس پیدل جائے گا۔ اس کے بعد یہی روایت تفصیل سے ہے جو کتاب کے شروع میں گذر چکی ہے۔

[۲۹٤۱-] قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: فَأَخْبَرَنِی أَبُوْ سُفْيَانَ! أَنَّـهُ كَانَ بِالشَّامِ فِیْ رِجَالٍ مِنْ قُرَيْشٍ، قَدِمُوْا تُجَّارًا فِی الْمُدَّةِ الَّتِیْ كَانَتْ بَيْنَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم وَبَيْنَ كُفَّارِ قُرَيْشٍ، قَالَ أَبُوْ سُفْيَانَ: فَوَجَدَنَا رَسُوْلُ قَيْصَرَ بِبَعْضِ الشَّامِ، فَانْطَلَقَ بِیْ وَبِأَصْحَابِیْ حَتّٰى قَدِمْنَا إِيْلِيَاءَ، فَأُدْخِلْنَا عَلَيْهِ، فَإِذَا هُوَ جَالِسٌ فِیْ مَجْلِسِ مُلْكِهِ وَعَلَيْهِ التَّاجُ، وَإِذَا حَوْلَهُ عُظَمَاءُ الرُّوْمِ، فَقَالَ لِتَرْجُمَانِهِ: سَلْهُمْ: أَيُّهُمْ أَقْرَبُ نَسَبًا إِلٰى هٰذَا الرَّجُلِ الَّذِیْ يَزْعُمُ أَنَّـهُ نَبِیٌّ؟ قَالَ أَبُوْ سُفْيَانَ: فَقُلْتُ: أَنَا أَقْرَبُهُمْ إِلَيْهِ نَسَبًا، قَالَ: مَا قَرَابَةُ مَا بَيْنَكَ وَبَيْنَهُ؟ فَقُلْتُ: هُوَ ابْنُ عَمِّیْ وَلَيْسَ فِی الرَّكْبِ يَوْمَئِذٍ أَحَدٌ مِنْ بَنِیْ عَبْدِ مَنَافٍ غَيْرِیْ.

فَقَالَ قَيْصَرُ: أَدْنُوْهُ، وَأَمَرَ بِأَصْحَابِیْ فَجُعِلُوْا خَلْفَ ظَهْرِیْ عِنْدَ كَتِفِیْ، ثُمَّ قَالَ لِتَرْجُمَانِهِ: قُلْ لِأَصْحَابِهِ إِنِّیْ سَائِلٌ هٰذَا الرَّجُلَ عَنِ الَّذِیْ يَزْعَمُ أَنَّـهُ نَبِیٌّ فَإِنْ كَذَبَ فَكَذِّبُوْهُ. قَالَ أَبُوْ سُفْيَانَ: وَاللّٰهِ لَوْلَا الْحَيَاءُ يَوْمَئِذٍ مِنْ أَنْ يَأْثُرَ أَصْحَابِیْ عَنِّی الْكَذِبَ لَكَذَبْتُهُ حِيْنَ سَأَلَنِیْ عَنْهُ، وَلٰكِنِّی اسْتَحْيَيْتُ أَنْ يَأْثُرُوْا الْكَذِبَ عَنِّیْ فَصَدَقْتُ.

ثُمَّ قَالَ لِتَرْجُمَانِهِ: قُلْ لَهُ: كَيْفَ نَسَبُ هٰذَا الرَّجُلِ فِيْكُمْ؟ قُلْتُ: هُوَ فِيْنَا ذُوْ نَسَبٍ، قَالَ: فَهَلْ قَالَ هٰذَا الْقَوْلَ أَحَدٌ مِنْكُمْ قَبْلَهُ؟ قُلْتُ: لَا، فَقَالَ: كُنْتُمْ تَتَّهِمُوْنَهُ عَلَى الْكَذِبِ قَبْلَ أَنْ يَقُوْلَ مَاقَالَ؟ قُلْتُ: لَا، قَالَ: فَهَلْ كَانَ مِنْ آبَائِهِ مِنْ مَلِكٍ؟ قُلْتُ: لَا، قَالَ: فَأَشْرَافُ النَّاسِ يَتَّبِعُوْنَهُ أَمْ ضُعَفَاؤُهُمْ؟ قُلْتُ: بَلْ ضُعَفَاؤُهُمْ! قَالَ: فَيَزِيْدُوْنَ أَوْ يَنْقُصُوْنَ؟ قُلْتُ: بَلْ يَزِيْدُوْنَ. قَالَ: فَهَلْ يَرْتَدُّ أَحَدٌ سَخْطَةً لِدِيْنِهِ بَعْدَ أَنْ يَدْخُلَ فِيْهِ؟ قُلْتُ: لَا، قَالَ: فَهَلْ يَغْدِرُ؟ قُلْتُ: لَا، وَنَحْنُ الْآنَ مِنْهُ فِیْ مُدَّةٍ، نَحْنُ نَخَافُ أَنْ يَغْدِرَ، قَالَ أَبُوْ سُفْيَانَ: وَلَمْ تُمْكِنِّیْ كَلِمَةٌ أُدْخِلُ فِيْهَا شَيْئًا أَنْتَقِصُهُ بِهِ لَا أَخَافُ أَنْ يُؤْثَرَ عَنِّیْ غَيْرُهَا، قَالَ: فَهَلْ قَاتَلْتُمُوْهُ وَقَاتَلَكُمْ؟ قُلْتُ: نَعَمْ، قَالَ: فَكَيْفَ كَانَ حَرْبُهُ وَحَرْبُكُمْ؟ قُلْتُ: كَانَتْ دُوَلًا وَسِجَالًا، يُدَالُ عَلَيْنَا الْمَرَّةَ، وَنُدَالُ عَلَيْهِ الْأُخْرٰى. قَالَ: فَمَاذَا يَأْمُرُكُمْ بِهِ؟ قَالَ: يَأْمُرُنَا أَنْ نَعْبُدَ اللّٰهَ وَحْدَهُ لَا نُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا، وَيَنْهَانَا عَمَّا كَانَ يَعْبُدُ آبَاؤُنَا، وَيَأْمُرُنَا بِالصَّلَاةِ وَالصَّدَقَةِ وَالْعَفَافِ، وَالْوَفَاءِ بِالْعَهْدِ وَأَدَاءِ الْأَمَانَةِ.

فَقَالَ لِتُرْجُمَانِهِ حِيْنَ قُلْتُ ذٰلِكَ لَهُ: قُلْ لَهُ: إِنِّیْ سَأَلْتُكَ عَنْ نَسَبِهِ فِيْكُمْ فَزَعَمْتَ أَنَّـهُ ذُوْ نَسَبٍ، وَكَذٰلِكَ الرُّسُلُ تُبْعَثُ فِیْ نَسَبِ قَوْمِهَا. وَسَأَلْتُكَ: هَلْ قَالَ أَحَدٌ مِنْكُمْ هٰذَا الْقَوْلَ قَبْلَهُ فَزَعَمْتَ أَنْ لَا،

فَقُلْتُ: لَوْ كَانَ أَحَدٌ مِنكُمْ قَالَ هٰذَا الْقَوْلَ قَبْلَهُ، قُلْتُ رَجُلٌ يَأْتَمُّ بِقَوْلٍ قَدْ قِيلَ قَبْلَهُ. وَسَأَلْتُكَ هَلْ كُنْتُمْ تَتَّهِمُوْنَهُ بِالْكَذِبِ قَبْلَ أَنْ يَقُوْلَ مَا قَالَ: فَزَعَمْتَ أَنْ لاَ، فَعَرَفْتُ أَنَّـهُ لَمْ يَكُنْ لِيَدَعَ الْكَذِبَ عَلٰى النَّاسِ، وَيَكْذِبَ عَلٰى اللّٰهِ، وَسَأَلْتُكَ: هَلْ كَانَ مِنْ آبَائِهِ مِنْ مَلِكٍ؟ فَزَعَمْتَ أَنْ لاَ، فَقُلْتُ: لَوْ كَانَ مِنْ آبَائِهِ مَلِكٌ قُلْتُ يَطْلُبُ مُلْكَ آبَائِهِ، وَسَأَلْتُكَ: أَشْرَافُ النَّاسِ يَتَّبِعُوْنَهُ أَمْ ضُعَفَاؤُهُمْ؟ فَزَعَمْتَ أَنَّ ضُعَفَاءَ هُمُ اتَّبَعُوْهُ، وَهُمْ أَتْبَاعُ الرُّسُلِ، وَسَأَلْتُكَ هَلْ يَزِيْدُوْنَ أَوْ يَنْقُصُوْنَ؟ فَزَعَمْتَ أَنَّهُمْ يَزِيْدُوْنَ، وَكَذٰلِكَ الإِيْمَانُ حَتَّى يَتِمَّ، وَسَأَلْتُكَ هَلْ يَرْتَدُّ أَحَدٌ سَخْطَةً لِدِيْنِهِ بَعْدَ أَنْ يَدْخُلَ فِيْهِ؟ فَزَعَمْتَ أَنْ لاَ، وَكَذٰلِكَ الإِيْمَانُ حِيْنَ تُخَالِطُ بَشَاشَتُهُ الْقُلُوْبَ، لاَ يَسْخُطُهُ أَحَدٌ، وَسَأَلْتُكَ هَلْ يَغْدِرُ فَزَعَمْتَ أَنْ لاَ، وَكَذٰلِكَ الرُّسُل لاَ يَغْدِرُوْنَ، وَسَأَلْتُكَ هَلْ قَاتَلْتُمُوْهُ وَقَاتَلَكُمْ؟ فَزَعَمْتَ أَنْ قَدْ فَعَلَ، وَأَنَّ حَرْبَكُمْ وَحَرْبَهُ يَكُوْنُ دُوَلاً، يُدَالُ عَلَيْكُمْ الْمَرَّةَ، وَتُدَالُوْنَ عَلَيْهِ الأُخْرَى، وَكَذٰلِكَ الرُّسُلُ تُبْتَلَى، وَتَكُوْنُ لَهُ الْعَاقِبَةُ، وَسَأَلْتُكَ بِمَاذَا يَأْمُرُكُمْ فَزَعَمْتَ أَنَّـهُ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تَعْبُدُوْا اللّٰهَ وَلاَ تُشْرِكُوْا بِهِ شَيْئًا، وَيَنْهَاكُمْ عَمَّا كَانَ يَعْبُدُ آبَاؤُكُمْ، وَيَأْمُرُكُمْ بِالصَّلاَةِ وَالصَّدَقَةِ وَالْعَفَافِ، وَالْوَفَاءِ بِالْعَهْدِ، وَأَدَاءِ الأَمَانَةِ. قَالَ: وَهٰذِهِ صَفَةُ نَبِيٍّ، قَدْ كُنْتُ أَعْلَمُ أَنَّـهُ خَارِجٌ، وَلٰكِنْ لَمْ أَظُنَّ أَنَّـهُ مِنْكُمْ. وَإِنْ يَكُ مَا قُلْتَ حَقًّا، فَيُوْشِكُ أَنْ يَمْلِكَ مَوْضِعَ قَدَمَيَّ هَاتَيْنِ، وَلَوْ أَرْجُوْ أَنْ أَخْلُص إِلَيْهِ لَتَجَشَّمْتُ لُقِيَّهُ. وَلَوْ كُنْتُ عِنْدَهُ لَغَسَلْتُ قَدَمَيْهِ.

قَالَ أَبُوْ سُفْيَانَ: ثُمَّ دَعَا بِكِتَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم فَقُرِئَ فَإِذَا فِيْهِ:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ، مِنْ مُحَمَّدٍ عَبْدِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ، إِلٰى هِرَقْلَ عَظِيْمِ الرُّرمِ. سَلاَمٌ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدَى، أَمَّابَعْدُ فَإِنِّي أَدْعُوْكَ بِدَاعِيَةِ الإِسْلاَمِ، أَسْلِمْ تَسْلَمْ، وَأَسْلِمْ يُؤْتِكَ اللّٰهُ أَجْرَكَ مَرَّتَيْنِ، وَإِنْ تَوَلَّيْتَ فَعَلَيْكَ إِثْمُ الأَرِيْسِيِّيْنَ، وَ:﴿يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلٰى كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ، أَنْ لاَ نَعْبُدَ إِلاَّ اللّٰهَ، وَلاَ نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا، وَلاَ يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ، فَإِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوْا اشْهَدُوْا بِأَنَّا مُسْلِمُوْنَ﴾[آل عمران: ٦٤]

قَالَ أَبُوْ سُفْيَانَ: فَلَمَّا أَنْ قَضَى مَقَالَتَهُ عَلَتْ أَصْوَاتُ الَّذِيْنَ حَوْلَهُ مِنْ عُظَمَاءِ الرُّوْمِ، وَكَثُرَ لَغَطُهُمْ فَلاَ أَدْرِىْ مَاذَا قَالُوْا، وَأُمِرَ بِنَا فَأُخْرِجْنَا، فَلَمَّا أَنْ خَرَجْتُ مَعَ أَصْحَابِىْ وَخَلَوْتُ بِهِمْ، قُلْتُ لَهُمْ: لَقَدْ أَمِرَ أَمْرُ ابْنِ أَبِىْ كَبْشَةَ، هٰذَا مَلِكُ بَنِىْ الأَصْفَرِ يَخَافُهُ، قَالَ أَبُوْ سُفْيَانَ: وَاللّٰهِ مَا زِلْتُ ذَلِيْلاً مُسْتَيْقِنًا بِأَنَّ أَمْرَهُ سَيَظْهَرُ، حَتَّى أَدْخَلَ اللّٰهُ قَلْبِى الإِسْلاَمَ وَأَنَا كَارِهٌ.[راجع: ٧]

[٢٩٤٢-] حدثنا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، ثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ أَبِىْ حَازِمٍ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ، سَمِعَ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم يَقُوْلُ يَوْمَ خَيْبَرَ:"لَأُعْطِيَنَّ الرَّايَةَ رَجُلاً يَفْتَحُ اللّٰهُ عَلٰى يَدَيْهِ" فَقَامُوْا

يَرْجُوْنَ لِذٰلِكَ أَيُّهُمْ يُعْطَى، فَغَدَوْا وَكُلُّهُم يَرْجُو أَنْ يُعْطَى. فَقَالَ:" أَيْنَ عَلِيٌّ؟" فَقِيْلَ: يَشْتَكِيْ عَيْنَيْهِ. فَأَمَرَ فَدُعِيَ لَهُ فَبَصَقَ فِي عَيْنَيْهِ، فَبَرَأَ مَكَانَهُ حَتَّى كَأَنَّهُ لَمْ يَكُنْ بِهِ شَيْئٌ، فَقَالَ: نُقَاتِلُهُمْ حَتَّى يَكُوْنُوْا مِثْلَنَا؟ فَقَالَ:" عَلٰى رِسْلِكَ حَتَّى تَنْزِلَ بِسَاحَتِهِمْ ثُمَّ ادْعُهُمْ إِلَى الإِسْلاَمِ، وَأَخْبِرْهُمْ بِمَا يَجِبُ عَلَيْهِمْ. فَوَ اللّٰهِ لَأَنْ يُهْدَى بِكَ رَجُلٌ وَاحِدٌ خَيْرٌ لَكَ مِنْ حُمْرِ النَّعَمِ"[انظر: ۳۰۰۹، ۳۷۰۱، ۴۲۱۰]

دوسری حدیث کا وضاحتی ترجمہ: خیبر میں ایک مضبوط قلعہ تھا جو فتح نہیں ہورہا تھا، جب جنگ ہوتے ہوئے کئی دن گذر گئے اور قلعہ فتح نہیں ہوا اور ایک شام فوج قلعہ فتح کئے بغیر واپس لوٹی تو نبی ﷺ نے فرمایا: کل میں ایسے شخص کو جھنڈا دوں گا جس کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ اس خاص قلعہ کو کھول دیں گے، چنانچہ رات بھر طالع آزما سوچتے رہے کہ کل کس کو جھنڈا ملتا ہے، ہر ایک کی خواہش تھی کہ اسے جھنڈا ملے، دوسرے دن جب فوج تیار ہوئی تو ہر ایک اونچا ہو کر دیکھتا تھا کہ نبی ﷺ کی نظر اس پر پڑے۔ آپؐ نے سب کو دیکھا اور پوچھا: علیؓ کہاں ہیں؟ لوگوں نے بتایا: وہ آشوبِ چشم میں مبتلا ہیں، خیمہ میں ہیں، آپؐ نے ان کو بلوایا اور ان کی آنکھوں میں لعاب لگایا، آنکھیں اسی وقت ٹھنڈی ہوگئیں، اور ان کو جھنڈا دیا، انھوں نے چلتے وقت پوچھا: یا رسول اللہ! جب تک وہ ہمارے جیسے نہ ہوجائیں لڑتا رہوں؟ آپؐ نے فرمایا: پہلے ان کو اسلام کی دعوت دو، اگر اللہ تعالیٰ تمہارے ذریعہ ایک شخص کو بھی ہدایت دیں تو وہ تمہارے لئے سرخ اونٹوں سے بہتر ہے، چنانچہ وہ گئے، دعوت دی، مگر یہود بے بہبود نے نہیں مانی پس جنگ شروع کی اور شام تک قلعہ فتح کرلیا۔

[۲۹۴۳-] حدثنا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، ثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ عَمْرٍو، قَالَ: ثَنَا أَبُوْ إِسْحَاقَ، عَنْ حُمَيْدٍ، سَمِعْتُ أَنَسًا، يَقُوْلُ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم إِذَا غَزَا قَوْمًا لَمْ يُغِرْ حَتَّى يُصْبِحَ، فَإِنْ سَمِعَ أَذَانًا أَمْسَكَ، وَإِنْ لَمْ يَسْمَعْ أَذَانًا أَغَارَ بَعْدَ مَا يُصْبِحُ، فَنَزَلْنَا خَيْبَرَ لَيْلاً.[راجع: ۳۷۱]

[۲۹۴۴-] حدثنا قُتَيْبَةُ، ثَنَا إِسْمَاعِيْلُ بْنُ جَعْفَرٍ، عَنْ حُمَيْدٍ، عَنْ أَنَسٍ: أَنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم كَانَ إِذَا غَزَا بِنَا.[راجع: ۳۷۱]

[۲۹۴۵-] ح: وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ حُمَيْدٍ، عَنْ أَنَسٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم خَرَجَ إِلٰى خَيْبَرَ، فَجَاءَ هَا لَيْلاً، وَكَانَ إِذَا جَاءَ قَوْمًا بِلَيْلٍ لاَ يُغِيْرُ عَلَيْهِمْ حَتَّى يُصْبِحَ، فَلَمَّا أَصْبَحَ خَرَجَتْ يَهُوْدُ بِمَسَاحِيْهِمْ وَمَكَاتِلِهِمْ، فَلَمَّا رَأَوْهُ قَالُوْا: مُحَمَّدٌ وَالْخَمِيْسُ! فَقَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم:" اللّٰهُ أَكْبَرُ، خَرِبَتْ خَيْبَرُ، إِنَّا إِذَا نَزَلْنَا بِسَاحَةِ قَوْمٍ فَسَاءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِيْنَ"[راجع: ۳۷۱]

وضاحت: جب نبی ﷺ کسی قوم پر فوج کشی کرتے تھے تو حملہ نہیں کرتے تھے جب تک صبح نہ ہوجائے پھر اگر اذان کی آواز سنتے تو حملہ سے رک جاتے اور اگر اذان کی آواز نہ سنتے تو صبح کے بعد حملہ کرتے (اس معمول کے مطابق) نبی

ﷺ خیبر پر رات میں پہنچے، جب صبح قلعوں کے دروازے کھلے اور لوگ پھاوڑے کدال اور تھیلے لے کر نکلے تو لشکر دیکھ کر دنگ رہ گئے، خیبر والوں کو جنگ سے پہلے دعوت نہیں دی گئی تھی، کیونکہ وہ اسلام کے بارے میں سب کچھ جانتے تھے، خیبر کے یہودی مدینہ سے جلاوطن کئے گئے تھے، اس لئے اسلام سے آشنا تھے۔

[۲۹۴۶-] حدثنا أَبُوْ الْيَمَانِ، أَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، حَدَّثَنِيْ سَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ، أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم: "أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتَّى يَقُوْلُوْا: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، فَمَنْ قَالَ: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، فَقَدْ عَصَمَ مِنِّيْ نَفْسَهُ وَمَالَهُ، إِلَّا بِحَقِّهِ، وَحِسَابُهُ عَلَى اللّٰهِ" رَوَاهُ عُمَرُ وَابْنُ عُمَرَ، عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم.

وضاحت: یہ حدیث پہلے گذری ہے، وہاں بتایا ہے کہ حدیث کا مقصود لوگوں کو مار کر مسلمان بنانا نہیں ہے، بلکہ حدیث میں جنگ بندی کا بیان ہے، پس پہلے اسلام کی دعوت دی جائے اگر دشمن دعوت قبول کرلیں تو جنگ کی ضرورت نہیں۔

بَابُ مَنْ أَرَادَ غَزْوَةً فَوَرَّى بِغَيْرِهَا، وَمَنْ أَحَبَّ الْخُرُوْجَ يَوْمَ الْخَمِيْسِ

جس قوم پر حملہ کرنا ہو اس کو اخفاء میں رکھنا اور جمعرات کے دن سفر کرنا

وَرَّى تَوْرِيَةً کے معنی ہیں: حقیقت چھپا کر دوسری بات ظاہر کرنا، نبی ﷺ کسی خاص غزوہ کا ارادہ فرماتے تو دوسرے سفر سے توریہ کرتے، یعنی غیر مقصود سفر کا اظہار کر کے اصل سفر کو اخفا میں رکھتے تھے، یہ ایک جنگی گُر تھا، تاکہ دشمن کو حملہ کی بھنک نہ پڑے وہ بے خبر ہو اور اس کے سر پر پہنچ لیا جائے۔

اور باب میں دوسری بات یہ ہے کہ جمعرات کو سفر کرنا پسندیدہ ہے، مگر اس کی کوئی دلیل نہیں ہے، آپؐ نے اور دنوں میں بھی سفر کئے ہیں، ہاں جمعہ کو آپؐ سفر نہیں کرتے تھے کیونکہ تمام مسجدوں کے نمازی مسجدِ نبوی میں جمع ہوتے تھے اور دیہات کے مسلمان بھی جمعہ پڑھنے کے لئے اور ملاقات کے لئے آتے تھے، اس لئے آپؐ جمعہ کو سفر نہیں کرتے تھے، سنیچر کو آپؐ نے سفر کیا ہے، اور غزوۂ تبوک کے سفر میں آپؐ جمعرات کے دن نکلے ہیں، اس لئے امام بخاری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ایک رائے یہ ہے کہ جمعرات کو سفر کرنا پسندیدہ ہے۔

اور باب میں مختلف طرق سے ایک ہی حدیث لائے ہیں، حضرت کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: آپؐ جب جہاد کے لئے نکلتے تھے تو توریہ کرتے تھے، مگر تبوک کے سفر میں آپؐ نے توریہ نہیں کیا، اس لئے کہ موسم سخت گرم تھا، سفر دور دراز کا تھا، جنگلات سے گذرنا تھا، سپر پاور سے ٹکر تھی، اس لئے آپؐ نے پہلے سے مسلمانوں کو بتا دیا تاکہ دشمن کے اعتبار سے پوری تیاری کر کے چلیں۔

[۱۰۳-] بَابُ مَنْ أَرَادَ غَزْوَةً فَوَرَّى بِغَيْرِهَا، وَمَنْ أَحَبَّ الْخُرُوْجَ يَوْمَ الْخَمِيْسِ

[۲۹۴۷-] حدثنا يَحْيىَ بْنُ بُكَيْرٍ، ثَنِيْ اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، أَخْبَرَنِيْ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ، وَكَانَ قَائِدَ كَعْبٍ مِنْ بَنِيْهِ، قَالَ: سَمِعْتُ كَعْبَ بْنَ مَالِكٍ حِيْنَ تَخَلَّفَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم وَلَمْ يَكُنْ يُرِيْدُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم غَزْوَةً إِلاَّ وَرَّى بِغَيْرِهَا. [راجع: ۲۷۵۷]

[۲۹۴۸-] ح: وَحَدَّثَنِيْ أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ، أَنَا عَبْدُ اللّٰهِ، أَنَا يُوْنُسُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، أَخْبَرَنِيْ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: سَمِعْتُ كَعْبَ بْنَ مَالِكٍ، يَقُوْلُ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم قَلَّمَا يُرِيْدُ غَزْوَةً يَغْزُوْهَا إِلاَّ وَرَّى بِغَيْرِهَا، حَتَّى كَانَتْ غَزْوَةُ تَبُوْكَ فَغَزَاهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم فِيْ حَرٍّ شَدِيْدٍ، وَاسْتَقْبَلَ سَفَرًا بَعِيْدًا وَمَفَازًا، وَاسْتَقْبَلَ غَزْوَ عَدُوٍّ كَثِيْرٍ، فَجَلَّى لِلْمُسْلِمِيْنَ أَمْرَهُمْ لِيَتَأَهَّبُوْا أُهْبَةَ عَدُوِّهِمْ، وَأَخْبَرَهُمْ بِوَجْهِهِ الَّذِيْ يُرِيْدُ. [راجع: ۲۷۵۷]

[۲۹۴۹-] وَعَنْ يُوْنُسَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، أَخْبَرَنِيْ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ كَعْبَ بْنَ مَالِكٍ كَانَ يَقُوْلُ: لَقَلَّمَا كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم يَخْرُجُ إِذَا خَرَجَ فِيْ سَفَرٍ إِلاَّ يَوْمَ الْخَمِيْسِ. [راجع: ۲۷۵۷]

[۲۹۵۰-] حدثنا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، ثَنَا هِشَامٌ، أَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ، عَنْ أَبِيْهِ، أَنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم خَرَجَ يَوْمَ الْخَمِيْسِ فِيْ غَزْوَةِ تَبُوْكَ، وَكَانَ يُحِبُّ أَنْ يَخْرُجَ يَوْمَ الْخَمِيْسِ. [راجع: ۲۷۵۷]

بَابُ الْخُرُوْجِ بَعْدَ الظُّهْرِ

ظہر کے بعد سفر کرنا

سفر عام طور پر فجر کے بعد شروع کیا جاتا تھا، تاکہ دھوپ چڑھنے تک کافی راستہ طے ہوجائے، اور حدیث میں دعا بھی ہے کہ امت جو کام سویرے کرے اس میں اللہ برکت فرمائیں، اور چھوٹے لشکر عام طور پر فجر کے بعد الوداعی مصافحہ کرکے رخصت ہوتے تھے، مگر حج کے سفر کے لئے آپؐ ظہر کے بعد مدینہ سے نکلے ہیں، کیونکہ چھ میل پر ذوالحلیفہ میں رک جانا تھا۔

[۱۰۴-] بَابُ الْخُرُوْجِ بَعْدَ الظُّهْرِ

[۲۹۵۱-] حدثنا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، ثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ أَيُّوْبَ، عَنْ أَبِيْ قِلاَبَةَ، عَنْ أَنَسٍ: أَنَّ النَّبِيَّ

صلى الله عليه وسلم صَلّٰى بِالْمَدِيْنَةِ الظُّهْرَ أَرْبَعًا، وَالْعَصْرَ بِذِى الْحُلَيْفَةِ رَكْعَتَيْنِ، وَسَمِعْتُهُمْ يَصْرُخُوْنَ بِهِمَا جَمِيْعًا. [راجع: ۱۰۸۹]

قوله: بهما: یعنی حج اور عمرہ دونوں کا تلبیہ پڑھتے تھے، تفصیل کتاب الحج میں گذری ہے۔

بَابُ الْخُرُوْجِ آخِرَ الشَّهْرِ

مہینہ کے آخر میں سفر کرنا

حاشیہ میں لکھا ہے کہ کچھ لوگ مہینہ کے آخر میں سفر کو منحوس خیال کرتے ہیں، ان پر رد کیا ہے کہ مہینہ کے آخر میں بھی سفر کیا جاسکتا ہے، آپؐ نے حج کا سفر ذی قعدہ کے آخر میں شروع کیا ہے، پچیس ذی قعدہ کو آپؐ مدینہ سے نکلے ہیں۔ اور حدیثیں دونوں گذری ہیں، ان میں یہی مضمون ہے۔

[۱۰۵-] بَابُ الْخُرُوْجِ آخِرَ الشَّهْرِ

وَقَالَ كُرَيْبٌ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: انْطَلَقَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم مِنَ الْمَدِيْنَةِ لِخَمْسٍ بَقِيْنَ مِنْ ذِى الْقَعْدَةِ، وَقَدِمَ مَكَّةَ لِأَرْبَعِ لَيَالٍ خَلَوْنَ مِنْ ذِى الْحِجَّةِ.

[۲۹۵۲-] حدثنا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ، عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، أَنَّهَا سَمِعَتْ عَائِشَةَ، تَقُوْلُ: خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم لِخَمْسِ لَيَالٍ بَقِيْنَ مِنْ ذِى الْقَعْدَةِ، وَلَا نَرَى إِلَّا الْحَجَّ، فَلَمَّا دَنَوْنَا مِنْ مَكَّةَ أَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم مَنْ لَمْ يَكُنْ مَعَهُ هَدْىٌ، إِذَا طَافَ بِالْبَيْتِ، وَسَعَى بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ: أَنْ يَحِلَّ، قَالَتْ عَائِشَةُ: فَدُخِلَ عَلَيْنَا يَوْمَ النَّحْرِ بِلَحْمِ بَقَرٍ، فَقُلْتُ: مَا هٰذَا؟ فَقَالَ: نَحَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم عَنْ أَزْوَاجِهِ. قَالَ يَحْيَى: فَذَكَرْتُ هٰذَا الْحَدِيْثَ لِلْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ، فَقَالَ: أَتَتْكَ وَاللّٰهِ بِالْحَدِيْثِ عَلٰى وَجْهِهِ.

[راجع: ۲۹٤]

بَابُ الْخُرُوْجِ فِى رَمَضَانَ

رمضان میں سفر کرنا

سفر کے تعلق سے سب مہینے برابر ہیں، حتی کہ رمضان شریف جو روزوں کا مہینہ ہے اس میں بھی سفر کر سکتے ہیں۔ نبی ﷺ نے فتح مکہ کا سفر رمضان میں کیا ہے۔

[۱۰۶-] بَابُ الْخُرُوْجِ فِي رَمَضَانَ

[۲۹۵۳-] حدثنا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، ثَنَا سُفْيَانُ، حَدَّثَنِي الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: خَرَجَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم فِي رَمَضَانَ، فَصَامَ حَتَّى بَلَغَ الْكَدِيْدَ أَفْطَرَ، قَالَ سُفْيَانُ: قَالَ الزُّهْرِيُّ: أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللّٰهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، وَسَاقَ الْحَدِيْثَ.

قَالَ أَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ: هٰذَا قَوْلُ الزُّهْرِيِّ: وَإِنَّمَا يُؤْخَذُ بِالآخِرِ مِنْ فِعْلِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم.

[راجع: ۱۹٤٤]

وضاحت: حدیث کے آخر میں امام بخاری رحمہ اللہ نے فرمایا: إنما يؤخذ بالآخر: امام زہری رحمہ اللہ کا قول ہے حالانکہ یہ قول یہاں نہیں ہے، اور اس میں ایک مسئلہ کی طرف اشارہ ہے: کچھ لوگ کہتے ہیں: اگر رمضان میں کوئی روزے رکھتے ہوئے سفر شروع کرے تو اب روزے بند نہیں کرسکتا، پورے سفر میں روزے رکھنے ضروری ہیں۔ امام زہریؒ نے فرمایا: یہ بات صحیح نہیں، نبی ﷺ فوج کے ساتھ مدینہ سے رمضان کے روزے رکھتے ہوئے چلے تھے اور جب کدید مقام پر پہنچے تو سب نے روزے بند کردیئے، یہ حضور ﷺ کا آخری عمل ہے اس کو لیا جائے گا، پس جو شخص سفر میں شروع ہی سے روزے نہ رکھے یا درمیان میں روزے بند کردے تو دونوں باتیں درست ہیں۔

بَابُ التَّوْدِيْعِ عِنْدَ السَّفَرِ

سفر کے وقت الوداعی ملاقات کرنا

جب کوئی سفر کے لئے نکلے تو لوگوں سے آخری ملاقات کرے، یا مقامی لوگ مسافر سے آخری ملاقات کریں: دونوں باتیں درست ہیں، اور حدیث میں سفر میں نکلنے والوں نے نبی ﷺ سے آخری ملاقات کی ہے، پس دوسری صورت کو قیاس کریں گے۔

[۱۰۷-] بَابُ التَّوْدِيْعِ عِنْدَ السَّفَرِ

[۲۹۵٤-] وَقَالَ ابْنُ وَهْبٍ: أَخْبَرَنِي عَمْرٌو، عَنْ بُكَيْرٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّهُ قَالَ: بَعَثَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم فِي بَعْثٍ. وَقَالَ لَنَا:" إِنْ لَقِيْتُمْ فُلاَنًا وَفُلاَنًا - لِرَجُلَيْنِ مِنْ قُرَيْشٍ سَمَّاهُمَا- فَحَرِّقُوْهُمَا بِالنَّارِ" قَالَ: ثُمَّ أَتَيْنَاهُ نُوَدِّعُهُ حِيْنَ أَرَدْنَا الْخُرُوْجَ، فَقَالَ:" إِنِّي كُنْتُ أَمَرْتُكُمْ أَنْ تُحَرِّقُوْا فُلاَنًا وَفُلاَنًا بِالنَّارِ، وَإِنَّ النَّارَ لاَ يُعَذِّبُ بِهَا إِلاَّ اللّٰهُ، فَإِنْ أَخَذْتُمُوْهُمَا فَاقْتُلُوْهُمَا"[انظر: ۳۰۱٦]

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ہمیں نبی ﷺ نے ایک لشکر میں بھیجا، اور ہم سے فرمایا: اگر تمہیں فلاں

اور فلاں ملیں ـــــ قریش کے دو آدمی جن کو نبی ﷺ نے نامزد کیا ـــــ تو ان دونوں کو آگ میں جلا دینا۔ ابو ہریرہؓ کہتے ہیں: پھر ہم نبی ﷺ سے الوداعی ملاقات کے لئے آئے، جب ہم نے سفر میں نکلنے کا ارادہ کیا، پس آپؐ نے فرمایا: میں نے تمہیں حکم دیا تھا کہ فلاں اور فلاں کو آگ میں جلا دینا، مگر آگ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ ہی سزا دیتے ہیں اس لئے اگر وہ تمہاری گرفت میں آئیں تو ان کو قتل کر دینا۔

بَابُ السَّمْعِ وَالطَّاعَةِ لِلإِمَامِ مَالَمْ يَأْمُرْ بِمَعْصِيَةٍ

امیر کی بات سننا اور اس پر عمل کرنا جب تک وہ کسی گناہ کا حکم نہ دے

جہاد میں سب سے زیادہ اہمیت سمع وطاعت کی ہے، کمانڈر جو حکم دے اسے سنا جائے اور اس کی تعمیل کی جائے، اگر فوج کمانڈر کا حکم نہ سنے یا سن کر دوسرے کان سے نکال دے تو وہ فوج کبھی کامیاب نہیں ہوسکتی۔

[١٠٨-] بَابُ السَّمْعِ وَالطَّاعَةِ لِلْإِمَامِ مَالَمْ يَأْمُرْ بِمَعْصِيَةٍ

[٢٩٥٥-] حدثنا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيىٰ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ قَالَ: حَدَّثَنِيْ نَافِعٌ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم، وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ، عَنْ إِسْمَاعِيْلَ بْنِ زَكَرِيَّا، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم، قَالَ:" السَّمْعُ وَالطَّاعَةُ حَقٌّ مَالَمْ يُؤْمَرْ بِمَعْصِيَةٍ، فَإِذَا أُمِرَ بِمَعْصِيَةٍ فَلاَ سَمْعَ وَلاَطَاعَةَ"[انظر: ٧١٤٤]

ترجمہ: نبی ﷺ نے فرمایا: امیر کی بات سننا اور فرمانبرداری کرنا ضروری ہے، جب تک وہ کسی گناہ کا حکم نہ دیا جائے، پس جب وہ کسی گناہ کا حکم دیا جائے تو نہ سننا ہے نہ ماننا۔

بَابٌ: يُقَاتَلُ مِنْ وَرَاءِ الإِمَامِ، وَيُتَّقَى بِهِ

امام کے زیر سایہ جنگ لڑی جائے اور اس کو پُشتہ بنایا جائے

باب میں حدیث ہی کے الفاظ ہیں اور یہ استعارہ ہے، امام کو ڈھال کے ساتھ تشبیہ دی ہے، جس طرح لڑنے والا ڈھال سامنے رکھتا ہے اور اس کے پیچھے سے تیر چلاتا ہے اور ڈھال کو پشتہ بناتا ہے، اسی طرح جہاد کے لئے امام کا ہونا ضروری ہے، نظام امارت کے بغیر جو جہاد ہوتا ہے وہ بے قاعدہ ہے۔

[١٠٩-] بَابٌ: يُقَاتَلُ مِنْ وَرَاءِ الإِمَامِ، وَيُتَّقَى بِهِ

[٢٩٥٦-] حدثنا أَبُوْ الْيَمَانِ، أَنَا شُعَيْبٌ، ثَنَا أَبُوْ الزِّنَادِ، أَنَّ الْأَعْرَجَ حَدَّثَهُ، أَنَّـهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ، أَنَّـهُ

سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم، یَقُوْلُ:" نَحْنُ الآخِرُوْنَ السَّابِقُوْنَ"[راجع: ۲۳۸]

[۲۹۵۷-] وَبِهٰذَا الإِسْنَادِ:" مَنْ أَطَاعَنِيْ فَقَدْ أَطَاعَ اللّٰہَ، وَمَنْ عَصَانِيْ فَقَدْ عَصَى اللّٰہَ، وَمَنْ يُطِعِ الْأَمِيْرَ فَقَدْ أَطَاعَنِيْ، وَمَنْ يَعْصِ الْأَمِيْرَ فَقَدْ عَصَانِيْ، وَإِنَّمَا الإِمَامُ جُنَّةٌ، يُقَاتَلُ مِنْ وَرَائِهِ، وَيُتَّقَى بِهِ، فَإِنْ أَمَرَ بِتَقْوَى اللّٰہِ وَعَدَلَ، فَإِنَّ لَهُ بِذٰلِكَ أَجْرًا، وَإِنْ قَالَ بِغَيْرِهِ فَإِنَّ عَلَيْهِ مِنْهُ"[انظر: ۷۱۳۷]

وضاحت: یہ ایک ہی حدیث ہے اور پہلی حدیث دوسری حدیث کا سرنامہ ہے، ترقیم کرنے والے نے خواہ مخواہ ان کو دو حدیثیں بنادیا ہے۔

ترجمہ: نبی ﷺ نے فرمایا: جو میری اطاعت کرتا ہے وہ اللہ کی اطاعت کرتا ہے اور جو میری نافرمانی کرتا ہے وہ اللہ کی نافرمانی کرتا ہے، اور جو امیر کی اطاعت کرتا ہے وہ میری اطاعت کرتا ہے اور جو امیر کی نافرمانی کرتا ہے وہ میری نافرمانی کرتا ہے۔

تشریح: امیر کی اطاعت اس لئے ضروری ہے کہ وہ نبی ﷺ کا خلیفہ ہے، اور نبی ﷺ کی اطاعت اس لئے ضروری ہے کہ آپؐ اللہ تعالیٰ کے نمائندے ہیں، اور اللہ کی اطاعت اس لئے ضروری ہے کہ وہ معبود ہیں، ان کا ہر حکم ماننا ضروری ہے۔

باقی حدیث: اور امام ڈھال ہے اس کے پیچھے سے لڑا جاتا ہے اور اس کے ذریعہ بچاؤ کیا جاتا ہے۔

تشریح: یہ استعارہ ہے، فوجی ڈھال سامنے رکھ کر اس کے پیچھے سے لڑتا ہے اور ڈھال سے بچاؤ کرتا ہے، یہی پوزیشن امام کی ہے اور یہیں سے یہ مسئلہ اخذ کیا گیا ہے کہ باقاعدہ جہاد کے لئے مرکزی امارت ضروری ہے، اس کی ہدایت کے ماتحت جو جہاد ہوگا وہی باقاعدہ جہاد ہوگا۔

باقی حدیث: پس اگر امام اللہ سے ڈرنے کا حکم دے اور انصاف کرے تو اس کو اس کے بدلے میں ثواب ملے گا، اور اگر وہ اس کے علاوہ بات کہے یعنی گناہ کا حکم دے تو یقیناً اس پر اس کا گناہ ہوگا۔

تشریح: فوجی کو اُس حکم کی تعمیل کرنی چاہئے یا نہیں جو گناہ کا کام ہے؟ جواب دوسری حدیث میں ہے: لَاطَاعَةَ لِمَخْلُوْقٍ فِيْ مَعْصِيَةِ الْخَالِقِ: پس عزیمت یہ ہے کہ اس کے حکم کی تعمیل نہ کرے اور اگر جان کا خطرہ ہو تو تعمیل کرے، اس کا وبال امیر کے سر ہوگا۔

بَابُ الْبَيْعَةِ فِي الْحَرْبِ عَلٰى أَنْ لَّا يَفِرُّوْا، وَقَالَ بَعْضُهُمْ عَلَى الْمَوْتِ

جنگ میں بیعت لینا کہ بھاگے گا نہیں اور بعض نے کہا: موت پر بیعت لینا

کبھی فوج تھوڑی ہوتی ہے، دشمن کی سپاہ زیادہ ہوتی ہے، ایسے وقت فوج سے بیعت لینی پڑتی ہے کہ جنگ ہو تو فوجی میدان میں ڈٹے رہیں گے بھاگیں گے نہیں۔ حدیبیہ کے میدان میں جب مشہور ہوا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید

کردیا گیا تو آپؐ نے ایک کیکر کے درخت کے نیچے بیٹھ کر سب صحابہ سے بیعت لی کہ اگر جنگ ہوئی تو وہ میدان میں ڈٹے رہیں گے، بھاگیں گے نہیں، سورۃ الفتح آیت ۱۸ میں اس کا ذکر ہے۔ پھر پہلی حدیث میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: جب ہم اگلے سال عمرہ قضا کرنے گئے تو ہم میں سے کوئی دو آدمی متفق نہیں ہوئے اس درخت پر جس کے نیچے ہم نے بیعت کی تھی، یعنی کوئی اس درخت کو پہچان نہ سکا، اور وہ اللہ کی طرف سے مہربانی تھی، اگر وہ درخت معلوم ہوتا تو آج وہاں معلوم نہیں کیا کیا خرافات ہوتیں، اس لئے اس کا مخفی ہوجانا اللہ کی بڑی رحمت ہوئی۔ جویریہ کہتے ہیں: میں نے حضرت نافع رحمہ اللہ سے پوچھا: نبی ﷺ نے کس بات پر صحابہ سے بیعت لی تھی، موت پر؟ نافع نے کہا: نہیں بلکہ صبر کرنے پر یعنی میدان میں ڈٹے رہنے پر بیعت لی تھی۔

پھر دوسری حدیث ہے، عبداللہ بن زید انصاری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: جب حرّہ کا زمانہ آیا تو ان کے پاس ایک آدمی آیا اور اس نے کہا: ابن الحنظلہ لوگوں سے موت پر بیعت لے رہے ہیں، حضرت عبداللہ بن زیدؓ نے کہا: میں موت پر بیعت نہیں کرتا کسی سے رسول اللہ ﷺ کے بعد (اس سے معلوم ہوا کہ حدیبیہ میں موت پر بیعت لی گئی تھی)

تشریح: اَلْحَرَّة: کالے پتھروں والی زمین، جو جلی ہوئی دکھائی دے۔ وَقْعَةُ الْحَرَّة: حرّہ کا واقعہ: مدینہ منورہ کے باہر کالے پتھروں والی زمین میں یزید بن معاویہ کے زمانہ میں لڑائی ہوئی ہے، مدینہ والوں نے پہلے یزید سے بیعت کی تھی پھر وہ بیعت فسخ کردی، اور اس سے جنگ کی تیاری کی، عبداللہ بن حنظلہ (ابن غسیل الملائکہ) چند لوگوں کے ساتھ یزید کے پاس گئے، انھوں نے یزید کی نامناسب حرکتیں دیکھیں تو واپس آکر اس کی بیعت توڑ دی، اور عبداللہ بن الزبیرؓ سے بیعت کرلی، یزید نے مسلم بن عقبہ کی سرکردگی میں لشکر بھیجا اور حرہ میں سخت جنگ ہوئی، جس میں سترہ سو بڑے آدمی شہید ہوئے اور عام آدمی دس ہزار شہید ہوئے، عورتیں اور بچے ان کے علاوہ ہیں۔

اس کے بعد کی حدیث میں حضرت سلمہؓ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی ﷺ سے بیعت کی، پھر میں ایک درخت کے سایہ کی طرف مائل ہوا! پھر جب لوگوں کی بھیڑ کم ہوئی تو نبی ﷺ نے فرمایا: ابن الاکوع! بیعت نہیں کرتے؟ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میں بیعت کرچکا، آپؐ نے فرمایا: ''اور بھی'' پس میں نے آپؐ سے دوسری مرتبہ بیعت کی (حضرت سلمہؓ بڑے بہادر تھے اس لئے تاکید کے لئے دوبارہ بیعت لی) یزید کہتے ہیں: پس میں نے حضرت سلمہؓ سے پوچھا: اے ابو مسلم! اس دن کس چیز پر آپ حضرات بیعت کررہے تھے؟ انھوں نے کہا: موت پر!

تشریح: یہ تعبیر کا فرق ہے، حسن تعبیر یہ ہے کہ ڈٹے رہنے پر بیعت کی تھی، اور یہ بھی ایک تعبیر ہے کہ موت پر بیعت کی تھی، جیسے ماموں کو ماموں کہنا اور باپ کا سالا کہنا، ایک ہی بات ہے، مگر تعبیر کا فرق ہے۔

پھر غزوۂ خندق کی حدیث ہے جس میں انصار کا رجز تھا: ہم نے نبی ﷺ سے جہاد پر بیعت کی ہے۔

اور آخری حدیث میں ہے کہ مُجاشع رضی اللہ عنہ اپنے بھتیجے (یا بھائی) کو لے کر خدمتِ نبوی میں حاضر ہوئے اور عرض

کیا: ہجرت پر ہمیں بیعت کر لیجئے (یعنی ہم وطن چھوڑ کر مدینہ آنا چاہتے ہیں، آپؐ نے فرمایا: ہجرت گذر گئی، مہاجرین کے لئے یعنی اب فتح مکہ کے بعد ہجرت کا حکم نہیں رہا، انھوں نے عرض کیا: پھر آپؐ ہمیں کس بات پر بیعت کریں گے؟ آپؐ نے فرمایا: اسلام اور جہاد پر، یعنی مسلمان ہو جاؤ اور جہاد کے لئے تیار رہو۔

تشریح: یہاں ہمارے نسخہ میں بابن أخی (بھتیجے کے ساتھ) ہے اور عمدہ کے نسخہ میں أنا و أخی ہے: میں اور میرا بھائی، ان کے بھائی کا نام مجالد بن مسعود تھا، جیسا کہ حدیث (۳۰۷۹) میں آرہا ہے، اور یہی صحیح ہے، اور دونوں بھائی صحابی ہیں، اس لئے حدیث پر دو نمبر لگائے ہیں۔

[۱۱۰-] بَابُ الْبَيْعَةِ فِي الْحَرْبِ عَلٰى أَنْ لَّا يَفِرُّوْا، وَقَالَ بَعْضُهُمْ عَلَى الْمَوْتِ

لِقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى: ﴿لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ إِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ﴾ [الفتح: ۱۸]

[۲۹۵۸-] حدثنا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ، ثَنَا جُوَيْرِيَةُ، عَنْ نَافِعٍ، قَالَ: قَالَ ابْنُ عُمَرَ: رَجَعْنَا مِنَ الْعَامِ الْمُقْبِلِ، فَمَا اجْتَمَعَ مِنَّا اثْنَانِ عَلَى الشَّجَرَةِ الَّتِيْ بَايَعْنَا تَحْتَهَا، كَانَتْ رَحْمَةً مِنَ اللّٰهِ. فَسَأَلْتُ نَافِعًا: عَلٰى أَيِّ شَيْءٍ بَايَعَهُمْ، عَلَى الْمَوْتِ؟ قَالَ: لاَ، بَلْ بَايَعَهُمْ عَلَى الصَّبْرِ.

[۲۹۵۹-] حدثنا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ، ثَنَا وُهَيْبٌ، ثَنَا عَمْرُو بْنُ يَحْيَى، عَنْ عَبَّادِ بْنِ تَمِيْمٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَيْدٍ، قَالَ: لَمَّا كَانَ زَمَنُ الْحَرَّةِ أَتَاهُ آتٍ، فَقَالَ لَهُ: إِنَّ ابْنَ حَنْظَلَةَ يُبَايِعُ النَّاسَ عَلَى الْمَوْتِ، فَقَالَ: لاَ أُبَايِعُ عَلٰى هٰذَا أَحَدًا بَعْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم. [انظر: ٤١٦٧]

[۲۹۶۰-] حدثنا الْمَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ، ثَنَا يَزِيْدُ بْنُ أَبِيْ عُبَيْدٍ، عَنْ سَلَمَةَ، قَالَ: بَايَعْتُ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم، ثُمَّ عَدَلْتُ إِلٰى ظِلِّ شَجَرَةٍ، فَلَمَّا خَفَّ النَّاسُ، قَالَ: "يَا ابْنَ الْأَكْوَعِ أَلاَ تُبَايِعُ؟" قَالَ: قُلْتُ: قَدْ بَايَعْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! قَالَ: "وَأَيْضًا" فَبَايَعْتُهُ الثَّانِيَةَ، فَقُلْتُ لَهُ: يَا أَبَا مُسْلِمٍ! عَلٰى أَيِّ شَيْءٍ كُنْتُمْ تُبَايِعُوْنَ يَوْمَئِذٍ؟ قَالَ: عَلَى الْمَوْتِ. [انظر: ٤١٦٩، ٧٢٠٦، ٧٢٠٨]

[۲۹۶۱-] حدثنا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، ثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ حُمَيْدٍ، قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ، يَقُوْلُ: كَانَتِ الْأَنْصَارُ يَوْمَ الْخَنْدَقِ تَقُوْلُ:

نَحْنُ الَّذِيْنَ بَايَعُوْا مُحَمَّدَا ۞ عَلَى الْجِهَادِ مَا حَيِيْنَا أَبَدَا

فَأَجَابَهُمُ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم فَقَالَ:

"اللّٰهُمَّ لاَ عَيْشَ إِلاَّ عَيْشُ الآخِرَهْ ۞ فَأَكْرِمِ الْأَنْصَارَ وَالْمُهَاجِرَهْ"

[راجع: ٢٨٣٤]

[۲۹۶۲و۲۸۶۳-] حدثنا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ، سَمِعَ مُحَمَّدَ بْنَ فُضَيْلٍ، عَنْ عَاصِمٍ، عَنْ أَبِيْ

عُثْمَانَ، عَنْ مُجَاشِعٍ، قَالَ: أَتَيْتُ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم بِابْنِ أَخِيْ فَقُلْتُ: بَايِعْنَا عَلَى الْهِجْرَةِ، فَقَالَ: "مَضَتِ الْهِجْرَةُ لِأَهْلِهَا" قُلْتُ: عَلَى مَا تُبَايِعُنَا؟ قَالَ: "عَلَى الْإِسْلَامِ وَالْجِهَادِ"
[الحديث: ۲۹۶۲، انظر: ۳۰۷۸، ۴۳۰۵، ۴۳۰۷]؛[الحديث: ۲۹۶۳، انظر: ۳۰۷۹، ۴۳۰۶، ۴۳۰۸]

بَابُ عَزْمِ الْإِمَامِ عَلَى النَّاسِ فِيْمَا يُطِيْقُوْنَ

امام لوگوں کو پختہ حکم ایسے کاموں کا دے جوان کے بس میں ہوں

امام فوج کو لازمی حکم دے کہ یہ کام کرنا ہی ہے تو امام ایسا حکم دے سکتا ہے، جب وہ کام فوجیوں کے بس میں ہو؟ عَزَمَ يَعْزِمُ عَزْمًا کے معنی ہیں: پختہ حکم دینا، عَزَمَ عَلَيْهِ: لازمی حکم دینا۔

حدیث: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آج میرے پاس ایک آدمی آیا، اس نے مجھ سے ایک سوال کیا، میری سمجھ میں نہیں آیا کہ میں کیا جواب دوں؟ اس نے پوچھا: ایک آدمی مضبوط (ہتھیار سے لیس) نشیط (پھرتیلا) ہے جو ہمارے امیروں میں سے کسی امیر کے ساتھ جہاد کے لئے نکلا ہے، امیر اس کو ایسی بات کا لازمی حکم دیتا ہے جو اس کی طاقت سے باہر ہے (تو کیا اس کی تعمیل ضروری ہے؟)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: بخدا! میں نہیں جانتا وہ بات جو تجھ سے کہوں یعنی آپؓ نے اس کے سوال کا سیدھا جواب نہیں دیا بلکہ اس کو نبی ﷺ کا طریقہ بتلایا: ہم نبی ﷺ کے ساتھ (جہاد کرتے) تھے، پس شاید آپؐ ہمیں لازمی حکم نہیں دیتے تھے، کسی بھی معاملہ میں، مگر ایک آدھ مرتبہ، یہاں تک کہ ہم اس کو کرتے تھے، یعنی نبی ﷺ کا طریقہ ایسے کاموں کا حکم دینے کا نہیں تھا جو فوجی کے بس میں نہ ہوں۔ آپؐ ایسا ہی حکم دیتے تھے جو فوجی بجالا سکے، ہاں ایک آدھ مرتبہ ایسا ہو سکتا ہے کہ آپؐ نے کوئی ایسا حکم دیا ہو جو فوجی کے بس میں نہ ہو، مگر عام طور پر آپؐ ایسا حکم نہیں دیتے تھے۔

(پھر فرمایا کہ اب زمانہ بدل گیا ہے، امراء ایسے احکام دینے لگے ہیں جو فوجی کے بس میں نہیں ہوتے، اس لئے حضرت نے ہدایت دی:) اور بیشک تم میں سے ایک برابر خیر میں رہے گا جب تک اللہ سے ڈرتا رہے گا، اور جب اس کے دل میں کوئی بات کھٹکے تو ایسے شخص سے پوچھے جو اس کو شفا بخش جواب دے (یہ آپؓ نے امراء کو ہدایت دی کہ امراء کو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنا چاہئے اور کسی معاملہ میں شک ہو تو اہل علم سے اس کا حکم دریافت کرنا چاہئے)

(پھر حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے علمی زوال کی طرف اشارہ کیا:) اور قریب ہے وہ زمانہ کہ نہ پاؤ تم اس کو یعنی ایسے عالم کو جو تسلی بخش جواب دے، اور قسم ہے اس ذات کی جس کے سواء کوئی معبود نہیں! نہیں یاد کرتا ہوں میں گذری ہوئی دنیا کو مگر اس تالاب کی طرح جس کا صاف پانی پی لیا گیا ہو، اور گدلا پانی باقی رہ گیا ہو (یہ تشبیہ ہے ایک کھڈا ہے جس پر لوگ پہنچے اور صاف پانی پی گئے، اب دوسرے لوگ پہنچے، کھڈے میں ذرا سا پانی رہ گیا ہے، ہاتھ سے یا برتن سے لیں گے تو پانی گدلا

ہوجائے گا، اس لئے وہ بکری بن کر پیتے ہیں، اسی طرح اچھی دنیا گذر گئی، اب نکمے لوگ رہ گئے ہیں)

سوال: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا انتقال تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ہوا ہے، ابھی فتنوں کا دور شروع نہیں ہوا تھا، پھر اس قدر زوال کیسے آ گیا؟

جواب: زوال تو دن بہ دن آتا ہی رہتا ہے، اور جب زوال کا کمال کے ساتھ موازنہ کیا جائے تو وہ بہت محسوس ہوتا ہے، اور جس زمانہ میں حضرت یہ بات فرما رہے ہیں صحابہ کی تعداد گھٹ رہی تھی، اور تابعین کی تعداد بڑھ رہی تھی، اور تابعین میں وہ بات نہیں تھی جو صحابہ میں تھی۔ علاوہ ازیں: ارسطو کہتا ہے: جو بڑے لوگ زمانہ کی برائی کرتے ہیں وہ حقیقت میں ان کی بڑائی کی دلیل ہوتی ہے، لمبے کو دنیا بونی (چھوٹے قد کی) نظر آتی ہے، ورنہ زمانہ ایک حال پر چلتا رہتا ہے، اچھے برے ہر طرح کے لوگ ہوتے ہیں۔ اور لوگوں نے کہا ہے: كَمْ تَرَكَ الْأَوَّلُ لِلْآخِرِ: اگلوں نے پچھلوں کے لئے بہت کچھ چھوڑا ہے!

[۱۱۱-] بَابُ عَزْمِ الإِمَامِ عَلَى النَّاسِ فِيْمَا يُطِيْقُوْنَ

[۲۹٦٤-] حدثنا عُثْمَانُ بْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ، ثَنَا جَرِيْرٌ، عَنْ مَنْصُوْرٍ، عَنْ أَبِيْ وَائِلٍ، قَالَ: قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ: لَقَدْ أَتَانِي الْيَوْمَ رَجُلٌ، فَسَأَلَنِيْ عَنْ أَمْرٍ مَا دَرَيْتُ مَا أَرُدُّ عَلَيْهِ، فَقَالَ: أَرَأَيْتَ رَجُلًا مُؤْدِيًا نَشِيْطًا يَخْرُجُ مَعَ أُمَرَائِنَا فِي الْمَغَازِيْ، فَيَعْزِمُ عَلَيْنَا فِي أَشْيَاءَ لَا يُحْصِيْهَا؟ فَقُلْتُ لَهُ: وَاللّٰهِ مَا أَدْرِيْ مَا أَقُوْلُ لَكَ! إِلَّا أَنَّا كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم، فَعَسَى أَنْ لَا يَعْزِمَ عَلَيْنَا فِي أَمْرٍ إِلَّا مَرَّةً حَتَّى نَفْعَلَهُ، وَإِنَّ أَحَدَكُمْ لَنْ يَزَالَ بِخَيْرٍ مَا اتَّقَى اللّٰهَ، وَإِذَا شَكَّ فِيْ نَفْسِهِ شَيْئٌ سَأَلَ رَجُلًا فَشَفَاهُ مِنْهُ، وَأَوْشَكَ أَنْ لَا تَجِدُوْهُ، وَالَّذِيْ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ! مَا أَذْكُرُ مَاغَبَرَ مِنَ الدُّنْيَا إِلَّا كَالثَّغْبِ شُرِبَ صَفْوُهُ وَبَقِيَ كَدَرُهُ.

لغات: مُؤْدِيًا: أی كاملَ الأداة يعنی أداةَ الحرب: مسلح، ہتھیاروں سے لیس .... لَايُحْصِيْهَا: أی لَايُطِيْقُهَا قرآن میں ہے: ﴿عَلِمَ أَنْ لَّنْ تُحْصُوْهُ﴾: اللہ جانتے ہیں کہ یہ بات تمہارے بس میں نہیں .... شكَّ فی نفسه شيئٌ: اصل میں شكَّ شيئٌ فينفسه ہے .... غَبَرَ: أی مَضَى، جو وقت بیت گیا .... ثَغَب: کھڈا، گھڑا، تالاب۔

بَابٌ: كَانَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم إِذَا لَمْ يُقَاتِلْ أَوَّلَ النَّهَارِ أَخَّرَ الْقِتَالَ حَتَّى تَزُوْلَ الشَّمْسُ

شروع دن میں جنگ شروع نہ ہوسکے تو زوال کے بعد جنگ شروع کی جائے

جنگ شروع کرنے کے لئے فوجیوں میں نشاط ضروری ہے، شروع دن میں نشاط ہوتا ہے، پھر ایک وقت کے بعد قوت عمل مضمحل ہوجاتی ہے، پھر جب دوپہر میں قیلولہ کر کے اٹھتے ہیں، نماز پڑھتے ہیں، ٹھنڈی ہوائیں چلتی ہیں تو نشاط لوٹ آتا

ہے۔ چنانچہ نبی ﷺ کا طریقہ تھا کہ اگر شروع دن میں جنگ شروع نہیں کرتے تھے تو نو دس بجے جنگ شروع نہیں کرتے تھے بلکہ زوال کے بعد شروع کرتے تھے۔

فائدہ: آج کل پوری دنیا غیروں کے مارکیٹ ٹائم میں زندگی گذار رہی ہے، نو بجے اٹھتے ہیں، دس بجے کام شروع کرتے ہیں، مگر اللہ کے نیک بندے جو فجر سے پہلے اٹھ جاتے ہیں اور فجر کے بعد سوتے نہیں، کیونکہ صبح کا سونا رزق کو روک دیتا ہے: وہ فجر کے بعد بیکار تو رہیں گے نہیں کچھ نہ کچھ کریں گے، اس لئے دس بجے تک قوت عمل مضمحل ہو جاتی ہے، اب وہ دکان کھولتے ہیں یا آفس جاتے ہیں اور سست ہوتے ہیں۔

دوسری بات یہ جاننی چاہئے کہ جنگ باقاعدہ لڑی جاتی ہے، شروع کرنے اور بند کرنے کے قاعدے ہیں، سائرن بجایا جاتا ہے، دوسرا فریق اس کا جواب دیتا ہے، تب جنگ شروع ہوتی ہے، یا بند ہوتی ہے۔

حدیث: سالم ابوالنضر: عمر بن عبید اللہ کے سکریٹری تھے، ان کے پاس عبد اللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ کا خط آیا، جس کو سالم نے پڑھا کہ نبی ﷺ نے بعض ان جنگوں میں جن میں کفار سے مقابلہ ہوا: انتظار کیا، یہاں تک کہ سورج ڈھل گیا، آگے (حدیث ۳۱۶۰ میں) ہے: كَانَ إِذَا لَمْ يُقَاتِلْ أَوَّلَ النَّهَارِ انْتَظَرَ حَتَّى تَهُبَّ الْأَرْوَاحُ وَتَحْضُرَ الصلواتُ: جب آپؐ شروع دن میں جنگ شروع نہیں کرتے تھے تو انتظار کرتے تھے، یہاں تک کہ ہوائیں چلتیں اور نمازوں کا وقت آجاتا۔

(پھر حضرت عبد اللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ نے لکھا) زوال کے بعد نبی ﷺ نے تقریر فرمائی، ارشاد فرمایا: لوگو! دشمن سے ملاقات کی تمنا مت کرو، اللہ سے عافیت طلب کرو، یعنی بلاء کی آرزو کبھی نہیں کرنی چاہئے، ہمیشہ عافیت طلب کرنی چاہئے، پھر جب تمہاری ان سے ملاقات ہو تو صبر کرو یعنی جب بلاء سر پر آپڑے تو ہمت سے اس کا مقابلہ کرو، اور جان لو کہ جنت تلواروں کے سایہ تلے ہے، پھر نبی ﷺ نے دعا فرمائی: اے اللہ! قرآن کے نازل کرنے والے! بادلوں کو چلانے والے! جتھوں کو شکست دینے والے! دشمن کو شکست دیجئے! اور ہماری ان کے خلاف مدد فرمائیے!

نوٹ: یہ دونوں حدیثیں ایک ہی حدیث ہیں، ترقیم کرنے والے نے خواہ مخواہ دو نمبر ڈال دیئے ہیں۔

[۱۱۲-] بَابٌ: كَانَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم إِذَا لَمْ يُقَاتِلْ أَوَّلَ النَّهَارِ أَخَّرَ الْقِتَالَ حَتَّى تَزُوْلَ الشَّمْسُ

[۲۹۶۵-] حدثنا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، ثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ عَمْرٍو، ثَنَا أَبُوْ إِسْحَاقَ، عَنْ مُوْسَى بْنِ عُقْبَةَ، عَنْ سَالِمٍ أَبِي النَّضْرِ مَوْلَى عُمَرَ بْنِ عُبَيْدِ اللهِ، وَكَانَ كَاتِبًا لَهُ، قَالَ: كَتَبَ إِلَيْهِ عَبْدُ اللهِ بْنُ أَبِي أَوْفَى فَقَرَأْتُهُ: أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صلى الله عليه وسلم فِي بَعْضِ أَيَّامِهِ الَّتِي لَقِيَ فِيْهَا انْتَظَرَ حَتَّى مَالَتِ الشَّمْسُ.

[راجع: ۲۹۳۳]

[۲۹۶۶-] ثُمَّ قَامَ فِي النَّاسِ فَقَالَ:" أَيُّهَا النَّاسُ! لاَ تَتَمَنَّوْا لِقَاءَ الْعَدُوِّ، وَسَلُوْا اللّٰهَ الْعَافِيَةَ، فَإِذَا لَقِيْتُمُوْهُمْ فَاصْبِرُوْا، وَاعْلَمُوْا أَنَّ الْجَنَّةَ تَحْتَ ظِلاَلِ السُّيُوْفِ" ثُمَّ قَالَ:" اللّٰهُمَّ مُنْزِلَ الْكِتَابِ، وَمُجْرِيَ السَّحَابِ، وَهَازِمَ الأَحْزَابِ، اهْزِمْهُمْ وَانْصُرْنَا عَلَيْهِمْ"[راجع: ۲۸۱۸]

بَابُ اسْتِئْذَانِ الرَّجُلِ الإِمَامَ

امیر سے اجازت لے کر جانا

اگر فوجی کسی کام سے جانا چاہے تو کمانڈر سے اجازت لے کر جائے، ممکن ہے اس کی ضرورت پیش آئے اور وہ غیر حاضر ہو، سورۃ النور آیت ۶۲ میں ہے: ''مسلمان تو وہی ہیں جو اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان رکھتے ہیں اور جب وہ رسول کے پاس کسی ایسے کام پر ہوتے ہیں جس کے لئے مجمع کیا گیا ہے (اور اتفاقاً وہاں سے جانے کی ضرورت پڑتی ہے) تو جب تک وہ آپؐ سے اجازت نہیں لیتے نہیں جاتے'' ﴿أَمْرٍ جَامِعٍ﴾ سے مراد اجتماعی کام ہے، اور جب امیر فوج لے کر لڑنے کے لئے نکلا تو یہ اجتماعی کام ہے۔ پھر حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے انھوں نے رات سے پہلے گھر پہنچنے کے لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت لی ہے، یہ حدیث سے استدلال ہے۔

[۱۱۳-] بَابُ اسْتِئْذَانِ الرَّجُلِ الإِمَامَ

وَقَوْلِهِ: ﴿ إِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ آمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ وَإِذَا كَانُوْا مَعَهُ عَلٰى أَمْرٍ جَامِعٍ لَمْ يَذْهَبُوْا حَتَّى يَسْتَأْذِنُوْهُ﴾[النور: ۶۲]

[۲۹۶۷-] حدثنا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ، نَا جَرِيْرٌ، عَنِ الْمُغِيْرَةِ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: غَزَوْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، قَالَ: فَتَلاَحَقَ بِيَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم، وَأَنَا عَلٰى نَاضِحٍ لَنَا قَدْ أَعْيَا، فَلاَ يَكَادُ يَسِيْرُ، فَقَالَ لِيْ:" مَا لِبَعِيْرِكَ؟" قَالَ: قُلْتُ: أَعْيٰ، قَالَ: فَتَخَلَّفَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم فَزَجَرَهُ وَدَعَا لَهُ، فَمَا زَالَ بَيْنَ يَدَيِ الإِبِلِ قُدَّامَهَا يَسِيْرُ، فَقَالَ لِيْ: "كَيْفَ تَرَى بَعِيْرَكَ؟" قَالَ: قُلْتُ: بِخَيْرٍ، قَدْ أَصَابَتْهُ بَرَكَتُكَ، قَالَ:" أَفَتَبِيْعُنِيْهِ؟" قَالَ: فَاسْتَحْيَيْتُ، وَلَمْ يَكُنْ لَنَا نَاضِحٌ غَيْرُهُ، قَالَ: فَقُلْتُ: نَعَمْ. قَالَ: فَبِعْنِيْ قَالَ: فَبِعْتُهُ إِيَّاهُ عَلٰى أَنَّ لِيْ فَقَارَ ظَهْرِهِ حَتَّى أَبْلُغَ الْمَدِيْنَةَ، قَالَ: فَقُلْتُ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! إِنِّيْ عَرُوْسٌ، فَاسْتَأْذَنْتُهُ فَأَذِنَ لِيْ، فَتَقَدَّمْتُ النَّاسَ إِلَى الْمَدِيْنَةِ، حَتَّى أَتَيْتُ الْمَدِيْنَةَ، فَلَقِيَنِيْ خَالِيْ فَسَأَلَنِيْ عَنِ الْبَعِيْرِ، فَأَخْبَرْتُهُ بِمَا صَنَعْتُ فِيْهِ فَلاَمَنِيْ، قَالَ: وَقَدْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ لِيْ حِيْنَ اسْتَأْذَنْتُهُ:" هَلْ تَزَوَّجْتَ بِكْرًا أَمْ ثَيِّبًا؟" فَقُلْتُ: تَزَوَّجْتُ

ثَيِّبًا، فَقَالَ: " هَلَّا تَزَوَّجْتَ بِكْرًا تُلَاعِبُهَا وَتُلَاعِبُكَ؟" قُلْتُ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! تُوُفِّيَ وَالِدِيْ أَوْ: اسْتُشْهِدَ، وَلِيْ أَخَوَاتٌ صِغَارٌ، فَكَرِهْتُ أَنْ أَتَزَوَّجَ مِثْلَهُنَّ، فَلَا تُؤَدِّبُهُنَّ وَلَا تَقُوْمَ عَلَيْهِنَّ، فَتَزَوَّجْتُ ثَيِّبًا لِتَقُوْمَ عَلَيْهِنَّ وَتُؤَدِّبَهُنَّ، قَالَ: فَلَمَّا قَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم الْمَدِيْنَةَ غَدَوْتُ عَلَيْهِ بِالْبَعِيْرِ، فَأَعْطَانِيْ ثَمَنَهُ وَرَدَّهُ عَلَيَّ، قَالَ الْمُغِيْرَةُ: هٰذَا فِيْ قَضَائِنَا حَسَنٌ لَا نَرَى بِهِ بَأْسًا. [راجع: ٤٤٣]

وضاحت: حدیث کے راوی مغیرہ بن مقسم ضبّی کہتے ہیں: ایسی شرط (مدینہ تک سوار ہوکر جانے کی شرط) ہمارے فیصلہ میں اچھی ہے یعنی جائز ہے، ہم اس میں کچھ حرج نہیں دیکھتے (یہ مسئلہ کتاب الشروط میں گذرا ہے)

بَابُ مَنْ غَزَا وَهُوَ حَدِيْثُ عَهْدٍ بِعُرْسِهِ

نئی شادی ہوئی اور جہاد میں نکلا

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی نئی شادی ہوئی تھی، اور وہ جہاد میں نکلے تھے، معلوم ہوا کہ یہ جائز ہے، اور باب میں انہی کی حدیث کا حوالہ ہے، اس کی نئی سند نہیں ہوگی اس لئے نہیں لکھی۔

[١١٤-] بَابُ مَنْ غَزَا وَهُوَ حَدِيْثُ عَهْدٍ بِعُرْسِهِ

فِيْهِ جَابِرٌ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم.

بَابُ مَنِ اخْتَارَ الْغَزْوَ بَعْدَ الْبِنَاءِ

جس نے رخصتی کے بعد جہاد میں نکلنے کو پسند کیا

حاشیہ میں کسی نبی کا قصہ لکھا ہے: وہ ایک جہاد کے لئے فوج تیار کررہے تھے، انھوں نے اعلان کیا کہ جس کی شادی ہوئی ہے اور بیوی کو رخصت کر کے نہیں لایا وہ فوج میں شامل نہ ہو، جس نے مکان کی دیواریں اٹھادی ہیں اور ابھی چھت نہیں ڈالی وہ بھی شامل نہ ہو، پس ایک رائے یہ ہے کہ ایسے لوگ پہلے بیوی کو رخصت کر کے لائیں، اور مکان کی تعمیر مکمل کریں، پھر فارغ البال ہوکر جہاد میں نکلیں۔ اور دوسری رائے یہ ہے کہ ایسا کرنا ضروری نہیں، جہاد کے لئے نکل سکتے ہیں۔ اور باب میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کا حوالہ ہے، اس میں وہی نبی کا واقعہ ہے، اس کی نئی سند نہیں ہوگی، اس لئے نہیں لکھی، یہ حدیث آگے (حدیث ۳۱۲۴) آرہی ہے۔

[١١٥-] بَابُ مَنِ اخْتَارَ الْغَزْوَ بَعْدَ الْبِنَاءِ

فِيْهِ أَبُوْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم.

بَابُ مُبَادَرَةِ الإِمَامِ عِنْدَ الْفَزَعِ

خطرہ کے وقت امام کا سبقت کرنا

ایک مرتبہ مدینہ منورہ میں گھبراہٹ کی کوئی بات پیش آئی، نبی ﷺ سب سے پہلے حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے گھوڑے پر سوار ہوکر اس جگہ پہنچے، پس امیر کو اس سنت کی پیروی کرنی چاہئے۔

[۱۱۶-] بَابُ مُبَادَرَةِ الإِمَامِ عِنْدَ الْفَزَعِ

[۲۹۶۸-] حدثنا مُسَدَّدٌ، ثَنَا يَحْيىَ، عَنْ شُعْبَةَ، ثَنِیْ قَتَادَةُ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: كَانَ بِالْمَدِيْنَةِ فَزَعٌ، فَرَكِبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم فَرَسًا لِأَبِیْ طَلْحَةَ فَقَالَ:" مَا رَأَيْنَا مِنْ شَيْءٍ، وَإِنْ وَجَدْنَاهُ لَبَحْرًا"[راجع: ۲٦۲۷]

بَابُ السُّرْعَةِ وَالرَّكْضِ فِی الْفَزَعِ

خطرہ کے وقت تیز چلنا اور گھوڑے کو ایڑ کرنا

یہ ذیلی باب ہے، جب کوئی خطرہ کی بات پیش آئے تو تیزی سے گھوڑے کو ایڑ کرتا ہوا چلے۔ اس باب میں امام کی تخصیص نہیں، اس لئے نیا باب ہوگیا۔

[۱۱۷-] بَابُ السُّرْعَةِ وَالرَّكْضِ فِی الْفَزَعِ

[۲۹٦۹-] حدثنا الْفَضْلُ بْنُ سَهْلٍ، ثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ مُحَمَّدٍ، ثَنَا جَرِيْرُ بْنُ حَازِمٍ، عَنْ مُحَمَّدٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: فَزِعَ النَّاسُ فَرَكِبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم فَرَسًا لِأَبِیْ طَلْحَةَ بَطِيْئًا، ثُمَّ خَرَجَ يَرْكُضُ وَحْدَهُ، فَرَكِبَ النَّاسُ يَرْكُضُوْنَ خَلْفَهُ، فَقَالَ:" لَمْ تُرَاعُوْا، إِنَّهُ لَبَحْرٌ" فَمَا سُبِقَ بَعْدَ ذٰلِكَ الْيَوْمِ.[راجع: ۲٦۲۷]

بَابُ الْخُرُوْجِ فِی الْفَزَعِ وَحْدَهُ

خطرہ کے وقت تنہا نکلنا

باب میں وحدہ بڑھادیا تو نیا باب ہوگیا، اور اس باب میں امام صاحبؒ نہ کوئی حدیث لائے ہیں نہ کسی حدیث کا حوالہ دیا ہے، کیونکہ نبی ﷺ کے تنہا نکلنے کا جو واقعہ اوپر آیا ہے وہی اس باب کی بھی دلیل ہے۔

[۱۱۸-] بَابُ الْخُرُوْجِ فِی الْفَزَعِ وَحْدَہُ

بَابُ الْجَعَائِلِ وَالْحُمْلاَنِ فِی سَبِیْلِ اللّٰهِ

جہاد کے لئے اجرت اور سواری دینا

الجعائل: الجَعیلة کی جمع ہے، اس کے معنی ہیں: اجرت، مزدوری، اس کے لئے دوسرا لفظ: الجُعْل ہے اور الحُمْلان: مصدر ہے حَمَلَ (ض) حَمْلاً وُحُمْلاَنًا کے معنی ہیں: لادنا، بوجھ لادنا، اگر کوئی شخص کسی کو جہاد کے لئے اجرت دے تو وہ اس کا مالک ہوجائے گا یا بشرط جہاد مالک ہوگا؟ اسی طرح کوئی کسی کو جہاد میں استعمال کرنے کے لئے اونٹ، گھوڑا دے تو وہ مالک ہوجائے گا یا عاریت ہوگی؟

جواب: اس کا مدار عرف پر ہے، جیسے رمضان میں آخری عشرہ میں کوئی اعتکاف کرنے والا نہیں تھا، پس متولی یا کسی نمازی نے کسی مزدور سے کہا: آپ اعتکاف کریں، آپ کی دہاڑی میں دوں گا، یعنی روزانہ آپ جتنا کماتے ہیں اتنا میں دیدوں گا، پس وہ بشرط اعتکاف اجرت کا مستحق ہوگا۔ یا ایک غریب آدمی ہے، دہاڑی پر گذارہ کرتا ہے، وہ اعتکاف میں بیٹھا یا ایک شخص جماعت میں نکلنا چاہتا ہے، کسی نے اس کا تعاون کیا تو وہ رقم کا مالک ہوجائے گا، چاہے اعتکاف میں نہ بیٹھے، اسی طرح سواری دی اور کہا کہ یہ سواری میں آپ کو جہاد میں استعمال کرنے کے لئے دے رہا ہوں، پس عرف کا اعتبار ہوگا۔ اور اگر حکومت نے فوجی کو سواری دی تو بھی عرف کا اعتبار ہوگا۔

اور باب میں حضرت رحمہ اللہ نے تین آثار اور تین حدیثیں پیش کی ہیں:

پہلا اثر: مجاہد رحمہ اللہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے کہا: میرا جہاد میں جانے کا ارادہ ہے (الغزوَ أی أُرِیْدُ الْغَزْوَ) ابن عمرؓ نے فرمایا: میں اپنے کچھ مال کے ذریعہ تمہاری مدد کرنا چاہتا ہوں، مجاہدؒ نے کہا: میرے لئے اللہ نے گنجائش کی ہے، یعنی مجھے تعاون کی ضرورت نہیں، ابن عمرؓ نے فرمایا: تیری مالداری تیرے لئے ہے اور میں چاہتا ہوں کہ میرے مال میں سے بھی کچھ جہاد میں لگ جائے (پس مجاہد مالک ہوجائے گا، خواہ جہاد کرے یا نہ کرے)

دوسرا اثر: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کچھ لوگ حکومت سے مال لیتے ہیں تاکہ وہ جہاد کریں، پھر وہ جہاد میں نہیں نکلتے، پس اگر کوئی ایسا کرے گا تو ہم اس کے مال کے زیادہ حقدار ہیں، یہاں تک کہ ہم اس سے لے لیں وہ جو اس نے لیا ہے (یہ حکومت نے جہاد کے لئے ہتھیار سواری وغیرہ دی ہے پس اگر وہ جہاد میں نہیں نکلے گا تو حکومت کو واپس کرنا ہوگا)

تیسرا اثر: طاؤس اور مجاہد رحمہما اللہ فرماتے ہیں: جب تجھے کوئی چیز دی گئی تاکہ تو اس کے ذریعہ راہِ خدا میں جہاد کرے تو تو اس کا مالک ہوگیا، پس کر تو اس کو جو چاہے اور رکھ تو اس کو اپنے گھر میں (یہ تعاون ہے پس وہ دیتے ہی مالک ہوجائے گا)

اور پہلی اور دوسری حدیث میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا واقعہ ہے، انھوں نے راہِ خدا میں ایک صحابی کو گھوڑا دیا تھا، پھر ان

کوضرورت پیش آئی اوروہ بیچنے کے لئے نکلے، معلوم ہوا کہ وہ گھوڑے کے مالک ہوگئے تھے، پس وہ جو چاہیں کریں۔

اورتیسری حدیث وہ ہے جو پہلے گذری ہے، نبی ﷺ نے فرمایا: اگر میری امت پر دشواری کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں کسی بھی چھوٹے لشکر سے پیچھے نہ رہتا۔ مگر میں سواریاں نہیں پاتا، پھر جو لوگ میرے ساتھ نکلیں گے ان کو سواریاں کہاں سے دوں گا؟ اور اگر میں ان کو پیچھے چھوڑ دوں تو یہ بھی میرے لئے شاق ہے۔

یہ جو نبی ﷺ سواریاں عنایت فرمائیں گے: وہ مالک بنائیں گے یا استعمال کے لئے دیں گے؟ حدیث میں اس کی کوئی وضاحت نہیں، لہٰذا قرائن سے فیصلہ کیا جائے گا کہ حکومت نے جو سواریاں یا ہتھیار دیئے ہیں ان کا مالک بنایا ہے یا ان کو جہاد میں استعمال کے لئے دیا ہے۔

[۱۱۹-] بَابُ الْجَعَائِلِ وَالْحُمْلَانِ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ

[۱-] وَقَالَ مُجَاهِدٌ: قُلْتُ لِابْنِ عُمَرَ: الغَزْوَ، قَالَ: إِنِّيْ أُحِبُّ أَنْ أُعِيْنَكَ بِطَائِفَةٍ مِنْ مَالِيْ، قُلْتُ: أَوْسَعَ اللّٰهُ عَلَيَّ، قَالَ: إِنَّ غِنَاكَ لَكَ، وَإِنِّيْ أُحِبُّ أَنْ يَكُوْنَ مِنْ مَالِيْ فِي هٰذَا الْوَجْهِ.

[۲-] وقَالَ عُمَرُ: إِنَّ نَاسًا يَأْخُذُوْنَ مِنْ هٰذَا الْمَالِ لِيُجَاهِدُوْا ثُمَّ لَا يُجَاهِدُوْنَ، فَمَنْ فَعَلَهُ فَنَحْنُ أَحَقُّ بِمَالِهِ حَتَّى نَأْخُذَ مِنْهُ مَا أَخَذَ.

[۳-] وَقَالَ طَاوُسٌ وَمُجَاهِدٌ: إِذَا دُفِعَ إِلَيْكَ شَيْئٌ تَخْرُجُ بِهِ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ، فَاصْنَعْ بِهِ مَاشِئْتَ، وَضَعْهُ عِنْدَ أَهْلِكَ.

[۲۹۷۰-] حدثنا الْحُمَيْدِيُّ، ثَنَا سُفْيَانُ، سَمِعْتُ مَالِكَ بْنَ أَنَسٍ، سَأَلَ زَيْدَ بْنَ أَسْلَمَ، فَقَالَ زَيْدٌ، سَمِعْتُ أَبِيْ يَقُوْلُ: قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ: حَمَلْتُ عَلٰى فَرَسٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ، فَرَأَيْتُهُ يُبَاعُ، فَسَأَلْتُ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم آشْتَرِيْهِ؟ فَقَالَ: " لَاتَشْتَرِهِ وَلَا تَعُدْ فِيْ صَدَقَتِكَ" [راجع: ۱۴۹۰]

[۲۹۷۱-] حدثنا إِسْمَاعِيْلُ، ثَنِيْ مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ، أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ حَمَلَ عَلٰى فَرَسٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَوَجَدَهُ يُبَاعُ، فَأَرَادَ أَنْ يَبْتَاعَهُ، فَسَأَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم فَقَالَ: " لَا تَبْتَعْهُ وَلَا تَعُدْ فِيْ صَدَقَتِكَ" [راجع: ۱۴۸۹]

[۲۹۷۲-] حدثنا مُسَدَّدٌ، ثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ الْأَنْصَارِيِّ، ثَنِيْ أَبُوْ صَالِحٍ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: " لَوْلَا أَنْ أَشُقَّ عَلٰى أُمَّتِيْ مَا تَخَلَّفْتُ عَنْ سَرِيَّةٍ، وَلٰكِنْ لَا أَجِدُ حُمُوْلَةً، وَلَا أَجِدُ مَا أَحْمِلُهُمْ عَلَيْهِ، وَيَشُقُّ عَلَيَّ أَنْ يَتَخَلَّفُوْا عَنِّيْ، وَ لَوَدِدْتُ أَنِّيْ قَاتَلْتُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ، فَقُتِلْتُ، ثُمَّ أُحْيِيْتُ، ثُمَّ قُتِلْتُ، ثُمَّ أُحْيِيْتُ" [راجع: ۳۶]

بَابُ الْأَجِيْرِ

مزدور کا بیان

اگر کوئی مجاہد اپنی خدمت کے لئے کوئی مزدور ساتھ لے جائے تو اس میں کچھ حرج نہیں، اس سے جہاد کے ثواب میں کچھ کمی نہیں آتی۔ پھر تین مسئلے ہیں:

پہلا مسئلہ: اجیر کو مالِ غنیمت میں سے حصہ ملے گا یا نہیں؟ حضرات حسن بصری اور محمد بن سیرین رحمہما اللہ فرماتے ہیں مالِ غنیمت میں سے اس کو حصہ دیا جائے گا۔ امام احمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: نہیں دیا جائے گا، سفیان ثوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اگر وہ جنگ میں حصہ لے تو غنیمت میں سے حصہ دیا جائے گا، ورنہ نہیں، یہی رائے حنفیہ کی ہے۔

دوسرا مسئلہ: اگر جنگ لڑنے کے لئے اجیر رکھا تو مالکیہ اور حنفیہ کہتے ہیں: اس کے لئے مالِ غنیمت میں کوئی حصہ نہیں، اس کو اجرت ہی ملے گی، اور اکثر فقہاء کہتے ہیں: اس کو حصہ دیا جائے گا (یہ مسئلہ حاشیہ میں ہے)

تیسرا مسئلہ: اجیر کی اجرت واضح طور پر طے ہونی ضروری ہے یا بالاجمال بھی طے کی جاسکتی ہے؟ حنفیہ، شافعیہ اور مالکیہ کے نزدیک واضح طور پر طے ہونی ضروری ہے۔ اور امام احمد رحمہ اللہ کے نزدیک اجمالاً طے ہونا بھی کافی ہے۔ عطیۃ بن قیس نے ایک گھوڑا آدھے پر لیا یعنی جو غنیمت ملے گی اس کا آدھا گھوڑے کے مالک کا اور آدھا عطیہ کا، پس گھوڑے کا حصہ چار سو دینار ہوا تو عطیہ نے دو سو لئے اور گھوڑے کے مالک کو دو سو دیئے، امام احمد رحمہ اللہ کے نزدیک یہ درست ہے، دیگر فقہاء کے نزدیک اجرت مجہول ہے اس لئے درست نہیں۔

اور حدیث وہی ہے جو پہلے گذری ہے۔ حضرت یعلی رضی اللہ عنہ بڑی عمر کے تھے، غزوۂ تبوک میں نکلے تو اپنے ساتھ ایک خادم لے گئے، اور تین دینار اس کی اجرت طے کی، اس اجیر نے کسی سے جھگڑا کیا اور ایک نے دوسرے کا ہاتھ کاٹا، دوسرے نے اپنا ہاتھ چھڑایا تو اس کا دانت گر گیا، نبی ﷺ نے اس کو رائگاں کیا، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جہاد میں نوکر لے جاسکتے ہیں، اس سے ثواب میں کوئی کمی نہیں آئے گی۔

[۱۲۰-] بَابُ الْأَجِيْرِ

[۱-] وَقَالَ الْحَسَنُ وَابْنُ سِيْرِيْنَ: يُقْسَمُ لِلْأَجِيْرِ مِنَ الْمَغْنَمِ.

[۲-] وَأَخَذَ عَطِيَّةُ بْنُ قَيْسٍ فَرَسًا عَلَى النِّصْفِ، فَبَلَغَ سَهْمُ الْفَرَسِ أَرْبَعَ مِائَةِ دِيْنَارٍ، فَأَخَذَ مِائَتَيْنِ وَأَعْطَى صَاحِبَهُ مِائَتَيْنِ.

[۲۹۷۳-] حدثنا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، ثَنَا سُفْيَانُ، ثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ صَفْوَانَ بْنِ يَعْلَى، عَنْ أَبِيْهِ، قَالَ: غَزَوْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم غَزْوَةَ تَبُوْكَ، فَحُمِلْتُ عَلَى بَكْرٍ، فَهُوَ أَوْثَقُ

أَعْمَالِيْ فِيْ نَفْسِيْ، فَاسْتَأْجَرْتُ أَجِيْرًا، فَقَاتَلَ رَجُلاً فَعَضَّ أَحَدُهُمَا الآخَرَ، فَانْتَزَعَ يَدَهُ مِنْ فِيْهِ، وَنَزَعَ ثَنِيَّتَهُ، فَأَتَى النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم فَأَهْدَرَهَا،وَقَالَ:''أَيَدْفَعُ يَدَهُ إِلَيْكَ فَتَقْضَمُهَا كَمَايَقْضَمُ الْفَحْلُ؟''[راجع: ۱۸٤۸]

قولہ:فَحُمِلْتُ عَلٰی بَكْرٍ:پس میں جوان اونٹ پرسوار کیا گیا،یعنی نبی ﷺ نے ان کوسواری کے لئے جوان اونٹ دیا،یہ حدیث بخاری میں پانچ جگہ آئی ہے،مگر یہ جملہ صرف اسی جگہ ہے،اوراس پر معروف کا اعراب لگایاہے،یعنی حَمَلْتُ علی بکر:مگراس کا کچھ مطلب نہیں بنتا،اس لئے میں نے مجہول کا اعراب لگایاہے۔

بَابُ مَاجَاءَ فِي لِوَاءِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم

نبی ﷺ کا پرچم

اللِّوَاء: پرچم،جھنڈی،جمع أَلْوِية اور أَلْوِيَات۔ پرچم راية (جھنڈے) سے چھوٹا ہوتا ہے،بڑی فوج میں کمانڈرقلب (بیچ) میں رہتا ہےاس کے ساتھ بڑاجھنڈاہوتا ہے جوراية کہلاتا ہے،اورلشکر کے باقی حصوں کے لئے چھوٹی جھنڈیاں ہوتی ہیں،جن سےان کو پہچاناجاتا ہے۔

اور باب میں پہلی روایت یہ ہے کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے حضرت قیس رضی اللہ عنہ کے پاس فتح مکہ کے دن نبی ﷺ کا پرچم تھا،انھوں نے ایک مرتبہ حج کاارادہ کیا تواحرام باندھنے سے پہلےغسل کیااور بالوں میں کنگھی کی۔

دوسری حدیث یہ ہے کہ جنگ خیبر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نبی ﷺ سے پیچھے تھے،کیونکہ انھیں آشوب چشم تھا،پھر انھوں نے سوچا:میں رسول اللہ ﷺ سے پیچھے کیوں رہوں؟ چنانچہ وہ چل دیئے،پس نبی ﷺ سے آملے،پھر جب اس رات کی شام ہوئی جس کی صبح میں خیبر فتح ہواتو نبی ﷺ نے فرمایا:میں ضرور دوں گاپرچم یافرمایا:ضرور لے گاپرچم آئندہ کل وہ شخص جس سے اللہ اوراس کے رسول محبت کرتے ہیں یافرمایا:جو اللہ اوراس کے رسول سے محبت کرتا ہے،جس کے ہاتھ سے فتح ہوگی،پس اچانک ہم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس تھے،یعنی وہ آگئے اورہمیں ان کی امیدنہیں تھی،لوگوں نے کہا: یہ علیؓ ہیں،رسول اللہ ﷺ نے ان کو پرچم دیا،اللہ نے ان کے ہاتھ سے فتح نصیب فرمائی (یہ حدیث پہلی مرتبہ آئی ہے اور آگے دوجگہ آئے گی)

اورآخری حدیث فتح مکہ کی ہے،جب نبی ﷺ مکہ میں داخل ہوئے تو حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے پرچم ایک جگہ گاڑا،حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا:یہاں پرچم گاڑنے کاحکم آپ کو نبی ﷺ نے دیاہے؟ معلوم ہوا کہ فتح مکہ کے دن پرچم حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے پاس تھا۔

[۱۲۱-] بَابُ مَاجَاءَ فِي لِوَاءِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم

[۲۹۷٤-] حدثنا سَعِيْدُ بْنُ أَبِيْ مَرْيَمَ، ثَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ، أَخْبَرَنِيْ عُقَيْلٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، أَخْبَرَنِيْ ثَعْلَبَةُ بْنُ أَبِيْ مَالِكٍ الْقُرَظِيُّ، أَنَّ قَيْسَ بْنَ سَعْدٍ الْأَنْصَارِيَّ- وَكَانَ صَاحِبَ لِوَاءِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم- أَرَادَ الْحَجَّ فَرَجَّلَ.

[۲۹۷۵-] حدثنا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ، ثَنَا حَاتِمُ بْنُ إِسْمَاعِيْلَ، عَنْ يَزِيْدَ بْنِ أَبِيْ عُبَيْدٍ، عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ، قَالَ: كَانَ عَلِيٌّ تَخَلَّفَ عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم فِيْ خَيْبَرَ، وَكَانَ بِهِ رَمَدٌ، فَقَالَ: أَنَا أَتَخَلَّفُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم! فَخَرَجَ عَلِيٌّ، فَلَحِقَ بِالنَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم، فَلَمَّا كَانَ مَسَاءُ اللَّيْلَةِ الَّتِيْ فَتَحَهَا فِيْ صَبَاحِهَا، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى ا لله عليه وسلم: " لَأُعْطِيَنَّ الرَّايَةَ، أَوْ: لَيَأْخُذَنَّ غَدًا رَجُلٌ يُحِبُّهُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ، أَوْ قَالَ: يُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ، يَفْتَحُ اللّٰهُ عَلَيْهِ" فَإِذَا نَحْنُ بِعَلِيٍّ وَمَا نَرْجُوْهُ، فَقَالُوْا: هٰذَا عَلِيٌّ، فَأَعْطَاهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم فَفَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْهِ. [انظر: ۳۷۰۲، ٤۲۰۹]

[۲۹۷٦-] حدثنا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، ثَنَا أَبُوْ أُسَامَةَ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ نَافِعِ بْنِ جُبَيْرٍ، قَالَ: سَمِعْتُ الْعَبَّاسَ يَقُوْلُ لِلزُّبَيْرِ: هَاهُنَا أَمَرَكَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم أَنْ تَرْكُزَ الرَّايَةَ؟

بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم: نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ مَسِيْرَةَ شَهْرٍ

میں ایک مہینہ کی مسافت تک دھاک کے ذریعہ مدد کیا گیا ہوں (حدیث)

سورہ آل عمران آیت ۱۵۱ میں ہے: "ہم ابھی ہول ڈالے دیتے ہیں کافروں کے دلوں میں اس سبب سے کہ انھوں نے اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہرایا" اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث پہلے (حدیث ۳۳۵) گذری ہے کہ میں دھاک کے ساتھ مدد کیا گیا ہوں ایک مہینہ کی مسافت تک، یعنی ایک مہینہ کی مسافت تک دشمن آپؐ سے ڈرتا تھا، اور اس کی وجہ سے آپؐ کو فتح نصیب ہوتی تھی۔

پھر باب کی پہلی حدیث میں اس ارشاد کے علاوہ نبی ﷺ کا ایک خواب بھی ہے، اس میں ساری زمین کے خزانوں کی چابیاں آپؐ کی خدمت میں پیش کی گئی ہیں، اور آپؐ کے دستِ مبارک میں رکھ دی گئیں ہیں، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: نبی ﷺ تو دنیا سے تشریف لے گئے اب تم ان خزانوں کو کھود کھود کر نکال رہے ہو۔ نَثَلْتُ البئرَ: کنویں کی مٹی نکالنا۔

اور آخری حدیث ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی ہے انھوں نے ہرقل کے دربار سے نکل کر اپنے ساتھیوں سے کہا: ابو کبشہ کے لڑکے کا معاملہ سنگین ہو گیا ہے! بنوالاصفر کا بادشاہ ان سے ڈرتا ہے! یعنی روم کا بادشاہ، روم مدینہ سے ایک مہینہ کی مسافت پر تھا۔

[۱۲۲-] بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم: نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ مَسِيْرَةَ شَهْرٍ

[۱-] وَقَوْلِ اللّٰهِ جَلَّ وَعَزَّ: ﴿سَنُلْقِيْ فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا الرُّعْبَ بِمَا أَشْرَكُوْا بِاللّٰهِ﴾

[۲-] قَالَهُ جَابِرٌ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم.

[۲۹۷۷-] حدثنا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ، ثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ: "بُعِثْتُ بِجَوَامِعِ الْكَلِمِ، وَنُصِرْتُ بِالرُّعْبِ، فَبَيْنَا أَنَا نَائِمٌ أُوْتِيْتُ بِمَفَاتِيْحِ خَزَائِنِ الْأَرْضِ، فَوُضِعَتْ فِيْ يَدِيْ" قَالَ أَبُوْ هُرَيْرَةَ: وَقَدْ ذَهَبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم وَأَنْتُمْ تَنْتَثِلُوْنَهَا. [انظر: ۶۹۹۸، ۷۰۱۳، ۷۲۷۳]

[۲۹۷۸-] حدثنا أَبُوْ الْيَمَانِ، أَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، أَخْبَرَنِيْ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ أَخْبَرَهُ، أَنَّ أَبَا سُفْيَانَ أَخْبَرَهُ، أَنَّ هِرَقْلَ أَرْسَلَ إِلَيْهِ وَهُوَ بِإِيْلِيَاءَ، ثُمَّ دَعَا بِكِتَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم، فَلَمَّا فَرَغَ مِنْ قِرَاءَ ةِ الْكِتَابِ كَثُرَ عِنْدَهُ الصَّخَبُ، وَارْتَفَعَتِ الْأَصْوَاتُ وَأُخْرِجْنَا، فَقُلْتُ لِأَصْحَابِيْ حِيْنَ أُخْرِجْنَا: لَقَدْ أَمِرَ أَمْرُ ابْنِ أَبِيْ كَبْشَةَ، إِنَّهُ يُخَافُهُ مَلِكُ بَنِي الْأَصْفَرِ. [راجع: ۷]

بَابُ حَمْلِ الزَّادِ فِي الْغَزْوِ

جہاد میں توشہ ساتھ لینا

صحابہ رضی اللہ عنہم جان ومال سے جہاد کرتے تھے، مال میں سواری اور ہتھیار کے علاوہ توشہ بھی آتا ہے، اس وقت ہر مجاہد توشہ ساتھ لے کر چلتا تھا، حکومت کی طرف سے کوئی انتظام نہیں تھا، اور یہ بات سفر جہاد کے ساتھ خاص نہیں، ہر سفر میں توشہ لے کر چلنا چاہئے، اللہ پاک کا ارشاد ہے: ﴿وَتَزَوَّدُوْا فَإِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى﴾: اور (جب حج کو جانے لگو تو) خرچ ساتھ لیا کرو، کیونکہ خرچ لینے کا بڑا فائدہ (گداگری سے) بچا رہنا ہے، یعنی توشہ ساتھ ہے تو کسی سے مانگنا نہیں پڑے گا۔

اور باب میں چار حدیثیں ہیں:

۱- جب نبی ﷺ اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سفر ہجرت کے لئے روانہ ہوئے تو حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے سفر کا توشہ تیار کیا، ایک تھیلے میں کھانا، دوسرے میں پینا تھا، اور باندھنے کے لئے کوئی چیز نہیں تھی، صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اپنی پیٹی پھاڑ لو، ایک سے کھانا باندھو، دوسرے سے پینا۔ نطاق: وہ پٹکا یا پیٹی ہے جسے کام کرنے والی عورت چستی کے لئے یا پردہ کے لئے کمر پر باندھ لیتی ہے، اس کو چوڑائی میں چیر کر دو حصے کرلو، ایک سے کھانے کا تھیلا اور دوسرے سے پینے کا سامان باندھو، اس لئے وہ ذات النطاقین کہلائیں۔

تشریح: نالائق حجاج بن یوسف نے جب حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما پر فوج کشی کی تو اس نے حضرت عبداللہؓ کو گالی دی اور ابنُ ذاتِ النطاقین: دو پٹکوں والی کا لڑکا کہا، اس وقت حضرت اسماء رضی اللہ عنہا حیات تھیں، انھوں نے کہا یہ میری فضیلت ہے، میں نے اپنا پٹکا چیر کر سامان ہجرت باندھا تھا۔

اور دوسری حدیث میں ہے کہ حج کے سال صحابہ قربانیوں کا گوشت واپسی میں مدینہ تک ساتھ لائے تھے، یہی سفر کا توشہ ہے۔ اور تیسری حدیث میں ہے کہ غزوۂ خیبر میں جب لشکر صہباء مقام پر پہنچا تو عصر کی نماز کے بعد نبی ﷺ نے کھانا منگوایا، پس صرف ستو لایا گیا، معلوم ہوا کہ صحابہ کے ساتھ کھانے کا سامان تھا۔

اور چوتھی حدیث میں وہ واقعہ ہے جو پہلے گذر چکا ہے کہ ایک سفر میں کھانے کی کوئی چیز نہیں تھی، پس سواری کے اونٹ ذبح کرنے کی اجازت مانگی گئی جو مل گئی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: لوگ اونٹوں کے بغیر سفر کیسے کریں گے؟ نبی ﷺ نے فرمایا: لوگوں میں اعلان کرو کہ جس کے پاس جو توشہ ہے وہ لے آئے، معلوم ہوا کہ لوگوں کے پاس توشہ تھا۔

[۱۲۳-] بَابُ حَمْلِ الزَّادِ فِي الْغَزْوِ

وَقَوْلِ اللّٰهِ: ﴿وَتَزَوَّدُوْا فَإِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى﴾ [البقرہ: ۱۹۷]

[۲۹۷۹-] حدثنا عُبَيْدُ بْنُ إِسْمَاعِيْلَ، ثَنَا أَبُوْ أُسَامَةَ، عَنْ هِشَامٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِيْ أَبِيْ، قَالَ هِشَامٌ: وَحَدَّثَتْنِيْ أَيْضًا فَاطِمَةُ، عَنْ أَسْمَاءَ، قَالَتْ: صَنَعْتُ سُفْرَةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم فِيْ بَيْتِ أَبِيْ بَكْرٍ، حِيْنَ أَرَادَ أَنْ يُهَاجِرَ إِلَى الْمَدِيْنَةِ، قَالَتْ: فَلَمْ نَجِدْ لِسُفْرَتِهِ وَلاَ لِسِقَائِهِ مَا نَرْبُطُهُمَا بِهِ، فَقُلْتُ لِأَبِيْ بَكْرٍ: وَاللّٰهِ مَا أَجِدُ شَيْئًا أَرْبِطُ بِهِ إِلاَّ نِطَاقِيْ، قَالَ: فَشُقِّيْهِ بِاثْنَيْنِ فَارْبِطِيْ بِوَاحِدٍ السِّقَاءَ، وَبِالآخَرِ السُّفْرَةَ، فَفَعَلْتُ، فَلِذٰلِكَ سُمِّيْتُ ذَاتَ النِّطَاقَيْنِ. [انظر: ۳۹۰۷، ۵۳۸۸]

[۲۹۸۰-] حدثنا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، ثَنَا سُفْيَانُ، قَالَ عَمْرٌو: أَخْبَرَنِيْ عَطَاءٌ، سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: كُنَّا نَتَزَوَّدُ لُحُوْمَ الأَضَاحِيْ عَلٰى عَهْدِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم إِلَى الْمَدِيْنَةِ. [راجع: ۱۷۱۹]

[۲۹۸۱-] حدثنا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى، ثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ، قَالَ: سَمِعْتُ يَحْيٰى، أَخْبَرَنِيْ بُشَيْرُ بْنُ يَسَارٍ، أَنَّ سُوَيْدَ بْنَ النُّعْمَانِ أَخْبَرَهُ: أَنَّهُ خَرَجَ مَعَ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم عَامَ خَيْبَرَ، حَتّٰى إِذَا كَانُوْا بِالصَّهْبَاءِ، وَهِيَ مِنْ خَيْبَرَ، وَهِيَ أَدْنٰى خَيْبَرَ، فَصَلَّوُا الْعَصْرَ، فَدَعَا النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم بِالأَطْعِمَةِ، فَلَمْ يُؤْتَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم إِلاَّ بِسَوِيْقٍ، فَلُكْنَا فَأَكَلْنَا وَشَرِبْنَا، ثُمَّ قَامَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم فَمَضْمَضَ وَمَضْمَضْنَا وَصَلَّيْنَا. [راجع: ۲۰۹]

[۲۹۸۲-] حدثنا بِشْرُ بْنُ مَرْحُوْمٍ، ثَنَا حَاتِمُ بْنُ إِسْمَاعِيْلَ، عَنْ يَزِيْدَ بْنِ أَبِىْ عُبَيْدٍ، عَنْ سَلَمَةَ، قَالَ: خَفَّتْ أَزْوَادُ النَّاسِ وَأَمْلَقُوْا، فَأَتَوُا النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم فِى نَحْرِ إِبِلِهِمْ، فَأَذِنَ لَهُمْ، فَلَقِيَهُمْ عُمَرُ فَأَخْبَرُوْهُ، فَقَالَ: مَا بَقَاؤُكُمْ بَعْدَ إِبِلِكُمْ؟ فَدَخَلَ عُمَرُ عَلَى النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم فَقَالَ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! مَا بَقَاؤُهُمْ بَعْدَ إِبِلِهِمْ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: "نَادِ فِى النَّاسِ يَأْتُوْنَ بِفَضْلِ أَزْوَادِهِمْ" فَدَعَا وَبَرَّكَ عَلَيْهِمْ، ثُمَّ دَعَاهُمْ بِأَوْعِيَتِهِمْ فَاحْتَثَى النَّاسُ حَتَّى فَرَغُوْا، ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: "أَشْهَدُ أَنْ لاَ إِلٰهَ إِلاَّ اللّٰهُ، وَأَنِّىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ" [راجع: ۲٤۸٤]

قوله: فلُكْنَا: لاَکَهُ (ن) لَوْکًا: منہ میں پھرانا، ہلکے ہلکے چبانا۔

بَابُ حَمْلِ الزَّادِ عَلَى الرِّقَابِ

توشہ گردنوں پر اٹھانا

جب فوج پیدل چل رہی ہوتو اپنا توشہ خود ہی اٹھائے گی، حکومت کی طرف سے سامان ڈھونے کا کوئی انتظام نہیں تھا، اور کیسے اٹھائے گی؟ اس میں قوموں کی ریت مختلف ہے۔ کوئی گردن پر اٹھاتا ہے، کوئی کندھے پر، کوئی پیٹھ پر، کوئی کسی اور طرح سے۔ اور باب میں وہی حدیث ہے جس میں صحابہ کو عنبر مچھلی ملی تھی اس سفر میں صحابہ اپنا توشہ اپنی گردنوں پر اٹھا کر چل رہے تھے۔

[۱۲٤-] بَابُ حَمْلِ الزَّادِ عَلَى الرِّقَابِ

[۲۹۸۳-] حدثنا صَدَقَةُ بْنُ الْفَضْلِ، أَنَا عَبْدَةُ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ وَهْبِ بْنِ كَيْسَانَ، عَنْ جَابِرِ ابْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: خَرَجْنَا وَنَحْنُ ثَلاَثُ مِائَةٍ، نَحْمِلُ زَادَنَا عَلٰى رِقَابِنَا، فَفَنِىَ زَادُنَا، حَتَّى كَانَ الرَّجُلُ مِنَّا يَأْكُلُ فِىْ كُلِّ يَوْمٍ تَمْرَةً، قَالَ رَجُلٌ: يَا أَبَا عَبْدِ اللّٰهِ! وَأَيْنَ كَانَتِ التَّمْرَةُ تَقَعُ مِنَ الرَّجُلِ؟ قَالَ: لَقَدْ وَجَدْنَا فَقْدَهَا حِيْنَ فَقَدْنَاهَا، حَتَّى أَتَيْنَا الْبَحْرَ، فَإِذَا حُوْتٌ قَذَفَهُ الْبَحْرُ، فَأَكَلْنَا مِنْهَا ثَمَانِيَةَ عَشَرَ يَوْمًا مَا أَحْبَبْنَا. [راجع: ۲٤۸۳]

بَابُ إِرْدَافِ الْمَرْأَةِ خَلْفَ أَخِيْهَا

عورت کو اس کے بھائی کے پیچھے سوار کرنا

بھائی محرم ہے اگر عورت اونٹ پر اس کے پیچھے بیٹھے تو کچھ حرج نہیں، حج کے بعد حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے اپنی

بہن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اپنے اونٹ پر پیچھے بٹھا کر تنعیم سے عمرہ کرایا تھا۔

[١٢٥-] بَابُ إِرْدَافِ الْمَرْأَةِ خَلْفَ أَخِيهَا

[٢٩٨٤-] حدثنا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ، ثَنَا أَبُوْ عَاصِمٍ، ثَنَا عُثْمَانُ بْنُ الْأَسْوَدِ، ثَنَا ابْنُ أَبِيْ مُلَيْكَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّهَا قَالَتْ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! يَرْجِعُ أَصْحَابُكَ بِأَجْرِ حَجٍّ وَعُمْرَةٍ، وَلَمْ أَزِدْ عَلَى الْحَجِّ، فَقَالَ لَهَا: "اذْهَبِيْ وَلْيُرْدِفْكِ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ" فَأَمَرَ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ أَنْ يُعْمِرَهَا مِنَ التَّنْعِيْمِ، فَانْتَظَرَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم بِأَعْلٰى مَكَّةَ حَتَّى جَاءَ تْ.[راجع: ٢٩٤]

[٢٩٨٥-] حَدَّثَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ، ثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ عَمْرٍو: هُوَ ابْنُ دِيْنَارٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ أَوْسٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِيْ بَكْرٍ الصِّدِّيْقِ، قَالَ: أَمَرَنِيَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم أَنْ أُرْدِفَ عَائِشَةَ فَأُعْمِرَهَا مِنَ التَّنْعِيْمِ.[راجع: ١٧٨٤]

بَابُ الْإِرْتِدَافِ فِي الْغَزْوِ وَالْحَجِّ

جہاد اور حج میں کسی کو پیچھے بٹھانا

حج میں یا جہاد میں سواری پر دوسرے آدمی کو پیچھے بٹھانا اگر سواری دو کا تحمل کر سکے تو جائز ہے، سفرِ حج میں حضرت انس رضی اللہ عنہ اپنے سوتیلے ابا حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہا کے اونٹ پر پیچھے بیٹھے تھے۔

[١٢٦-] بَابُ الْإِرْتِدَافِ فِي الْغَزْوِ وَالْحَجِّ

[٢٩٨٦-] حدثنا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ، ثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ، ثَنَا أَيُّوْبُ، عَنْ أَبِيْ قِلَابَةَ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: كُنْتُ رَدِيْفَ أَبِيْ طَلْحَةَ، وَإِنَّهُمْ لَيَصْرُخُوْنَ بِهِمَا جَمِيْعًا: الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ.[راجع: ١٠٨٩]

بَابُ الرِّدْفِ عَلَى الْحِمَارِ

گدھے پر پیچھے بٹھانا

جزیرۃ العرب کے 'حمار' پر دو بڑے آدمی بیٹھ سکتے ہیں، وہ خچر جتنا بڑا ہوتا ہے، وہاں 'گدھے' نہیں ہوتے، 'حمار' ہوتے ہیں گدھے، ہمارے یہاں ہوتے ہیں۔ اور باب کی دونوں روایتوں میں فتح مکہ کا واقعہ ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے پڑاؤ کی جگہ سے گدھے پر سوار ہوئے، اس پر پالان تھا اور اس پر کمبل پڑا ہوا تھا، اور پیچھے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو بٹھایا، دوسرے حضرات ساتھ چل رہے تھے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبہ پر پہنچ کر چابی منگوائی اور کھول کر کعبہ کو غسل دیا۔

[۱۲۷-] بَابُ الرِّدْفِ عَلٰى الْحِمَارِ

[۲۹۸۷-] حدثنا قُتَيْبَةُ، ثَنَا أَبُوْ صَفْوَانَ، عَنْ يُوْنُسَ بْنِ يَزِيْدَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ أُسَامَةَ ابْنِ زَيْدٍ: أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صلى الله عليه وسلم رَكِبَ عَلٰى حِمَارٍ، عَلٰى إِكَافٍ عَلَيْهِ قَطِيْفَةٌ، وَأَرْدَفَ أُسَامَةَ وَرَاءَهُ"[انظر: ۴۵۶۶، ۵۶۶۳، ۵۹۶۴، ۶۲۰۷]

[۲۹۸۸-] حدثنا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ، ثَنَا اللَّيْثُ، قَالَ ثَنَا يُوْنُسُ، أَخْبَرَنِىْ نَافِعٌ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ، أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم أَقْبَلَ يَوْمَ الْفَتْحِ مِنْ أَعْلٰى مَكَّةَ عَلٰى رَاحِلَتِهِ، مُرْدِفًا أُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ، وَمَعَهُ بِلَالٌ وَمَعَهُ عُثْمَانُ بْنُ طَلْحَةَ مِنَ الْحَجَبَةِ حَتَّى أَنَاخَ فِي الْمَسْجِدِ، فَأَمَرَهُ أَنْ يَأْتِيَ بِمِفْتَاحِ الْبَيْتِ، فَفَتَحَ وَدَخَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم وَمَعَهُ أُسَامَةُ وَبِلَالٌ وَعُثْمَانُ، فَمَكَثَ فِيْهَا نَهَارًا طَوِيْلًا، ثُمَّ خَرَجَ فَاسْتَبَقَ النَّاسُ. فَكَانَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ أَوَّلَ مَنْ دَخَلَ، فَوَجَدَ بِلَالًا وَرَاءَ الْبَابِ قَائِمًا، فَسَأَلَهُ: أَيْنَ صَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم؟ فَأَشَارَ لَهُ إِلَى الْمَكَانِ الَّذِىْ صَلّٰى فِيْهِ، قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ: فَنَسِيْتُ أَنْ أَسْأَلَهُ: كَمْ صَلّٰى مِنْ سَجْدَةٍ؟ [راجع: ۳۹۷]

بَابُ مَنْ أَخَذَ بِالرِّكَابِ وَنَحْوِهِ

رکاب وغیرہ تھامنا

جب کوئی شخص گھوڑے پر سوار ہوتا ہے تو اس کی رکاب کو پکڑ رکھتے ہیں، یہ ایک طرح کا تعاون ہے، اور باب کی حدیث گذری ہوئی ہے کہ جسم کے ہر جوڑ پر روزانہ صدقہ واجب ہے، اور کسی کی سوار ہونے میں مدد کرنا بھی ثواب کا کام ہے۔

[۱۲۸-] بَابُ مَنْ أَخَذَ بِالرِّكَابِ وَنَحْوِهِ

[۲۹۸۹-] حدثنا إِسْحَاقُ، أَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ، عَنْ أَبِىْ هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: " كُلُّ سُلَامَى مِنَ النَّاسِ عَلَيْهِ صَدَقَةٌ كُلَّ يَوْمٍ تَطْلُعُ فِيْهِ الشَّمْسُ: يَعْدِلُ بَيْنَ الِاثْنَيْنِ صَدَقَةٌ، وَيُعِيْنُ الرَّجُلَ عَلٰى دَابَّتِهِ فَيَحْمِلُ عَلَيْهَا أَوْ يَرْفَعُ عَلَيْهَا مَتَاعَهُ صَدَقَةٌ، وَالْكَلِمَةُ الطَّيِّبَةُ صَدَقَةٌ، وَكُلُّ خَطْوَةٍ يَخْطُوْهَا إِلَى الصَّلَاةِ صَدَقَةٌ، وَيُمِيْطُ الْأَذٰى عَنِ الطَّرِيْقِ صَدَقَةٌ"[راجع: ۲۷۰۷]

بَابُ كَرَاهِيَةِ السَّفَرِ بِالْمَصَاحِفِ إِلٰى أَرْضِ الْعَدُوِّ

دشمن کے علاقہ میں قرآن لے کر سفر کرنا مکروہ ہے

فوج کو دارالحرب میں قرآن شریف لے کر نہیں جانا چاہئے، کیوں؟ اس لئے کہ کامیابی یقینی نہیں، فوج اگر میدان سے

ہٹ گئی تو قرآن کفار کے ہاتھ پڑے گا، وہ اس کی بے حرمتی کریں گے۔

اور باب میں دوروایتیں ہیں:

پہلی روایت: یہ ہے کہ نبی ﷺ اور صحابہ دشمن کے علاقہ میں سفر کرتے تھے درانحالیکہ وہ قرآن جانتے تھے یا قرآن (زبانی) سکھلاتے تھے۔ یَعْلَمُوْنَ اور یُعَلِّمُوْنَ دونوں طرح پڑھ سکتے ہیں، یعنی ان کے سینوں میں قرآن محفوظ تھا، یہاں تک تو کوئی بات نہیں، کفار کے ہاتھ کیا پڑے گا؟

دوسری حدیث: ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: نبی ﷺ نے دشمن کے علاقہ میں قرآنِ کریم کے ساتھ سفر کرنے سے منع کیا۔ ابن ماجہ میں اس حدیث میں اضافہ ہے: مَخَافَةَ أَنْ يَنَالَهُ الْعَدُوُّ: اس اندیشہ سے کہ قرآن دشمن کے ہاتھ پڑجائے، پس اگر لشکر بڑا ہے اور ظن غالب کامیابی کا ہے تو قرآن ساتھ لے جاسکتے ہیں، ترمذی میں روایت ہے: ایک فوجی نے مالِ غنیمت میں خیانت کی، حضرت سالم رحمہ اللہ نے فتوی دیا کہ اس کا سامان جلادیا جائے، جب جلانے لگے تو سامان میں قرآن تھا، حضرت سالمؒ سے پوچھا گیا: اس کا کیا کریں؟ انھوں نے فرمایا: اس کو بیچ کر رقم خیرات کردو (حدیث ۱۴۴۶ تحفۃ الالمعی ۴: ۳۹۷) اور اگر ففٹی ففٹی کا چانس ہو تو پھر قرآن ساتھ نہیں لے جانا چاہئے۔

[۱۲۹-] بَابُ كَرَاهِيَةِ السَّفَرِ بِالْمَصَاحِفِ إِلَى أَرْضِ الْعَدُوِّ

[۱-] وَكَذٰلِكَ يُرْوَى عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ بِشْرٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم.

[۲-] وَتَابَعَهُ ابْنُ إِسْحَاقَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم.

[۳-] وَقَدْ سَافَرَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم وَأَصْحَابُهُ فِيْ أَرْضِ الْعَدُوِّ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ الْقُرْآنَ.

[۲۹۹۰-] حدثنا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ: أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم نَهَى أَنْ يُسَافَرَ بِالْقُرْآنِ إِلَى أَرْضِ الْعَدُوِّ.

قوله: وكذلك يُروى: یعنی باب میں جو مضمون ہے وہ اس سند سے مروی ہے، مسند اسحاق بن راہویہ میں یہ حدیث ہے، اس کے الفاظ یہ ہیں: كَرِهَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم أَنْ يُسَافَرَ بِالْقُرْآنِ إِلَى الْعَدُوِّ، مَخَافَةَ أَنْ يَنَالَهُ الْعَدُوُّ:.........**قوله: وَتَابَعَهُ ابْنُ إِسْحَاقَ:** ابن اسحاق کی روایت مسند احمد میں ہے اور متابعت بالمعنی ہے، روایت کے الفاظ یہ ہیں: نَهَى أَنْ يُسَافِرَ بِالْمُصْحَفِ إِلَى أَرْضِ الْعَدُوِّ:.........**قوله: وَقَدْ سَافَرَ:** یہ امام بخاری رحمہ اللہ کا قول ہے اور اس کا مطلب یہ ہے کہ مصحف کے ساتھ سفر مکروہ ہے مگر حافظِ قرآن دشمن کے علاقہ میں سفر کرسکتا ہے۔

بَابُ التَّكْبِيْرِ عِنْدَ الْحَرْبِ

جنگ کے وقت (بلند آواز سے) تکبیر کہنا

جنگ کے موقعہ پر بلند آواز سے تکبیر کہہ سکتے ہیں، اور جن روایات میں بلند آواز سے ذکر کی ممانعت آئی ہے اس کے لئے اگلا باب ہے، جب لشکر خیبر میں پہنچا تو فجر کی نماز کے بعد گھوڑوں کی ریہل سل شروع کی گئی، جب قلعوں کے دروازے کھلے اور لوگوں نے گھوڑوں کو بھاگتے ہوئے دیکھا تو سب دم بخود رہ گئے، اس وقت حضور ﷺ نے دونوں ہاتھ اٹھائے اور اللہ اکبر کہا، اس سے لوگوں نے نعرۂ تکبیر چلایا ہے، حالانکہ نبی ﷺ کے ساتھ صحابہ کا زور سے تکبیر کہنا مروی نہیں۔

[۱۳۰-] بَابُ التَّكْبِيْرِ عِنْدَ الْحَرْبِ

[۲۹۹۱-] حدثنا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ أَيُّوْبَ، عَنْ مُحَمَّدٍ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: صَبَّحَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم خَيْبَرَ، وَقَدْ خَرَجُوْا بِالْمَسَاحِيْ عَلٰى أَعْنَاقِهِمْ، فَلَمَّا رَأَوْهُ قَالُوْا: هٰذَا مُحَمَّدٌ وَالْخَمِيْسُ! مُحَمَّدٌ وَالْخَمِيْسُ! فَلَجَؤُا إِلَى الْحِصْنِ، فَرَفَعَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم يَدَيْهِ، وَقَالَ: "اللّٰهُ أَكْبَرُ! خَرِبَتْ خَيْبَرُ! إِنَّا إِذَا نَزَلْنَا بِسَاحَةِ قَوْمٍ فَسَاءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِيْنَ" وَأَصَبْنَا حُمُرًا فَطَبَخْنَاهَا، فَنَادَى مُنَادِي النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم: إِنَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ يَنْهَيَانِكُمْ عَنْ لُحُوْمِ الْحُمُرِ، فَأُكْفِئَتِ الْقُدُوْرُ بِمَا فِيْهَا. تَابَعَهُ عَلِيٌّ، عَنْ سُفْيَانَ: رَفَعَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم يَدَيْهِ. [راجع: ۳۷۱]

بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنْ رَفْعِ الصَّوْتِ بِالتَّكْبِيْرِ

ذکر میں جو آواز بلند کرنا مکروہ ہے

ذکر میں بے ضرورت آواز بہت بلند کرنا مکروہ ہے، ایک سفر میں صحابہ حضور ﷺ کے ساتھ چل رہے تھے، اور زور زور سے ذکر کر رہے تھے، حضرت جبرئیل علیہ السلام آئے، ہدایت دی کہ صحابہ زور سے ذکر نہ کریں، وہ بہرے کو نہیں پکار رہے، پس ذکر میں جہر تو جائز ہے مگر نشاط کی حد تک، چلا کر ذکر کرنے سے آدمی تھک جاتا ہے۔

[۱۳۱-] بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنْ رَفْعِ الصَّوْتِ بِالتَّكْبِيْرِ

[۲۹۹۲-] حدثنا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ، ثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَاصِمٍ، عَنْ أَبِيْ عُثْمَانَ، عَنْ أَبِيْ مُوْسَى الْأَشْعَرِيِّ، قَالَ: كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم فَكُنَّا إِذَا أَشْرَفْنَا عَلٰى وَادٍ هَلَّلْنَا وَكَبَّرْنَا ارْتَفَعَتْ أَصْوَاتُنَا، فَقَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم: "يَا أَيُّهَا النَّاسُ ارْبَعُوْا عَلٰى أَنْفُسِكُمْ، فَإِنَّكُمْ لَاتَدْعُوْنَ أَصَمَّ وَلَا غَائِبًا، إِنَّهُ مَعَكُمْ، إِنَّهُ سَمِيْعٌ قَرِيْبٌ. [انظر: ٤٢٠٢، ٦٣٨٤، ٦٤٠٩، ٦٦١٠، ٧٣٨٦]

بَابُ التَّسْبِيحِ إِذَا هَبَطَ وَادِيًا، وَبَابُ التَّكْبِيْرِ إِذَا عَلَا شَرَفًا

پستی میں اترے تو تسبیح اور بلندی پر چڑھے تو تکبیر کہے

یہ دو باب ہیں، مجاہدین اللہ کا ذکر کرتے ہوئے چلتے ہیں، مگر ذکر موقع کی مناسبت سے کرنا چاہئے، بلندی پر چڑھیں تو اللہ کی بڑائی بیان کریں، اور نشیب میں اتریں تو اللہ کی پاکی بیان کریں، اللہ پستی سے پاک ہیں۔

اور دونوں بابوں میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ صحابہ جب بلندی پر چڑھتے تھے تو اللہ کی بڑائی بیان کرتے تھے، اور جب نشیب میں اترتے تھے تو اللہ کی پاکی بیان کرتے تھے۔

پھر حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث ہے: نبی ﷺ سفر میں جب کسی گھاٹی یا ٹیلہ پر چڑھتے تو تین مرتبہ اللہ اکبر کہتے۔ اور وہ ذکر کرتے جو حدیث میں ہے، حدیث کے راوی صالح نے حضرت سالم سے پوچھا: آئِبُوْنَ تَائِبُوْنَ کے بعد إِنْ شَاءَ اللّٰهَ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت میں نہیں ہے؟ حضرت سالمؒ نے کہا: نہیں ہے، دوسری روایات میں إِنْ شَاءَ اللّٰه ہے۔

[۱۳۲-] بَابُ التَّسْبِيحِ إِذَا هَبَطَ وَادِيًا

[۲۹۹۳-] حدثنا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ، ثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ حُصَيْنِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: كُنَّا إِذَا صَعِدْنَا كَبَّرْنَا، وَإِذَا نَزَلْنَا سَبَّحْنَا. [راجع: ۲۹۹٤]

[۱۳۳-] بَابُ التَّكْبِيْرِ إِذَا عَلَا شَرَفًا

[۲۹۹٤-] حدثنا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، ثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ حُصَيْنِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: كُنَّا إِذَا صَعِدْنَا كَبَّرْنَا، وَإِذَا تَصَوَّبْنَا سَبَّحْنَا. [راجع: ۲۹۹۳]

[۲۹۹۵-] حدثنا عَبْدُ اللّٰهِ يُوْسُفَ، ثَنِي عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ صَالِحِ بْنِ كَيْسَانَ، عَنْ سَالِمِ ابْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ، قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم إِذَا قَفَلَ مِنَ الْحَجِّ أَوِ الْعُمْرَةِ - وَلَا أَعْلَمُهُ إِلَّا قَالَ: الْغَزْوِ - يَقُوْلُ: كُلَّمَا أَوْفٰى عَلٰى ثَنِيَّةٍ أَوْ فَدْفَدٍ كَبَّرَ ثَلَاثًا، ثُمَّ قَالَ: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَاشَرِيْكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ، وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ، آئِبُوْنَ تَائِبُوْنَ عَابِدُوْنَ سَاجِدُوْنَ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ، صَدَقَ اللّٰهُ وَعْدَهُ، وَنَصَرَ عَبْدَهُ، وَهَزَمَ الْأَحْزَابَ وَحْدَهُ" قَالَ صَالِحٌ: فَقُلْتُ لَهُ: أَلَمْ يَقُلْ عَبْدُ اللّٰهِ: إِنْ شَاءَ اللّٰهُ؟ قَالَ: لَا. [راجع: ۱۷۹۷]

لغت: تَصَوَّبْنَا: جب ہم نیچے اترتے تھے۔

بَابٌ: يُكْتَبُ لِلْمُسَافِرِ مِثْلُ مَا كَانَ يَعْمَلُ فِي الإِقَامَةِ

مسافر کے لئے وہ عبادت لکھی جاتی ہے جو وہ حضر میں کرتا تھا

مسافر اور مریض کے لئے وہ عبادت لکھی جاتی ہے جو وہ حضر اور تندرستی میں کرتا تھا، البتہ اصلی اور فضلی کا فرق رہے گا، یعنی حضر اور تندرستی میں عبادت کا جو اصلی ثواب ملتا تھا وہ سفر اور بیماری میں لکھا جاتا ہے۔

اور حدیث اسی جگہ ہے، حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے عامر ابو بردہ اور سندھ کے گورنر یزید بن ابی کبشہ ایک سفر میں ساتھ تھے، یزید صائم الدہر تھے، وہ سفر میں بھی روزہ رکھتے تھے، ان کو حضرت ابو بردہ نے اپنے ابا سے روایت کرتے ہوئے حدیث سنائی کہ جب بندہ بیمار پڑتا ہے یا سفر کرتا ہے تو اس کے لئے اس جیسا عمل لکھا جاتا ہے جو وہ تندرستی اور حضر میں کرتا تھا (مُقِيْمًا صَحِيْحًا میں لف ونشر مشوّش ہے)

[١٣٤-] بَابٌ: يُكْتَبُ لِلْمُسَافِرِ مِثْلُ مَا كَانَ يَعْمَلُ فِي الإِقَامَةِ

[٢٩٩٦-] حدثنا مَطَرُ بْنُ الْفَضْلِ، ثَنَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ، نَا الْعَوَّامُ، ثَنَا إِبْرَاهِيْمُ أَبُوْ إِسْمَاعِيْلَ السَّكْسَكِيُّ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا بُرْدَةَ، وَاصْطَحَبَا هُوَ وَيَزِيْدُ بْنُ أَبِيْ كَبْشَةَ فِيْ سَفَرٍ، فَكَانَ يَزِيْدُ يَصُوْمُ فِي السَّفَرِ، فَقَالَ لَهُ أَبُوْ بُرْدَةَ: سَمِعْتُ أَبَا مُوْسَى مِرَارًا يَقُوْلُ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: "إِذَا مَرِضَ الْعَبْدُ أَوْ سَافَرَ كُتِبَ لَهُ مِثْلُ مَا كَانَ يَعْمَلُ مُقِيْمًا صَحِيْحًا"

ملحوظہ: حدیث کے راوی ابراہیم ان دونوں کے ساتھ تھے یا نہیں؟ اس سے روایت خاموش ہے۔

بَابُ السَّيْرِ وَحْدَهُ

تنہا سفر کرنا

پہلے کتاب الجہاد (باب۴۲) میں دو کے سفر کا جواز بیان کیا ہے، اب ایک کے سفر کا باب لائے ہیں اور کوئی فیصلہ نہیں کیا اور روایتیں متعارض ذکر کی ہیں، ایک: غزوۂ خندق کی روایت ہے کہ دشمن کے احوال معلوم کرنے کے لئے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو تنہا بھیجا، معلوم ہوا کہ رات میں بھی ایک آدمی تنہا سفر کرسکتا ہے، اور دوسری حدیث ہے: ''اگر لوگ جان لیں وہ خطرہ جو تنہا سفر کرنے میں میں جانتا ہوں تو کوئی اونٹ سوار رات میں تنہا سفر نہ کرے'' اس سے معلوم ہوا کہ تنہا سفر جائز نہیں۔

اور علماء نے اس تعارض کو تین طرح سے حل کیا ہے:

۱- ضرورت کے وقت ایک آدمی سفر کرسکتا ہے، بے ضرورت جائز نہیں، جیسے جاسوس تنہا سفر کرے گا۔

۲- نازک حالات میں تنہا سفر کرنا جائز نہیں، سازگار حالات میں تنہا سفر کر سکتے ہیں۔
۳- روایتیں ناسخ منسوخ ہیں، پہلے جزیرۃ العرب کے احوال مسلمانوں کے حق میں خطرناک تھے، اس وقت ایک دو کے سفر کی ممانعت تھی، پھر حالات ٹھیک ہوگئے تو ایک کے سفر کی اجازت دیدی۔

[۱۳۵-] بَابُ السَّيْرِ وَحْدَهُ

[۲۹۹۷-] حدثنا الْحُمَيْدِيُّ، ثَنَا سُفْيَانُ، ثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُنْكَدِرِ، قَالَ: سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ، يَقُوْلُ: نَدَبَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم النَّاسَ يَوْمَ الْخَنْدَقِ، فَانْتَدَبَ الزُّبَيْرُ، ثُمَّ نَدَبَهُمْ فَانْتَدَبَ الزُّبَيْرُ، ثُمَّ نَدَبَهُمْ فَانْتَدَبَ الزُّبَيْرُ، ثَلاَثًا، قَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم: "إِنَّ لِكُلِّ نَبِيٍّ حَوَارِيًّا وَحَوَارِيَّ الزُّبَيْرُ" قَالَ سُفْيَانُ: الْحَوَارِيُّ: النَّاصِرُ. [راجع: ۲۸۴۶]

[۲۹۹۸-] حدثنا أَبُوْ الْوَلِيْدِ، ثَنَا عَاصِمُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ زَيْدِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، قَالَ: ثَنِيْ أَبِيْ: مُحَمَّدٌ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم. ح: وَحَدَّثَنَا أَبُوْ نُعَيْمٍ، ثَنَا عَاصِمُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ زَيْدِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم قَالَ: "لَوْ يَعْلَمُ النَّاسُ مَا فِي الْوَحْدَةِ مَا أَعْلَمُ مَا سَارَ رَاكِبٌ بِلَيْلٍ وَحْدَهُ"

بَابُ السُّرْعَةِ فِي السَّيْرِ

سفر جلدی کرنا

سفر کوئی کھیل نہیں، ایک ضرورت ہے، پس ٹہلتے ٹہلتے سفر نہیں کرنا چاہئے، جلدی چلنا چاہئے، تاکہ جلد مقصد تک پہنچ جائے اور کام نمٹا کر لوٹ آئے، اور واپسی میں بھی جلدی چلے تاکہ جلد گھر پہنچ جائے۔

اور حضرت ابوحُمید کی حدیث پہلے (حدیث ۱۴۸۱) گذری ہے، وہ غزوۂ تبوک کا واقعہ ہے، واپسی میں نبی ﷺ نے فرمایا: "میں جلدی مدینہ کی طرف چل رہا ہوں پس جو میرے ساتھ جلدی چلنا چاہے چلے" اور دوسری حدیث حجۃ الوداع کی ہے، جب آپؐ عرفہ سے لوٹے تو اونٹنی کو عَنَق چال چلا رہے تھے اور جہاں چھیڑ ہوتی تو نصّ چال چلاتے۔ نصّ: عَنَق سے تیز چال ہے (یہ حدیث بھی گذری ہے)

اور تیسری حدیث میں ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو اطلاع ملی کہ ان کی اہلیہ صفیہ سخت علیل ہیں، پس آپ نے تیزی کے ساتھ سفر کیا اور مغرب وعشاء میں جمع صوری کیا، یہ جاتے ہوئے سفر میں تیز چلنا ہے۔

اور آخری حدیث بھی پہلے گذری ہے کہ سفر ایک طرح کا عذاب ہے نہ آدمی سونے کا رہتا ہے نہ کھانے کا نہ پینے کا، پس

جب حاجت پوری ہوجائے تو جلدی گھر لوٹ آئے۔

[۱۳٦-] بَابُ السُّرْعَةِ فِي السَّيْرِ

وَقَالَ أَبُوْ حُمَيْدٍ: قَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم:" إِنِّيْ مُتَعَجِّلٌ إِلَى الْمَدِيْنَةِ، فَمَنْ أَرَادَ أَنْ يَتَعَجَّلَ مَعِيْ فَلْيَتَعَجَّلْ" فَلَمَّا أَشْرَفَ عَلَى الْمَدِيْنَةِ الْحَدِيْثَ.

[۲۹۹۹-] حدثنا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، ثَنَا يَحْيَى، عَنْ هِشَامٍ، أَخْبَرَنِيْ أَبِيْ، قَالَ: سُئِلَ أُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ - كَانَ يَحْيَى يَقُوْلُ: وَأَنَا أَسْمَعُ، فَسَقَطَ عَنِّيْ - عَنْ مَسِيْرِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم فِيْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ فَقَالَ: فَكَانَ يَسِيْرُ الْعَنَقَ، فَإِذَا وَجَدَ فَجْوَةً نَصَّ، وَالنَّصُّ: فَوْقَ الْعَنَقِ.[راجع: ۱٦٦٦]

[۳۰۰۰-] حدثنا سَعِيْدُ بْنُ أَبِيْ مَرْيَمَ، أَنْبَأَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، أَخْبَرَنِيْ زَيْدٌ: هُوَ ابْنُ أَسْلَمَ، عَنْ أَبِيْهِ، قَالَ: كُنْتُ مَعَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ بِطَرِيْقِ مَكَّةَ، فَبَلَغَهُ عَنْ صَفِيَّةَ بِنْتِ أَبِيْ عُبَيْدٍ شِدَّةُ وَجَعٍ، فَأَسْرَعَ السَّيْرَ حَتَّى إِذَا كَانَ بَعْدَ غُرُوْبِ الشَّفَقِ، ثُمَّ نَزَلَ فَصَلَّى الْمَغْرِبَ وَالْعَتَمَةَ جَمَعَ بَيْنَهُمَا، وَقَالَ: إِنِّيْ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم إِذَا جَدَّ بِهِ السَّيْرُ أَخَّرَ الْمَغْرِبَ وَجَمَعَ بَيْنَهُمَا.[راجع: ۱۰۹۱]

[۳۰۰۱-] حدثنا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ، أَنَا مَالِكٌ، عَنْ سُمَيٍّ مَوْلَى أَبِيْ بَكْرٍ، عَنْ أَبِيْ صَالِحٍ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، قَالَ:" السَّفَرُ قِطْعَةٌ مِنَ الْعَذَابِ، يَمْنَعُ أَحَدَكُمْ نَوْمَهُ وَطَعَامَهُ وَشَرَابَهُ، فَإِذَا قَضَى أَحَدُكُمْ نَهْمَتَهُ فَلْيُعَجِّلْ إِلَى أَهْلِهِ"[راجع: ۱۸۰٤]

قوله: كان يحيىٰ: امام بخاری رحمہ اللہ کے استاذ محمد بن المثنیٰؒ کہتے ہیں: میرے استاذ یحییٰ قطانؒ کہا کرتے تھے کہ حضرت عروہ سُئِلَ أُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ کے بعد وَأَنَا أَسْمَعُ بھی کہا کرتے تھے، مگر میری (یحییٰ کی) کتاب میں یہ جملہ رہ گیا ہے۔

بَابٌ: إِذَا حَمَلَ عَلٰى فَرَسٍ فَرَآهَا تُبَاعُ

کسی کو گھوڑا دیا پھر دیکھا کہ وہ بک رہا ہے

اللہ کے لئے گھوڑا تلوار وغیرہ دیدی پھر موہوب لہ کو ضرورت پیش آئی، وہ اس کو بیچ رہا ہے، یا کسی کو کوئی چیز بخش دی یا ہدیہ دیا پھر موہوب لہ اس کو بیچ رہا ہے تو مسئلہ یہ ہے کہ اس کو خرید سکتے ہیں، اس لئے کہ ملکیت بدلنے سے چیز بدل جاتی ہے، لیکن حدیث میں نبی ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بخشا ہوا گھوڑا خریدنے سے منع کیا، اور اس کی وجہ حضرت اقدس شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی قدس سرہ نے حجۃ اللہ البالغہ میں یہ بیان کی ہے کہ جب آدمی کوئی چیز خیرات کردے تو اس سے دل کو جھاڑ لینا چاہئے، اب اس چیز کی محبت دل میں باقی نہیں رہنی چاہئے، حضرت عمرؓ کے دل میں گھوڑے کی محبت باقی تھی اس

لئے آپؐ نے ان کو خریدنے سے منع کیا۔

[۱۳۷-] بَابٌ: إِذَا حَمَلَ عَلٰى فَرَسٍ فَرَآهَا تُبَاعُ

[۳۰۰۲-] حدثنا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ، أَنَا مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ، أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ حَمَلَ عَلٰى فَرَسٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ، فَوَجَدَهُ يُبَاعُ، فَأَرَادَ أَنْ يَبْتَاعَهُ، فَسَأَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، فَقَالَ: "لَا تَبْتَعْهُ وَلَا تَعُدْ فِيْ صَدَقَتِكَ" [راجع: ۱٤۸۹]

[۳۰۰۳-] حدثنا إِسْمَاعِيْلُ، ثَنِيْ مَالِكٌ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ أَبِيْهِ، قَالَ: سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ يَقُوْلُ: حَمَلْتُ عَلٰى فَرَسٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ، فَابْتَاعَهُ أَوْ: فَأَضَاعَهُ الَّذِيْ كَانَ عِنْدَهُ، فَأَرَدْتُ أَنْ أَشْتَرِيَهُ، وَظَنَنْتُ أَنَّهُ بَائِعُهُ بِرُخْصٍ، فَسَأَلْتُ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم، فَقَالَ: "لَا تَشْتَرِهِ وَإِنْ بِدِرْهَمٍ، فَإِنَّ الْعَائِدَ فِيْ هِبَتِهِ كَالْكَلْبِ يَعُوْدُ فِيْ قَيْئِهِ" [راجع: ۱٤۹۰]

بَابُ الْجِهَادِ بِإِذْنِ الْأَبَوَيْنِ

والدین کی اجازت سے جہاد کرنا

اگر والدین خدمت کے محتاج ہیں، اور جہاد فرض کفایہ ہے تو والدین کی اجازت سے جہاد میں نکلے، اور اگر نفیر عام ہونے کی وجہ سے جہاد فرض عین ہوگیا ہے یا والدین خود کفیل ہیں، خدمت کے محتاج نہیں تو جہاد میں نکلنے کے لئے والدین کی اجازت ضروری نہیں۔

اور باب کی حدیث بہت مختصر ہے اور اس کا پس منظر معلوم نہیں، اس لئے حدیث فہمی میں دشواری پیش آئی ہے، ایک جہاد کی تیاری ہورہی ہے، لوگ نام لکھوارہے ہیں اور مطلوبہ تعداد پوری ہوگئی ہے، اب دیہات سے ایک صاحب شوق اور جذبہ کے ساتھ آتے ہیں اور نام لکھوانا چاہتے ہیں، جبکہ ضرورت نہیں رہی، یا کوئی صاحب جہاد کے جذبہ سے آتے ہیں اور فی الحال لشکر بھیجنے کا کوئی پروگرام نہیں ہے، تو آنے والے صاحب کو کیا جواب دیا جائے؟ ایسا جواب دینا چاہئے کہ دل نہ ٹوٹے، نبی ﷺ نے ان سے پوچھا: آپ کے والدین زندہ ہیں؟ انھوں نے کہا: ہاں، آپؐ نے فرمایا: جاؤ، ان کی خدمت کرو، یہی تمہارا جہاد ہے، اس طرح آپؐ نے ان کو واپس کردیا۔ والدین کی خدمت واقعی بڑا مجاہدہ ہے، آپ لوگوں کو دیکھیں کتنی اولاد ہے جو والدین کی خدمت کرتی ہے؟ پس آپ نے جو والدین کی خدمت کو جہاد فرمایا ہے وہ بات بھی باون تولہ پاؤرتی ہے۔

[۱۳۸-] بَابُ الْجِهَادِ بِإِذْنِ الْأَبَوَيْنِ

[۳۰۰٤-] حدثنا آدَمُ، ثَنَا شُعْبَةُ، ثَنَا حَبِيْبُ بْنُ أَبِيْ ثَابِتٍ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا الْعَبَّاسِ الشَّاعِرَ-

وَكَانَ لَا يُتَّهَمُ فِيْ حَدِيْثِهِ – قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَمْرٍو، يَقُوْلُ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم فَاسْتَأْذَنَهُ فِي الْجِهَادِ، فَقَالَ: " أَحَيٌّ وَالِدَاكَ؟" قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: " فَفِيْهِمَا فَجَاهِدْ"

[انظر: ۵۹۷۲]

بَابُ مَاقِيْلَ فِي الْجَرَسِ وَنَحْوِهِ فِي أَعْنَاقِ الإِبِلِ

گھنٹی اوراس جیسی چیز اونٹوں کی گردنوں میں باندھنا

پہلے حدیث پڑھیں: ابوبشیر انصاری رضی اللہ عنہ کسی سفر میں نبی ﷺ کے ساتھ تھے —— عبداللہ بن ابی بکر بن محمد بن عمرو بن حزم کہتے ہیں: میرا گمان ہے کہ عبّاد نے وَالنَّاسُ فِيْ مَبِيْتِهِمْ بھی کہا تھا، یعنی لوگ اپنی رات گذارنے کی جگہ میں تھے، یعنی لشکر نے کسی جگہ پڑاؤ کر رکھا تھا —— پس نبی ﷺ نے ایک نمائندہ بھیجا (اس نے اعلان کیا:) ہرگز باقی نہ رکھا جائے کسی اونٹ کی گردن میں تانت کا کوئی ہار یا دوسری قسم کا کوئی ہار مگر وہ کاٹ دیا جائے۔

تشریح: مسلم شریف (حدیث ۲۱۱۵) میں حدیث کے راوی امام مالک رحمہ اللہ کا قول ہے: أُرَى ذٰلِكَ مِنَ الْعَيْنِ: میرا گمان ہے کہ وہ نظر لگنے کی وجہ سے تھا، یعنی عرب اونٹ کے گلے میں تانت کا ہار ڈالتے تھے تاکہ اونٹ کو نظر نہ لگے، یہ ایک ٹوٹکا تھا، نبی ﷺ نے اس کو نکلوادیا۔

سوال: حدیث کا باب سے کیا تعلق ہے؟

جواب: خطابی رحمہ اللہ نقل کرتے ہیں کہ گھنٹی ہار میں باندھی جاتی تھی، نبی ﷺ نے تانت کا ہار بھی کٹوادیا اور دوسری طرح کا ہار بھی کٹوادیا، اسی دوسری طرح کے ہار میں گھنٹی باندھی جاتی تھی۔

مسئلہ: فوج کے ساتھ کتا نہیں ہونا چاہئے اور اونٹ گھوڑوں کی گردنوں میں گھنٹی بھی نہیں ہونی چاہئے، کیونکہ کتا بے وقت بھونکے گا اور گھنٹی بجے گی تو دشمن کو نقل وحرکت کا پتہ چل جائے گا، پس یہ حدیث مجاہدین کے ساتھ خاص ہے، مدرسہ میں گھنٹا بجانا یا جانوروں کے گلوں میں گھنٹی باندھنا جائز ہے، وہ اس حدیث میں شامل نہیں۔

[۱۳۹-] بَابُ مَاقِيْلَ فِي الْجَرَسِ وَنَحْوِهِ فِي أَعْنَاقِ الإِبِلِ

[۳۰۰۵-] حدثنا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ، أَنَا مَالِكٌ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِيْ بَكْرٍ، عَنْ عَبَّادِ بْنِ تَمِيْمٍ، أَنَّ أَبَا بَشِيْرٍ الْأَنْصَارِيَّ أَخْبَرَهُ: أَنَّهُ كَانَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم فِيْ بَعْضِ أَسْفَارِهِ – قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ: حَسِبْتُ أَنَّهُ قَالَ: وَالنَّاسُ فِيْ مَبِيْتِهِمْ – فَأَرْسَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم رَسُوْلًا: "أَنْ لَا تَبْقَيَنَّ فِيْ رَقَبَةِ بَعِيْرٍ قِلَادَةٌ مِنْ وَتَرٍ، أَوْ: قِلَادَةٌ، إِلَّا قُطِعَتْ"

بَابٌ: مَنِ اكْتُتِبَ فِي جَيْشٍ، فَخَرَجَتِ امْرَأَتُهُ حَاجَّةً، أَوْ كَانَ لَهُ عُذْرٌ: هَلْ يُؤْذَنُ لَهُ؟

کسی لشکر میں نام لکھا گیا، اور اس کی بیوی حج کے لئے جارہی ہے، یا کوئی اور عذر ہے تو اس کو چھٹی دی جاسکتی ہے؟

جواب: اگر نفیر عام ہونے کی وجہ سے جہاد فرض عین ہوگیا ہے تو چھٹی نہیں دی جاسکتی، اور فرض کفایہ ہے اور کوئی عذر پیش آجائے تو چھٹی دی جاسکتی ہے، کیونکہ اس صورت میں جہاد فرض کفایہ ہے، دوسرا بھی اس کو بجالاسکتا ہے، اور فوجی کا عذر لازمی ہے، اس کی بیوی حج کے لئے جارہی ہے، پس شوہر کے لئے ضروری ہے کہ اس کے ساتھ جائے، اس لئے چھٹی دی جاسکتی ہے اور حدیث گذر چکی ہے۔

[۱٤۰-] بَابٌ: مَنِ اكْتُتِبَ فِي جَيْشٍ، فَخَرَجَتِ امْرَأَتُهُ حَاجَّةً، أَوْ كَانَ لَهُ عُذْرٌ: هَلْ يُؤْذَنُ لَهُ؟

[۳۰۰٦-] حدثنا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ، ثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَمْرٍو، عَنْ أَبِيْ مَعْبَدٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم يَقُوْلُ: "لَا يَخْلُوَنَّ رَجُلٌ بِامْرَأَةٍ، وَلَا تُسَافِرَنَّ امْرَأَةٌ إِلَّا وَمَعَهَا مَحْرَمٌ" فَقَامَ رَجُلٌ فَقَالَ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! اكْتُتِبْتُ فِي غَزْوَةِ كَذَا وَكَذَا، وَخَرَجَتِ امْرَأَتِيْ حَاجَّةً، قَالَ: "اذْهَبْ فَاحْجُجْ مَعَ امْرَأَتِكَ" [راجع: ۱۸٦۲]

بَابُ الْجَاسُوْسِ

خفیہ محکمہ کا آدمی

جَسَّ الْخَبَرَ (ن) جَسًّا: تحقیق کرنا، پتا لگانا، ٹوہ لگانا، سراغ لگانا۔ تَجَسَّسَ الْخَبَرَ کے بھی یہی معنی ہیں، عربی میں اس کا ترجمہ ہے: تبحُّث۔ بَحَثَ (ف) الْأَرْضَ کے معنی ہیں: کھودنا، کھود کر کوئی چیز تلاش کرنا، تَبَحَّثَ کے بھی یہی معنی ہیں، تلاش کرنا، جستجو کرنا، آج کل بھی 'جاسوس' ہی استعمال ہوتا ہے یعنی خفیہ محکمہ کا آدمی۔

اور باب میں ایک حدیث ہے جس میں حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کا خط لے کر ایک مشرک عورت مکہ جارہی تھی، وہ جاسوس تھی۔ حدیث کا باب سے اتنا ہی تعلق ہے، اسی واقعہ میں سورۂ ممتحنہ کی ابتدائی آیتیں نازل ہوئی ہیں، ارشاد پاک ہے: اے ایمان والو! تم میرے دشمنوں کو اور اپنے دشمنوں کو دوست مت بناؤ، یعنی تم نے مکہ والوں کو جو خط بھیجا

ہے وہ اللہ کے اور مسلمانوں کے دشمنوں کو دوست بنانا ہے۔

شانِ نزول کا واقعہ: صلح حدیبیہ کے بعد جب مکہ والوں نے نبی ﷺ کے حُلفاء کے خلاف اپنے حلفاء کی درپردہ مدد کی تو حدیبیہ میں جو ناجنگ معاہدہ ہوا تھا وہ ختم ہوگیا، کیونکہ اس میں ایک دفعہ یہ بھی تھی کہ مکہ والے اور مدینہ والے اپنے اپنے حلفاء کی مدد نہیں کریں گے، جب مکہ والوں کی طرف سے نقض عہد ہوگیا تو نبی ﷺ نے مکہ پر چڑھائی کا ارادہ کیا، مگر مکہ کو فتح کرنا آسان نہیں تھا، مشرکین کسی قیمت پر مکہ پر قبضہ نہیں ہونے دیں گے، اس لئے سخت جنگ ہوگی۔ چنانچہ نبی ﷺ دس ہزار کا لشکر لے کر مکہ کی طرف بڑھے، اور چلنے سے پہلے یہ انتظام کیا کہ خبروں کو اندھا کر دیا جائے، کوئی خبر مکہ نہ پہنچے، مکہ والے بے خبر ہوں اور ان کے سر پر پہنچ جایا جائے، تاکہ حرم شریف میں خون ریزی کم سے کم ہو، چنانچہ خاص لوگوں کو ہی بتایا گیا تھا کہ جنگ کی جو تیاری ہو رہی ہے تو کہاں کا ارادہ ہے؟ عام لوگوں کو بے خبر رکھا گیا تھا، اور خاص لوگوں میں حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ بھی تھے، وہ بدری صحابی تھے، انھوں نے مکہ والوں کو ایک خط لکھا اور ایک جاسوس عورت کو دیا وہ لے کر روانہ ہوگئی، نبی ﷺ کو وحی سے اس کی اطلاع ملی چنانچہ آپؐ نے حضرات علی، زبیر اور مقداد بن الاسود رضی اللہ عنہم کو گھوڑوں پر روانہ کیا کہ روضہ خاخ میں پہنچو، وہاں ایک ہودج نشیں عورت ہے اس کے پاس ایک خط ہے اسے لے آؤ، یہ حضرات وہاں پہنچے، پہلے تو اس عورت نے انکار کیا کہ میرے پاس کوئی خط نہیں، مگر جب ان حضرات نے جامہ تلاشی کی دھمکی دی تو اس نے بالوں کی چوٹی میں سے خط نکالا، جب یہ خط نبی ﷺ کے پاس لایا گیا تو آپؐ نے حضرت حاطبؓ سے پوچھا: ماھذا؟ یہ کیا حرکت ہے؟ انھوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میرے بارے میں فیصلہ کرنے میں جلدی نہ کریں، میرا واقعہ یہ ہے کہ میں مکہ کا نہیں ہوں، قریش میں پناہ گزیں ہوں، اور میں نے سوچا کہ سخت جنگ ہوگی، لاشوں کے انبار لگ جائیں گے اور مہاجرین کی مکہ میں رشتہ داریاں ہیں وہ ان کے گھر والوں کی اور ان کے مالوں کی حفاظت کریں گے، اور میرا وہاں کوئی نہیں، اس لئے میں نے سوچا کہ میں مکہ والوں پر ایک احسان کروں جس کی وجہ سے وہ میرے رشتہ داروں کی حفاظت کریں، میں نے یہ حرکت کفر کی وجہ سے، اسلام سے پھرنے کی وجہ سے اور کفر پر راضی ہونے کی وجہ سے نہیں کی، حضور ﷺ نے ان کی بات تسلیم کرلی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! مجھے اجازت دیں میں اس منافق کی گردن اڑادوں، آپؐ نے فرمایا: یہ بدر میں شریک ہوئے ہیں اور تمہیں کیا معلوم: شاید اللہ تعالیٰ نے بدریوں کے دلوں کا حال جان لیا، پس فرمایا: اعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ فَقَدْ غَفَرْتُ لَكُمْ: جو چاہو کرو میں نے تمہیں بخش دیا۔

[۱۴۱-] بَابُ الْجَاسُوْسِ

[۱-] وَالتَّجَسُّسُ: التَّبَحُّثُ.

[۲-] وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى: ﴿لَاتَتَّخِذُوْا عَدُوِّیْ وَعَدُوَّكُمْ أَوْلِيَاءَ﴾ الآيَةَ [الممتحنة: ۱]

[۳۰۰۷-] حدثنا عَلِیُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، ثَنَا سُفْیَانُ، قَالَ: عَمْرُو بْنُ دِیْنَارٍ- سَمِعْتُهُ مِنْهُ مَرَّتَیْنِ-: أَخْبَرَنِیْ حَسَنُ بْنُ مُحَمَّدٍ، أَخْبَرَنِیْ عُبَیْدُ اللّٰهِ بْنُ أَبِیْ رَافِعٍ، قَالَ: سَمِعْتُ عَلِیًّا یَقُوْلُ: بَعَثَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم أَنَا وَالزُّبَیْرَ وَالْمِقْدَادَ بْنَ الْأَسْوَدِ وَقَالَ:" انْطَلِقُوْا حَتّٰی تَأْتُوْا رَوْضَةَ خَاخٍ، فَإِنَّ بِهَا ظَعِیْنَةً وَمَعَهَا کِتَابٌ فَخُذُوْهُ مِنْهَا" فَانْطَلَقْنَا تَعَادٰی بِنَا خَیْلُنَا، حَتّٰی انْتَهَیْنَا إِلَی الرَّوْضَةِ، فَإِذَا نَحْنُ بِالظَّعِیْنَةِ، فَقُلْنَا: أَخْرِجِی الْکِتَابَ، فَقَالَتْ: مَا مَعِیْ مِنْ کِتَابٍ، فَقُلْنَا: لَتُخْرِجَنَّ الْکِتَابَ أَوْ لَتُلْقِیَنَّ الثِّیَابَ، فَأَخْرَجَتْهُ مِنْ عِقَاصِهَا، فَأَتَیْنَا بِهِ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَإِذَا فِیْهِ: مِنْ حَاطِبِ بْنِ أَبِیْ بَلْتَعَةَ إِلٰی أُنَاسٍ مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ مِنْ أَهْلِ مَکَّةَ، یُخْبِرُهُمْ بِبَعْضِ أَمْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم: " یَاحَاطِبُ، مَا هٰذَا؟" قَالَ: یَارَسُوْلَ اللّٰهِ! لَا تَعْجَلْ عَلَیَّ، إِنِّیْ کُنْتُ امْرَأً مُلْصَقًا فِیْ قُرَیْشٍ، وَلَمْ أَکُنْ مِنْ أَنْفُسِهَا، وَکَانَ مَنْ مَعَكَ مِنَ الْمُهَاجِرِیْنَ لَهُمْ قَرَابَاتٌ بِمَکَّةَ، یَحْمُوْنَ بِهَا أَهْلِیْهِمْ وَأَمْوَالَهُمْ، فَأَحْبَبْتُ إِذْ فَاتَنِیْ ذٰلِكَ مِنَ النَّسَبِ فِیْهِمْ: أَنْ أَتَّخِذَ عِنْدَهُمْ یَدًا یَحْمُوْنَ بِهَا قَرَابَتِیْ، وَمَا فَعَلْتُ کُفْرًا وَلَا ارْتِدَادًا وَلَا رِضًا بِالْکُفْرِ بَعْدَ الْإِسْلَامِ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم:" قَدْ صَدَقَکُمْ" قَالَ عُمَرُ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ! دَعْنِیْ أَضْرِبْ عُنُقَ هٰذَا الْمُنَافِقِ، قَالَ: إِنَّهُ شَهِدَ بَدْرًا وَمَا یُدْرِیْكَ لَعَلَّ اللّٰهَ أَنْ یَکُوْنَ قَدِ اطَّلَعَ عَلٰی أَهْلِ بَدْرٍ فَقَالَ: اعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ فَقَدْ غَفَرْتُ لَکُمْ" قَالَ سُفْیَانُ: وَأَیُّ إِسْنَادٍ هٰذَا![انظر: ۳۰۸۱، ۳۹۸۳، ۴۲۷۴، ۴۸۹۰، ۶۲۵۹، ۶۹۳۹]

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: نبی ﷺ نے مجھے، زبیر اور مقداد کو بھیجا اور فرمایا: چلو یہاں تک کہ روضہ خاخ میں پہنچو، وہاں ایک ہودج نشیں عورت ہے اور اس کے ساتھ ایک خط ہے، پس اس کو اس سے لے لو، پس ہم چلے دوڑ رہے تھے ہمارے ساتھ ہمارے گھوڑے یہاں تک کہ ہم روضہ پر پہنچے، پس اچانک ہمیں وہاں ایک ہودج نشیں عورت ملی، ہم نے کہا: خط نکال، اس نے کہا: میرے پاس کوئی خط نہیں، ہم نے کہا: ضرور خط نکال یا کپڑے اتار، پس اس نے اپنی چوٹی میں سے خط نکالا، پس ہم اس کو نبی ﷺ کے پاس لائے، پس اچانک وہ حاطب بن ابی بلتعہؓ کی طرف سے کچھ مشرکین کے نام تھا، وہ ان کو اطلاع دے رہے تھے نبی ﷺ کے بعض کام کی یعنی آپؐ کا ارادہ مکہ پر حملہ کرنے کا ہے اور تم ان کا مقابلہ نہیں کر سکو گے، پس آپؐ نے پوچھا: حاطب! یہ کیا ہے؟ انھوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! میرے بارے میں جلدی نہ کریں، بیشک میں قریش میں پناہ لیا ہوا ایک شخص ہوں، اور میں قریش میں سے نہیں ہوں اور مہاجرین میں سے آپؐ کے ساتھ جو ہیں ان کی مکہ میں رشتہ داریاں ہیں، حفاظت کریں گے وہ اس کی وجہ سے ان کے گھر والوں کی اور ان کے مالوں کی، پس میں نے چاہا کہ جب میرے ہاتھ سے نکل گئی یہ چیز نسب میں سے ان میں یعنی قریش کے ساتھ میرا خاندانی تعلق نہیں ہے تو بناؤں میں ان کے پاس احسان، حفاظت کریں وہ اس کی وجہ سے میرے رشتہ داروں کی، اور نہیں کیا میں نے یہ کام کفر کے طور پر اور نہ ارتداد کے طور پر

اور نہ مسلمان ہونے کے بعد کفر پر راضی ہونے کے طور پر، پس نبی ﷺ نے فرمایا: حاطبؓ نے تم سے سچ کہا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! چھوڑئے مجھے میں اس منافق کی گردن ماردوں، آپؐ نے فرمایا: بیشک وہ جنگِ بدر میں شریک رہے ہیں اور تم کیا جانو! اللہ تعالیٰ بدریوں کے احوال سے واقف ہوگئے، پس فرمایا: کرو جو چاہو، میں نے تمہیں بخش دیا۔ سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ نے کہا: واہ! یہ کیسی سند ہے! (اس کے سارے رجال اعلی، اکابر، معتبر، قابل اعتماد، اور حفاظ ہیں)

بَابُ الْكِسْوَةِ لِلْأُسَارَى

قیدیوں کے لئے لباس

قیدی خواہ جنگی ہوں یا مجرم، جن کو جیل کی سزا دی گئی ہو ان کی روزی روٹی اور کپڑا حکومت کے ذمہ ہے، اس لئے کہ جب کوئی کسی کے حق میں محبوس ہوتا ہے تو اس کا نفقہ اس پر واجب ہوتا ہے۔ جیسے: بیوی شوہر کے حق میں محبوس ہوتی ہے تو اس کا نان ونفقہ شوہر پر واجب ہے، بدر کے قیدی جب مدینہ لائے گئے تو ان کو کھانا پینا تو دیا ہی جاتا تھا، ہفتہ میں ایک بار بدلنے کے لئے کپڑے دینے ہونگے، چنانچہ صحابہ نے اپنے کپڑے ان کو دیئے، حضرت عباس رضی اللہ عنہ لمبے قد کے تھے، کسی کا کرتا ان پر فٹ نہیں آتا تھا، رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی بھی لمبے قد کا تھا، اس کا کرتا حضرت عباسؓ پر فٹ آیا تو نبی ﷺ نے اس سے کرتا لے کر حضرت عباسؓ کو دیا، اس احسان کی مکافات نبی ﷺ نے اس طرح کی کہ جب اس کا انتقال ہوا تو اس کے کفن میں شامل کرنے کے لئے آپؐ نے اپنا کرتا عنایت فرمایا۔

[۱۴۲-] بَابُ الْكِسْوَةِ لِلْأُسَارَى

[۳۰۰۸-] حدثنا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، ثنا ابْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ عَمْرٍو، سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: لَمَّا كَانَ يَوْمُ بَدْرٍ أُتِيَ بِأُسَارَى، وَأُتِيَ بِالْعَبَّاسِ، وَلَمْ يَكُنْ عَلَيْهِ ثَوْبٌ، فَنَظَرَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم لَهُ قَمِيصًا، فَوَجَدُوْا قَمِيصَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أُبَيٍّ يُقْدَرُ عَلَيْهِ، فَكَسَاهُ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم إِيَّاهُ، فَلِذٰلِكَ نَزَعَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم قَمِيصَهُ الَّذِيْ أَلْبَسَهُ، قَالَ ابْنُ عُيَيْنَةَ: كَانَتْ لَهُ عِنْدَ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم يَدٌ فَأَحَبَّ أَنْ يُكَافِئَهُ.

بَابُ فَضْلِ مَنْ أَسْلَمَ عَلٰى يَدَيْهِ رَجُلٌ

جس کے ہاتھ پر کوئی مسلمان ہوا اس کی فضیلت

جہاد کا مقصد ملک گیری نہیں بلکہ دعوتِ اسلام ہے، پس جہاد میں اس مقصد کو پیش نظر رکھنا چاہئے، اگر مجاہد کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کسی کو اسلام کی توفیق دیں تو وہ مجاہد کے لئے سرخ اونٹوں سے بہتر ہے۔ اور روایت پہلے گذری ہے، خیبر میں جب

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جھنڈا دیا تو انھوں نے پوچھا: أُقَاتِلُهُمْ حَتَّى يَكُوْنُوْا مِثْلَنَا: ان سے لڑتا رہوں یہاں تک کہ وہ ہمارے جیسے ہوجائیں، آپ ﷺ نے فرمایا: اطمینان سے جاؤ، یہاں تک کہ ان کے میدان میں اترو، پھر ان کو اسلام کی دعوت دو، اور ان کو وہ باتیں بتاؤ جو مسلمان ہونے کے بعد ان پر لازم ہونگی، پس بخدا! آپ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کسی کو ہدایت دیں تو وہ آپ ﷺ کے لئے بہتر ہوگا، اس سے کہ آپ کے لئے سرخ اونٹ ہوں (سرخ اونٹ بہت قیمتی مال ہے)

[۱۴۳-] بَابُ فَضْلِ مَنْ أَسْلَمَ عَلٰى يَدَيْهِ رَجُلٌ

[۳۰۰۹-] حدثنا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ، ثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدٍ الْقَارِيُّ، عَنْ أَبِيْ حَازِمٍ، أَخْبَرَنِيْ سَهْلٌ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم يَوْمَ خَيْبَرَ: " لَأُعْطِيَنَّ الرَّايَةَ غَدًا رَجُلاً يَفْتَحُ اللّٰهُ عَلٰى يَدَيْهِ، يُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ، وَيُحِبُّهُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ" فَبَاتَ النَّاسُ لَيْلَتَهُمْ أَيُّهُمْ يُعْطٰى؟ فَغَدَوْا كُلُّهُمْ يَرْجُوْهُ، فَقَالَ: " أَيْنَ عَلِيٌّ؟" فَقِيْلَ: يَشْتَكِيْ عَيْنَيْهِ، فَبَصَقَ فِيْ عَيْنَيْهِ وَدَعَا لَهُ، فَبَرَأَ كَأَنْ لَمْ يَكُنْ بِهِ وَجَعٌ، فَأَعْطَاهُ فَقَالَ: أُقَاتِلُهُمْ حَتّٰى يَكُوْنُوْا مِثْلَنَا؟ فَقَالَ: " انْفُذْ عَلٰى رِسْلِكَ، حَتّٰى تَنْزِلَ بِسَاحَتِهِمْ، ثُمَّ ادْعُهُمْ إِلَى الإِسْلاَمِ، وَأَخْبِرْهُمْ بِمَا يَجِبُ عَلَيْهِمْ، فَوَاللّٰهِ لَأَنْ يَهْدِيَ اللّٰهُ بِكَ رَجُلاً خَيْرٌ لَكَ مِنْ أَنْ تَكُوْنَ لَكَ حُمْرُ النَّعَمِ" [راجع: ۲۹۴۲]

بَابُ الْأُسَارٰى فِي السَّلاَسِلِ

قیدی زنجیروں میں

قیدیوں کو زنجیروں میں باندھنا ایک ضرورت ہے، مگر باندھنے کا یہ مطلب نہیں کہ وہ ہل بھی نہ سکیں، بلکہ اس طرح باندھا جائے کہ وہ بھاگ نہ سکیں، باقی اطمینان سے اٹھیں، بیٹھیں اور سوئیں، اور وقت پر ان کو کھانا دیا جائے۔

حدیث: نبی ﷺ نے فرمایا: عَجِبَ اللّٰهُ من قَوْمٍ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ فِي السَّلاَسِلِ: اللہ کو وہ لوگ بہت پسند ہیں جو زنجیروں میں جنت میں جاتے ہیں۔

تشریح: اس کے مصداق دو شخص ہیں: ایک: وہ قیدی جو مسلمانوں کے ہاتھ آیا اور مسلمان ہوگیا۔ دوسرا: وہ مسلمان قیدی جو کافروں کے ہاتھ پڑا اور مر گیا یا شہید کیا گیا، یہ دونوں زنجیروں میں جنت میں جاتے ہیں، یہ دونوں اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہیں۔

[۱۴۴-] بَابُ الْأُسَارٰى فِي السَّلاَسِلِ

[۳۰۱۰-] حدثنا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، ثَنَا غُنْدَرٌ، ثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم، قَالَ: " عَجِبَ اللّٰهُ مِنْ قَوْمٍ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ فِي السَّلاَسِلِ" [انظر: ۴۵۵۷]

بَابُ فَضْلِ مَنْ أَسْلَمَ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابَيْنِ

جو یہودی اور عیسائی اسلام قبول کرے: اس کی فضیلت

اگر یہودیوں یا عیسائیوں سے جنگ ہو اور وہ جنگ سے پہلے اسلام قبول کرلیں یا قید میں آنے کے بعد اسلام قبول کرلیں تو ان کے لئے دوہرا ثواب ہے، کیونکہ ان کے لئے مشرکوں کی بہ نسبت نبی ﷺ پر ایمان لانا بھاری ہے، اس لئے دوہرا ثواب ہے۔ تفصیل تحفۃ القاری (۱:۳۸۳) میں ہے۔

[١٤٥-] بَابُ فَضْلِ مَنْ أَسْلَمَ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابَيْنِ

[٣٠١١-] حدثنا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، ثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، ثَنَا صَالِحُ بْنُ حَيٍّ أَبُوْ حَسَنٍ، قَالَ: سَمِعْتُ الشَّعْبِيَّ، يَقُوْلُ: ثَنِي أَبُوْ بُرْدَةَ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَاهُ، عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم، قَالَ:" ثَلاَ ثَةٌ يُؤْتَوْنَ أَجْرَهُمْ مَرَّتَيْنِ: الرَّجُلُ تَكُوْنُ لَهُ الْأَمَةُ فَيُعَلِّمُهَا فَيُحْسِنُ تَعْلِيْمَهَا، وَيُؤَدِّبُهَا فَيُحْسِنُ أَدَبَهَا، ثُمَّ يُعْتِقُهَا فَيَتَزَوَّجُهَا فَلَهُ أَجْرَانِ، وَمُؤْمِنُ أَهْلِ الْكِتَابِ الَّذِيْ كَانَ مُؤْمِنًا، ثُمَّ آمَنَ بِالنَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم فَلَهُ أَجْرَانِ، وَالْعَبْدُ الَّذِيْ يُؤَدِّيْ حَقَّ اللّٰهِ وَيَنْصَحُ لِسَيِّدِهِ لَهُ أَجْرَانِ" ثُمَّ قَالَ الشَّعْبِيُّ: وَأَعْطَيْتُكَهَا بِغَيْرِ شَيْئٍ، وَقَدْ كَانَ الرَّجُلُ يَرْحَلُ فِيْ أَهْوَنَ مِنْهَا إِلَى الْمَدِيْنَةِ. [راجع: ٩٧]

بَابُ أَهْلِ الدَّارِ يُبَيَّتُوْنَ فَيُصَابُ الْوِلْدَانُ وَالذَّرَارِيُّ

شب خون مارا پس بال بچے زد میں آ گئے

نبی ﷺ کی سیرت میں شب خون مارنا نہیں تھا کیونکہ اس میں بے گناہ عورتیں اور بچے زد میں آجاتے ہیں، لیکن دشمن شب خون مارے تو جواب دینا پڑتا ہے یا جنگی مصلحت سے مسلمان شب خون ماریں تو جائز ہے، اور جو عورتیں اور بچے مارے جائیں گے اس کا کچھ گناہ نہیں، هُمْ مِنْهُمْ: ان کا شمار ان کے بڑوں کے ساتھ ہے۔

اور بَيَّتَ کے معنی ہیں: شب خون مارنا، یہ لفظ سورہ یونس آیت ۵۰ میں آیا ہے: ﴿قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِنْ أَتَاكُمْ عَذَابُهُ بَيَاتًا أَوْ نَهَارًا﴾: آپ کہیں: بتاؤ! اگر تم پر خدا کا عذاب رات میں یا دن میں آپڑے، بَيَاتًا کے معنی ہیں: رات میں اور سورۃ النمل آیت ۴۹ میں ہے: ﴿قَالُوْا تَقَاسَمُوْا بِاللّٰهِ لَنُبَيِّتَنَّهُ وَأَهْلَهُ﴾: ان لوگوں نے آپس میں کہا: اللہ کی قسم کھاؤ کہ ہم رات کے وقت صالح کو اور ان کے متعلقین کو مارڈالیں۔ اور سورۃ نساء آیت ۸۱ میں ہے: ﴿فَإِذَا بَرَزُوْا مِنْ عِنْدِكَ بَيَّتَ طَائِفَةٌ مِنْهُمْ غَيْرَ الَّذِيْ تَقُوْلُ﴾: پھر جب وہ آپ کے پاس سے نکلتے ہیں تو رات کے وقت مشورہ کرتی ہے ان کی ایک جماعت اس کے

خلاف جو وہ زبان سے کہہ چکے ہیں۔

حدیث: حضرت صعب بن جثامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب نبی ﷺ حجۃ الوداع میں ابواء سے یا وَدّان سے گذرے تو کسی نے مسئلہ پوچھا مشرکین کے ایک قبیلہ کے بارے میں جن پر شب خون مارا گیا پس ان کی عورتیں اور بچے زد میں آ گئے؟ آپؐ نے فرمایا: هُمْ مِنْهُمْ: یعنی ان کے قتل کا کوئی گناہ نہیں، اور اس حدیث میں دوسرا مضمون یہ ہے کہ چراگاہ ریزرو کرنے کا حق صرف حکومت کا ہے۔

[١٤٦-] بَابُ أَهْلِ الدَّارِ يُبَيَّتُوْنَ فَيُصَابُ الْوِلْدَانُ وَالذَّرَارِيُّ

﴿بَيَاتًا﴾ لَيْلاً، ﴿لَنُبَيِّتَنَّهُ﴾ لَيْلاً ﴿بَيَّتَ﴾ لَيْلاً.

[٣٠١٢-] حدثنا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، ثَنَا سُفْيَانُ، ثَنَا الزُّهْرِيُّ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ الصَّعْبِ بْنِ جَثَّامَةَ، قَالَ: مَرَّ بِيَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم بِالْأَبْوَاءِ أَوْ بِوَدَّانِ، وَسُئِلَ عَنْ أَهْلِ الدَّارِ يُبَيَّتُوْنَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ، فَيُصَابُ مِنْ نِسَائِهِمْ وَذَرَارِيِّهِمْ؟ قَالَ:" هُمْ مِنْهُمْ" وَسَمِعْتُهُ يَقُوْلُ: "لَا حِمَى إِلَّا لِلّٰهِ وَلِرَسُوْلِهِ"

[٣٠١٣-] وَعَنِ الزُّهْرِيِّ، أَنَّهُ سَمِعَ عُبَيْدَ اللّٰهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: ثَنَا الصَّعْبُ فِي الذَّرَارِيِّ، كَانَ عَمْرٌو يُحَدِّثُنَا عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم فَسَمِعْنَاهُ مِنَ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللّٰهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ الصَّعْبِ قَالَ:" هُمْ مِنْهُمْ" وَلَمْ يَقُلْ كَمَا قَالَ عَمْرٌو، وَهُمْ مِنْ آبَائِهِمْ.

[راجع: ٢٣٧٠]

قوله: كَانَ عَمرو: ابن عیینہ رحمہ اللہ کہتے ہیں: ہم نے پہلے یہ حدیث عمرو بن دینار سے سنی تھی، وہ امام زہریؒ سے مرسل روایت کرتے تھے اور حدیث کے آخر میں هُمْ مِنْ آبائِهِمْ کہتے تھے، پھر ہم نے یہ حدیث امام زہریؒ سے براہِ راست سنی، اس کے آخر میں هُمْ مِنْهُمْ ہے۔

بَابُ قَتْلِ الصِّبْيَانِ فِي الْحَرْبِ وَبَابُ قَتْلِ النِّسَاءِ فِي الْحَرْبِ

جنگ میں بچوں اور عورتوں کو قتل کرنا

یہ دو باب ہیں، دونوں میں ایک ہی حدیث ہے، جنگ میں بچوں اور عورتوں کو قتل کرنا ممنوع ہے، بلکہ مذہبی لوگوں کو بھی جو جنگ میں کوئی رائے نہ دیتے ہوں اور بوڑھے لوگوں کو بھی جو جنگ میں کوئی حصہ نہ لیتے ہوں، اور دکان لے کر جو لوگ آئے ہیں ان کو بھی قتل نہیں کیا جاتا، نیز میدانِ جنگ سے باہر جو شہری ہیں ان کو بھی قتل نہیں کیا جاتا، صرف میدان میں لڑنے

والوں کو مارا جاتا ہے، پٹیالہ کے قاضی سلیمان منصور پوری نے رحمۃ للعالمین جلد دوم میں نبی ﷺ کے زمانہ کی چھوٹی بڑی بیاسی جنگوں کا ایک چارٹ بنایا ہے جس میں دونوں طرف کا نقصان سات آٹھ ہزار سے زیادہ نہیں، آج کی طرح جنگ نہیں لڑی جاتی تھی کہ شہروں پر بم ڈال دیا، راکٹ پھینک دیا، میزائل داغ دیا اور ہزاروں آدمی بیک وقت مر گئے، اس طرح اندھا دھند جنگ نہیں ہوتی تھی، اور دونوں بابوں میں ایک ہی حدیث ہے کسی جنگ میں نبی ﷺ نے دیکھا کہ ایک عورت قتل کی گئی ہے تو آپؐ نے بچوں اور عورتوں کو قتل کرنے سے منع فرمایا۔

[۱۴۷-] بَابُ قَتْلِ الصِّبْيَانِ فِي الْحَرْبِ

[۳۰۱۴-] حدثنا أَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ، ثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ نَافِعٍ، أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ أَخْبَرَهُ: أَنَّ امْرَأَةً وُجِدَتْ فِيْ بَعْضِ مَغَازِي النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم مَقْتُوْلَةً، فَأَنْكَرَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم قَتْلَ الصِّبْيَانِ وَالنِّسَاءِ.

[انظر: ۳۰۱۵]

[۱۴۸-] بَابُ قَتْلِ النِّسَاءِ فِي الْحَرْبِ

[۳۰۱۵-] حدثنا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ، قَالَ: قُلْتُ لِأَبِيْ أُسَامَةَ: حَدَّثَكُمْ عُبَيْدُ اللّٰهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: وُجِدَتِ امْرَأَةٌ مَقْتُوْلَةً فِيْ بَعْضِ مَغَازِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم فَنَهَى رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم عَنْ قَتْلِ النِّسَاءِ وَالصِّبْيَانِ. [راجع: ۳۰۱۴]

بَابٌ: لَايُعَذَّبُ بِعَذَابِ اللّٰهِ

آگ کی سزا کسی کو نہ دی جائے

دشمن کو آگ میں جلانا مکروہ (خلافِ اولی) ہے، اسی طرح کسی حیوان کو بے ضرورت آگ میں جلانا مکروہ ہے، اور ضرورت ہو تو جیسے کھٹمل اور جوؤں کو گرم پانی میں جلانا جائز ہے۔

اور باب میں دو روایتیں ہیں: پہلی روایت پہلے گذری ہے، نبی ﷺ نے ایک سریہ کو حکم دیا تھا کہ فلاں فلاں ملیں تو ان کو آگ میں جلا دینا، پھر جب سریہ روانہ ہونے لگا تو آپؐ نے فرمایا: ان کو قتل کر دینا، آگ میں نہ جلانا۔

اور دوسری حدیث میں ایک واقعہ ہے: کچھ لوگ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ان کی الوہیت کے قائل تھے، وہ گرفتار کر کے حضرت علیؓ کے پاس لائے گئے، حضرت علیؓ نے ان کو سمجھایا کہ میں خدا نہیں ہوں، خدا کا بندہ ہوں، مگر وہ نہیں مانے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کو زندہ آگ میں جلا دیا، یہ واقعہ کوفہ میں پیش آیا، بصرہ میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما حضرت علیؓ کی طرف سے گورنر تھے جب ان کو اس واقعہ کا علم ہوا تو انھوں نے فرمایا: آگ کی سزا کسی کو نہیں دینی

چاہئے، اگر میرے پاس یہ مقدمہ آتا تو میں ان کو ارتداد کی وجہ سے قتل کرتا، جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ تبصرہ پہنچا تو فرمایا: صَدَقَ ابْنُ عَباس: ابن عباسؓ نے صحیح کہا!

سوال: پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کو کیوں جلایا؟

جواب: ان کے خدا نے ان کو جلایا، خدا تو آگ کی سزا دے سکتا ہے؟ دوسرا جواب یہ ہے کہ آگ میں جلانا مکروہ تنزیہی ہے، حرام نہیں، کیونکہ قاعدہ ہے دو حدیثوں میں تعارض ہو جائے تو حکم ہلکا پڑ جاتا ہے، جیسے ماکول اللحم جانوروں کے فضلات میں روایات متعارض ہیں، اس لئے نجاست خفیفہ ہے، اسی طرح حدیث اور فعل صحابی میں تعارض ہو جائے تو بھی حکم ہلکا پڑ جاتا ہے، چنانچہ آگ میں جلانا مکروہ تنزیہی ہے۔

[۱۴۹-] بَابٌ: لَايُعَذَّبُ بِعَذَابِ اللّٰهِ

[۳۰۱۶-] حدثنا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ، ثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ بُكَيْرٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ، أَنَّهُ قَالَ: بَعَثَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم فِيْ بَعْثٍ، فَقَالَ: " إِنْ وَجَدْتُمْ فُلَانًا وَفُلَانًا فَأَحْرِقُوْهُمَا بِالنَّارِ" ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم حِيْنَ أَرَدْنَا الْخُرُوْجَ: " إِنِّيْ أَمَرْتُكُمْ أَنْ تُحْرِقُوْا فُلَانًا وَفُلَانًا، وَإِنَّ النَّارَ لَا يُعَذِّبُ بِهَا إِلَّا اللّٰهُ، فَإِنْ وَجَدْتُمُوْهُمَا فَاقْتُلُوْهُمَا" [راجع: ۲۹۵۴]

[۳۰۱۷-] حدثنا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، ثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ أَيُّوْبَ، عَنْ عِكْرِمَةَ: أَنَّ عَلِيًّا حَرَّقَ قَوْمًا، فَبَلَغَ ابْنَ عَبَّاسٍ، فَقَالَ: لَوْ كُنْتُ أَنَا لَمْ أُحَرِّقْهُمْ، لِأَنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم قَالَ: " لَا تُعَذِّبُوْا بِعَذَابِ اللّٰهِ" وَلَقَتَلْتُهُمْ كَمَا قَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم: " مَنْ بَدَّلَ دِيْنَهُ فَاقْتُلُوْهُ" [انظر: ۶۹۲۲]

بَابُ قَوْلِه: ﴿فَإِمَّا مَنًّا بَعْدُ وَإِمَّا فِدَاءً حَتَّى تَضَعَ الْحَرْبُ أَوْزَارَهَا﴾

جنگی قیدیوں کو بلا معاوضہ یا معاوضہ لے کر چھوڑ دینا

جنگی قیدیوں کا مسئلہ چار طرح حل کیا جا سکتا ہے، اگر کوئی قیدی بہت ہی خطرناک ہو تو امیر اسے تہ تیغ کر سکتا ہے، اور جس قیدی کو بلا معاوضہ چھوڑ دینا مصلحت ہو اس پر احسان کیا جا سکتا ہے، حضرت ثمامہ رضی اللہ عنہ کو مفت چھوڑ دیا گیا تھا، پھر قیدیوں کا باہم تبادلہ کیا جائے یا جنگ کا ہرجانہ لے کر چھوڑ دیا جائے اور یہ تینوں صورتیں ممکن نہ ہوں تو ان کو غلام باندی بنا کر فوج میں تقسیم کر دیا جائے۔ اور امام بخاری رحمہ اللہ نے باب میں سورۂ محمد کی آیت ۴ لکھی ہے، جو یہاں سے شروع ہوتی ہے: ﴿فَإِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا﴾ الآية: جب تمہارا کفار سے مقابلہ ہو تو ان کی گردنیں مارو، یعنی قتل کرو، یہاں تک کہ جب تم ان کی خوب خون ریزی کر لو تو خوب مضبوط باندھ لو، پھر اس کے بعد یا تو بلا معاوضہ چھوڑ دینا ہے یا معاوضہ لے کر چھوڑ دینا

ہے جب تک کہ لڑنے والے اپنے ہتھیار نہ رکھ دیں، یعنی اگر دشمن اسلام قبول کرلے یا استسلام (تابع داری) قبول کرلے تو اب نہ قتل کرنا جائز ہے نہ قید کرنا جائز کرنا۔

اور دوسری آیت سورۃ الانفال کی آیت ۶۷ ہے: ''نبی کی شان کے لائق نہیں کہ ان کے قیدی باقی رہیں (بلکہ قتل کردیئے جائیں) جب تک کہ وہ زمین میں اچھی طرح خون ریزی نہ کرلے تم دنیا کا مال واسباب چاہتے ہو اور اللہ تعالیٰ آخرت کی مصلحت چاہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ بڑے زبردست بڑی حکمت والے ہیں''

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ پہلی آیت معمول بہا ہے یا منسوخ؟ کیونکہ دوسری آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ بلا معاوضہ چھوڑ دینا یا معاوضہ لے کر چھوڑ دینا جائز نہیں۔ قیدیوں کو قتل کرنا ضروری ہے، لیکن اگر سورۂ انفال کی آیت کو ابتدائی حالت کے ساتھ خاص کیا جائے اور سورۂ محمد کی آیت کو بعد کے احوال کے کے لئے مانا جائے تو پھر کوئی تعارض باقی نہیں رہتا، پس قیدیوں کو مفت چھوڑنا یا جنگ کا ہرجانہ لے کر چھوڑنا جائز ہوگا۔

[۱۵۰-] بَابُ قَوْلِه: ﴿فَإِمَّا مَنًّا بَعْدُ وَإِمَّا فِدَاءً حَتَّى تَضَعَ الْحَرْبُ أَوْزَارَهَا﴾

[۱-] فِيْهِ حَدِيْثُ ثُمَامَةَ.

[۲-] وَقَوْلِه: ﴿مَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَنْ يَكُوْنَ لَهُ أَسْرَى حَتَّى يُثْخِنَ فِي الْأَرْضِ﴾[الأنفال: ۶۷] يَعْنِيْ يَغْلِبَ فِي الْأَرْضِ ﴿تُرِيْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْيَا﴾ الآيَةَ.

قوله: يعني: یہ يُثْخِنَ کی مراد بیان کی ہے کہ ابتدائی حالات میں نرمی مناسب نہیں، جب مسلمانوں کو بالادستی حاصل ہوجائے تب سورہ محمد کی آیت پر عمل کیا جائے۔

بَابٌ: هَلْ لِلْأَسِيْرِ أَنْ يَقْتُلَ أَوْ يَخْدَعَ الَّذِيْنَ أَسَرُوْهُ حَتَّى يَنْجُوَ مِنَ الْكَفَرَةِ؟

کیا قیدی قید کرنے والوں کو قتل کرسکتا ہے یا دھوکہ دے سکتا ہے تاکہ کافروں سے نجات پائے؟

باب میں حضرت ابو بصیر رضی اللہ عنہ کے واقعہ کا حوالہ ہے، مکہ سے دو آدمی ان کو لینے آئے تھے، نبی ﷺ نے ان کو دیدیا، حضرت ابو بصیرؓ نے ذوالحلیفہ پہنچ کر ایک کو موت کی گھاٹ اتار دیا اور دوسرا بھاگ کھڑا ہوا، نبی ﷺ نے ابو بصیرؓ کے عمل پر کوئی اعتراض نہیں کیا، معلوم ہوا کہ قیدی ایسا کرسکتا ہے، حاشیہ میں امام اعظم رحمہ اللہ کی بھی یہی رائے لکھی ہے۔

[۱۵۱-] بَابٌ: هَلْ لِلْأَسِيْرِ أَنْ يَقْتُلَ أَوْ يَخْدَعَ الَّذِيْنَ أَسَرُوْهُ حَتَّى يَنْجُوَ مِنَ الْكَفَرَةِ؟

فِيْهِ الْمِسْوَرُ، عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم.

بَابٌ: إِذَا حَرَّقَ الْمُشْرِكُ الْمُسْلِمَ هَلْ يُحَرَّقُ؟

مشرک نے مسلمان کوجلا دیا تو کیا اس کوجلا سکتے ہیں؟

کافر نے ہمارے ایک مجاہد کوجلا دیا پھر وہ کافر پکڑا گیا تو کیا قصاص میں اس کوجلا سکتے ہیں؟ عرنیین والا واقعہ لائے ہیں، انھوں نے چرواہوں کے ساتھ جو حرکت کی تھی وہی سزا ان کودی گئی، معلوم ہوا کہ ایسا کر سکتے ہیں۔

[۱۵۲-] بَابٌ: إِذَا حَرَّقَ الْمُشْرِكُ الْمُسْلِمَ هَلْ يُحَرَّقُ؟

[۳۰۱۸-] حدثنا مُعَلَّى بْنُ أَسَدٍ، ثَنَا وُهَيْبٌ، عَنْ أَيُّوْبَ، عَنْ أَبِيْ قِلَابَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ رَهْطًا مِنْ عُكْلٍ ثَمَانِيَةً قَدِمُوْا عَلَى النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم فَاجْتَوَوُا الْمَدِيْنَةَ، فَقَالُوْا: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! ابْغِنَا رِسْلاً، فَقَالَ:" مَا أَجِدُ لَكُمْ إِلَّا أَنْ تَلْحَقُوْا بِالذَّوْدِ" فَانْطَلَقُوْا فَشَرِبُوْا مِنْ أَبْوَالِهَا وَأَلْبَانِهَا حَتَّى صَحُّوْا وَسَمِنُوْا، وَقَتَلُوْا الرَّاعِيَ وَاسْتَاقُوْا الذَّوْدَ، وَكَفَرُوْا بَعْدَ إِسْلَامِهِمْ، فَأَتَى الصَّرِيْخُ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم فَبَعَثَ الطَّلَبَ فَمَا تَرَجَّلَ النَّهَارُ حَتَّى أُتِيَ بِهِمْ، فَقَطَّعَ أَيْدِيَهُمْ وَأَرْجُلَهُمْ، ثُمَّ أَمَرَ بِمَسَامِيْرَ فَأُحْمِيَتْ فَكَحَلَهُمْ بِهَا وَطَرَحَهُمْ بِالْحَرَّةِ، يَسْتَسْقُوْنَ فَمَا يُسْقَوْنَ حَتَّى مَاتُوْا، قَالَ أَبُوْ قِلَابَةَ: قَتَلُوْا وَسَرَقُوْا وَحَارَبُوْا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ وَسَعَوْا فِي الْأَرْضِ فَسَادًا. [راجع: ۲۳۳]

ترجمہ: قبیلہ عکل کے آٹھ آدمی مدینہ آئے، پس انہیں مدینہ میں جوی بیماری ہوگئی، انھوں نے کہا: یارسول اللہ! ہمارے لئے دودھ والا جانور تلاش کیجئے (ابْغِ: تلاش کیجئے، رِسْلاً: دودھ والا جانور) پس نبی ﷺ نے فرمایا: نہیں پاتا میں تمہارے لئے مگر یہ کہ جاؤ تم اونٹوں کے ریوڑ کی طرف، پس چلے وہ، پس پیا انھوں نے ان کا پیشاب اور ان کا دودھ (انھوں نے پیشاب خود پیا تھا، نبی ﷺ نے اس کے پینے کا حکم نہیں دیا تھا) یہاں تک کہ تندرست ہوگئے اور موٹے تازے ہوگئے، اور چرواہے کو قتل کر دیا اور اونٹوں کا ریوڑ ہانک لے چلے، اور مسلمان ہونے کے بعد مرتد ہوگئے، پس خبر دینے والا نبی ﷺ کے پاس آیا (الصَّریخ: المُخبر، الْمُستغیث) پس نبی ﷺ نے طلب گاروں کو بھیجا (طَلَب: طالب کی جمع ہے) پس دن نہیں پیدل ہوا، یعنی نہیں بلند ہوا یہاں تک کہ ان کو لایا گیا، پس ان کے ہاتھ اور پیر (مخالف جانب سے) کاٹے گئے پھر آپؐ نے حکم دیا سلائیوں کے بارے میں پس وہ گرم کی گئیں اور ان کے ذریعہ سے ان کو سرمہ لگایا گیا، اور ان کو حرّہ (سیاہ پتھروں والی زمین) میں ڈال دیا گیا، پانی مانگتے تھے وہ پس پانی نہیں پلائے گئے یہاں تک کہ مر گئے۔

بَابٌ

اسی کو جلایا جائے جس نے جلایا ہے

یہ باب کالفصل من الباب السابق ہے، اور حدیث میں ایک نبی کا واقعہ ہے، ان کو ایک چیونٹی نے کاٹا تھا، انھوں نے حکم دیا پس چیونٹیوں کی ساری بستی جلا دی گئی، وحی آئی کہ آپ کو ایک چیونٹی نے کاٹا تھا اس کو سزا دیتے، ساری بستی کو کیوں جلایا؟ وہ ایک امت تھی جو اللہ کی تسبیح پڑھتی تھی! اس واقعہ سے یہ ثابت کیا ہے کہ جس کافر نے ہمارے آدمی کو جلایا ہے اسی کو جلا سکتے ہیں۔

[١٥٣-] بَابٌ

[٣٠١٩-] حدثنا يَحْيىَ بْنُ بُكَيْرٍ، ثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ يُوْنُسَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، وَأَبِىْ سَلَمَةَ، أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم يَقُوْلُ:" قَرَصَتْ نَمْلَةٌ نَبِيًّا مِنَ الْأَنْبِيَاءِ، فَأَمَرَ بِقَرْيَةِ النَّمْلِ فَأُحْرِقَتْ، فَأَوْحَى اللّٰهُ إِلَيْهِ، أَنْ قَرَصَتْكَ نَمْلَةٌ أَحْرَقْتَ أُمَّةً مِنَ الْأُمَمِ تُسَبِّحُ اللّٰهَ؟[انظر: ٣٣١٩]

بَابُ حَرْقِ الدُّوْرِ وَالنَّخِيْلِ

گھروں اور کھجور کے درختوں کو جلانا

دشمن کے علاقہ کو اجاڑنا، پل توڑنا، ریل کی لائنیں اکھاڑنا، باغات کاٹ دینا، کھیتوں میں آگ لگا دینا: اگر جنگی مصلحت ہو تو ایسا کرنا جائز ہے، اور باب کی پہلی حدیث میں ذوالخلصہ مندر میں آگ لگانے کا ذکر ہے، یہ گھروں کو جلانے کی مثال ہے، اور دوسری حدیث میں بنو نضیر کے باغات میں آگ لگانے کا ذکر ہے، یہ نخیل کو جلانے کی مثال ہے۔

[١٥٤-] بَابُ حَرْقِ الدُّوْرِ وَالنَّخِيْلِ

[٣٠٢٠-] حدثنا مُسَدَّدٌ، ثَنَا يَحْيىَ، عَنْ إِسْمَاعِيْلَ، ثَنِىْ قَيْسُ بْنُ أَبِىْ حَازِمٍ، قَالَ: قَالَ جَرِيْرٌ: قَالَ لِىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم:" أَلَا تُرِيْحُنِىْ مِنْ ذِى الْخَلَصَةِ؟" وَكَانَ بَيْتًا فِىْ خَثْعَمَ يُسَمَّى كَعْبَةَ الْيَمَانِيَةِ، قَالَ: فَانْطَلَقْتُ فِىْ خَمْسِيْنَ وَمِائَةِ فَارِسٍ مِنْ أَحْمَسَ، وَكَانُوْا أَصْحَابَ خَيْلٍ، قَالَ: وَكُنْتُ لَا أَثْبُتُ عَلَى الْخَيْلِ، فَضَرَبَ فِىْ صَدْرِىْ حَتَّى رَأَيْتُ أَثَرَ أَصَابِعِهِ فِىْ صَدْرِىْ وَقَالَ:" اللّٰهُمَّ ثَبِّتْهُ وَاجْعَلْهُ هَادِيًا مَهْدِيًّا" فَانْطَلَقَ إِلَيْهَا فَكَسَرَهَا وَحَرَّقَهَا، ثُمَّ بَعَثَ إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم بِخَبَرِهِ فَقَالَ رَسُوْلُ جَرِيْرٍ: وَالَّذِىْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ! مَا جِئْتُكَ حَتَّى تَرَكْتُهَا كَأَنَّهُ جَمَلٌ أَجْوَفُ أَوْ:

أَجْرَبُ. قَالَ: فَبَارَكَ فِي خَيْلِ أَحْمَسَ وَرِجَالِهَا خَمْسَ مَرَّاتٍ.

[انظر: ٣٠٣٦، ٣٠٧٦، ٣٨٢٣، ٤٣٥٥، ٤٣٥٦، ٤٣٥٧، ٦٠٨٩، ٦٣٣٣]

[٣٠٢١-] حدثنا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيْرٍ، أَنَا سُفْيَانُ، عَنْ مُوْسَى بْنِ عُقْبَةَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: حَرَّقَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم نَخْلَ بَنِي النَّضِيْرِ. [راجع: ٢٣٢٦]

حدیث (۱): حضرت جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: مجھ سے نبی ﷺ نے فرمایا: کیا آپ مجھے آرام نہیں پہنچاتے ذوالخلصہ مندر سے؟ اور وہ قبیلہ خثعم کا مندر تھا، جو یمنی کعبہ کہلاتا تھا، یعنی مکہ کے کعبہ کے مقابل بنایا گیا تھا، حضرت جریرؓ کہتے ہیں: میں قبیلہ احمس کے ڈیڑھ سو شہسواروں کے ساتھ چلا، اور وہ سب شہسواری کے ماہر تھے، حضرت جریرؓ کہتے ہیں: اور میں گھوڑے پر جم کر بیٹھ نہیں سکتا تھا، پس نبی ﷺ نے میرے سینہ پر ہاتھ مارا، یہاں تک کہ میں نے آپؐ کی انگلیوں کے نشان اپنے سینہ پر دیکھے، اور آپؐ نے فرمایا: **اللّٰهُمَّ ثَبِّتْهُ**: اے اللہ اس کو جمادے، **وَاجْعَلْهُ هَادِيًا مَهْدِيًّا**: اور اس کو راہ نما اور راہ یاب بنا، پس میں اس مندر کی طرف چلا، پس اس کو توڑ دیا اور اس کو جلا دیا، پھر حضرت جریرؓ نے اس کی خبر نبی ﷺ کے پاس بھیجی، حضرت جریرؓ کے پیغامبر نے کہا: قسم ہے اس ذات کی جس نے آپؐ کو دینِ حق کے ساتھ بھیجا ہے! نہیں آیا ہوں میں آپؐ کے پاس یہاں تک کہ چھوڑ دیا ہے میں نے اس کو گویا وہ کھوکھلا اونٹ ہے یا خارشتی اونٹ ہے (جس پر تارکول پھیر دیا گیا ہو، جس سے اونٹ کالا ہو جاتا ہے) حضرت جریرؓ کہتے ہیں: نبی ﷺ نے احمس کے گھوڑ سواروں کے لئے اور پیدل فوج کے لئے پانچ مرتبہ برکت کی دعا فرمائی!

بَابُ قَتْلِ الْمُشْرِكِ النَّائِمِ

سوتے ہوئے مشرک کو قتل کرنا

مشرک سویا ہوا ہو اور اسی حالت میں اس کو قتل کر دیا جائے تو جائز ہے، ابورافع عبداللہ (سلام) بن ابی الحُقیق حجاز کا بڑا یہودی تاجر تھا اور مسلمانوں کے خلاف مکہ والوں کی مدد کرتا تھا۔ نبی ﷺ نے اس کو قتل کرنے کے لئے پانچ آدمی بھیجے، انھوں نے سوتے ہوئے اس کو قتل کیا، اس سریہ کے امیر حضرت عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ تھے جو جنگ یمامہ میں شہید ہوئے۔

[١٥٥-] بَابُ قَتْلِ الْمُشْرِكِ النَّائِمِ

[٣٠٢٢-] حدثنا عَلِيُّ بْنُ مُسْلِمٍ، ثَنَا يَحْيَى بْنُ زَكَرِيَّاءَ بْنِ أَبِي زَائِدَةَ، ثَنِي أَبِي، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ، قَالَ: بَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم رَهْطًا مِنَ الْأَنْصَارِ إِلَى أَبِي رَافِعٍ لِيَقْتُلُوْهُ، فَانْطَلَقَ رَجُلٌ مِنْهُمْ فَدَخَلَ حِصْنَهُمْ، قَالَ: فَدَخَلْتُ فِي مَرْبَطِ دَوَابَّ لَهُمْ، قَالَ: وَأَغْلَقُوْا بَابَ

الْحِصْنِ، ثُمَّ إِنَّهُمْ فَقَدُوْا حِمَارًا لَّهُمْ، فَخَرَجُوْا يَطْلُبُوْنَهُ، فَخَرَجْتُ فِيْمَنْ خَرَجَ، أُرِيْهِمْ أَنَّنِىْ أَطْلُبُهُ مَعَهُمْ، فَوَجَدُوْا الْحِمَارَ فَدَخَلُوْا وَدَخَلْتُ، وَأَغْلَقُوْا بَابَ الْحِصْنِ لَيْلاً، فَوَضَعُوْا الْمَفَاتِيْحَ فِىْ كُوَّةٍ حَيْثُ أَرَاهَا، فَلَمَّا نَامُوْا أَخَذْتُ الْمَفَاتِيْحَ فَفَتَحْتُ بَابَ الْحِصْنِ، ثُمَّ دَخَلْتُ عَلَيْهِ، فَقُلْتُ: يَا أَبَا رَافِعٍ! فَأَجَابَنِىْ، فَتَعَمَّدْتُ الصَّوْتَ فَضَرَبْتُهُ فَصَاحَ، فَخَرَجْتُ ثُمَّ رَجَعْتُ كَأَنِّىْ مُغِيْثٌ، فَقُلْتُ: يَا أَبَا رَافِعٍ! وَغَيَّرْتُ صَوْتِىْ، فَقَالَ: مَالَكَ لِأُمِّكَ الْوَيْلُ، قُلْتُ: مَا شَأْنُكَ؟ قَالَ: لاَ أَدْرِىْ مَنْ دَخَلَ عَلَىَّ فَضَرَبَنِىْ، قَالَ: فَوَضَعْتُ سَيْفِىْ فِىْ بَطْنِهِ، ثُمَّ تَحَامَلْتُ عَلَيْهِ حَتَّى قَرَعَ الْعَظْمَ، ثُمَّ خَرَجْتُ وَأَنَا دَهِشٌ، فَأَتَيْتُ سُلَّمًا لَهُمْ لِأَنْزِلَ مِنْهُ فَوَقَعْتُ، فَوُثِئَتْ رِجْلِىْ، فَخَرَجْتُ إِلٰى أَصْحَابِىْ، فَقُلْتُ: مَا أَنَا بِبَارِحٍ حَتَّى أَسْمَعَ الْوَاعِيَةَ، فَمَا بَرِحْتُ حَتَّى سَمِعْتُ نَعَايَا أَبِىْ رَافِعٍ تَاجِرِ أَهْلِ الْحِجَازِ، قَالَ: فَقُمْتُ وَمَا بِىْ قَلَبَةٌ حَتَّى أَتَيْنَا النَّبِىَّ صلى الله عليه وسلم فَأَخْبَرْنَاهُ. [انظر: ۳۰۲۳، ۴۰۳۸، ۴۰۳۹، ۴۰۴۰]

[۳۰۲۳-] حدثنا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، ثَنَا يَحْيىَ بْنُ آدَمَ، ثَنَا يَحْيىَ بْنُ أَبِىْ زَائِدَةَ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ أَبِىْ إِسْحَاقَ، عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ، قَالَ: بَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم رَهْطًا مِنَ الْأَنْصَارِ إِلٰى أَبِىْ رَافِعٍ، فَدَخَلَ عَلَيْهِ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَتِيْكٍ بَيْتَهُ لَيْلاً، فَقَتَلَهُ وَهُوَ نَائِمٌ. [راجع: ۳۰۲۲]

ترجمہ: نبی ﷺ نے انصار کی ایک جماعت کو ابورافع کی طرف بھیجا تاکہ وہ اس کو قتل کریں، پس ان میں سے ایک آدمی چلا اور وہ ان کے قلعہ میں داخل ہوا، وہ کہتے ہیں: پس میں ان کے جانوروں کے باندھنے کی جگہ میں داخل ہوا، یعنی وہاں جا کر چھپ گیا، وہ کہتے ہیں: اور انھوں نے قلعہ کا دروازہ بند کر دیا پھر انھوں نے اپنا ایک گدھا گم پایا، پس اس کو ڈھونڈھنے کے لئے نکلے، پس میں بھی ان کے ساتھ نکلا، میں ان کو دکھلا رہا تھا کہ میں بھی ان کے ساتھ گدھے کو ڈھونڈ رہا ہوں، پس انھوں نے گدھا پایا اور قلعہ میں داخل ہوئے، میں بھی داخل ہوا، اور رات میں انھوں نے قلعہ کا دروازہ بند کر دیا، اور چابیاں روشن دان میں رکھیں، جس کو میں دیکھ رہا تھا، پس جب وہ سو گئے تو میں نے چابیاں لیں اور قلعہ کا دوازہ کھول دیا، پھر میں ابورافع پر داخل ہوا اور میں نے پکارا: اوابورافع! اس نے مجھے جواب دیا، پس میں نے آواز کا قصد کیا اور اس کو تلوار ماری، وہ چلایا پس میں نکل گیا، پھر میں لوٹا گویا میں فریادرس ہوں، پس میں نے کہا: اے ابورافع! اور میں نے اپنی آواز بدل لی، اس نے کہا: کیا بات ہے تیری ماں برباد ہو (یہ محاورہ ہے، بے تکلفی کے موقع پر بولا جاتا ہے، بددعا مقصود نہیں ہوتی) میں نے کہا: تیرا کیا حال ہے؟ اس نے کہا: معلوم نہیں کون میرے کمرے میں گھسا اور اس نے مجھے تلوار ماری، راوی کہتے ہیں: پس میں نے اپنی تلوار اس کے پیٹ میں رکھی، پھر میں اس پر جھک گیا، یہاں تک کہ ہڈی چرچرائی، پس میں نکلا درانحالیکہ میں گھبرایا ہوا تھا، میں ان کی سیڑھی پر آیا تاکہ اس سے اتروں، پس میں گر پڑا، میرے پیر میں موچ آگئی، پس میں اپنے ساتھیوں کی طرف نکلا، اور میں نے کہا: میں یہاں سے ہٹنے والا نہیں جب تک موت کا اعلان نہ سنوں، پس میں برابر رہا

یہاں تک کہ میں نے سنے حجاز کے تاجر ابورافع کی موت کے اعلانات، راوی کہتے ہیں: پس میں کھڑا ہوا درانحالیکہ مجھے کوئی بیماری نہیں تھی، یہاں تک کہ ہم نبی ﷺ کے پاس پہنچے۔

تشریح: روایت کے آخر میں تقدیم وتاخیر ہے، حضرت عبداللہؓ کے پیر میں چوٹ آئی تھی، انھوں نے عمامہ سے پنڈلی باندھ لی، پھر اسی حالت میں نبی ﷺ کے پاس پہنچے اور ابورافع کے قتل کی خبر دی اور ان کے ساتھ جو حادثہ پیش آیا تھا وہ بھی بتایا، آپؐ نے فرمایا: پیر لمبا کرو، آپؐ نے پنڈلی پر ہاتھ پھیرا اور دم کیا پس وہ اٹھے گویا انہیں کوئی تکلیف نہیں۔ اور ابورافع خیبر میں رہتا تھا، وہاں جاکر اس سریہ نے اس کو قتل کیا تھا۔

لغات: مَرْبَط: اصطبل، گھوڑے اور چوپایوں کو باندھنے کی جگہ، جمع مَرَابِطْ.......... الكُوَّة: دیوار میں روشن دان .... قَرَعَ الْبَابَ: دروازہ کھٹکھٹایا، قَرَعَ الْعظمَ: ہڈی کو توڑا ....وُثِئَ الرجلُ: پیر میں موچ آ گئی .... الوَاعية: مردہ پر رونا پیٹنا..........النَّعْيّ: جس کی موت کی اطلاع دی جائے، جمع نَعَايَا..........قَلَبَة: کوئی بھی بیماری، خاص طور پر دل کی بیماری۔

بَابٌ: لاَتَمَنَّوْا لِقَاءَ الْعَدُوِّ

دشمن سے مڈبھیڑ کی تمنا مت کرو

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: لَأَنْ أُعَافٰی فَأَشْكُرَ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أُبْتَلٰی فَأَصْبِرَ: میں عافیت میں رہوں اور شکر بجالاؤں یہ مجھے زیادہ پسند ہے اس سے کہ مصیبت میں مبتلا کیا جاؤں اور صبر کروں، اور دشمن سے مقابلہ کا انجام کیا ہوگا؟ یہ کسی کو معلوم نہیں! اور خود اعتمادی اور طاقت پر بھروسہ اور دشمن کو کچھ نہ سمجھنا احتیاط اور چوکنا پن کے خلاف ہے، اس لئے جنگ کی آرزو نہیں کرنی چاہئے، لیکن جب جنگ سر پے آپڑے تو ہمت مرداں مددِ خدا! اور حدیثیں دونوں وہی ہیں جو پہلے گذری ہیں، جن کو خواہ مخواہ دو حدیثیں بنایا ہے، دوسری حدیث کے آخر میں ہے: لاَتَمَنَّوْا لِقَاءَ الْعَدُوِّ: اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں بھی یہی مضمون ہے۔

[۱۵٦-] بَابٌ: لاَتَمَنَّوْا لِقَاءَ الْعَدُوِّ

[۳۰۲٤-] حدثنا يُوْسُفُ بْنُ مُوْسَى، حَدَّثَنَا عَاصِمُ بْنُ يُوْسُفَ الْيَرْبُوْعِيُّ، ثَنَا أَبُوْ إِسْحَاقَ الْفَزَارِيُّ، عَنْ مُوْسَى بْنُ عُقْبَةَ، حَدَّثَنِيْ سَالِمٌ أَبُوْ النَّضْرِ مَوْلٰى عُمَرَ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ، كُنْتُ كَاتِبًا لَهُ، قَالَ: كَتَبَ إِلَيْهِ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أَبِيْ أَوْفٰى حِيْنَ خَرَجَ إِلَى الْحَرُوْرِيَّةِ فَقَرَأْتُهُ، فَإِذَا فِيْهِ: إِنَّ رَسُوْلَ اللهِ صلى الله عليه وسلم فِيْ بَعْضِ أَيَّامِهِ الَّتِيْ لَقِيَ فِيْهَا الْعَدُوَّ انْتَظَرَ حَتّٰى مَالَتِ الشَّمْسُ. [راجع: ۲۸۱۸]

[۳۰۲۵-] ثُمَّ قَامَ فِي النَّاسِ، فَقَالَ:" يَا أَيُّهَا النَّاسُ! لَاتَمَنَّوْا لِقَاءَ الْعَدُوِّ، وَسَلُوْا اللّٰهَ الْعَافِيَةَ، فَإِذَا لَقِيْتُمُوْهُمْ فَاصْبِرُوْا، وَاعْلَمُوْا أَنَّ الْجَنَّةَ تَحْتَ ظِلَالِ السُّيُوْفِ" ثُمَّ قَالَ:" اللّٰهُمَّ مُنْزِلَ الْكِتَابِ، وَمُجْرِيَ السَّحَابِ، وَهَازِمَ الْأَحْزَابِ اهْزِمْهُمْ وَانْصُرْنَا عَلَيْهِمْ"

وَقَالَ مُوْسَى بْنُ عُقْبَةَ: ثَنِيْ سَالِمٌ أَبُوْ النَّضْرِ: كُنْتُ كَاتِبًا لِعُمَرَ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ، فَأَتَاهُ كِتَابُ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ أَبِيْ أَوْفٰى، أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ:" لَاتَمَنَّوْا لِقَاءَ الْعَدُوِّ"[راجع: ۲۹۳۳]

[۳۰۲۶-] وَقَالَ أَبُوْ عَامِرٍ، ثَنَا مُغِيْرَةُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم، قَالَ:" لَا تَتَمَنَّوْا لِقَاءَ الْعَدُوِّ وَإِذَا لَقِيْتُمُوْهُمْ فَاصْبِرُوْا"

بَابٌ: اَلْحَرْبُ خَدْعَةٌ

جنگ ایک چال ہے

خُدْعَةٌ: (خا پر پیش اور دال ساکن) اور خَدَعَة: (بفتحتین) دونوں درست ہیں، جیسے مناظرہ ایک چال ہے، جو مناظر چال چل جائے اور مقابل کو دھوکہ دیدے وہی کامیاب ہوتا ہے، اسی طرح جنگ بھی ایک چال ہے، نبی ﷺ نے فرمایا: جب کسری کی حکومت ختم ہوگی تو پھر اس کے بعد کوئی کسری نہیں ہوگا، یعنی جب ایران کی حکومت ختم ہوجائے گی تو قیامت تک کے لئے ختم ہوجائے گی، اور قیصر (روم کا بادشاہ) ضرور ہلاک ہوگا، پھر اس کے بعد (اس شان کا) کوئی قیصر نہیں آئے گا، اور تم ضرور ان دونوں کے خزانے راہِ خدا میں بانٹو گے۔ اور نبی ﷺ نے جنگ کو ایک چال قرار دیا، اور دوسری حدیث میں امام بخاری رحمہ اللہ کے استاذ ابوبکر ہیں ان کا نام بُور ہے۔

[۱۵۷-] بَابٌ: اَلْحَرْبُ خَدْعَةٌ

[۳۰۲۷-] حدثنا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، ثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ هَمَّامٍ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم، قَالَ:" هَلَكَ كِسْرَى، ثُمَّ لَايَكُوْنُ كِسْرَى بَعْدَهُ، وَقَيْصَرُ لَيَهْلِكَنَّ، ثُمَّ لَايَكُوْنُ قَيْصَرُ بَعْدَهُ، وَلَتُقْسَمَنَّ كُنُوْزُهُمَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ"[انظر: ۳۱۲۰، ۳۶۱۸، ۶۶۳۰]

[۳۰۲۸-] وَسَمَّى الْحَرْبَ الْخُدْعَةَ.[انظر: ۳۰۲۹]

[۳۰۲۹-] حدثنا أَبُوْ بَكْرِ بْنُ أَصْرَمَ، أَنَا عَبْدُ اللّٰهِ، أَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ، قَالَ: سَمَّى النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم الْحَرْبَ خُدْعَةً.[راجع: ۳۰۲۸] قَالَ أَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ: أَبُوْ بَكْرٍ هُوَ بُوْرُ بْنُ أَصْرَمَ.

[۳۰۳۰-] حدثنا صَدَقَةُ بْنُ الْفَضْلِ، أَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ عَمْرٍو: سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صلی الله علیه وسلم: "الْحَرْبُ خَدَعَةٌ"

بَابُ الْكَذِبِ فِي الْحَرْبِ

جنگ میں جھوٹ بولنا

یہ ذیلی باب ہے، جنگ میں دھوکہ دینے کے لئے صریح جھوٹ بول سکتے ہیں یا نہیں؟ اور باب میں حدیث لائے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: کوئی ہے جو کعب بن اشرف کو نمٹا دے وہ اللہ اور رسول کو تکلیف پہنچاتا ہے؟ محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے کہا: کیا آپؐ اس کو پسند کرتے ہیں اے اللہ کے رسول کہ میں اسے قتل کروں؟ آپؐ نے فرمایا: ہاں، چنانچہ وہ اس کے پاس گئے اور اس سے کہا: ان صاحب (نبی ﷺ) نے ہمیں پریشان کر دیا (عَنَّانَا: أَتْعَبَنَا) روز روز چندہ مانگتے ہیں، کعب نے کہا: اور بھی بخدا! تم ضرور رنجیدہ ہوؤ گے، یعنی ابھی ابتدائے عشق ہے گھبراتا ہے کیا، آگے آگے دیکھ ہوتا ہے کیا؟ محمد بن مسلمہؓ نے کہا: اب جبکہ ہم نے ان کی پیروی کر لی تو جلدی سے ان کو چھوڑنا نہیں چاہتے، دیکھنا ہے کہ اونٹ کس کروٹ بیٹھتا ہے؟ اس طرح وہ اس سے بات کرتے رہے یہاں تک کہ اس پر قابو پالیا اور اس کو قتل کر دیا، یہ حدیث پہلے بھی آئی ہے اس میں غور کرو: یہ صریح جھوٹ ہے یا توریہ؟ میرا خیال ہے کہ یہ صاف خلاف واقعہ بات کہی ہے، پس جنگ میں ایسی باتیں کہی جا سکتی ہیں۔

[۱۵۸-] بَابُ الْكَذِبِ فِي الْحَرْبِ

[۳۰۳۱-] حدثنا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ، ثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، أَنَّ النَّبِيَّ صلی الله علیه وسلم قَالَ: "مَنْ لِكَعْبِ بْنِ الْأَشْرَفِ فَإِنَّهُ قَدْ آذَى اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ؟" قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ مَسْلَمَةَ: أَتُحِبُّ أَنْ أَقْتُلَهُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ: "نَعَمْ" قَالَ: فَأَتَاهُ، فَقَالَ: إِنَّ هٰذَا - يَعْنِي النَّبِيَّ صلی الله علیه وسلم- قَدْ عَنَّانَا، وَسَأَلَنَا الصَّدَقَةَ، قَالَ: فَقَالَ: وَأَيْضًا وَاللّٰهِ لَتَمَلُّنَّهُ، قَالَ: فَإِنَّا قَدْ اتَّبَعْنَاهُ فَنَكْرَهُ أَنْ نَدَعَهُ حَتَّى نَنْظُرَ إِلٰى مَا يَصِيْرُ أَمْرُهُ، قَالَ: فَلَمْ يَزَلْ يُكَلِّمُهُ حَتَّى اسْتَمْكَنَ مِنْهُ فَقَتَلَهُ. [راجع: ۲۵۱۰]

بَابُ الْفَتْكِ بِأَهْلِ الْحَرْبِ

دشمن کو غافل رکھ کر قتل کرنا

یہ بھی ذیلی باب ہے اور وہی کعب بن اشرف کا واقعہ لائے ہیں، محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے اس کے ساتھ ایسی باتیں

کیں کہ وہ رتجھ گیا، پس اس کا کام تمام کردیا، جنگ میں ایسا کرنا جائز ہے۔

[۱۵۹-] بَابُ الْفَتْكِ بِأَهْلِ الْحَرْبِ

[۳۰۳۲-] حدثنا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، ثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَمْرٍو، عَنْ جَابِرٍ، عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم قَالَ: "مَنْ لِكَعْبِ بْنِ الْأَشْرَفِ؟" فَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ مَسْلَمَةَ: أَتُحِبُّ أَنْ أَقْتُلَهُ؟ قَالَ: "نَعَمْ" قَالَ: فَأْذَنْ لِيْ فَأَقُوْلَ، قَالَ: "قَدْ فَعَلْتُ"[راجع: ۲۵۱۰]

بَابُ مَايَجُوْزُ مِنَ الِاحْتِيَالِ وَالْحَذَرِ مَعَ مَنْ تُخْشَى مَعَرَّتُهُ

حیلہ کرنا اور چوکنا رہنا اس شخص سے جس کے شر کا اندیشہ ہے

یہ بھی ذیلی باب ہے۔ احتیال: حیلہ کرنا، تدبیر کرنا، الحَذَر: چوکنا رہنا، مَعَرَّة: شر وفساد، جس شخص کی شرارت اور شر وفساد کا اندیشہ ہو اس سے ہوشیار رہنا اور کسی تدبیر سے اس کو نمٹا دینا جائز ہے۔ اور باب میں ابن صیاد کا واقعہ ہے، نبی ﷺ درختوں کی اوٹ میں جا رہے تھے: یہ احتیال ہے، اور چپکے سے اس کی بات سننا چاہتے تھے: یہ چوکنا پن ہے، آپؐ ایسا اس لئے کررہے تھے کہ اس کے شر وفساد کا اندیشہ تھا: بڑا ہوکر معلوم نہیں کیا اودھم مچائے گا۔

[۱۶۰-] بَابُ مَايَجُوْزُ مِنَ الِاحْتِيَالِ وَالْحَذَرِ مَعَ مَنْ تُخْشَى مَعَرَّتُهُ

[۳۰۳۳-] وَقَالَ اللَّيْثُ: ثَنِيْ عُقَيْلٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ، قَالَ: انْطَلَقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم وَمَعَهُ أُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ قِبَلَ ابْنِ صَيَّادٍ، فَحُدِّثَ بِهِ فِيْ نَخْلٍ، فَلَمَّا دَخَلَ عَلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم النَّخْلَ طَفِقَ يَتَّقِيْ بِجُذُوْعِ النَّخْلِ، وَابْنُ صَيَّادٍ فِيْ قَطِيْفَةٍ لَهُ، فِيْهَا رَمْرَمَةٌ، فَرَأَتْ أُمُّ ابْنِ صَيَّادٍ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم فَقَالَتْ: يَاصَافُ! هٰذَا مُحَمَّدٌ، فَوَثَبَ ابْنُ صَيَّادٍ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: "لَوْ تَرَكَتْهُ بَيَّنَ"[راجع: ۱۳۵۵]

قوله: فَحُدِّثَ بِهِ فِيْ نَخْلٍ: آپؐ کو بتایا گیا کہ وہ کھجور کے باغ میں ہے۔

بَابُ الرَّجْزِ فِي الْحَرْبِ وَرَفْعِ الصَّوْتِ فِيْ حَفْرِ الْخَنْدَقِ

جنگ میں رجز اور خندق کی کھدائی میں زور سے رجز پڑھنا

رجز شعر ہے یا نہیں؟ اس میں اختلاف ہے، لیکن اتنی بات طے ہے کہ رجز اشعار کی ایک بحر ہے، اس کا اصل وزن چھ

دفعہ مُسْتَفْعِلُن ہے، جنگ میں رجز پڑھ سکتے ہیں، اس سے جوش پیدا ہوتا ہے، جب خندق کھودی جا رہی تھی تو زور سے رجز پڑھا جا رہا تھا، تقسیم ہند کے زمانہ میں پاکستان کے حامی یہ رجز پڑھتے تھے: ہندو ہندو شور مچا کر، اپنے بھائی پے رعب جما کر، لے کہ رہیں گے پاکستان (پاکستان کھینچ کر بولتے تھے)

اور حضرت سہل رضی اللہ عنہ کی حدیث غزوۂ خندق (حدیث ۴۰۹۸) میں آئے گی، اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث پہلے (۲۸۳۵) گذری ہے۔ اور خندق کھودنے کے باب میں بھی کتاب المغازی میں آئے گی، اور حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ کی حدیث آگے (حدیث ۴۱۹۶) آئے گی۔ اور باب کی حدیث پہلے گذری ہے۔

[١٦١-] بَابُ الرَّجْزِ فِي الْحَرْبِ، وَرَفْعِ الصَّوْتِ فِيْ حَفْرِ الْخَنْدَقِ

فِيْهِ سَهْلٌ، وَأَنَسٌ، عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم، وَفِيْهِ يَزِيْدُ، عَنْ سَلَمَةَ.

[٣٠٣٤-] حدثنا مُسَدَّدٌ، ثَنَا أَبُوْ الْأَحْوَصِ، ثَنَا أَبُوْ إِسْحَاقَ، عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ، قَالَ: رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم يَوْمَ الْخَنْدَقِ، وَهُوَ يَنْقُلُ التُّرَابَ حَتّٰى وَارَى التُّرَابُ شَعْرَ صَدْرِهِ، وَكَانَ رَجُلاً كَثِيْرَ الشَّعْرِ، وَهُوَ يَرْتَجِزُ بِرَجْزِ عَبْدِ اللّٰهِ:

اللّٰهُمَّ لَوْلَا أَنْتَ مَا اهْتَدَيْنَا ۞ وَلَا تَصَدَّقْنَا وَلَا صَلَّيْنَا
فَأَنْزِلَنْ سَكِيْنَةً عَلَيْنَا ۞ وَثَبِّتِ الْأَقْدَامَ إِنْ لَاقَيْنَا
إِنَّ الْأَعْدَاءَ قَدْ بَغَوْا عَلَيْنَا ۞ إِذَا أَرَادُوْا فِتْنَةً أَبَيْنَا

يَرْفَعُ بِهَا صَوْتَهُ. [راجع: ٢٨٣٦]

بَابٌ: مَنْ لَا يَثْبُتُ عَلَى الْخَيْلِ

جو گھوڑے پر جم کر نہیں بیٹھ سکتا

وہ کسی بزرگ سے دعا کرائے، حضرت جریر رضی اللہ عنہ گھوڑے پر جم کر نہیں بیٹھ سکتے تھے، ان کے لئے نبی ﷺ نے دعا کی: اللّٰهُمَّ ثَبِّتْه: اے اللہ اس کو گھوڑے پر جما دے، چنانچہ وہ اس دعا کے بعد شہسوار بن گئے۔

[١٦٢-] بَابٌ: مَنْ لَا يَثْبُتُ عَلَى الْخَيْلِ

[٣٠٣٥-] حدثنا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ، ثَنَا ابْنُ إِدْرِيْسَ، عَنْ إِسْمَاعِيْلَ، عَنْ قَيْسٍ، عَنْ جَرِيْرٍ، قَالَ: مَا حَجَبَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم مُنْذُ أَسْلَمْتُ، وَلَا رَآنِيْ إِلَّا تَبَسَّمَ فِيْ وَجْهِيْ.

[انظر: ٣٨٢٢، ٦٠٩٠]

[۳۰۳۶-] وَلَقَدْ شَكَوْتُ إِلَيْهِ أَنِّيْ لاَ أَثْبُتُ عَلَى الْخَيْلِ، فَضَرَبَ بِيَدِهِ فِيْ صَدْرِيْ، وَقَالَ:" اللّٰهُمَّ ثَبِّتْهُ وَاجْعَلْهُ هَادِيًا مَهْدِيًّا"[راجع: ۳۰۲۰]

بَابُ دَوَاءِ الْجُرْحِ بِإِحْرَاقِ الْحَصِيْرِ إلخ

(۱) چٹائی کی راکھ زخم میں بھرنا (۲) عورت کا اپنے باپ کے چہرے کو دھونا (۳) ڈھال میں پانی لانا

باب میں تین باتیں ہیں، اور تینوں واضح ہیں، جنگ احد میں حضرت علی رضی اللہ عنہ ڈھال میں پانی لا رہے تھے، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا چہرۂ مبارک دھو رہی تھیں، جب خون نہ رکا تو چٹائی جلا کر اس کی راکھ زخم میں بھری گئی، اور باب کا مقصد یہ ہے کہ جہاد میں زخمیوں کا علاج کرنا چاہئے، اور یہ خیال صحیح نہیں کہ زخمی کو مرنے دو تاکہ شہادت سے سرفراز ہو۔

[۱۶۳-] بَابُ دَوَاءِ الْجُرْحِ بِإِحْرَاقِ الْحَصِيْرِ ، وَغَسْلِ الْمَرْأَةِ عَنْ أَبِيْهَا الدَّمَ عَنْ وَجْهِهِ، وَحَمْلِ الْمَاءِ فِي التُّرْسِ

[۳۰۳۷-] حدثنا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، ثَنَا سُفْيَانُ، ثَنَا أَبُوْ حَازِمٍ، قَالَ: سَأَلُوْا سَهْلَ بْنَ سَعْدٍ السَّاعِدِيَّ: بِأَيِّ شَيْئٍ دُوْوِيَ جُرْحُ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم؟ فَقَالَ: مَا بَقِيَ مِنَ النَّاسِ أَحَدٌ أَعْلَمُ بِهِ مِنِّيْ، كَانَ عَلِيٌّ يَجِيْءُ بِالْمَاءِ فِيْ تُرْسِهِ، وَكَانَتْ- يَعْنِيْ فَاطِمَةَ- تَغْسِلُ الدَّمَ عَنْ وَجْهِهِ، وَأُخِذَ حَصِيْرٌ فَأُحْرِقَ، ثُمَّ حُشِيَ بِهِ جُرْحُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم.[راجع: ۲۴۳]

بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنَ التَّنَازُعِ وَالِاخْتِلَافِ فِي الْحَرْبِ، وَعُقُوْبَةِ مَنْ عَصَى إِمَامَهُ

جنگ میں جھگڑنا اور امیر کی بات نہ ماننا مکروہ ہے، اور جو امیر کی نافرمانی کرے اس کی سزا

جنگ میں سب سے زیادہ اہمیت ڈسپلن (نظم وضبط) کی ہے، فوج ایک بات پر متفق ہو اور امیر کے حکم کی اطاعت کرے تو کامیابی کی امید کی جاسکتی ہے، اور اگر فوجیوں میں اختلاف ہو یا کمانڈر کی بات نہ مانی جائے تو کامیابی مشکل ہے۔ سورۃ الانفال آیت ۴۶ میں ہے: ''نزاع مت کرو ورنہ کم ہمت ہوجاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی'' ریحؐ سے مراد جنگ ہے، یعنی ناکامی کا منہ دیکھنا پڑے گا۔

حدیث (۱): جب یمن اسلامی حکومت میں آگیا تو اس کے دو پرگنے بنائے گئے، اور حضرت معاذ اور حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہما کو گورنر بنا کر بھیجا، اور دونوں کو ہدایت دی کہ آسانی کرنا، دشواری نہ کرنا، خوشخبری سنانا، بدکانا نہیں، اور

دونوں متفق رہنا، آپس میں جھگڑنا نہیں (یہ حدیث پہلے گذری ہے)

حدیث (۲): جنگ احد میں حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ کو پچاس تیراندازوں کے ساتھ ایک پہاڑی پر مقرر کیا تھا، اور ہدایت دی تھی کہ ہم جیتیں یا ہاریں تمہیں وہاں سے نہیں ہٹنا، پھر جب جنگ میں کامیابی ہوئی تو بعض نے حکم عدولی کی، پس جنگ کا پانسہ پلٹ گیا اور شکست کا منہ دیکھنا پڑا۔

[١٦٤-] بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنَ التَّنَازُعِ وَالِاخْتِلَافِ فِي الْحَرْبِ، وَعُقُوْبَةِ مَنْ عَصَى إِمَامَهُ

وَقَالَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى: ﴿وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ﴾[الأنفال: ٤٦] يَعْنِي الْحَرْبَ.

[٣٠٣٨-] حدثنا يَحْيىَ، ثَنَا وَكِيْعٌ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ أَبِيْ بُرْدَةَ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ جَدِّهِ: أَنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم بَعَثَ مُعَاذًا وَأَبَا مُوْسَى إِلَى الْيَمَنِ، فَقَالَ:" يَسِّرَا وَلَا تُعَسِّرَا، وَبَشِّرَا وَلَا تُنَفِّرَا، وَتَطَاوَعَا وَلَا تَخْتَلِفَا"[راجع: ٢٢٦١]

[٣٠٣٩-] حدثنا عَمْرُو بْنُ خَالِدٍ، ثَنَا زُهَيْرٌ، ثَنَا أَبُوْ إِسْحَاقَ، قَالَ: سَمِعْتُ الْبَرَاءَ بْنَ عَازِبٍ يُحَدِّثُ قَالَ: جَعَلَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم عَلَى الرَّجَّالَةِ يَوْمَ أُحُدٍ، وَكَانُوْا خَمْسِيْنَ رَجُلًا، عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ جُبَيْرٍ، فَقَالَ:" إِنْ رَأَيْتُمُوْنَا تَخْطَفُنَا الطَّيْرُ فَلَا تَبْرَحُوْا مَكَانَكُمْ هٰذَا حَتَّى أُرْسِلَ إِلَيْكُمْ، وَإِنْ رَأَيْتُمُوْنَا هَزَمْنَا الْقَوْمَ وَأَوْطَأْنَاهُمْ فَلَا تَبْرَحُوْا حَتَّى أُرْسِلَ إِلَيْكُمْ" فَهَزَمُوْهُمْ، قَالَ: فَأَنَا وَاللّٰهِ رَأَيْتُ النِّسَاءَ يَشْدُدْنَ، قَدْ بَدَتْ خَلَاخِيْلُهُنَّ وَسُوْقُهُنَّ رَافِعَاتٍ ثِيَابَهُنَّ، فَقَالَ أَصْحَابُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ جُبَيْرٍ: الْغَنِيْمَةَ أَيْ قَوْمِ الْغَنِيْمَةَ، ظَهَرَ أَصْحَابُكُمْ فَمَا تَنْتَظِرُوْنَ؟ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ جُبَيْرٍ: أَنَسِيْتُمْ مَا قَالَ لَكُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم؟ قَالُوْا: وَاللّٰهِ لَنَأْتِيَنَّ النَّاسَ فَلَنُصِيْبَنَّ مِنَ الْغَنِيْمَةِ، فَلَمَّا أَتَوْهُمْ صُرِفَتْ وُجُوْهُهُمْ فَأَقْبَلُوْا مُنْهَزِمِيْنَ، فَذَاكَ إِذْ يَدْعُوْهُمُ الرَّسُوْلُ فِيْ أُخْرَاهُمْ، فَلَمْ يَبْقَ مَعَ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم غَيْرُ اثْنَيْ عَشَرَ رَجُلًا، فَأَصَابُوْا مِنَّا سَبْعِيْنَ. وَكَانَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم وَأَصْحَابُهُ أَصَابُوْا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ يَوْمَ بَدْرٍ أَرْبَعِيْنَ وَمِائَةً: سَبْعِيْنَ أَسِيْرًا وَسَبْعِيْنَ قَتِيْلًا. فَقَالَ أَبُوْ سُفْيَانَ: أَفِي الْقَوْمِ مُحَمَّدٌ؟ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، فَنَهَاهُمُ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم أَنْ يُجِيْبُوْهُ، ثُمَّ قَالَ: أَفِي الْقَوْمِ ابْنُ أَبِيْ قُحَافَةَ؟ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، ثُمَّ قَالَ: أَفِي الْقَوْمِ ابْنُ الْخَطَّابِ؟ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، ثُمَّ رَجَعَ إِلَى أَصْحَابِهِ، فَقَالَ: أَمَّا هٰؤُلَاءِ فَقَدْ قُتِلُوْا، فَمَا مَلَكَ عُمَرُ نَفْسَهُ، فَقَالَ: كَذَبْتَ وَاللّٰهِ يَا عَدُوَّ اللّٰهِ! إِنَّ الَّذِيْنَ عَدَدْتَ لَأَحْيَاءٌ كُلُّهُمْ، وَقَدْ بَقِيَ لَكَ مَا يَسُوْءُ كَ. قَالَ: يَوْمٌ بِيَوْمِ بَدْرٍ، وَالْحَرْبُ سِجَالٌ، إِنَّكُمْ سَتَجِدُوْنَ فِي الْقَوْمِ مُثْلَةً لَمْ آمُرْ بِهَا وَلَمْ تَسُؤْنِيْ، ثُمَّ أَخَذَ يَرْتَجِزُ: أُعْلُ هُبَلْ! أُعْلُ هُبَلْ! فَقَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم:" أَلَا تُجِيْبُوْهُ لَهُ؟" قَالُوْا: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! مَا نَقُوْلُ؟ قَالَ:" قُوْلُوْا: اللّٰهُ أَعْلٰى وَأَجَلُّ" قَالَ: إِنَّ لَنَا الْعُزَّى وَلَا عُزَّى لَكُمْ! فَقَالَ النَّبِيُّ صلى الله

عليه وسلم: "أَلَا تُجِيْبُوْهُ لَهُ؟" قَالُوْا: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! مَا نَقُوْلُ: قَالَ: "قُوْلُوْا: اللّٰهُ مَوْلَانَا وَلَا مَوْلٰى لَكُمْ"

[انظر: ۳۹۸۶، ۴۰۴۳، ۴۰۶۷، ۴۵۶۱]

ترجمہ: دوسری حدیث پہلی مرتبہ آئی ہے، حضرت براء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی ﷺ نے حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ کو جنگِ احد کے موقع پر پیادوں پر امیر مقرر کیا اور وہ پچاس آدمی تھے، اور فرمایا: اگر دیکھو تم ہمیں کہ پرندے ہمیں نوچ رہے ہیں تو بھی تم اپنی اس جگہ سے مت ہٹنا، یہاں تک کہ میں آدمی بھیج کر بلاؤں، اور اگر تم ہمیں دیکھو کہ ہم نے دشمن کو شکست دیدی ہے اور ان کو روندڈالا ہے تو بھی تم مت ہٹنا، یہاں تک کہ میں آدمی بھیج کر بلاؤں، پس نبی ﷺ نے دشمن کو شکست دی، حضرت براءؓ کہتے ہیں: پس میں بخدا! کفار کی عورتوں کو دیکھ رہا تھا کہ وہ بھاگی جارہی ہیں ان کے پازیب اور ان کی پنڈلیاں کھلی ہیں وہ اپنے کپڑے اٹھائے ہوئے ہیں، حضرت عبداللہ بن جبیرؓ کے ساتھیوں نے کہا: لوگو! غنیمت کے لئے چلو، تمہارے ساتھی جیت گئے، پھر تم کیا دیکھ رہے ہو؟ عبداللہ بن جبیرؓ نے کہا: کیا تم بھول گئے وہ بات جو تم سے رسول اللہ ﷺ نے کہی ہے؟ انھوں نے کہا: بخدا! ضرور ہم لوگوں کے پاس جائیں گے، اور ہم ضرور مال غنیمت سے حاصل کریں گے، پس جب وہ لوگ آگئے تو ان کے چہرے پھیر دیئے گئے، پس وہ شکست سے دوچار ہوکر رہ گئے، یہی وہ موقع ہے جب ان کو اللہ کے رسول پیچھے سے پکار رہے تھے (یہ سورۂ آل عمران کی آیت ۱۵۳ کی طرف اشارہ ہے ﴿وَالرَّسُوْلُ يَدْعُوْكُمْ فِيْ أُخْرَاكُمْ﴾: اور رسول تمہیں پیچھے سے پکار رہے ہیں) پس نبی ﷺ کے ساتھ بارہ آدمیوں کے علاوہ کوئی نہ رہا، اور ہم میں سے ستر آدمی شہید ہوئے اور نبی ﷺ اور صحابہ نے جنگِ بدر میں مشرکین کے ایک سو چالیس آدمیوں کو حاصل کیا تھا، ستر کو قید کیا تھا اور ستر کو قتل کیا تھا۔

جنگ ختم ہونے کے بعد ابوسفیانؓ نے تین بار پوچھا: کیا قوم میں محمد (ﷺ) ہیں؟ نبی ﷺ نے ان کو جواب دینے سے منع کیا، پھر اس نے تین بار پوچھا: کیا لوگوں میں ابوبکرؓ ہیں؟ پھر اس نے تین بار پوچھا: کیا لوگوں میں عمرؓ ہیں (جب کوئی جواب نہ ملا تو) وہ اپنے ساتھیوں کی طرف لوٹا اور کہا: رہے یہ لوگ تو وہ بالیقین مارے گئے، پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے اوپر قابو نہ رکھ سکے، اور فرمایا: اے اللہ کے دشمن! بخدا! تو جھوٹ کہتا ہے، بیشک وہ لوگ جن کو تو نے شمار کیا ہے وہ سب زندہ ہیں اور باقی ہے تیرے لئے وہ بات جو تجھے ناگوار ہو، یعنی آئندہ جنگوں میں تجھے مزہ چکھائیں گے، ابوسفیان نے کہا: آج کا دن بدر کے دن کا بدلہ ہے اور جنگ کنویں کا ڈول ہے اور آپ لوگ لاشوں کو بگاڑا ہوا پاؤگے، میں نے اس کا حکم نہیں دیا اور نہ یہ بات مجھے بری لگی! پھر اس نے نعرہ لگایا: أُعْلُ هُبَلْ! أُعْلُ هُبَلْ: ہبل بلند ہو! ہبل بلند ہو! یعنی ہبل کی جی! (ہبل مشرکین کا بڑا بت تھا، جو کعبہ میں تھا) پس نبی ﷺ نے فرمایا: کیا تم اس کو جواب نہیں دیتے؟ لوگوں نے پوچھا: یارسول اللہ! کیا جواب دیں؟ آپؐ نے فرمایا: کہو: اَللّٰهُ أَعْلٰى وَأَجَلُّ: اللہ بلند اور بزرگ ہیں! ابوسفیان نے دوسرا نعرہ لگایا: إِنَّ لَنَا الْعُزّٰى وَلَا عُزّٰى لَكُمْ: ہمارے لئے عُزّیٰ ہے اور تمہارے لئے کوئی عزت نہیں (یہ بھی قریش کا بت تھا) پس نبی ﷺ نے فرمایا: کیا تم

اس کو جواب نہیں دیتے؟ لوگوں نے پوچھا: یارسول اللہ! کیا جواب دیں؟ آپؐ نے فرمایا: کہو: اللّٰهُ مَوْلَانَا وَلَا مَوْلٰى لَكُمْ: اللہ ہمارا کارساز ہے اور تمہارا کوئی کارساز نہیں!

بَابٌ: إِذَا فَزِعُوْا بِاللَّيْلِ

جب رات میں لوگ گھبرائیں

اگر رات میں کوئی گھبراہٹ کی بات پیش آئے تو امیر کو اور لوگوں کو فوراً گھر سے نکلنا چاہئے، چارپائی کے نیچے گھس کر نعرۂ تکبیر بلند کرنا کوئی بہادری نہیں، ایک رات مدینہ کے باہر سے کوئی شور سنائی دیا، جیسے دشمن نے ہلہ بول دیا ہو، پس آپؐ اور صحابہ فوراً گھروں سے نکلے اور جدھر سے آواز آئی تھی ادھر دوڑ پڑے، آپ سبقت لے گئے، معاملہ کی تحقیق کر کے واپس آرہے تھے کہ صحابہ سے ملاقات ہوئی، آپؐ نے فرمایا: ''گھبراہٹ کی کوئی بات نہیں! میں دور تک دیکھ آیا ہوں''

سوال: وہ کیا شور تھا جو ہر گھر میں پہنچ گیا تھا اور ہر شخص بیدار ہو گیا تھا؟

جواب: وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایمرجنسی سائرن بجایا گیا تھا تا کہ مجاہدین اور شہری چوکنا سوئیں، آج بھی جنگ کے زمانہ میں ایسا سائرن بجایا جاتا ہے تا کہ لوگ چوکنا رہیں۔

[۱۶۵-] بَابٌ: إِذَا فَزِعُوْا بِاللَّيْلِ

[۳۰۴۰-] حدثنا قُتَيْبَةُ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم أَحْسَنَ النَّاسِ، وَأَجْوَدَ النَّاسِ، وَأَشْجَعَ النَّاسِ، قَالَ: وَقَدْ فَزِعَ أَهْلُ الْمَدِيْنَةِ لَيْلاً، سَمِعُوْا صَوْتًا، قَالَ: فَتَلَقَّاهُمُ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم عَلٰى فَرَسٍ لِأَبِيْ طَلْحَةَ عُرْيٍ، وَهُوَ مُتَقَلِّدٌ سَيْفَهُ، فَقَالَ: "لَمْ تُرَاعُوْا، لَمْ تُرَاعُوْا" ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: "وَجَدْتُهُ بَحْرًا" يَعْنِي الْفَرَسَ. [راجع: ۲۶۲۷]

بَابُ مَنْ رَأَى الْعَدُوَّ فَنَادَى بِأَعْلٰى صَوْتِهِ: يَا صَبَاحَاهْ! حَتّٰى يُسْمِعَ النَّاسَ

جس نے دشمن کو دیکھا اور بہت بلند آواز سے پکارا: ہائے صبح کے وقت آنے والی مصیبت! تا کہ لوگ سن لیں

یہ ذیلی باب ہے، اگر کوئی خطرہ کی بات پیش آئے اور کوئی شخص اس کو دیکھے تو وہ بہت بلند آواز سے پکار کر لوگوں کو اس کی اطلاع دے۔ اور حدیث میں غزوۂ ذی قرد (بفتحتین) کا واقعہ ہے، ذی قرد ایک چشمہ کا نام ہے، جو قبیلہ غطفان کے علاقہ

میں تھا، وہ رسول اللہ ﷺ کی اونٹنیوں کی چراگاہ تھی، غطفان اور فزارہ کے چالیس سواروں نے اس چراگاہ پر چھاپہ مارا اور اونٹنیاں لے کر چل دیئے، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کا لڑکا گھبرایا ہوا مدینہ کی طرف آرہا تھا، حضرت سلمہؓ اپنے کھیت میں جارہے تھے، مدینہ سے باہر اس سے ملاقات ہوئی اور صورت حال معلوم ہوئی تو انھوں نے ایک ٹیلہ پر چڑھ کر یَاصَبَاحَاہ! کے تین نعرے لگائے، یہ آواز مدینہ کے ہر گھر میں پہنچ گئی، پھر حضرت سلمہؓ نے اکیلے ان کا پیچھا کیا، اور پانی کے ایک چشمہ پر ان کو جا پکڑا، وہ ان پر تیر برساتے تھے اور یہ رجز پڑھتے تھے: أَنَا ابْنُ الأَكْوَعْ ÷ وَالْيَوْمُ يَوْمُ الرُّضَّعْ: میں اکوع کا بیٹا ہوں، اور آج کمینوں کی ہلاکت کا دن ہے، انھوں نے تمام اونٹنیاں ان سے چھڑا لیں، اور تیس یمنی چادریں بھی ان سے چھین لیں، پیچھے سے پانچ سو یا سات سو آدمیوں کے ساتھ نبی ﷺ پہنچے، مشرکین کے دو آدمی مارے گئے اور ایک مسلمان شہید ہوئے، حضرت سلمہؓ نے عرض کیا: میں ان کو فلاں جگہ پیاسا چھوڑ آیا ہوں، اگر مجھے سو آدمی مل جائیں تو میں سب کو گرفتار کرلاؤں، آپؐ نے فرمایا: يا ابْنَ الأَكْوَعْ! مَلَكْتَ فَأَسْجِحْ: اے ابن اکوع! جب تم نے قابو پالیا تو نرمی کرو، اسی جنگ میں نبی ﷺ نے حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ کو دوہرا حصہ دیا ہے۔

[۱۶۶-] بَابُ مَنْ رَأَى الْعَدُوَّ فَنَادَى بِأَعْلَى صَوْتِهِ: يَا صَبَاحَاهْ! حَتَّى يُسْمِعَ النَّاسَ

[۳۰۴۱-] حدثنا الْمَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، أَنَا يَزِيْدُ بْنُ أَبِي عُبَيْدٍ، عَنْ سَلَمَةَ، أَنَّهُ أَخْبَرَهُ، قَالَ: خَرَجْتُ مِنَ الْمَدِيْنَةِ ذَاهِبًا نَحْوَ الْغَابَةِ، حَتَّى إِذَا كُنْتُ بِثَنِيَّةِ الْغَابَةِ لَقِيَنِي غُلَامٌ لِعَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ، قُلْتُ: وَيْحَكَ مَابِكَ؟ قَالَ: أُخِذَ لِقَاحُ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم، قُلْتُ: مَنْ أَخَذَهَا؟ قَالَ: غَطَفَانُ وَفَزَارَةُ، فَصَرَخْتُ ثَلَاثَ صَرَخَاتٍ أَسْمَعْتُ مَا بَيْنَ لَابَتَيْهَا: يَا صَبَاحَاهْ! يَاصَبَاحَاهْ! ثُمَّ انْدَفَعْتُ حَتَّى أَلْقَاهُمْ، وَقَدْ أَخَذُوْهَا، فَجَعَلْتُ أَرْمِيهِمْ وَأَقُوْلُ: أَنَا ابْنُ الأَكْوَعِ، وَالْيَوْمُ يَوْمُ الرُّضَّعِ، فَاسْتَنْقَذْتُهَا مِنْهُمْ قَبْلَ أَنْ يَشْرَبُوْا، فَأَقْبَلْتُ بِهَا أَسُوْقُهَا. فَلَقِيَنِي النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم، فَقُلْتُ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! إِنَّ الْقَوْمَ عِطَاشٌ، وَإِنِّي أَعْجَلْتُهُمْ أَنْ يَشْرَبُوْا سِقْيَهُمْ، فَابْعَثْ فِيْ إِثْرِهِمْ، فَقَالَ: "يَا ابْنَ الأَكْوَعِ! مَلَكْتَ فَأَسْجِحْ، إِنَّ الْقَوْمَ يُقْرَوْنَ مِنْ قَوْمِهِمْ"[انظر: ۴۱۹۴]

وضاحت: إِنِّي أَعْجَلْتُهُمْ أَنْ يَشْرَبُوْا سِقْيَهُمْ: أَنْ يَشْرَبُوْا: مفعولِ ثانی یا مفعول لہ ہے، میں نے ان کو جلدی کرائی اس سے کہ وہ اپنا پانی پئیں، یعنی میں نے ان کو پانی پینے کا موقع نہیں دیا .... مَلَكْتَ فَأَسْجِحْ: محاورہ ہے أَسْجَحَ کے معنی ہیں: نرم کرنا، اور محاورہ کے معنی ہیں: جب اللہ نے تمہیں قابو دیدیا یعنی ساری اونٹنیاں تم نے چھڑا لیں تو اب درگذر کرو .... قَرَى الضَّيْفَ قِرًى: مہمان کی ضیافت وتکریم کرنا، یعنی وہ اپنی قوم میں پہنچ چکے ہیں، اور وہاں ان کی آؤ بھگت ہو رہی ہے، پس اب ان کے پیچھے لوگوں کو بھیجنا مناسب نہیں۔

بَابُ مَنْ قَالَ: خُذْهَا! وَأَنَا ابْنُ فُلَانٍ

جس نے کہا: لے! اور میں فلاں کا بیٹا ہوں

بڑا بول اللہ کو پسند نہیں، مگر جنگ میں پسند ہے، جنگ میں اکڑ کر چلنا اور اپنی بڑائی بیان کرنا جائز ہے، اور یہ بھی ذیلی باب ہے، باب میں ایک تو حضرت سلمہ رضی اللہ عنہا کا رجز ہے دوسرا غزوۂ حنین میں نبی ﷺ کا ارشاد ہے: أَنَا النَّبِيُّ لَاكَذِبْ÷ أَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمَطَّلِبْ: اور حدیث کے راوی حضرت براء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: پس نہیں دیکھا گیا لوگوں میں کوئی اس دن، یعنی جنگ حنین کے دن نبی ﷺ سے زیادہ بہادر۔

[۱٦۷-] بَابُ مَنْ قَالَ: خُذْهَا! وَأَنَا ابْنُ فُلَانٍ

وَقَالَ سَلَمَةُ: خُذْهَا! وَأَنَا ابْنُ الْأَكْوَعِ!

[۳۰٤۲-] حدثنا عُبَيْدُ اللهِ، عَنْ إِسْرَائِيْلَ، عَنْ أَبِيْ إِسْحَاقَ، قَالَ: سَأَلَ رَجُلٌ الْبَرَاءَ، فَقَالَ: يَا أَبَا عُمَارَةَ! أَوَلَّيْتُمْ يَوْمَ حُنَيْنٍ؟ قَالَ الْبَرَاءُ- وَأَنَا أَسْمَعُ:- أَمَّا رَسُوْلُ اللهِ صلى الله عليه وسلم فَلَمْ يُوَلِّ يَوْمَئِذٍ، كَانَ أَبُوْ سُفْيَانَ بْنُ الْحَارِثِ آخِذًا بِعِنَانِ بَغْلَتِهِ، فَلَمَّا غَشِيَهُ الْمُشْرِكُوْنَ نَزَلَ، فَجَعَلَ يَقُوْلُ: "أَنَا النَّبِيُّ لَاكَذِبْ÷ أَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ" قَالَ: فَمَا رُؤِيَ مِنَ النَّاسِ يَوْمَئِذٍ أَشَدُّ مِنْهُ. [راجع: ۲۸٦٤]

بَابٌ: إِذَا نَزَلَ الْعَدُوُّ عَلٰى حُكْمِ رَجُلٍ

جب دشمن کسی کو حَکَم تسلیم کرلے

اب ابواب آگے بڑھاتے ہیں: دشمن کہے کہ ہمارے بارے میں فلاں شخص جو فیصلہ کرے وہ ہمیں منظور ہے تو ایسا کیا جاسکتا ہے۔ بنوقریظہ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو اپنا فیصلہ سونپا تھا، نبی ﷺ نے اس کو منظور کیا۔

[۱٦۸-] بَابٌ: إِذَا نَزَلَ الْعَدُوُّ عَلٰى حُكْمِ رَجُلٍ

[۳۰٤۳-] حدثنا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، ثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيْمَ، عَنْ أَبِيْ أُمَامَةَ: هُوَ ابْنُ سَهْلِ بْنِ حُنَيْفٍ، عَنْ أَبِيْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ، قَالَ: لَمَّا نَزَلَتْ بَنُوْ قُرَيْظَةَ عَلٰى حُكْمِ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ، بَعَثَ رَسُوْلُ اللهِ صلى الله عليه وسلم، وَكَانَ قَرِيْبًا مِنْهُ، فَجَاءَ عَلٰى حِمَارٍ، فَلَمَّا دَنَا قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلى الله عليه وسلم: "قُوْمُوْا إِلٰى سَيِّدِكُمْ" فَجَاءَ فَجَلَسَ إِلٰى رَسُوْلِ اللهِ صلى الله عليه وسلم، فَقَالَ لَهُ: "إِنَّ هٰؤُلَاءِ نَزَلُوْا

عَلٰى حُكْمِكَ" قَالَ: فَإِنِّيْ أَحْكَمُ أَنْ تُقْتَلَ الْمُقَاتِلَةُ، وَأَنْ تُسْبَى الذُّرِّيَّةُ، قَالَ:" لَقَدْ حَكَمْتَ فِيْهِمْ بِحُكْمِ الْمَلِكِ"[انظر: ٣٨٠٤، ٤١٢١، ٦٢٦٢]

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: جب بنوقریظہ اترے یعنی نکلے (وہ قلعہ میں تھے) حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے فیصلہ پر تو نبی ﷺ نے آدمی بھیجا اور حضرت سعدؓ آپ کے قریب تھے یعنی مسجدِ نبوی میں ان کے لئے خیمہ کھڑا کیا گیا تھا، پس وہ گدھے پر سوار ہوکر آئے، جب وہ قریب آئے تو نبی ﷺ نے فرمایا: قُوْمُوْا إِلٰى سَيِّدِكُمْ: اپنے سردار کی طرف اٹھو، یعنی وہ بیمار ہیں ان کی گدھے سے اترنے میں مدد کرو، پس حضرت سعدؓ آئے اور نبی ﷺ کے پاس بیٹھے، آپؐ نے ان سے فرمایا: یہ لوگ آپؓ کے فیصلہ پر قلعہ سے اترے ہیں، حضرت سعدؓ نے کہا: میں فیصلہ کرتا ہوں کہ ان کے لڑنے والوں کو قتل کیا جائے اور ان کی بیوی بچوں کو قید کیا جائے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: بخدا! واقعہ یہ ہے کہ تم نے ان کے بارے میں فیصلہ کیا بادشاہ (اللہ تعالیٰ) کے فیصلہ کے مطابق۔

بَابُ قَتْلِ الْأَسِيْرِ، وَقَتْلِ الصَّبْرِ

قیدی کو قتل کرنا اور روک کر قتل کرنا

دشمن کا کوئی آدمی ہاتھ آئے اور اس کو قتل کرنا چاہیں تو قتل کرسکتے ہیں، اور قتلُ الصبر کی باب میں کوئی خاص ضرورت نہیں تھی، قتل الصبر کے معنی ہیں: ہاتھ پاؤں باندھ کر قتل کرنا، اور حدیث پہلے گذری ہے، فتح مکہ کے موقع پر عبداللہ بن خطل قتل کیا گیا درانحالیکہ وہ کعبہ کا پردہ پکڑے ہوئے تھا، یہ شخص پہلے مسلمان ہوا تھا، پھر مرتد ہوا پھر اس نے اپنے ایک مسلمان خادم کو قتل کیا، اور وہ شاعر تھا، حضور ﷺ کی مذمت میں اشعار کہتا تھا، اور اس نے دو باندیاں رکھ رکھی تھیں وہ اس کے اشعار گاتی پھرتی تھیں۔

[١٦٩-] بَابُ قَتْلِ الْأَسِيْرِ، وَقَتْلِ الصَّبْرِ

[٣٠٤٤-] حدثنا إِسْمَاعِيْلُ، ثَنِيْ مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صلى الله عليه وسلم دَخَلَ عَامَ الْفَتْحِ، وَعَلٰى رَأْسِهِ الْمِغْفَرُ، فَلَمَّا نَزَعَهُ جَاءَ رَجُلٌ، فَقَالَ: إِنَّ ابْنَ خَطَلٍ مُتَعَلِّقٌ بِأَسْتَارِ الْكَعْبَةِ، فَقَالَ:" اقْتُلُوْهُ"[راجع: ١٨٤٦]

بَابٌ: هَلْ يَسْتَأْسِرُ الرَّجُلُ؟ وَمَنْ لَمْ يَسْتَأْسِرْ، وَمَنْ رَكَعَ رَكْعَتَيْنِ عِنْدَ الْقَتْلِ

کیا آدمی قیدی بنے؟ اور جو شخص قیدی نہیں بنا، اور جس نے قتل کے وقت دو رکعتیں پڑھیں

کیا مسلمان قیدی بن سکتا ہے؟ یعنی دشمن کے ہاتھ میں خود کو سپرد کرسکتا ہے؟ یا خود کو قیدی نہ بنائے، لڑے اور شہید

ہو جائے؟ یہ دو پہلو ہیں اور دونوں کی گنجائش ہے، اور جب دشمن کسی مسلمان قیدی کو قتل کریں تو دو نفلیں پڑھنی چاہئیں، یہ سنت ہے۔ اور باب میں غزوۂ رجیع کا واقعہ ہے، قبیلہ عضل اور قارہ کے کچھ لوگ خدمتِ نبوی میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: ہمارے قبیلہ نے اسلام قبول کرلیا ہے، لہٰذا چند لوگ ہمارے ساتھ بھیجئے جو ہمیں قرآن پڑھائیں، اور احکام اسلام سکھلائیں، آپؐ نے دس آدمی ان کے ہمراہ کردیئے اور ان کا امیر عاصم بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ کو بنایا، جب یہ لوگ مقام رجیع پر پہنچے، جو مکہ اور عسفان کے درمیان ہے تو ان غداروں نے بنولحیان کو اشارہ کیا، ان کے دو سو آدمی آئے جن میں سے سو آدمی تیر انداز تھے، حضرت عاصمؓ اپنے رفقاء کے ساتھ ایک ٹیلہ پر چڑھ گئے، بنولحیان نے ان سے کہا: نیچے اتر آؤ، ہم تم کو پناہ دیتے ہیں، حضرت عاصم رضی اللہ عنہ نے کہا: میں کبھی بھی کسی کافر کی پناہ میں نہیں اتروں گا، پھر جنگ ہوئی، سات ساتھیوں کو کافروں نے شہید کردیا، تین ٹیلے سے نیچے اترے اور قیدی بن گئے، ان لوگوں نے ان کی مشکیں (دونوں بازوں دونوں شانے) باندھنے شروع کئے، ان میں سے ایک نے کہا: یہ پہلی بے وفائی ہے اور ساتھ چلنے سے انکار کردیا، مشرکین نے ان کو شہید کردیا، اور حضرت خُبیب اور زید بن دَثِنہ رضی اللہ عنہما کو لے کر مکہ پہنچے اور دونوں کو فروخت کردیا۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے امیہ بن خلف کو بدر میں قتل کیا تھا اس کے لڑکے صفوان نے ان کو خرید کر اپنے باپ کے قصاص میں فوراً قتل کردیا اور حضرت خبیب رضی اللہ عنہ نے جنگ بدر میں حارث بن عامر کو قتل کیا تھا اس کے لڑکوں نے حضرت خبیبؓ کو خریدا اور اشہر حرم گذرنے کے بعد تنعیم میں لے جا کر ان کو سولی دی، اس وقت انھوں نے دو نفلیں پڑھیں اور کافروں کو دو شعر سنائے، پھر وہ شہید ہو گئے، اس واقعہ میں سات آٹھ آدمی قیدی نہیں بنے وہ لڑ کر شہید ہوئے اور دو آدمی قیدی بنے، معلوم ہوا کہ دونوں باتوں کی گنجائش ہے۔

[۱۷۰-] بَابٌ: هَلْ يَسْتَأْسِرُ الرَّجُلُ؟ وَمَنْ لَمْ يَسْتَأْسِرْ، وَمَنْ رَكَعَ رَكْعَتَيْنِ عِنْدَ الْقَتْلِ

[۳۰۴۵-] حدثنا أَبُوْ الْيَمَانِ، أَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، أَخْبَرَنِيْ عَمْرُو بْنُ أَبِيْ سُفْيَانَ بْنِ أَسِيْدِ بْنِ جَارِيَةَ الثَّقَفِيُّ، وَهُوَ حَلِيْفٌ لِبَنِيْ زُهْرَةَ، وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ أَبِيْ هُرَيْرَةَ، قَالَ: بَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم عَشَرَةَ رَهْطٍ سَرِيَّةً عَيْنًا، وَأَمَّرَ عَلَيْهِمْ عَاصِمَ بْنَ ثَابِتٍ الْأَنْصَارِيَّ- جَدَّ عَاصِمِ بْنِ عُمَرَ ابْنِ الْخَطَّابِ- فَانْطَلَقُوْا حَتَّى إِذَا كَانُوْا بِالْهَدَأَةِ- وَهُوَ بَيْنَ عُسْفَانَ وَمَكَّةَ - ذُكِرُوْا لِحَيٍّ مِنْ هُذَيْلٍ يُقَالُ لَهُمْ: بَنُوْ لِحْيَانَ، فَنَفَرُوْا لَهُمْ قَرِيْبًا مِنْ مِائَتَيْ رَجُلٍ كُلُّهُمْ رَامٍ، فَاقْتَصُّوْا آثَارَهُمْ حَتَّى وَجَدُوْا مَأْكَلَهُمْ تَمْرًا، تَزَوَّدُوْهُ مِنَ الْمَدِيْنَةِ، فَقَالُوْا: هٰذَا تَمْرُ يَثْرِبَ، فَاقْتَصُّوْا آثَارَهُمْ.

ترجمہ: نبی ﷺ نے دس آدمی سریہ اور جاسوسی کے طور پر بھیجے اور ان پر عاصم بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ کو جو عاصم بن عمر بن الخطاب کے نانا ہیں: امیر مقرر کیا، پس وہ لوگ چلے، جب وہ ہدأۃ میں پہنچے اور وہ عسفان اور مکہ کے درمیان ہے تو وہ ذکر کئے گئے ہذیل کے ایک قبیلہ کے لئے جن کو بنولحیان کہا جاتا تھا، پس وہ ان کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے جو تقریباً دو سو آدمی

تھے، اور سب تیر انداز تھے، انھوں نے ان کے نشانات قدم کی پیروی کی، پس انھوں نے ان کے کھانے کو کھجوریں پایا جس کو وہ توشہ لائے تھے مدینہ سے، پس انھوں نے کہا: یہ یثرب کی کھجوریں ہیں، وہ ان کے نشانِ قدم کا پیچھا کرتے رہے۔

لغات: اسْتَأْسَرَهُ: قیدی بنانا، اسْتَأْسَرَ لَهُ: قیدی بن جانا............عَيْنًا: جاسوسی کے طور پر یعنی قبیلہ کی تعلیم کے علاوہ مکہ والوں پر نظر رکھنا بھی ان کی ذمہ داری تھی............اقْتَصَّ فلانا: کسی کا پیچھا کرنا............المَأْكل: کھائی جانے والی چیز، جمع: مَآكِلُ۔

فَلَمَّا رَآهُمْ عَاصِمٌ وَأَصْحَابُهُ لَجَؤُا إِلٰى فَدْفَدٍ، وَأَحَاطَ بِهِمُ الْقَوْمُ، فَقَالُوْا لَهُمْ: انْزِلُوْا فَأَعْطُوْنَا بِأَيْدِيْكُمْ، وَلَكُمُ العَهْدُ وَالْمِيْثَاقُ، وَلَا نَقْتُلُ مِنكُمْ أَحَدًا، فَقَالَ عَاصِمُ بْنُ ثَابِتٍ أَمِيرُ السَّرِيَّةِ: أَمَّا أَنَا فَوَاللّٰهِ لَا أَنْزِلُ الْيَوْمَ فِي ذِمَّةِ كَافِرٍ، اللّٰهُمَّ أَخْبِرْ عَنَّا نَبِيَّكَ. فَرَمَوْهُمْ بِالنَّبْلِ، فَقَتَلُوْا عَاصِمًا فِيْ سَبْعَةٍ، فَنَزَلَ إِلَيْهِمْ ثَلَاثَةُ نَفَرٍ بِالْعَهْدِ وَالْمِيْثَاقِ، مِنْهُمْ خُبَيْبٌ الْأَنْصَارِيُّ وَابْنُ الدَّثِنَةِ وَرَجُلٌ آخَرُ، فَلَمَّا اسْتَمْكَنُوْا مِنْهُمْ أَطْلَقُوْا أَوْتَارَ قِسِيِّهِمْ فَأَوْثَقُوْهُمْ، فَقَالَ الرَّجُلُ الثَّالِثُ: هٰذَا أَوَّلُ الْغَدْرِ، وَاللّٰهِ لَا أَصْحَبُكُمْ، إِنَّ لِيْ فِيْ هٰؤُلَاءِ لَأُسْوَةً - يُرِيْدُ الْقَتْلٰى - فَجَرَّرُوْهُ وَعَالَجُوْهُ عَلٰى أَنْ يَصْحَبَهُمْ فَأَبٰى فَقَتَلُوْهُ، فَانْطَلَقُوْا بِخُبَيْبٍ وَابْنِ الدَّثِنَةِ حَتّٰى بَاعُوْهُمَا بِمَكَّةَ بَعْدَ وَقِيْعَةِ بَدْرٍ، فَابْتَاعَ خُبَيْبًا بَنُو الْحَارِثِ بْنِ عَامِرِ بْنِ نَوْفَلِ ابْنِ عَبْدِ مَنَافٍ، وَكَانَ خُبَيْبٌ هُوَ قَتَلَ الْحَارِثَ بْنَ عَامِرٍ، يَوْمَ بَدْرٍ، فَلَبِثَ خُبَيْبٌ عِنْدَهُمْ أَسِيْرًا.

ترجمہ: پس جب ان کو عاصمؓ اور ان کے ساتھیوں نے دیکھا تو انھوں نے ایک ٹیلہ پر پناہ لی اور ان کو لوگوں نے گھیر لیا، اور ان سے کہا: نیچے اترو، پس اپنے ہاتھ ہمیں دیدو، تمہارے لئے عہد و پیمان ہے ہم تم میں سے کسی کو قتل نہیں کریں گے، پس سریہ کے امیر عاصم رضی اللہ عنہ نے کہا: رہا میں تو بخدا! نہیں اتروں گا آج کسی کافر کی پناہ میں، اے اللہ خبر کردیں ہماری اپنے نبی کو، پھر انھوں نے ان کو تیر مارے اور عاصمؓ کو سات آدمیوں میں شہید کر دیا۔ اور ان کی طرف تین آدمی اترے عہد و پیمان کے ساتھ، ان میں سے حضرت خبیب انصاری اور ابن الدثنہ اور ایک اور آدمی تھے، پس جب قابو پالیا انھوں نے تو کھولیں انھوں نے اپنی کمانوں کی تانتیں اور ان کو باندھا، پس تیسرے آدمی نے کہا: یہ پہلی بے وفائی ہے، بخدا! میں تمہارے ساتھ نہیں چلوں گا، میرے لئے ان لوگوں میں یقیناً اچھا نمونہ ہے، مراد لے رہے ہیں وہ شہداء کو، پس ان لوگوں نے ان کو گھسیٹا اور انھوں نے تدبیر کی اس بات کی کہ وہ ان کے ساتھ چلیں، مگر انھوں نے انکار کیا تو ان کو قتل کر دیا اور خبیب اور ابن الدثنہ رضی اللہ عنہما کو لے کر چلے، یہاں تک کہ دونوں کو مکہ میں بیچ دیا، بدر کے واقعہ کے بعد، پس خبیب کو حارث بن عامر کے لڑکوں نے خریدا، خبیبؓ نے جنگ بدر میں حارث کو قتل کیا تھا، پس خبیبؓ ان کے پاس قیدی رہے۔

لغات: فَدْفَدْ: ریت کا ٹیلہ............عَالَجَ: تدبیر کرنا۔

فَأَخْبَرَنِيْ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عِيَاضٍ: أَنَّ بِنْتَ الْحَارِثِ أَخْبَرَتْهُ: أَنَّهُمْ حِيْنَ اجْتَمَعُوْا، اسْتَعَارَ مِنْهَا مُوْسَى يَسْتَحِدُّ بِهَا، فَأَعَارَتْهُ، فَأَخَذَ ابْنًا لِيْ وَأَنَا غَافِلَةٌ حَتَّى أَتَاهُ، قَالَتْ: فَوَجَدْتُهُ مُجْلِسَهُ عَلٰى فَخِذِهِ، وَالْمُوْسَى بِيَدِهِ، فَفَزِعْتُ فَزْعَةً عَرَفَهَا خُبَيْبٌ فِيْ وَجْهِيْ، فَقَالَ: تَخْشَيْنَ أَنْ أَقْتُلَهُ؟ مَا كُنْتُ لِأَفْعَلَ ذٰلِكَ! وَاللّٰهِ مَا رَأَيْتُ أَسِيْرًا قَطُّ خَيْرًا مِنْ خُبَيْبٍ، فَوَ اللّٰهِ لَقَدْ وَجَدْتُهُ يَوْمًا يَأْكُلُ مِنْ قِطْفِ عِنَبٍ فِيْ يَدِهِ، وَإِنَّهُ لَمُوْثَقٌ فِي الْحَدِيْدِ، وَمَا بِمَكَّةَ مِنْ ثَمَرٍ، وَكَانَتْ تَقُوْلُ: إِنَّهُ لَرِزْقٌ مِنَ اللّٰهِ رَزَقَهُ خُبَيْبًا.

فَلَمَّا خَرَجُوْا مِنَ الْحَرَمِ لِيَقْتُلُوْهُ فِي الْحِلِّ، قَالَ لَهُمْ خُبَيْبٌ: ذَرُوْنِي ارْكَعْ رَكْعَتَيْنِ، فَتَرَكُوْهُ فَرَكَعَ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ قَالَ: لَوْلَا أَنْ تَظُنُّوْا أَنَّ مَا بِيْ جَزَعٌ لَطَوَّلْتُهَا، اللّٰهُمَّ أَحْصِهِمْ عَدَدًا، وَقَالَ:

وَلَسْتُ أُبَالِيْ حِيْنَ أُقْتَلُ مُسْلِمًا ۞ عَلٰى أَيِّ شِقٍّ كَانَ لِلّٰهِ مَصْرَعِيْ

وَذٰلِكَ فِيْ ذَاتِ الْإِلٰهِ، وَإِنْ يَشَأْ ۞ يُبَارِكْ عَلٰى أَوْصَالِ شِلْوٍ مُمَزَّعِ

فَقَتَلَهُ ابْنُ الْحَارِثِ، فَكَانَ خُبَيْبٌ هُوَ سَنَّ الرَّكْعَتَيْنِ لِكُلِّ امْرِئٍ مُسْلِمٍ قُتِلَ صَبْرًا.

فَاسْتَجَابَ اللّٰهُ لِعَاصِمِ بْنِ ثَابِتٍ يَوْمَ أُصِيْبَ. فَأَخْبَرَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم أَصْحَابَهُ خَبَرَهُمْ وَمَا أُصِيْبُوْا، وَبَعَثَ نَاسٌ مِنْ كُفَّارِ قُرَيْشٍ إِلٰى عَاصِمٍ حِيْنَ حُدِّثُوْا أَنَّهُ قُتِلَ لِيُؤْتَوْا بِشَيْئٍ مِنْهُ يُعْرَفُ، وَكَانَ قَدْ قَتَلَ رَجُلًا مِنْ عُظَمَائِهِمْ يَوْمَ بَدْرٍ، فَبُعِثَ عَلٰى عَاصِمٍ مِثْلُ الظُّلَّةِ مِنَ الدَّبْرِ، فَحَمَتْهُ مِنْ رُسُوْلِهِمْ، فَلَمْ يَقْدِرُوْا عَلٰى أَنْ يَقْطَعُوْا مِنْ لَحْمِهِ شَيْئًا. [انظر: ۳۹۸۹، ۴۰۸۶، ۷۴۰۲]

ترجمہ: (امام زہری رحمہ اللہ کہتے ہیں) مجھے عبداللہ بن عیاض نے بتلایا کہ حارث کی بیٹی نے ان کو بتلایا کہ جب ان لوگوں نے قتل کا پختہ ارادہ کرلیا تو حضرت خبیبؓ نے حارث کی بیٹی سے استرہ مانگا، تاکہ اس سے زیرناف لیں، اس نے ان کو استرہ عاریت پر دیدیا، پس حضرت خبیبؓ نے میرے بیٹے کو لیا اور میں بے خبر تھی، یہاں تک کہ وہ بیٹا ان کے پاس پہنچا، حارث کی بیٹی کہتی ہے: میں نے خبیبؓ کو پایا وہ اس کو اپنی ران پر بٹھائے ہوئے ہیں، اور استرہ ان کے ہاتھ میں ہے، میں گھبرا گئی، خبیبؓ نے اس گھبراہٹ کو میرے چہرے سے پہچان لیا اور کہا: کیا تو ڈرتی ہے کہ میں اس کو قتل کروں گا؟ میں یہ کام نہیں کرسکتا! حارث کی بیٹی کہتی ہے: بخدا! نہیں دیکھا میں نے کسی قیدی کو کبھی خبیبؓ سے بہتر۔ پس بخدا! میں نے ان کو ایک دن پایا کہ وہ انگور کا خوشہ کھا رہے ہیں اپنے ہاتھ میں اور بیشک وہ البتہ بندھے ہوئے ہیں لوہے میں اور مکہ میں کوئی پھل نہیں تھا، اور حارث کی بیٹی کہا کرتی تھی کہ وہ اللہ کی طرف سے رزق تھا جو اللہ نے خبیبؓ کو عطا فرمایا تھا (حارث کی یہ بیٹی بعد میں مسلمان ہوگئی تھی)

پس جب وہ نکلے حرم سے تاکہ خبیبؓ کو قتل کریں حل میں تو ان سے خبیبؓ نے کہا: مجھے موقع دو میں دو رکعتیں پڑھوں،

انھوں نے ان کو چھوڑ دیا، انھوں نے دو رکعتیں پڑھیں، پھر کہا: اگر نہ ہوتی یہ بات کہ تم گمان کرو گے کہ میں گھبرایا ہوا ہوں تو میں نماز لمبی کرتا، اے اللہ! ان کا گن کر احاطہ کر لے، یعنی سب کو سزا دے۔ اور کہا:

اور مجھے پرواہ نہیں جب کہ میں مسلمان شہید کیا جارہا ہوں ÷ کہ کونسی کروٹ پر ہے اللہ کے لئے میرا پچھڑنا
اور وہ شہید ہونا اللہ کے لئے ہے، اور اگر وہ چاہیں ÷ تو برکت فرمائیں جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کئے ہوئے اعضاء میں

پس ان کو حارث کے لڑکے نے قتل کیا، اور خبیب ؓ ہی نے دو نفلیں مسنون کیں ہر اس مسلمان کے لئے جو روک کر قتل کیا جائے۔ پس اللہ نے عاصم رضی اللہ عنہ کی دعا قبول کی جس دن ان پر حادثہ پڑا، اور نبی ﷺ نے اپنے صحابہ کو ان کی اور اس حادثہ کی اطلاع دی جو وہ پہنچائے گئے۔

اور قریش کے کفار نے کچھ لوگوں کو بھیجا عاصم (کی لاش) کی طرف جب وہ بیان کئے گئے کہ وہ مارے گئے، تا کہ لائیں وہ ان کے جسم کا کوئی ایسا حصہ جو پہچانا جائے (سر لینے آئے تھے) اور عاصم ؓ نے جنگ بدر میں ان کے بڑوں میں سے ایک کو قتل کیا تھا، پس عاصم ؓ پر بھیجی گئیں سائبان کی طرح بھڑیں، بھڑوں نے ان کی حفاظت کی، قریش کے قاصدوں سے، اور نہیں قادر ہوئے وہ اس پر کہ کاٹیں ان کے گوشت سے کچھ۔

اشعار کا مطلب: سنو! جب میں ایمان کے ساتھ شہید کیا جارہا ہوں تو مجھے کچھ پرواہ نہیں کہ میں کس طرح مارا جارہا ہوں، کیونکہ میرا یہ شہید کیا جانا اللہ کے لئے ہے، مگر او کافرو! سن لو! خونِ شہید رنگ لائے گا، اللہ تعالیٰ چاہیں گے تو جسم کے ٹکڑوں میں برکت فرمائیں گے (آخری مصرعہ کا یہ مطلب ہے)

لغات: اَلْوَصْل: ہڈیوں کا جوڑ جمع أَوْصَال .... الشِّلْو: جوڑ، جمع أَشْلاء، دونوں کے ایک معنی ہیں، ضرورت شعری کی وجہ سے دو لفظ لائے ہیں .... مُمَزَّع (اسم مفعول) مَزَّعَ الشیئَ: بکھیرنا، پھیلانا .... الدَّبْر: بھڑوں یا شہد کی مکھیوں کا جھنڈ۔

بَابُ فِكَاكِ الأَسِيْرِ

قیدی کو چھڑانا

اگر کوئی مسلمان کفار کی قید میں پھنس جائے تو سب مسلمانوں کی ذمہ داری ہے کہ اس کو چھڑائیں، اور یہ فرض کفایہ ہے، اور پہلی حدیث ہے: فُكُّوْا الْعَانِيَ: قیدی کو چھڑاؤ، وَأَطْعِمُوْا الْجَائِعَ: اور بھوکے کو کھلاؤ، وَعُوْدُوْا الْمَرِيْضَ: اور بیمار کی بیماری پرسی کرو۔ اور دوسری حدیث پہلے آئی ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس جو نوشتہ تھا اس میں قیدی کو چھڑانے کا بھی حکم تھا۔

[۱۷۱-] بَابُ فِكَاكِ الأَسِيْرِ

[۳۰۴۶-] حدثنا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ، ثَنَا جَرِيْرٌ، عَنْ مُنْصُوْرٍ، عَنْ أَبِيْ وَائِلٍ، عَنْ أَبِيْ مُوْسَى، قَالَ:

رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم :" فُكُّوْا الْعَانِيَ يَعْنِيْ الْأَسِيْرَ، وَأَطْعِمُوْا الجَائِعَ، وَعُوْدُوْا الْمَرِيْضَ"

[انظر: ۵۱۷۴، ۵۳۷۳، ۵۶۴۹، ۷۱۷۳]

[۳۰۴۷-] حدثنا أَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ، ثَنَا زُهَيْرٌ، ثَنَا مُطَرِّفٌ، أَنَّ عَامِرًا حَدَّثَهُمْ، عَنْ أَبِيْ جُحَيْفَةَ، قَالَ: قُلْتُ لِعَلِيٍّ: هَلْ عِنْدَكُمْ شَيْئٌ مِنَ الْوَحْيِ إِلَّا مَا فِي كِتَابِ اللّٰهِ؟ قَالَ: لَا، وَالَّذِيْ فَلَقَ الْحَبَّةَ وَبَرَأَ النَّسَمَةَ! مَا أَعْلَمُهُ إِلَّا فَهْمًا يُعْطِيْهِ اللّٰهُ رَجُلاً فِي الْقُرْآنِ، وَمَا فِي هٰذِهِ الصَّحِيْفَةِ، قُلْتُ: وَمَا فِي الصَّحِيْفَةِ؟ قَالَ: الْعَقْلُ، وَفِكَاكُ الْأَسِيْرِ، وَأَنْ لَا يُقْتَلَ مُسْلِمٌ بِكَافِرٍ. [راجع: ۱۱۱]

بَابُ فِدَاءِ الْمُشْرِكِيْنَ

غیر مسلموں سے فدیہ لینا

فدیہ کے معنی ہیں: جنگ کا ہرجانہ، اگر کوئی کافر مسلمان کی قید میں آجائے تو اسے مفت بھی چھوڑ سکتے ہیں اور فدیہ لے کر بھی، حضرت عباس رضی اللہ عنہ بدر کے قیدیوں میں تھے، انصار نے کہا: ہم اپنے بھانجے سے فدیہ نہیں لینا چاہتے، مفت چھوڑ دینا چاہتے ہیں، آپؐ نے فرمایا: ''نہ چھوڑو تم اس (فدیہ) میں سے ایک روپیہ'' چنانچہ ان سے ڈبل فدیہ لیا گیا، ایک ان کا اور دوسرا ان کے بھتیجے عقیلؓ کا، وہ غریب تھے، مسلمان ہونے کے بعد ایک مرتبہ جب بحرین کا مال تقسیم ہو رہا تھا تو حضرت عباسؓ نے یہ بات ذکر کی تھی، اور آخری حدیث میں ہے کہ جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ بدر کے قیدیوں کے سلسلہ میں گفتگو کرنے مدینہ آئے، اس وقت آپؐ مغرب کی نماز پڑھا رہے تھے اور سورۂ طور پڑھ رہے تھے، اور آواز مسجد سے باہر تک آ رہی تھی، جب آپؐ نے پڑھا: ﴿إِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ، مَالَهُ مِنْ دَافِعٍ﴾: تو جبیرؓ کہتے ہیں: میرا دل ہل گیا، نماز کے بعد انھوں نے نبی ﷺ سے قیدیوں کے بارے میں گفتگو کی، نبی ﷺ نے ان کی سفارش قبول نہیں کی، اور فرمایا: معطم بن عدی زندہ ہوتا اور وہ آکر ان گندوں کے بارے میں سفارش کرتا تو میں قبول کرلیتا، مطعم کا نبی ﷺ پر احسان تھا، اس سے معلوم ہوا کہ قیدیوں کو مفت بھی چھوڑ سکتے ہیں اور فدیہ لے کر بھی۔

[۱۷۲-] بَابُ فِدَاءِ الْمُشْرِكِيْنَ

[۳۰۴۸-] حدثنا إِسْمَاعِيْلُ بْنُ أَبِيْ أُوَيْسٍ، ثَنَا إِسْمَاعِيْلُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ بْنِ عُقْبَةَ، عَنْ مُوْسَى بْنِ عُقْبَةَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، حَدَّثَنِيْ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ:" أَنَّ رِجَالاً مِنَ الْأَنْصَارِ اسْتَأْذَنُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم، فَقَالُوْا: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! ائْذَنْ فَلْنَتْرُكْ لِابْنِ أُخْتِنَا عَبَّاسٍ فِدَاءَهُ؟ فَقَالَ:" لَاتَدَعُوْنَ مِنْهُ دِرْهَمًا"[راجع: ۲۵۳۷]

[۳۰۴۹-] وَقَالَ إِبْرَاهِيْمُ: ثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ صُهَيْبٍ، عَنْ أَنَسٍ، أُتِيَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم

بِمَالٍ مِنَ الْبَحْرِيْنِ، فَجَاءَ هُ الْعَبَّاسُ، فَقَالَ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! أَعْطِنِيْ فَإِنِّيْ فَادَيْتُ نَفْسِيْ وَفَادَيْتُ عَقِيْلاً. فَقَالَ: "خُذْ" فَأَعْطَاهُ فِيْ ثَوْبِهِ. [راجع: ٤٢١]

[٣٠٥٠-] حدثنا مُحْمُوْدٌ، ثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنْ أَبِيْهِ، وَكَانَ جَاءَ فِيْ أُسَارَى بَدْرٍ، قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم يَقْرَأُ فِي الْمَغْرِبِ بِالطُّوْرِ.

[راجع: ٧٦٥]

بَابُ الْحَرْبِيِّ إِذَا دَخَلَ دَارَ الإِسْلَامِ بِغَيْرِ أَمَانٍ

حربی ویزے کے بغیر دارالاسلام میں آئے

اگرکوئی حربی (دارالحرب کا باشندہ) ویزے کے بغیر دارالاسلام میں داخل ہواور پکڑا جائے تو اس کو کیا سزا دینی چاہئے؟

جواب: تحقیق کی جائے، اگر جاسوس ہے تو حکومت اس کو قتل کرسکتی ہے اور اگر عام آدمی ہے تو کوئی چھوٹی موٹی سزا دے کر چھوڑ دیا جائے۔

حدیث: نبی ﷺ ایک سفر میں تھے، مشرکوں کا ایک جاسوس آیا، اور صحابہ کے پاس بیٹھ کر باتیں کرنے لگا، پھر تیزی سے اٹھ کر چل دیا، اس لئے شک ہوا، پس نبی ﷺ نے حکم دیا کہ اس کو ڈھونڈھو اور قتل کرو، حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ نے اس کو قتل کیا، اس لئے اس کا ساز وسامان حضرت سلمہؓ کو انعام میں ملا۔

[١٧٣-] بَابُ الْحَرْبِيِّ إِذَا دَخَلَ دَارَ الإِسْلَامِ بِغَيْرِ أَمَانٍ

[٣٠٥١-] حدثنا أَبُوْ نُعَيْمٍ، ثَنَا أَبُوْ الْعُمَيْسِ، عَنْ إِيَاسِ بْنِ سَلَمَةَ بْنِ الأَكْوَعِ، عَنْ أَبِيْهِ، قَالَ: أَتَى النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم عَيْنٌ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ وَهُوَ فِيْ سَفَرٍ، فَجَلَسَ عِنْدَ أَصْحَابِهِ يَتَحَدَّثُ، ثُمَّ انْفَتَلَ، فَقَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم: "اطْلُبُوْهُ وَاقْتُلُوْهُ" فَقَتَلْتُهُ. فَنَفَّلَهُ سَلَبَهُ يَعْنِيْ أَعْطَاهُ.

بَابٌ: يُقَاتَلُ عَنْ أَهْلِ الذِّمَّةِ وَلَا يُسْتَرَقُّوْنَ

ذمیوں کی طرف سے لڑا جائے اور ان کو غلام نہ بنایا جائے

اس باب میں دو باتیں ہیں:

پہلی بات: اسلامی حکومت کے غیر مسلم شہریوں کی حفاظت مسلمانوں کی ذمہ داری ہے، ان سے جزیہ لیا جاتا ہے۔ جزیہ کے معنی ہیں: بدلہ، یہ ان کی جان، مال اور آبرو کی حفاظت کا بدلہ ہے، پس داخلی حفاظت کے لئے پولیس رکھنی پڑے گی

اور خارجی حفاظت کے لئے فوج، اور ان پر جو خرچ آئے گا اس میں غیر مسلموں کو بھی حصہ دار بننا پڑے گا۔ یہی جزیہ کی حقیقت ہے، پس اگر اسلامی حکومت کے غیر مسلموں کے علاقہ پر باہر سے کوئی حملہ آور ہو تو اس سے نمٹنا اسلامی حکومت کی ذمہ داری ہے۔

دوسری بات: اسلامی حکومت کے غیر مسلم شہریوں کو غلام باندی بنانا جائز نہیں، غلام باندی قیدیوں کو بنایا جاتا ہے اور وہ قیدی نہیں ہیں۔

اور باب کی حدیث ایک لمبی حدیث کا آخری حصہ ہے جو پہلے گذری ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے بعد ہونے والے خلیفہ کو وصیت کی تھی کہ ذمیوں کی اللہ نے اور اس کے رسول نے جو ذمہ داری لی ہے وہ پوری کی جائے، یعنی ان کے ساتھ جو عہد و پیمان ہوا ہے اس کا لحاظ کیا جائے، اور ان کی طرف سے لڑا جائے، یعنی ان کی حفاظت کے لئے حکومت دشمنوں سے لڑے، اسلامی تاریخ کا مشہور واقعہ ہے کہ شام کے ایک علاقہ سے مسلمان فوج کو پیچھے ہٹنا پڑا، پس کمانڈر نے ذمیوں سے لیا ہوا جزیہ واپس کر دیا اور کہا: ابھی ہم تمہاری حفاظت نہیں کر سکتے، ہم پیچھے ہٹ رہے ہیں، اس لئے لیا ہوا جزیہ واپس کیا جا رہا ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ذمیوں کو ان کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہ دی جائے یعنی اتنا ہی جزیہ لیا جائے جس کو وہ برداشت کر سکیں۔

[۱۷۴-] بَابٌ: يُقَاتَلُ عَنْ أَهْلِ الذِّمَّةِ وَلاَ يُسْتَرَقُّوْنَ

[۳۰۵۲-] حدثنا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ، ثَنَا أَبُوْ عَوَانَةَ، عَنْ حُصَيْنٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُوْنٍ، عَنْ عُمَرَ، قَالَ: وَأُوْصِيْهِ بِذِمَّةِ اللهِ وَذِمَّةِ رَسُوْلِهِ: أَنْ يُوَفَّى لَهُمْ بِعَهْدِهِمْ، وَأَنْ يُقَاتَلَ مِنْ وَرَائِهِمْ، وَلاَ يُكَلَّفُوْا إِلَّا طَاقَتَهُمْ. [راجع: ۱۳۹۲]

بَابٌ: هَلْ يُسْتَشْفَعُ إِلٰى أَهْلِ الذِّمَّةِ، وَمُعَامَلَتُهُمْ؟

ذمیوں سے سفارش کرانا، اور ان کے ساتھ معاملہ کرنا

اِسْتَشْفَعَ بِهِ إِلٰى فلان بالأَمْرِ: کسی سے کسی معاملہ میں کسی کے پاس کوئی سفارش کرانا۔ اور باب میں ایک بات ہے دو باتیں نہیں ہیں، ذمیوں کے علاقہ میں کوئی مسئلہ پیدا ہوا، یا دار الحرب کے لوگوں کے ساتھ کوئی معاملہ پیش آیا تو چونکہ ذمیوں کے ان کے ساتھ تعلقات ہیں اس لئے ان سے سفارش کرا سکتے ہیں اور ذمیوں کے ساتھ معاملہ اس طرح کرنا چاہئے کہ اگر ہمارا کوئی کام ان سے نکل سکتا ہو تو ان سے نکلوا لیا جائے اور اگر ان کا کوئی کام ہم سے نکل سکتا ہو تو وہ ہم سے نکلوا لیں، اور حضرت رحمہ اللہ باب میں کوئی حدیث نہیں لائے، کہاں سے لاتے؟ جب کوئی حدیث نہیں ہے! یہ مسئلہ اجتہادی ہے۔

[۱۷۵-] بَابٌ: هَلْ يُسْتَشْفَعُ إِلٰى أَهْلِ الذِّمَّةِ، وَمُعَامَلَتُهُمْ؟

بَابُ جَوَائِزِ الْوَفْدِ

وفد کوانعام دینا

امیر المؤمنین کے پاس مختلف وفود آتے ہیں، مسلمانوں کے بھی اور غیر مسلموں کے بھی، ان کو ہدایا دینے چاہئیں، نبی ﷺ کا معمول تھا۔ اور باب کی حدیث پہلے گذری ہے، اس میں نبی ﷺ کی وصیت ہے: أَجِيْزُوْا الْوَفْدَ بِنَحْوِ مَا كُنْتُ أُجِيْزُهُمْ: وفود کو اس طرح انعام دو جس طرح میں ان کو دیا کرتا تھا، پھر حدیث کے آخر میں یہ مضمون ہے کہ جزیرۃ العرب کی حدود اربعہ کیا ہیں؟ مکہ، مدینہ، یمامہ اور یمن جزیرۃ العرب میں داخل ہیں، اور عرج جو تہامہ کا ابتدائی حصہ ہے وہ بھی جزیرۃ العرب میں شامل ہے، اور اس مسئلہ کی تحقیق یہ ہے کہ جزیرۃ العرب کے ساتھ تین طرف سے سمندر ملا ہوا ہے اور عراق اور شام کی طرف خشکی ہے، اُن ملکوں کی حدود سے جزیرۃ العرب ملا ہوا ہے، اس لئے علماء میں اختلاف ہوا ہے کہ جزیرۃ العرب کی آخری حدود کیا ہیں؟

فائدہ: باب کی حدیث میں ایک جملہ ہے جو پہلے نہیں آیا، نبی ﷺ نے فرمایا: دَعُوْنِي فَالَّذِيْ أَنَا فِيْهِ خَيْرٌ مِمَّا تَدْعُوْنَنِيْ إِلَيْهِ: مجھے رہنے دو، اس لئے کہ میں جس حال میں ہوں وہ اس سے بہتر ہے جس کی طرف تم مجھے بلا رہے ہو۔ یعنی تحریر لکھوائی جائے یا نہ لکھوائی جائے؟ اس میں اختلاف ہوا، پس آپؐ نے فرمایا: میں جس حال میں ہوں مراد توجہ الی اللہ ہے، وہ میرے لئے بہتر ہے اس حال سے جس کی طرف تم مجھے بلا رہے ہو، یعنی لکھنے کی طرف۔ اس جملہ کا مطلب یہ ہے کہ نبی ﷺ نے خود لکھنے کا ارادہ ملتوی فرمادیا تھا، پس یہ کہنا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے روک دیا: درست نہیں، کیونکہ اس واقعہ کے بعد آپؐ چار دن بقید حیات رہے ہیں، اگر لکھوانے کا ارادہ ہوتا تو اس عرصہ میں کاغذ منگوا کر لکھوا سکتے تھے یا زبانی ارشاد فرما سکتے تھے، مگر ایسا کچھ نہیں ہوا، معلوم ہوا کہ آپؐ نے لکھوانے کا ارادہ ملتوی فرمادیا تھا۔

[۱۷٦-] بَابُ جَوَائِزِ الْوَفْدِ

[۳۰۵۳-] حدثنا قَبِيْصَةُ، ثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ سُلَيْمَانَ الْأَحْوَلِ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّهُ قَالَ: يَوْمُ الْخَمِيْسِ! وَمَا يَوْمُ الْخَمِيْسِ؟ ثُمَّ بَكَى حَتَّى خَضَبَ دَمْعُهُ الْحَصْبَاءَ، فَقَالَ: اشْتَدَّ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم وَجَعُهُ يَوْمَ الْخَمِيْسِ، فَقَالَ: "ائْتُوْنِيْ بِكِتَابٍ أَكْتُبْ لَكُمْ كِتَابًا لَنْ تَضِلُّوْا بَعْدَهُ أَبَدًا" فَتَنَازَعُوْا وَلَا يَنْبَغِيْ عِنْدَ نَبِيٍّ تَنَازُعٌ، فَقَالُوْا: أَهَجَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم؟ قَالَ: "دَعُوْنِيْ فَالَّذِيْ أَنَا فِيْهِ خَيْرٌ مِمَّا تَدْعُوْنَنِيْ إِلَيْهِ" وَأَوْصَى عِنْدَ مَوْتِهِ بِثَلَاثٍ: "أَخْرِجُوْا الْمُشْرِكِيْنَ مِنْ

جَزِيْرَةِ الْعَرِبِ، وَأَجِيْزُوْا الْوَفْدَ بِنَحْوِ مَا كُنْتُ أُجِيْزُهُمْ" وَنَسِيْتُ الثَّالِثَةَ. قَالَ أَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ: وَقَالَ يَعْقُوْبُ ابْنُ مُحَمَّدٍ: سَأَلْتُ الْمُغِيْرَةَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ جَزِيْرَةِ الْعَرَبِ؟ فَقَالَ: مَكَّةُ وَالْمَدِيْنَةُ وَالْيَمَامَةُ وَالْيَمَنُ، قَالَ يَعْقُوْبُ: وَالْعَرْجُ: أَوَّلُ تِهَامَةَ.[راجع: ۱۱٤]

بَابُ التَّجَمُّلِ لِلْوَفْدِ

وفد سے ملنے کے لئے اچھا لباس پہننا

جب کوئی وفد آئے، اور امیر المؤمنین سے ملاقات کرے تو امیر المؤمنین اچھا لباس پہن کر ان سے ملے، یہ ریاء (دکھلاوا) نہیں ہے، نہ اسراف ہے، اور باب کی حدیث پہلے گذری ہے۔ حضرت عمرؓ نے ایک اچھا جوڑا بکتا ہوا دیکھا، انھوں نے نبی ﷺ کو مشورہ دیا کہ آپؐ یہ جوڑا خرید لیں اور عید کے دن اور وفود سے ملتے وقت زیب تن فرمائیں، معلوم ہوا کہ یہ جائز ہے۔

[۱۷۷-] بَابُ التَّجَمُّلِ لِلْوَفْدِ

[۳۰۵٤-] حدثنا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ، ثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، أَنَّ ابْنَ عُمَرَ، قَالَ: وَجَدَ عُمَرُ حُلَّةَ إِسْتَبْرَقٍ تُبَاعُ فِي السُّوْقِ، فَأَتَى بِهَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، فَقَالَ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! ابْتَعْ هٰذِهِ الْحُلَّةَ فَتَجَمَّلْ بِهَا لِلْعِيْدِ وَالْوَفْدِ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: "إِنَّمَا هٰذِهِ لِبَاسُ مَنْ لاَ خَلاَقَ لَهُ" أَوْ:" إِنَّمَا يَلْبَسُ هٰذِهِ مَنْ لاَ خَلاَقَ لَهُ" فَلَبِثَ مَاشَاءَ اللّٰهُ، ثُمَّ أَرْسَلَ إِلَيْهِ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم بِجُبَّةِ دِيْبَاجٍ، فَأَقْبَلَ بِهَا عُمَرُ حَتَّى أَتَى بِهَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، فَقَالَ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! قُلْتَ:" إِنَّمَا هٰذِهِ لِبَاسُ مَنْ لاَ خَلاَقَ لَهُ أَوْ: إِنَّمَا يَلْبَسُ هٰذِهِ مَنْ لاَ خَلاَقَ لَهُ" ثُمَّ أَرْسَلْتَ إِلَيَّ بِهٰذِهِ. فَقَالَ:" تَبِيْعُهَا أَوْ: تُصِيْبُ بِهَا بَعْضَ حَاجَتِكَ"[راجع۸۸٦]

بَابٌ: كَيْفَ يُعْرَضُ الإِسْلَامُ عَلَى الصَّبِيِّ؟

بچہ پر اسلام کیسے پیش کیا جائے؟

اگر بچہ سمجھدار ہو تو اسلام کی دعوت دی جاسکتی ہے اور دعوت کا طریقہ داعی جانتا ہے، اور اگلے ذیلی باب میں اس سلسلہ میں راہ نمائی ہے۔ اور سمجھدار بچہ کا اسلام معتبر ہے، نبی ﷺ نے ابن صیاد کو اسلام کی دعوت دی تھی، اور حدیث گذر چکی ہے۔

[۱۷۸-] بَابٌ: كَيْفَ يُعْرَضُ الإِسْلَامُ عَلَى الصَّبِيِّ؟

[۳۰۵۵-] حدثنا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، ثَنَا هِشَامٌ، أَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، أَخْبَرَنِيْ سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ،

عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّـهُ أَخْبَرَهُ أَنَّ عُمَرَ انْطَلَقَ فِيْ رَهْطٍ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم مَعَ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قِبَلَ ابْنِ الصَّيَّادِ، حَتَّى وَجَدَهُ يَلْعَبُ مَعَ الْغِلْمَانِ عِنْدَ أُطُمِ بَنِيْ مَغَالَةَ، وَقَدْ قَارَبَ يَوْمَئِذٍ ابْنُ صَيَّادٍ يَحْتَلِمُ، فَلَمْ يَشْعُرْ بِشَيْئٍ حَتَّى ضَرَبَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم ظَهْرَهُ بِيَدِهِ، ثُمَّ قَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم: " أَتَشْهَدُ أَنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ؟" فَنَظَرَ إِلَيْهِ ابْنُ صَيَّادٍ فَقَالَ: أَشْهَدُ أَنَّكَ رَسُوْلُ الْأُمِّيِّيْنَ. قَالَ ابْنُ صَيَّادٍ لِلنَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم: أَتَشْهَدُ أَنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ؟ قَالَ لَهُ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم: " آمَنْتُ بِاللّٰهِ وَرُسُلِهِ" قَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم: " مَاذَا تَرَى؟" قَالَ ابْنُ صَيَّادٍ: يَأْتِيْنِيْ صَادِقٌ وَكَاذِبٌ، قَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم: " خُلِّطَ عَلَيْكَ الْأَمْرُ" قَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم: " إِنِّيْ قَدْ خَبَأْتُ لَكَ خَبأً" قَالَ ابْنُ صَيَّادٍ: هُوَ الدُّخُّ، قَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم: " اخْسَأْ فَلَنْ تَعْدُوَ قَدْرَكَ" قَالَ عُمَرُ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! ائْذَنْ لِيْ فِيْهِ أَضْرِبْ عُنُقَهُ، قَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم: " إِنْ يَكُنْ هُوَ فَلَنْ تُسَلَّطَ عَلَيْهِ، وَإِنْ لَمْ يَكُنْ هُوَ فَلاَ خَيْرَ لَكَ فِيْ قَتْلِهِ"[راجع: ۱۳۵٤]

[۳۰۵٦-] قَالَ ابْنُ عُمَرَ: انْطَلَقَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم وَأُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ يَأْتِيَانِ النَّخْلَ الَّذِيْ فِيْهِ ابْنُ صَيَّادٍ، حَتَّى إِذَادَخَلَ النَّخْلَ طَفِقَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم يَتَّقِيْ بِجُذُوْعِ النَّخْلِ، وَهُوَ يَخْتِلُ أَنْ يَسْمَعَ مِنْ ابْنِ صَيَّادٍ شَيْئًا قَبْلَ أَنْ يَرَاهُ، وَابْنُ صَيَّادٍ مُضْطَجِعٌ عَلٰى فِرَاشِهِ فِيْ قَطِيْفَةٍ لَهُ فِيْهَا رَمْزَةٌ، فَرَأَتْ أُمُّ ابْنِ صَيَّادٍ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم وَهُوَ يَتَّقِيْ بِجُذُوْعِ النَّخْلِ، فَقَالَتْ لِابْنِ صَيَّادٍ: أَيْ صَافِ - وَهُوَ اسْمُهُ - فَثَارَ ابْنُ صَيَّادٍ فَقَالَ النَّبِيُّ: صلی اللہ علیہ وسلم: " لَوْ تَرَكَتْهُ بَيَّنَ"[راجع: ۱۳۵۵]

[۳۰۵۷-] وَقَالَ سَالِمٌ: قَالَ ابْنُ عُمَرَ: ثُمَّ قَامَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم فِي النَّاسِ، فَأَثْنَى عَلَى اللّٰهِ بِمَا هُوَ أَهْلُهُ، ثُمَّ ذَكَرَ الدَّجَّالَ فَقَالَ: " إِنِّيْ أُنْذِرُكُمُوْهُ، وَمَا مِنْ نَبِيٍّ إِلَّا قَدْ أَنْذَرَ قَوْمَهُ، لَقَدْ أَنْذَرَهُ نُوْحٌ قَوْمَهُ، وَلٰكِنْ سَأَقُوْلُ لَكُمْ فِيْهِ قَوْلاً لَمْ يَقُلْهُ نَبِيٌّ لِقَوْمِهِ: تَعْلَمُوْنَ أَنَّـهُ أَعْوَرُ، وَأَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِأَعْوَرَ"

[انظر: ۳۳۳۷، ۳٤۳۹، ٤٤۰۲، ٦۱۷۵، ۷۱۲۳، ۷۱۲۷، ۷٤۰۷]

بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم لِلْيَهُوْدِ: " أَسْلِمُوْا تَسْلَمُوْا"

نبی ﷺ نے یہود سے فرمایا: ''مسلمان ہوجاؤ محفوظ رہوگے''

یہ ذیلی باب ہے، گذشتہ باب میں آیا ہے کہ بچہ کو اسلام کی دعوت کیسے دی جائے؟ اس سلسلہ میں کوئی حدیث نہیں تھی، اس لئے یہ راہنما باب لائے کہ نبی ﷺ نے جب یہود کو اسلام کی دعوت دی تو ترغیب کے ساتھ دی کہ اسلام قبول کرلو دنیا وآخرت میں محفوظ رہوگے، لہٰذا بچہ کے سامنے بھی کوئی ایسی ترغیبی بات کہی جائے جو اس کے ذہن کو اپیل کرے اور باب میں

جس حدیث کا حوالہ ہے وہ آگے (حدیث ۳۱۶۷) آرہی ہے۔

[۱۷۹-] بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم لِلْيَهُوْدِ: "أَسْلِمُوْا تَسْلَمُوْا"
قَالَهُ الْمَقْبُرِيُّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ.

بَابٌ: إِذَا أَسْلَمَ قَوْمٌ فِي دَارِ الْحَرْبِ، وَلَهُمْ مَالٌ وَأَرَضُوْنَ فَهِيَ لَهُمْ

دارالحرب میں کوئی قوم مسلمان ہوجائے اوران کے پاس مال اورزمینیں ہوں تو وہ ان کی ہیں

دارالحرب میں کوئی مسلمان ہوا، وہاں اس کا گھر زمین جائداداور کاروبار ہے، پھر فوج نے دارالحرب پر چڑھائی کی اوراس کو فتح کرلیا تو جو مسلمان پہلے سے وہاں ہیں، ان کی زمین اور گھر ان کی ملکیت ہونگے یا غنیمت ہونگے؟ یہ اختلافی مسئلہ ہے، حاشیہ میں حنفیہ کی رائے یہ لکھی ہے کہ سب مال ان کا ہوگا، مگر زمین جائداد غنیمت ہوگی، اور امام ابو یوسف اور امام بخاری رحمہما اللہ کی رائے یہ ہے کہ گھر اور زمینیں بھی انہی کی ہونگی، اور امام صاحبؒ نے باب میں جن دو حدیثوں سے استدلال کیا ہے وہ استدلال خفی ہے، مگر حاشیہ میں مسند احمد کے حوالہ سے صریح حدیث لکھی ہے: إِذَا أَسْلَمَ الرَّجُلُ فَهُوَ أَحَقُّ بِأَرْضِهِ وَمَالِهِ: جب کوئی شخص مسلمان ہوجائے تو وہ اپنی زمین اور اپنے مال کا زیادہ حق دار ہے۔

پہلی روایت: حجۃ الوداع میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا: کل آپؐ مکہ میں کہاں ٹھہریں گے؟ آپؐ نے فرمایا: مکہ میں ہمارا کوئی گھر نہیں، سب گھر عقیلؓ نے بیچ دیئے ہیں، معلوم ہوا کہ اگر گھر ہوتا تو وہ آپؐ کا ہوتا، اور آپؐ وہاں قیام فرماتے، مگر یہ مفہوم مخالف سے استدلال ہے جو حجت نہیں۔

دوسری حدیث: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سرکاری جانوروں کے لئے ایک چراگاہ ریزور کی تھی، پس چہ میگوئیاں ہوئیں، حضرتؓ نے فرمایا: وہ علاقہ لوگوں کا ہے، زمانۂ جاہلیت میں بھی وہ اس کے لئے لڑتے رہے ہیں، اور مسلمان ہوئے تو بھی وہ انہی کے قبضہ میں تھا، اس لئے مجھے ریزور کرنے کا کوئی حق نہیں، مگر مجبوری ہے، حکومت کے پاس جہاد کے لئے چالیس ہزار گھوڑے ہیں، میں ان کو کہاں چراؤں گا؟ اس لئے میں نے وہ علاقہ ریزور کیا ہے، اس روایت میں حضرت عمرؓ کا یہ جملہ کہ جب وہ مسلمان ہوئے تو وہ علاقہ ان کے پاس تھا، اس لئے وہ انہی کا ہے، اس سے استدلال کیا ہے، مگر وہ علاقہ شخصی ملکیت نہیں تھا، بلکہ عوامی استعمال کے لئے تھا، اس لئے یہ استدلال بھی خفی ہے۔

[۱۸۰-] بَابٌ: إِذَا أَسْلَمَ قَوْمٌ فِي دَارِ الْحَرْبِ، وَلَهُمْ مَالٌ وَأَرَضُوْنَ فَهِيَ لَهُمْ

[۳۰۵۸-] حدثنا مَحْمُوْدٌ، ثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنٍ، عَنْ عَمْرِو ابْنِ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ، عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ، قَالَ: قُلْتُ: يَارَسُوْلَ اللهِ! أَيْنَ تَنْزِلُ غَدًا؟ فِي حَجَّتِهِ، قَالَ:

”وَهَلْ تَرَكَ لَنَا عَقِيلٌ مَنْزِلًا؟“ ثُمَّ قَالَ: ”نَحْنُ نَازِلُوْنَ غَدًا بِخَيْفِ بَنِى كِنَانَةَ الْمُحَصَّبِ، حَيْثُ قَاسَمَتْ قُرَيْشٌ عَلَى الْكُفْرِ“ وَذٰلِكَ أَنَّ بَنِى كِنَانَةَ حَالَفَتْ قُرَيْشًا عَلَى بَنِى هَاشِمٍ: أَنْ لاَ يُبَايِعُوْهُمْ وَلاَ يُؤْوُوهُمْ، قَالَ الزُّهْرِيُّ: وَالْخَيْفُ: الْوَادِىْ. [راجع: ۱۵۸۸]

ترجمہ: حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! آپؐ آئندہ کل کہاں اتریں گے؟ یہ واقعہ حجۃ الوداع کا ہے، آپؐ نے فرمایا: کیا ہمارے لئے عقیلؓ نے کوئی گھر چھوڑا ہے؟ پھر فرمایا: ہم آئندہ کل بنو کنانہ کے محصب نامی میدان میں اتریں گے جہاں قریش نے کفر پر باہم قسمیں کھائی تھیں اور اس کی تفصیل یہ ہے کہ بنو کنانہ نے قریش کے ساتھ بنو ہاشم کے بائیکاٹ پر قسمیں کھائی تھیں کہ ان کے ساتھ کوئی لین دین نہ کیا جائے اور نہ ان کو ٹھکانہ دیا جائے۔

تشریح: جب نبی ﷺ ہجرت کر کے مدینہ آئے تو آپؐ کے گھر پر خاندان کے لوگوں نے قبضہ کرلیا، خاندان میں بڑے عقیل تھے وہ اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے، انھوں نے آپؐ کے گھر کو بیچ دیا تھا۔

[۳۰۵۹-] حدثنا إِسْمَاعِيْلُ، ثَنِىْ مَالِكٌ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ أَبِيْهِ، أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ، اسْتَعْمَلَ مَوْلًى لَهُ يُدْعَى هُنَيًّا عَلَى الْحِمَى، فَقَالَ: يَا هُنَيُّ! اضْمُمْ جَنَاحَكَ عَنِ الْمُسْلِمِيْنَ، وَاتَّقِ دَعْوَةَ الْمُسْلِمِيْنَ، فَإِنَّ دَعْوَةَ الْمَظْلُوْمِ مُسْتَجَابَةٌ، وَأَدْخِلْ رَبَّ الصُّرَيْمَةِ وَرَبَّ الْغُنَيْمَةِ، وَإِيَّاىَ وَنَعَمَ ابْنِ عَوْفٍ وَنَعَمَ ابْنِ عَفَّانَ، فَإِنَّهُمَا إِنْ تَهْلِكْ مَا شِيَتُهُمَا يَرْجِعَانِ إِلَى نَخْلٍ وَزَرْعٍ، وَإِنَّ رَبَّ الصُّرَيْمَةِ وَرَبَّ الْغُنَيْمَةِ إِنْ تَهْلِكْ مَا شِيَتُهُمَا يَأْتِيْنِى بِبَيْتِهِ، فَيَقُوْلُ: يَا أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ! يَا أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ! أَفَتَارِكُهُمْ أَنَا؟ لاَ أَبَالَكَ! فَالْمَاءُ وَالْكَلَأُ أَيْسَرُ عَلَىَّ مِنَ الذَّهَبِ وَالْوَرِقِ، وَأَيْمُ اللهِ! إِنَّهُمْ لَيَرَوْنَ أَنْ قَدْ ظَلَمْتُهُمْ، إِنَّهَا لَبِلاَدُهُمْ، قَاتَلُوْا عَلَيْهَا فِى الْجَاهِلِيَّةِ، وَأَسْلَمُوْا عَلَيْهَا فِى الإِسْلاَمِ، وَالَّذِىْ نَفْسِىْ بِيَدِهِ! لَوْلاَ الْمَالُ الَّذِىْ أَحْمِلُ عَلَيْهِ فِىْ سَبِيْلِ اللهِ مَا حَمَيْتُ عَلَيْهِمْ مِنْ بِلاَدِهِمْ شِبْرًا.

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ اسلم بیان کرتے ہیں: جب حضرت عمرؓ نے اپنے ایک آزاد کردہ کو جو ہُنیّ کہلاتا تھا سرکاری چراگاہ کا ذمہ دار بنایا تو فرمایا: اے ہُنیّ! مسلمانوں کے ساتھ مہربانی کا برتاؤ کرنا، اور مظلوم کی بددعا سے بچنا، اس لئے کہ مظلوم کی بددعا قبول کی ہوئی ہے، چند اونٹوں والے کو اور چند بکریوں والے کو چراہ گاہ میں آنے دینا، اور عبدالرحمٰن بن عوف اور عثمان بن عفان رضی اللہ عنہما کے جانوروں کو نہ آنے دینا، اس لئے کہ وہ دونوں اگر ان کے جانور ہلاک ہوئے تو وہ کھیتی اور کھجور کے باغ کی طرف لوٹیں گے، اور چند اونٹوں والا اور چند بکریوں والا اگر ان کے جانور ہلاک ہوئے تو وہ اپنا گھر لے کر میرے پاس آئیں گے اور کہیں گے: حضرت! حضرت! پس باؤلے کیا میں ان کو چھوڑ دوں گا؟ یعنی ان کی کفالت نہیں کروں گا؟ پس پانی اور گھاس میرے نزدیک زیادہ آسان ہیں سونے اور چاندی سے۔

تشریح: جن لوگوں کے پاس چند اونٹ اور چند بکریاں ہیں اگر وہ گھاس چارہ نہ ملنے کی وجہ سے ہلاک ہوگئے تو بیت المال سے ان کا وظیفہ جاری کرنا پڑے گا، اور ابن عوفؓ اور ابن عفانؓ کے جانور اگر ہلاک ہوگئے تو ان کے پاس گذارہ کے لئے بہت کچھ ہے، کھیت ہیں باغات ہیں، اس لئے اگر چند جانوروں والا ریزروا یریے میں جانور چرانے آئے تو اسے آنے دینا، بڑے ریوڑ والوں کو نہ آنے دینا، ورنہ چراگاہ ریزور کرنے کا فائدہ ختم ہوجائے گا، ساری گھاس اور پتے ان کے جانور چر جائیں گے۔

باقی ترجمہ: اور اللہ کی قسم! بیشک وہ دیکھتے ہیں کہ میں نے ان پر ظلم کیا ہے، کیونکہ وہ ان کا علاقہ ہے، جاہلیت میں وہ اس پر لڑے ہیں اور اسلام میں وہ اس پر مسلمان ہوئے ہیں، یعنی جو علاقہ میں نے ریزرو کیا ہے وہاں کے لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ یہ ہماری زمینیں ہیں، ہمارے جانوروں کے چرنے کے لئے ہیں، عمرؓ نے یہ علاقہ ریزرو کرلیا، اب ہمارے جانور کہاں چریں؟ یہ ہم پر ظلم کیا ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے! اگر سرکاری جانور نہ ہوتے جو راہِ خدا میں مجاہدین کو سواری کے لئے دیتا ہوں تو میں ان کے علاقہ میں سے بالشت بھر ریزرو نہ کرتا۔

تشریح: وہ علاقہ جو حمی بنایا گیا تھا شخصی ملک نہیں تھا، وہ حکومت کی ملک تھا، اور عوامی استعمال کے لئے تھا، پس اس سے ذاتی املاک ایکوائر کرنے پر استدلال نہیں کیا جاسکتا۔

بَابُ كِتَابَةِ الإِمَامِ النَّاسَ

امام کا لوگوں کی لسٹ بنوانا

جہاد کی ضرورت سے یا کسی اور مصلحت سے لوگوں کی لسٹ بنوانا جائز ہے، ملک کی مردم شماری بھی اسی ذیل میں آتی ہے، جنگ احد کے وقت یا خندق کی کھدائی کے وقت نبی ﷺ نے فرمایا: میرے لئے ہر کلمہ گو کا نام لکھو، پس ہم نے آپؐ کے لئے پندرہ سو آدمی لکھے۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ہم نے سوچا اب ڈرنے کی کوئی بات نہیں، ہم پندرہ سو ہیں! اور (اب) واقعہ یہ ہے کہ آزمائش میں ڈالے گئے ہم، یہاں تک کہ ایک آدمی تنہا نماز پڑھتا ہے درانحالیکہ وہ ڈرتا ہے۔

تشریح: یہ حدیث اعمش رحمہ اللہ کی ہے، ان کے تین شاگردوں میں اختلاف ہے، سفیان ثوری رحمہ اللہ کی روایت میں پندرہ سو کا عدد ہے اور ابوحمزہ کی روایت میں پانچ سو کا اور ابومعاویہ کی روایت میں چھ سو اور سات کے درمیان کا، اس اختلاف کو حاشیہ میں حل کیا ہے دیکھ لیں۔

اور روایت کے آخری جملہ کا مطلب یہ ہے کہ ایک وقت وہ تھا جب ہم پندرہ سو تھے اور مطمئن تھے کہ اب ڈرنے کی کیا بات ہے؟ پھر مسلمانوں میں خانہ جنگی شروع ہوئی اب یہ حال ہوگیا ہے کہ چھپ کر تنہا نماز پڑھنے سے بھی آدمی ڈرتا ہے کہ

امیر کو خبر ہو جائے گی تو گردن نپے گی، اور امیر خود ناوقت نماز پڑھاتا ہے۔

اور دوسری حدیث پہلے آئی ہے، ایک صحابی کا نام ایک غزوہ میں لکھا گیا (یہاں باب ہے) اور ان کی بیوی حج کو جارہی تھی، آپؐ نے ان سے فرمایا: واپس جاؤ اور اپنی بیوی کے ساتھ حج کرو۔

[۱۸۱-] بَابُ كِتَابَةِ الإِمَامِ النَّاسَ

[۳۰۶۰-] حدثنا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ، ثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِیْ وَائِلٍ، عَنْ حُذَيْفَةَ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم: " اكْتُبُوْا لِیْ مَنْ تَلَفَّظَ بِالإِسْلَامِ مِنَ النَّاسِ" فَكَتَبْنَا لَهُ أَلْفًا وَخَمْسَ مِائَةِ رَجُلٍ، فَقُلْنَا: نَخَافُ وَنَحْنُ أَلْفٌ وَخَمْسُ مِائَةٍ؟ فَلَقَدْ رَأَيْتُنَا ابْتُلِيْنَا، حَتَّى إِنَّ الرَّجُلَ لَيُصَلِّی وَحْدَهُ وَهُوَ خَائِفٌ.

حدثنا عَبْدَانُ، عَنْ أَبِیْ حَمْزَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ: فَوَجَدْنَاهُمْ خَمْسَ مِائَةٍ، قَالَ أَبُوْ مُعَاوِيَةَ: مَابَيْنَ سِتِّ مِائَةٍ إِلٰى سَبْعِ مِائَةٍ.

[۳۰۶۱-] حدثنا أَبُوْ نُعَيْمٍ، ثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ، عَنْ أَبِیْ مَعْبَدٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم، فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! إِنِّیْ كُتِبْتُ فِیْ غَزْوَةِ كَذَا وَكَذَا، وَامْرَأَتِیْ حَاجَّةٌ، قَالَ: " ارْجِعْ فَحُجَّ مَعَ امْرَأَتِكَ"[راجع: ۱۸۶۲]

بَابٌ: إِنَّ اللّٰهَ يُؤَيِّدُ الدِّيْنَ بِالرَّجُلِ الْفَاجِرِ

اللہ تعالیٰ بدکار آدمی کے ذریعہ دین کو تقویت پہنچاتے ہیں

باب میں حدیث کے الفاظ ہیں، کبھی اللہ تعالیٰ بدکار آدمی کے ذریعہ مسلمانوں کا کام کرا دیتے ہیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ہم نبی ﷺ کے ساتھ (ایک جہاد میں) تھے، پس آپؐ نے ایک ایسے شخص کے بارے میں جو مسلمان ہونے کا دعوے دار تھا، فرمایا: "یہ دوزخی ہے!" پھر جب جنگ شروع ہوئی تو وہ شخص بڑی بہادری سے لڑا، اور زخمی ہو گیا، لوگوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! جس کے بارے میں آپؐ نے فرمایا تھا کہ وہ دوزخی ہے آج وہ بڑی بہادری سے لڑا اور شہید ہو گیا۔ نبی ﷺ نے فرمایا: "دوزخ میں گیا!" راوی کہتا ہے: پس قریب تھے بعض لوگ کہ شک میں مبتلا ہو جائیں پس دریں اثناء کہ وہ اس حال میں تھے: اچانک کہا گیا کہ وہ مرا نہیں، البتہ بہت زخمی ہو گیا ہے، بس جب رات آئی تو وہ زخموں کی تاب نہ لا سکا اور اس نے خودکشی کر لی، پس نبی ﷺ کو اس کی اطلاع دی گئی، آپؐ نے فرمایا: "اللہ اکبر! میں گواہی دیتا ہوں کہ میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں!" پھر حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا، انھوں نے لوگوں میں پکارا: جنت میں مسلمان شخص ہی جائے گا، اور اللہ تعالیٰ اس دین کو بدکار آدمی کے ذریعہ تقویت پہنچاتے ہیں۔ (غالبًا یہ وہی واقعہ ہے جو پہلے (حدیث ۲۸۹۸ میں) گذرا ہے)

[١٨٢-] بَابٌ: إِنَّ اللّٰهَ يُؤَيِّدُ الدِّيْنَ بِالرَّجُلِ الْفَاجِرِ

[٣٠٦٢-] حدثنا أَبُوْ الْيَمَانِ، أَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، ح: وَحَدَّثَنِيْ مَحْمُوْدٌ، ثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ، قَالَ: شَهِدْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، فَقَالَ لِرَجُلٍ مِمَّنْ يَدَّعِيَ الإِسْلَامَ:" هٰذَا مِنْ أَهْلِ النَّارِ" فَلَمَّا حَضَرَ الْقِتَالُ قَاتَلَ الرَّجُلُ قِتَالاً شَدِيْدًا، فَأَصَابَتْهُ جِرَاحَةٌ، فَقِيْلَ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! الَّذِيْ قُلْتَ إِنَّهُ مِنْ أَهْلِ النَّارِ، فَإِنَّهُ قَدْ قَاتَلَ الْيَوْمَ قِتَالاً شَدِيْدًا وَقَدْ مَاتَ، فَقَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم:" إِلَى النَّارِ" قَالَ: فَكَادَ بَعْضُ النَّاسِ أَنْ يَرْتَابَ، فَبَيْنَمَاهُمْ عَلٰى ذٰلِكَ إِذْ قِيْلَ: إِنَّهُ لَمْ يَمُتْ، وَلٰكِنَّ بِهِ جِرَاحًا شَدِيْدًا. فَلَمَّا كَانَ مِنَ اللَّيْلِ لَمْ يَصْبِرْ عَلٰى الْجِرَاحِ فَقَتَلَ نَفْسَهُ، فَأُخْبِرَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم بِذٰلِكَ فَقَالَ:" اللّٰهُ أَكْبَرُ! أَشْهَدُ أَنِّيْ عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُوْلُهُ" ثُمَّ أَمَرَ بِلَالاً فَنَادَى فِي النَّاسِ:" إِنَّـهُ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ إِلَّا نَفْسٌ مُسْلِمَةٌ، وَإِنَّ اللّٰهَ لَيُؤَيِّدُ هٰذَا الدِّيْنَ بِالرَّجُلِ الْفَاجِرِ"[انظر: ٤٢٠٤، ٦٦٠٦]

بَابُ مَنْ تَأَمَّرَ فِي الْحَرْبِ مِنْ غَيْرِ إِمْرَةٍ إِذَا خَافَ الْعَدُوَّ

جنگ میں امیر نہ رہے اور خطرہ ہو تو خود امیر بننا

حکومت کی طرف سے فوج کا کمانڈر مقرر ہوتا ہے، لیکن اگر کوئی ایسا نازک وقت آجائے کہ کوئی امیر نہ رہے اور کوئی بڑھ کر فوج کی کمان سنبھال لے تو ایسا کرنا جائز ہے۔ غزوۂ موتہ میں نبی ﷺ نے بالترتیب تین امیر نامزد کئے تھے، وہ تینوں شہید ہوگئے تو حضرت خالد بن الولید رضی اللہ عنہ نے بڑھ کر جھنڈا سنبھال لیا اور ترکیب سے فوج کو نرغے سے نکال لائے۔

[١٨٣-] بَابُ مَنْ تَأَمَّرَ فِي الْحَرْبِ مِنْ غَيْرِ إِمْرَةٍ إِذَا خَافَ الْعَدُوَّ

[٣٠٦٣-] حدثنا يَعْقُوْبُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ، ثَنَا ابْنُ عُلَيَّةَ، عَنْ أَيُّوْبَ، عَنْ حُمَيْدِ بْنِ هِلَالٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: خَطَبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم فَقَالَ:" أَخَذَ الرَّايَةَ زَيْدٌ فَأُصِيْبَ، ثُمَّ أَخَذَهَا جَعْفَرٌ فَأُصِيْبَ، ثُمَّ أَخَذَهَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ رَوَاحَةَ فَأُصِيْبَ، ثُمَّ أَخَذَهَا خَالِدُ بْنُ الْوَلِيْدِ عَنْ غَيْرِ إِمْرَةٍ، فَفَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْهِ، وَمَا يَسُرُّنِيْ - أَوْ قَالَ: مَا يَسُرُّهُمْ - أَنَّهُمْ عِنْدَنَا" قَالَ: وَإِنَّ عَيْنَيْهِ لَتَذْرِفَانِ.[راجع: ١٢٤٦]

بَابُ الْعَوْنِ بِالْمَدَدِ

کمک کے ذریعہ مدد کرنا

فوج محاذ پر گئی ہوئی ہے، دشمن کی تعداد بہت زیادہ ہے، کمانڈر نے مرکز سے کمک مانگی، حکومت نے دوسرے فوجی روانہ

کئے، یہ کمک کے ذریعہ مدد کرنا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جزیرۃ العرب سے فوج اکٹھا کر کے محاذ پر کمک بھیجتے تھے، کیونکہ بیک وقت دو سپر پاوروں سے جنگ چل رہی تھی۔

اور باب کی حدیث سے استدلال واضح نہیں، اور اس میں راوی کا وہم بھی ہے، حدیث میں بیر معونہ کا واقعہ ہے۔ ستر قراء کو تعلیم و تبلیغ کے لئے بھیجا گیا تھا، پس یہ کمک کے ذریعہ مدد کرنا نہیں، اور حدیث کا جملہ: اسْتَمَدُّوْهُ علیٰ قَوْمِهِمْ: اور مدد مانگی انھوں نے حضور ﷺ سے اپنی قوم کے خلاف۔ یہ راوی کی تعبیر ہے، حقیقت میں یہ حضرات لڑنے نہیں گئے تھے اور حدیث میں بنولحیان کا تذکرہ بھی وہم ہے، بنولحیان کا تعلق بیر معونہ سے نہیں، غزوۂ رجیع سے ہے۔

[۱۸٤-] بَابُ الْعَوْنِ بِالْمَدَدِ

[۳۰٦٤-] حدثنا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، ثَنَا ابْنُ أَبِیْ عَدِیٍّ، وَسَهْلُ بْنُ يُوْسُفَ، عَنْ سَعِيْدٍ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ، أَنَّ النَّبِیَّ صلى الله عليه وسلم أَتَاهُ رِعْلٌ وَذَكْوَانُ وَعُصَيَّةُ وَبَنُوْ لِحْيَانَ، فَزَعَمُوْا أَنَّهُمْ قَدْ أَسْلَمُوْا، وَاسْتَمَدُّوْهُ عَلٰى قَوْمِهِمْ، فَأَمَدَّهُمُ النَّبِیُّ صلى الله عليه وسلم بِسَبْعِيْنَ مِنَ الْأَنْصَارِ، قَالَ أَنَسٌ: كُنَّا نُسَمِّيْهِمُ الْقُرَّاءَ، يَحْطِبُوْنَ بِالنَّهَارِ، وَيُصَلُّوْنَ بِاللَّيْلِ، فَانْطَلَقُوْا بِهِمْ حَتّٰى بَلَغُوْا بِئْرَ مَعُوْنَةَ غَدَرُوْا بِهِمْ، وَقَتَلُوْهُمْ، فَقَنَتَ شَهْرًا يَدْعُوْ عَلٰى رِعْلٍ وَذَكْوَانَ وَبَنِیْ لِحْيَانَ، قَالَ قَتَادَةُ: وَحَدَّثَنَا أَنَسٌ أَنَّهُمْ قَرَؤُا بِهِمْ قُرْآنًا: أَلَا بَلِّغُوْا قَوْمَنَا بِأَنَّا قَدْ لَقِيْنَا رَبَّنَا، فَرَضِیَ عَنَّا وَأَرْضَانَا. ثُمَّ رُفِعَ ذٰلِكَ بَعْدُ. [راجع: ۱۰۰۱]

بَابُ مَنْ غَلَبَ الْعَدُوَّ، فَأَقَامَ عَلٰى عَرْصَتِهِمْ ثَلَاثًا

جو دشمن پر فتح یاب ہوا پس ان کے علاقہ میں تین دن ٹھہرا

نبی ﷺ کا معمول تھا: جب کسی جنگ میں آپؐ کو کامیابی ملتی تو آپؐ فوراً واپس نہیں لوٹ جاتے تھے، تین دن وہاں رکتے تھے، اس میں حکمتیں تھیں، شہیدوں کو دفن کرتے، کافروں کی لاشوں کو ٹھکانے لگاتے، زخمیوں کی مرہم پٹی کرتے، اور پورے علاقہ کا نظم و انتظام کرتے، اور اہم فائدہ یہ تھا کہ دشمن کو چیلنج تھا کہ حوصلہ ہو تو آؤ اور لڑو، ہم جا نہیں رہے۔

[۱۸۵-] بَابُ مَنْ غَلَبَ الْعَدُوَّ، فَأَقَامَ عَلٰى عَرْصَتِهِمْ ثَلَاثًا

[۳۰٦۵-] حدثنا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيْمِ، ثَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ، ثَنَا سَعِيْدٌ عَنْ قَتَادَةَ، قَالَ: ذَكَرَ لَنَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ، عَنْ أَبِیْ طَلْحَةَ، عَنِ النَّبِیِّ صلى الله عليه وسلم، أَنَّهُ كَانَ إِذَا ظَهَرَ عَلٰى قَوْمٍ أَقَامَ بِالْعَرْصَةِ ثَلَاثَ لَيَالٍ.

تَابَعَهُ مُعَاذٌ، وَعَبْدُ الْأَعْلٰى، قَالَا: ثَنَا سَعِيْدٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ، عَنْ أَبِیْ طَلْحَةَ، عَنِ النَّبِیِّ صلى الله عليه وسلم. [انظر: ۳۹۷٦]

بَابُ مَنْ قَسَمَ الْغَنِيْمَةَ فِيْ غَزْوِهِ وَسَفَرِهِ

جس نے جہاد میں اور سفر میں غنیمت تقسیم کی

جہاد میں فتح نصیب ہوئی، مالِ غنیمت ہاتھ آیا، اس کو دارالحرب میں تقسیم کرنا جائز ہے یا نہیں؟ حنفیہ کہتے ہیں: ابھی غنیمت تقسیم نہیں کریں گے، جب مالِ غنیمت لے کر دارالاسلام کی حدود میں آجائیں گے تب تقسیم کریں گے۔ دیگر ائمہ اور امام بخاری رحمہم اللہ کے نزدیک دارالحرب میں بھی تقسیم کرسکتے ہیں۔ فِيْ غَزْوِهِ وَسَفَرِهِ کا یہی مطلب ہے کہ جہاں غنیمت ملی ہے وہاں تقسیم کرسکتے ہیں۔

جاننا چاہئے کہ دارالحرب میں غنیمت تقسیم کرنے کی کوئی صریح روایت نہیں ہے، باب میں جو معلّق روایت ہے وہ پہلے (حدیث ۲۵۰۷) گذری ہے، اور ذوالحلیفہ: تہامہ والا ذوالحلیفہ ہے، وہاں جو اونٹ بکریاں ذبح کرکے تقسیم کی گئی تھیں وہ کھانے کے لئے تقسیم کی گئی تھیں، کمانڈر کی طرف سے جانور ذبح ہوتے ہیں اور کھانے پینے کی چیزیں فوج میں تقسیم ہوتی ہیں، پس یہ غنیمت تقسیم کرنا نہیں ہے۔

اور حنفیہ کی دلیل یہ ہے کہ حنین میں ہزاروں بکریاں اور اونٹ ہاتھ آئے تھے مگر وہ تقسیم نہیں کئے گئے تھے، پھر ایک ماہ طائف کا محاصرہ رہا، وہاں بھی تقسیم نہیں کئے گئے، پھر جب محاصرہ اٹھا کر جعرانہ آئے یعنی مکہ کی حدود میں آئے تو مالِ غنیمت تقسیم کیا، معلوم ہوا کہ دارالحرب میں تقسیم نہیں کیا جائے گا، پس باب کی روایت امام بخاری رحمہ اللہ کی دلیل نہیں، حنفیہ کی دلیل ہے۔

[۱۸٦-] بَابُ مَنْ قَسَمَ الْغَنِيْمَةَ فِيْ غَزْوِهِ وَسَفَرِهِ

وَقَالَ رَافِعٌ: كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم بِذِى الْحُلَيْفَةِ، فَأَصَبْنَا غَنَمًا وَإِبِلًا، فَعَدَلَ عَشْرَةً مِنَ الْغَنَمِ بِبَعِيْرٍ.

[۳۰٦٦-] حدثنا هُدْبَةُ بْنُ خَالِدٍ، ثَنَا هَمَّامٌ، عَنْ قَتَادَةَ، أَنَّ أَنَسًا أَخْبَرَهُ، قَالَ: اعْتَمَرَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم مِنَ الْجِعْرَانَةِ حَيْثُ قَسَمَ غَنَائِمَ حُنَيْنٍ. [راجع: ۱۷۷۸]

بَابٌ: إِذَا غَنِمَ الْمُشْرِكُوْنَ مَالَ الْمُسْلِمِ ثُمَّ وَجَدَهُ الْمُسْلِمُ

مشرکوں نے مسلمان کا مال غنیمت میں لیا پھر اس کو مسلمان نے پایا

مسلمانوں کا اونٹ، گھوڑا، تلوار وغیرہ سامان مشرکوں کے ہاتھ پڑ گیا اور انھوں نے اس پر قبضہ کرلیا، پھر مسلمانوں نے

جنگ جیت لی اور مسلمان کا وہ مال بعینہ مل گیا تو وہ غنیمت میں شامل ہوگا یا مالک کو لوٹایا جائے گا؟ یہ اختلافی مسئلہ ہے، حضرت امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: حربی غلبہ سے مسلمان کے کسی مال کے مالک نہیں ہوتے، پس اس کا مالک تقسیم سے پہلے بھی اس کو لے سکتا ہے اور تقسیم کے بعد بھی، اور ائمہ: مالک، احمد اور ابوحنیفہ رحمہم اللہ فرماتے ہیں: غنیمت تقسیم ہونے سے پہلے اگر مالک اس کا مطالبہ کرے تو وہ چیز اس کو لوٹا دی جائے گی اور اگر مالک نے کوئی مطالبہ نہیں کیا اور مالِ غنیمت تقسیم ہوگیا اور اب وہ مطالبہ کرتا ہے تو اس کو نہیں لوٹائیں گے۔

اور باب کی روایتوں میں حضرت ابن عمرؓ کے دو واقعے ہیں: ایک واقعہ میں آپؓ کا غلام بھاگ کر دشمنوں کی طرف چلا گیا تھا، اور دوسرے واقعہ میں گھوڑا بھاگ کر چلا گیا تھا، ایک کو نبی ﷺ نے واپس کیا اور دوسرے کو حضرت خالدؓ نے، اور کونسا واقعہ کب پیش آیا؟ اس میں راویوں میں اختلاف ہے اور راجح یہ ہے کہ دونوں واقعے نبی ﷺ کے بعد دورِ صحابہ میں پیش آئے ہیں۔

[۱۸۷-] بَابٌ: إِذَا غَنِمَ الْمُشْرِكُوْنَ مَالَ الْمُسْلِمِ ثُمَّ وَجَدَهُ الْمُسْلِمُ

[۳۰۶۷-] وَقَالَ ابْنُ نُمَيْرٍ: ثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: ذَهَبَ فَرَسٌ لَهُ فَأَخَذَهُ الْعَدُوُّ، فَظَهَرَ الْمُسْلِمُوْنَ، فَرُدَّ عَلَيْهِ فِيْ زَمَنِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، وَأَبَقَ عَبْدٌ لَهُ فَلَحِقَ بِالرُّوْمِ فَظَهَرَ عَلَيْهِمُ الْمُسْلِمُوْنَ، فَرَدَّهُ عَلَيْهِ خَالِدُ بْنُ الْوَلِيْدِ بَعْدَ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم. [انظر: ۳۰۶۸، ۳۰۶۹]

[۳۰۶۸-] حدثنا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، ثَنَا يَحْيَى، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ، ثَنِىْ نَافِعٌ: أَنَّ عَبْدًا لِابْنِ عُمَرَ أَبَقَ فَلَحِقَ بَالرُّوْمِ، فَظَهَرَ عَلَيْهِ خَالِدُ بْنُ الْوَلِيْدِ فَرَدَّهُ عَلٰى عَبْدِ اللّٰهِ. وَأَنَّ فَرَسًا لِابْنِ عُمَرَ عَارَ فَلَحِقَ بِالرُّوْمِ، فَظَهَرَ عَلَيْهِ فَرَدُّوْهُ عَلٰى عَبْدِ اللّٰهِ.

قَالَ أَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ: عَارَ: اشْتُقَّ مِنَ الْعَيْرِ، وَهُوَ حِمَارُ الْوَحْشِ، أَىْ هَرَبَ. [راجع: ۳۰۶۷]

[۳۰۶۹-] حدثنا أَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ، ثَنَا زُهَيْرٌ، عَنْ مُوْسَى بْنِ عُقْبَةَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّهُ كَانَ عَلٰى فَرَسٍ يَوْمَ لَقِيَ الْمُسْلِمُوْنَ، وَأَمِيْرُ الْمُسْلِمِيْنَ يَوْمَئِذٍ خَالِدُ بْنُ الْوَلِيْدِ، بَعَثَهُ أَبُوْ بَكْرٍ، فَأَخَذَهُ الْعَدُوُّ، فَلَمَّا هُزِمَ الْعَدُوُّ رَدَّ خَالِدٌ فَرَسَهُ. [راجع: ۳۰۶۷]

لغت: دوسری حدیث میں عَارَ آیا ہے، عَارَ الشيئ کے معنی ہیں: ضائع کرنا، تلف کرنا، اور حدیث میں بھاگنا مراد ہے، امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس کا مشتق منہ عَیر ہے، جس کے معنی ہیں: گورخر (جنگلی گدھا)

بَابُ مَنْ تَكَلَّمَ بِالْفَارِسِيَّةِ وَالرَّطَانَةِ

جس نے فارسی یا کسی اور زبان میں بات کی

جہاد غیروں کے ساتھ ہوتا ہے، ان کی زبان الگ ہوتی ہے، پس ترجمان کے واسطہ سے یا بلاواسطہ ان کی زبان میں

بات کی جائے تو جائز ہے، کیونکہ زبانیں سب اللہ کی پیدا کی ہوئی ہیں، سورۃ الروم آیت ۲۲ میں ہے: یہ اللہ کی قدرت کی ایک نشانی ہے کہ اس نے مختلف زبانیں اور مختلف رنگ پیدا کئے۔ اور سورہ ابراہیم آیت ۴ میں ہے: ہر نبی اس کی قوم کی زبان میں بھیجا جاتا ہے، پس جب سب زبانیں اللہ کی پیدا کی ہوئی ہیں اور ہر زبان میں انبیاء مبعوث ہوئے ہیں تو ہر زبان بول سکتے ہیں، اور رَطَنَ کے معنی ہیں: بک بک کرنا، پس یہ یا تو عطفِ تفسیری ہے یا دوسری زبانیں مراد ہیں، ہر زبان نہ جاننے والے کو بک بک معلوم ہوتی ہے، اور عرب: عربی کے علاوہ ہر زبان کو بکواس ہی کہتے تھے۔

اور باب میں تین حدیثیں ہیں: پہلی حدیث میں نبی ﷺ نے لفظ سُوْر استعمال کیا ہے، فرمایا: جابرؓ نے تھوڑا کھانا تیار کیا ہے، یہ فارسی لفظ ہے، اور دوسری حدیث میں خالد بن سعید رضی اللہ عنہ کی لڑکی ام خالدؓ نبی ﷺ کے پاس آئیں، انھوں نے پیلا کرتا پہن رکھا تھا، آپؐ نے فرمایا: سَنَهْ سَنَهْ! گڈ گڈ! یہ حبشی زبان کا لفظ ہے، پھر آپؐ نے ان کو تین بار دعا دی: پرانا کرو اور پرانا کرو، یعنی یہ کرتا بہت دنوں تک چلے، چنانچہ انھوں نے لمبی عمر پائی اور ان کی درازی عمر کا لوگوں میں چرچا ہوا۔

اور تیسری حدیث میں ہے کہ جب حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے زکوٰۃ کی کھجور منہ میں رکھ لی تو آپؐ نے فرمایا: کَخْ کَخْ! تھوتھو! یہ غیر عربی کا لفظ نہیں ہے، عربی کا اسم صوت ہے۔

[١٨٨-] بَابُ مَنْ تَكَلَّمَ بِالْفَارِسِيَّةِ وَالرَّطَانَةِ

[١-] وَقَوْلِهِ تَعَالٰى: ﴿وَاخْتِلَافُ أَلْسِنَتِكُمْ وَأَلْوَانِكُمْ﴾[الروم: ٢٢]

[٢-] وَقَالَ: ﴿وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَسُوْلٍ إِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهِ﴾[إبراهيم: ٤]

[٣٠٧٠-] حدثنا عَمْرُوبْنُ عَلِيٍّ، ثَنَا أَبُوْ عَاصِمٍ، ثَنَا حَنْظَلَةُ بْنُ أَبِيْ سُفْيَانَ، أَنَا سَعِيْدُ بْنُ مِيْنَاءَ، قَالَ: سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: قُلْتُ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! ذَبَحْنَا بُهَيْمَةً لَنَا، وَطَحَنْتُ صَاعًا مِنْ شَعِيْرٍ، فَتَعَالَ أَنْتَ وَنَفَرٌ، فَصَاحَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم، فَقَالَ:" يَا أَهْلَ الْخَنْدَقِ! إِنَّ جَابِرًا قَدْ صَنَعَ سُوْرًا، فَحَيَّ هَلًا بِكُمْ"[انظر: ٤١٠١، ٤١٠٢]

[٣٠٧١-] حدثنا حَيَّانُ بْنُ مُوْسَى، أَنَا عَبْدُ اللّٰهِ، عَنْ خَالِدِ بْنِ سَعِيْدٍ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ أُمِّ خَالِدٍ بِنْتِ خَالِدِ ابْنِ سَعِيْدٍ، قَالَتْ: أَتَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم مَعَ أَبِيْ، وَعَلَيَّ قَمِيْصٌ أَصْفَرُ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم:" سَنَهْ سَنَهْ" قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ: وَهِىَ بِالْحَبَشِيَّةِ: حَسَنَةٌ، قَالَتْ: فَذَهَبْتُ أَلْعَبُ بِخَاتَمِ النُّبُوَّةِ فَزَبَرَنِيْ أَبِيْ. قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم:" دَعْهَا" ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم:" أَبْلِى وَأَخْلِقِيْ، ثُمَّ أَبْلِيْ وَأَخْلِقِيْ، ثُمَّ أَبْلِيْ وَأَخْلِقِيْ" قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ: فَبَقِيَتْ حَتَّى ذُكِرَتْ.

[انظر: ٣٨٧٤، ٨٥٢٣، ٥٨٤٥، ٥٩٩٣]

[۳۰۷۲-] حدثنا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، ثَنَا غُنْدَرٌ، ثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ، أَنَّ الْحَسَنَ بْنَ عَلِيٍّ أَخَذَ تَمْرَةً مِنْ تَمْرِ الصَّدَقَةِ فَجَعَلَهَا فِيْ فِيْهِ، فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم: "كَخْ كَخْ، أَمَا تَعْرِفُ أَنَّا لاَ نَأْكُلُ الصَّدَقَةَ؟"[راجع: ۱٤۸٥]

قَالَ عِكْرِمَةُ: الْحَسَنَةُ بِالْحَبَشِيَّةِ.

قَالَ أَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ: لَمْ تَعِشْ إِمْرَأَةٌ مِثْلَ مَاعَاشَتْ هٰذِهِ يَعْنِيْ أُمَّ خَالِدٍ.

وضاحتیں: بُهَيْمَة: بکری کا بچہ......... أبلی اور أخلقی: مترادف ہیں......... عکرمہ نے کہا: سَنَہْ کے معنی حبشی زبان میں عمدہ کے ہیں......... امام بخاریؒ فرماتے ہیں: ام خالد بہت دونوں تک زندہ رہیں۔

بَابُ الْغُلُوْلِ

مالِ غنیمت میں خیانت کرنا

مالِ غنیمت میں خیانت کرنا بہت بڑا گناہ ہے، آلِ عمران آیت ۱۶۱ میں ہے: "جو شخص مالِ غنیمت میں خیانت کرے گا وہ قیامت کے دن حاضر کرے گا اس چیز کو جو اس نے خیانت کی ہے" اور اس کی تفسیر میں نبی ﷺ نے جو ارشاد فرمایا ہے وہ پہلے گذرا ہے۔ چند مشکل لفظوں کے معانی جان لیں، پھر حدیث پڑھ لیں۔ عَظَّمَهُ، وَعَظَّمَ أَمْرَه: کے ایک معنی ہیں: پس بڑا کیا اس کو اور اس کے معاملہ کو سنگین کیا......... ثُغَاءٌ: بکری کا ممیانا......... حَمْحَمَةٌ: گھوڑے کا ہنہنانا......... لاَ أَمْلِكُ لَكَ شَيْئًا: میں تجھے بخشوا نہیں سکتا، کیونکہ سفارش کے لئے اللہ کی اجازت ضروری ہے......... رُغَاءٌ: بلبلانا......... صَامِتٌ: سونا چاندی یا ہر بے جان مال......... رِقَاعٌ: چیتھڑے......... تَخْفِقُ: لہرا رہے ہونگے، اور یحییٰ قطان کی روایت میں لفظ فرس نہیں تھا، (مگر ہمارے نسخہ میں ہے) اور ایوب سختیانی رحمہ اللہ کی روایت میں ہے، اتنا فرق ظاہر کرنے کے لئے ایوب سختیانی کی روایت لائے ہیں۔

[۱۸۹-] بَابُ الْغُلُوْلِ

وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى: ﴿وَمَنْ يَغْلُلْ يَأْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ﴾ [آلِ عمران: ۱٦۱]

[۳۰۷۳-] حدثنا مُسَدَّدٌ، ثَنَا يَحْيَى، عَنْ أَبِيْ حَيَّانَ، ثَنِيْ أَبُوْ زُرْعَةَ، ثَنِيْ أَبُوْ هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَامَ فِيْنَا النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم فَذَكَرَ الْغُلُوْلَ فَعَظَّمَهُ وَعَظَّمَ أَمْرَهُ، قَالَ: " لاَ أُلْفِيَنَّ أَحَدَكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلٰى رَقَبَتِهِ شَاةٌ لَهَا ثُغَاءٌ، عَلٰى رَقَبَتِهِ فَرَسٌ لَهُ حَمْحَمَةٌ، يَقُوْلُ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! أَغِثْنِيْ! فَأَقُوْلُ: لاَ أَمْلِكُ لَكَ شَيْئًا، قَدْ أَبْلَغْتُكَ، وَعَلٰى رَقَبَتِهِ بَعِيْرٌ لَهُ رُغَاءٌ يَقُوْلُ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! أَغِثْنِيْ، فَأَقُوْلُ: لاَ أَمْلِكُ لَكَ شَيْئًا قَدْ

أَبْلَغْتُكَ، وَعَلٰى رَقَبَتِهِ صَامِتٌ فَيَقُوْلُ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! أَغِثْنِىْ، فَأَقُوْلُ: لَا أَمْلِكُ لَكَ شَيْئًا قَدْ أَبْلَغْتُكَ، وَعَلٰى رَقَبَتِهِ رِقَاعٌ تَخْفِقُ فَيَقُوْلُ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! أَغِثْنِىْ، فَأَقُوْلُ: لَا أَمْلِكُ لَكَ شَيْئًا قَدْ أَبْلَغْتُكَ" وَقَالَ أَيُّوْبُ السَّخْتِيَانِيُّ، عَنْ أَبِىْ حَيَّانَ: " فَرَسٌ لَهُ حَمْحَمَةٌ"[راجع: ۱۴۰۲]

بَابُ الْقَلِيْلِ مِنَ الْغُلُوْلِ

غنیمت میں تھوڑی خیانت کرنا

مالِ غنیمت میں خیانت تھوڑی ہو یا زیادہ کبیرہ گناہ ہے، پاخانہ ایک چمچہ کھائے یا ایک کلو برابر ہے، پھر باب میں حضرت امام صاحبؒ نے ایک مسئلہ چھیڑا ہے کہ غنیمت میں خیانت کرنے والے کا سامان جلایا جائے یا نہ جلایا جائے؟ روایات مختلف ہیں: ایک روایت ہے کہ نبی ﷺ نے خیانت کرنے والے کے سامان کو جلانے کا حکم دیا اور ابو داؤد میں روایت ہے: إِذَا وَجَدْتُمُ الرَّجُلَ قَدْ غَلَّ فَأَحْرِقُوْا مَتَاعَهُ: جب تم کسی کو پاؤ کہ اس نے مالِ غنیمت میں خیانت کی ہے تو اس کا سامان جلا دو، پہلی روایت ضعیف ہے اور دوسری روایت صحیح یہ ہے کہ موقوف ہے، امام بخاریؒ نے التاریخ الکبیر میں فرمایا: ان احادیث سے بعض لوگ استدلال کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ خیانت کرنے والے کا سامان جلا دیا جائے، مگر یہ بات غلط ہے، اس کی کوئی دلیل نہیں اور یہاں فرماتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمرو کی روایت ہے کہ نبی ﷺ نے کرکرۃ کا سامان نہیں جلایا۔

اور باب میں یہ روایت ہے کہ کرکرۃ نامی شخص جو نبی ﷺ کے سامان کا ذمہ دار تھا: جہاد میں مارا گیا، آپؐ نے فرمایا: وہ دوزخ میں گیا، پس صحابہ گئے اور اس کا سامان چیک کیا، اس میں ایک چادر تھی جو اس نے غنیمت میں سے چرائی تھی، محض اتنی خیانت کی وجہ سے وہ جہنم میں گیا، اور علی مدینی کی روایت میں ان صاحب کا نام كِرْكِرَة (دونوں کاف مکسور) ہے اور امام بخاریؒ کے دوسرے استاذ محمد بن سلامؒ کی روایت میں كَرْكَرة (دونوں کاف مفتوح) ہے، امام صاحبؒ نے اس تلفظ کو ترجیح دی ہے۔

[۱۹۰-] بَابُ الْقَلِيْلِ مِنَ الْغُلُوْلِ

وَلَمْ يَذْكُرْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَمْرٍو، عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم أَنَّهُ حَرَّقَ مَتَاعَهُ، وَهٰذَا أَصَحُّ.

[۳۰۷۴-] حدثنا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ: ثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَمْرٍو، عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِى الْجَعْدِ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ: كَانَ عَلَى ثَقَلِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم رَجُلٌ يُقَالُ لَهُ: كِرْكِرَةُ، فَمَاتَ فَقَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: " هُوَ فِى النَّارِ" فَذَهَبُوْا يَنْظُرُوْنَ إِلَيْهِ فَوَجَدُوْا عَبَاءَةً قَدْ غَلَّهَا. قَالَ أَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ: وَقَالَ ابْنُ سَلَامٍ: كَرْكَرَةُ.

بَابُ مَايُكْرَهُ مِنْ ذَبْحِ الإِبِلِ وَالْغَنَمِ فِي الْمَغَانِمِ

غنیمت کے اونٹ اور بکریوں کو ذبح کرنا مکروہ ہے

اس کو ذیلی باب سمجھنا چاہئے، غنیمت میں جو اونٹ بکریاں ملیں ان کو کھانے کے لئے امیر کی جانب سے ذبح کیا جاتا ہے، لیکن لوٹ مچانا، جس کے ہاتھ جو جانور آ گیا اس کو ذبح کر کے کھانا شروع کر دینا جائز نہیں، یہ بھی ایک طرح سے مالِ غنیمت میں خیانت ہے، اور باب کی حدیث پہلے گذری ہے، تہامہ والے ذوالحلیفہ میں لوگوں کو غنیمت میں اونٹ اور بکریاں ملیں، لوگ فاقہ سے تھے، اور نبی ﷺ پیچھے تھے، اس لئے لوگوں نے بے اجازت جانور ذبح کر کے ہانڈیاں چڑھادیں، نبی ﷺ نے ان کو الٹوادیا، اور باقاعدہ تقسیم کیا، اور دس بکریاں ایک اونٹ کے برابر گردانی گئیں۔

[۱۹۱-] بَابُ مَايُكْرَهُ مِنْ ذَبْحِ الإِبِلِ وَالْغَنَمِ فِي الْمَغَانِمِ

[۳۰۷۵-] حدثنا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ، ثَنَا أَبُوْ عَوَانَةَ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ مَسْرُوْقٍ، عَنْ عَبَايَةَ بْنِ رِفَاعَةَ، عَنْ جَدِّهِ رَافِعِ بْنِ خَدِيْجٍ، قَالَ: كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم بِذِي الْحُلَيْفَةِ، فَأَصَابَ النَّاسَ جُوْعٌ، وَأَصَبْنَا إِبِلاً وَغَنَمًا، فَكَانَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم فِي أُخْرَيَاتِ النَّاسِ، فَعَجِلُوْا فَنَصَبُوْا الْقُدُوْرَ فَأَمَرَ بِالْقُدُوْرِ، فَأُكْفِئَتْ، ثُمَّ قَسَمَ، فَعَدَلَ عَشَرَةً مِنَ الْغَنَمِ بِبَعِيْرٍ.

فَنَدَّ مِنْهَا بَعِيْرٌ، وَفِي الْقَوْمِ خَيْلٌ يَسِيْرَةٌ، فَطَلَبُوْهُ فَأَعْيَاهُمْ، فَأَهْوَى إِلَيْهِ رَجُلٌ بِسَهْمٍ فَحَبَسَهُ اللّٰهُ، فَقَالَ: "هٰذِهِ الْبَهَائِمُ لَهَا أَوَابِدُ كَأَوَابِدِ الْوَحْشِ، فَمَا نَدَّ عَلَيْكُمْ فَاصْنَعُوْا بِهِ هٰكَذَا"

فَقَالَ جَدِّي: إِنَّا نَرْجُوْ أَوْ: نَخَافُ أَنْ نَلْقَى الْعَدُوَّ غَدًا، وَلَيْسَ مَعَنَا مُدًى، أَفَنَذْبَحُ بِالْقَصَبِ؟ فَقَالَ: "مَا أَنْهَرَ الدَّمَ وَذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ فَكُلْ، لَيْسَ السِّنَّ وَالظُّفُرَ، وَسَأُحَدِّثُكُمْ عَنْ ذٰلِكَ، أَمَّا السِّنُّ فَعَظْمٌ، وَأَمَّا الظُّفُرُ فَمُدَى الْحَبَشَةِ" [راجع: ۲۴۸۸]

بَابُ الْبَشَارَةِ فِي الْفُتُوْحِ

فتوحات کی خوشخبری دینا

جب کسی جنگ میں فتح حاصل ہو تو مرکز کو اس کی اطلاع کرنی چاہئے، مرکز کو اس کا انتظار رہتا ہے، جب ایران اور روم کے ساتھ جنگیں چل رہی تھیں تو فاروق اعظم رضی اللہ عنہ روزانہ صبح نکلتے تھے کہ شاید کوئی خبر لے کر آ رہا ہو، پھر جب دھوپ تیز ہو جاتی تو واپس لوٹ آتے، اور حضرت جریر رضی اللہ عنہ کو نبی ﷺ نے ذوالخلصہ مندر توڑنے کے لئے بھیجا، انھوں نے کاروائی مکمل کرتے ہی ایک آدمی کو روانہ کیا، جس نے نبی ﷺ کو اس کی اطلاع دی۔

[١٩٢-] بَابُ الْبَشَارَةِ فِی الْفُتُوْحِ

[٣٠٧٦-] حدثنا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰی، ثَنَا يَحْيَى، ثَنَا إِسْمَاعِيْلُ، ثَنَا قَيْسٌ، قَالَ: قَالَ لِیْ جَرِيْرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم: " أَلَا تُرِيْحُنِیْ مِنْ ذِی الْخَلَصَةِ؟" وَكَانَ بَيْتًا فِيْهِ خَثْعَمُ يُسَمَّى الْكَعْبَةَ الْيَمَانِيَةِ، فَانْطَلَقْتُ فِی خَمْسِيْنَ وَمِائَةٍ مِنْ أَحْمَسَ، وَكَانُوْا أَصْحَابَ خَيْلٍ، فَأَخْبَرْتُ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم أَنِّیْ لَا أَثْبُتُ عَلَى الْخَيْلِ، فَضَرَبَ فِیْ صَدْرِیْ حَتّٰى رَأَيْتُ أَثَرَ أَصَابِعِهِ فِیْ صَدْرِیْ، فَقَالَ: " اللّٰهُمَّ ثَبِّتْهُ وَاجْعَلْهُ هَادِيًا مَهْدِيًّا" فَانْطَلَقَ إِلَيْهَا فَكَسَرَهَا وَحَرَّقَهَا، فَأَرْسَلَ إِلَى النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم يُبَشِّرُهُ، فَقَالَ رَسُوْلُ جَرِيْرٍ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! وَالَّذِیْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ مَاجِئْتُكَ حَتّٰى تَرَكْتُهَا كَأَنَّهَا جَمَلٌ أَجْرَبُ، فَبَارَكَ عَلٰى خَيْلِ أَحْمَسَ وَرَجَّالِهَا خَمْسَ مَرَّاتٍ. وَقَالَ مُسَدَّدٌ: بَيْتٌ فِیْ خَثْعَمَ. [راجع: ٣٠٢٠]

بَابُ مَا يُعْطَى الْبَشِيْرُ

خوشخبری دینے والے کو انعام دینا

یہ ذیلی باب ہے، جب کوئی شخص کوئی اہم خوش خبری سنائے تو اس کو انعام دینا چاہئے، مگر یہ شخصی خوش خبری کا حکم ہے، حکومت کے پاس جو خوش خبری لے کر آتا ہے وہ فوج کا آدمی ہوتا ہے، اس کو انعام دینے کا سوال نہیں۔ جب کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کی توبہ قبول ہوئی تو جس نے ان کو خوش خبری سنائی اس کو ایک جوڑا کپڑا دیا۔

[١٩٣-] بَابُ مَا يُعْطَى الْبَشِيْرُ

وَأَعْطَى كَعْبُ بْنُ مَالِكٍ ثَوْبَيْنِ حِيْنَ بُشِّرَ بِالتَّوْبَةِ.

بَابٌ: لَاهِجْرَةَ بَعْدَ الْفَتْحِ

فتح کے بعد ہجرت نہیں

یہ ذیلی باب ہے، جب دار الحرب فتح ہوگیا تو اب وہاں سے ہجرت کا حکم ختم ہوگیا، مکہ مکرمہ جب فتح ہوا تھا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان کیا تھا کہ اب مکہ سے ہجرت کا حکم ختم ہوگیا، ہاں جہاد کے لئے مدینہ آسکتے ہیں، اور جس زمانہ میں جہاد نہ ہورہا ہو جہاد کی نیت رکھیں اور جب جہاد کے لئے پکارا جائے تو اٹھ کھڑے ہوں۔

مسئلہ: جس دار الحرب میں دین پر عمل کرنا ممکن نہ ہو وہاں سے ہجرت واجب ہے، بشرطیکہ ہجرت پر قدرت ہو، اور اگر دار الحرب میں دین پر عمل کرسکتے ہیں تو ہجرت مستحب ہے، اور اگر ہجرت پر قدرت نہیں ہے تو دار الحرب میں قیام جائز ہے۔

[۱۹٤-] بَابٌ: لَاهِجْرَةَ بَعْدَ الْفَتْحِ

[۳۰۷۷-] حدثنا آدَمُ بْنُ أَبِيْ إِيَاسٍ، ثَنَا شَيْبَانُ، عَنْ مَنْصُوْرٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنْ طَاوُسٍ، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ:" لَا هِجْرَةَ بَعْدَ الْفَتْحِ، وَلٰكِنْ جِهَادٌ وَنِيَّةٌ، وَإِذَا اسْتُنْفِرْتُمْ فَانْفِرُوْا"[راجع: ۱۳٤۹]

[۳۰۷۸و۳۰۷۹-] حدثنا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسَى، أَنْبَأَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ، عَنْ خَالِدٍ، عَنْ أَبِيْ عُثْمَانَ النَّهْدِيِّ، عَنْ مُجَاشِعِ بْنِ مَسْعُوْدٍ، قَالَ: جَاءَ مُجَاشِعٌ بِأَخِيْهِ مُجَالِدِ بْنِ مَسْعُوْدٍ إِلَى النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم، فَقَالَ: هٰذَا مُجَالِدٌ يُبَايِعُكَ عَلَى الْهِجْرَةِ، فَقَالَ:" لَا هِجْرَةَ بَعْدَ فَتْحِ مَكَّةَ، وَلٰكِنْ أُبَايِعُهُ عَلَى الإِسْلَامِ"

[راجع: ۲۹٦۲، ۲۹٦۳]

[۳۰۸۰-] حدثنا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، ثَنَا سُفْيَانُ، قَالَ عَمْرٌو وَ ابْنُ جُرَيْجٍ: سَمِعْتُ عَطَاءً، يَقُوْلُ: ذَهَبْتُ مَعَ عُبَيْدِ بْنِ عُمَيْرٍ إِلَى عَائِشَةَ، وَهِيَ مُجَاوِرَةٌ بِثَبِيْرٍ، فَقَالَتْ لَنَا: انْقَطَعَتِ الْهِجْرَةُ مُنْذُ فَتَحَ اللّٰهُ عَلَى نَبِيِّهِ صلى الله عليه وسلم مَكَّةَ.[انظر: ۳۹۰۰، ٤۳۱۲]

بَابٌ: إِذَا اضْطُرَّ الرَّجُلُ إِلَى النَّظَرِ فِيْ شُعُوْرِ أَهْلِ الذِّمَّةِ وَالْمُؤْمِنَاتِ إِذَا عَصَيْنَ اللّٰهَ وَتَجْرِيْدِهِنَّ

سخت مجبوری میں غیر مسلم اور بے دین مسلمان عورتوں کے بال دیکھنا اوران کے کپڑے اتروانا

یہ بھی ذیلی باب ہے اور دفع دخل مقدر کے طور پر لایا گیا ہے، دارالحرب فتح ہوگیا، وہ اسلامی حکومت کے ماتحت آگیا اور وہاں جو غیر مسلم ہیں وہ ذمی بن گئے، اب وہاں مسلمان بھی بسیں گے، پس غیر مسلموں پر تو اسلامی قانون نافذ نہیں ہوسکتا اور مسلمانوں پر اسلامی معاشرہ کا رنگ چڑھتے چڑھتے چڑھے گا، پس غیر مسلم عورتیں کھلے سر پھریں گی، بے دین مسلمان عورتیں بھی کھلے بال پھریں گی، اس لئے جو مسلمان وہاں سے ہجرت نہیں کریں گے وہ سخت پریشانی میں مبتلا ہونگے، وہاں نیم برہنہ عورتوں کو کیسے دیکھیں گے؟ اس باب میں اس کا جواب ہے کہ:اَلضَّرُوْرَاتُ تُبِيْحُ الْمَحْظُوْرَاتِ: مجبوری ممنوعات کو جائز کرتی ہے، جیسے ہم اس ملک میں رہتے ہیں، ہر طرف ہندو عورتیں کھلے سر پھرتی ہیں، بلکہ بعض کی تو پنڈلیاں بھی کھلی ہوتی ہیں، ان پر نظر پڑے گی! پھر کیا کریں؟ بلکہ بہت سی مسلمان عورتیں بھی بے پردہ گھومتی ہیں ان پر بھی نظر پڑتی ہے، اس مشکل کا حل اس باب میں پیش کیا ہے۔

اور باب میں حضرت حاطب رضی اللہ عنہ کا واقعہ ہے، انھوں نے ایک خط ایک عورت کے ساتھ مکہ والوں کے نام روانہ

کیا، اس خط کو پکڑنے کے لئے تین صحابہ بھیجے گئے، انھوں نے اس عورت سے کہا: خط لا، اس نے کہا: میرے پاس کوئی خط نہیں، صحابہ نے کہا: خط نکال ورنہ ہم تجھے ننگا کریں گے، چنانچہ اس نے بال کھول کر چوٹی سے وہ خط نکالا، پس صحابہ نے اس کے بال دیکھے اور کپڑے اتروانے کی دھمکی بھی دی، اگر وہ خط نہ دیتی تو اس سے کپڑے اتروائے جاتے، یہ سخت مجبوری کے احکام ہیں۔

واقعہ: دارالعلوم دیوبند کے ایک بڑے بزرگ بڑے میاں صاحب حضرت مولانا سید اصغر حسین صاحب دیوبندی قدس سرہ گجرات جاتے تھے، راندیر والوں سے ان کے تعلقات تھے اور وہاں سے بمبئی بھی جاتے تھے، ایک مرتبہ سفر سے لوٹے تو طلبہ نے پوچھا: حضرت! آپ بمبئی میں راستہ میں کیسے چلتے تھے، وہاں تو عورتیں ہوتی ہیں؟ حضرت نے فرمایا: ہم نے وہاں کوئی عورت نہیں دیکھی، پھر فرمایا: ہاں کچھ دگڑے (ہجڑے نہ مرد نہ عورت) تھے ہم ان کے کندھے سے کندھا ملا کر چلتے تھے، یعنی ہم ان کو عورتیں نہیں سمجھتے تھے، بس یہی ایک راستہ ہے اُس ملک میں زندگی گذارنے کا جہاں اسلامی نظام پوری طرح رائج نہیں، یا وہ غیر اسلامی ملک ہے، اس لئے وہاں اسلامی نظام رائج نہیں کرسکتے، وہاں رہنا ہے تو نظر بچانا ہے، ہاں جو مسلمان عورتیں بے دین ہیں ان کو دین پر لانے کی محنت ضروری ہے، ان کو مصلے پر کھڑا کردو، نمازی بنادو، دین خود بخود ان میں آجائے گا، اور یہ کام دعوت وتبلیغ اور تعلیم وتذکیر کی محنت سے ہوسکتا ہے، خود بخود نہیں ہوجائے گا۔

[۱۹۵-] بَابٌ: إِذَا اضْطُرَّ الرَّجُلُ إِلَى النَّظَرِ فِي شُعُوْرِ أَهْلِ الذِّمَّةِ وَالْمُؤْمِنَاتِ إِذَا عَصَيْنَ اللّٰهَ وَتَجْرِيْدِهِنَّ

[۳۰۸۱-] حدثنا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ حَوْشَبٍ الطَّائِفِيُّ، ثَنَا هُشَيْمٌ، أَنَا حُصَيْنٌ، عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَيْدَةَ، عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، وَكَانَ عُثْمَانِيًّا، فَقَالَ لِابْنِ عَطِيَّةَ، وَكَانَ عَلَوِيًّا: إِنِّي لَأَعْلَمُ مَا الَّذِي جَرَّأَ صَاحِبَكَ عَلَى الدِّمَاءِ، سَمِعْتُهُ يَقُوْلُ: بَعَثَنِي النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم وَالزُّبَيْرَ فَقَالَ: "ائْتُوْا رَوْضَةَ كَذَا وَكَذَا، وَتَجِدُوْنَ بِهَا امْرَأَةً أَعْطَاهَا حَاطِبٌ كِتَابًا" فَأَتَيْنَا الرَّوْضَةَ، فَقُلْنَا: الْكِتَابَ، قَالَتْ: لَمْ يُعْطِنِي، فَقُلْنَا: لَتُخْرِجَنَّ أَوْ لَأُجَرِّدَنَّكِ. فَأَخْرَجَتْ مِنْ حُجْزَتِهَا، فَأَرْسَلَ إِلَى حَاطِبٍ، فَقَالَ: لَاتَعْجَلْ، وَاللّٰهِ مَا كَفَرْتُ وَلَا ازْدَدْتُ لِلْإِسْلَامِ إِلَّا حُبًّا، وَلَمْ يَكُنْ أَحَدٌ مِنْ أَصْحَابِكَ إِلَّا وَلَهُ بِمَكَّةَ مَنْ يَدْفَعُ اللّٰهُ بِهِ عَنْ أَهْلِهِ وَمَالِهِ، وَلَمْ يَكُنْ لِي أَحَدٌ، فَأَحْبَبْتُ أَنْ أَتَّخِذَ عِنْدَهُمْ يَدًا، فَصَدَّقَهُ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم، فَقَالَ عُمَرُ: دَعْنِي أَضْرِبْ عُنُقَهُ فَإِنَّهُ قَدْ نَافَقَ، فَقَالَ: " وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّ اللّٰهَ اطَّلَعَ عَلَى أَهْلِ بَدْرٍ، فَقَالَ: اعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ؟" فَهٰذَا الَّذِي جَرَّأَهُ. [راجع: ۳۰۰۷]

باب کا ترجمہ: جب مجبور کیا جائے کوئی آدمی ذمیوں کے بالوں کو دیکھنے کی طرف اور مسلمان عورتوں کے بالوں کی

طرف جبکہ وہ اللہ کی نافرمانی کریں یعنی وہ عورتیں بے دین ہوں اس لئے کھلے سر پھرتی ہوں، اور ان کے کپڑے اتروانا (یہ بات حدیث کے پیش نظر بڑھائی ہے)

حدیث کا ابتدائی حصہ: ابوعبدالرحمٰن سُلمی سے مروی ہے اور وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی پارٹی کے تھے، انھوں نے حبان بن عطیہ سے کہا: اور وہ حضرت علیؓ کے گروپ کے تھے، میں یقیناً جانتا ہوں وہ بات جس نے تمہارے حضرت کو خون ریزی پر بے باک کردیا ہے، پھر انھوں نے حضرت حاطب رضی اللہ عنہ کا واقعہ ذکر کیا، اس کے آخر میں ہے: نبی ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ''تم کیا جانو، اللہ تعالیٰ بدریوں کے احوال سے واقف ہیں، اس لئے فرمایا: ''تم جو چاہو کرو، میں نے تمہیں بخش دیا'' یہی وہ بات ہے جس نے تمہارے حضرت کو خون ریزی پر دلیر کردیا ہے (یہ بات پارٹی بیز پر کہی ہے)

تشریح: یہاں سمجھنے کی بات یہ ہے کہ یہ گروپ دو بڑوں نے نہیں بنائے تھے، بلکہ خود بخود بن گئے تھے، جیسے تقسیم ہند کے زمانہ میں حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی رائے مسلم لیگ کے ساتھ تھی کہ ملک تقسیم ہونا چاہئے اور حضرت مدنی رحمہ اللہ کانگریس میں تھے، ان کی رائے تھی کہ ملک تقسیم نہیں ہونا چاہئے، دونوں بزرگوں میں غایت درجہ اخلاص تھا، اور دونوں ایک دوسرے کے بڑے قدرداں تھے، مگر دونوں کے متعلقین دو گروپ میں تقسیم ہوگئے، ایک تھانوی گروپ تھا، دوسرا مدنی، جو آج تک چل رہے ہیں، یہ گروپ ان دو بڑوں نے نہیں بنائے تھے، اسی طرح سمجھنا چاہئے کہ حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہما میں تو غایت درجہ اخلاص تھا، دونوں ایک دوسرے کے معاون و مددگار اور قدر دان تھے، مگر ان کے متعلقین میں دو ذہن بن گئے تھے۔

بَابُ اسْتِقْبَالِ الْغُزَاةِ

مجاہدین کا استقبال کرنا

اب بات آگے بڑھاتے ہیں، جب فوجی جہاد سے واپس آئیں تو سادگی کے ساتھ خاندان کے چھوٹے بڑے استقبال کرسکتے ہیں، یہ خوشی کا موقع ہے، اور ایسے موقع پر بڑوں سے زیادہ خوشی بچوں کو ہوتی ہے، عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ سے کہا: آپ کو یاد ہے جب ہم نبی ﷺ کے استقبال کے لئے نکلے تھے، میں آپ اور ابن عباسؓ؟ عبداللہ بن جعفرؓ نے کہا: یاد ہے (اور یہ بھی یاد ہے کہ) ہم دونوں کو نبی ﷺ نے اونٹ پر آگے پیچھے بٹھالیا تھا اور تمہیں چھوڑ دیا تھا (کیونکہ تیسرے کو بٹھانے کی جگہ نہیں تھی) اور اسی طرح کی بات سائب بن یزید کہتے ہیں کہ ہم مہمانوں کو رخصت کرنے کے نکڑ تک بچوں کے ساتھ نبی ﷺ کے استقبال کے لئے نکلے۔

[۱۹۶-] بَابُ اسْتِقْبَالِ الْغُزَاةِ

[۳۰۸۲-] حدثنا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أَبِي الْأَسْوَدِ، ثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ، وَحُمَيْدُ بْنُ الْأَسْوَدِ، عَنْ حَبِيْبِ بْنِ

الشَّهِيْدِ، عَنِ ابْنِ أَبِیْ مُلَيْكَةَ، قَالَ ابْنُ الزُّبَيْرِ لِابْنِ جَعْفَرٍ: أَتَذْكُرُ إِذْ تَلَقَّيْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم أَنَا وَأَنْتَ وَابْنُ عَبَّاسٍ؟ قَالَ: نَعَمْ، فَحَمَلَنَا وَتَرَكَكَ.

[۳۰۸۳-] حدثنا مَالِكُ بْنُ إِسْمَاعِيْلَ، ثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: قَالَ السَّائِبُ بْنُ يَزِيْدَ: ذَهَبْنَا نَتَلَقَّى رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم مَعَ الصِّبْيَانِ إِلٰى ثَنِيَّةِ الْوَدَاعِ.[انظر: ٤٤٢٦، ٤٤٢٧]

بَابُ مَايُقُوْلُ إِذَا رَجَعَ مِنَ الْغَزْوِ؟

جب جہاد سے لوٹے تو کیا ذکر کرے؟

پہلی حدیث گذری ہے، جب نبی ﷺ کسی سفر سے لوٹتے تھے اور بلندی پر چڑھتے تھے تو تین مرتبہ اللہ اکبر کہتے تھے، پھر آئبون إن شاء الله والا ذکر کرتے تھے۔ اور دوسری حدیث بھی پہلے گذری ہے، خیبر سے واپسی میں نبی ﷺ کے اونٹ کا پیر پھسلا، آپؐ اور حضرت صفیہؓ دونوں گر پڑے، اس حدیث کے آخر میں ہے: پھر صحابہ حضور ﷺ کے دائیں بائیں چلنے لگے تاکہ آئندہ کوئی حادثہ پیش نہ آئے، پھر جب نبی ﷺ مدینہ کے قریب پہنچے تو آئِبُوْنَ تَائِبُوْنَ والا ذکر برابر کرتے رہے، یہاں تک کہ مدینہ میں داخل ہوئے۔ اور تیسری حدیث میں بھی یہی مضمون ہے، ان روایات سے معلوم ہوا کہ مجاہدین کو واپسی میں بھی اللہ کا ذکر کرنا چاہئے۔

[١٩٧-] بَابُ مَايُقُوْلُ إِذَا رَجَعَ مِنَ الْغَزْوِ؟

[۳۰۸٤-] حدثنا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ، ثَنَا جُوَيْرِيَةُ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ، أَنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم كَانَ إِذَا قَفَلَ كَبَّرَ ثَلَاثًا، قَالَ: " آئِبُوْنَ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَائِبُوْنَ، عَابِدُوْنَ حَامِدُوْنَ لِرَبِّنَا سَاجِدُوْنَ، صَدَقَ اللّٰهُ وَعْدَهُ، وَنَصَرَ عَبْدَهُ، وَهَزَمَ الْأَحْزَابَ وَحْدَهُ "[راجع: ١٧٩٧]

[۳۰۸٥-] حدثنا أَبُوْ مَعْمَرٍ، ثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، ثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِيْ إِسْحَاقَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم مَقْفَلَهُ مِنْ عُسْفَانَ، وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه سلم عَلٰى رَاحِلَتِهِ، وَقَدْ أَرْدَفَ صَفِيَّةَ بِنْتَ حُيَيٍّ، فَعَثَرَتْ نَاقَتُهُ فَصُرِعَا جَمِيْعًا، فَاقْتَحَمَ أَبُوْ طَلْحَةَ، فَقَالَ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! جَعَلَنِی اللّٰهُ فِدَاءَ كَ، قَالَ: " عَلَيْكَ الْمَرْأَةَ " فَقَلَبَ ثَوْبًا عَلٰى وَجْهِهِ وَأَتَاهَا فَأَلْقَاهُ عَلَيْهَا، أَصْلَحَ لَهُمَا مَرْكَبَهُمَا، فَرَكِبَا، وَاكْتَنَفْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم فَلَمَّا أَشْرَفْنَا عَلَى الْمَدِيْنَةِ، قَالَ: " آئِبُوْنَ تَائِبُوْنَ، عَابِدُوْنَ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ " فَلَمْ يَزَلْ يَقُوْلُ ذٰلِكَ حَتّٰى دَخَلَ الْمَدِيْنَةَ.[راجع: ٣٧١]

[۳۰۸٦-] حدثنا عَلِيٌّ، حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ، ثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِيْ إِسْحَاقَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّهُ أَقْبَلَ هُوَ وَأَبُوْ طَلْحَةَ مَعَ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم، وَمَعَ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم صَفِيَّةُ يُرْدِفُهَا

عَلٰى رَاحِلَتِهِ، فَلَمَّا كَانَ بِبَعْضِ الطَّرِيْقِ عَثَرَتِ الدَّابَّةُ فَصُرِعَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم وَالْمَرْأَةُ، وَإِنَّ أَبَا طَلْحَةَ قَالَ:- أَحْسِبُ قَالَ:- اقْتَحَمَ عَنْ بَعِيْرِهِ فَأَتَى رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم فَقَالَ: يَانَبِيَّ اللّٰهِ! جَعَلَنِي اللّٰهُ فِدَاءَ كَ! هَلْ أَصَابَكَ مِنْ شَيْءٍ؟ قَالَ: "لاَ، وَلٰكِنْ عَلَيْكَ بِالْمَرْأَةِ" فَأَلْقَى أَبُوْ طَلْحَةَ ثَوْبَهُ عَلٰى وَجْهِهِ فَقَصَدَ قَصْدَهَا، فَأَلْقَى ثَوْبَهُ عَلَيْهَا، فَقَامَتِ الْمَرْأَةُ، فَشَدَّ لَهُمَا عَلٰى رَاحِلَتِهِمَا فَرَكِبَا، فَسَارُوْا، حَتَّى إِذَا كَانُوْا بِظَهْرِ الْمَدِيْنَةِ، أَوْ قَالَ: أَشْرَفُوْا عَلَى الْمَدِيْنَةِ، قَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم: "آئِبُوْنَ تَائِبُوْنَ، عَابِدُوْنَ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ" فَلَمْ يَزَلْ يَقُوْلُهَا حَتَّى دَخَلَ الْمَدِيْنَةَ. [راجع: ۳۷۱]

وضاحت: دوسری حدیث میں مَقْفَلَهُ مِنْ عُسْفَان: راوی کا وہم ہے، یہ واقعہ عسفان سے واپسی کا نہیں، بلکہ خیبر سے واپسی کا ہے............اور تیسری حدیث میں أَحْسِبُ قَالَ: یحییٰ کا قول ہے، وہ کہتے ہیں: میرا گمان ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے آئندہ جملہ بھی کہا تھا۔

بَابُ الصَّلاَةِ إِذَا قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ

جب سفر سے لوٹے تو نماز پڑھے

نبی ﷺ کا معمول تھا جب آپؐ لمبے سفر سے لوٹتے تھے تو گھر میں داخل ہونے سے پہلے مسجد میں دو نفلیں پڑھتے تھے، اُتنی دیر میں ملنے والے جمع ہوجاتے تھے، نماز کے بعد لوگوں سے مل کر آپؐ گھر میں تشریف لے جاتے تھے، اور پہلے میں نے بتایا ہے کہ یہ ملنے کے لئے آنے والوں کی مصلحت سے آپؐ دوگانہ پڑھتے تھے، سفر سے لوٹنے کی یہ سنت نہیں۔

علاوہ ازیں: نبی ﷺ کا گھروں میں جانے کا راستہ بھی مسجد میں تھا، اور مسجد میں خواہ کسی مقصد سے داخل ہو تحیۃ المسجد پڑھنی چاہئے، پس یہ تحیۃ المسجد کا دوگانہ تھا، سفر کی سنت نہیں تھی۔ چنانچہ صحابہ کا اس پر عمل نہیں تھا، اور مسلمانوں کا بھی اس پر عمل نہیں ہے۔

اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ کو جب وہ اونٹ لے کر آئے تو آپؐ نے حکم دیا کہ مسجد میں جاکر دو رکعتیں پڑھو، یہ تحیۃ المسجد تھی، سفر کی نماز نہیں تھی، حضرت جابرؓ بھی سفر سے نہیں آئے تھے، اور تحیۃ المسجد بھی اس لئے پڑھوائی تھی کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے کہا تھا کہ ان کے اونٹ کے پیسے لاؤ، پس جتنی دیر میں پیسے آئیں گے وہ نماز میں مشغول رہیں گے۔

[۱۹۸-] بَابُ الصَّلاَةِ إِذَا قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ

[۳۰۸۷-] حدثنا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، ثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ مُحَارِبِ بْنِ دِثَارٍ، قَالَ: سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم فِيْ سَفَرٍ، فَلَمَّا قَدِمْنَا الْمَدِيْنَةَ قَالَ لِيْ: "ادْخُلِ الْمَسْجِدَ

فَصَلِّ رَكْعَتَيْنِ"[راجع: ٤٤٣]

[٣٠٨٨-] حدثنا أَبُوْ عَاصِمٍ، عَنْ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ كَعْبٍ، عَنْ أَبِيْهِ، وَعَمِّهِ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ كَعْبٍ، عَنْ كَعْبٍ: أَنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم كَانَ إِذَا قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ ضُحًى دَخَلَ الْمَسْجِدَ فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ أَنْ يَجْلِسَ.[راجع: ٢٧٥٧]

بَابُ الطَّعَامِ عِنْدَ الْقُدُوْمِ

سفر سے واپسی پر دعوت کرنا

عربوں کے یہاں ولیمہ کی طرح نقیعہ کا بھی رواج تھا، مسافر جب لمبے سفر سے لوٹتا تھا تو اقرباء اور دوست احباب کی دعوت کرتا تھا، کیونکہ لوگ ملنے کے لئے آئیں گے، پس تقریب بہر ملاقات ہونی چاہئے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا معمول تھا کہ سفر میں روزہ نہیں رکھتے تھے نہ فرض نہ نفل، اور حضر میں ہمیشہ نفل روزے رکھتے تھے، مگر جب کسی لمبے سفر سے آتے تو ایک دو دن روزے نہیں رکھتے تھے، کیونکہ جو لوگ ملنے آئیں گے ان کی تواضع ضروری ہوگی، اور اس میں میزبان کو بھی شریک ہونا پڑے گا، اس لئے روزہ نہیں رکھتے تھے۔

اور دوسری روایت پہلے گذری ہے، ایک سفر سے نبی ﷺ لوٹے، مدینہ کے قریب صِرار مقام میں جہاں رات گذاری وہاں اونٹ یا گائے ذبح کی، اور لوگوں کی دعوت کی۔

[١٩٩-] بَابُ الطَّعَامِ عِنْدَ الْقُدُوْمِ

وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يُفْطِرُ لِمَنْ يَغْشَاهُ.

[٣٠٨٩-] حدثنا مُحَمَّدٌ، نَا وَكِيْعٌ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ مُحَارِبِ بْنِ دِثَارٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم لَمَّا قَدِمَ الْمَدِيْنَةَ نَحَرَ جَزُوْرًا أَوْ بَقَرَةً.

وَزَادَ مُعَاذٌ عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ مُحَارِبٍ: سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ: اشْتَرَى مِنِّيْ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم بَعِيْرًا بِوَقِيَّتَيْنِ وَدِرْهَمٍ أَوْ دِرْهَمَيْنِ، فَلَمَّا قَدِمَ صِرَارًا أَمَرَ بِبَقَرَةٍ فَذُبِحَتْ فَأَكَلُوْا مِنْهَا، فَلَمَّا قَدِمَ الْمَدِيْنَةَ أَمَرَنِيْ آنْ آتِيَ الْمَسْجِدَ فَأُصَلِّيَ رَكْعَتَيْنِ، وَوَزَنَ لِيْ ثَمَنَ الْبَعِيْرِ.[راجع: ٤٤٣]

[٣٠٩٠-] حدثنا أَبُوْ الْوَلِيْدِ، ثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ مُحَارِبِ بْنِ دِثَارٍ، عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: قَدِمْتُ مِنْ سَفَرٍ، فَقَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم: "صَلِّ رَكْعَتَيْنِ"

صِرَارٌ: مَوْضِعٌ نَاحِيَةَ الْمَدِيْنَةِ.[راجع: ٤٤٣]

بَابُ فَرْضِ الْخُمُسِ

غنیمت کا پانچواں حصہ نکالنا ضروری ہے

سب سے پہلے یہ جاننا چاہئے کہ ابھی کتاب الجہاد چل رہی ہے، کتاب بَدْءِ الخلق تک کتاب الجہاد چلے گی، درمیان میں جو کتابُ فرضِ الْخُمُسِ اور کتابُ الجزیة والموادعة کے عنوانات آئے ہیں وہ ٹھیک نہیں، ان سے کتاب فہمی میں دشواری پیش آتی ہے، اور ابواب کے نمبر بھی مسلسل ہونے چاہئیں، یہاں سے جو ابواب کے نمبر بدلے ہیں پھر کتاب الجزیة سے جو نمبر بدلے ہیں یہ ٹھیک نہیں، مگر ہم نے حوالہ کی سہولت کے لئے ان کو باقی رکھا ہے اور مصری نسخہ میں جو کتابُ فرضِ الخمس اور کتاب الجزیة کے عنوانات ہیں، ان کو حذف کیا ہے، یہ عنوان ہمارے نسخہ میں نہیں ہیں۔

۱-ابواب میں ربط:

مجاہدین گھر پہنچ گئے اور مالِ غنیمت بانٹ لیا، خواہ سفر میں بانٹا یا وطن میں، امام بخاری رحمہ اللہ کے نزدیک دونوں صورتیں درست ہیں، اوراس کے لئے پہلے باب آچکا ہے، اورغنیمت میں سے پانچواں حصہ علاحدہ کرلیا۔ خُمْس (میم کے پیش اور جزم کے ساتھ) کے معنی ہیں: پانچواں حصہ ($\frac{1}{5}$) اس کی جمع اخماس ہے، غنیمت میں سے پانچواں حصہ نکالنا فرض (کمپلسری) ہے، اس باب میں اسی کا بیان ہے۔

۲-خمس کی فرضیت:

خمس کی فرضیت جنگِ بدر کے موقع پر نازل ہوئی ہے، اسلام میں بدر کی غنیمت سب سے پہلی غنیمت تھی، اس وقت سورۃ الانفال کی آیت ۴۱ نازل ہوئی: ﴿وَاعْلَمُوْا أَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِنْ شَيْئٍ فَأَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهُ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتَامٰى وَالْمَسَاكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ﴾: اور یہ بات جان لو کہ جو کچھ غنیمت کے طور پر تم کو (کفار سے) حاصل ہوا ہے، اس کا حکم یہ ہے کہ کل کا پانچواں حصہ اللہ کا، اس کے رسول کا، اس کے رشتہ داروں کا، یتیموں کا، غریبوں کا اور مسافروں کا ہے۔

اورغنیمت کے علاوہ ایک دوسرا مال: مالِ فئے ہے، اس کے مصارف بھی وہی ہیں جو خمس کے ہیں، سورۃ الحشر آیت ۷ ہے: ﴿مَا أَفَاءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهِ مِنْ أَهْلِ الْقُرَى فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتَامٰى وَالْمَسَاكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ﴾: جو کچھ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو بستیوں والوں سے دلوایا: وہ اللہ کے لئے، رسول کے لئے، آپؐ کے رشتہ داروں کے لئے، یتیموں کے لئے، غریبوں کے لئے اور مسافروں کے لئے ہے، چونکہ ان دونوں اموال کے مصارف ایک ہیں، اس لئے امام بخاریؒ اس باب میں خمس اور مالِ فئے کی تفصیلات ایک ساتھ ذکر کریں گے۔

۳-خمس اور مالِ فیئے کے مصارف:

اس کے بعد جاننا چاہئے کہ دونوں آیتوں میں چھ مصارف کا ذکر ہے اور امت متفق ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر دیگر مصارف کی دلداری کے لئے ہے، اللہ تعالیٰ تو کائنات کے مالک ہیں، مصارف میں ان کا ذکر اس لئے کیا گیا ہے کہ دوسرے مصارف اس کو بھیک کا لقمہ نہ سمجھیں۔

پھر آگے چار مصارف ہیں یا پانچ؟ عام طور پر یہ بات سمجھی گئی کہ پانچ مصارف ہیں، مگر حقیقت میں چار مصارف ہیں، رسول اللہ ﷺ کا ذکر قاسم (تقسیم کرنے والا) ہونے کی وجہ سے ہے، خمس اور فیئے کو بانٹنے کی ذمہ داری نبی ﷺ پر تھی، آپؐ خود اس کا مصرف نہیں تھے، آگے باب آرہا ہے، اس میں إِنَّمَا أَنَا قَاسِمٌ کی حدیث لارہے ہیں، اور ایسی کوئی روایت نہیں ہے جس سے معلوم ہو کہ ان اموال میں نبی ﷺ کا مالکانہ اختیار تھا، پس اب مصارف چار رہ گئے: آپؐ کے رشتہ دار، یتامی، مساکین اور مسافر۔

پھر یہ اختلاف ہوا کہ آپؐ کے رشتہ دار جو مصرف ہیں وہ رشتہ دار ہونے کی وجہ سے ہیں یا نصرت کی وجہ سے؟ یعنی آپؐ کی حیات میں آپؐ کے یہ رشتہ دار آپؐ کے مددگار تھے، اس لئے ان اموال میں سے ان کو دیا جاتا تھا، پس اب جبکہ آپؐ دنیا میں نہ رہے تو یہ مصرف ختم ہوگیا، اب ان اموال کے تین ہی مصارف ہیں: یتامی، غرباء اور مسافر، یہی حنفیہ کی رائے ہے اور حضرت امام بخاری رحمہ اللہ نے اس مسئلہ میں حنفیہ کی موافقت کی ہے۔

۴-کیا خمس اور فیئے کے مصارف تین میں منحصر ہیں؟

اس کے بعد جاننا چاہئے کہ خمس اور فیئے کے جو تین مصارف باقی رہے ان میں انحصار نہیں ہے، یہ اموال ان تین مصارف کے علاوہ جگہوں میں بھی خرچ کئے جاسکتے ہیں، حضرت امام بخاری رحمہ اللہ کے نزدیک تین مصارف کا ذکر بطور مثال ہے، آگے روایتیں لائیں گے کہ نبی ﷺ نے غنیمت کا پانچواں حصہ ان مصارف کے علاوہ میں بھی خرچ کیا ہے، حنین کی غنیمت کے خمس سے مؤلفۃ القلوب کو بھی دیا ہے، اور بنونضیر کی جائداد میں سے (جو مالِ فیئے تھا) مہاجرین کو بھی دیا ہے، پس مصارف تین میں منحصر نہیں رہے۔

۵-خمس اور فیئے حکومت چلانے کے لئے نہیں ہیں:

اس کے بعد جاننا چاہئے کہ مالِ غنیمت میں سے جو خمس نکالا جاتا ہے اور فیئے کے طور پر جو اموال حاصل ہوتے ہیں وہ حکومت چلانے کے لئے نہیں ہیں، قرآنِ کریم نے ان کے مصارف متعین کردیئے ہیں، انہی مصارف میں ان کو خرچ کرنا ضروری ہے، حکومت صرف قاسم (بانٹنے والی) ہے پس جیسے نبی ﷺ ان اموال کے مالک نہیں تھے، امیر المؤمنین بھی مالک نہیں۔

پھر باب میں پہلی حدیث لائے ہیں جو پہلے گذری ہے: نبی ﷺ نے بدر کی غنیمت کے خمس میں سے حضرت علی

رضی اللہ عنہ کو ایک جوان اونٹنی دی تھی، ذوی القربیٰ میں ہونے کی وجہ سے، جس کو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے ذبح کر دیا تھا، حدیث سے بس اتنا ہی استدلال کرنا ہے۔

[۱-] بَابُ فَرْضِ الْخُمُسِ

[۳۰۹۱-] حدثنا عَبْدَانُ، أَنَا عَبْدُ اللّٰهِ، أَنَا يُوْنُسُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: أَخْبَرَنِيْ عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ، أَنَّ حُسَيْنَ بْنَ عَلِيٍّ أَخْبَرَهُ، أَنَّ عَلِيًّا قَالَ: كَانَتْ لِيْ شَارِفٌ مِنْ نَصِيْبِيْ مِنَ الْمَغْنَمِ يَوْمَ بَدْرٍ، وَكَانَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم أَعْطَانِيْ شَارِفًا مِنَ الْخُمُسِ، فَلَمَّا أَرَدْتُ أَنْ أَبْتَنِيَ بِفَاطِمَةَ بِنْتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم، وَاعَدْتُ رَجُلاً صَوَّاغًا مِنْ بَنِيْ قَيْنُقَاعَ، أَنْ يَرْتَحِلَ مَعِيْ، فَنَأْتِيَ بِإِذْخِرٍ، أَرَدْتُ أَنْ أَبِيْعَهُ الصَّوَّاغِيْنَ، وأَسْتَعِيْنَ بِهِ فِي وَلِيْمَةِ عُرْسِيْ.

فَبَيْنَا أَنَا أَجْمَعُ لِشَارِفَيَّ مَتَاعًا مِنَ الْأَقْتَابِ وَالْغَرَائِرِ وَالْحِبَالِ، وَشَارِفَایَ مُنَاخَتَانِ إِلٰى جَنْبِ حُجْرَةِ رَجُلٍ مِنَ الْأَنْصَارِ، فَرَجَعْتُ حِيْنَ جَمَعْتُ مَا جَمَعْتُ، فَإِذَا شَارِفَایَ قَدْ أُجِبَّتْ أَسْنِمَتُهُمَا، وَبُقِرَتْ خَوَاصِرُهُمَا، وَأُخِذَ مِنْ أَكْبَادِهِمَا، وَلَمْ أَمْلِكْ عَيْنَيَّ حِيْنَ رَأَيْتُ ذٰلِكَ الْمَنْظَرَ مِنْهُمَا، فَقُلْتُ: مَنْ فَعَلَ هٰذَا؟ فَقَالُوْا: فَعَلَ حَمْزَةُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، وَهُوَ فِي هٰذَا الْبَيْتِ فِيْ شَرْبٍ مِنَ الْأَنْصَارِ.

فَانْطَلَقْتُ حَتّٰى أَدْخُلَ عَلَى النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم، وَعِنْدَهُ زَيْدُ بْنُ حَارِثَةَ، فَعَرَفَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم فِيْ وَجْهِيَ الَّذِيْ لَقِيْتُ، فَقَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم: "مَالَكَ؟" فَقُلْتُ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! مَا رَأَيْتُ كَالْيَوْمِ قَطُّ! عَدَا حَمْزَةُ عَلٰى نَاقَتَيَّ، فَجَبَّ أَسْنِمَتَهُمَا، وَبَقَرَ خَوَاصِرَهُمَا، وَهَا هُوَ ذَا فِي بَيْتٍ مَعَهُ شَرْبٌ. فَدَعَا النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم بِرِدَائِهِ، فَارْتَدٰى، ثُمَّ انْطَلَقَ يَمْشِيْ، وَاتَّبَعْتُهُ أَنَا وَزَيْدُ بْنُ حَارِثَةَ، حَتّٰى جَاءَ الْبَيْتَ الَّذِيْ فِيْهِ حَمْزَةُ، فَاسْتَأْذَنَ، فَأَذِنُوْا لَهُمْ، فَإِذَا هُمْ شَرْبٌ! فَطَفِقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَلُوْمُ حَمْزَةَ فِيْمَا فَعَلَ، فَإِذَا حَمْزَةُ قَدْ ثَمِلَ، مُحْمَرَّةً عَيْنَاهُ، فَنَظَرَ حَمْزَةُ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم، ثُمَّ صَعَّدَ النَّظَرَ فَنَظَرَ إِلٰى رُكْبَتَيْهِ، ثُمَّ صَعَّدَ النَّظَرَ فَنَظَرَ إِلٰى سُرَّتِهِ، ثُمَّ صَعَّدَ النَّظَرَ فَنَظَرَ إِلٰى وَجْهِهِ، ثُمَّ قَالَ حَمْزَةُ: هَلْ أَنْتُمْ إِلَّا عَبِيْدٌ لِأَبِيْ؟ فَعَرَفَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم أَنَّهُ قَدْ ثَمِلَ، فَنَكَصَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم عَلٰى عَقِبَيْهِ الْقَهْقَرٰى، وَخَرَجْنَا مَعَهُ.[راجع: ۲۰۸۹]

وضاحت: یہ حدیث پہلے دوجگہ آئی ہے مگر اتنی تفصیل سے نہیں آئی، اس لئے ترجمہ کرتا ہوں۔

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: مجھے جنگِ بدر میں غنیمت میں سے میرے حصہ کی ایک جوان اونٹنی ملی تھی اور نبی ﷺ نے خمس میں سے ایک جوان اونٹنی عنایت فرمائی تھی، پس جب میں نے ارادہ کیا کہ حضور ﷺ کی صاحبزادی

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو رخصت کر کے لاؤں تو میں نے بنو قینقاع کے ایک سنار سے معاملہ کیا وہ میرے ساتھ سفر کرے، پس ہم اذخر گھاس لائیں، چاہا میں نے کہ اس کو سناروں کے ہاتھ بیچوں اور اس کے ذریعہ سے اپنی دلہن کے ولیمہ میں مدد حاصل کروں، پس دریں اثناء کہ میں ان دونوں اونٹنیوں کا سامان جمع کر رہا تھا یعنی کجاوے، بورے اور رسیاں اور میری اونٹنیاں ایک انصاری کے کمرے کے پہلو میں بٹھائی ہوئی تھیں، پس میں لوٹا جب میں نے جمع کر لیا جو جمع کر لیا، پس اچانک میری دونوں اونٹنیاں ان کی کوہانیں کاٹ دی گئی ہیں اور ان کے پیٹ پھاڑ دیئے گئے ہیں اور ان کے جگر لے لئے گئے ہیں، پس میں اپنی دونوں آنکھوں پر قابو نہیں رکھ سکا، جب میں نے دونوں اونٹنیوں کا یہ حال دیکھا، میں نے پوچھا: یہ کس نے کیا؟ لوگوں نے بتایا: حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے کیا، اور وہ اس گھر میں انصار کی شراب کی پارٹی میں ہیں۔

پس میں چلا یہاں تک کہ نبی ﷺ کے پاس پہنچا اور آپؐ کے پاس زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ تھے، پس نبی ﷺ سمجھ گئے میرے چہرے سے اس بات کو جس سے میں نے ملاقات کی، پس آپؐ نے پوچھا: کیا بات ہے؟ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! آج جیسا دن تو میں نے کبھی نہیں دیکھا، حمزہؓ نے میری دونوں اونٹنیوں پر زیادتی کی، پس ان کی کوہانیں کاٹ دیں اور ان کے پیٹ پھاڑ دیئے، اور یہ رہے وہ ایک گھر میں ان کے ساتھ شراب کی پارٹی ہے۔

پس نبی ﷺ نے اپنی چادر منگوائی اور اوڑھی، پھر آپ چلے اور میں اور زید بن حارثہؓ آپؐ کے پیچھے چلے، یہاں تک کہ آپؐ اس گھر پر پہنچے، جس میں حضرت حمزہؓ تھے، پس آپؐ نے اجازت طلب کی، لوگوں نے آپؐ کو اجازت دی، پس اچانک وہ شراب پیئے ہوئے تھے، نبی ﷺ نے حضرت حمزہؓ کو ملامت شروع کی، اس بات پر جو انھوں نے کی، حضرت حمزہؓ نشہ میں چور تھے، ان کی دونوں آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں، انھوں نے نبی ﷺ کی طرف دیکھا، پھر انھوں نے نظر اٹھائی اور آپؐ کے دونوں گھٹنوں کو دیکھا، پھر انھوں نے نظر اٹھائی اور آپؐ کی ناف کو دیکھا، پھر انھوں نے نظر اٹھائی اور آپؐ کے چہرے کو دیکھا، پھر انھوں نے کہا: نہیں ہو تم مگر میرے باپ کے غلام یعنی تمہاری اونٹنیاں میرے باپ کی ہیں، اس لئے وہ میری ہیں، اور میں نے جو چاہا کیا۔ پس نبی ﷺ سمجھ گئے کہ وہ نشہ میں چور ہیں، پس آپؐ اپنی دونوں ایڑیوں پر واپس لوٹے اور ہم بھی آپؐ کے ساتھ نکلے۔

بنو نضیر اور فدک کی جائدادیں

جہاد میں غنیمت میں سے جو خمس نکلتا ہے وہ عام طور پر منقولات ہوتا ہے، اور اپنے مصارف میں خرچ ہو جاتا ہے، مگر بنو نضیر کے علاقہ میں جو جائدادیں ہاتھ آئی تھیں وہ مالِ فیئ تھیں، اس میں سے کچھ حصہ نبی ﷺ نے مہاجرین کو دیا تھا، باقی اپنے پاس رکھا تھا، بنو نضیر کا علاقہ مدینہ کے قریب تھا، ان کے ساتھ مصالحت ہوئی تھی، وہ جلاوطن ہونے کے لئے تیار ہو گئے تھے، اس لئے ان کا پورا علاقہ مال فیئ تھا، اور خیبر میں فدک نامی گاؤں یا قلعہ مصالحت کے طور پر حاصل ہوا تھا اس لئے وہ بھی مالِ

فئے تھا، اور خیبر میں غنیمت میں سے جو خمس نکلا تھا اس میں بھی جائداد آئی تھی یہ دونوں زمینیں نبی ﷺ کے پاس تھیں، آپؐ ان کی آمدنی سے گھر کی ضروریات پوری کرتے تھے، رشتہ داروں کو دیتے تھے اور باقی مصارفِ فئے میں خرچ کرتے تھے، پھر جو کچھ بچتا وہ جہاد کے سامان کی خریداری میں خرچ ہوتا تھا۔

پھر جب نبی ﷺ کی وفات ہوئی تو یہ جائدادیں نبی ﷺ کی ملک تصور کی گئیں اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا (بیٹی) اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ (چچا، عصبہ) نے میراث کا مطالبہ کیا، مگر خلیفۂ وقت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان کو سمجھایا کہ یہ جائدادیں حضور ﷺ کی ملک نہیں تھیں، اور بتایا کہ ان کی آمدنی سے جس طرح نبی ﷺ خرچ کرتے تھے، میں بھی خرچ کروں گا، مگر جائدادیں حکومت کے کنٹرول میں رہیں گی، میراث میں تقسیم نہیں ہونگی، بلکہ حضرت ابوبکرؓ نے حدیث سنائی کہ انبیاء کی املاک میں میراث نہیں چلتی، وہ امت کے لئے خیرات ہوتی ہیں، اس لئے آپؐ کے دیگر متروکات بھی میراث کے طور پر نہیں تقسیم کئے گئے، بلکہ تبرک کے طور پر تقسیم کئے گئے۔

حضرت امام بخاری رحمہ اللہ اس سلسلہ میں دو حدیثیں لائے ہیں، پہلی حدیث کو ترقیم کرنے والے نے خواہ مخواہ دو حدیثیں بنادیا ہے، اس لئے دونوں حدیثیں پڑھیں اور ان کو سمجھیں۔

[۳۰۹۲-] حدثنا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، ثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ صَالِحٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، أَخْبَرَنِيْ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ، أَنَّ عَائِشَةَ أُمَّ الْمُؤْمِنِيْنَ أَخْبَرَتْهُ، أَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم سَأَلَتْ أَبَابَكْرِ الصِّدِّيْقَ بَعْدَ وَفَاةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم أَنْ يَقْسِمَ لَهَا مِيْرَاثَهَا: مَا تَرَكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم مِمَّا أَفَاءَ اللّٰهُ عَلَيْهِ. [انظر: ۳۷۱۱، ۴۰۳۵، ۴۲۴۰، ۶۷۲۵]

[۳۰۹۳-] فَقَالَ لَهَا أَبُوْ بَكْرٍ: إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ: " لاَ نُوْرَثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ" فَغَضِبَتْ فَاطِمَةُ بِنْتُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، فَهَجَرَتْ أَبَا بَكْرٍ، فَلَمْ تَزَلْ مُهَاجِرَتَهُ حَتَّى تُوُفِّيَتْ، وَعَاشَتْ بَعْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم سِتَّةَ أَشْهُرٍ، قَالَتْ: وَكَانَتْ فَاطِمَةُ تَسْأَلُ أَبَا بَكْرٍ نَصِيْبَهَا مِمَّا تَرَكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم مِنْ خَيْبَرَ وَفَدَكٍ وَصَدَقَتِهِ بِالْمَدِيْنَةِ، فَأَبَى أَبُوْ بَكْرٍ عَلَيْهَا ذٰلِكَ، وَقَالَ: لَسْتُ تَارِكًا شَيْئًا كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم يَعْمَلُ بِهِ إِلاَّ أَنِّيْ عَمِلْتُ بِهِ، فَإِنِّيْ أَخْشَى إِنْ تَرَكْتُ شَيْئًا مِنْ أَمْرِهِ أَنْ أَزِيْغَ، فَأَمَّا صَدَقَتُهُ بِالْمَدِيْنَةِ فَدَفَعَهَا عُمَرُ إِلٰى عَلِيٍّ وَعَبَّاسٍ، وَأَمَّا خَيْبَرُ وَفَدَكُ فَأَمْسَكَهَا عُمَرُ، وَقَالَ: هُمَا صَدَقَةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، كَانَتَا لِحُقُوْقِهِ الَّتِىْ تَعْرُوْهُ وَنَوَائِبِهِ، وَأَمْرُهُمَا إِلٰى مَنْ وَلِيَ الأَمْرَ، قَالَ: فَهُمَا عَلٰى ذٰلِكَ إِلَى الْيَوْمِ.

قَالَ أَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ: اعْتَرَاكَ: افْتَعَلْتَ، مِنْ عَرَوْتُهُ: أَصَبْتُهُ، وَمِنْهُ يَعْرُوْهُ، وَاعْتَرَانِى.

[انظر: ۳۷۱۲، ۴۰۳۶، ۴۲۴۱، ۶۷۲۶]

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: نبی ﷺ کی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مطالبہ کیا کہ بانٹیں وہ ان کے لئے ان کی میراث اس جائداد میں سے جو چھوڑی ہے رسول اللہ ﷺ نے، جو اللہ نے آپؐ پر لوٹائی ہے یعنی بنونضیر اور فدک کی جائدادیں جو نبی ﷺ کو مالِ فئے میں ملی تھیں، ان میں سے آدھا حصہ ان کو دیں، پس ان سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نبی ﷺ نے فرمایا ہے: لَانُوْرَثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ[1]: ہم مورث نہیں بنائے جاتے، ہم جو کچھ چھوڑتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے یعنی ہم انبیاء کی جماعت وارث تو بنتے ہیں نبی ﷺ کو اپنے والد حضرت عبداللہ کی میراث ملی تھی، مگر ہم مورث نہیں بنائے جاتے یعنی ہمارے ورثاء ہمارا ترکہ تقسیم نہیں کرتے، ہم جو کچھ چھوڑ جاتے ہیں وہ امت کے لئے صدقہ ہوتا ہے (امام زہری رحمہ اللہ کہتے ہیں) پس حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ناراض ہوگئیں اور انھوں نے حضرت ابوبکرؓ سے بولنا چھوڑ دیا، پس برابر وہ ان سے ناراض رہیں یہاں تک کہ ان کا انتقال ہوگیا۔ اور وہ نبی ﷺ کے بعد چھ ماہ حیات رہیں (امام زہری کی بات پوری ہوئی) صدیقہؓ فرماتی ہیں: اور حضرت فاطمہؓ حضرت ابوبکرؓ سے مانگتی تھیں اپنا حصہ اس جائداد میں سے جو رسول اللہ ﷺ نے چھوڑا تھا، خیبر اور فدک میں سے، اور مدینہ میں آپؐ کے صدقہ میں سے یعنی بنونضیر کے مال میں سے، پس حضرت ابوبکرؓ نے ان کی اس بات کا انکار کیا اور جواب دیا: نہیں ہوں میں چھوڑنے والا کسی بھی چیز کو جس کو نبی ﷺ کیا کرتے تھے مگر یہ کہ میں اس کے مطابق کروں گا، اور بیشک میں ڈرتا ہوں اگر چھوڑ دوں میں کوئی چیز نبی ﷺ کے عمل میں سے کہ کج ہو جاؤں میں۔ پس رہا حضور ﷺ کا صدقہ مدینہ میں یعنی بنونضیر کا علاقہ تو وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دیدیا حضرات علی وعباس رضی اللہ عنہما کو اور رہا خیبر اور فدک تو دونوں کو حضرت عمرؓ نے اپنے پاس رکھا اور فرمایا: یہ دونوں نبی ﷺ کا صدقہ ہیں، یہ دونوں نبی ﷺ کے ان حقوق کے لئے تھے جو آپؐ کو پیش آتے تھے اور آپؐ کے دیگر حوادث کے لئے تھے اور ان دونوں کا انتظام اس شخص کے ذمہ ہے جو حکومت کا ذمہ دار ہے۔ امام زہریؒ کہتے ہیں: پس وہ دونوں جائدادیں اسی طرح آج تک حکومت کے کنٹرول میں ہیں۔

لغت: اس حدیث میں تَعْرُوْہ آیا ہے، اس مناسبت سے سورۂ ہود آیت ۵۴ میں جو ﴿اعْتَرَاكَ﴾ آیا ہے اس کے معنی بیان کرتے ہیں، یہ باب افتعال سے ہے، اعتراہ الشیئُ کے معنی ہیں: پیش آنا، اس کا مجرد عَرَی یَعْرُوْ عَرْوًا ہے جس کے معنی ہیں: پہنچنا، عَرَوْتُه أَی أَصَبْتُهٗ: میں اس کو پہنچا، اسی سے یَعْرُوْہ اور اعترانی ہیں یعنی اس کو پہنچا، اور اعتراك کا وزن افتعلت نہیں ہے، بلکہ افتعلك ہے (یہ بات حاشیہ میں ہے)

(۱) لَانُوْرَثُ کو باب افعال سے معروف اور مجہول دونوں طرح پڑھ سکتے ہیں، اور دونوں صورتوں میں مطلب ایک ہے، أَوْرَثَ فلانًا: وارث بنانا، لانورِثُ (معروف) ہم وارث نہیں بناتے اور لانورَثُ (مجہول) ہم وارث نہیں بنائے جاتے، یعنی ہمارا ترکہ ورثاء میں تقسیم نہیں ہوتا۔ محدثین عام طور پر مجہول پڑھتے ہیں۔

تشریحات:

۱- پہلی حدیث میں مَاتَرَکَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے مِنْ پوشیدہ ہے أی مِمَّا تَرَکَ۔

۲- فَغَضِبَتْ فَاطِمَةُ (إلٰی قَوْلِهٖ) سِتَّةَ أَشْهُرٍ: یہ امام زہری رحمہ اللہ کا قول ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول نہیں ہے، اور اس کی دلیل یہ ہے کہ اسی حدیث میں سنن بیہقی (۶: ۳۰۰) میں قال ہے، اور دوسری دلیل یہ ہے کہ اس عبارت کے بعد قالت ہے، اگر یہ بات حضرت عائشہؓ کی ہوتی تو قالت کی ضرورت نہیں تھی۔ اور امام زہریؒ کے مراسیل شِبْهٌ لاشیئٌ ہوتے ہیں، یعنی پرچھائیں ہوتے ہیں ان کی حقیقت کچھ نہیں ہوتی، جنگل میں دور ایک گھوڑا نظر آیا، وہاں پہنچے تو جھاڑی تھی، یہ گھوڑے کی پرچھائیں ہے، اسی طرح امام زہریؒ کے مراسیل انتہائی ضعیف ہوتے ہیں، پہلے بھی ایک جگہ بیان کیا ہے کہ کتاب التعبیر (حدیث۶۹۸۲) میں امام زہری نے حدیث میں ایک بات اپنی طرف سے بلغنی کہہ کر بڑھادی ہے کہ نبی ﷺ نے شروع میں جب وحی آنی بند ہوئی تو خودکُشی کا ارادہ کیا، کئی مرتبہ پہاڑ پر چڑھ کر خود کو نیچے گرانے کا ارادہ کیا، مگر ہر مرتبہ جبرئیل علیہ السلام نے آکر روکا، یہ بھی امام زہریؒ کی مرسل اور مدرج بات ہے، یہی حال اس حدیث کا ہے [1] پس اس پر شیعوں نے جو پل باندھا ہے وہ قابل مسمار ہے۔

سوال: قَالَ کس نے اڑایا ہے؟

جواب: شیعوں نے، جیسے مصری نسخہ میں فاطمہ کے ساتھ علیها السلام بڑھایا ہے، اہل السنہ کے نزدیک صلوٰۃ وسلام انبیاء کے ساتھ خاص ہیں، اور نبی ﷺ کے بعد ہر طرح کی نبوت ختم ہوگئی، اور خواتین تو کبھی بھی نبی نہیں بنیں، پھر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے نام نامی کے ساتھ علیہا السلام کا کوئی تک نہیں، جیسے یہ تصرف شیعوں نے کیا ہے اسی طرح قال بھی انھوں نے اڑایا ہے، تاکہ اس کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی بات باور کرا کر اس پر اپنا محل تعمیر کرسکیں۔

---

(۱) امام زہری رحمہ اللہ کے بارے میں النُّکت علی ابن الصلاح (نوع ۲۰، ص: ۸۲۹) میں ہے کہ وہ حدیثوں کے درمیان شرح بھی کرتے تھے، اور حرف تفسیر حذف کردیتے تھے، چنانچہ ان کے بعض معاصرین ان سے کہا کرتے تھے: آپ اپنے کلام کو نبی ﷺ کے کلام سے جدا کریں۔ خطیب بغدادی نے الفَقِیه والمتفقِّه (۲: ۱۴۸) میں امام مالک کے استاذ ربیعۃ الرائے کا قول نقل کیا ہے کہ وہ امام زہریؒ سے کہا کرتے تھے: یَا أبا بکرٍ! إذَا حَدَّثْتَ النَّاسَ بِرَأْیِكَ فَأَخْبِرْهُمْ أَنَّـهُ رَأْیُك، وإذا حَدَّثْتَ النَّاسَ بشيءٍ مِنَ السنةِ فَأَخْبِرْهُمْ أَنَّـهُ سنةٌ، فلا یَظُنُّوْنَ أَنَّـهُ رَأْیُكَ: اے ابوبکر! (امام زہری کی کنیت) جب آپ لوگوں کے سامنے اپنی رائے بیان کریں تو انہیں بتلادیں کہ وہ آپ کی رائے ہے، اور جب آپ لوگوں کے سامنے حدیث بیان کریں تو انہیں بتلادیں کہ یہ حدیث ہے تاکہ لوگ اس کو آپ کی رائے نہ سمجھیں، اس لئے امام زہری رحمہ اللہ کی روایتیں علی وجہ البصیرت پڑھنی چاہئیں ۱۲ حسین احمد عفا اللہ عنہ

اگلی حدیث کا پس منظر:

نبی ﷺ کے پاس تین جائدادیں تھیں: بنونضیر کا علاقہ، خیبر میں فدک گاؤں کی زمین اور خیبر کے مالِ غنیمت کے خمس میں نکلی ہوئی جائداد، اور جس طرح حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے یہ سمجھ کر کہ یہ حضور ﷺ کی ملکیت ہے میراث کا مطالبہ کیا تھا، اسی طرح حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما نے بھی اسی غلط فہمی کی بنیاد پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے میراث کا مطالبہ کیا تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو سمجھایا کہ یہ جائدادیں حضور ﷺ کے تصرف میں تھیں، ملک نہیں تھیں، پس آپؐ کے بعد یہ جائدادیں امیر المؤمنین کے تصرف میں رہیں گی، اور ان کی آمدنی انہیں مصارف میں خرچ ہوگی جن میں حضور ﷺ خرچ کیا کرتے تھے، نیز ان کو یہ حدیث بھی سنائی کہ انبیاء کے جملہ متروکات صدقہ ہوتے ہیں، ان میں میراث نہیں چلتی، پس حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما نے متفق ہوکر کہا کہ بنونضیر کی جائدا کا متول ہمیں بنادیں ہم اس کی آمدنی ذوی القربی (رسول اللہ ﷺ کے رشتہ داروں) پر خرچ کریں گے، حضرت عمرؓ نے کہا: ٹھیک ہے! اس طرح اس جائداد کے متولی یہ دونوں حضرات بن گئے، پھر رشتہ داروں پر آمدنی خرچ کرنے میں دونوں میں اختلاف ہوا تو دونوں نے چاہا کہ جائداد تقسیم کرکے الگ الگ متولی بن جائیں، مگر یہ بات حضرت عمرؓ سے منوانا مشکل تھا اس لئے چار سفارشی تیار کئے کہ جب وہ حضرت عمرؓ کے پاس مطالبہ لے کر جائیں تو وہ سفارش کریں۔

حدیث کا خلاصہ:

مالک بن اوس کہتے ہیں: دن چڑھے میرے پاس حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا آدمی آیا اور اس نے کہا: آپ کو حضرت عمرؓ یاد کرتے ہیں، میں گیا، حضرت عمرؓ نے کہا: تمہارے قبیلہ کے کچھ لوگ آئے ہیں، میں نے ان کے لئے ایک مال الگ کیا ہے، تم بیت المال سے اس کو وصول کرکے اور اپنی قوم میں تقسیم کردو، مالک نے کہا: حضرت! یہ کام آپ کسی اور سے لیں، حضرت عمرؓ نے فرمایا: او مانس! یہ کام خود کر۔

سوال: مالک نے عذر کیوں کیا؟

جواب: اپنے قبیلہ میں مال تقسیم کرنا مشکل ہوتا ہے، اجنبیوں میں تقسیم کرنا آسان ہے، قبیلہ کے لوگ پیچھے پڑ جائیں گے، قریبی رشتہ دار اور زیادہ اصرار کریں گے اس لئے اپنے لوگوں میں مال تقسیم کرنا مشکل ہے۔

سوال: پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اصرار کیوں کیا؟

جواب: اس لئے کہ قبیلہ کا آدمی حاجتوں کو جانتا ہے، کون کتنا حاجت مند ہے، یہ بات قبیلہ کا آدمی ہی جان سکتا ہے۔

ابھی یہاں تک بات پہنچی تھی کہ چار بڑے حضرات اجازت لے کر آگئے، تھوڑی دیر کے بعد حضرت عباس اور حضرت علی رضی اللہ عنہما بھی اجازت لے کر آئے اور انھوں نے مطالبہ کیا کہ بنونضیر کی جائداد کی تولیت تقسیم فرمادیں، چاروں نے سفارش

کی کہ ایسا کردیجئے، تاکہ جھگڑا نمٹے، حضرت عمرؓ نے فرمایا: رکو، پہلے میری بات سنو، حضرت عمرؓ نے پہلے سب سے اعتراف کرایا کہ نبی ﷺ کا ارشاد ہے: لانورث ماتر کنا صدقة: پھر حضرت عمرؓ نے فرمایا: تم دونوں نے متفق ہوکر بنونضیر کی جائداد کی تولیت مانگی تھی جو میں نے تمہیں دی، اب تم آئے ہو کہ میں وہ جائداد بانٹ کردوں، میں ایسا ہرگز نہیں کروں گا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس جائداد پر تقسیم کا نام نہیں آنے دینا چاہتے تھے تاکہ آئندہ تملیک کی صورت پیدا نہ ہو، یہ حدیث کا خلاصہ ہے، اور حدیث اگرچہ دومرتبہ پہلے آچکی ہے مگر اتنی تفصیل سے نہیں آئی اس لئے ترجمہ بعد میں ہے۔

[۳۰۹۴-] حدثنا إِسْحَاقُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْفَرَوِيُّ، قَالَ: ثَنَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ مَالِكِ بْنِ أَوْسِ بْنِ الْحَدَثَانِ — وَكَانَ مُحَمَّدُ بْنُ جُبَيْرٍ ذَكَرَ لِيْ ذِكْرًا مِنْ حَدِيْثِهِ ذٰلِكَ، فَانْطَلَقْتُ حَتَّى أَدْخُلَ عَلٰى مَالِكِ بْنِ أَوْسٍ فَسَأَلْتُهُ عَنْ ذٰلِكَ الْحَدِيْثِ فَقَالَ مَالِكٌ:— بَيْنَمَا أَنَا جَالِسٌ فِي أَهْلِي حِيْنَ مَتَعَ النَّهَارُ، إِذَا رَسُوْلُ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ يَأْتِيْنِي، فَقَالَ: أَجِبْ أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ، فَانْطَلَقْتُ مَعَهُ حَتَّى أَدْخُلَ عَلٰى عُمَرَ، فَإِذَا هُوَ جَالِسٌ عَلٰى رِمَالِ سَرِيْرٍ لَيْسَ بَيْنَهُ وَبَيْنَهُ فِرَاشٌ، مُتَّكِئٌ عَلٰى وِسَادَةٍ مِنْ أَدَمٍ، فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ ثُمَّ جَلَسْتُ، فَقَالَ: يَا مَالِ! إِنَّهُ قَدِمَ عَلَيْنَا مِنْ قَوْمِكَ أَهْلُ أَبْيَاتٍ، وَقَدْ أَمَرْتُ فِيْهِمْ بِرَضْخٍ فَاقْبِضْهُ فَاقْسِمْهُ بَيْنَهُمْ، فَقُلْتُ: يَاأَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ! لَوْ أَمَرْتَ بِهِ غَيْرِي! قَالَ: فَاقْبِضْهُ أَيُّهَا الْمَرْءُ!

قوله: وكان محمد بن جبير: امام زہری رحمہ اللہ کہتے ہیں: محمد بن جبیر نے مجھ سے اس حدیث کا تھوڑا سا حصہ بیان کیا تھا، پس میں مالک بن اوس کے پاس پہنچا اور میں نے ان سے اس حدیث کے بارے میں پوچھا: انھوں نے کہا: اس درمیان کہ میں دن چڑھے اپنے گھر میں بیٹھا ہوا تھا، اچانک حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا آدمی میرے پاس آیا، اس نے کہا: آپ کو امیر المؤمنین بلاتے ہیں، پس میں اس کے ساتھ ہو گیا، یہاں تک کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا، وہ چارپائی کے بان پر بیٹھے تھے، ان کے اور بان کے درمیان بستر نہیں تھا، چمڑے کے ایک تکیہ پر ٹیک لگائے ہوئے تھے، میں نے سلام کیا اور بیٹھ گیا، آپؓ نے فرمایا: او مالک! ہمارے پاس تمہاری قوم کی کچھ فیملیاں آئی ہیں اور میں نے ان کے لئے تھوڑے مال کا حکم دیا ہے، پس اس کو لے، اور ان کے درمیان تقسیم کر، میں نے کہا: اے امیر المؤمنین! کاش آپ اس کا میرے علاوہ کو حکم دیتے! آپؓ نے فرمایا: او آدمی! اس کو لے (اور بانٹ)

فَبَيْنَمَا أَنَاجَالِسٌ عِنْدَهُ أَتَاهُ حَاجِبُهُ يَرْفَأُ، فَقَالَ: هَلْ لَكَ فِيْ عُثْمَانَ، وَعَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ، وَالزُّبَيْرِ، وَسَعْدِ بْنِ أَبِيْ وَقَّاصٍ: يَسْتَأْذِنُوْنَ؟ قَالَ: نَعَمْ، فَأَذِنَ لَهُمْ فَدَخَلُوْا فَسَلَّمُوْا وَجَلَسُوْا، ثُمَّ جَلَسَ يَرْفَأُ يَسِيْرًا، ثُمَّ قَالَ: هَلْ لَكَ فِيْ عَلِيٍّ وَعَبَّاسٍ؟ قَالَ: نَعَمْ، فَأَذِنَ لَهُمَا، فَدَخَلَا فَسَلَّمَا فَجَلَسَا، فَقَالَ عَبَّاسٌ: يَا أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ! اقْضِ بَيْنِيْ وَبَيْنَ هٰذَا، وَهُمَا يَخْتَصِمَانِ فِيْمَا أَفَاءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهِ صلى الله عليه وسلم

مِنْ مَالِ بَنِی النَّضِیرِ، فَقَالَ الرَّهْطُ: عُثْمَانُ وَأَصْحَابُهُ: یَا أَمِیرَ الْمُؤْمِنِیْنَ! اقْضِ بَیْنَهُمَا، وَأَرِحْ أَحَدَهُمَا مِنَ الآخَرِ، فَقَالَ عُمَرُ: تَیْدَكُمْ! أَنْشُدُكُمْ بِاللّٰهِ الَّذِیْ بِإِذْنِهِ تَقُوْمُ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ! هَلْ تَعْلَمُوْنَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیه وسلم قَالَ: ” لَا نُوْرَثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ“ یُرِیْدُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیه وسلم نَفْسَهُ؟ قَالَ الرَّهْطُ: قَدْ قَالَ ذٰلِكَ، فَأَقْبَلَ عُمَرُ عَلٰی عَلِیٍّ وَعَبَّاسٍ، فَقَالَ: أَنْشُدُكُمَا بِاللّٰهِ! هَلْ تَعْلَمَانِ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیه وسلم قَدْ قَالَ ذٰلِكَ؟قَالَا: قَدْ قَالَ ذٰلِكَ.

ترجمہ: پس دریں اثنا کہ میں آپؓ کے پاس بیٹھا ہوا تھا آپؓ کا غلام یرفأ آیا اور اس نے کہا: آپ عثمان، عبدالرحمٰن بن عوف، زبیر اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم کو آنے کی اجازت دینا چاہتے ہیں؟ آپؓ نے فرمایا: ہاں، پس آپؓ نے ان کو اجازت دی، وہ آئے، سلام کیا اور بیٹھ گئے، پھر یرفأ تھوڑی دیر بیٹھا، پھر اس نے کہا: علی اور عباس رضی اللہ عنہما کو آپ اجازت دینا چاہتے ہیں؟ آپؓ نے فرمایا: ہاں، پس آپؓ نے دونوں کو اجازت دی، اور وہ آئے اور سلام کر کے بیٹھ گئے، پس حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: اے امیر المؤمنین! میرے اور اس کے درمیان فیصلہ کیجئے، اور وہ دونوں مقدمہ لے کر آئے تھے اس جائداد کے بارے میں جو اللہ نے اپنے رسول پر لوٹائی تھی بنونضیر کے اموال میں سے، پس جماعت یعنی عثمانؓ اور ان کے ساتھیوں نے کہا: اے امیر المؤمنین! ان کے درمیان فیصلہ کیجئے اور ایک کو دوسرے سے آرام پہنچایئے، پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ٹھہرو، میں تمہیں اس اللہ کی قسم دیتا ہوں جس کے حکم سے آسمان وزمین برقرار ہیں! کیا تم جانتے ہو کہ نبی ﷺ نے فرمایا ہے: ”ہم مورث نہیں بنائے جاتے، ہم جو کچھ چھوڑتے ہیں خیرات ہوتی ہے“ نبی ﷺ اپنی ذات کو مراد لے رہے ہیں، یعنی نبی ﷺ نے یہ بات اپنے تعلق سے فرمائی تھی کہ میرا کوئی وارث نہیں ہوگا، جماعت نے کہا: یقیناً آپؐ نے یہ بات فرمائی ہے، پھر حضرت عمرؓ متوجہ ہوئے علیؓ اور عباسؓ کی طرف اور فرمایا: میں تم دونوں کو اللہ کی قسم دیتا ہوں، کیا تم دونوں جانتے ہو کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ بات فرمائی ہے؟ دونوں نے جواب دیا: یقیناً آپؐ نے یہ بات فرمائی ہے۔

قَالَ عُمَرُ: فَإِنِّیْ أُحَدِّثُكُمْ عَنْ هٰذَا الْأَمْرِ، إِنَّ اللّٰهَ قَدْ خَصَّ رَسُوْلَهُ صلی اللہ علیه وسلم فِیْ هٰذَا الْفَیْءِ بِشَیْءٍ لَمْ یُعْطِهِ أَحَدًا غَیْرَهُ، ثُمَّ قَرَأَ ﴿وَمَا أَفَاءَ اللّٰهُ عَلٰی رَسُوْلِهِ مِنْهُمْ فَمَا أَوْجَفْتُمْ عَلَیْهِ مِنْ خَیْلٍ وَلَا رِكَابٍ، وَلٰكِنَّ اللّٰهَ یُسَلِّطُ رُسُلَهُ عَلٰی مَنْ یَّشَاءُ، وَاللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ﴾ فَكَانَتْ هٰذِهِ خَالِصَةً لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیه وسلم، وَوَاللّٰهِ! مَا احْتَازَهَا دُوْنَكُمْ، وَلَا اسْتَأْثَرَ بِهَا عَلَیْكُمْ، قَدْ أَعْطَاكُمُوْهُ وَبَثَّهَا فِیْكُمْ، حَتّٰی بَقِیَ مِنْهَا هٰذَا الْمَالُ، فَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیه وسلم یُنْفِقُ عَلٰی أَهْلِهِ نَفَقَةَ سَنَتِهِمْ مِنْ هٰذَا الْمَالِ، ثُمَّ یَأْخُذُ مَا بَقِیَ، فَیَجْعَلُهُ مَجْعَلَ مَالِ اللّٰهِ، فَعَمِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیه وسلم بِذٰلِكَ حَیَاتَهُ، أَنْشُدُكُمْ بِاللّٰهِ! هَلْ تَعْلَمُوْنَ ذٰلِكَ؟ قَالُوْا: نَعَمْ، ثُمَّ قَالَ لِعَلِیٍّ وَعَبَّاسٍ: أَنْشُدُكُمَا

بِاللّٰهِ! هَلْ تَعْلَمَانِ ذٰلِكَ [قَالَا: نَعَمْ] قَالَ عُمَرُ: ثُمَّ تَوَفَّى اللّٰهُ نَبِيَّهُ صلى الله عليه وسلم، فَقَالَ أَبُوْ بَكْرٍ: أَنَا وَلِيُّ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، فَقَبَضَهَا أَبُوْ بَكْرٍ، فَعَمِلَ فِيْهَا بِمَا عَمِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، وَاللّٰهُ يَعْلَمُ إِنَّهُ فِيْهَا لَصَادِقٌ بَارٌّ رَاشِدٌ تَابِعٌ لِلْحَقِّ، ثُمَّ تَوَفَّى اللّٰه أَبَا بَكْرٍ، فَكُنْتُ أَنَا وَلِيُّ أَبِیْ بَكْرٍ، فَقَبَضْتُهَا سَنَتَيْنِ مِنْ إِمَارَتِیْ، أَعْمَلُ فِيْهَا بِمَا عَمِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، وَمَا عَمِلَ فِيْهَا أَبُوْ بَكْرٍ، وَاللّٰهُ يَعْلَمُ إِنِّیْ فِيْهَا لَصَادِقٌ بَارٌّ رَاشِدٌ تَابِعٌ لِلْحَقِّ، ثُمَّ جِئْتُمَانِیْ تُكَلِّمَانِیْ، وَكَلِمَتُكُمَا وَاحِدَةٌ، وَأَمْرُكُمَا وَاحِدٌ، جِئْتَنِیْ يَا عَبَّاسُ! تَسْأَلُنِیْ نَصِيْبَكَ مِنِ ابْنِ أَخِيْكَ، وَجَاءَ نِیْ هٰذَا - يُرِيْدُ عَلِيًّا - يُرِيْدُ نَصِيْبَ امْرَأَتِهِ مِنْ أَبِيْهَا، فَقُلْتُ لَكُمَا: إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ: ”لَا نُوْرَثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ“ فَلَمَّا بَدَا لِیْ أَنْ أَدْفَعَهُ إِلَيْكُمَا، قُلْتُ: إِنْ شِئْتُمَا دَفَعْتُهَا إِلَيْكُمَا، عَلٰى أَنَّ عَلَيْكُمَا عَهْدَ اللّٰهِ وَمِيْثَاقَهُ لَتَعْمَلَانِ فِيْهَا بِمَا عَمِلَ فِيْهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، وَبِمَا عَمِلَ فِيْهَا أَبُوْ بَكْرٍ، وَبِمَا عَمِلْتُ فِيْهَا مُنْذُ وَلِيْتُهَا، فَقُلْتُمَا: ادْفَعْهَا إِلَيْنَا، فَبِذٰلِكَ دَفَعْتُهَا إِلَيْكُمَا، فَأَنْشُدُكُمْ بِاللّٰهِ! هَلْ دَفَعْتُهَا إِلَيْهِمَا بِذٰلِكَ؟ قَالَ الرَّهْطُ: نَعَمْ، ثُمَّ أَقْبَلَ عَلٰى عَلِیٍّ وَعَبَّاسٍ، فَقَالَ: أَنْشُدُكُمَا بِاللّٰهِ! هَلْ دَفَعْتُهَا إِلَيْكُمَا بِذٰلِكَ؟ قَالَا: نَعَمْ، قَالَ: فَتَلْتَمِسَانِ مِنِّیْ قَضَاءً غَيْرَ ذٰلِكَ؟ فَوَ اللّٰهِ الَّذِیْ بِإِذْنِهِ تَقُوْمُ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ! لَا أَقْضِیْ فِيْهَا قَضَاءً غَيْرَ ذٰلِكَ، فَإِنْ عَجَزْتُمَا عَنْهَا فَادْفَعَاهَا إِلَیَّ، فَإِنِّیْ أَكْفِيْكُمَاهَا. [راجع: ۲۹۰۴]

ترجمہ: پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں تم سے اس معاملہ (جائداد) کی تفصیل بیان کرتا ہوں: بیشک اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو خاص کیا، اس مالِ فئے میں ایسے اختیار کے ساتھ جو نہیں دیا کسی کو آپؐ کے علاوہ، پھر آپؐ نے آیت پڑھی: ”اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو ان سے دلوایا، سو تم نے اس پر نہ گھوڑے دوڑائے نہ اونٹ، لیکن اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں کو جس پر چاہتے ہیں مسلط کر دیتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والے ہیں“ پس تھی وہ جائداد مخصوص رسول اللہ ﷺ کے لئے، اور بخدا! نہیں سمیٹا آپؐ نے اس جائداد کو تمہارے ورے، اور نہیں ترجیح دی آپؐ نے اس جائداد کے ساتھ (کسی کو) تم پر، دی حضور ﷺ نے وہ جائداد تم کو اور پھیلایا اس کو تمہارے اندر (ان سب جملوں کا ایک مطلب ہے کہ اس جائداد کی آمدنی تم ہی پر خرچ کی) یہاں تک کہ باقی رہ گیا اس میں سے یہ مال، پس نبی ﷺ خرچ کرتے تھے اپنے گھر والوں پر ان کے سال کا خرچہ اس مال میں سے، پھر باقی کو لیتے تھے اور اس کو اللہ کے مال کی جگہ میں گردانتے تھے، یعنی اس سے آلات جہاد خریدتے تھے، پس نبی ﷺ نے زندگی بھر یہ کیا، قسم دیتا ہوں میں آپ لوگوں کو اللہ کی! کیا آپ لوگ اس بات کو جانتے ہو؟ انھوں نے کہا: ہاں، پھر آپ نے حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا: میں تم دونوں کو اللہ کی قسم دیتا ہوں! کیا تم دونوں اس بات کو جانتے ہو؟ (دونوں نے کہا: ہاں) حضرت عمرؓ نے فرمایا: پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو وصول کر لیا، پس ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں رسول اللہ ﷺ کا کارساز ہوں، پس اس جائداد پر ابوبکرؓ نے قبضہ کیا

اور انھوں نے کیا وہ کام جو رسول اللہ ﷺ نے کیا، اور اللہ تعالیٰ جانتے ہیں: وہ اس معاملہ میں سچے، نیک، راہ یاب، حق کے تابع تھے، پھر اللہ تعالیٰ نے ابوبکرؓ کو وصول کیا، پس میں ابوبکرؓ کا کارساز بنا، پس وہ جائداد میں نے اپنی خلافت کے دو سال قبضے میں رکھی، میں اس میں وہ عمل کرتا تھا جو رسول اللہ ﷺ کرتے تھے، اور جو اس میں ابوبکر رضی اللہ عنہ کرتے تھے، اور اللہ جانتے ہیں کہ میں اس معاملہ میں سچا، نیک، راہ یاب، حق کے تابع تھا، پھر تم دونوں آئے اور مجھ سے گفتگو کی، اور تم دونوں کی بات ایک تھی اور تم دونوں متحد تھے، آئے آپ میرے پاس اے عباسؓ! مانگتے تھے آپ مجھ سے اپنا حصہ اپنے بھتیجہ کی میراث سے اور آئے میرے پاس یہ —— مراد لے رہے ہیں وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو —— چاہ رہے تھے یہ اپنی بیوی کا حصہ ان کے والد کے مال سے، پس میں نے تم دونوں سے کہا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: ''ہم مورث نہیں بنائے جاتے، ہم جو کچھ چھوڑتے ہیں وہ خیرات ہوتی ہے'' پھر جب میرے لئے ظاہر ہوا کہ میں تم دونوں کو وہ جائداد دوں تو میں نے کہا: اگر تم دونوں اس جائداد میں وہ کام کرو جو رسول اللہ ﷺ کرتے تھے اور جو اس میں ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کیا اور جو اس میں میں کرتا رہا، جب سے میں اس کا ذمہ دار بنا، پس تم دونوں نے کہا: دیجئے وہ جائداد ہمیں، پس اس شرط پر میں نے وہ جائداد تم دونوں کو دی، میں آپ لوگوں کو اللہ کی قسم دیتا ہوں! کیا دی ہے میں نے وہ جائداد ان دونوں کو اس شرط پر؟ جماعت نے کہا: ہاں، پھر حضرت عمرؓ متوجہ ہوئے علیؓ اور عباسؓ کی طرف، پس پوچھا: میں تم دونوں کو اللہ کی قسم دیتا ہوں! کیا دی ہے میں نے وہ جائداد تم دونوں کو (اس شرط پر؟) انھوں نے کہا: ہاں، حضرت عمرؓ نے فرمایا: پس تم دونوں مجھ سے چاہتے ہو اس کے علاوہ فیصلہ، پس قسم ہے اس ذات کی جس کے حکم سے آسمان وزمین برقرار ہیں! نہیں فیصلہ کروں گا میں اس جائداد کے بارے میں کوئی بھی دوسرا فیصلہ اس کے علاوہ، پس اگر تم دونوں عاجز ہو گئے ہو اس جائداد سے تو دیدو مجھے، میں تم دونوں کی طرف سے اس کا کام کرلوں گا۔

ملحوظہ: عبارت میں ایک جگہ [قَالَا: نَعَمْ] بڑھایا ہے، یہ امام مالک رحمہ اللہ کی روایت میں نہیں ہے (یہ روایت زہری رحمہ اللہ سے امام مالک رحمہ اللہ کی ہے) یہ الفاظ امام زہری کے دوسرے شاگرد عقیل کی روایت میں ہیں (یہ روایت آگے (حدیث ۵۳۵۸) آرہی ہے) وہاں سے میں نے مضمون کی تکمیل کے لئے یہاں یہ الفاظ بڑھائے ہیں، اور اس پر حافظ رحمہ اللہ نے فتح الباری میں تنبیہ کی ہے۔

بَابُ أَدَاءِ الْخُمُسِ مِنَ الدِّيْنِ

خمس کی ادائیگی دین کا جزء ہے

یہ تکمیلی باب ہے، گذشتہ باب میں خمس کی فرضیت کا بیان تھا، اور مالِ فیئے کی روایات ضمناً آئی تھیں، کیونکہ دونوں کے مصارف اور احکام ایک ہیں، اب اس باب سے خمس کی مزید اہمیت واضح کرتے ہیں، فرماتے ہیں: خمس کی ادائیگی دین کے

اہم اعمال میں سے ہے، وہ ایمان کا جزء ہے، ایمان، اسلام اور دین امام بخاری رحمہ اللہ کے نزدیک مترادف ہیں، پس خمس کی ادائیگی ایمان کا جزء ہوئی اور اعمال کی اہمیت آشکارہ ہوئی۔ اور یہ باب مع حدیث کتاب الایمان (باب ۴۰، تحفۃ القاری ۱:۲۹۷) میں گذر چکا ہے۔

[۲-] بَابُ أَدَاءِ الْخُمُسِ مِنَ الدِّيْنِ

[۳۰۹۵-] حدثنا أَبُوْ النُّعْمَانِ، ثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ أَبِيْ جَمْرَةَ الضُّبَعِيِّ، قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ، يَقُوْلُ: قَدِمَ وَفْدُ عَبْدِ الْقَيْسِ، فَقَالُوْا: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! إِنَّا هٰذَا الْحَيَّ مِنْ رَبِيْعَةَ بَيْنَنَا وَبَيْنَكَ كُفَّارُ مُضَرَ، فَلَسْنَا نَصِلُ إِلَيْكَ إِلَّا فِي الشَّهْرِ الْحَرَامِ، فَمُرْنَا بِأَمْرٍ نَأْخُذُ بِهِ، وَنَدْعُوْ إِلَيْهِ مَنْ وَرَاءَ نَا، قَالَ: " آمُرُكُمْ بِأَرْبَعٍ، وَأَنْهَاكُمْ عَنْ أَرْبَعٍ: الإِيْمَانِ بِاللّٰهِ: شَهَادَةِ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ - وَعَقَدَ بِيَدِهِ - وَإِقَامِ الصَّلاَ ةِ، وَإِيْتَاءِ الزَّكَاةِ، وَصِيَامِ رَمَضَانَ، وَأَنْ تُؤَدُّوْا لِلّٰهِ خُمُسَ مَا غَنِمْتُمْ، وَأَنْهَاكُمْ عَنِ الدُّبَّاءِ، وَالنَّقِيْرِ، وَالْحَنْتَمِ، وَالْمُزَفَّتِ"[راجع: ۵۳]

بَابُ نَفَقَةِ نِسَاءِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم بَعْدَ وَفَاتِهِ

نبی ﷺ کی وفات کے بعد آپؐ کی ازواج کا خرچہ

اس میں اختلاف ہے کہ نبی ﷺ کی وفات کے بعد ذوی القربیٰ کا حصہ باقی ہے یا نہیں؟ کیونکہ وہ قربت کی وجہ سے تھا یا نصرت کی وجہ سے؟ اگر قربت کی وجہ سے تھا تو باقی ہے اور نصرت کی وجہ سے تھا تو ختم ہوگیا۔ (۱)

مگر ازواج مطہرات کا نفقہ بالاجماع باقی ہے، کیونکہ وفاتِ نبوی کے بعد بھی ازواج مطہرات کا نکاح باقی تھا، اسی لئے

(۱) اس مسئلہ میں حضرت والد ماجد مدظلہ کی رائے یہ ہے کہ ذوی القربیٰ کے حصہ میں نصرت اور قربت دونوں کا دخل تھا، نصرت کا دخل ابتداء میں تھا، چنانچہ عبد مناف کے چار خاندانوں میں سے دو خاندانوں کو خمس میں سے دیا گیا، بنو ہاشم اور بنو مطلب کو، دوسرے دو خاندانوں نے عرض کیا: ہمارا رشتہ بھی یہی ہے، آپؐ نے فرمایا: بنو ہاشم اور بنو مطلب جاہلیت میں بھی اور اسلام میں بھی ایک دوسرے کے مددگار رہے ہیں، اور ذوی القربیٰ کا حصہ قرآنِ کریم میں اسی لفظ سے مذکور ہے، اور وصف عنوانی کا حکم میں دخل ہوتا ہے، پس قربت کا بھی اس میں دخل ہے، چنانچہ فقہاء لکھتے ہیں: آلِ رسول پر زکوٰۃ حرام کی گئی تو اس کا متبادل خمس تجویز کیا گیا، اور یہ بات قیامت تک کے لئے ہے، پس ذوی القربیٰ کا حصہ آج بھی باقی ہے، البتہ صرف قربت کا لحاظ ہوگا یا غربت کا بھی؟ حضرت والد ماجد دامت برکاتہم کی رائے یہ ہے کہ غربت کا بھی لحاظ کیا جائے گا، ذوی القربیٰ میں سے جو غریب ہیں انہی کو خمس میں سے دیا جائے گا، کیونکہ یہ ان کے لئے صدقات واجبہ کا قائم مقام ہے ۱۲ حسین احمد عفا اللہ عنہ

ازواج مطہرات کا نکاح ثانی جائز نہیں تھا، قرآنِ کریم میں اس کی صراحت ہے، پس جب وہ آپ کی ازواج ہیں تو ان کا نفقہ آپؐ کے ذمہ ہے، چنانچہ وہ اس جائداد سے دیا جاتا رہا جو آپؐ کے تصرف میں تھی۔

اور باب میں تین حدیثیں ہیں:

پہلی حدیث: نبی ﷺ نے فرمایا: میرے ورثاء دینار تقسیم نہ کریں (لاتقسِمْ: فعل نہی ہے) میں نے جو کچھ چھوڑا ہے میری بیویوں کے خرچہ کے بعد اور میری جائداد میں کام کرنے والوں کی تنخواہ کے بعد وہ خیرات ہے (اس حدیث میں صراحت ہے کہ ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کا خرچہ اسی جائداد میں سے نکلتا رہے گا)

دوسری حدیث: صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: جب نبی ﷺ کی وفات ہوئی تو میرے گھر میں کوئی ایسی چیز نہیں تھی جسے کوئی جگر والا یعنی جاندار کھائے، صرف آدھا صاع جَو میرے گھر میں تھے، جو ایک باریک کپڑے میں باندھ کر چھجلی میں رکھے ہوئے تھے، میں اس سے کھاتی رہی، جب بہت دن گذر گئے تو میں نے ان کو ناپا، پس برکت ختم ہوگئی، (یہ جَو نبی ﷺ کی ملک تھے، اسی کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کھاتی رہیں، معلوم ہوا کہ نبی ﷺ کی املاک وفات کے بعد بھی بیویوں پر خرچ ہونگی)

تیسری روایت: نبی ﷺ کے سالے حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کے بھائی عمرو بن الحارثؓ کہتے ہیں: نبی ﷺ نے صرف اپنے ہتھیار اور اپنا سفید خچر چھوڑا تھا (یہ دونوں آپؐ کی ملک تھے) اور ایک جائداد چھوڑی تھی (جو آپؐ کی ملک میں نہیں تھی صرف تصرف میں تھی) وہ امت کے لئے خیرات تھی (اسی سے ازواج مطہرات کا خرچہ نکالا جاتا تھا)

[۳-] بَابُ نَفَقَةِ نِسَاءِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم بَعْدَ وَفَاتِهِ

[۳۰۹۶-] حدثنا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ، أَنَا مَالِكٌ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ: " لَا تَقْتَسِمْ وَرَثَتِيْ دِيْنَارًا، مَا تَرَكْتُ بَعْدَ نَفْقَةِ نِسَائِيْ وَمُؤْنَةِ عَامِلِيْ فَهُوَ صَدَقَةٌ"[راجع: ۲۷۷٦]

[۳۰۹۷-] حدثنا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ، ثَنَا أَبُوْ أُسَامَةَ، ثَنَا هِشَامٌ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: تُوُفِّيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم وَمَا فِيْ بَيْتِيْ مِنْ شَيْئٍ يَأْكُلُهُ ذُو كَبِدٍ، إِلَّا شَطْرَ شَعِيْرٍ فِيْ رَفٍّ لِيْ، فَأَكَلْتُ مِنْهُ حَتّٰى طَالَ عَلَيَّ، فَكِلْتُهُ فَفَنِيَ. [انظر: ٦٤٥١]

[۳۰۹۸-] حدثنا مُسَدَّدٌ، ثَنَا يَحْيىَ، عَنْ سُفْيَانَ، حَدَّثَنِيْ أَبُوْ إِسْحَاقَ، قَالَ: سَمِعْتُ عَمْرَو بْنَ الْحَارِثِ، قَالَ: مَا تَرَكَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم إِلَّا سِلَاحَهُ وَبَغْلَتَهُ الْبَيْضَاءَ، وَأَرْضًا تَرَكَهَا صَدَقَةً.

[راجع: ۲۷۳۹]

بَابُ مَاجَاءَ فِي بُيُوْتِ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم، وَمَا نُسِبَ مِنَ الْبُيُوْتِ إِلَيْهِنَّ

امہات المؤمنین کے گھروں کے بارے میں روایات، اوروہ گھر جوان کی طرف منسوب کئے گئے

ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن جن گھروں میں رہتی تھیں وہ گھر کس کی ملک تھے، ازواج کی یا آپؐ کی؟ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس سلسلہ میں کوئی فیصلہ نہیں کیا، دوآیتیں لکھی ہیں، پہلی آیت سورۃ الاحزاب کی (آیت ۳۳) ہے اس میں گھروں کی نسبت ازواج مطہرات کی طرف ہے۔اور دوسری آیت سورۃ الاحزاب کی (آیت ۵۳) ہے اس میں ان کے گھروں کو بیوت النبی کہا گیا ہے، پھر باب میں سات حدیثیں ہیں، ان میں گھروں کی نسبت ازواج کی طرف ہے، البتہ آخری حدیث میں: حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے گھر کو فی بَيْتِكَ کہا ہے اور یہ سب حدیثیں —— ایک حدیث کے علاوہ —— پہلے گذر چکی ہیں، مگر نسبت دوطرح کی ہوتی ہے: نسبت سکنی اور نسبت ملک، جیسے دارالعلوم میں آپ حضرات رہتے ہیں اور کمروں کی نسبت طالب علموں کی طرف کی جاتی ہے، کہا جاتا ہے: فلاں طالب علم کا کمرہ، حالانکہ وہ اس کا مالک نہیں، پس فیصلہ کن بات یہ ہے کہ وہ گھر نبی ﷺ کی ملکیت تھے، چنانچہ ازواج کے انتقال کے بعد وہ گھر میراث میں تقسیم نہیں ہوئے، بلکہ مسجدِ نبوی میں شامل کئے گئے۔

[٤-] بَابُ مَاجَاءَ فِي بُيُوْتِ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم، وَمَا نُسِبَ مِنَ الْبُيُوْتِ إِلَيْهِنَّ

[١-] وَقَوْلِ اللهِ: ﴿وَقَرْنَ فِي بُيُوْتِكُنَّ﴾ [الأحزاب: ٣٣]

[٢-] وَ﴿لَاتَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِيِّ إِلَّا أَنْ يُؤْذَنَ لَكُمْ﴾[الأحزاب: ٥٣]

[٣٠٩٩-] حدثنا حِبَّانُ بْنُ مُوْسَى، وَمُحَمَّدٌ، قَالَا: أَنَا عَبْدُ اللهِ، أَنَا مَعْمَرٌ، وَيُوْنُسُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، أَخْبَرَنِيْ عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُوْدٍ، أَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم قَالَتْ: لَمَّا ثَقُلَ رَسُوْلُ اللهِ صلى الله عليه وسلم اسْتَأْذَنَ أَزْوَاجَهُ أَنْ يُمَرَّضَ فِيْ بَيْتِيْ فَأَذِنَّ لَهُ.

[راجع: ١٩٨]

[٣١٠٠-] حدثنا ابْنُ أَبِيْ مَرْيَمَ، ثَنَا نَافِعٌ، قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ أَبِيْ مُلَيْكَةَ، قَالَ: قَالَتْ عَائِشَةُ: تُوُفِّيَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم فِيْ بَيْتِيْ، وَفِيْ نَوْبَتِيْ، وَبَيْنَ سَحْرِيْ وَنَحْرِيْ، وَجَمَعَ اللهُ بَيْنَ رِيْقِيْ وَرِيْقِهِ، قَالَتْ: دَخَلَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بِسِوَاكٍ، فَضَعُفَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم عَنْهُ، فَأَخَذْتُهُ فَمَضَغْتُهُ، ثُمَّ سَنَنْتُهُ بِهِ.[راجع: ٨٩٠]

[٣١٠١-] حدثنا سَعِيْدُ بْنُ عُفَيْرٍ، ثَنِيْ اللَّيْثُ، ثَنِيْ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ خَالِدٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عَلِيِّ

ابْنِ حُسَيْنٍ، أَنَّ صَفِيَّةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم أَخْبَرَتْهُ: أَنَّهَا جَاءَ تْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم تَزُوْرُهُ، وَهُوَ مُعْتَكِفٌ فِي الْمَسْجِدِ فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ، ثُمَّ قَامَتْ تَنْقَلِبُ، فَقَامَ مَعَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، حَتَّى إِذَا بَلَغَ قَرِيْبًا مِن بَابِ الْمَسْجِدِ عِنْدَ بَابِ أُمِّ سَلَمَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم، مَرَّ بِهِمَا رَجُلَانِ مِنَ الْأَنْصَارِ، فَسَلَّمَا عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، ثُمَّ نَفَذَا، فَقَالَ لَهُمَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم:" عَلٰى رِسْلِكُمَا" قَالَا: سُبْحَانَ اللّٰهِ! يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! وَكَبُرَ عَلَيْهِمَا ذٰلِكَ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم:" إِنَّ الشَّيْطَانَ يَبْلُغُ مِنَ الإِنْسَانِ مَبْلَغَ الدَّمِ، وَإِنِّيْ خَشِيْتُ أَنْ يَقْذِفَ فِي قُلُوْبِكُمَا شَيْئًا"[راجع: ٢٠٣٥]

[٣١٠٢-] حدثنا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ، ثَنَا أَنَسُ بْنُ عِيَاضٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى بْنِ حَبَّانَ، عَنْ وَاسِعِ بْنِ حَبَّانَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ، قَالَ: ارْتَقَيْتُ فَوْقَ بَيْتِ حَفْصَةَ، فَرَأَيْتُ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم يَقْضِيْ حَاجَتَه، مُسْتَدْبِرَ الْقِبْلَةِ مُسْتَقْبِلَ الشَّامِ.[راجع: ١٤٥]

[٣١٠٣-] حدثنا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ، ثَنَا أَنَسُ بْنُ عِيَاضٍ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم يُصَلِّيْ الْعَصْرَ، وَالشَّمْسُ لَمْ تَخْرُجْ مِنْ حُجْرَتِهَا.[راجع: ٥٢٢]

[٣١٠٤-] حدثنا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ، ثنَا جُوَيْرِيَةُ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: قَامَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم خَطِيْبًا فَأَشَارَ نَحْوَ مَسْكَنِ عَائِشَةَ، فَقَالَ: هُنَا الْفِتْنَةُ – ثَلَاثًا– مِنْ حَيْثُ يَطْلُعُ قَرْنُ الشَّيْطَانِ"

[انظر: ٣٢٧٩، ٣٥١١، ٥٢٩٦، ٧٠٩٢، ٧٠٩٣]

[٣١٠٥-] حدثنا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ، أَنَا مَالِكٌ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِيْ بَكْرٍ، عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، أَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم أَخْبَرَتْهَا: أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم كَانَ عِنْدَهَا، وَأَنَّهَا سَمِعَتْ صَوْتَ إِنسانٍ يَسْتَأْذِنُ فِيْ بَيْتِ حَفْصَةَ، فَقُلْتُ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! هٰذَا رَجُلٌ يَسْتَأْذِنُ فِيْ بَيْتِكِ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم:" أُرَاهُ فُلَانًا – لِعَمِّ حَفْصَةَ مِنَ الرَّضَاعَةِ – إِنَّ الرَّضَاعَةَ تُحَرِّمُ مَا يَحْرُمُ مِنَ الْوِلَادَةِ"[راجع: ٢٦٤٤]

حدیث (۳۱۰۴) کی وضاحت: مسجدِ نبوی میں جب منبر پر تقریر کے لئے کھڑے ہونگے تو منہ شمال کی طرف ہوگا اور پیٹھ جنوب کی طرف، اور جب دائیں ہاتھ سے دائیں طرف اشارہ کریں گے تو مشرق کی طرف اشارہ ہوگا، اور ادھر ہی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا گھر تھا، مگر حقیقت میں اشارہ یمامہ کی طرف تھا، جہاں سے مسیلمہ کذاب کا خروج ہوا، پس حدیث اگرچہ عام ہے مگر حقیقت میں خاص ہے، اس میں مسیلمہ کذاب کے فتنہ کی طرف اشارہ ہے۔

بَابُ مَاذُكِرَ مِنْ دِرْعِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم، وَعَصَاهُ، وَسَيْفِهِ إِلٰى آخِرِهِ

متروکات نبوی میں جو منقولات تھے وہ تبرکات میں تقسیم کئے گئے

یہ بات تو اوپر آ گئی کہ خمس اور مالِ فئے میں جو جائدادیں آئی تھیں وہ نبی ﷺ کی ملک نہیں تھیں، صرف آپؐ کے تصرف میں تھیں، اس لئے ان میں توریث کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا، البتہ دیگر چیزیں جو آپؐ کی ملک تھیں، ان میں بھی توریث جاری نہیں ہوسکتی تھیں، کیونکہ حدیث عام تھی، آپؐ کی مملوکہ چیزوں کو بھی شامل تھی، چنانچہ نبی ﷺ کی وفات کے بعد جو منقولات آپؐ کی ملکیت میں تھے، جیسے: زرہ، عصا، تلوار، لکڑی کا پیالہ، انگوٹھی، موئے مبارک، چپل اور آپؐ کے برتن وغیرہ وہ تبرک کے طور پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ازواج، خدام اور صحابہ میں تقسیم کئے اور بعض چیزیں اپنے پاس رکھیں، جیسے آپؐ کی انگوٹھی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس تھی، کیونکہ منقولات دیر تک باقی نہیں رہ سکتے، اس لئے ان کو صدقہ قرار دینے کی کوئی صورت نہیں تھی، چنانچہ ان کو بہ طور تبرکات تقسیم کیا گیا۔

[٥-] بَابُ مَاذُكِرَ مِنْ دِرْعِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم، وَعَصَاهُ، وَسَيْفِهِ، وَقَدَحِهِ، وَخَاتَمِهِ، وَمَا اسْتَعْمَلَ الْخُلَفَاءُ بَعْدَهُ مِنْ ذٰلِكَ، مِمَّا لَمْ تُذْكَرْ قِسْمَتُهُ، وَمِنْ شَعْرِهِ، وَنَعْلِهِ، وَآنِيَتِهِ مِمَّا شُرِكَ فِيْهِ أَصْحَابُهُ وَغَيْرُهُمْ بَعْدَ وَفَاتِهِ صلى الله عليه وسلم

[٣١٠٦-] حدثنا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ الْأَنْصَارِيُّ، ثَنِي أَبِيْ، عَنْ ثُمَامَةَ، عَنْ أَنَسٍ، أَنَّ أَبَا بَكْرٍ، لَمَّا اسْتُخْلِفَ بَعَثَهُ إِلَى الْبَحْرَيْنِ، وَكَتَبَ لَهُ هٰذَا الْكِتَابَ، وَخَتَمَهُ بِخَاتَمِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم، وَكَانَ نَقْشُ الْخَاتَمِ ثَلَاثَةَ أَسْطُرٍ: مُحَمَّدٌ سَطْرٌ، وَرَسُوْلُ سَطْرٌ، وَاللهُ سَطْرٌ. [راجع: ١٤٤٨]

باب کا ترجمہ: ان چیزوں کا بیان جو ذکر کی گئیں نبی ﷺ کی زرہ سے اور آپؐ کی لاٹھی سے اور آپؐ کی تلوار سے اور آپؐ کے لکڑی کے پیالہ سے اور آپؐ کی آنگوٹھی سے اور ان چیزوں کا بیان جو ان میں سے آپؐ کے بعد خلفاء نے استعمال کیں، ان چیزوں میں سے جن کے بانٹنے کا تذکرہ نہیں کیا گیا (بلکہ خلفاء نے وہ چیزیں اپنے پاس رکھ لیں) اور آپؐ کے موئے مبارک میں سے اور چپل میں سے اور برتنوں میں سے ان میں سے جن میں آپؐ کے صحابہ وغیرہ آپ کی وفات کے بعد شریک کئے گئے، یعنی تبرک کے طور پر وہ چیزیں ان میں تقسیم کی گئیں۔

اور پہلی حدیث میں نبی ﷺ کی انگوٹھی کا ذکر ہے، جب حضرت انس رضی اللہ عنہ کو بحرین کی زکوتیں وصول کرنے کے لئے بھیجا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان کو زکوۃ نامہ لکھ کر دیا اور اس پر نبی ﷺ کی انگوٹھی سے مہر لگائی۔

[۳۱۰۷-] حدثنا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، ثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْأَسَدِيُّ، ثَنَا عِيْسَى بْنُ طَهْمَانَ، قَالَ: أَخْرَجَ إِلَيْنَا أَنَسٌ نَعْلَيْنِ جَرْدَاوَيْنِ، لَهُمَا قِبَالَانِ، فَحَدَّثَنِيْ ثَابِتُ الْبُنَانِيُّ بَعْدُ عَنْ أَنَسٍ: أَنَّهُمَا نَعْلَا النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم.[انظر: ۵۸۵۷، ۵۸۵۸]

[۳۱۰۸-] حدثنا مُحَمَّدُبْنُ بَشَّارٍ، ثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ، ثَنَا أَيُّوْبُ، عَنْ حُمَيْدِ بْنِ هَلَالٍ، عَنْ أَبِيْ بُرْدَةَ، قَالَ: أَخْرَجَتْ إِلَيْنَا عَائِشَةُ كِسَاءً مُلَبَّدًا، وَقَالَتْ: فِيْ هٰذَا نُزِعَ رُوْحُ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم، وَزَادَ سُلَيْمَانُ، عَنْ حُمَيْدٍ، عَنْ أَبِيْ بُرْدَةَ: أَخْرَجَتْ إِلَيْنَا عَائِشَةُ إِزَارًا غَلِيْظًا مِمَّا يُصْنَعُ بِالْيَمَنِ، وَكِسَاءً مِنْ هٰذِهِ الَّتِيْ تَدْعُوْنَهَا الْمُلَبَّدَةَ.[انظر: ۵۸۱۸]

[۳۱۰۹-] حدثنا عَبْدَانُ، عَنْ أَبِيْ حَمْزَةَ، عَنْ عَاصِمٍ، عَنِ ابْنِ سِيْرِيْنَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ قَدَحَ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم انْكَسَرَ فَاتَّخَذَ مَكَانَ الشَّعْبِ سِلْسِلَةً مِنْ فِضَّةٍ. قَالَ عَاصِمٌ: رَأَيْتُ الْقَدَحَ، وَشَرِبْتُ فِيْهِ.[انظر: ۵۶۳۸]

وضاحت: پہلی حدیث میں نبی ﷺ کے چپلوں کا ذکر ہے جو حضرت انس رضی اللہ عنہ کو تبرک میں ملے تھے، حضرت انسؓ کبھی وہ چپل طلبہ کو دکھاتے تھے اور بتاتے تھے کہ یہ نبی ﷺ کے چپل ہیں اور جَرْدَاوَیْن کے معنی ہیں: بالوں سے خالی، یعنی عمدہ چمڑے کے چپل، اوران میں دو تسمے تھے۔

اور دوسری حدیث میں صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ایک موٹی چادر نکال کر طلبہ کو دکھائی اور بتایا کہ اس کو پہنے ہوئے نبی ﷺ کی روح قبض ہوئی ہے، یہ جوڑا جس میں آپؐ کی وفات ہوئی تھی صدیقہ کو تبرک میں ملا تھا۔

اور تیسری حدیث میں لکڑی کے اس پیالہ کا ذکر ہے جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ہاتھ چلانے سے گر کر ٹوٹ گیا تھا اور اس کو چاندی کے تار سے جڑوالیا تھا، وہ پیالہ بھی حضرت انس رضی اللہ عنہ کو تبرک میں ملا تھا۔

[۳۱۱۰-] حدثنا سَعِيْدُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْجَرْمِيُّ، ثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ، حَدَّثَنَا أَبِيْ، أَنَّ الْوَلِيْدَ بْنَ كَثِيْرٍ حَدَّثَهُ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَلْحَلَةَ الدُّؤَلِيِّ، حَدَّثَهُ أَنَّ ابْنَ شِهَابٍ حَدَّثَهُ، أَنَّ عَلِيَّ بْنَ حُسَيْنٍ حَدَّثَهُ، أَنَّهُمْ حِيْنَ قَدِمُوْا الْمَدِيْنَةَ مِنْ عِنْدِ يَزِيْدَ بْنِ مُعَاوِيَةَ مَقْتَلَ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ، لَقِيَهُ الْمِسْوَرُ بْنُ مَخْرَمَةَ، فَقَالَ لَهُ: هَلْ لَكَ إِلَيَّ مِنْ حَاجَةٍ تَأْمُرُنِيْ بِهَا؟ فَقُلْتُ لَهُ: لَا، فَقَالَ لَهُ: فَهَلْ أَنْتَ مُعْطِيَّ سَيْفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم، فَإِنِّيْ أَخَافُ أَنْ يَغْلِبَكَ الْقَوْمُ عَلَيْهِ؟ وَأَيْمُ اللّٰهِ! لَئِنْ أَعْطَيْتَنِيْهِ لَا يُخْلَصُ إِلَيْهِ أَبَدًا حَتّٰى تُبْلَغَ نَفْسِيْ.

إِنَّ عَلِيَّ بْنَ أَبِيْ طَالِبٍ خَطَبَ بِنْتَ أَبِيْ جَهْلٍ عَلٰى فَاطِمَةَ، فَسَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم

يَخْطُبُ النَّاسَ فِيْ ذٰلِكَ عَلٰى مِنْبَرِهِ هٰذَا، وَأَنَا يَوْمَئِذٍ لَمُحْتَلِمٌ، فَقَالَ: "إِنَّ فَاطِمَةَ مِنِّيْ! وَأَنَا أَتَخَوَّفُ أَنْ تُفْتَنَ فِيْ دِيْنِهَا" ثُمَّ ذَكَرَ صِهْرًا لَهُ مِنْ بَنِيْ عَبْدِ شَمْسٍ، فَأَثْنٰى عَلَيْهِ فِيْ مُصَاهَرَتِهِ إِيَّاهُ، قَالَ: "حَدَّثَنِيْ فَصَدَقَنِيْ، وَوَعَدَنِيْ فَوَفّٰى لِيْ، وَإِنِّيْ لَسْتُ أُحَرِّمُ حَلاَلاً، وَلاَ أُحِلُّ حَرَامًا، وَلٰكِنْ وَاللّٰهِ لاَ تَجْتَمِعُ بِنْتُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم وَبِنْتُ عَدُوِّ اللّٰهِ أَبَدًا"

ترجمہ: شہادتِ حسینؓ کے بعد جب حضرت علی زین العابدینؒ یزید کے پاس سے لوٹ کر مدینہ آئے تو ان سے مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ ملے اوران سے کہا: آپ کو مجھ سے کوئی حاجت ہے، جس کی تکمیل کا آپ مجھے حکم دیں؟ زین العابدین نے کہا: نہیں، مسورؓ نے ان سے کہا: آپ نبی ﷺ کی تلوار مجھے دے سکتے ہیں، کیونکہ مجھے اندیشہ ہے کہ بنوامیہ وہ تلوار آپ سے زبردستی لے لیں؟ اور قسم خدا کی! اگر آپ نے وہ تلوار مجھے دیدی تو اس تلوار تک کبھی بھی کوئی نہیں پہنچ سکتا، یہاں تک کہ میری روح نکل جائے (اس سے معلوم ہوا کہ نبی ﷺ کی ذوالفقار نامی تلوار حضرت علی رضی اللہ عنہ کو تبرک میں ملی تھی، جو ان کے خاندان میں تھی)

(پھر مسور رضی اللہ عنہ نے ایک واقعہ ذکر کیا جس سے مقصود نبی ﷺ کا اپنی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے تعلق کا اظہار ہے اور مسورؓ کا مقصود حضرت فاطمہؓ کی اولاد کے ساتھ تعلق کا اظہار ہے، فرمایا:) حضرت علیؓ نے ابوجہل کی لڑکی کی منگنی بھیجی، اس وقت حضرت فاطمہؓ حیات تھیں، پس نبی ﷺ نے اسی منبر پر تقریر فرمائی جو میں نے سنی اور میں اس وقت بالغ ہو چکا تھا، آپؐ نے فرمایا: فاطمہ! میرا جزء ہے اور مجھے اندیشہ ہے کہ (اس نکاح سے) فاطمہؓ کا دین خراب ہوجائے گا (اس لئے اس نکاح کی اجازت نہیں) پھر آپؐ نے بنوعبدشمس کے اپنے داماد ابوالعاص رضی اللہ عنہ کا ذکر کیا، پس ان کی تعریف کی کہ انھوں نے داماد ہونے کے ناتے میرے ساتھ اچھا معاملہ کیا، فرمایا: اس نے مجھ سے ایک بات کہی، اور سچی کہی اور اس نے مجھ سے ایک وعدہ کیا، اوراس کو پورا کیا، اور میں کسی حلال کو حرام نہیں کرتا اور نہ حرام کو حلال کرتا ہوں، مگر بخدا! اللہ کے رسول کی بیٹی اور اللہ کے دشمن کی بیٹی کبھی بھی اکٹھا نہیں ہونگی۔

[۳۱۱۱-] حدثنا قُتَيْبَةُ، ثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سُوْقَةَ، عَنْ مُنْذِرٍ، عَنِ ابْنِ الْحَنَفِيَّةِ، قَالَ: لَوْ كَانَ عَلِيٌّ ذَاكِرًا عُثْمَانَ ذَكَرَهُ يَوْمَ جَاءَهُ نَاسٌ، فَشَكَوْا سُعَاةَ عُثْمَانَ، فَقَالَ لِيْ عَلِيٌّ: اذْهَبْ إِلٰى عُثْمَانَ فَأَخْبِرْهُ أَنَّهَا صَدَقَةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، فَمُرْ سُعَاتَكَ يَعْمَلُوْا بِهَا، فَأَتَيْتُهُ بِهَا، فَقَالَ: أَغْنِهَا عَنَّا، فَأَتَيْتُ بِهَا عَلِيًّا فَأَخْبَرْتُهُ، فَقَالَ: ضَعْهَا حَيْثُ أَخَذْتَهَا. [انظر: ۳۱۱۲]

[۳۱۱۲-] وَقَالَ الْحُمَيْدِيُّ: ثَنَا سُفْيَانُ، ثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سُوْقَةَ، قَالَ: سَمِعْتُ مُنْذِرًا الثَّوْرِيَّ، عَنِ ابْنِ الْحَنِيْفَةِ، قَالَ: أَرْسَلَنِيْ أَبِيْ: خُذْ هٰذَا الْكِتَابَ، فَاذْهَبْ بِهِ إِلٰى عُثْمَانَ، فَإِنَّ فِيْهِ أَمْرَ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم فِي الصَّدَقَةِ. [راجع: ۳۱۱۱]

وضاحت: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کے بعد دو ذہن بن گئے تھے، ایک حضرت عثمانؓ کی پارٹی تھی، دوسری حضرت علیؓ کی، حضرت عثمانؓ کی پارٹی کے لوگ پروپیگنڈہ کرتے تھے کہ حضرت علیؓ حضرت عثمانؓ کے خلاف تھے، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے محمد بن الحنفیہ نے اس کی تردید کی اور فرمایا: اگر حضرت علیؓ برائی کے ساتھ حضرت عثمانؓ کا ذکر کرتے تو اس دن کرتے جس دن حضرت علیؓ کے پاس کچھ لوگ آئے اور انھوں نے حضرت عثمانؓ کے عاملین زکوٰۃ کی شکایت کی تو حضرت علیؓ نے مجھ سے کہا: عثمانؓ کے پاس جا اور ان کو بتلا کہ یہ رسول اللہ ﷺ کا زکوٰۃ نامہ ہے، پس آپ اپنے عاملین کو حکم دیں کہ وہ اس کے مطابق عمل کریں، محمدؒ کہتے ہیں: میں اس کو لے کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس گیا، انھوں نے فرمایا: بے نیاز کر اس کو ہم سے، یعنی زکوٰۃ نامہ لے جا مجھے ضرورت نہیں، میرے پاس زکوٰۃ نامہ ہے، پس میں اس کو لے کر حضرت علیؓ کے پاس آیا اور ان کو بات بتلائی تو آپؓ نے فرمایا: اسی جگہ رکھ دے جہاں سے لیا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ زکوٰۃ نامہ تبرک میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ملا تھا۔

بَابُ الدَّلِيْلِ عَلٰى أَنَّ الْخُمُسَ لِنَوَائِبِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم إلخ

اس بات کی دلیل کہ خمس نبی ﷺ کی پیش آمدہ حاجات کے لئے تھا

اور آپؐ نے اس میں اصحابِ صفہ اور بیواؤں کو رشتہ داروں پر ترجیح دی

اس باب میں اور آئندہ باب میں ایک اہم مسئلہ ہے، اور آئندہ باب اس باب کا تکملہ ہے، پہلے یہ بات بیان کی جاچکی ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ کے نزدیک خمس اور فیئے کے مصارف چار میں منحصر نہیں، اب اس باب میں فرماتے ہیں کہ خمس اور فیئے کی جائدادیں نبی ﷺ کی ملکیت نہیں تھیں، صرف آپؐ کے تصرف میں تھیں، آپؐ ان کو ان کے مصارف میں خرچ کرتے تھے، بلکہ اپنے رشتہ داروں پر: صفہ کے غریب طالب علموں کو اور شہداء کی بیواؤں کو ترجیح دیتے تھے۔

اور پہلے باب میں یہ حدیث ہے: نبی ﷺ کے پاس دو غلام آئے (یہ غلام خمس میں آئے تھے) حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو مشورہ دیا کہ ابا سے ایک غلام مانگ لاؤ، دیکھو گھر کے سب کام تمہیں کرنے پڑتے ہیں، چکی تم پیستی ہو، پانی کی مشک تم ڈھوتی ہو، گھوڑے کی خدمت تم کرتی ہو، پس اگر ایک غلام مل جائے گا تو تمہارا کام ہلکا ہو جائے گا، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا گئیں، نبی ﷺ کے پاس کچھ آدمی بیٹھے تھے، وہ کچھ کہے بغیر واپس آگئیں، نبی ﷺ نے ان کو دیکھ لیا تھا، چنانچہ عشاء کے بعد آپؐ ان کے گھر گئے اور پوچھا: کیوں آئی تھیں؟ وہ شرما گئیں، حضرت علیؓ نے ساری بات بتائی، آپؐ نے فرمایا: وہ غلام تمہارے لئے نہیں ہیں، بدر میں جو صحابہ شہید ہوئے ہیں ان کے یتیم بچوں کو دوں گا، پھر آپؐ نے ان کو تسبیحات فاطمہ بتائیں کہ دونوں میاں بیوی یہ تسبیح پڑھ کر سویا کرو، گھر کے کام سے تھکو گی نہیں۔ یہ روایت

باب کے دوسرے جزء سے متعلق ہے، یعنی خمس میں بیواؤں اور یتیموں کو اپنی بیٹی پر ترجیح دی، اور بیٹی کو تسبیحات بتا کر اللہ کے حوالے کیا۔ اور باب کے پہلے جزء کی دلیل اگلے باب میں آرہی ہے۔

[٦-] بَابُ الدَّلِيْلِ عَلٰى أَنَّ الْخُمُسَ لِنَوَائِبِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم وَالْمَسَاكِيْنِ، وإِيْثَارِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم أَهْلَ الصُّفَّةِ وَالْأَرَامِلَ حِيْنَ سَأَلَتْهُ فَاطِمَةُ، وَشَكَتْ إِلَيْهِ الطَّحْنَ وَالرَّحَى، أَنْ يُخْدِمَهَا مِنَ السَّبْيِ، فَوَكَلَهَا إِلَى اللّٰهِ

[٣١١٣-] حدثنا بَدَلُ بْنُ الْمُحَبَّرِ، أَنَا شُعْبَةُ، أَخْبَرَنِي الْحَكَمُ، قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ أَبِيْ لَيْلٰى، ثَنَا عَلِيٌّ: أَنَّ فَاطِمَةَ اشْتَكَتْ مَا تَلْقٰى مِنَ الرَّحَى مِمَّا تَطْحَنُ، فَبَلَغَهَا أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم أُتِيَ بِسَبْيٍ، فَأَتَتْهُ تَسْأَلُهُ خَادِمًا، فَلَمْ تُوَافِقْهُ، فَذَكَرَتْ لِعَائِشَةَ، فَجَاءَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم فَذَكَرَتْ ذٰلِكَ عَائِشَةُ لَهُ، فَأَتَانَا وَقَدْ دَخَلْنَا مَضَاجِعَنَا، فَذَهَبْنَا لِنَقُوْمَ فَقَالَ: "عَلٰى مَكَانِكُمَا" حَتّٰى وَجَدْتُ بَرْدَ قَدَمَيْهِ عَلٰى صَدْرِيْ، فَقَالَ: "أَلاَ أَدُلُّكُمَا عَلٰى خَيْرٍ مِمَّا سَأَلْتُمَاهُ؟ إِذَا أَخَذْتُمَا مَضَاجِعَكُمَا فَكَبِّرَا اللّٰهَ أَرْبَعًا وَثَلاَثِيْنَ، وَاحْمَدَا ثَلاَثًا وَثَلاَثِيْنَ، وَسَبِّحَا ثَلاَثًا وَثَلاَثِيْنَ، فَإِنَّ ذٰلِكَ خَيْرٌ لَكُمَا مِمَّا سَأَلْتُمَاهُ.

[انظر: ٣٧٠٥، ٥٣٦١، ٦٣١٨]

باب کا ترجمہ: اس بات کی دلیل کہ غنیمت کا پانچواں حصہ نبی ﷺ کے سامنے پیش آنے والی ضرورتوں کے لئے اور غریبوں کے لئے تھا (اور اس بات کی دلیل کہ) نبی ﷺ نے صفہ والوں کو اور بیواؤں کو ترجیح دی، جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے آپؐ سے سوال کیا، اور آپؐ سے چکی پیسنے کی شکایت کی کہ آپ ان کو قیدیوں میں سے خادم عنایت فرمائیں، تو آپؐ نے ان کو اللہ کے حوالہ کیا۔

حدیث کا ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے شکایت کی اس چیز کی جس سے وہ چکی سے ملاقات کرتی تھیں پیسنے کی وجہ سے، یعنی چکی پیسنے کی وجہ سے ہاتھ میں نشان پڑ گئے تھے اس کی شکایت کی، ان کو خبر پہنچی کہ نبی ﷺ کے پاس قیدی لائے گئے ہیں، وہ آپؐ کے پاس ایک خادم مانگنے کے لئے آئیں، پس ان کو موقع نہیں ملا، انھوں نے حضرت عائشہؓ سے ذکر کیا، جب نبی ﷺ آئے تو ان سے حضرت عائشہؓ نے یہ بات ذکر کی (حضرت علیؓ کہتے ہیں) آپؐ ہمارے پاس آئے، جبکہ ہم اپنی خوابگاہوں میں داخل ہو چکے تھے، ہم نے اٹھنے کا ارادہ کیا، آپؐ نے فرمایا: دونوں اپنی جگہ رہو (اور آپؐ دونوں بستروں کے درمیان خالی جگہ میں بیٹھ گئے) یہاں تک کہ میں نے آپؐ کے قدموں کی ٹھنڈک پائی میرے سینہ پر، یعنی قدم مبارک حضرت علیؓ کے سینہ سے لگے اور انھوں نے اقدام عالیہ کی ٹھنڈک

پائی، پھر آپؐ نے فرمایا: کیا نہ بتلاؤں میں تم دونوں کو اس سے بہتر بات جس کی تم دونوں نے درخواست کی ہے، جب تم دونوں اپنی خواب گاہوں کو پکڑو تو ۳۴ مرتبہ اللہ اکبر، ۳۳ مرتبہ الحمدللہ اور ۳۳ مرتبہ سبحان اللہ کہو، پس یہ ذکر تمہارے لئے بہتر ہے اس خادم سے جس کو تم دونوں نے مانگا ہے۔

بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى: ﴿فَأَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهُ وَلِلرَّسُوْلِ﴾

خمس اور فئے کی آیتوں میں اللہ کا ذکر تبرگا ہے، اور نبی ﷺ کا ذکر قاسم ہونے کی وجہ سے ہے

گذشتہ باب کا جو پہلا جزء ہے اس کی دلیل اب لائے ہیں کہ مالِ غنیمت کے خمس کی آیت میں اور مالِ فئے کی آیت میں اللہ تعالیٰ کا ذکر تو تبرگا ہے جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا، تا کہ ان اموال کے جو مصارف ہیں وہ اس کو بھیک کا لقمہ نہ سمجھیں اور نبی ﷺ کا ذکر مصرف، یا مستحق یا مالک ہونے کے اعتبار سے نہیں ہے، بلکہ قاسم (بانٹنے والا) ہونے کے اعتبار سے ہے، یہ جائدادیں آپؐ کے تصرف میں تھیں، آپؐ ان کے مالک نہیں تھے۔ باب میں حدیث ہے: إِنَّمَا أَنَا قَاسِمٌ وَخَازِنٌ وَاللّٰهُ يُعْطِيْ: میں بانٹنے والا اور حفاظت کرنے والا ہی ہوں اور دینے والے اللہ تعالیٰ ہیں، اس روایت سے ثابت ہوا کہ بنونضیر، فدک اور خیبر کے خمس کی جائدادیں نبی ﷺ کی ملک نہیں تھیں، پس ان میں توریث کا کیا سوال؟ اور باب کے آخر میں حدیث لائے ہیں: نبی ﷺ نے فرمایا: إِنَّ رِجَالاً يَتَخَوَّضُوْنَ فِيْ مَالِ اللّٰهِ بِغَيْرِ حَقٍّ فَلَهُمُ النَّارُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ: کچھ لوگ ناحق اللہ کے مال میں زبردستی گھستے ہیں پس ان کے لئے قیامت کے دن دوزخ ہے، یہ حدیث شیعوں کو سنانی ہے، یہ حدیث لا کر اشارہ کیا ہے کہ خمس اور فئے کی جائدادوں میں میراث کے دعوی دار اس حدیث کو پیش نظر رکھیں، وفاتِ نبوی کے بعد صاحبزادی نے، حضرت علیؓ اور حضرت عباسؓ نے جو میراث مانگی تھی وہ غلط فہمی کی بنیاد پر مانگی تھی، پھر جب شیخین نے ان کو سمجھایا تو وہ مطمئن ہوگئے، دلیل یہ ہے کہ بنونضیر کی جائداد کی تولیت حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس تھی، وہ کئی نسلوں تک ان کی اولاد میں رہی اور سب نے اس جائداد کو اس کے مصارف میں خرچ کیا، اپنی جائداد نہیں سمجھا، مگر ان کے نام نہاد نام لیوا (شیعہ) آج بھی دعوے دار ہیں کہ وہ جائدادیں نبی ﷺ کی ملک تھیں، وہ آپؐ کے ورثاء کو ملنی چاہئے تھیں، شیخین رضی اللہ عنہما نے ان پر ظلم کیا اور ان کا حق مارا، وہ لوگ باب کی آخری حدیث پر دھیان دیں!

[۷-] بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى: ﴿فَأَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهُ وَلِلرَّسُوْلِ﴾ يَعْنِيْ لِلرَّسُوْلِ قَسْمُ ذٰلِكَ،

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: "إِنَّمَا أَنَا قَاسِمٌ وَخَازِنٌ وَاللّٰهُ يُعْطِيْ"

[۳۱۱۴-] حدثنا أَبُو الْوَلِيْدِ، ثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ سُلَيْمَانَ، وَمَنْصُوْرٍ، وَقَتَادَةَ، سَمِعُوْا سَالِمَ بْنَ أَبِي الْجَعْدِ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: وُلِدَ لِرَجُلٍ مِنَّا مِنَ الأَنْصَارِ غُلَامٌ، فَأَرَادَ أَنْ يُسَمِّيَهُ مُحَمَّدًا، قَالَ شُعْبَةُ فِيْ

حَدِیْثِ مَنْصُوْرٍ، إِنَّ الْأَنْصَارِیَّ قَالَ: حَمَلْتُهُ عَلٰی عُنُقِیْ فَأَتَیْتُ بِهِ النَّبِیَّ صلی الله علیه وسلم، وَفِی حَدِیْثِ سُلَیْمَانَ: وُلِدَ لَهُ غُلَامٌ، فَأَرَادَ أَنْ یُسَمِّیَهُ مُحَمَّدًا، قَالَ: " سَمُّوْا بِاسْمِیْ وَلَا تَکَنَّوْا بِکُنْیَتِیْ، فَإِنِّیْ إِنَّمَا جُعِلْتُ قَاسِمًا أَقْسِمُ بَیْنَکُمْ" وَقَالَ حُصَیْنٌ: " بُعِثْتُ قَاسِمًا أُقْسِمُ بَیْنَکُمْ" وَقَالَ عَمْرٌو: أَنَا شُعْبَةُ، عَنْ قَتَادَةَ: قَالَ: سَمِعْتُ سَالِمًا، عَنْ جَابِرٍ: أَرَادَ أَنْ یُسَمِّیَهُ الْقَاسِمَ، فَقَالَ النَّبِیُّ صلی الله علیه وسلم: "تَسَمُّوْا بِاسْمِیْ، وَلَا تَکَنَّوْا بِکُنْیَتِیْ"[انظر: ۳۱۱۵، ۳۵۳۸، ۶۱۸۶، ۶۱۸۷، ۶۱۸۹، ۶۱۹۶]

[۳۱۱۵-] حدثنا مُحَمَّدُ بْنُ یُوْسُفَ، ثَنَا سُفْیَانُ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِی الْجَعْدِ، عَنْ جَابِرِ ابْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الْأَنْصَارِیِّ، قَالَ: وُلِدَ لِرَجُلٍ مِنَّا غُلَامٌ فَسَمَّاهُ الْقَاسِمَ، فَقَالَتِ الْأَنْصَارُ: لَا نَکْنِیْكَ أَبَا الْقَاسِمِ، وَلَا نُنْعِمُكَ عَیْنًا، فَأَتَی النَّبِیَّ صلی الله علیه وسلم فَقَالَ: یَارَسُوْلَ اللّٰهِ! وُلِدَ لِیْ غُلَامٌ فَسَمَّیْتُهُ قَاسِمًا فَقَالَتِ الْأَنْصَارُ: لَا نَکْنِیْكَ أَبَا الْقَاسِمِ، وَلَا نُنْعِمُكَ عَیْنًا، فَقَالَ النَّبِیُّ صلی الله علیه وسلم: "أَحْسَنَتِ الْأَنْصَارُ، تَسَمُّوْا بِاسْمِیْ، وَلَا تَکَنَّوْا بِکُنْیَتِیْ، فَإِنَّمَا أَنَا قَاسِمٌ"[راجع: ۳۱۱۵]

باب کا ترجمہ: مالِ غنیمت کے خُمس کی آیت میں ارشاد پاک ہے: ''اللہ کے لئے اس کا پانچواں حصہ ہے اور رسول کے لئے''، یعنی رسول کے لئے اس پانچویں حصہ کو بانٹنا ہے، نبی ﷺ نے فرمایا ہے: ''میں بانٹنے والا اور حفاظت کرنے والا ہی ہوں اور دینے والے اللہ تعالیٰ ہیں''

حدیث کا ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ایک انصاری کے یہاں لڑکا پیدا ہوا، اس نے اس کا نام محمد رکھنا چاہا۔ اور شعبہ کی منصور سے روایت میں ہے کہ انصاری اس بچہ کو گردن پر اٹھا کر نبی ﷺ کے پاس لایا اور شعبہ کی سلیمان سے روایت میں ہے کہ اس کا لڑکا پیدا ہوا، اس نے اس کا نام محمد رکھنا چاہا (یہ سب روایتیں صحیح نہیں) آپ نے فرمایا: میرا نام رکھو اور میری کنیت مت رکھو، اس لئے کہ میں بانٹنے والا ہی بنایا گیا ہوں، تمہارے درمیان بانٹتا ہوں، اور حصین بن عبدالرحمٰن کوفی کی روایت ہے کہ میں بانٹنے والا بنا کر بھیجا گیا ہوں، تمہارے درمیان مال بانٹتا ہوں، اور عمرو بن مرزوق (استاذ امام بخاریؒ) کی سند سے روایت اس طرح ہے: اس انصاری نے بیٹے کا نام قاسم رکھنا چاہا، تا کہ اس کی کنیت ابوالقاسم ہو، پس نبی ﷺ نے فرمایا: میرا نام رکھو اور میری کنیت مت رکھو (یہی صحیح روایت ہے)

دوسری روایت: ایک آدمی کے لڑکا پیدا ہوا اس نے اس کا نام قاسم رکھا، پس انصار نے کہا: ہم تیری ابوالقاسم کنیت نہیں رکھیں گے اور اس کنیت سے ہم تیری آنکھ ٹھنڈی نہیں کریں گے، چنانچہ وہ نبی ﷺ کے پاس پہنچا اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میرا ایک لڑکا ہوا ہے، میں نے اس کا نام قاسم رکھا ہے، انصار کہتے ہیں: ہم تجھے ابوالقاسم کی کنیت سے نہیں پکاریں گے اور تیری آنکھ اس کنیت سے ٹھنڈی نہیں کریں گے، پس نبی ﷺ نے فرمایا: انصار نے ٹھیک کہا، میرا نام رکھو، میری کنیت مت رکھو، اس لئے کہ میں بانٹنے والا ہی ہوں، یعنی آپ کی کنیت ابوالقاسم صرف اس وجہ سے نہیں کہ آپ کے بڑے

صاحبزادے کا نام قاسم تھا، بلکہ آپؐ نے اس کی دوسری وجہ بیان فرمائی کہ میرے پاس اللہ کا جو مال ہے اس کے بانٹنے کی ذمہ داری مجھ پر ہے، اس لئے میں ابوالقاسم ہوں۔ أَبُوْ کے معنی ہیں: والا، أبو القاسم: بانٹنے والا۔

[۳۱۱۶-] حدثنا حِبَّانُ بْنُ مُوْسَى، أَنَا عَبْدُ اللّٰهِ، عَنْ يُوْنُسَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، أَنَّـهُ سَمِعَ مُعَاوِيَةَ، يَقُوْلُ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: "مَنْ يُرِدِ اللّٰهُ بِهِ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ، وَاللّٰهُ الْمُعْطِيْ وَأَنَا الْقَاسِمُ، وَلاَ تَزَالُ هٰذِهِ الْأُمَّةُ ظَاهِرِيْنَ عَلٰى مَنْ خَالَفَهُمْ حَتَّى يَأْتِيَ أَمْرُ اللّٰهِ وَهُمْ ظَاهِرُوْنَ. [راجع: ۷۱]

[۳۱۱۷-] حدثنا مُحَمَّدُ بْنُ سِنَانٍ، ثَنَا فُلَيْحٌ، ثَنَا هِلَالٌ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِيْ عَمْرَةَ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ: أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ: "مَا أُعْطِيْكُمْ وَلاَ أَمْنَعُكُمْ، إِنَّمَا أَنَا قَاسِمٌ، أَضَعُ حَيْثُ أُمِرْتُ"

[۳۱۱۸-] حدثنا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يَزِيْدَ، ثَنَا سَعِيْدُ بْنُ أَبِيْ أَيُّوْبَ، ثَنِيْ أَبُوْ الْأَسْوَدِ، عَنِ ابْنِ أَبِيْ عَيَّاشٍ وَاسْمُهُ النُّعْمَانُ، عَنْ خَوْلَةَ الْأَنْصَارِيَّةِ، قَالَتْ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم يَقُوْلُ: "إِنَّ رِجَالاً يَتَخَوَّضُوْنَ فِيْ مَالِ اللّٰهِ بِغَيْرِ حَقٍّ، فَلَهُمُ النَّارُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ.

وضاحت: پہلی حدیث پہلے گذری ہے، اس میں جو أنا القاسم ہے اس سے استدلال کیا ہے، اور دوسری حدیث میں یہ مضمون ہے کہ میں نہ تم کو دیتا ہوں نہ روکتا ہوں، میں بانٹنے والا ہی ہوں، رکھتا ہوں جہاں میں حکم دیا گیا ہوں، اور آخری حدیث باب میں لانے کی وجہ شروع باب میں آچکی ہے۔

بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم: أُحِلَّتْ لَكُمُ الْغَنَائِمُ

غنیمتیں امت کے لئے حلال کی گئی ہیں

یہ باب دفع دخل مقدر کے طور پر لائے ہیں، پچھلے ابواب سے یہ خیال ہوسکتا ہے کہ جب خمس نبی ﷺ کی ملکیت نہیں تو باقی چار اخماس بھی مجاہدین کی ملک نہیں، اس لئے یہ باب لائے کہ غنیمت بشمول خمس امت کے لئے حلال کی گئی ہے، سورۃ الفتح آیت ۲۰ میں ہے: "اللہ تعالیٰ نے تم سے بہت سی غنیمتوں کا وعدہ کیا ہے جو تم لوگے، پس سردست تم کو یہ دیدی" یعنی غنیمت تمام مسلمانوں کے لئے اللہ نے حلال کی ہے، رہی یہ بات کہ غنیمت کس کو ملے گی؟ یہ بات نبی ﷺ بیان کریں گے۔

جاننا چاہئے کہ غنیمت کے سلسلہ میں سب سے پہلی آیت سورۃ الانفال کی پہلی آیت نازل ہوئی ہے: ﴿يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْأَنْفَالِ؟ قُلِ الْأَنْفَالُ لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ، فَاتَّقُوْا اللّٰهَ وَأَصْلِحُوْا ذَاتَ بَيْنِكُمْ وَأَطِيْعُوْا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِيْنَ﴾:

''لوگ آپؐ سے غنیمتوں کا حکم پوچھتے ہیں، آپؐ فرمادیں: غنیمتیں اللہ کی اور اس کے رسول کی ہیں، پس تم اللہ سے ڈرو اور اپنے باہمی تعلقات کو سنوارو، اور اللہ کی اور اس کے رسول کی اطاعت کرو، اگر تم ایمان والے ہو''

تفسیر: غزوۂ بدر میں جب فتح ہوئی اور غنیمت ہاتھ آئی تو اختلاف ہوا، جوانوں نے کہا: یہ ہمارا حق ہے، ہم لڑے ہیں، بوڑھوں نے کہا: ہم تمہاری پشت پر تھے، پس ہمارا بھی حق ہے، چنانچہ یہ بات نبی ﷺ سے پوچھی گئی کہ غنیمت کس کے لئے ہے؟ پس آیت نازل ہوئی، اور کہہ دیا کہ غنیمت اللہ اور اس کے رسول کی ہے وہ جس کو چاہیں گے دیں گے، چنانچہ اللہ کے حکم سے نبی ﷺ نے وہ غنیمت اس طرح تقسیم کی کہ خمس علاحدہ کرلیا، اور باقی چار اخماس مجاہدین میں تقسیم کئے۔

حضرت امام بخاری رحمہ اللہ یہی فرمارہے ہیں کہ بلاتفریق ساری امت کے لئے غنیمت حلال کی گئی ہے پھر اللہ کے رسول اس کی تفصیل بیان کریں گے، پھر باب میں چھ حدیثیں لائے ہیں، پہلی حدیث میں ہے کہ گھوڑوں کی پیشانی میں خیر بندھی ہوئی ہے یعنی ثواب اور غنیمت، پس گھوڑے کا جو مالک ہے وہی غنیمت کا مالک ہوگا۔

اور دوسری اور تیسری حدیث میں ہے کہ تم قیصر وکسری کے خزانے راہِ خدا میں خرچ کروگے، یہی خزانے غنیمت ہیں جو امت کے لئے حلال کی گئی ہے۔

اور چوتھی حدیث میں ہے: أُحِلَّتْ لِيَ الغَنَائِمُ: میرے لئے یعنی میری امت کے لئے غنیمت حلال کی گئی ہے۔

اور پانچویں حدیث پہلے گذری ہے، اس میں ہے کہ مجاہد اگر شہید ہوتا ہے تو جنت پاتا ہے اور واپس آتا ہے تو ثواب یا غنیمت لاتا ہے، ان روایات سے ثابت ہوا کہ غنیمت امت کے لئے حلال ہے اور چار اخماس کے مجاہدین مالک ہونگے۔

[۸-] بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم: أُحِلَّتْ لَكُمُ الْغَنَائِمُ

وَقَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ: ﴿ وَعَدَكُمُ اللّٰهُ مَغَانِمَ كَثِيْرَةً تَأْخُذُوْنَهَا فَعَجَّلَ لَكُمْ هٰذِهِ﴾ الآيَةَ، فَهِيَ لِلْعَامَّةِ حَتَّى يُبَيِّنَهُ الرَّسُوْلُ صلى الله عليه وسلم.

[۳۱۱۹-] حدثنا مُسَدَّدٌ، ثَنَا خَالِدٌ، ثَنَا حُصَيْنٌ، عَنْ عَامِرٍ، عَنْ عُرْوَةَ الْبَارِقِيِّ، عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم، قَالَ:'' الْخَيْلُ مَعْقُوْدٌ فِيْ نَوَاصِيْهَا الْخَيْرُ: الأَجْرُ وَالْمَغْنَمُ إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ''[راجع: ۲۸۵۰]

[۳۱۲۰-] حدثنا أَبُوْ الْيَمَانِ، أَنَا شُعَيْبٌ، ثَنَا أَبُوْ الزِّنَادِ، عَنِ الأَعْرَجِ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ:'' إِذَا هَلَكَ كِسْرَى فَلاَ كِسْرَى بَعْدَهُ، وَإِذَا هَلَكَ قَيْصَرُ فَلاَ قَيْصَرَ بَعْدَهُ، وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهِ! لَتُنْفِقُنَّ كُنُوْزَهُمَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ.[راجع: ۳۰۲۷]

[۳۱۲۱-] حدثنا إِسْحَاقُ، سَمِعَ جَرِيْرًا، عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ، عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم:'' إِذَا هَلَكَ كِسْرَى فَلاَ كِسْرَى بَعْدَهُ، وَإِذَا هَلَكَ قَيْصَرُ فَلاَ قَيْصَرَ بَعْدَهُ، وَالَّذِيْ

نَفْسِیْ بِیَدِہِ! لَتُنْفِقُنَّ کُنُوْزَهُمَا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ"[انظر: ۳۶۱۹، ۶۶۲۹]

[۳۱۲۲-] حدثنا مُحَمَّدُ بْنُ سِنَانٍ، ثَنَا هُشَیْمٌ، أَنَا سَیَّارٌ، ثَنَا یَزِیْدُ الْفَقِیْرُ، ثَنَا جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰہِ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم: "أُحِلَّتْ لِیَ الْغَنَائِمُ"[راجع: ۳۳۵]

[۳۱۲۳-] حدثنا إِسْمَاعِیْلُ، ثَنِیْ مَالِكٌ، عَنْ أَبِیْ الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ، أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ: "تَکَفَّلَ اللّٰہُ لِمَنْ جَاهَدَ فِیْ سَبِیْلِهِ، لَا یُخْرِجُهُ إِلَّا الْجِهَادُ فِیْ سَبِیْلِهِ وَتَصْدِیْقُ کَلِمَاتِهِ، بِأَنْ یُدْخِلَهُ الْجَنَّةَ، أَوْ یَرْجِعَهُ إِلٰی مَسْکَنِهِ الَّذِیْ خَرَجَ مِنْهُ، مَعَ مَانَالَ مِنْ أَجْرٍ أَوْ غَنِیْمَةٍ"

[راجع: ۳۶]

[۳۱۲۴-] حدثنا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، ثَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ، عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ، قَالَ: قَالَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم: "غَزَا نَبِیٌّ مِنَ الْأَنْبِیَاءِ، فَقَالَ لِقَوْمِهِ: لَا یَتْبَعْنِیْ رَجُلٌ مَلَكَ بُضْعَ امْرَأَةٍ، وَهُوَ یُرِیْدُ أَنْ یَبْنِیَ بِهَا وَلَمَّا یَبْنِ بِهَا، وَلَا أَحَدٌ بَنَی بُیُوْتًا وَلَمْ یَرْفَعْ سُقُوْفَهَا، وَلَا أَحَدٌ اشْتَرٰی غَنَمًا أَوْ خَلِفَاتٍ وَهُوَ یَنْتَظِرُ وِلَادَهَا، فَغَزَا فَدَنَا مِنَ الْقَرْیَةِ صَلَاةَ الْعَصْرِ أَوْ قَرِیْبًا مِنْ ذٰلِكَ، فَقَالَ لِلشَّمْسِ: إِنَّكِ مَأْمُوْرَةٌ وَأَنَا مَأْمُوْرٌ، اللّٰهُمَّ احْبِسْهَا عَلَیْنَا، فَحُبِسَتْ حَتّٰی فَتَحَ اللّٰہُ عَلَیْهِ، فَجَمَعَ الْغَنَائِمَ، فَجَاءَ تْ - یَعْنِیْ النَّارَ - لِتَأْکُلَهَا فَلَمْ تَطْعَمْهَا، فَقَالَ: إِنَّ فِیْکُمْ غُلُوْلًا، فَلْیُبَایِعْنِیْ مِنْ کُلِّ قَبِیْلَةٍ رَجُلٌ، فَلَزِقَتْ یَدُ رَجُلٍ بِیَدِهِ، فَقَالَ: فِیْکُمُ الْغُلُوْلُ، فَلْتُبَایِعْنِیْ قَبِیْلَتُكَ، فَلَزِقَتْ یَدُ رَجُلَیْنِ أَوْثَلَاثَةٍ بِیَدِهِ فَقَالَ: فِیْکُمُ الْغُلُوْلُ، فَجَاؤُا بِرَأْسٍ مِثْلِ رَأْسِ بَقَرَةٍ مِنَ الذَّهَبِ، فَوَضَعُوْهَا فَجَاءَ تِ النَّارُ فَأَکَلَتْهَا، ثُمَّ أَحَلَّ اللّٰہُ لَنَا الْغَنَائِمَ، رَأٰی ضَعْفَنَا وَعَجْزَنَا فَأَحَلَّهَا لَنَا"[انظر: ۵۱۵۷]

ترجمہ: نبی ﷺ نے بیان کیا: نبیوں میں سے ایک نبی نے جہاد کا ارادہ کیا، انھوں نے اپنی قوم سے کہا: میرے ساتھ نہ آئے وہ شخص جو کسی عورت کا مالک ہوا ہے اور وہ چاہتا ہے کہ اس کو رخصت کر کے لائے، اور اب تک اس کو رخصت کر کے نہیں لایا، اور میرے ساتھ نہ آئے وہ شخص جس نے کوئی گھر بنایا ہے اور اس کی چھتیں نہیں ڈالیں اور نہ ایسا شخص جس نے بکریاں یا گابھن اونٹنیاں خریدی ہیں، اور وہ ان کے بچہ جننے کا انتظار کر رہا ہے، پھر وہ نبی جہاد کے لئے نکلے پس وہ عصر کی نماز کے وقت یا اس کے قریب بستی کے قریب پہنچے، پس انھوں نے سورج سے کہا: بیشک تو حکم دیا ہوا ہے یعنی غروب ہونے کا اور میں حکم دیا ہوا ہوں یعنی غروب سے پہلے جہاد نمٹانے کا، اے اللہ! روک دے سورج کو ہمارے لئے، چنانچہ وہ روک دیا گیا، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو فتح نصیب فرمائی، پس انھوں نے غنیمت جمع کی، پس آگ اس کو کھانے کے لئے آئی مگر اس نے اس کو نہیں کھایا، نبی نے کہا: بیشک تم میں مالِ غنیمت میں خیانت ہے، پس چاہئے کہ مجھ سے بیعت کرے ہر قبیلہ میں سے ایک آدمی، پس ایک آدمی کا ہاتھ ان کے ہاتھ سے چپک گیا تو انھوں نے کہا: تمہارے (قبیلہ کے) اندر خیانت ہے،

پس چاہئے کہ مجھ سے بیعت کرے تمہارا قبیلہ، پس دو یا تین آدمیوں کے ہاتھ ان کے ہاتھ کے ساتھ چپک گئے انھوں نے کہا: تمہارے اندر خیانت ہے، پس لائے وہ گائے کے سر کے مانند سونے کا سر، پس رکھا انھوں نے اس کو، پس آگ آئی اور اس نے غنیمت کو جلا دیا، پھر اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے غنیمتیں حلال کیں، دیکھی اللہ نے ہماری کمزوری اور ہماری عاجزی، پس اللہ نے غنیمت کو ہمارے لئے حلال کیا (یہ آخری جزء مقصود ہے، گذشتہ امتوں کے لئے غنیمت حلال نہیں تھی، ہماری امت کے لئے اللہ نے اس کو حلال کیا ہے)

فائدہ: اس حدیث میں جو سورج کے رکنے کا ذکر ہے: وہ حضرت یوشع علیہ السلام کا واقعہ ہے اور اکثر علماء نے اس کو حقیقت پر محمول کیا ہے کیونکہ یہ معجزہ ہے، اور معجزہ خرق عادق کا نام ہے، مگر کچھ لوگ کہتے ہیں: سورج کے رکنے سے نظام کائنات رک جائے گا اور یہ کیسے ممکن ہے؟! اس لئے وہ اس کی توجیہ کرتے ہیں کہ سورج رک جانے کا مطلب وقت میں برکت ہونا ہے، تھوڑے وقت میں زیادہ کام ہونا ہے، مگر عام طور پر علماء اس کو حقیقت پر محمول کرتے ہیں۔

بَابُ الْغَنِيْمَةِ لِمَنْ شَهِدَ الْوَقْعَةَ

غنیمت اس کے لئے ہے جس نے دشمن سے مقابلہ کیا ہے

الْوَقْعَةُ کے معنی کرمانی کے حوالہ سے بین السطور میں صَدْمَةُ الْعَدُوّ لکھے ہیں، یعنی غنیمت ان لوگوں کا حق ہے جنھوں نے دشمن کا صدمہ سہا ہے یعنی ان سے ٹکر لی ہے، ان سے مقابلہ کیا ہے اور یہ باب بھی دفع دخل مقدر کے طور پر لائے ہیں، پچھلے باب میں یہ بات آئی ہے کہ غنیمت تمام امت کے لئے حلال کی گئی ہے، پس سوال پیدا ہوگا کہ چار اخماس صرف مجاہدین کو کیوں ملتے ہیں؟ اس باب میں اس کا جواب ہے کہ مجاہدین نے دشمن سے ٹکر لی ہے، یہ ان میں سرخاب کا پَر لگا ہوا ہے، اس لئے غنیمت کے چار اخماس ان کے لئے خاص کئے گئے ہیں۔

اس کی تفصیل یہ ہے کہ دشمن سے حاصل ہونے والے اموال کی دو قسمیں ہیں: غنیمت اور فیئ، فیئ تو پوری امت کے لئے ہے کیونکہ اس کے حاصل ہونے میں مجاہدین کا کوئی دخل نہیں، اور مالِ فیئ کے مصارف منحصر بھی نہیں، وہ نوائب المسلمین (مسلمانوں کی پیش آمدہ حاجات) کے لئے ہے اور مالِ غنیمت لڑ کر حاصل کیا گیا ہے، اس کا پانچواں حصہ مالِ فیئ کی جگہ گردانا گیا ہے، اس کی منفعت بھی پوری امت کو پہنچتی ہے، البتہ جو غنیمت میدانِ کارزار میں ہاتھ آئی ہے اس کے چار اخماس مجاہدین کے لئے خاص کئے گئے ہیں، یہ ان کے عمل کا صلہ ہے، اور میدان کارزار سے ہٹ کر جو زمینیں وغیرہ ہاتھ آتی ہیں ان کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مالِ فیئ کے مانند قرار دیا ہے، اور باب کا جملہ: الغنیمۃُ لِمَنْ شَهِدَ الوقعۃ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول ہے، انھوں نے یہ بات حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو خط میں لکھی تھی، اور اس کا پس منظر یہ ہے کہ جب عراق فتح ہوا تو میدانِ جنگ میں جو غنیمت ملی وہ تو مجاہدین میں تقسیم کردی گئی، مگر مجاہدین نے مطالبہ کیا کہ زمینیں بھی ہمیں بانٹ کردی جائیں، یہ ملک ہم

نے لڑکر فتح کیا ہے، جیسے نبی ﷺ نے خیبر لڑکر فتح کیا تھا تو وہاں کی ساری زمینیں مجاہدین کو بانٹ دی تھیں، اس مطالبہ کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مشورہ کیا، اور استخارہ بھی کیا، استخارہ کے بعد ان کو شرح صدر ہوا کہ زمینیں مالِ غنیمت نہیں، مالِ فئے ہیں، آپؓ کو سورۂ حشر کی مالِ فئے کی آیتیں یاد آئیں، چنانچہ آپؓ نے آدمی بھیجے، زمینوں کی پیمائش کرائی، اور ان کی نوعیت متعین کرائی اور ان پر بیگھ لگایا تا کہ اس کا نفع تمام مسلمانوں کو پہنچے اور نہ صرف موجودین کو بلکہ آنے والی نسلوں کو بھی پہنچے۔

[۹-] بَابُ الْغَنِيْمَةِ لِمَنْ شَهِدَ الْوَقْعَةَ

[۳۱۲۵-] حدثنا صَدَقَةُ، أَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ أَبِيْهِ، قَالَ: قَالَ عُمَرُ: لَوْلاَ آخِرُ الْمُسْلِمِيْنَ مَا فَتَحْتُ قَرْيَةً إِلاَّ قَسَمْتُهَا بَيْنَ أَهْلِيْهَا كَمَا قَسَمَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم خَيْبَرَ.
[راجع: ۲۳۳٤]

ترجمہ: اگر بعد میں آنے والے مسلمان نہ ہوتے تو میں جو بھی بستی فتح کرتا اس کو مجاہدین میں بانٹ دیتا، جیسا نبی ﷺ نے خیبر کو بانٹا تھا (حدیث پہلے گذری ہے)

بَابٌ: مَنْ قَاتَلَ لِلْمَغْنَمِ: هَلْ يَنْقُصُ مِنْ أَجْرِهِ؟

جس نے غنیمت کے لئے جنگ لڑی: اس کا ثواب گھٹے گا؟

جواب: گھٹے گا، بلکہ کچھ بھی ثواب نہیں ملے گا، اور یہ باب بھی گذشتہ باب سے پیدا ہونے والے سوال کا جواب ہے، جب غنیمت کے چار اخماس مجاہدین کے عمل کا صلہ ہیں تو اگر کوئی غنیمت کی نیت سے جنگ لڑے تو اس کو غنیمت ملے گی، مگر ثواب پورا ملے گا یا نہیں؟ ثواب سرے سے نہیں ملے گا، ایک بدو نے پوچھا تھا: ایک شخص غنیمت کی نیت سے لڑتا ہے، دوسرا اس لئے لڑتا ہے کہ اس کی بہادری کا چرچا باقی رہے (یہ سُمعہ: سنانا ہے) اور تیسرا اپنی بہادری کا جوہر دکھانے کے لئے لڑتا ہے (یہ ریاء: دکھانا ہے) ان میں سے راہِ خدا میں لڑنے والا کون ہے؟ آپؐ نے فرمایا: کوئی نہیں، راہِ خدا میں لڑنے والا وہ ہے جو اس نیت سے لڑتا ہے کہ اللہ کے دین کا بول بالا ہو، وہی مجاہد فی سبیل اللہ ہے اور اسی کے لئے جہاد کا ثواب ہے۔

[۱۰-] بَابٌ: مَنْ قَاتَلَ لِلْمَغْنَمِ: هَلْ يَنْقُصُ مِنْ أَجْرِهِ؟

[۳۱۲٦-] حدثنا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، ثَنَا غُنْدَرٌ، ثنا شُعْبَةُ، عَنْ عَمْرٍو، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا وَائِلٍ، قَالَ: ثنا أَبُوْ مُوْسَى الْأَشْعَرِيُّ، قَالَ: قَالَ أَعْرَابِيٌّ لِلنَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم: الرَّجُلُ يُقَاتِلُ لِلْمَغْنَمِ، وَالرَّجُلُ يُقَاتِلُ لِيُذْكَرَ، وَيُقَاتِلُ لِيُرَى مَكَانُهُ، مَنْ فِي سَبِيْلِ اللهِ؟ فَقَالَ: "مَنْ قَاتَلَ لِتَكُوْنَ كَلِمَةُ اللهِ هِيَ الْعُلْيَا فَهُوَ فِيْ سَبِيْلِ اللهِ"[راجع: ۱۲۳]

بَابُ قِسْمَةِ الإِمَامِ مَا يَقْدَمُ عَلَيْهِ، وَيَخْبَأُ لِمَنْ لَمْ يَحْضُرْهُ أَوْ غَابَ عَنْهُ

جو چیزیں امام کے پاس آئیں ان کو بانٹ دے، اور غیر حاضر اور غیر موجود کا حصہ محفوظ رکھے

اب ابواب آگے بڑھاتے ہیں: حکومت کے پاس غیر مسلموں کی طرف سے جو اموال آتے ہیں ابن بطال رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ وہ مالِ فئے کے حکم میں ہیں، وہ صرف امیر کے لئے نہیں ہیں، اس کے پاس سربراہ ہونے کی حیثیت سے آئے ہیں، پس وہ ان اموال کو مسلمانوں میں تقسیم کرے اور جو غیر حاضر ہے، لینے نہیں آیا یا غیر موجود ہے، سفر میں ہے تو اس کا حصہ محفوظ رکھے۔ ایک مرتبہ نبی ﷺ کی خدمت میں ریشمی قبائیں آئیں جن میں سونے کی گھنڈیاں لگی ہوئی تھیں، آپؐ نے وہ لوگوں میں تقسیم کیں اور ایک حضرت مخرمہ رضی اللہ عنہ کے لئے محفوظ رکھی، جب وہ اپنے صاحبزادے مسورؓ کے ساتھ آئے تو آپؐ گھر میں سے وہ قباء لے کر نکلے اور ان کو گھنڈیاں دکھائیں اور فرمایا: اے مسور کے ابا! یہ میں نے آپ کے لئے محفوظ رکھی ہے، حضرت مخرمہؓ ذرا سخت اخلاق کے تھے، اس لئے آپؐ نے دو مرتبہ یہ جملہ کہا یعنی میں آپ کو بھولا نہیں، میں نے آپ کے لئے یہ محفوظ رکھی ہے۔

[۱۱-] بَابُ قِسْمَةِ الإِمَامِ مَا يَقْدَمُ عَلَيْهِ، وَيَخْبَأُ لِمَنْ لَمْ يَحْضُرْهُ أَوْ غَابَ عَنْهُ

[۳۱۲۷-] حدثنا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ، ثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ أَيُّوْبَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِيْ مُلَيْكَةَ: أَنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم أُهْدِيَتْ لَهُ أَقْبِيَةٌ مِنْ دِيْبَاجٍ، مُزَرَّرَةٌ بِالذَّهَبِ، فَقَسَمَهَا فِيْ أُنَاسٍ مِنْ أَصْحَابِهِ، وَعَزَلَ مِنْهَا وَاحِدًا لِمَخْرَمَةَ بْنِ نَوْفَلٍ، فَجَاءَ وَمَعَهُ ابْنُهُ الْمِسْوَرُ بْنُ مَخْرَمَةَ، فَقَامَ عَلَى الْبَابِ، فَقَالَ: ادْعُهُ لِيْ، فَسَمِعَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم صَوْتَهُ، فَأَخَذَ قَبَاءً فَتَلَقَّاهُ بِهِ، وَاسْتَقْبَلَهُ بِأَزْرَارِهِ، فَقَالَ:" يَا أَبَا الْمِسْوَرِ! خَبَأْتُ هٰذَا لَكَ، يَا أَبَا الْمِسْوَرِ! خَبَأْتُ هٰذَا لَكَ" وَكَانَ فِيْ خُلُقِهِ شِدَّةٌ.

رَوَاهُ ابْنُ عُلَيَّةَ عَنْ أَيُّوْبَ، وَقَالَ حَاتِمُ بْنُ وَرْدَانَ: ثَنَا أَيُّوْبُ، عَنِ ابْنِ أَبِيْ مُلَيْكَةَ، عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ: قَالَ: قَدِمَتْ عَلَى النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم أَقْبِيَةٌ، تَابَعَهُ اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ أَبِيْ مُلَيْكَةَ.

[راجع: ۲۵۹۹]

سند کا بیان: یہ حدیث ایوب سختیانی رحمہ اللہ سے حماد بن زیدؒ اور اسماعیل بن علیہؒ مرسل روایت کرتے ہیں، اور حاتم بن وردان اور امام لیث مصری متصل کرتے ہیں، یعنی ابن ابی ملیکہ کے بعد مسور بن مخرمہؓ کا ذکر کرتے ہیں، اور ثقہ کی زیادتی معتبر ہے، پھر وہ دو حضرات ہیں، اس لئے حدیث صحیح ہے۔

بَابُ: كَيْفَ قَسَمَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم قُرَيْظَةَ وَالنَّضِيْرَ؟ وَمَا أَعْطَى مِنْ ذٰلِكَ فِيْ نَوَائِبِهِ

نبی ﷺ نے بنوقریظہ اور بنونضیر کے اموال کس طرح تقسیم کئے؟ اوران میں سے جو اپنی حاجات میں خرچ کیا

اس باب میں بہ ظاہر دو باتیں ہیں، مگر حقیقت میں ایک ہی بات ہے، بنوقریظہ اور بنونضیر یہود کے دو قبیلے تھے، جو جلاوطن کئے گئے تھے، ان کے کھیت اور باغات مالِ فئے تھے، نبی ﷺ نے ان میں سے کچھ حصہ مہاجرین کو عنایت فرمایا اور باقی جائداد محفوظ رکھی، اس کی آمدنی سے نبی ﷺ اپنی ضروریات پوری کرتے تھے، اور جو باقی بچتا وہ مسلمانوں کی ضروریات میں خرچ ہوتا۔

حدیث: حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: بنوقریظہ اور بنونضیر کے علاقے فتح ہوئے اس سے پہلے انصار اپنے باغات میں سے کھجور کے کچھ درخت متعین کرکے نبی ﷺ کو دیتے تھے، جو منیحہ کہلاتے تھے، پھر جب یہ علاقے فتح ہوئے اور آپؐ کی آمدنی شروع ہوئی تو انصار جو درخت دیتے تھے وہ آپؐ نہیں لیتے تھے۔ یَرُدُّ علیهم کا یہ مطلب ہے۔

[۱۲-] بَابُ: كَيْفَ قَسَمَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم قُرَيْظَةَ وَالنَّضِيْرَ؟ وَمَا أَعْطَى مِنْ ذٰلِكَ فِيْ نَوَائِبِهِ

[۳۱۲۸-] حدثنا عَبْدُ اللهِ بْنُ أَبِي الْأَسْوَدِ، ثَنَا مُعْتَمِرٌ، عَنْ أَبِيْهِ، قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُوْلُ: كَانَ الرَّجُلُ يَجْعَلُ لِلنَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم النَّخَلَاتِ، حَتَّى افْتَتَحَ قُرَيْظَةَ وَالنَّضِيْرَ، وَكَانَ بَعْدَ ذٰلِكَ يَرُدُّ عَلَيْهِمْ. [راجع: ۲۶۳۰]

بَابُ بَرَكَةِ الْغَازِيْ فِي مَالِهِ حَيًّا وَمَيِّتًا مَعَ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم وَوُلَاةِ الْأَمْرِ

نبی ﷺ اور حکومت کے ذمہ داروں کے ساتھ جہاد کرنے والے کے مال میں برکت زندگی میں بھی اور موت کے بعد بھی

مجاہد اللہ کے راستہ میں جو جہاد کرتا ہے اور غنیمت پاتا ہے: اس کے مال میں برکت ہوتی ہے، اس کی حیات میں بھی اور اس کے مرنے کے بعد بھی۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ کے ساتھ اور خلفائے ثلاثہ کے ساتھ جہاد کیا، اوران کو جو مالِ غنیمت ملا، اس میں ان کی حیات میں برکت ہوئی، وفات کے وقت ان کے پاس پانچ جائدادیں تھیں: غابہ کی زمین، مدینہ کے گیارہ مکانات، بصرہ کے دو مکان، کوفہ کا ایک مکان اور مصر کا ایک مکان۔ یہ سب مالِ غنیمت میں برکت سے حاصل ہوا، اوران کی وفات کے بعد ان کے ترکہ میں جو برکت ہوئی اس کا تذکرہ حدیث کے آخر میں ہے۔

وضاحت: باب کی روایت شاگرد نے استاذ کے سامنے پڑھی ہے، امام بخاری رحمہ اللہ کے استاذ اسحاق بن راہویہؒ

کے پاس یہ روایت پہلے سے ابواسامہؒ کے طریق سے لکھی ہوئی موجود تھی، چنانچہ انھوں نے ابواسامہؒ سے پوچھا: آپ سے یہ حدیث ہشام نے اپنی سند سے بیان کی ہے؟ (اس صورت میں حدیث کے آخر میں نَعم ہونا چاہئے، مگر بخاری میں نہیں ہے، اسحاق بن راہویہ کی مسند میں ہے)

[۱۳-] بَابُ بَرَكَةِ الْغَازِىْ فِى مَالِهِ حَيًّا وَمَيِّتًا مَعَ النَّبِىِّ صلى الله عليه وسلم وَوُلَاةِ الْأَمْرِ

[۳۱۲۹-] حدثنا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ، قَالَ: قُلْتُ لِأَبِىْ أُسَامَةَ، أَحَدَّثَكُمْ هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الزُّبَيْرِ، قَالَ: لَمَّا وَقَفَ الزُّبَيْرُ يَوْمَ الْجَمَلِ دَعَانِىْ فَقُمْتُ إِلَى جَنْبِهِ، فَقَالَ: يَا بُنَىَّ! إِنَّهُ لَا يُقْتَلُ الْيَوْمَ إِلَّا ظَالِمٌ أَوْ مَظْلُوْمٌ، وَإِنِّىْ لَا أُرَانِىْ إِلَّا سَأُقْتَلُ الْيَوْمَ مَظْلُوْمًا.

وَإِنَّ مِنْ أَكْبَرِ هَمِّىْ لَدَيْنِىْ، أَفْتَرَى دَيْنُنَا يُبْقِى مِنْ مَالِنَا شَيْئًا؟ فَقَالَ: يَا بُنَىَّ! بِعْ مَالَنَا، وَاقْضِ دَيْنِىْ، وَأَوْصَى بِالثُّلُثِ، وَثُلُثِهِ لِبَنِيْهِ، يَعْنِىْ لِبَنِىْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الزُّبَيْرِ، يَقُوْلُ: ثَلِّثِ الثُّلُثَ أَثْلَاثًا، فَإِنْ فَضَلَ مِنْ مَالِنَا فَضْلٌ بَعْدَ قَضَاءِ الدَّيْنِ فَثُلُثُهُ لِوَلَدِكَ.

قَالَ هِشَامٌ: وَكَانَ بَعْضُ وُلْدِ عَبْدِ اللهِ قَدْ وَازَى بَعْضَ بَنِىْ الزُّبَيْرِ: خُبَيْبٌ وَعَبَّادٌ، وَلَهُ يَوْمَئِذٍ تِسْعَةُ بَنِيْنَ وَتِسْعُ بَنَاتٍ، قَالَ عَبْدُ اللهِ: فَجَعَلَ يُوْصِيْنِىْ بِدَيْنِهِ وَيَقُوْلُ: يَا بُنَىَّ! إِنْ عَجَزْتَ عَنْ شَيْئٍ مِنْهُ فَاسْتَعِنْ عَلَيْهِ مَوْلَاىَ، قَالَ: فَوَاللهِ مَا دَرَيْتُ مَا أَرَادَ؟ حَتَّى قُلْتُ: يَا أَبَهْ! مَنْ مَوْلَاكَ؟ قَالَ: اللهُ! قَالَ: فَوَاللهِ مَا وَقَعْتُ فِىْ كُرْبَةٍ مِنْ دَيْنِهِ إِلَّا قُلْتُ: يَا مَوْلَى الزُّبَيْرِ اقْضِ عَنْهُ دَيْنَهُ، فَيَقْضِيْهِ.

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: جنگِ جمل کے موقع پر جب حضرت زبیر رضی اللہ عنہ (میدانِ قتال میں صف میں) کھڑے ہوگئے تو مجھے بلایا، میں ان کے پہلو میں جا کر کھڑا ہوا، پس فرمایا: اے میرے پیارے بیٹے! آج نہیں مارا جائے گا مگر ظالم یا مظلوم، اور نہیں ہے میرا گمان مگر یہ کہ میں آج مظلوم مارا جاؤں گا۔

تشریح: یہ جنگِ جمل کا موقع ہے، حق پر کون ہے، حضرت علیؓ یا حضرت عائشہؓ؟ یہ بات ابھی واضح نہیں، کیونکہ مسئلہ اجتہادی ہے، حق دونوں طرف ہوسکتا ہے، پس ہر طرف ظالم بھی ہوسکتا ہے اور مظلوم بھی، اور اجتہادی مسائل میں ہر فریق خود کو حق پر سمجھتا ہے، اس لئے حضرت زبیرؓ نے فرمایا: میں آج مارا گیا تو مظلوم مارا جاؤں گا، یعنی ہماری جماعت حق پر ہے۔

باقی ترجمہ: اور مجھے سب سے زیادہ فکر میرے قرضہ کی ہے، تمہارا کیا خیال ہے ہمارا قرضہ ہماری جائداد میں سے کچھ بھی چھوڑے گا؟ یعنی ساری جائداد دے کر بھی قرضہ ادا ہونا مشکل ہے، پھر فرمایا: اے میرے پیارے بیٹے! ہماری جائداد بیچ دینا اور میرا قرضہ ادا کرنا، اور انھوں نے تہائی ترکہ کی وصیت کی، اور تہائی کے تہائی کی عبداللہؓ کے بیٹیوں کے لئے وصیت کی، یعنی تہائی کے تین حصے کرنا، ایک حصہ تمہارے لڑکوں کو دینا، وہ حضرتؓ کے پوتے تھے، اور وارث نہیں تھے، پھر اگر ہمارے

مال میں سے قرضہ ادا کرنے کے بعد کچھ بچ جائے تو تہائی ترکہ کا تہائی تیری اولاد کے لئے ہے (یہ تکرار ہے) ہشام کہتے ہیں: حضرت عبداللہ کی بعض اولاد حضرت زبیرؓ کے بعض بیٹوں کے برابر تھی، یعنی خُبیب اور عباد (یہ دونوں عمر میں حضرت زبیرؓ کے بیٹوں کے برابر تھے) اور حضرت زبیرؓ کے اس دن نو بیٹے اور نو بیٹیاں تھیں، حضرت عبداللہؓ کہتے ہیں: پس ابا مجھے اپنے قرضہ کے بارے میں وصیت کرنے لگے اور کہنے لگے: اے میرے پیارے بچے! اگر تم عاجز ہو جاؤ، قرضہ میں سے کسی چیز سے تو اس کے بارے میں میرے مولیٰ (کارساز) سے مدد طلب کرنا، عبداللہؓ کہتے ہیں: پس بخدا! میں نہیں سمجھا کہ انھوں نے مولیٰ سے کس کو مراد لیا؟ چنانچہ میں نے ان سے پوچھا: آپ کا کارساز کون ہے؟ فرمایا: اللہ! عبداللہؓ کہتے ہیں: پس بخدا! نہیں واقع ہوا میں ان کے قرضہ کے سلسلہ میں کسی بے چینی میں، مگر میں نے کہا: اے زبیرؓ کے مولیٰ! ادا کر دیجئے زبیرؓ کی طرف سے ان کا قرضہ، پس وہ مولیٰ اس قرض کو ادا کر دیتے تھے۔

فَقُتِلَ الزُّبَيْرُ، وَلَمْ يَدَعْ دِينَارًا وَلاَ دِرْهَمًا، إِلاَّ أَرَضِيْنَ: مِنْهَا الْغَابَةُ، وَإِحْدَى عَشْرَةَ دَارًا بِالْمَدِيْنَةِ، وَدَارَيْنِ بِالْبَصْرَةِ، وَدَارًا بِالْكُوْفَةِ، وَدَارًا بِمِصْرَ، قَالَ: وَإِنَّمَا كَانَ دَيْنُهُ الَّذِىْ عَلَيْهِ أَنَّ الرَّجُلَ كَانَ يَأْتِيْهِ بِالْمَالِ فَيَسْتَوْدِعُهُ إِيَّاهُ، فَيَقُوْلُ الزُّبَيْرُ: لاَ، وَلٰكِنَّهُ سَلَفٌ، فَإِنِّىْ أَخْشَى عَلَيْهِ الضَّيْعَةَ، وَمَا وَلِىَ إِمَارَةً قَطُّ وَلاَ جِبَايَةَ خَرَاجٍ وَلاَ شَيْئًا، إِلاَّ أَنْ يَكُوْنَ فِىْ غَزْوَةٍ مَعَ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم أَوْ مَعَ أَبِىْ بَكْرٍ وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ، قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الزُّبَيْرِ: فَحَسَبْتُ مَاعَلَيْهِ مِنَ الدَّيْنِ فَوَجَدْتُهُ أَلْفَىْ أَلْفٍ وَمِائَتَىْ أَلْفٍ، قَالَ: فَلَقِىَ حَكِيْمُ بْنُ حِزَامٍ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ الزُّبَيْرِ، فَقَالَ: يَا ابْنَ أَخِىْ! كَمْ عَلَى أَخِىْ مِنَ الدَّيْنِ؟ فَكَتَمَهُ وَقَالَ: مِائَةُ أَلْفٍ، فَقَالَ حَكِيْمٌ: وَاللّٰهِ مَا أُرَى أَمْوَالَكُمْ تَسَعُ لِهٰذِهِ، فَقَالَ لَهُ عَبْدُ اللّٰهِ: أَفَرَأَيْتَكَ إِنْ كَانَتْ أَلْفَىْ أَلْفٍ وَمِائَتَىْ أَلْفٍ؟ قَالَ: مَا أُرَاكُمْ تُطِيْقُوْنَ هٰذَا، فَإِنْ عَجَزْتُمْ عَنْ شَيْءٍ مِنْهُ فَاسْتَعِيْنُوْا بِىْ.

ترجمہ: پس حضرت زبیر رضی اللہ عنہ شہید کئے گئے، اور انھوں نے نہ کوئی دینار چھوڑا نہ درہم، مگر چند جائدادیں: ان میں غابہ، اور مدینہ کے گیارہ گھر، اور بصرہ کے دو گھر، اور کوفہ کا ایک گھر اور مصر کا ایک گھر ہے۔ عبداللہؓ کہتے ہیں: اور تھا ان کا قرضہ جو ان کے ذمہ تھا اس طرح کہ ایک آدمی ان کے پاس مال لے کر آتا، وہ اس مال کو ان کے پاس امانت رکھنا چاہتا، وہ کہتے: امانت نہیں بلکہ قرضہ، اس لئے کہ میں ڈرتا ہوں کہ تیرا مال ضائع ہو جائے (امانت اگر بغیر تعدی کے ضائع ہو جائے تو ضمان نہیں آتا، اور قرضہ ہر حال میں لوٹانا پڑتا ہے) اور حضرت زبیرؓ کبھی کسی جگہ کے امیر نہیں رہے، اور نہ محصول وصول کرنے پر مقرر ہوئے، اور نہ کوئی اور کام کیا، مگر وہ نبی ﷺ کے ساتھ یا خلفاء ثلاثہ کے ساتھ جہاد کرتے تھے، اور جو مالِ غنیمت ملتا اس میں برکت ہوتی، اس طرح اتنی جائداد ان کے پاس جمع ہوگئی۔

عبداللہؓ کہتے ہیں: پس میں نے وہ قرضہ گنا جو ان پر تھا، پس میں نے اس کو بائیس لاکھ پایا، راوی کہتا ہے: پس حضرت

حکیم بن حرام رضی اللہ عنہ: عبداللہ بن الزبیرؓ سے ملے اور کہا: بھتیجے! میرے بھائی پر کتنا قرضہ ہے؟ پس عبداللہ نے اس کو چھپایا اور کہا: ایک لاکھ ہے (کم بتانا جھوٹ نہیں) حکیمؓ نے کہا: بخدا! نہیں دیکھتا میں تمہاری جائداد کو کہ گنجائش ہو اس میں اتنے قرضہ کی، پس ان سے عبداللہؓ نے کہا: بتائیں! اگر قرضہ بائیس لاکھ ہو تو؟ حضرت حکیمؓ نے کہا: نہیں دیکھتا میں تمہارے اندر اس کے بھرنے کی طاقت، پس اگر تم عاجز ہو جاؤ اس میں سے کسی چیز سے تو مجھ سے مدد طلب کرنا۔

قَالَ: وَكَانَ الزُّبَيْرُ اشْتَرَى الْغَابَةَ بِسَبْعِيْنَ وِمِائَةِ أَلْفٍ، فَبَاعَهَا عَبْدُ اللّٰهِ بِأَلْفِ أَلْفٍ وَسِتِّمِائَةِ أَلْفٍ، ثُمَّ قَامَ، فَقَالَ: مَنْ كَانَ لَهُ عَلَى الزُّبَيْرِ حَقٌّ فَلْيُوَافِنَا بِالْغَابَةِ، فَأَتَاهُ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ جَعْفَرٍ، وَكَانَ لَهُ عَلَى الزُّبَيْرِ أَرْبَعُ مِائَةِ أَلْفٍ، فَقَالَ لِعَبْدِ اللّٰهِ: إِنْ شِئْتُمْ تَرَكْتُهَا لَكُمْ، قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ: لَا، قَالَ: فَإِنْ شِئْتُمْ جَعَلْتُمُوْهَا فِيْمَا تُؤَخِّرُوْنَ إِنْ أَخَّرْتُمْ، فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ، لَا، قَالَ: فَاقْطَعُوْا لِيْ قِطْعَةً، فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ: لَكَ مِنْ هٰهُنَا إِلٰى هٰهُنَا، قَالَ: فَبَاعَ مِنْهَا فَقَضٰى دَيْنَهُ فَأَوْفَاهُ، وَبَقِيَ مِنْهَا أَرْبَعَةُ أَسْهُمٍ وَنِصْفٌ، فَقَدِمَ عَلٰى مُعَاوِيَةَ، وَعِنْدَهُ عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ، وَالْمُنْذِرُ بْنُ الزُّبَيْرِ، وَابْنُ زَمْعَةَ، فَقَالَ لَهُ مُعَاوِيَةُ: كَمْ قُوِّمَتِ الْغَابَةُ؟ قَالَ: كُلُّ سَهْمٍ بِمِائَةِ أَلْفٍ، قَالَ: كَمْ بَقِيَ؟ قَالَ: أَرْبَعَةُ أَسْهُمٍ وَنِصْفٌ، فَقَالَ الْمُنْذِرُ بْنُ الزُّبَيْرِ: قَدْ أَخَذْتُ سَهْمًا بِمِائَةِ أَلْفٍ، وَقَالَ عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ: قَدْ أَخَذْتُ سَهْمًا بِمِائَةِ أَلْفٍ، وَقَالَ ابْنُ زَمْعَةَ: قَدْ أَخَذْتُ سَهْمًا بِمِائَةِ أَلْفٍ. فَقَالَ مُعَاوِيَةُ: كَمْ بَقِيَ؟ قَالَ: سَهْمٌ وَنِصْفٌ، قَالَ: قَدْ أَخَذْتُهُ بِخَمْسِيْنَ وَمِائَةِ أَلْفٍ، قَالَ: فَبَاعَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ جَعْفَرٍ نَصِيْبَهُ مِنْ مُعَاوِيَةَ بِسِتِّ مِائَةِ أَلْفٍ.

ترجمہ: راوی کہتا ہے: حضرت زبیرؓ نے غابہ کی زمین ایک لاکھ ستر ہزار میں خریدی تھی، پس اس کو عبداللہؓ نے سولہ لاکھ میں بیچا، پھر وہ کھڑے ہوئے، اور کہا: جس کا زبیرؓ پر کوئی حق ہے وہ ہمارے پاس غابہ میں آئے، پس ان کے پاس عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما آئے، اور ان کا حضرت زبیرؓ پر چار لاکھ قرضہ تھا، پس انھوں نے حضرت عبداللہؓ سے کہا: اگر تم چاہو تو میں اس کو تمہارے لئے چھوڑ دوں، یعنی معاف کر دوں، عبداللہؓ نے کہا: نہیں، پس انھوں نے کہا: اگر تم چاہو تو اس کو گردانو اس قرضہ میں جس کو تم مؤخر کرو یعنی میرا قرض بعد میں دینا، عبداللہؓ نے کہا: نہیں، پس عبداللہ بن جعفرؓ نے کہا: مجھے (غابہ کی) زمین کا ایک حصہ قرضہ کے بدل دیدو، عبداللہؓ نے کہا: آپ کے لئے یہاں سے یہاں تک ہے۔ راوی کہتا ہے: پس حضرت عبداللہؓ نے غابہ کی زمین بیچ دی اور حضرت زبیرؓ کا قرضہ ادا کر دیا، اور پورا ادا کر دیا اور باقی رہے غابہ کی زمین میں سے ساڑھے چار حصے، پس عبداللہؓ حضرت معاویہؓ کے پاس گئے، اور ان کے پاس حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے لڑکے عمرو، اور حضرت عبداللہ بن الزبیرؓ کے بھائی منذر، اور ام المؤمنین حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے بھائی عبد بن زمعہؓ بیٹھے تھے، پس عبداللہؓ سے حضرت معاویہؓ نے پوچھا: غابہ کی کتنی قیمت ٹھہری؟ حضرت عبداللہؓ نے کہا: ایک حصہ کے ایک لاکھ، حضرت معاویہؓ نے پوچھا: کتنے

حصے باقی رہے؟ حضرت عبداللہؓ نے کہا: ساڑھے چار حصے، پس منذر نے کہا: میں نے ایک حصہ ایک لاکھ میں لیا، اور عمرو بن عثمان نے کہا: میں نے ایک حصہ ایک لاکھ میں لیا، اور عبد بن زمعہؓ نے کہا: میں نے ایک حصہ ایک لاکھ میں لیا، حضرت معاویہؓ نے کہا: اب کتنے رہے؟ حضرت عبداللہؓ نے کہا: ڈیڑھ، حضرت معاویہؓ نے کہا: میں نے وہ ڈیڑھ لاکھ میں لیا، راوی کہتے ہیں: عبداللہ بن جعفرؓ نے اپنا حصہ (جو چار لاکھ قرضہ کے عوض میں لیا تھا) حضرت معاویہؓ کے ہاتھ چھ لاکھ میں بیچا۔

فَلَمَّا فَرَغَ ابْنُ الزُّبَيْرِ مِنْ قَضَاءِ دَيْنِهِ، قَالَ بَنُوْ الزُّبَيْرِ: اقْسِمْ بَيْنَنَا مِيْرَاثَنَا، قَالَ لَهُمْ: وَاللّٰهِ! لَا أُقْسِمُ بَيْنَكُمْ حَتَّى أُنَادِيَ بِالْمَوْسِمِ أَرْبَعَ سِنِيْنَ: أَلَا مَنْ كَانَ لَهُ عَلَى الزُّبَيْرِ دَيْنٌ فَلْيَأْتِنَا فَلْنَقْضِهِ، قَالَ: فَجَعَلَ كُلَّ سَنَةٍ يُنَادِيْ بِالْمَوْسِمِ، فَلَمَّا مَضَى أَرْبَعُ سِنِيْنَ قَسَمَ بَيْنَهُمْ، قَالَ: وَكَانَ لِلزُّبَيْرِ أَرْبَعُ نِسْوَةٍ، وَرَفَعَ الثُّلُثَ فَأَصَابَ كُلَّ امْرَأَةٍ أَلْفُ أَلْفٍ وَمِائَتَا أَلْفٍ، فَجَمِيْعُ مَالِهِ خَمْسُوْنَ أَلْفَ أَلْفٍ وَمِائَتَا أَلْفٍ.

ترجمہ: راوی کہتا ہے: پھر جب عبداللہ بن الزبیرؓ حضرت زبیرؓ کے قرضہ سے فارغ ہو گئے تو حضرت زبیرؓ کے لڑکوں نے کہا: ہمارے درمیان ہماری میراث بانٹئے، حضرت عبداللہؓ نے ان سے کہا: بخدا! میں نہیں بانٹوں گا تمہارے درمیان یہاں تک کہ پکاروں میں حج کے سیزن میں چار سال کہ سنو! جس کا زبیرؓ پر کوئی قرضہ ہے وہ ہمارے پاس آئے ہم اس کو ادا کریں گے، راوی کہتا ہے: پس ہر سال حج کے سیزن میں حضرت عبداللہؓ نے اعلان کرنا شروع کیا، پس جب چار سال گذر گئے تو ترکہ بیٹوں کے درمیان بانٹا، راوی کہتا ہے: حضرت زبیرؓ کی چار بیویاں تھیں، اور تہائی ترکہ الگ کر لیا، پس ہر بیوی کو بارہ لاکھ ملے، اور ان کا کل ترکہ پانچ کروڑ دو لاکھ تھا۔

اشکال وجواب:

حدیث کے آخری مضمون پر اشکال ہے، حساب صحیح نہیں بیٹھتا، اوپر سے نیچے اتریں تو بھی حساب صحیح نہیں بیٹھتا اور نیچے سے اوپر چڑھیں تو بھی حساب صحیح نہیں بیٹھتا۔

اوپر سے نیچے: کل ترکہ پانچ کروڑ دو لاکھ تھا، اس میں سے بائیس لاکھ قرضہ نکالا، تو چار کروڑ اسّی لاکھ بچا، پھر اس کا تہائی ایک کروڑ چوالیس لاکھ وصیت میں نکالا، تو تین کروڑ چھتیس لاکھ بچا، پھر اس کا ثمن (عورتوں کا حصہ) بیالیس لاکھ نکالا اور چار پر تقسیم کیا تو ہر بیوی کو دس لاکھ پچاس ہزار ملے، جبکہ حدیث میں صراحت ہے کہ ہر بیوی کو بارہ لاکھ ملے، اس لئے حساب نہیں بیٹھتا۔

نیچے سے اوپر: ہر بیوی کو بارہ لاکھ ملے تو چار کو اڑتالیس لاکھ ملے، اس کو آٹھ سے ضرب دیا تو تین کروڑ چوراسی لاکھ ہوا، یہ ترکہ کا دو تہائی ہے پھر اس میں ایک تہائی ایک کروڑ بانوے لاکھ ملایا تو پانچ کروڑ چھہتر لاکھ ہوا، پھر بائیس لاکھ قرضہ شامل کیا تو پانچ کروڑ اٹھانوے لاکھ ہوا، جبکہ حدیث میں صراحت ہے کہ کل ترکہ پانچ کروڑ دو لاکھ تھا، پس اس طرح بھی

حساب نہیں بیٹھتا۔

اب بخاری کے شراح پریشان ہیں: حساب کس طرح بٹھائیں، حاشیہ میں کرمانی اور خیر جاری کے حوالہ سے ایک توجیہ ہے جس کو حافظ ابن حجرؒ نے بہترین توجیہ قرار دیا ہے، اور وہ یہ ہے کہ اصل ترکہ پانچ کروڑ دو لاکھ تھا، مگر چار سال میں آمدنی ہوئی اور ترکہ بڑھ کر پانچ کروڑ اٹھانوے لاکھ ہوگیا، چنانچہ ہر بیوی کو بارہ لاکھ ملے، یہ مجاہد کی وفات کے بعد مال میں برکت ہوئی۔

بَابٌ: إِذَا بَعَثَ الإِمَامُ رَسُوْلاً فِي حَاجَةٍ أَوْ أَمَرَهُ بِالْمُقَامِ: هَلْ يُسْهَمُ لَهُ؟

امام نے قاصد کو کسی کام کے لئے بھیجا یا اس کو گھر رہنے کا حکم دیا تو اس کو حصہ دیا جائے گا؟

امیر نے کسی آدمی کو کسی ضرورت سے بھیجا، یا اس کو گھر چھوڑا جیسے نبی ﷺ جب بدر کے لئے نکلے تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو گھر چھوڑا تھا، کیونکہ آپؐ کی صاحبزادی حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا سخت علیل تھیں، ان کی تیمارداری کے لئے حضرت عثمانؓ کا گھر رہنا ضروری تھا، مگر ان پر بوجھ پڑا تو نبی ﷺ نے فرمایا: جو بدر میں شریک ہونگے ان کا ثواب بھی تمہیں ملے گا اور مالِ غنیمت میں سے حصہ بھی ملے گا۔

[۱۴-] بَابٌ: إِذَا بَعَثَ الإِمَامُ رَسُوْلاً فِي حَاجَةٍ أَوْ أَمَرَهُ بِالْمُقَامِ: هَلْ يُسْهَمُ لَهُ؟

[۳۱۳۰-] حدثنا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ، ثَنَا أَبُوْ عَوَانَةَ، ثَنَا عُثْمَانُ بْنُ مَوْهَبٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: إِنَّمَا تَغَيَّبَ عُثْمَانُ عَنْ بَدْرٍ، فَإِنَّهُ كَانَتْ تَحْتَهُ بِنْتُ رَسُوْلِ اللهِ صلى الله عليه وسلم، وَكَانَتْ مَرِيْضَةً، فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم: " إِنَّ لَكَ أَجْرَ رَجُلٍ مِمَّنْ شَهِدَ بَدْرًا وَسَهْمَهُ"

[انظر: ۳۶۹۸، ۳۷۰۴، ۴۰۶۶، ۴۵۱۳، ۴۵۱۴، ۴۶۵۰، ۴۶۵۱، ۷۰۹۵]

بَابُ مَنْ قَالَ: وَمِنَ الدَّلِيْلِ عَلَى أَنَّ الْخُمُسَ لِنَوَائِبِ الْمُسْلِمِيْنَ

اس بات کی دلیل کہ خمس مسلمانوں کی پیش آمدہ حاجات کے لئے ہے

یہاں سے پانچ ابواب تک ایک ہی مسئلہ ہے، اور وہ مسئلہ آٹھ ابواب پہلے آچکا ہے، پہلے باب آیا تھا: الدَّلِيْلُ عَلَى أَنَّ الْخُمُسَ لِنَوَائِبِ رسول الله صلى الله عليه وسلم: اب لِنَوَائِبِ الْمُسْلِمِيْن کر دیا تو نیا باب ہوگیا، اور آگے باب لائیں گے: مِنَ الدَّلِيْلِ عَلَى أَنَّ الْخُمُسَ لِلإِمَامِ: اس طرح ابواب میں تنوع کر دیا، مگر بات ایک ہی ہے، اور مسئلہ یہ ہے کہ غنیمت کے پانچویں حصہ کے اور اموال فئے کے مصارف چار یا تین میں منحصر نہیں، وہ اموال مسلمانوں کی پیش آمدہ حاجات کے لئے ہیں اور قرآنِ کریم میں مصارف کا بیان بطور مثال ہے، اور امیر کو اختیار ہے جہاں مناسب سمجھے خرچ کرے۔

اور حضرت رحمہ اللہ نے اپنی بات کی چار دلیلیں پیش کی ہیں:

پہلی دلیل: نبی ﷺ نے ہوازن میں دودھ پیا تھا، آپؐ کی رضاعی والدہ حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا اسی قبیلہ کی تھیں، اس لئے جب ہوازن کا وفد آیا تو ان کی عورتیں اور بچے جو غلام باندی بنالئے گئے تھے واپس کردیئے گئے، اور آپؐ نے مسلمانوں سے کہا: ملکیت سے دستبردار ہوجاؤ، بلکہ حنین کی غنیمت کے خمس میں جو غلام باندی نکلے تھے وہ بھی واپس کردیئے، حالانکہ قبیلہ ہوازن خمس اور فیئ کے مصارف میں سے نہیں تھا، معلوم ہوا کہ یہ اموال دیگر مصارف میں بھی خرچ کئے جاسکتے ہیں۔

دوسری دلیل: نبی ﷺ لوگوں سے وعدہ کیا کرتے تھے کہ جب مالِ فیئ یا غنیمت کا خمس آئے گا تو میں انعام دونگا، حالانکہ یہ لوگ بھی مصارف میں سے نہیں تھے۔

تیسری دلیل: بنونضیر کی جائداد جو مالِ فیئ تھی اس میں سے آپؐ نے انصار کو دیا، حالانکہ وہ مصرف نہیں تھے (معلوم نہیں یہ کس واقعہ کی طرف اشارہ ہے؟ آپؐ نے بنونضیر کی جائداد میں سے مہاجرین کو دیا تھا)

چوتھی دلیل: نبی ﷺ نے خیبر کے خمس کی کھجوروں میں سے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کو دیا، حالانکہ وہ مصرف نہیں تھے (یہ بھی معلوم نہیں کس واقعہ کی طرف اشارہ ہے، آپؐ نے بحرین کے محصول میں سے ان کو دینے کا وعدہ کیا تھا، جس کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پورا کیا)

[١٥-] بَابُ مَنْ قَالَ: وَمِنَ الدَّلِيْلِ عَلٰى أَنَّ الْخُمُسَ لِنَوَائِبِ الْمُسْلِمِيْنَ

[١-] مَا سَأَلَ هَوَازِنُ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم بِرَضَاعِهِ فِيْهِمْ، فَتَحَلَّلَ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ.

[٢-] وَمَا كَانَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم يَعِدُ النَّاسَ أَنْ يُعْطِيَهُمْ مِنَ الْفَيْءِ وَالْأَنْفَالِ مِنَ الْخُمْسِ.

[٣-] وَمَا أَعْطَى الْأَنْصَارَ.

[٤-] وَمَا أَعْطَى جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ مِنْ تَمْرِ خَيْبَرَ.

وضاحت: من قال: جس نے کہا، یہ حضرت امام بخاری رحمہ اللہ کی اپنی رائے ہے، مگر دوسرے کے کندھے پر بندوق رکھ کر چلا رہے ہیں............ اور من الدلیل خبر مقدم ہے اور بعد میں جو چار نمبر آرہے ہیں وہ مبتداء مؤخر ہیں، یعنی ان چار دلیلوں سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ غنیمت کا خمس مسلمانوں کی پیش آمدہ حاجات کے لئے ہے، مصارف اربعہ میں منحصر نہیں............ پھر آگے باب میں انہی چار دلائل کی تخریج ہے۔

[٣١٣١و٣١٣٢-] حدثنا سَعِيْدُ بْنُ عُفَيْرٍ، ثَنِيْ اللَّيْثُ، ثَنِيْ عُقَيْلٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، قَالَ: وَزَعَمَ عُرْوَةُ: أَنَّ مَرْوَانَ بْنَ الْحَكَمِ، وَالْمِسْوَرَ بْنَ مَخْرَمَةَ أَخْبَرَاهُ: أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ حِيْنَ جَاءَهُ وَفْدُ هُوَازِنَ مُسْلِمِيْنَ، فَسَأَلُوْهُ أَنْ يَرُدَّ إِلَيْهِمْ أَمْوَالَهُمْ وَسَبْيَهُمْ، فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: "أَحَبُّ الْحَدِيْثِ إِلَيَّ أَصْدَقُهُ، فَاخْتَارُوْا إِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ: إِمَّا السَّبْيَ وَإِمَّا الْمَالَ، وَقَدْ

كُنْتُ اسْتَأْنَيْتُ بِهِمْ" وَقَدْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم انْتَظَرَهُمْ بِضْعَ عَشْرَةَ لَيْلَةً حِيْنَ قَفَلَ مِنَ الطَّائِفِ، فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم غَيْرُ رَادٍّ إِلَيْهِمْ إِلَّا إِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ، قَالُوْا: فَإِنَّا نَخْتَارُ سَبْيَنَا، فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم فِي الْمُسْلِمِيْنَ، فَأَثْنَى عَلَى اللّٰهِ بِمَا هُوَ أَهْلُهُ، ثُمَّ قَالَ:" أَمَّا بَعْدُ، فَإِنَّ إِخْوَانَكُمْ هٰؤُلَآءِ قَدْ جَاؤُنَا تَائِبِيْنَ، وَإِنِّيْ قَدْ رَأَيْتُ أَنْ أَرُدَّ إِلَيْهِمْ سَبْيَهُمْ، مَنْ أَحَبَّ أَنْ يُطَيِّبَ فَلْيَفْعَلْ، وَمَنْ أَحَبَّ مِنْكُمْ أَنْ يَكُوْنَ عَلَى حَظِّهِ حَتَّى نُعْطِيَهُ إِيَّاهُ مِنْ أَوَّلِ مَا يُفِيْءُ اللّٰهُ عَلَيْنَا فَلْيَفْعَلْ" فَقَالَ النَّاسُ: قَدْ طَيَّبْنَا ذٰلِكَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! لَهُمْ. فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم:" إِنَّا لَا نَدْرِيْ مَنْ أَذِنَ مِنْكُمْ فِيْ ذٰلِكَ مِمَّنْ لَمْ يَأْذَنْ، فَارْجِعُوْا حَتَّى يَرْفَعَ إِلَيْنَا عُرَفَاؤُكُمْ أَمْرَكُمْ" فَرَجَعَ النَّاسُ فَكَلَّمَهُمْ عُرَفَاؤُهُمْ، ثُمَّ رَجَعُوْا إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم فَأَخْبَرُوْهُ أَنَّهُمْ قَدْ طَيَّبُوْا وَأَذِنُوْا، فَهٰذَا الَّذِيْ بَلَغَنَا عَنْ سَبْيِ هَوَازِنَ.[راجع: ۲۳۰۷، ۲۳۰۸]

وضاحت: یہ حدیث پہلے گذری ہے، اور باب میں جو پہلی دلیل بیان کی ہے وہ یہی ہے، مگر اس واقعہ سے استدلال محل نظر ہے، کیونکہ جب ان غلام باندیوں کو واپس کرنے کا فیصلہ ہوا تو وہ قُبَیل الاسترقاق فیصلہ ہوگا یعنی گویا ان پر غلامی طاری ہی نہیں ہوئی، اس لئے یہ کہنا کہ مالِ غنیمت کا خمس ہوازن کو دیا: شاید صحیح نہ ہو............ اور حدیث کا آخری جملہ: فهذا الذى بلغنا: امام زہری کا قول ہے، یہ بات امام بخاری رحمہ اللہ نے پہلے ایک جگہ بیان کی ہے۔

[۳۱۳۳-] حدثنا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ، ثَنَا حَمَّادٌ، ثَنَا أَيُّوْبُ، عَنْ أَبِيْ قِلَابَةَ، ح: قَالَ أَيُّوْبُ: وَحَدَّثَنِي الْقَاسِمُ بْنُ عَاصِمٍ الْكُلَيْبِيُّ - وَأَنَا لِحَدِيْثِ الْقَاسِمِ بْنِ عَاصِمٍ أَحْفَظُ - عَنْ زَهْدَمٍ، قَالَ: كُنَّا عِنْدَ أَبِيْ مُوْسَى، فَأُتِيَ - ذَكَرَ دَجَاجَةً - وَعِنْدَهُ رَجُلٌ مِنْ بَنِيْ تَيْمِ اللّٰهِ، أَحْمَرُ كَأَنَّهُ مِنَ الْمَوَالِيْ، فَدَعَاهُ لِلطَّعَامِ، فَقَالَ: إِنِّيْ رَأَيْتُهُ يَأْكُلُ شَيْئًا فَقَذِرْتُهُ فَحَلَفْتُ أَنْ لَا آكُلَ، فَقَالَ: هَلُمَّ، فَلَأُحَدِّثُكُمْ عَنْ ذٰلِكَ، إِنِّيْ أَتَيْتُ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم فِيْ نَفَرٍ مِنَ الْأَشْعَرِيِّيْنَ نَسْتَحْمِلُهُ، فَقَالَ: وَاللّٰهِ لَا أَحْمِلُكُمْ وَمَا عِنْدِيْ مَا أَحْمِلُكُمْ، فَأُتِيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم بِنَهْبِ إِبِلٍ فَسَأَلَ عَنَّا، فَقَالَ:" أَيْنَ النَّفَرُ الْأَشْعَرِيُّوْنَ؟" فَأَمَرَ لَنَا بِخَمْسِ ذَوْدٍ غُرِّ الذُّرَى، فَلَمَّا انْطَلَقْنَا قُلْنَا: مَا صَنَعْنَا؟ لَا يُبَارَكُ لَنَا، فَرَجَعْنَا إِلَيْهِ فَقُلْنَا: إِنَّا سَأَلْنَاكَ أَنْ تَحْمِلَنَا فَحَلَفْتَ أَنْ لَا تَحْمِلَنَا، أَفَنَسِيْتَ؟ قَالَ:" لَسْتُ أَنَا حَمَلْتُكُمْ، وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَمَلَكُمْ، وَإِنِّيْ وَاللّٰهِ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ لَا أَحْلِفُ عَلَى يَمِيْنٍ فَأَرَى غَيْرَهَا خَيْرًا مِنْهَا إِلَّا أَتَيْتُ الَّذِيْ هُوَ خَيْرٌ، وَتَحَلَّلْتُهَا" [انظر: ٤٣٨٥، ٤٤١٥، ٥٥١٧، ٥٥١٨، ٦٦٢٣، ٦٦٤٩، ٦٦٧٨، ٦٦٨٠، ٦٧١٨، ٦٧١٩، ٦٧٢١، ٧٥٥٥]

وضاحت: یہ حدیث ایوب سختیانی رحمہ اللہ: ابوقلابہ سے روایت کرتے ہیں، اور قاسم سے بھی، اور فرماتے ہیں کہ مجھے قاسم کی حدیث زیادہ محفوظ ہے۔

ترجمہ: زہدم کہتے ہیں: ہم حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے پاس تھے، پس وہ لائے گئے یعنی دسترخان بچھا اور اس پر کھانا چنا گیا، اور راوی نے مرغی کا تذکرہ کیا یعنی کھانے میں مرغی تھی اور آپ کے پاس بنوتیم اللہ کا ایک آدمی تھا جو سرخ تھا گویا وہ آزاد کردہ ہے، پس حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ نے اس کو کھانے پر بلایا، پس اس نے کہا: میں نے اس کو کوئی چیز کھاتے دیکھا ہے یعنی نجاست کھاتے ہوئے دیکھا ہے، پس مجھے اس سے گھن آئی اور میں نے قسم کھائی کہ میں مرغی نہیں کھاؤں گا، حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ نے کہا: آ (اور کھا) میں اس سلسلہ میں تجھے حدیث سناتا ہوں، میں نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، قبیلہ اشعر کے چند لوگوں کے ساتھ، ہم آپؐ سے سواری کے اونٹ طلب کر رہے تھے، پس آپؐ نے فرمایا: بخدا! میں تمہیں سواری کے اونٹ نہیں دوں گا، اور میرے پاس اونٹ ہیں بھی نہیں، جو میں تمہیں دوں، پھر نبی ﷺ کے پاس غنیمت کے اونٹ آئے تو آپؐ نے ہمارے بارے میں پوچھا کہ قبیلہ اشعر کے لوگ کہاں ہیں؟ پس آپؐ نے ہمارے لئے پانچ اونٹوں کا حکم دیا، جن کی کوہانیں سفید تھیں، ہم لے کر چلے، پھر ہم نے کہا: ہم نے کیا کیا؟ ہمارے لئے برکت نہیں ہوگی، پس ہم آپؐ کی طرف واپس لوٹے، اور عرض کیا: ہم نے آپؐ سے سواریاں مانگی تھیں، آپؐ نے قسم کھائی تھی کہ آپؐ ہمیں سواریاں نہیں دیں گے، تو کیا آپؐ اپنی قسم بھول گئے؟ آپؐ نے فرمایا: میں نے تمہیں سواریاں نہیں دیں، بلکہ اللہ تعالیٰ نے دی ہیں، اور میں بخدا! اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو کوئی قسم نہیں کھاؤنگا، پھر دیکھوں گا کہ اس کے علاوہ میں خیر ہے تو میں وہ کام کرونگا جو بہتر ہے، اور میں اپنی قسم کو کھول لونگا۔

استدلال: حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی مالِ خمس کے مصرف نہیں تھے، اور نبی ﷺ نے ان کو اونٹ عنایت فرمائے، معلوم ہوا کہ خمس کے مصارف متعین نہیں، مگر یہ استدلال بھی محل نظر ہے، وہ حضرات مساکین تھے اور مساکین خمس کا مصرف ہیں۔

اور تَحلّل کے معنی ہیں: ایسی قسم کھانا جس کے خلاف کرنے سے کفارہ واجب نہ ہو، آپؐ نے جو قسم کھائی تھی وہ ایسی ہی قسم تھی، پھر آپؐ نے مسئلہ بتایا کہ کوئی شخص قسم کھائے جیسے ماں باپ سے نہ بولنے کی قسم کھائی، پھر اس کو قسم کے خلاف میں خیر نظر آئے یعنی ماں باپ سے بولنا سودمند نظر آئے تو اسے قسم توڑ کر کفارہ دینا چاہئے۔

[٣١٣٤-] حدثنا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ، نَا مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ: أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم بَعَثَ سَرِيَّةً، فِيْهَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ، قِبَلَ نَجْدٍ فَغَنِمُوْا إِبِلاً كَثِيْرًا فَكَانَتْ سِهَامُهُمْ اثْنَىْ عَشَرَ بَعِيْرًا أَوْ أَحَدَ عَشَرَ بَعِيْرًا، وَنُفِّلُوْا بَعِيْرًا بَعِيْرًا" [انظر: ٤٣٣٨]

ترجمہ: نبی ﷺ نے ایک چھوٹا لشکر نجد کی طرف بھیجا، اس میں عبداللہ بن عمرؓ تھے، پس انھوں نے غنیمت میں بہت

اونٹ پائے، پس ہر ایک کا حصہ بارہ یا گیارہ اونٹ تھے، اور وہ ایک ایک اونٹ انعام میں دیئے گئے۔

استدلال: یہ انعام آپؐ نے خمس میں سے دیا تھا، نبی ﷺ کو مصلحت کے مطابق خمس خرچ کرنے کا حق تھا۔

[۳۱۳۵-] حدثنا يَحْيىَ بْنُ بُكَيْرٍ، ثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَالِمٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ: أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم كَانَ يُنَفِّلُ بَعْضَ مَنْ يَبْعَثُ مِنَ السَّرَايَا لِأَنْفُسِهِمْ خَاصَّةً، سِوَى قَسْمِ عَامَّةِ الْجَيْشِ.

ترجمہ: نبی ﷺ انعام دیا کرتے تھے بعض ان چھوٹے لشکروں کو جن کو بھیجتے تھے خاص طور پر ان کو، عام لشکر کی تقسیم کے علاوہ۔

تشریح: جب بڑا لشکر چلتا تھا تو اس میں سے چھوٹے لشکر دائیں بائیں روانہ کئے جاتے تھے وہ جو غنیمت لاتے تھے وہ سارے لشکر پر تقسیم ہوتی تھی، چھوٹے لشکر کو بھی اس میں سے حصہ ملتا تھا اور نبی ﷺ ان کو انعام کے طور پر بھی کچھ دیا کرتے تھے، وہ خمس میں سے دیتے تھے یا ساری غنیمت میں سے؟ اس میں اختلاف ہے۔

[۳۱۳۶-] حدثنا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلاَءِ، ثَنَا أَبُوْ أُسَامَةَ، ثَنَا بُرَيْدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنْ أَبِيْ بُرْدَةَ، عَنْ أَبِيْ مُوْسَى، قَالَ: بَلَغَنَا مَخْرَجُ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم وَنَحْنُ بِالْيَمَنِ، فَخَرَجْنَا مُهَاجِرِيْنَ إِلَيْهِ - أَنَا وَأَخَوَانِ لِيْ أَنَا أَصْغَرُهُمْ: أَحَدُهُمَا أَبُوْ بُرْدَةَ، وَالآخَرُ أَبُوْ رُهْمٍ - إِمَّا قَالَ: فِيْ بِضْعٍ، وَإِمَّا قَالَ: فِيْ ثَلاَثَةٍ وَخَمْسِيْنَ أَوِ اثْنَيْنِ وَخَمْسِيْنَ رَجُلاً مِنْ قَوْمِيْ، فَرَكِبْنَا سَفِيْنَةً، فَأَلْقَتْنَا سَفِيْنَتُنَا إِلَى النَّجَاشِيِّ بِالْحَبَشَةِ، وَوَافَقْنَا جَعْفَرَ بْنَ أَبِيْ طَالِبٍ وَأَصْحَابَهُ عِنْدَهُ فَقَالَ جَعْفَرٌ: إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم بَعَثَنَا هَاهُنَا، وَأَمَرَنَا بِالإِقَامَةِ، فَأَقِيْمُوْا مَعَنَا، فَأَقَمْنَا مَعَهُ حَتَّى قَدِمْنَا جَمِيْعًا، فَوَافَقْنَا النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم حِيْنَ افْتَتَحَ خَيْبَرَ، فَأَسْهَمَ لَنَا - أَوْ قَالَ: فَأَعْطَانَا - مِنْهَا وَمَا قَسَمَ لِأَحَدٍ غَابَ عَنْ فَتْحِ خَيْبَرَ مِنْهَا شَيْئًا إِلاَّ لِمَنْ شَهِدَ مَعَهُ، إِلاَّ أَصْحَابَ سَفِيْنَتِنَا مَعَ جَعْفَرٍ وَأَصْحَابِهِ، قَسَمَ لَهُمْ مَعَهُمْ.[انظر: ۳۸۷۶، ۴۲۳۰، ۴۲۳۳]

ترجمہ: حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ہمیں یمن میں اطلاع ملی کہ نبی ﷺ ہجرت کر کے مدینہ تشریف لے گئے، پس ہم آپؐ کی طرف ہجرت کے ارادہ سے نکلے، میں اور میرے دو بھائی، میں ان میں سب سے چھوٹا تھا، ایک کا نام ابو بردہؓ اور دوسرے کا نام ابو رُہم تھا (پھر) یا تو ابوموسیٰ اشعریؓ نے کہا: بِضع (چند) یا کہا ترپن یا کہا: باون ساتھیوں کے ساتھ میری قوم کے یعنی قافلہ باون یا ترپن کا تھا، ابوموسیٰ اشعریؓ کہتے ہیں: پس ہم کشتی میں سوار ہوئے، ہماری کشتی نے ہم کو حبشہ میں نجاشیؒ کی طرف ڈال دیا، اتفاقاً ہماری ملاقات حضرت جعفر رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں سے ہوئی، جو نجاشیؒ

کے پاس تھے، پس حضرت جعفرؓ نے کہا: نبی ﷺ نے ہمیں یہاں بھیجا ہے اور ہمیں ٹھہرنے کا حکم دیا ہے، تم بھی ہمارے ساتھ ٹھہرو، پس ہم ان کے ساتھ ٹھہر گئے، یہاں تک کہ ہم سب ایک ساتھ آئے، پس موافقت کی ہم نے نبی ﷺ سے جب آپؐ نے خیبر فتح کیا، یعنی اتفاقاً ہماری آمد فتح خیبر کے موقعہ پر ہوئی، پس نبی ﷺ نے ہمیں حصہ دیا، یا کہا: ہمیں دیا خیبر کی غنیمت میں سے، اور نہیں حصہ دیا کسی کو کچھ بھی جو فتح خیبر سے غیر حاضر رہا، صرف ان لوگوں کو حصہ دیا جو فتح خیبر میں موجود تھے، مگر ہماری کشتی والے حضرت جعفرؓ اور ان کے ساتھی مستثنیٰ ہیں، ان کو مجاہدین کے ساتھ حصہ دیا۔

استدلال: یہ حضرات بھی خمس کا مصرف نہیں تھے، مگر ان کو حصہ دیا، یہ استدلال بھی محل نظر ہے، یہ سب حضرات مساکین تھے اور وہ خمس کا مصرف تھے۔

[۳۱۳۷-] حدثنا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، ثَنَا سُفْيَانُ، ثَنَا ابْنُ الْمُنْكَدِرِ، سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم: "لَوْ قَدْ جَاءَ نَا مَالُ الْبَحْرَيْنِ قَدْ أَعْطَيْتُكَ هٰكَذَا وَهٰكَذَا وَهٰكَذَا" فَلَمْ يَجِيْءْ حَتَّى قُبِضَ النَّبِيُّ صلى الله عليه سلم فَلَمَّا جَاءَ مَالُ الْبَحْرَيْنِ أَمَرَ أَبُوْ بَكْرٍ مُنَادِيًا، فَنَادَى: مَنْ كَانَ لَهُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم دَيْنٌ أَوْ عِدَةٌ فَلْيَأْتِنَا، فَأَتَيْتُهُ فَقُلْتُ: إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ لِيْ كَذَا وَكَذَا، فَحَثَا لِيْ ثَلَاثًا، وَجَعَلَ سُفْيَانُ يَحْثُوْ بِكَفَّيْهِ جَمِيْعًا. ثُمَّ قَالَ لَنَا: هٰكَذَا قَالَ لَنَا ابْنُ الْمُنْكَدِرِ، وَقَالَ مَرَّةً: فَأَتَيْتُ أَبَا بَكْرٍ، فَسَأَلْتُهُ فَلَمْ يُعْطِنِيْ، ثُمَّ أَتَيْتُهُ فَلَمْ يُعْطِنِي، ثُمَّ أَتَيْتُهُ الثَّالِثَةَ فَقُلْتُ: سَأَلْتُكَ فَلَمْ تُعْطِنِيْ، ثُمَّ سَأَلْتُكَ فَلَمْ تُعْطِنِيْ، ثُمَّ سَأَلْتُكَ فَلَمْ تُعْطِنِيْ، فَإِمَّا أَنْ تُعْطِيَنِي، وَإِمَّا أَنْ تَبْخَلَ عَنِّيْ، قَالَ: قُلْتَ: تَبْخَلَ عَنِّيْ؟ مَا مَنَعْتُكَ مِنْ مَرَّةٍ إِلاَّ وَأَنَا أُرِيْدُ أَنْ أُعْطِيَكَ.

قَالَ سُفْيَانُ: وَحَدَّثَنَا عَمْرٌو، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ، عَنْ جَابِرٍ: فَحَثَى لِيْ حَثْيَةً وَقَالَ: عُدَّهَا، فَوَجَدْتُهَا خَمْسَ مِائَةٍ. قَالَ: فَخُذْ مِثْلَهَا مَرَّتَيْنِ، وَقَالَ: يَعْنِيْ ابْنَ الْمُنْكَدِرِ: وَأَيُّ دَاءٍ أَدْوَأُ مِنَ الْبُخْلِ.

[راجع: ۲۲۹۶]

وضاحت: یہ حدیث پہلے آئی ہے، نبی ﷺ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے وعدہ کیا تھا کہ بحرین کا محصول آئے گا تو میں تمہیں اتنا دوں گا، اس وعدہ کو وفاتِ نبوی کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پورا کیا، اس سے استدلال کیا ہے کہ حضرت جابرؓ اس مال کا مصرف نہیں تھے، حالانکہ یہ مالِ جزیہ اور محصول کا تھا، خمس یا فئے کا نہیں تھا۔

[۳۱۳۸-] حدثنا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ، ثَنَا قُرَّةُ بْنُ خَالِدٍ، ثَنَا عَمْرُو بْنُ دِيْنَارٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: بَيْنَمَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم يَقْسِمُ غَنِيْمَةً بِالْجِعْرَانَةِ إِذْ قَالَ لَهُ رَجُلٌ: اعْدِلْ، قَالَ: "لَقَدْ شَقِيْتُ إِنْ لَمْ أَعْدِلْ"

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: نبی ﷺ جعرانہ میں حنین کی غنیمت تقسیم کررہے تھے، اچانک ذوالخُویصرہ نے کہا: انصاف کیجئے، یعنی مجھے دیجئے! نبی ﷺ نے فرمایا: میں بدبخت ٹھہروں گا اگر انصاف نہ کروں۔ اس سے استدلال کیا ہے کہ ذوالخویصرہ خمس میں سے مانگ رہا تھا، آپؐ نے اس کو نہیں دیا، پس اس نے انصاف کرنے کی بات کہی، معلوم ہوا کہ خمس کے مصارف متعین نہیں۔

بَابُ مَامَنَّ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم عَلٰى الْأُسَارَى مِنْ غَيْرِ أَنْ يُخَمِّسَ

نبی ﷺ نے قیدیوں پر خمس نکالے بغیر احسان کیا

حدیث: بدر کے قیدیوں کے بارے میں جبیر بن مطعم نے گفتگو کی کہ ان کو فدیہ لئے بغیر چھوڑ دیا جائے، پس آپؐ نے فرمایا: اگر تمہارا باپ زندہ ہوتا اور وہ ان گندوں کے بارے میں گفتگو کرتا تو میں ان کو اس کی خاطر چھوڑ دیتا (قیدیوں کو گندہ کہا: ان کے کفر وشرک کی وجہ سے)

تشریح: مطعم بن عدی کے نبی ﷺ پر دو احسان تھے، ایک: قریش نے جو آپ کا بائیکاٹ کیا تھا اس کے ختم کرنے میں مطعم کا بڑا ہاتھ تھا۔ دوم: ابوطالب اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے انتقال کے بعد جب آپؐ مکہ والوں سے تنگ آکر طائف تشریف لے گئے تو وہ بری طرح پیش آئے اور آپؐ کو شہر بدر کردیا، اس وقت آپؐ مطعم کی پناہ میں مکہ واپس آئے تھے، اس لئے آپؐ نے فرمایا: اگر وہ زندہ ہوتا اور ان قیدیوں کے بارے میں گفتگو کرتا تو میں ان کو مفت چھوڑ دیتا، اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ آپؐ خمس نکالے بغیر چھوڑ دیتے، معلوم ہوا کہ خمس کے مصارف متعین نہیں۔

فائدہ: غنیمت مجاہدین کی ملک کب ہوتی ہے؟ مالکیہ اور حنفیہ کے نزدیک تقسیم کے بعد بنتی ہے اور شوافع کے نزدیک ہاتھ آتے ہیں ملک بن جاتی ہے، پس امام بخاریؒ کا استدلال شوافع کے مسلک پر تو صحیح ہے مگر حنفیہ اور مالکیہ کے مسلک پر صحیح نہیں۔

[۱٦-] بَابُ مَامَنَّ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم عَلٰى الْأُسَارَى مِنْ غَيْرِ أَنْ يُخَمِّسَ

[۳۱۳۹-] حدثنا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ، أَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جُبَيْرِ ابْنِ مُطْعِمٍ، عَنْ أَبِيْهِ، أَنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ فِيْ أُسَارَى بَدْرٍ: لَوْ كَانَ الْمُطْعِمُ بْنُ عَدِيٍّ حَيًّا، ثُمَّ كَلَّمَنِيْ فِيْ هٰؤُلَآءِ النَّتْنَى، لَتَرَكْتُهُمْ لَهُ. [انظر: ٤٠٢٤]

بَابٌ: وَمِنَ الدَّلِيْلِ عَلٰى أَنَّ الْخُمُسَ لِلْإِمَامِ، وَأَنَّهُ يُعْطِيْ بَعْضَ قَرَابَتِهِ

اس کی دلیل کہ خمس میں امیر کو اختیار ہے، بعض رشتہ داروں کو دے اور بعض کو نہ دے: ایسا کرسکتا ہے

پہلے (باب ٦ میں) لنوائب رسول اللہ آیا تھا۔ پھر (باب ۱۵ میں) لنوائب المسلمین آیا، پس نیا باب ہوگیا، اب

للإمام آیا تو تیسرا باب بن گیا، یہ سب تفنن ہے، اور مسئلہ ایک ہی چل رہا ہے، اور امام سے مراد امیر المؤمنین ہے، خمس میں جو ذوی القربیٰ کا حق ہے اگر امام بعض کو دے اور بعض کو نہ دے تو ایسا کرسکتا ہے، اور اس کی دو دلیلیں ہیں:

پہلی دلیل: خیبر کے خمس میں سے نبی ﷺ نے بنو مطلب اور بنو ہاشم کو دیا اور بنو عبد شمس اور بنو نوفل کو نہیں دیا، حالانکہ عبد مناف کے چار لڑکے تھے، ہاشم، مطلب، عبد شمس اور نوفل، پس چاروں برابر کے رشتہ دار تھے، مگر دو کو دیا اور دو کو نہیں دیا۔ معلوم ہوا کہ امیر کو اختیار ہے جس کو چاہے دے جس کو چاہے نہ دے، کیونکہ ذوی القربیٰ مصرف ہیں مستحق نہیں۔

دوسری دلیل: حضرت عمر بن عبد العزیزؒ فرماتے ہیں: نبی ﷺ نے خیبر کے خمس میں سے تمام قریشیوں کو نہیں دیا، صرف بنو ہاشم اور بنو مطلب کو دیا، اور جن بطون کو دیا ان کو بھی سب کو نہیں دیا، رشتہ میں حضور ﷺ سے قریب کون ہے اور دور کون ہے؟ اس کا لحاظ نہیں کیا، بلکہ حاجت مند کون ہے؟ اس کو دیکھا، جو حاجت مند تھا اس کو دیا اور قریب والے کو چھوڑ دیا۔

حضرت عمر رحمہ اللہ کے قول کا لفظی ترجمہ: فرمایا: خیبر کے خمس میں سے نبی ﷺ نے سب قریشیوں کو نہیں دیا، نہ قریب کو خاص کیا، اس کو چھوڑ کر جو مال کا زیادہ محتاج تھا اگرچہ وہ شخص جس کو دیا وہ دور کا رشتہ دار تھا، کیونکہ وہ حاجت کی شکایت کرتا تھا اور نہ بایں وجہ (روکا) کہ اس کی جانب سے اذیت پہنچی تھی۔

حدیث: حضرات جبیر اور عثمان رضی اللہ عنہما نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: آپؐ نے مطلب کی اولاد کو دیا اور ہمیں چھوڑ دیا، حالانکہ ہم اور وہ ایک درجہ کے رشتہ دار ہیں، آپؐ نے فرمایا: بنو مطلب اور بنو ہاشم ایک چیز ہیں یعنی جاہلیت اور اسلام میں متحد رہے ہیں، بنو ہاشم کا جو بائیکاٹ کیا گیا تھا اس میں بنو مطلب کو بھی لیا گیا تھا، بنو نوفل اور بنو عبد شمس کو نہیں لیا گیا تھا۔

فائدہ: عبد شمس، ہاشم اور مطلب حقیقی بھائی ہیں ان کی ماں عاتکہ ہے، اور نوفل کی ماں واقدہ ہے، پس وہ صرف باپ شریک ہے، مگر نسب میں باپ کا اعتبار ہوتا ہے۔

[۱۷-] بَابٌ: وَمِنَ الدَّلِيْلِ عَلٰى أَنَّ الْخُمُسَ لِلإِمَامِ، وَأَنَّهُ يُعْطِيْ بَعْضَ قَرَابَتِهِ دُوْنَ بَعْضٍ

[۱-] مَاقَسَمَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم لِبَنِي الْمُطَّلِبِ وَبَنِيْ هَاشِمٍ مِنْ خُمُسِ خَيْبَرَ.

[۲-] وَقَالَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ: لَمْ يَعُمَّهُمْ بِذٰلِكَ، وَلَمْ يُخُصَّ قَرِيْبًا، دُوْنَ مَنْ هُوَ أَحْوَجُ إِلَيْهِ، وَإِنْ كَانَ الَّذِيْ أَعْطَى، لِمَا يَشْكُوْ إِلَيْهِ مِنَ الْحَاجَةِ، وَلِمَا مَسَّهُمْ فِيْ جَنْبِهِ مِنْ قَوْمِهِمْ وَحُلَفَائِهِمْ.

[۳۱۴۰-] حدثنا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ، ثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ، قَالَ: مَشَيْتُ أَنَا وَعُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ إِلٰى رَسُوْلِ اللهِ صلى الله عليه وسلم، فَقُلْنَا: يَارَسُوْلَ اللهِ! أَعْطَيْتَ بَنِي الْمُطَّلِبِ وَتَرَكْتَنَا، وَنَحْنُ وَهُمْ مِنْكَ بِمَنْزِلَةٍ وَاحِدَةٍ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلى الله عليه وسلم: "إِنَّمَا بَنُوْ الْمُطَّلِبِ وَبَنُوْ هَاشِمٍ شَيْئٌ وَاحِدٌ"

وَقَالَ اللَّيْثُ: ثَنِيْ يُوْنُسُ، وَزَادَ: قَالَ جُبَيْرٌ: وَلَمْ يَقْسِمِ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم لِبَنِيْ عَبْدِ شَمْسٍ وَلاَ لِبَنِيْ نَوْفَلٍ، وَقَالَ ابْنُ إِسْحَاقَ: وَعَبْدُ شَمْسٍ وَهَاشِمٌ وَالْمُطَّلِبُ إِخْوَةٌ لِأُمٍّ، وَأُمُّهُمْ عَاتِكَةُ بِنْتُ مُرَّةَ، وَكَانَ نَوْفَلٌ أَخَاهُمْ لِأَبِيْهِم.[انظر: ۳۵۰۲، ۴۳۲۹]

وضاحت:قوله: ومن الدليل: واؤ: استفتاح کا ہے، کلام کے شروع میں آتا ہے، عاطفہ نہیں (عمدہ)............اور من الدلیل: خبر مقدم ہے، اور بعد کے دونمبر مبتدا مؤخر ہیں۔

بَابُ مَنْ لَمْ يُخَمِّسِ الأَسْلاَبَ، وَمَنْ قَتَلَ قَتِيْلاً فَلَهُ سَلَبُهُ مِنْ غَيْرِ الْخُمْسِ، وَحُكْمِ الإِمَامِ فِيْهِ

امام نے مقتول کے سازوسامان میں سے خمس نہیں نکالا

جنگ میں اگر مسلمان کافر کو قتل کرے تو مقتول کیپاس جو سامان ہے وہ قاتل کو ملتا ہے، رہی یہ بات کہ وہ اس کا حق ہے یا انعام؟ اس میں اختلاف ہے۔ امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک انعام ہے حق نہیں، امیر دینا چاہے تو دے نہ دینا چاہے تو نہ دے۔ اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک بشمول صاحبین یہ اس کا حق ہے، امیر روک نہیں سکتا، اور اس سلسلہ میں جو روایت ہے: مَنْ قَتَلَ قَتِيْلاً فَلَهُ سَلَبُهُ: جو کسی کو مارے اس کا سازوسامان قاتل کے لئے ہے، یہ ارشاد جنگوں میں اعلان تھا یا مسئلہ؟ امام اعظم رحمہ اللہ کہتے ہیں: بعض جنگوں میں نبی ﷺ نے یہ اعلان کیا تھا، مسئلہ نہیں تھا، دوسرے حضرات کہتے ہیں: یہ مسئلہ تھا، پس جب امیر مقتول کا سازوسامان قاتل کو دے گا تو اس میں سے خمس نہیں نکالے گا۔ معلوم ہوا کہ خمس کے مصارف متعین نہیں قاتل کو بھی خمس دے سکتے ہیں، **قوله:** مِنْ غَيْرِ الْخُمُس: خمس نکالے بغیر۔

[۱۸-] بَابُ مَنْ لَمْ يُخَمِّسِ الأَسْلاَبَ وَمَنْ قَتَلَ قَتِيْلاً فَلَهُ سَلَبُهُ مِنْ غَيْرِ الْخُمُسِ، وَحُكْمِ الإِمَامِ فِيْهِ.

[۳۱۴۱-] حدثنا مُسَدَّدٌ، ثَنَا يُوْسُفُ بْنُ الْمَاجِشُوْنَ، عَنْ صَالِحِ بْنِ إِبْرَاهِيْمَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ جَدِّهِ، قَالَ: بَيْنَا أَنَا وَاقِفٌ فِي الصَّفِّ يَوْمَ بَدْرٍ، نَظَرْتُ عَنْ يَمِيْنِيْ وَعَنْ شِمَالِيْ، فَإِذَا أَنَا بِغُلاَمَيْنِ مِنَ الأَنْصَارِ، حَدِيْثَةٍ أَسْنَانُهُمَا، تَمَنَّيْتُ أَنْ أَكُوْنَ بَيْنَ أَضْلَعَ مِنْهُمَا، فَغَمَزَنِيْ أَحَدُهُمَا، فَقَالَ: يَا عَمِّ! هَلْ تَعْرِفُ أَبَا جَهْلٍ؟ قُلْتُ: نَعَمْ، مَا حَاجَتُكَ إِلَيْهِ يَا ابْنَ أَخِيْ؟ قَالَ: أُخْبِرْتُ أَنَّهُ يَسُبُّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهِ! لَئِنْ رَأَيْتُهُ لاَ يُفَارِقُ سَوَادِيْ سَوَادَهُ حَتَّى يَمُوْتَ الأَعْجَلُ مِنَّا، فَتَعَجَّبْتُ لِذٰلِكَ، فَغَمَزَنِي الآخَرُ، فَقَالَ لِيْ مِثْلَهَا، فَلَمْ أَنْشَبْ أَنْ نَظَرْتُ إِلٰى أَبِيْ جَهْلٍ يَجُوْلُ فِي النَّاسِ، فَقُلْتُ: أَلاَ! إِنَّ هٰذَا صَاحِبُكُمَا الَّذِيْ سَأَلْتُمَانِيْ، فَابْتَدَرَاهُ بِسَيْفَيْهِمَا، فَضَرَبَاهُ حَتَّى قَتَلاَهُ.

ثُمَّ انْصَرَفَا إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم فَأَخْبَرَاهُ، فَقَالَ: "أَيُّكُمَا قَتَلَهُ؟" قَالَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا: أَنَا قَتَلْتُهُ، فَقَالَ: "هَلْ مَسَحْتُمَا سَيْفَيْكُمَا؟" قَالَا: لَا، فَنَظَرَ فِي السَّيْفَيْنِ فَقَالَ: "كِلَاكُمَا قَتَلَهُ، سَلَبُهُ لِمُعَاذِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْجَمُوْحِ" وَكَانَا مُعَاذَ بْنَ عَفْرَاءَ، وَمُعَاذَ بْنَ عَمْرِو بْنِ الْجَمُوْحِ.

قَالَ مُحَمَّدٌ: سَمِعَ يُوْسُفَ صَالِحًا، وَإِبْرَاهِيْمُ أَبَاهُ. [انظر: ۳۹۶۴، ۳۹۸۸]

ترجمہ: حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں جنگِ بدر میں صف میں کھڑا تھا، میں نے دائیں بائیں دیکھا، اچانک میں دو انصاری لڑکوں کے درمیان تھا جو دونوں نوعمر تھے، پس میں نے تمنا کی کہ کاش ہوتا میں ان دونوں سے زیادہ قوی کے درمیان، پس ان میں سے ایک نے میرا بازو دبایا، اور کہا: چچا! آپ ابوجہل کو جانتے ہیں؟ میں نے کہا: ہاں، تجھے اس سے کیا لینا ہے اے بھتیجے؟! اس نے کہا: میں بتلایا گیا ہوں کہ وہ نبی ﷺ کو گالیاں دیتا ہے، اور قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے! بخدا! اگر میں نے اس کو دیکھ لیا تو نہیں جدا ہوگی میری ذات اس کی ذات سے یہاں تک کہ مارا جائے ہم میں سے وہ جس کی موت جلدی آنی ہے، پس مجھے اس کی بات پر بڑی حیرت ہوئی، پھر دوسرے نے میرا بازو دبایا اور اس نے بھی مجھ سے ایسی ہی بات کہی، پھر زیادہ دیر نہیں گذری کہ میں نے ابوجہل کو دیکھا، وہ لوگوں میں گھوم رہا تھا، پس میں نے کہا: سنو! یہ ہے تمہارا ساتھی، جس کے بارے میں تم دونوں نے مجھ سے پوچھا تھا، پس دونوں اس پر جھپٹے اپنی تلواروں کے ساتھ، پس دونوں نے اس کو مارا یہاں تک کہ اس کو قتل کر دیا، پھر دونوں لوٹ کر آئے نبی ﷺ کے پاس، اور آپؐ کو یہ بات بتلائی، آپؐ نے پوچھا: تم دونوں میں سے کس نے اس کو قتل کیا؟ دونوں میں سے ہر ایک نے کہا: میں نے اس کو قتل کیا، آپؐ نے پوچھا: تم دونوں نے اپنی تلواریں پونچھ ڈالی ہیں؟ دونوں نے کہا: نہیں، پس آپؐ نے دونوں کی تلواریں دیکھیں اور فرمایا: تم دونوں ہی نے اس کو قتل کیا ہے، اس کا ساز و سامان معاذ بن عمرو بن الجموح کے لئے ہے اور وہ دونوں عفراء کا بیٹا معاذ اور عمرو بن جموح کا بیٹا معاذؓ تھے۔

[۳۱۴۲-] حدثنا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ، عَنِ ابْنِ أَفْلَحَ، عَنْ أَبِي مُحَمَّدٍ مَوْلٰى أَبِي قَتَادَةَ، عَنْ أَبِي قَتَادَةَ، قَالَ: خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم عَامَ حُنَيْنٍ، فَلَمَّا الْتَقَيْنَا كَانَتْ لِلْمُسْلِمِيْنَ جَوْلَةٌ، فَرَأَيْتُ رَجُلًا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ عَلَا رَجُلًا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ، فَاسْتَدَرْتُ حَتّٰى أَتَيْتُهُ مِنْ وَرَائِهِ، حَتّٰى ضَرَبْتُهُ بِالسَّيْفِ عَلٰى حَبْلِ عَاتِقِهِ، فَأَقْبَلَ عَلَيَّ فَضَمَّنِي ضَمَّةً وَجَدْتُ مِنْهَا رِيْحَ الْمَوْتِ، ثُمَّ أَدْرَكَهُ الْمَوْتُ فَأَرْسَلَنِي، فَلَحِقْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ فَقُلْتُ لَهُ: مَا بَالُ النَّاسِ؟ قَالَ: أَمْرُ اللّٰهِ! ثُمَّ إِنَّ النَّاسَ رَجَعُوْا، وَجَلَسَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم، فَقَالَ: "مَنْ قَتَلَ قَتِيْلًا لَهُ عَلَيْهِ بَيِّنَةٌ فَلَهُ سَلَبُهُ" فَقُمْتُ فَقُلْتُ: مَنْ يَشْهَدُ لِي؟ ثُمَّ جَلَسْتُ، ثُمَّ قَالَ: "مَنْ قَتَلَ قَتِيْلًا لَهُ عَلَيْهِ بَيِّنَةٌ فَلَهُ سَلَبُهُ" فَقُمْتُ، فَقُلْتُ: مَنْ يَشْهَدُ لِي؟ ثُمَّ جَلَسْتُ، ثُمَّ قَالَ الثَّالِثَةَ مِثْلَهُ، فَقُمْتُ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله

علیه وسلم: " مَالَكَ يَا أَبَا قَتَادَةَ؟" فَاقْتَصَصْتُ عَلَيْهِ الْقِصَّةَ، فَقَالَ رَجُلٌ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! صَدَقَ، وَسَلَبُهُ عِنْدِيْ، فَأَرْضِهِ عَنِّيْ، فَقَالَ أَبُوْبَكْرٍ الصِّدِّيْقُ: لَاهَا اللّٰهِ! إِذًا لَايَعْمِدُ إِلٰى أَسَدٍ مِنْ أُسْدِ اللّٰهِ يُقَاتِلُ عَنِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ يُعْطِيْكَ سَلَبَهُ؟ فَقَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم: " صَدَقَ" فَأَعْطَاهُ، فَبِعْتُ الدِّرْعَ، فَابْتَعْتُ بِهِ مَخْرَفًا فِيْ بَنِيْ سَلِمَةَ فَإِنَّهُ لَأَوَّلُ مَالٍ تَأَثَّلْتُهُ فِي الإِسْلَامِ. [راجع: ۲۱۰۰]

ترجمہ: حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: حنین والے سال ہم نبی ﷺ کے ساتھ نکلے، پس جب ہم باہم ملے تو مسلمانوں کے لئے بھاگنا تھا، پس میں نے ایک مشرک کو دیکھا: وہ ایک مسلمان پر چڑھا جا رہا، پس میں گھوما یہاں تک کہ میں اس کے پیچھے سے آیا اور میں نے اس کو اس کے شانہ کی رگ پر تلوار ماری وہ میری طرف متوجہ ہوا اور مجھے ایسا بھینچا کہ مجھے اس سے موت کی بو آنے لگی، پھر اس کو موت نے پکڑلیا، اور اس نے مجھے چھوڑ دیا، پھر میری حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی، میں نے ان سے پوچھا: لوگوں کا کیا حال ہوا؟ انھوں نے فرمایا: اللہ کا فیصلہ! پھر لوگ لوٹے اور نبی ﷺ تشریف فرما ہوئے اور فرمایا: جس نے کسی کو مارا ہے اور اس کے پاس اس کے گواہ ہیں تو اس کے لئے اس کا ساز وسامان ہے، میں کھڑا ہوا اور میں نے کہا: میرے لئے کون گواہی دیتا ہے؟ پھر میں بیٹھ گیا، پھر آپؐ نے فرمایا: جس نے کسی کو مارا ہے اور اس کے پاس اس کے گواہ ہیں تو اس کے لئے اس کا ساز وسامان ہے؟ میں کھڑا ہوا اور میں نے کہا: کون میرے لئے گواہی دیتا ہے؟ پھر میں بیٹھ گیا، پھر آپؐ نے تیسری مرتبہ یہی بات فرمائی پھر میں کھڑا ہوا، آپؐ نے پوچھا: ابوقتادہ! کیا بات ہے؟ میں نے آپؐ کے سامنے سارا قصہ بیان کیا، پس ایک آدمی نے کہا: اے اللہ کے رسول! انھوں نے سچ کہا، اور اس کا سامان میرے پاس ہے، پس آپؐ ان کو میری طرف سے راضی کردیں یعنی سامان میں سے کچھ دے کر خوش کردیں۔ پس حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نہیں، قسم خدا کی! تب نہیں قصد کریں گے نبی ﷺ اللہ کے شیروں میں سے ایک شیر کا جو اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے لڑتا ہے، پس دیدیں وہ تجھے اس کا سامان! نبی ﷺ نے فرمایا: ابوبکرؓ نے صحیح کہا، پس آپؐ نے وہ سامان ابوقتادہؓ کو دیا، ابو قتادہؓ کہتے ہیں: میں نے زرہ بیچ دی اور اس سے بنوسلمہ کے علاقہ میں ایک باغ خریدا، پس بیشک وہ البتہ میرا پہلا مال تھا جو سرمایہ بنا، مسلمان ہونے کے بعد، یعنی اس سے پہلے کماتا تھا اور کھاتا تھا، جمع کچھ نہیں ہوتا تھا، اب یہ باغ میرا سرمایہ بنا۔

لغت: ھَا: برائے تنبیہ ہے، قسم میں لفظ اللہ پر داخل ہوتا ہے، جبکہ حرف قسم حذف کردیا جائے۔

بَابُ مَا كَانَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم يُعْطِي الْمُؤَلَّفَةَ قُلُوْبُهُمْ وَغَيْرَهُمْ مِنَ الْخُمُسِ وَنَحْوِهِ

نبی ﷺ خمس اور اس کے مانند سے جو مؤلفۃ القلوب وغیرہ کو دیا کرتے تھے

المؤلَّفة: اسم مفعول، اور قلوبھم اس کا نائب فاعل ہے: وہ لوگ جن کے دلوں کو جوڑا گیا۔ اور اس باب میں دو تعمیم ہیں،

ایک غیرھم، دوسری نحوہ۔ نبی ﷺ خمس میں سے تالیف قلب کے لئے دیتے تھے، اوران کے علاوہ لوگوں کو بھی دیتے تھے، اورخمس میں سے دیتے تھے اوراس کے مانند اموال میں سے بھی دیتے تھے، یہ دوتعمیم یادرکھنی چاہئیں۔ آخری حدیث کی باب سے تطبیق میں اس کی ضرورت پڑے گی۔

مؤلفۃ القلوب کا ذکر زکوۃ کے مصارف میں آیا ہے، جب ان کو زکوۃ دے سکتے ہیں تو خمس بدرجہ اولیٰ دے سکتے ہیں۔ امام بخاری رحمہ اللہ کا یہی دعوی ہے کہ خمس چار مصارف میں منحصر نہیں، مؤلفۃ القلوب وغیرہ کو بھی دے سکتے ہیں، اورخمس کے علاوہ دیگر اموال میں سے بھی دے سکتے ہیں۔

اور باب کے شروع میں عبداللہ بن زید کی جس حدیث کا حوالہ ہے وہ آگے (حدیث ۴۳۳۰) آرہی ہے، اس میں یہ جملہ ہے: لَمَّا أَفَاءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهِ يَوْمَ حُنَيْنٍ قَسَمَ فِي النَّاسِ فِي الْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ: غزوۂ حنین میں جب نبی ﷺ کو غنیمت ملی تو آپؐ نے اس کو لوگوں میں بانٹا، اور مؤلفۃ القلوب کو بھی دیا۔

پھر باب کی پہلی حدیث ہے جو پہلے گذری ہے، حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ نے حنین کی غنیمت میں سے سوال کیا، آپؐ نے ان کو دومرتبہ سوسواونٹ دیئے، پھران کو نصیحت کی کہ جو مال اشراف نفس سے ملتا ہے اس میں برکت نہیں ہوتی، اس حدیث سے یہ استدلال کرنا ہے کہ نبی ﷺ نے خمس میں سے حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ کو دیا۔

اس کے بعد کی حدیث میں یہ مضمون ہے کہ نبی ﷺ نے حنین کی غنیمت میں سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دو باندیاں دی تھیں، جب ہوازن کو ان کے قیدی واپس کئے گئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان دو باندیوں کو آزاد کردیا، یہ دونوں باندیاں مکہ کے کسی گھر میں تھیں۔ اور یہ حدیث اس باب میں اس لئے لائے ہیں کہ اس کے بعض طرق میں ہے کہ یہ باندیاں حنین کے خمس میں سے دی تھیں، اور حضرت عمرؓ باب میں جو غیرھم آیا ہے: اس کا مصداق ہیں۔

[۱۹-] بَابُ مَا كَانَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم يُعْطِي الْمُؤَلَّفَةَ قُلُوْبُهُمْ وَغَيْرَهُمْ مِنَ الْخُمُسِ وَنَحْوِهِ

رَوَاهُ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ زَيْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم.

[۳۱۴۳-] حدثنا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ، ثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، وَعُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، أَنَّ حَكِيْمَ بْنَ حِزَامٍ، قَالَ: سَأَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم فَأَعْطَانِيْ، ثُمَّ سَأَلْتُهُ فَأَعْطَانِيْ، ثُمَّ قَالَ لِيْ: "يَا حَكِيْمُ! إِنَّ هٰذَا الْمَالَ خَضِرٌ حُلْوَةٌ، فَمَنْ أَخَذَهُ بِسَخَاوَةِ نَفْسٍ بُوْرِكَ لَهُ فِيْهِ، وَمَنْ أَخَذَهُ بِإِشْرَافِ نَفسٍ لَمْ يُبَارَكْ لَهُ فِيْهِ، وَكَانَ كَالَّذِيْ يَأْكُلُ وَلَا يَشْبَعُ، وَالْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِنَ الْيَدِ السُّفْلٰى" قَالَ حَكِيْمٌ: فَقُلْتُ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! وَالَّذِيْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ لَا أَرْزَأُ أَحَدًا بَعْدَكَ شَيْئًا حَتّٰى أُفَارِقَ الدُّنْيَا، فَكَانَ

أَبُوْ بُكْرٍ يَدْعُو حَكِيْمًا لِيُعْطِيَهُ الْعَطَاءَ فَيَأْبَى أَنْ يَقْبَلَ مِنْهُ شَيْئًا، ثُمَّ إِنَّ عُمَرَ دَعَاهُ لِيُعْطِيَهُ فَأَبَى أَنْ يَقْبَلَ مِنْهُ، فَقَالَ: يَا مَعْشَرَ الْمُسْلِمِيْنَ! إِنِّيْ أُعْرِضُ عَلَيْهِ حَقَّهُ الَّذِيْ قَسَمَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ لَهُ مِنْ هٰذَا الْفَيْءِ فَيَأْبَى أَنْ يَأْخُذَهُ، فَلَمْ يَرْزَأْ حَكِيْمٌ أَحَدًا مِنَ النَّاسِ شَيْئًا بَعْدَ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم حَتَّى تُوُفِّيَ.[راجع: ١٤٧٢]

[٣١٤٤-] حدثنا أَبُوْ النُّعْمَانِ، ثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ أَيُّوْبَ، عَنْ نَافِعٍ، أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ قَالَ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! إِنَّـهُ كَانَ عَلَيَّ اعْتِكَافُ يَوْمٍ فِي الْجَاهِلِيَّةِ، فَأَمَرَهُ أَنْ يَفِيَ بِهِ، قَالَ: وَأَصَابَ عُمَرُ جَارِيَتَيْنِ مِنْ سَبْيِ حُنَيْنٍ فَوَضَعَهُمَا فِي بَعْضِ بُيُوْتِ مَكَّةَ، قَالَ: فَمَنَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم عَلٰى سَبْيِ حُنَيْنٍ فَجَعَلُوْا يَسْعَوْنَ فِي السِّكَكِ، فَقَالَ عُمَرُ: يَا عَبْدَ اللّٰهِ! انْظُرْ مَا هٰذَا؟ قَالَ: مَنَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم عَلَى السَّبْيِ، قَالَ: اذْهَبْ فَأَرْسِلِ الْجَارِيَتَيْنِ، قَالَ نَافِعٌ: وَلَمْ يَعْتَمِرْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم مِنَ الْجِعْرَانَةِ، وَلَوِ اعْتَمَرَ لَمْ يَخْفَ عَلٰى عَبْدِ اللّٰهِ، وَزَادَ جَرِيْرُ بْنُ حَازِمٍ، عَنْ أَيُّوْبَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ وَقَالَ: مِنَ الْخُمُسِ، قَالَ وَرَوَاهُ مَعْمَرٌ، عَنْ أَيُّوْبَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ فِي النَّذْرِ وَلَمْ يَقُلْ: يَوْمٍ.[راجع: ٢٠٣٢]

وضاحت: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا واقعہ مختلف طرح سے مروی ہے، ہوازن کا قبیلہ مدینہ میں آیا تھا یا جعرانہ میں؟ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جعرانہ میں آیا تھا، مگر عام روایات میں ہے کہ وہ لوگ مدینہ میں آئے تھے، واللہ اعلم

آئندہ حدیث بھی پہلے آئی ہے، نبی ﷺ نے حنین کی غنیمت کے خمس میں سے کچھ لوگوں کو دیا اور کچھ کو نہیں دیا، جن کو نہیں دیا وہ ناراض ہوئے، پس آپؐ نے فرمایا: میں بعض کو دیتا ہوں اور بعض کو نہیں دیتا، میرے پیش نظر ان کی ایمانی حالت ہوتی ہے، جن کی ایمانی حالت کمزور دیکھتا ہوں ان کو دیتا ہوں اور جن کی ایمانی حالت مضبوط دیکھتا ہوں ان کو نہیں دیتا، جیسے عمرو بن تغلبؓ کی ایمانی حالت قوی ہے اس لئے میں نے ان کو نہیں دیا، عمرو بن تغلبؓ کہتے ہیں: آپؐ کا یہ ارشاد میرے لئے سرخ اونٹوں سے زیادہ قیمتی ہے، اگر آپؐ مجھے دیتے تو اتنی خوشی نہ ہوتی جتنی اس ارشاد سے ہوئی۔

اس کے بعد کی روایت میں بھی یہی مضمون ہے، آپؐ نے فرمایا: میں قریش کو دیتا ہوں تاکہ ان کے دل اسلام سے جڑیں، اس لئے کہ وہ ابھی جاہلیت سے نکل کر آئے ہیں۔

[٣١٤٥-] حدثنا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ، ثَنَا جَرِيْرُ بْنُ حَازِمٍ، ثَنَا الْحَسَنُ، ثَنِيْ عَمْرُو بْنُ تَغْلِبَ، قَالَ: أَعْطَى رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم قَوْمًا وَمَنَعَ آخَرِيْنَ، فَكَأَنَّهُمْ عَتَبُوْا عَلَيْهِ، فَقَالَ: إِنِّيْ أُعْطِي قَوْمًا أَخَافُ ظَلَعَهُمْ وَجَزَعَهُمْ، وَأَكِلُ قَوْمًا إِلٰى مَاجَعَلَ اللّٰهُ فِي قُلُوْبِهِمْ مِنَ الْخَيْرِ وَالْغِنٰى! مِنْهُمْ عَمْرُو بْنُ تَغْلِبَ، فَقَالَ عَمْرُو بْنُ تَغْلِبَ: مَا أُحِبُّ أَنَّ لِيْ بِكَلِمَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم حُمْرَ النَّعَمِ.

زَادَ أَبُوْ عَاصِمٍ، عَنْ جَرِيْرٍ، قَالَ: سَمِعْتُ الْحَسَنَ يَقُوْلُ: ثَنَا عَمْرُو بْنُ تَغْلِبَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم أُتِيَ بِمَالٍ أَوْ: بِسَبْيٍ فَقَسَمَهُ، بِهٰذَا.[راجع: ٩٢٣]

[۳۱٤٦-] حدثنا أَبُوْ الْوَلِيْدِ، ثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم: "إِنِّي أُعْطِي قُرَيْشًا أَتَأَلَّفُهُمْ، لِأَنَّهُمْ حَدِيْثُ عَهْدٍ بِجَاهِلِيَّةٍ"[انظر: ۳۱٤۷، ۳٥۲۸، ۳۷۷۸، ۳۷۹۳، ٤۳۳۱، ٤۳۳۲، ٤۳۳۳، ٤۳۳٤، ٤۳۳۷، ٥۸٦۰، ٦۷٦۲، ۷٤٤۱]

لغت: ظَلَع: پیروں کا نقص، مراد عیب، کمزوری............جزَع: گھبراہٹ، بے چینی۔

آئندہ حدیث: میں ہے کہ نبی ﷺ نے حنین کی غنیمت کے خمس میں سے قریش کو سوسو اونٹ دیئے اور انصار کو کچھ نہیں دیا، کچھ نوجوانوں نے شکوہ کیا، نبی ﷺ نے ان کو مطمئن کیا۔ حدیث کا ترجمہ بعد میں ہے۔

[۳۱٤۷-] حدثنا أَبُوْ الْيَمَانِ، أَنَا شُعَيْبٌ، ثَنَا الزُّهْرِيُّ، أَخْبَرَنِيْ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ: أَنَّ نَاسًا مِنَ الْأَنْصَارِ قَالُوْا لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، حِيْنَ أَفَاءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهِ صلى الله عليه وسلم مِنْ أَمْوَالِ هَوَازِنَ مَا أَفَاءَ اللّٰهُ، فَطَفِقَ يُعْطِيْ رِجَالاً مِنْ قُرَيْشٍ الْمِائَةَ مِنَ الإِبِلِ، فَقَالُوْا: يَغْفِرُ اللّٰهُ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ! يُعْطِيْ قُرَيْشًا وَيَدَعُنَا وَسُيُوْفُنَا تَقْطُرُ مِنْ دِمَائِهِمْ، قَالَ أَنَسٌ: فَحُدِّثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه سلم بِمَقَالَتِهِمْ، فَأَرْسَلَ إِلَى الْأَنْصَارِ، فَجَمَعَهُمْ فِيْ قُبَّةٍ مِنْ أَدَمٍ، وَلَمْ يَدْعُ مَعَهُمْ أَحَدًا غَيْرَهُمْ، فَلَمَّا اجْتَمَعُوْا جَاءَ هُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، فَقَالَ:" مَا كَانَ حَدِيْثٌ بَلَغَنِيْ عَنْكُمْ؟" قَالَ لَهُ فُقَهَاؤُهُمْ: أَمَّا ذَوُوْرَأْيِنَا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ فَلَمْ يَقُوْلُوْا شَيْئًا، وَأَمَّا أُنَاسٌ مِنَّا حَدِيْثَةٌ أَسْنَانُهُمْ، فَقَالُوْا: يَغْفِرُ اللّٰهُ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ! يُعْطِيْ قُرَيْشًا وَيَتْرُكُ الْأَنْصَارَ، وَسُيُوْفُنَا تَقْطُرُ مِنْ دِمَائِهِمْ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: "إِنِّيْ أُعْطِيَ رِجَالاً حَدِيْثٌ عَهْدُهُمْ بِكُفْرٍ، أَمَا تَرْضَوْنَ أَنْ يَذْهَبَ النَّاسُ بِالْأَمْوَالِ وَتَرْجِعُوْا إِلٰى رِحَالِكُمْ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ؟ فَوَاللّٰهِ مَا تَنْقَلِبُوْنَ بِهِ خَيْرٌ مِمَّا يَنْقَلِبُوْنَ بِهِ" قَالُوْا: بَلٰى يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! قَدْ رَضِيْنَا، فَقَالَ لَهُمْ: "إِنَّكُمْ سَتَرَوْنَ بَعْدِيْ أَثْرَةً شَدِيْدَةً فَاصْبِرُوْا حَتَّى تَلْقَوُا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ عَلَى الْحَوْضِ" قَالَ أَنَسٌ: فَلَمْ نَصْبِرْ. [راجع: ۳۱٤٦]

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: انصار کے کچھ لوگوں نے نبی ﷺ کے بارے میں کہا جب لوٹایا اللہ نے اپنے رسول پر ہوازن کے اموال میں سے جو لوٹایا، پس آپ قریش کے آدمیوں کو سوسو اونٹ دینے لگے، انصار نے کہا: اللہ تعالیٰ رسول اللہ کو معاف فرمائیں، قریش کو دے رہے ہیں اور ہمیں چھوڑ رہے ہیں، حالانکہ ہماری تلواریں ان کے خون سے ٹپک رہی ہیں، یعنی ہم نے مکہ لڑ کر فتح کیا ہے، حضرت انسؓ کہتے ہیں: پس نبی ﷺ کو ان کی یہ بات پہنچائی گئی، آپؐ نے انصار کے پاس آدمی بھیجا، پس ان کو ایک چمڑے کے خیمہ میں جمع کیا، اور ان کے ساتھ ان کے علاوہ کسی کو نہیں بلایا، جب وہ جمع ہوگئے تو نبی ﷺ ان کے پاس پہنچے اور پوچھا: وہ کیا بات ہے جو مجھے تمہاری طرف سے پہنچی ہے؟ پس انصار کے سمجھداروں نے آپؐ سے کہا: رہے ہمارے ذی رائے اے اللہ کے رسول! تو انھوں نے کوئی بات نہیں کہی اور رہے ہم میں

سے کچھ لوگ جو نوجوان ہیں انھوں نے کہا: اللہ تعالیٰ نبی ﷺ کو معاف کریں! قریش کو دیتے ہیں اور انصار کو چھوڑتے ہیں، حالانکہ ہماری تلواریں ان کے خون سے ٹپک رہی ہیں، پس آپؐ نے فرمایا: میں دیتا ہوں ایسے لوگوں کو جن کا زمانہ کفر سے قریب ہے، یعنی وہ ابھی مسلمان ہوئے ہیں، کیا تم راضی نہیں ہو کہ لوگ اموال کے ساتھ لوٹیں اور تم اپنے گھروں کی طرف اللہ کے رسول کے ساتھ لوٹو، پس بخدا! وہ چیز جس کے ساتھ تم لوٹو گے بہتر ہے اس چیز سے جس کے ساتھ وہ لوٹیں گے۔ انصار نے جواب دیا: کیوں نہیں اے اللہ کے رسول! ہم راضی ہیں، پس ان سے نبی ﷺ نے فرمایا: عنقریب دیکھو گے تم میرے بعد سخت ترجیح، پس صبر کرنا یہاں تک کہ تم اللہ سے اور حوض کوثر پر اس کے رسول سے ملاقات کرو، یعنی یہ قریش جن کو آج دیا جارہا ہے کل حکومت کے مالک ہوں گے اور انصار کو نظر انداز کریں گے، اس وقت صبر کرنا، حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: پس ہم صبر نہیں کر سکے!

اس کے بعد کی حدیث پہلے گذری ہے، نبی ﷺ لوگوں کے ساتھ حنین سے واپس آرہے تھے، بدّو آپؐ کے ساتھ الجھ گئے، وہ آپؐ سے مال مانگ رہے تھے، یہاں تک کہ انھوں نے آپؐ کو ایک کیکر کے درخت کی طرف پناہ لینے پر مجبور کر دیا اور آپؐ کی چادر چھین لی، آپؐ نے فرمایا: میری چادر مجھے دو، اگر ان جھاڑیوں کے بقدر جانور ہوتے تو میں ان کو تمہارے درمیان تقسیم کر دیتا، پھر تم مجھے نہ بخیل پاتے نہ جھوٹا نہ بزدل!

اس کے بعد کی حدیث میں بھی تقریباً یہی مضمون ہے، حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نبی ﷺ کے ساتھ چل رہا تھا اور آپؐ نے نجرانی چادر اوڑھ رکھی تھی، اس کے کنارے موٹے تھے، پس آپؐ سے ایک بدّو ملا، اس نے چادر سخت کھینچی، یہاں تک کہ میں نے دیکھا کہ نبی ﷺ کا کندھا چادر کے کنارے سے متاثر ہوگیا، اس کے سخت کھینچنے کی وجہ سے، پھر بدّو نے کہا: میرے لئے حکم دیجئے اللہ کے مال میں سے جو آپؐ کے پاس ہے، پس آپؐ اس کی طرف متوجہ ہوئے اور ہنسے، پھر اس کے لئے عطیہ کا حکم دیا (یہ عطیہ خمس میں سے دیا تھا)

[۳۱۴۸-] حدثنا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْأُوَيْسِيُّ، ثَنَا إِبْرَاهِيْمُ، عَنْ صَالِحٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، أَخْبَرَنِيْ عُمَرُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ جُبَيْرٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِيْ جُبَيْرُ بْنُ مُطْعِمٍ: أَنَّهُ بَيْنَا هُوَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم وَمَعَهُ النَّاسُ مُقْبِلاً مِنْ حُنَيْنٍ، عَلِقَتْ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم الْأَعْرَابُ، يَسْأَلُوْنَهُ حَتَّى اضْطَرُّوْهُ إِلَى سَمُرَةٍ، فَخَطِفَتْ رِدَاءَهُ، فَوَقَفَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم ثُمَّ قَالَ: "أَعْطُوْنِيْ رِدَائِيْ، فَلَوْ كَانَ عَدَدُ هٰذِهِ الْعِضَاهِ نَعَمًا لَقَسَمْتُهُ بَيْنَكُمْ، ثُمَّ لَاتَجِدُوْنِيْ بَخِيْلاً وَلَا كَذُوْبًا وَلَا جَبَانًا" [راجع: ۲۸۲۱]

[۳۱۴۹-] حدثنا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ، ثَنَا مَالِكٌ، عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: كُنْتُ أَمْشِيْ مَعَ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم وَعَلَيْهِ بُرْدٌ نَجْرَانِيٌّ غَلِيْظُ الْحَاشِيَةِ، فَأَدْرَكَهُ أَعْرَابِيٌّ فَجَذَبَهُ جَذْبَةً شَدِيْدَةً، حَتَّى نَظَرْتُ إِلَى صَفْحَةِ عَاتِقِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم، قَدْ أَثَّرَتْ بِهِ حَاشِيَةُ الرِّدَاءِ

مِنْ شِدَّةِ جَذْبَتِهِ، ثُمَّ قَالَ: مُرْلِیْ مِنْ مَالِ اللّٰهِ الَّذِیْ عِنْدَكَ، فَالْتَفَتَ إِلَیْهِ فَضَحِكَ، ثُمَّ أَمَرَ لَهُ بِعَطَاءٍ.

[انظر: ٥٨٠٩، ٦٠٨٨]

اورآئندہ حدیث میں ہے کہ نبی ﷺ نے غزوۂ حنین کے موقع پرخمس کی تقسیم میں کچھ لوگوں کوترجیح دی، اقرع بن حابسؓ کوسواونٹ دیئے، عیینہ بن حصنؓ کوبھی اتنے ہی اونٹ دیئے اورعرب کے معززین میں سے کچھ لوگوں کودیئے اوران کواس دن تقسیم میں ترجیح دی، پس ایک شخص نے کہا: بخدا! یہ ایسی تقسیم ہے جس میں انصاف سے کام نہیں لیا گیا، یا کہا: جس میں اللہ کی خوشنودی پیشِ نظر رکھی گئی۔ حدیث کے راوی حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: بخدا! میں ضرور اطلاع دوں گا اس کی نبی ﷺ کو، پس میں آپؐ کے پاس پہنچا اور آپؐ کوخبر دی، آپؐ نے فرمایا: کون انصاف کرے گا جب اللہ اوراس کے رسول انصاف نہیں کریں گے؟ اللہ تعالیٰ موسیٰ علیہ السلام پرمہربانی فرمائیں وہ اس سے زیادہ ستائے گئے پس انھوں نے صبر کیا۔

[٣١٥٠-] حدثنا عُثْمَانُ بْنُ أَبِیْ شَیْبَةَ، ثَنَا جَرِیْرٌ، عَنْ مَنْصُوْرٍ، عَنْ أَبِیْ وَائِلٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: لَمَّا كَانَ یَوْمُ حُنَیْنٍ آثَرَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیه وسلم أُنَاسًا فِی الْقِسْمَةِ، أَعْطَی الْأَقْرَعَ بْنَ حَابِسٍ مِائَةً مِنَ الإِبِلِ، وَأَعْطَی عُیَیْنَةَ مِثْلَ ذٰلِكَ، وَأَعْطَی أُنَاسًا مِنْ أَشْرَافِ الْعَرَبِ، وَآثَرَهُمْ یَوْمَئِذٍ فِی الْقِسْمَةِ، قَالَ رَجُلٌ: وَاللّٰهِ إِنَّ هٰذِهِ لَقِسْمَةٌ مَا عُدِلَ فِیْهَا أَوْ: مَا أُرِیْدَ فِیْهَا وَجْهُ اللّٰهِ، فَقُلْتُ: وَاللّٰهِ لَأُخْبِرَنَّ النَّبِیَّ صلی اللہ علیه وسلم فَأَتَیْتُهُ فَأَخْبَرْتُهُ فَقَالَ:" فَمَنْ یَعْدِلُ إِذَا لَمْ یَعْدِلِ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ؟ رَحِمَ اللّٰهُ مُوْسَی قَدْ أُوْذِیَ بِأَكْثَرَ مِنْ هٰذَا فَصَبَرَ"[انظر: ٣٤٠٥، ٤٣٣٥، ٤٣٣٦، ٦٠٥٩، ٦١٠٠، ٦٢٩١، ٦٣٣٦]

اس کے بعد والی حدیث میں ہے کہ نبی ﷺ نے بنونضیر کی جائداد میں سے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کودیا، ان کی اہلیہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: میں زبیرؓ کی زمین میں سے اپنے سرپرگٹھلیاں اٹھا کرلایا کرتی تھی، وہ زمین جوان کو رسول اللہ ﷺ نے جاگیر میں دی تھی: وہ جاگیر مدینہ سے دوتہائی فرسخ پرتھی۔

[٣١٥١-] حدثنا مَحْمُوْدُ بْنُ غَیْلَانَ، ثَنَا أَبُوْ أُسَامَةَ، ثَنَا هِشَامٌ، أَخْبَرَنِیْ أَبِیْ، عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِیْ بَكْرٍ، قَالَتْ: كُنْتُ أَنْقُلُ النَّوَی مِنْ أَرْضِ الزُّبَیْرِ الَّتِیْ أَقْطَعَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیه وسلم عَلٰی رَأْسِیْ، وَهِیَ مِنِّیْ عَلٰی ثُلُثَیْ فَرْسَخٍ.

وَقَالَ أَبُوْ ضَمْرَةَ: عَنْ هِشَامٍ، عَنْ أَبِیْهِ: أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیه وسلم أَقْطَعَ الزُّبَیْرَ أَرْضًا مِنْ أَمْوَالِ بَنِی النَّضِیْرِ. [انظر: ٥٢٢٤]

اس کے بعد کی حدیث میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہود ونصاری کوحجاز کی سرزمین سے جلاوطن کیا، اور نبی ﷺ

جب خیبر والوں پر فتح یاب ہوئے تھے تو چاہا تھا کہ یہود کو وہاں سے نکال دیں، کیونکہ زمین جب فتح ہوئی تو وہ اللہ کی، اللہ کے رسول کی اور مسلمانوں کی تھی، پس یہود نے رسول اللہ ﷺ سے درخواست کی کہ آپؐ ان کو رہنے دیں تاکہ وہ کھیتوں اور باغوں میں کام کریں اور ان کو آدھی پیداوار ملے، پس نبی ﷺ نے فرمایا: ہم تمہیں برقرار رکھتے ہیں جب تک ہم چاہیں گے، پس وہ برقرار رکھے گئے یہاں تک کہ ان کو حضرت عمرؓ نے اپنی خلافت میں جلاوطن کیا: تیماء اور اریحاء کی طرف۔

سوال: حدیث کا باب سے کیا تعلق ہے، حدیث میں نہ مؤلفۃ القلوب کا ذکر ہے نہ خمس کا؟

جواب: امام بخاری رحمہ اللہ نے باب میں پہلی تعمیم مؤلفۃ القلوب وغیرہ کی کی تھی، پس وغیرہ سے مراد یہی یہود ہیں، اور دوسری تعمیم خمس اور اس کے مانند کی کی تھی، پس مانند سے مراد خیبر کے خمس کی زمینیں ہیں، جو یہود کو بٹائی پر دی گئی تھیں، اس میں سے آدھی پیداوار ان کو دی جاتی تھی خمس کی زمینوں کی یہ پیداوار خمس کے مانند اموال ہیں، جو یہود کو دیئے گئے۔

[۳۱۵۲-] حدثنا أَحْمَدُ بْنُ الْمِقْدَامِ، ثَنَا الْفُضَيْلُ بْنُ سُلَيْمَانَ، ثَنِيْ مُوْسَى بْنُ عُقْبَةَ، أَخْبَرَنِيْ نَافِعٌ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ: أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ أَجْلَى الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارَى مِنْ أَرْضِ الْحِجَازِ، وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم لَمَّا ظَهَرَ عَلَى أَهْلِ خَيْبَرَ، أَرَادَ أَنْ يُخْرِجَ الْيَهُوْدَ مِنْهَا، وَكَانَتِ الأَرْضُ – لَمَّا ظَهَرَ عَلَيْهَا – لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِلْمُسْلِمِيْنَ، فَسَأَلَ الْيَهُوْدُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم أَنْ يَتْرُكَهُمْ عَلَى أَنْ يَكْفُوْا الْعَمَلَ وَلَهُمْ نِصْفُ الثَّمَرِ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: "نُقِرُّكُمْ عَلَى ذٰلِكَ مَا شِئْنَا" فَأُقِرُّوْا حَتَّى أَجْلَاهُمْ عُمَرُ فِيْ إِمَارَتِهِ إِلَى تَيْمَاءَ وَأَرِيْحَاءَ. [راجع: ۲۲۸۵]

بَابُ مَا يُصِيْبُ مِنَ الطَّعَامِ فِيْ أَرْضِ الْحَرْبِ

دارالحرب میں جو کھانے کی چیزیں ملیں

یہ باب نیا مسئلہ بھی ہوسکتا ہے، اور پچھلے ابواب کا تتمہ بھی۔ دارالحرب میں انسان کے کھانے کی چیزیں یا گھاس چارہ ملے تو اس کو باقاعدہ تقسیم کرنا اور خمس نکالنا ضروری نہیں، جس فوجی کو جو چیز ملے وہ کھا سکتا ہے، یہ تو مسئلہ ہوا اور چونکہ ملی ہوئی چیز غنیمت ہے اور غنیمت میں سے پانچواں حصہ نکالنا ضروری ہے جو نہیں نکالا گیا تو گویا خمس فوجی کو دیا، معلوم ہوا کہ خمس کے مصارف متعین نہیں، امیر کے اختیار میں ہے جس کو چاہے دے۔

اور باب میں تین حدیثیں ہیں:

حدیث (۱): خیبر کے ایک قلعہ کا محاصرہ تھا، اوپر سے کسی نے بورا پھینکا، اس میں چربی تھی، حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ وہاں کھڑے تھے، انھوں نے کود کر اس بورے کو دبوچ لیا، پھر مڑے تو نبی ﷺ کھڑے تھے، وہ شرما گئے،

کیونکہ ان کا یہ فعل حرص پر دلالت کرتا تھا، اور مسلم شریف کی روایت میں ہے کہ آپ مسکرائے۔ اور ابوداؤد طیالسی کی روایت میں ہے کہ آپؐ نے فرمایا: هو لك: وہ تمہارا ہے، یعنی اس کو باقاعدہ جمع کروا کر تقسیم نہیں کیا، معلوم ہوا کہ کھانے پینے کی چیزیں بغیر تقسیم کے بھی استعمال کرسکتے ہیں۔

حدیث (۲): حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ہمیں غزوات میں شہد اور انگور ملتے تھے ہم اس کو کھاتے تھے اس کو جمع نہیں کرتے تھے۔

حدیث (۳): خیبر کے دنوں میں سے ایک دن لوگ فاقہ سے دوچار ہوئے، انھوں نے گدھے ذبح کرکے پکنے کے لئے چڑھا دیئے، جب ہانڈیاں کھدکھدانے لگیں تو اعلان کیا گیا: سب گوشت مٹی میں پھینک دیا جائے، کوئی ایک بوٹی بھی نہ کھائے، اس اعلان کی وجہ کیا تھی؟ صحابہ میں اختلاف ہے، ایک رائے یہ ہے کہ گدھے مالِ غنیمت تھے ان کو جمع کرکے باقاعدہ تقسیم کرنا چاہئے تھا، اور خمس نکالنا چاہئے تھا، مگر ایسا نہیں کیا گیا، اس لئے پھینکوا دیا۔

اور دوسری رائے یہ ہے کہ گدھوں کی حرمت خیبر میں نازل ہوئی ہے اس لئے وہ گوشت ضائع کروا دیا، ورنہ جیسے ذوالحلیفہ میں گوشت چمڑے کے دسترخوان پر الٹوا دیا تھا پھر باقاعدہ تقسیم عمل میں آئی تھی، یہاں بھی ایسا کیا جاتا، مگر ایسا نہیں کیا گیا، کیونکہ اب گدھے حرام ہوگئے ہیں۔ حدیث کے راوی سلیمان شیبانی نے سعید بن جبیر سے اس کی وجہ پوچھی تو انھوں نے یہی وجہ بتلائی، پس یہی وجہ صحیح ہے۔

[۲۰-] بَابُ مَايُصِيْبُ مِنَ الطَّعَامِ فِيْ أَرْضِ الْحَرْبِ

[۳۱۵۳-] حدثنا أَبُوْ الْوَلِيْدِ، ثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ حُمَيْدِ بْنِ هِلَالٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُغَفَّلٍ، قَالَ: كُنَّا مُحَاصِرِيْنَ قَصْرَ خَيْبَرَ، فَرَمَى إِنْسَانٌ بِجِرَابٍ فِيْهِ شَحْمٌ، فَنَزَوْتُ لِأَخْذِهِ فَالْتَفَتُّ فَإِذَا النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم، فَاسْتَحْيَيْتُ مِنْهُ.[انظر: ٤٢٢٤، ٥٥٠٨]

[۳۱۵٤-] حدثنا مُسَدَّدٌ، ثنا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ أَيُّوْبَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: كُنَّا نُصِيْبُ فِيْ مَغَازِيْنَا الْعَسَلَ وَالْعِنَبَ فَنَأْكُلُهُ وَلَا نَرْفَعُهُ.

[۳۱۵۵-] حدثنا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ، ثنا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ زِيَادٍ، ثَنَا الشَّيْبَانِيُّ، قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ أَبِيْ أَوْفٰى، يَقُوْلُ: أَصَابَتْنَا مَجَاعَةٌ لَيَالِيَ خَيْبَرَ، فَلَمَّا كَانَ يَوْمُ خَيْبَرَ وَقَعْنَا فِي الْحُمُرِ الْأَهْلِيَّةِ فَانْتَحَرْنَاهَا، فَلَمَّا غَلَتِ الْقُدُوْرُ نَادَى مُنَادِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: أَكْفِئُوْا الْقُدُوْرَ، فَلَا تَطْعَمُوْا مِنْ لُحُوْمِ الْحُمُرِ شَيْئًا، قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ.فَقُلْنَا: إِنَّمَا نَهَى النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم لِأَنَّهَا لَمْ تُخَمَّسْ، قَالَ: وَقَالَ آخَرُوْنَ: حَرَّمَهَا الْبَتَّةَ. وَسَأَلْتُ سَعِيْدَ بْنَ جُبَيْرٍ، فَقَالَ: حَرَّمَهَا الْبَتَّةَ[انظر: ٤٢٢٠، ٤٢٢٢، ٤٢٢٤، ٥٥٢٦]

بَابُ الْجِزْیَةِ وَالْمُوَادَعَةِ مَعَ أَهْلِ الذِّمَّةِ وَالْحَرْبِ

وَمَاجَاءَ فِي أَخْذِ الْجِزْيَةِ مِنَ الْيَهُوْدِ وَالنَّصَارَى وَالْمُجُوْسِ وَالْعَجَمِ

ذمیوں سے جزیہ لینا اور حربیوں سے مصالحت کرنا

اور یہود ونصاری اور مجوس وعجم سے جزیہ لینا جائز ہے

جزیہ اوراس کی حقیقت:

جزیة: وہ ٹیکس ہے جو اسلامی حکومت غیر مسلموں پر لگاتی ہے، اسلامی حکومت میں دو فنڈ ہوتے ہیں: ایک: ویلفیر فنڈ، دوسرا: محاصل کا فنڈ، ویلفیر فنڈ میں زکوۃ، صدقۃ الفطر اور عشر اکٹھا ہوتا ہے اور وہ صرف مسلمان غرباء پر خرچ ہوتا ہے، سلطنت کی ضروریات میں اس سے خرچ نہیں کیا جاتا۔

یہاں یہ مسئلہ جان لینا چاہئے کہ غیر مسلم کو خواہ ذمی ہو یا حربی، زکوۃ اور عشر دینا جائز نہیں، البتہ ذمی کو یعنی دارالاسلام میں آباد غیر مسلم کو صدقۃ الفطر دینا جائز ہے اور حربی غیر مسلم کو صدقۃ الفطر بھی نہیں دے سکتے۔

اور محاصل کے فنڈ میں زمین کا بیگھہ (خراج) اور دیگر آمدنیاں جمع ہوتی ہیں، اسی فنڈ کو بیت المال کہتے ہیں، اور بیت المال کے دو مصرف ہیں: ایک: حکومت کی ضروریات یعنی فوجیوں کو اور حکومت کے دیگر ملازمین کو اس فنڈ سے تنخواہ دی جاتی ہے، دوسرا: ملک کی ترقی کے کام، مثلاً سڑک بنانا، پل تعمیر کرنا، بجلی بنانا، کارخانے قائم کرنا وغیرہ ان امور میں اسی فنڈ سے خرچ کیا جاتا ہے۔

اور جو غیر مسلم دارالاسلام میں آباد ہیں ان کو بھی ملک کی ضروریات میں اور ملک کی ترقی میں حصہ لینا ہوگا، کیونکہ ملک کی حفاظت کے لئے فوجیوں کی اور ملک چلانے کے لئے ملازمین کی جس طرح مسلمانوں کو ضرورت ہے غیر مسلموں کو بھی ضرورت ہے، اور جب ملک ترقی کرے گا تو اس کا فائدہ ہر شہری کو پہنچے گا، مسلمان کو بھی اور غیر مسلم کو بھی۔

علاوہ ازیں جو غیر مسلم غریب محتاج ہیں ان کی دستگیری حکومت کی ذمہ داری ہے، اور ویلفیر فنڈ میں سے ان پر خرچ نہیں کیا جاسکتا، کیونکہ زکوۃ اور عشر کی رقوم غیر مسلموں پر خرچ نہیں کی جاسکتیں اور صدقۃ الفطر سے اگر چہ مدد کی جاسکتی ہے مگر وہ رقم تھوڑی ہوتی ہے، اس لئے فنڈنگ میں غیر مسلموں کی شرکت کی صورت یہ تجویز کی گئی کہ زکوۃ کے بالمقابل ان کے تاجروں سے عشور: چنگی لی جائے، اور صدقۃ الفطر کے بالمقابل ان کے ہر فرد سے سالانہ جزیہ لیا جائے، اور ان دونوں رقموں سے جو فنڈ اکٹھا ہو وہ تین حصوں میں تقسیم کیا جائے ایک حصہ: ملک چلانے میں، دوسرا: ملک کی ترقی میں اور تیسرا: ان کے غرباء اور محتاجوں کی مدد میں استعمال کیا جائے۔

فائدہ: جزیہ شاندار لفظ ہے، اس کے معنی ہیں: بدلہ، یعنی اسلامی حکومت نے شہریوں کی حفاظت کی جو ذمہ داری لی ہے اور فوج اور پولیس کے ذریعہ ان کی حفاظت کرتی ہے اس کا بدلہ، مگر یہ لفظ استعمال ہوتے ہوتے خراب ہوگیا ہے، اب غیر مسلم اس کو گالی سمجھتے ہیں، جیسے پاخانہ اور پیشاب کنائی الفاظ ہیں اور شاندار ہیں، مگر کثرت استعمال سے خراب ہوگئے ہیں، اب کسی مہذب مجلس میں ان کو بولتے ہوئے بھی تکلف ہوتا ہے، یہی حال لفظ جزیہ کا ہوکر رہگیا ہے، پس اگر غیر مسلم اس لفظ کو پسند نہ کریں اور وہ کسی اور نام سے جزیہ دیں تو اس لفظ کے استعمال پر اصرار نہیں ہونا چاہئے، وہ جو نام پسند کریں اسی نام سے جزیہ لیا جائے، مقصود فنڈ نگ ہے لفظ نہیں۔ بنوتغلب نے لفظ جزیہ کو ناپسند کیا تھا، انھوں نے جزیہ دینے سے انکار کیا، مگر زکوۃ کے نام پر وہ دوگنا دینے کے لئے تیار تھے، چنانچہ گورنر نے امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے استصواب کیا، آپ نے فرمایا: هذه جزيَةٌ سَمُّوْهَا مَاشِئْتُمْ (فتح القدیر ۵: ۳۰۵): یہ جزیہ ہے تم اس کا جو چاہو نام رکھو، معلوم ہوا کہ لفظ مقصود نہیں کام مقصود ہے۔

اور وَادَعَ فلاناً مُوَادعَةً کے معنی ہیں: کسی سے مستقل یا عارضی صلح کرنا۔ اسلامی حکومت کبھی حربیوں سے ناجنگ معاہدہ کرتی ہے اس کی تفصیل اگلے ابواب میں آئے گی، اس باب میں صرف جزیہ کا بیان ہے۔

جزیہ کا ذکر:

سورۃ التوبہ آیت ۲۹ میں ہے: ''اہلِ کتاب جو نہ اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہیں نہ قیامت کے دن پر، نہ ان چیزوں کو حرام سمجھتے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اور اس کے رسول نے حرام کیا ہے اور نہ دین حق کو قبول کرتے ہیں ان سے لڑو یہاں تک کہ وہ ماتحت ہوکر اور رعیت بن کر جزیہ دینا منظور کرلیں''

تفسیر: اس آیت میں صَاغِرُوْن آیا ہے اس کا ترجمہ: أَذِلَّاء کیا ہے، یہ ذلیل کی جمع ہے، حضرت تھانوی قدس سرہ نے اس کا ترجمہ ''ماتحت ہوکر اور رعیت بن کر'' کیا ہے، یہ بہت خوبصورت ترجمہ ہے: ''ذلیل ہوکر'' اچھا ترجمہ نہیں۔ ترمذی أبواب السِّیَر میں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے بھی اس کا ترجمہ غیرُ محمودین کیا ہے۔

پھر چونکہ صَاغرون کا ترجمہ أَذِلَّاء کیا ہے، جو ذلت سے ہے اور سورۂ بقرہ کی آیت ۶۱ میں اس کے ساتھ المسکنۃ بھی آیا ہے، فرمایا: ﴿وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّـةُ وَالْمَسْكَنَةُ﴾: اور جم گئی ان پر ذلت اور پستی، المسکنۃ: مسکین کا مصدر ہے، أَسْكَنُ من فلان کے معنی ہیں: فلاں سے زیادہ محتاج، مَسکنۃ: سکون سے نہیں ہے، یہ بات امام بخاریؒ ابوعبیدہ کی کتاب المجاز سے نقل کررہے ہیں کہ ابوعبیدہ نے مسکنۃ کو مسکین کا مصدر مانا ہے، سکون سے ماخوذ نہیں مانا۔

باب میں دوسرا مسئلہ:

ہر غیر مسلم سے جزیہ لیا جاسکتا ہے، یہود ونصاری کی کوئی تخصیص نہیں، پس سورۃ التوبہ میں جو یہود ونصاری کی تخصیص

ہے وہ تخصیص ذکری ہے، ان کے علاوہ غیر مسلموں کو بھی ان کے مذہب پر برقرار رکھ کر اپنے ملک کا شہری بنا کر جزیہ لیا جا سکتا ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو پہلے مجوس سے جزیہ لینے میں شرح صدر نہیں تھا، پھر جب حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے ہجر کے مجوسیوں سے جزیہ لیا ہے تو حضرت عمرؓ کو شرح صدر ہو گیا، اور مسئلہ طے ہو گیا کہ ہر غیر مسلم سے جزیہ لیا جا سکتا ہے۔

جزیہ کی مقدار: حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے پوچھا گیا: شام والوں سے چار دینار اور یمن والوں سے ایک دینار لیا جاتا ہے، اس کی وجہ کیا ہے؟ حضرت نے فرمایا: شام کے لوگ مالدار ہیں، اور یمن کے لوگ غریب، اس لئے جزیہ متفاوت ہے۔

یہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ کی رائے ہے اور حنفیہ کا اصول یہ ہے کہ اگر جزیہ کی مقدار صلح سے طے ہو جائے تو جو مقدار طے ہو جائے وہی ٹھیک ہے، اور اگر اسلامی حکومت کی طرف سے یک طرفہ جزیہ مقرر کیا جائے تو حکومت کی صوابدید پر موقوف ہے، اور اس میں غریب اور مالدار کا لحاظ کیا جائے گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کا مدار غریبوں پر بارہ درہم، متوسط لوگوں پر چوبیس درہم اور مالداروں پر اڑتالیس درہم مقرر کئے تھے (ازالۃ الخفا ۲: ۶۹ بحوالہ امام ابو یوسف) اور عورتیں، بچے، محتاج، بوڑھے، مذہبی لوگ اور جن کے پاس کام نہیں وہ جزیہ سے مستثنیٰ ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

[۱-] بَابُ الْجِزْيَةِ وَالْمُوَادَعَةِ مَعَ أَهْلِ الذِّمَّةِ وَالْحَرْبِ

[۱-] وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى: ﴿قَاتِلُوْا الَّذِيْنَ لَايُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَلَا يُحَرِّمُوْنَ مَاحَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ﴾ إِلٰى قَوْلِهِ: ﴿وَهُمْ صَاغِرُوْنَ﴾ [التوبة: ۲۹] يَعْنِيْ أَذِلَّاءَ.

[۲-] وَالْمَسْكَنَةُ مَصْدَرُ الْمِسْكِيْنِ، أَسْكَنُ مِنْ فُلَانٍ: أَحْوَجُ مِنْهُ، وَلَمْ يَذْهَبْ إِلَى السُّكُوْنِ.

وَمَاجَاءَ فِي أَخْذِ الْجِزْيَةِ مِنَ الْيَهُوْدِ وَالنَّصَارٰى وَالْمَجُوْسِ وَالْعَجَمِ

وَقَالَ ابْنُ عُيَيْنَةَ، عَنِ ابْنِ أَبِيْ نَجِيْحٍ: قُلْتُ لِمُجَاهِدٍ: مَا شَأْنُ أَهْلِ الشَّامِ عَلَيْهِمْ أَرْبَعَةُ دَنَانِيْرَ، وَأَهْلِ الْيَمَنِ عَلَيْهِمْ دِيْنَارٌ؟ قَالَ: جُعِلَ ذٰلِكَ مِنْ قِبَلِ الْيَسَارِ.

[۳۱۵۶-] حدثنا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، ثَنَا سُفْيَانُ، قَالَ: سَمِعْتُ عَمْرًا قَالَ: كُنْتُ جَالِسًا مَعَ جَابِرِ بْنِ زَيْدٍ، وَعَمْرِو بْنِ أَوْسٍ، فَحَدَّثَهُمَا بَجَالَةُ سَنَةَ سَبْعِيْنَ - عَامَ حَجَّ مُصْعَبُ بْنُ الزُّبَيْرِ بِأَهْلِ الْبَصْرَةِ - عِنْدَ دَرَجِ زَمْزَمَ، قَالَ: كُنْتُ كَاتِبًا لِجَزْءِ بْنِ مُعَاوِيَةَ، عَمِّ الْأَحْنَفِ، فَأَتَانَا كِتَابُ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَبْلَ مَوْتِهِ بِسَنَةٍ: فَرِّقُوْا بَيْنَ كُلِّ ذِيْ مَحْرَمٍ مِنَ الْمَجُوْسِ، وَلَمْ يَكُنْ عُمَرُ أَخَذَ الْجِزْيَةَ مِنَ الْمَجُوْسِ.

[۳۱۵۷-] حَتّٰی شَهِدَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ: أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم أَخَذَهَا مِنْ مَجُوْسٍ هَجَرَ.

ترجمہ: عمرو بن دینار کہتے ہیں: میں ابوالشعثاء جابر بن زید اور عمرو بن اوس ثقفی کے پاس بیٹھا ہوا تھا پس ان دونوں سے بجالہ بن عبدۃ نے بیان کیا، سنہ ۷۰ ہجری میں، جس سال معصب بن زبیر نے بصرہ والوں کے ساتھ حج کیا، زمزم کی سیڑھیوں کے پاس، بجالہ نے کہا: میں احنف بن قیس کے چچا جزء بن معاویہ کا سکریٹری تھا، پس ہمارے پاس حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا خط آیا، ان کی وفات سے ایک سال پہلے کہ تفریق کردو مجوسیوں میں سے ہر محرم کے درمیان (مجوس کے یہاں محارم سے نکاح جائز ہے، پس حضرت عمرؓ نے لکھا کہ جس مجوسی کے گھر میں محرم عورت ہو اس کو شوہر سے جدا کردو) اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ مجوس سے جزیہ نہیں لیتے تھے، یہاں تک کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے گواہی دی کہ نبی ﷺ نے ہجر مقام کے مجوسیوں سے جزیہ لیا ہے (پس طے ہوگیا کہ ہر غیر مسلم سے جزیہ لیا جاسکتا ہے، خواہ اس کا کوئی مذہب ہو، اور اس کو اس کے مذہب پر برقرار رکھتے ہوئے ملک کا شہری بنایا جاسکتا ہے)

[۳۱۵۸-] حدثنا أَبُوْ الْيَمَانِ، أَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، ثَنِيْ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ، عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ، أَنَّـهُ أَخْبَرَهُ: أَنَّ عَمْرَو بْنَ عَوْفٍ الْأَنْصَارِيَّ، وَهُوَ حَلِيْفٌ لِبَنِيْ عَامِرِ بْنِ لُؤَيٍّ، وَكَانَ شَهِدَ بَدْرًا، أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم بَعَثَ أَبَا عُبَيْدَةَ بْنَ الْجَرَّاحِ إِلَى الْبَحْرَيْنِ يَأْتِيْ بِجِزْيَتِهَا، وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم هُوَ صَالَحَ أَهْلَ الْبَحْرَيْنِ، وَأَمَّرَ عَلَيْهِمُ الْعَلَاءَ بْنَ الْحَضْرَمِيِّ، فَقَدِمَ أَبُوْ عُبَيْدَةَ بِمَالٍ مِنَ الْبَحْرَيْنِ، فَسَمِعَتِ الْأَنْصَارُ بِقُدُوْمِ أَبِيْ عُبَيْدَةَ، فَوَافَتْ صَلاَةَ الصُّبْحِ مَعَ النَّبِيِّ صلی الله علیه وسلم، فَلَمَّا صَلّٰى بِهِمُ الْفَجْرَ انْصَرَفَ، فَتَعَرَّضُوْا لَهُ، فَتَبَسَّمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم حِيْنَ رَآهُمْ، وَقَالَ: "أَظُنُّكُمْ قَدْ سَمِعْتُمْ أَنَّ أَبَا عُبَيْدَةَ قَدْ جَاءَ بِشَيْئٍ؟" قَالُوْا: أَجَلْ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! قَالَ: "فَأَبْشِرُوْا، وَأَمِّلُوْا مَا يَسُرُّكُمْ، فَوَ اللّٰهِ لاَ الْفَقْرَ أَخْشٰى عَلَيْكُمْ، وَلٰكِنْ أَخْشٰى عَلَيْكُمْ أَنْ تُبْسَطَ عَلَيْكُمُ الدُّنْيَا كَمَا بُسِطَتْ عَلٰى مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ، فَتَنَافَسُوْهَا كَمَا تَنَافَسُوْهَا، وَتُهْلِكَكُمْ كَمَا أَهْلَكَتْهُمْ"

ترجمہ: عمرو بن عوف انصاری رضی اللہ عنہ جو بنو عامر کے حلیف تھے اور بدری صحابی ہیں، کہتے ہیں: نبی ﷺ نے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو بحرین بھیجا تا کہ وہ اس کا جزیہ لائیں (یہاں باب ہے) اور نبی ﷺ نے بحرین والوں سے مصالحت کی تھی اور ان پر علاء بن الحضرمی رضی اللہ عنہ کو امیر مقرر کیا تھا، پس ابوعبیدہؓ بحرین سے مال لے کر آئے، انصار نے ابوعبیدہؓ کے آنے کے بارے میں سنا، پس انھوں نے اچانک صبح کی نماز نبی ﷺ کے ساتھ پڑھی، جب آپؐ فجر کی نماز کے بعد لوٹے تو وہ آپؐ کے سامنے آئے، نبی ﷺ نے جب ان کو دیکھا تو مسکرائے اور فرمایا: میں سمجھتا ہوں: تم نے سنا ہے کہ

ابوعبیدہؓ کچھ لے کر آئے ہیں؟ انصار نے کہا: ہاں یا رسول اللہ! آپؐ نے فرمایا: پس خوش خبری سن لو، یعنی وہ لائے ہیں اور امید باندھو اس کی جو تم کو خوش کرے، یعنی وہ مال میں تم کو دوں گا، پس بخدا! میں تم پر محتاجگی سے نہیں ڈرتا بلکہ میں تم پر اس بات سے ڈرتا ہوں کہ پھیلائی جائے تم پر دنیا جس طرح پھیلائی گئی ان لوگوں پر جو تم سے پہلے ہوئے ہیں، پس اس میں منافست (ایک دوسرے سے بڑھنے کی کوشش) کرنے لگو جیسا پہلوں نے منافست کی، اور وہ تم کو تباہ کردے جیسا پہلوں کو تباہ کردیا۔

لغت: وَافَتْ: اچانک آئے۔ وَافٰی فلانًا: اچانک کسی کے پاس آنا، انصار اپنی مسجدوں میں نماز پڑھتے تھے، ہر دن مسجد نبوی میں نہیں آتے تھے۔

[۳۱۵۹-] حدثنا الْفَضْلُ بْنُ يَعْقُوْبَ، ثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ جَعْفَرٍ الرَّقِّيُّ، ثَنَا الْمُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ، ثَنَا سَعِيْدُ بْنُ عُبَيْدِ اللّٰهِ الثَّقَفِيُّ، ثنا بَكْرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْمُزَنِيُّ، وَزِيَادُ بْنُ جُبَيْرٍ، عَنْ جُبَيْرِ بْنِ حَيَّةَ، قَالَ: بَعَثَ عُمَرُ النَّاسَ فِي أَفْنَاءِ الأَمْصَارِ يُقَاتِلُوْنَ الْمُشْرِكِيْنَ، فَأَسْلَمَ الْهُرْمُزَانُ، فَقَالَ: إِنِّيْ مُسْتَشِيْرُكَ فِي مَغَازِيَّ هٰذِهِ، قَالَ: نَعَمْ، مَثَلُهَا وَمَثَلُ مَنْ فِيْهَا مِنَ النَّاسِ مِنْ عَدُوِّ الْمُسْلِمِيْنَ مَثَلُ طَائِرٍ لَهُ رَأْسٌ وَلَهُ جَنَاحَانِ وَلَهُ رِجْلَانِ، فَإِنْ كُسِرَ أَحَدُ الْجَنَاحَيْنِ نَهَضَتِ الرِّجْلَانِ بِجَنَاحٍ وَالرَّأْسُ، وَإِنْ كُسِرَ الْجَنَاحُ الآخَرُ نَهَضَتِ الرِّجْلَانِ وَالرَّأْسُ، وَإِنْ شُدِخَ الرَّأْسُ ذَهَبَتِ الرِّجْلَانِ وَالْجَنَاحَانِ وَالرَّأْسُ، فَالرَّأْسُ كِسْرَى، وَالْجَنَاحُ قَيْصَرُ، وَالْجَنَاحُ الآخَرُ فَارِسُ، فَمُرِ الْمُسْلِمِيْنَ فَلْيَنْفِرُوْا إِلٰى كِسْرَى.

وَقَالَ بَكْرٌ، وَزِيَادٌ جَمِيْعًا: عَنْ جُبَيْرِ بْنِ حَيَّةَ: فَنَدَبَنَا عُمَرُ، وَاسْتَعْمَلَ عَلَيْنَا النُّعْمَانَ بْنَ مُقَرِّنٍ، حَتَّى إِذَا كُنَّا بِأَرْضِ الْعَدُوِّ، خَرَجَ عَلَيْنَا عَامِلُ كِسْرَى فِي أَرْبَعِيْنَ أَلْفًا، فَقَامَ تُرْجُمَانٌ لَهُ فَقَالَ: لِيُكَلِّمْنِيْ رَجُلٌ مِنْكُمْ، فَقَالَ الْمُغِيْرَةُ: سَلْ عَمَّا شِئْتَ؟ قَالَ: مَا أَنْتُمْ؟ قَالَ: نَحْنُ نَاسٌ مِنَ الْعَرَبِ، كُنَّا فِيْ شَقَاءٍ شَدِيْدٍ وَبَلَاءٍ شَدِيْدٍ، نَمَصُّ الْجِلْدَ وَالنَّوَى مِنَ الْجُوْعِ، وَنَلْبَسُ الْوَبَرَ وَالشَّعْرَ، وَنَعْبُدُ الشَّجَرَ وَالْحَجَرَ، فَبَيْنَا نَحْنُ كَذٰلِكَ إِذْ بَعَثَ رَبُّ السَّمٰوَاتِ وَرَبُّ الأَرَضِيْنَ إِلَيْنَا نَبِيًّا مِنْ أَنْفُسِنَا، نَعْرِفُ أَبَاهُ وَأُمَّهُ، فَأَمَرَنَا نَبِيُّنَا رَسُوْلُ رَبِّنَا أَنْ نُقَاتِلَكُمْ حَتَّى تَعْبُدُوْا اللّٰهَ وَحْدَهُ، أَوْ تُؤَدُّوْا الْجِزْيَةَ، وَأَخْبَرَنَا نَبِيُّنَا صلى الله عليه وسلم عَنْ رِسَالَةِ رَبِّنَا أَنَّهُ مَنْ قُتِلَ مِنَّا صَارَ إِلَى الْجَنَّةِ، فِيْ نَعِيْمٍ لَمْ يُرَ مِثْلُهَا قَطُّ، وَمَنْ بَقِيَ مِنَّا مَلَكَ رِقَابَكُمْ.

[انظر: ۷۵۳۰]

[۳۱۶۰-] فَقَالَ النُّعْمَانُ: رُبَّمَا أَشْهَدَكَ اللّٰهُ مِثْلَهَا مَعَ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم، فَلَمْ يُنْدِمْكَ وَلَمْ يُخْزِكَ، وَلٰكِنِّيْ شَهِدْتُ الْقِتَالَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم كَثِيْرًا، كَانَ إِذَا لَمْ يُقَاتِلْ فِي أَوَّلِ النَّهَارِ انْتَظَرَ حَتَّى تَهُبَّ الأَرْوَاحُ وَتَحْضُرَ الصَّلَوَاتُ.

ترجمہ: جبیر بن حیہ کہتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو شہروں کے کناروں میں بھیجا (روم اور ایران دوسپر

پا ور تھے، دونوں سے ایک ساتھ جنگ شروع ہوئی تھی، حضرت عمرؓ نے لشکروں کو ہر طرف بھیج دیا اور دونوں طاقتوں سے ایک ساتھ جنگ شروع ہوگئی) لڑتے تھے وہ مشرکین سے پس ہرمزان مسلمان ہوا (بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ حقیقت میں مسلمان نہیں ہوا تھا اور حضرت عمرؓ کی شہادت کی سازش میں وہ بھی شریک تھا) حضرت عمرؓ نے فرمایا: میں آپ سے مشورہ لینے والا ہوں میری ان جنگوں میں، یعنی جنگ میں مجھے زیادہ دباؤ کدھر ڈالنا چاہئے؟ اس نے کہا: ہاں، میں مشورہ دیتا ہوں، ان ممالک کا حال اور ان لوگوں کا حال جو ان ممالک میں ہیں، مسلمانوں کے دشمنوں میں سے، اس پرندہ کے حال جیسا ہے جس کا سر، دو پر اور دو پیر ہوں، پس اگر دو پروں میں سے ایک پر توڑ دیا جائے تو وہ دو پیروں، ایک پر اور سر سے کھڑا ہوگا اور اگر دوسرا پَر توڑ دیا جائے تو دو پیروں اور سر سے کھڑا ہوگا، اور اگر سر کچل دیا جائے تو دو پیر دو پَر اور سر ختم ہوجائیں گے، پس سر کسری ہے اور ایک پَر قیصر ہے اور دوسرا پَر فارس ہے (اس زمانہ میں ایران اور فارس الگ الگ تھے، اور فارس پر ایران ہی کی طرف سے گورنر مقرر تھا) پس آپ حکم دیں مسلمانوں کو کہ اٹھ کھڑے ہوں کسری کی طرف یعنی سر کچل دیں۔

جبیر بن حیہ کہتے ہیں: پس پکارا ہمیں عمرؓ نے اور امیر بنایا ہم پر نعمان بن مقرّنؓ کو، یہاں تک کہ جب ہم دشمن کی زمین میں پہنچے اور ہمارے مقابلہ کے لئے کسری کا عامل چالیس ہزار کا لشکر لے کر نکلا تو کسری کا ترجمان کھڑا ہوا اور اس نے کہا: چاہئے کہ گفتگو کرے مجھ سے اُن میں سے کوئی آدمی، پس حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: پوچھئے جو پوچھنا ہے؟ اس نے کہا: تم کون ہو؟ حضرت مغیرہؓ نے کہا: ہم عرب کے کچھ لوگ ہیں، ہم سخت تنگی میں اور سخت مصیبت میں تھے، بھوک کی وجہ سے چمڑا اور کھجور کی گٹھلی چوستے تھے، اور جانوروں کی کھال اور بال پہنتے تھے اور درخت اور پتھر کو پوجتے تھے، پس دریں اثناء کہ ہم اس حال میں تھے: اچانک آسمان اور زمین کے پروردگار نے ہماری طرف ہمارے اندر ہی سے ایک نبی کو مبعوث فرمایا، جس کے باپ اور ماں کو ہم جانتے تھے، پس ہمارے پروردگار کے رسول ہمارے نبی نے ہمیں حکم دیا کہ ہم تم سے لڑیں، یہاں تک کہ تم ایک اللہ کی عبادت کرو، یا جزیہ دو (یہاں باب ہے) اور ہمارے نبی نے ہمارے پروردگار کی طرف سے آنے والے پیغام سے ہمیں بتلایا کہ ہم میں سے جو مارا جائے گا وہ جنت میں جائے گا، ایسی نعمتوں میں جس کے مانند کبھی کوئی نعمت نہیں دیکھی گئی، اور جو ہم میں سے باقی رہے گا وہ تمہاری گردنوں کا مالک ہوگا۔

(یہ گفتگو کر کے حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ واپس آئے، وہ نہ مسلمان ہوئے نہ جزیہ دینے کے لئے تیار ہوئے، پس جنگ ناگزیر ہوگئی، اور وقت کافی گذر گیا تھا۔ حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ نے واپس آکر حضرت نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ سے کہا: اب جنگ شروع کی جائے، حضرت نعمانؓ ابھی جنگ شروع نہیں کرنا چاہتے تھے، زوال کے بعد ظہر پڑھ کر جنگ شروع کرنا چاہتے تھے، چنانچہ آپؓ نے اپنی بات حضرت مغیرہؓ سے بہت عمدہ پیرایہ میں منوائی) حضرت نعمانؓ نے فرمایا: کبھی اللہ نے آپ کو موقع دیا ہے ایسی جنگوں کا نبی ﷺ کے ساتھ، پس اللہ نے آپ کو شرمندہ نہیں کیا اور نہ آپ کو رسوا کیا (یہ حضرت مغیرہؓ کے کارناموں کی تعریف کی، پھر فرمایا:) مگر میں بھی نبی ﷺ کے ساتھ بہت سی جنگوں میں حاضر رہا ہوں آپؐ جب

دن کے شروع میں جنگ نہیں کرتے تھے تو انتظار کرتے تھے یہاں تک کہ ہوائیں چلتیں، اور نمازوں کا وقت آجاتا۔

بَابٌ: إِذَا وَادَعَ الإِمَامُ مَلِكَ الْقَرْيَةِ: هَلْ يَكُوْنُ ذٰلِكَ لِبَقِيَّتِهِمْ؟

جب امام گاؤں کے حاکم سے مصالحت کرے تو کیا وہ باقی لوگوں کے لئے بھی ہوگی؟

جواب: وہ مصالحت سب کے ساتھ سمجھی جائے گی، کیونکہ حاکم نے حاکم ہونے کی حیثیت سے مصالحت کی ہے۔

حدیث: حضرت ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ہم نے نبی ﷺ کے ساتھ تبوک کی جنگ لڑی، اور ایلہ کے حاکم نے نبی ﷺ کی خدمت میں سفید خچر پیش کیا اور نبی ﷺ نے اس کو چادر پہنائی، یعنی ہدیہ میں دی، اور ان کے لئے ان کے سمندر کا پٹہ لکھا۔

تشریح: سیرت ابن اسحاق میں ہے کہ ایلہ کا حاکم خود حاضر ہوا، آپؐ کے ساتھ مصالحت کی، اور جزیہ دینا منظور کیا، اور آپؐ نے اس کو ایک تحریر لکھ کر دی۔ حضرت امام بخاری رحمہ اللہ کے پیش نظر یہ روایت ہے مگر چونکہ وہ ان کی شرط کے مطابق نہیں، اس لئے اس کو نہیں لائے، یہ روایت حاشیہ میں ہے۔

[۲-] بَابٌ: إِذَا وَادَعَ الإِمَامُ مَلِكَ الْقَرْيَةِ: هَلْ يَكُوْنُ ذٰلِكَ لِبَقِيَّتِهِمْ؟

[۳۱۶۱-] حدثنا سَهْلُ بْنُ بَكَّارٍ، ثَنَا وُهَيْبٌ، عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيىَ، عَنْ عَبَّاسٍ السَّاعِدِيِّ، عَنْ أَبِيْ حُمَيْدٍ السَّاعِدِيِّ، قَالَ: غَزَوْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم تَبُوْكَ، وَأَهْدَى مَلِكُ أَيْلَةَ لِلنَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم بَغْلَةً بَيْضَاءَ، وَكَسَاهُ بُرْدًا، وَكَتَبَ لَهُمْ بِبَحْرِهِمْ. [راجع: ۱۴۸۱]

بَابُ الْوَصَاةِ بِأَهْلِ ذِمَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم

رسول اللہ ﷺ نے جن لوگوں کی ذمہ داری لی ہے ان کے بارے میں تاکید

الوَصَاة: اسم بمعنی الوصیة۔ اور ذمة کے معنی ہیں: عہد و پیمان۔ سورۃ التوبہ آیت ۱۰ میں ہے: ﴿لاَ يَرْقُبُوْنَ فِيْ مُؤْمِنٍ إِلًّا وَلاَ ذِمَّةً﴾: وہ لوگ کسی مسلمان کے بارے میں نہ قرابت کا پاس کرتے ہیں اور نہ قول وقرار کا۔ الإِلُّ: قرابت، رشتہ داری، الذمة: العهد: قول وقرار۔ پہلے بتایا ہے کہ حکومت نے جن غیر مسلموں کے ساتھ عہد و پیمان کیا ہے اور ان کو اپنے ملک کی شہریت دی ہے وہ ذمی کہلاتے ہیں، ذمی کے معنی ہیں: جن کی جان، مال اور آبرو کی اللہ اور اس کے رسول نے ذمہ داری لی ہے، نبی ﷺ نے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بوقت وفات تاکید کی ہے کہ ان کے ساتھ جو عہد و پیمان کیا گیا ہے اس کا پورا پورا لحاظ رکھا جائے۔

حدیث: جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خنجر مارا گیا تو لوگوں نے کہا: اے امیر المؤمنین! ہمیں وصیت کیجئے، آپؓ نے فرمایا: میں تمہیں اللہ تعالیٰ کی ذمہ داری پوری کرنے کی تاکید کرتا ہوں، یعنی غیر مسلم شہریوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا، اس لئے کہ وہ تمہارے نبی کی ذمہ داری ہے اور تمہارے بال بچوں کی روزی ہے۔

تشریح: ذمیوں سے جو جزیہ حاصل ہوتا ہے وہ بیت المال کی آمدنی ہے جو مسلمانوں پر تقسیم ہوتی ہے اور مسلمانوں کے بال بچوں کو روزی روٹی ملتی ہے، اگر ان کے ساتھ اچھا برتاؤ نہیں کیا جائے گا تو دو نقصان ہونگے، اول: اللہ کی اور اللہ کے نبی کی ذمہ داری میں خلل پڑے گا۔ دوم: اس زمانہ میں ملکوں کی سرحدیں اور پابندیاں نہیں تھیں، اس لئے غیر مسلم شہری دوسرے ملکوں میں چلے جائیں گے اور بیت المال کی آمدنی بند ہوجائے گی، تمہارے بچوں کی روزی کا یہ مطلب ہے۔

[۳-] بَابُ الْوَصَاةِ بِأَهْلِ ذِمَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم

وَالذِّمَّةُ: الْعَهْدُ، وَالإِلُّ: الْقَرَابَةُ.

[۳۱۶۲-] حدثنا آدَمُ بْنُ أَبِیْ إِيَاسٍ، ثنا شُعْبَةُ، ثَنَا أَبُوْ جَمْرَةَ، قَالَ: سَمِعْتُ جُوَيْرِيَةَ بْنَ قُدَامَةَ التَّمِيْمِیَّ، قَالَ: سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ، قُلْنَا: أَوْصِنَا يَا أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ! قَالَ: أُوْصِيْكُمْ بِذِمَّةِ اللّٰهِ، فَإِنَّهُ ذِمَّةُ نَبِيِّكُمْ، وَرِزْقُ عِيَالِكُمْ. [راجع: ۱۳۹۲]

بَابُ مَا أَقْطَعَ النَّبِیُّ صلى الله عليه وسلم مِنَ الْبَحْرَيْنِ، وَمَا وَعَدَ مِنْ مَالِ الْبَحْرَيْنِ وَالْجِزْيَةِ، وَلِمَنْ يُقْسَمُ الْفَیْءُ وَالْجِزْيَةُ؟

(۱) نبی ﷺ نے بحرین میں جو جاگیریں دیں (۲) اور بحرین کے مال سے اور جزیہ سے جو دینے کا وعدہ کیا (۳) اور فئے اور جزیہ کس کو دیا جائے؟

باب میں تین احکام ہیں اور تین حدیثیں ہیں، جو بالترتیب دلیلیں ہیں، اور تینوں حدیثیں گذر چکی ہیں۔

پہلی حدیث میں ہے کہ نبی ﷺ نے انصار کو بلایا تاکہ انہیں بحرین میں جاگیر دیں، انصار نے عرض کیا: نہیں، بخدا! یہاں تک کہ آپؐ ہمارے قریشی بھائیوں کو بھی ایسی ہی جاگیر دیں، نبی ﷺ نے فرمایا: **ذٰلِكَ لَهُمْ مَاشَاءَ اللّٰهُ**: مہاجرین کو وہ جاگیر دی جاچکی ہے جو اللہ نے چاہی، یعنی میں ان کو بنونضیر کے علاقہ میں سے زمین دے چکا ہوں، جتنی ان کے نصیب میں تھی، اس لئے میں ان کو بحرین میں سے نہیں دینا چاہتا، اس کے بعد ہے: **على ذلك يقولون له**: بین السطور میں لکھا ہے کہ **على ذٰلك**: **يقولون** سے متعلق ہے، یعنی انصار اب بھی یہی بات کہتے رہے کہ آپ مہاجرین کو دیں تو ہم لیں۔

تشریح: شارحین لکھتے ہیں: مہاجرین کو چھوڑ کر انصار جاگیر لینے کے لئے تیار نہیں ہوئے، مگر چونکہ آپؐ نے ارادہ کیا تھا اس لئے بالقوۃ کو بالفعل کی جگہ اتارتے ہوئے امام بخاری رحمہ اللہ نے باب کے پہلے جزء پر استدلال کیا ہے۔

اور دوسری حدیث میں ہے: نبی ﷺ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے وعدہ کیا تھا کہ بحرین کا جزیہ آئے گا تو میں تم کو اتنا اتنا دوں گا، یہ باب کے دوسرے جزء کی دلیل ہے۔

اور تیسری حدیث میں ہے کہ جب بحرین کا مال آیا تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: یارسول اللہ! مجھے دیجئے، میں نے دو فدیے دیئے ہیں، آپؐ نے فرمایا: لے لو، انھوں نے بہ مشکل اٹھا سکیں اتنا لیا۔ اس روایت سے معلوم ہوا کہ مالِ فئے اور جزیہ کی رقم امیر کی صوابدید پر ہے، وہ جس کو چاہے دے سکتا ہے۔ یہ حدیث باب کے تیسرے جزء کی دلیل ہے۔

[٤-] بَابُ مَا أَقْطَعَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم مِنَ الْبَحْرَيْنِ، وَمَا وَعَدَ مِنْ مَالِ الْبَحْرَيْنِ وَالْجِزْيَةِ، وَلِمَنْ يُقْسَمُ الْفَيْءُ وَالْجِزْيَةُ؟

[٣١٦٣-] حدثنا أَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ، ثَنَا زُهَيْرٌ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ، قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسًا، قَالَ: دَعَا النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم الْأَنْصَارَ لِيَكْتُبَ لَهُمْ بِالْبَحْرَيْنِ، فَقَالُوْا: لاَ، وَاللّٰهِ! حَتَّى تَكْتُبَ لِإِخْوَانِنَا مِنْ قُرَيْشٍ بِمِثْلِهَا، فَقَالَ:" ذَاكَ لَهُمْ مَاشَاءَ اللّٰهُ" عَلٰى ذٰلِكَ يَقُوْلُوْنَ لَهُ، قَالَ:" فَإِنَّكُمْ سَتَرَوْنَ بَعْدِىْ أَثْرَةً فَاصْبِرُوْا حَتَّى تَلْقَوْنِىْ عَلَى الْحَوْضِ"[راجع: ٢٣٧٦]

[٣١٦٤-] حدثنا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، ثَنَا إِسْمَاعِيْلُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ، أَخْبَرَنِىْ رَوْحُ بْنُ الْقَاسِمِ، عَنْ مُحَمَّدِ ابْنِ الْمُنْكَدِرِ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ لِيْ:" لَوْ قَدْ جَاءَ نَا مَالُ الْبَحْرَيْنِ قَدْ أَعْطَيْتُكَ هٰكَذَا وَهٰكَذَا وَهٰكَذَا" فَلَمَّا قُبِضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، وَجَاءَ مَالُ الْبَحْرَيْنِ، قَالَ أَبُوْ بَكْرٍ: مَنْ كَانَتْ لَهُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم عِدَةٌ فَلْيَأْتِنِىْ، فَأَتَيْتُهُ، فَقُلْتُ: إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم قَدْ كَانَ قَالَ لِيْ:" لَوْ قَدْ جَاءَ نَا مَالُ الْبَحْرَيْنِ لَأَعْطَيْتُكَ هٰكَذَا وَهٰكَذَا وَهٰكَذَا" فَقَالَ لِيْ: احْثُهْ، فَحَثَوْتُ حَثْوَةً فَقَالَ لِي: عُدَّهَا، فَعَدَدْتُهَا فَإِذَا هِىَ خَمْسُ مِائَةٍ فَأَعْطَانِىْ أَلْفًا وَخَمْسَ مِائَةٍ.[راجع: ٢٢٩٦]

[٣١٦٥-] وَقَالَ إِبْرَاهِيْمُ بْنُ طَهْمَانَ: عَنْ عَبْدِ الْعَزِيْزِ بْنِ صُهَيْبٍ، عَنْ أَنَسٍ، أُتِىَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم بِمَالٍ مِنَ الْبَحْرَيْنِ فَقَالَ:" انْثُرُوْهُ فِىْ الْمَسْجِدِ" وَكَانَ أَكْثَرَ مَالٍ أُتِىَ بِهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، إِذْ جَاءَ هُ الْعَبَّاسُ، فَقَالَ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! أَعْطِنِىْ إِنِّىْ فَادَيْتُ نَفْسِىْ وَفَادَيْتُ عَقِيْلاً، فَقَالَ:" خُذْ" فَحَثَا فِى ثَوْبِهِ، ثُمَّ ذَهَبَ يُقِلُّهُ فَلَمْ يَسْتَطِعْ، فَقَالَ: اُؤْمُرْ بَعْضَهُمْ يَرْفَعْهُ إِلَيَّ، قَالَ:" لاَ" قَالَ: فَارْفَعْهُ أَنْتَ

عَلَيَّ، قَالَ: "لَا" فَنثَرَ مِنهُ ثُمَّ ذَهَبَ يُقِلُّهُ فَلَمْ يَسْتَطِعْ فَقَالَ: اُمُرْ بَعْضَهُمْ يَرْفَعْهُ عَلَيَّ، قَالَ: "لَا" قَالَ: فَارْفَعْهُ أَنْتَ عَلَيَّ، قَالَ: "لَا" فَنثَرَ مِنهُ ثُمَّ احْتَمَلَهُ عَلٰى كَاهِلِهِ، ثُمَّ انْطَلَقَ فَمَا زَالَ يُتْبِعُهُ بَصَرَهُ حَتَّى خَفِيَ عَلَيْنَا، عَجَبًا مِنْ حِرْصِهِ، فَمَا قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم وَثَمَّ مِنْهَا دِرْهَمٌ.[راجع: ٤٢١]

بَابُ إِثْمِ مَنْ قَتَلَ مُعَاهِدًا بِغَيْرِ جُرْمٍ

بے گناہ ذمی کو قتل کرنے کا گناہ

معاہد سے ذمی مراد ہے۔اور جرم کے بغیر یعنی کسی ایسے گناہ کے بغیر جس کی وجہ سے قتل کرنا جائز ہو، ذمی کو بلاوجہ قتل کرنا کبیرہ گناہ ہےاور قصاص واجب ہے یا نہیں؟ اس میں اختلاف ہے۔

حدیث: نبی ﷺ نے فرمایا: جس نے کسی عہد و پیمان باندھنے والے کو قتل کیا تو وہ جنت کی خوشبو نہیں سونگھے گا، اور جنت کی خوشبو چالیس سال کی مسافت سے محسوس کی جاتی ہے (اور ایک روایت میں ستر سال ہےاور دوسری روایت میں پانچ سو سال ہے، یہ اختلاف قتل کی نوعیت کے اختلاف سے ہے)

[٥-] بَابُ إِثْمِ مَنْ قَتَلَ مُعَاهِدًا بِغَيْرِ جُرْمٍ

[٣١٦٦-] حدثنا قَيسُ بْنُ حَفْصٍ، ثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ، ثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَمْرٍو، ثَنَا مُجَاهِدٌ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عَمْرٍو، عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم، قَالَ: "مَنْ قَتَلَ مُعَاهِدًا لَمْ يَرِحْ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ، وَإِنَّ رِيْحَهَا يُوْجَدُ مِنْ مَسِيْرَةِ أَرْبَعِيْنَ عَامًا"[انظر: ٦٩١٤]

بَابُ إِخْرَاجِ الْيَهُوْدِ مِنْ جَزِيْرَةِ الْعَرَبِ

یہود کو جزیرۃ العرب سے نکالنا

جزیرۃ العرب میں یہود و نصاری اور مشرکین و مجوس وغیرہ کو نہیں رکھا جائے گا، حضرت شاہ ولی اللہ صاحب قدس سرہ فرماتے ہیں: غیر مسلموں سے جزیرۃ العرب کا تخلیہ تین وجوہ سے ضروری ہے:

پہلی وجہ: آنحضرت ﷺ یہ بات جانتے تھے کہ زمانہ ہمیشہ ایک حالت پر نہیں رہتا، کبھی اسلام کمزور بھی پڑ سکتا ہے اور اس کی جمعیت پراگندہ بھی ہوسکتی ہے، ایسے وقت میں اگر اسلام کے مرکز اور جڑ میں غیر مسلم ہونگے تو حرمات دین کی پردہ دری ہوگی، اور اس کی سخت بے حرمتی ہوگی، اس لئے آپؐ نے دار العلم (مدینہ منورہ) کے ارد گرد سے اور بیت اللہ کے مقام (مکہ مکرمہ) سے غیر مسلموں کو نکال باہر کرنے کا حکم دیا۔

دوسری وجہ: غیر مسلموں کے ساتھ اختلاط لوگوں کے دین کے فساد کا سبب ہے، اور وہ لوگوں کے مزاجوں میں تبدیلی کردیتا ہے، پس اگر مسلمانوں کے لئے دیگر ممالک میں اختلاط ناگزیر ہے تو کم از کم حرمین شریفین کو ان سے پاک رکھنا ضروری ہے۔

تیسری وجہ: نبی ﷺ پر وہ بات منکشف ہوئی جو آخر زمانہ میں پیش آنے والی ہے، چنانچہ آپ نے ارشاد فرمایا: بیشک ایمان مدینہ کی طرف سکڑ جائے گا جس طرح سانپ اپنے بل کی طرف سکڑ جاتا ہے (متفق علیہ، مشکوٰۃ حدیث ۱۶۰ باب الاعتصام) یعنی خالص دین مدینہ منورہ ہی میں باقی رہے گا، اور یہ بات اسی وقت ممکن ہے جب وہاں دیگر مذاہب کا کوئی شخص موجود نہ ہو (رحمۃ اللہ الواسعہ ۵: ۴۲۸)

فائدہ (۱): آنحضور ﷺ نے اپنی حیات طیبہ میں غیر مسلموں کو جزیرۃ العرب سے باہر نہیں نکالا تھا، اس لئے کہ اس وقت تک اسلامی حکومت جزیرۃ العرب سے باہر قائم نہیں ہوئی تھی، اور حکومت کسی ملکی یا مذہبی مصلحت سے غیر مسلموں کو ایک علاقہ سے دوسرے علاقہ میں منتقل کرسکتی ہے، مگر مملکت سے باہر نہیں نکال سکتی، یہ ظلم ہے۔ اس لئے آپ نے غیر مسلموں کو حدود مملکت سے باہر نہیں نکالا، ان کو وقتی طور پر جزیرۃ العرب میں باقی رکھا، مگر آخر حیات میں فرمایا: اگر میں زندہ رہا تو ان شاء اللہ یہود ونصاریٰ کو جزیرۃ العرب سے باہر کردوں گا (ابوداؤد ۲: ۴۲۹ کتاب الخراج) اور آپ نے اپنے بعد ہونے والے خلیفہ کو وصیت کی کہ مشرکین کو جزیرۃ العرب سے باہر کیا جائے (ابوداؤد ۲: ۴۲۹) پھر جب دورِ فاروقی میں اسلامی حکومت پھیل گئی، روم وایران اور عراق ومصر اور شام اس کے زیر نگیں آئے تو آپؓ نے اس وصیت پر عمل کیا اور تمام غیر مسلموں کو جزیرۃ العرب سے باہر کیا۔

نوٹ: اس مسئلہ کی مزید تفصیل تحفۃ الالمعی (۲: ۵۴۴) میں ہے اور باب میں جو معلق روایت ہے وہ پہلے (حدیث ۲۳۳۸) گذری ہے، یہود کو خیبر میں برقرار رکھا تو ان سے کہا تھا: جب تک اللہ تعالیٰ چاہیں گے ہم تم کو یہاں برقرار رکھیں گے۔

حدیث (۱): حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ہم مسجد نبوی میں تھے کہ آپ گھر سے باہر نکلے، اور فرمایا: یہود کے پاس چلو، ہم چلے، یہاں تک کہ ہم ان کے بیت المدراس میں پہنچے، پس آپ نے فرمایا: مسلمان ہوجاؤ محفوظ رہوگے، اور جان لو کہ زمین اللہ کی اور اللہ کے رسول کی ہے اور میں تمہیں اس سرزمین سے جلاوطن کرنے کا ارادہ کرتا ہوں، پس جو شخص اپنے مال کے عوض کوئی چیز پائے وہ اس کو بیچ دے ورنہ جان لو کہ زمین اللہ کی اور اللہ کے رسول کی ہے (یہود پہلی مرتبہ مدینہ سے خیبر کی طرف جلاوطن کئے گئے پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں جزیرۃ العرب سے باہر نکالے گئے)

حدیث (۲): پہلے گذری ہے۔ مرض وفات میں نبی ﷺ جو تحریر لکھوانا چاہتے تھے اس کا تو موقع نہیں ملا، مگر آپ نے زبانی تین باتیں فرمائیں: أخرجوا المشركين من جزيرة العرب: غیر مسلموں کو جزیرۃ العرب سے باہر کرنا اور وفد کو اس طرح انعام دینا جس طرح میں ان کو انعام دیا کرتا تھا، اور تیسری بات یا تو آپ نے فرمائی نہیں، یا سلیمان احول بھول گئے۔

[٦-] بَابُ إِخْرَاجِ الْيَهُوْدِ مِنْ جَزِيْرَةِ الْعَرَبِ

وَقَالَ عُمَرُ عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم: "أُقِرُّكُمْ مَا أَقَرَّكُمُ اللّٰهُ بِهِ"

[٣١٦٧-] حدثنا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ، ثَنَا اللَّيْثُ، ثنا سَعِيْدٌ الْمَقْبُرِيُّ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ، قَالَ: بَيْنَمَا نَحْنُ فِي الْمَسْجِدِ، خَرَجَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم فَقَالَ: "انْطَلِقُوْا إِلٰى يَهُوْدَ" فَخَرَجْنَا حَتَّى إِذَا جِئْنَا بَيْتَ الْمِدْرَاسِ، فَقَالَ: "أَسْلِمُوْا تَسْلَمُوْا، وَاعْلَمُوْا أَنَّ الْأَرْضَ لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهِ، وَإِنِّي أُرِيْدُ أَنْ أُجْلِيَكُمْ مِنْ هٰذِهِ الْأَرْضِ، فَمَنْ يَجِدْ مِنْكُمْ بِمَالِهِ شَيْئًا فَلْيَبِعْهُ، وَإِلَّا فَاعْلَمُوْا أَنَّ الْأَرْضَ لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهِ"

[انظر: ٦٩٤٤، ٧٣٤٨]

[٣١٦٨-] حدثنا مُحَمَّدٌ، ثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ أَبِيْ مُسْلِمٍ الْأَحْوَلِ، أَنَّهُ سَمِعَ سَعِيْدَ بْنَ جُبَيْرٍ، سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ يَقُوْلُ: يَوْمُ الْخَمِيْسِ! وَمَا يَوْمُ الْخَمِيْسِ؟ ثُمَّ بَكَى حَتَّى بَلَّ دَمْعُهُ الْحَصَى، قُلْتُ: يَا ابْنَ عَبَّاسٍ! وَمَا يَوْمُ الْخَمِيْسِ؟ قَالَ اشْتَدَّ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم وَجَعُهُ، فَقَالَ: "ائْتُوْنِيْ بِكَتِفٍ أَكْتُبْ لَكُمْ كِتَابًا لَا تَضِلُّوْا بَعْدَهُ أَبَدًا، فَتَنَازَعُوْا وَلَا يَنْبَغِيْ عِنْدَ نَبِيٍّ تَنَازُعٌ، فَقَالُوْا: مَالَهُ أَهَجَرَ؟ اسْتَفْهِمُوْهُ، فَقَالَ: "ذَرُوْنِيْ، الَّذِيْ أَنَا فِيْهِ خَيْرٌ مِمَّا تَدْعُوْنِّيْ إِلَيْهِ" فَأَمَرَهُمْ بِثَلَاثٍ، فَقَالَ: "أَخْرِجُوْا الْمُشْرِكِيْنَ مِنْ جَزِيْرَةِ الْعَرَبِ، وَأَجِيْزُوْا الْوَفْدَ بِنَحْوِ مَا كُنْتُ أُجِيْزُهُمْ" وَالثَّالِثَةُ إِمَّا أَنْ سَكَتَ عَنْهَا، وَإِمَّا أَنْ قَالَهَا فَنَسِيْتُهَا، قَالَ سُفْيَانُ: هٰذَا مِنْ قَوْلِ سُلَيْمَانَ. [راجع: ١١٤]

بَابٌ: إِذَا غَدَرَ الْمُشْرِكُوْنَ بِالْمُسْلِمِيْنَ: هَلْ يُعْفٰى عَنْهُمْ؟

مشرکین مسلمانوں سے عہد شکنی کریں تو ان کو معاف کیا جاسکتا ہے؟

اگر ذمی معاہدہ کی خلاف ورزی کریں تو ان کو سزا دینی ضروری ہے یا معاف بھی کیا جاسکتا ہے؟ یہ مسئلہ منصوص نہیں، اس لئے حضرت رحمہ اللہ نے ہل چلایا ہے، خیبر میں ایک یہودی عورت نے نبی ﷺ کی دعوت کی تھی، اور بکری میں زہر ملا کر پیش کی تھی، نبی ﷺ نے اس کو معاف کردیا، مگر کہتے ہیں کہ بعد میں جب اس کی وجہ سے ایک صحابی کا انتقال ہوا تو قصاص میں اس عورت کو قتل کیا گیا۔

[٧-] بَابٌ: إِذَا غَدَرَ الْمُشْرِكُوْنَ بِالْمُسْلِمِيْنَ: هَلْ يُعْفٰى عَنْهُمْ؟

[٣١٦٩-] حدثنا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ، ثَنَا اللَّيْثُ، ثَنِيْ سَعِيْدٌ الْمَقْبُرِيُّ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ، قَالَ: لَمَّا فُتِحَتْ خَيْبَرُ أُهْدِيَتْ لِلنَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم شَاةٌ فِيْهَا سُمٌّ، فَقَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم: "أَجْمِعُوْا

لِیْ مَنْ کَانَ هَاهُنَا مِنْ یَهُوْدَ" فَجُمِعُوْا لَهُ، فَقَالَ:" إِنِّی سَائِلُکُمْ عَنْ شَیْءٍ، فَهَلْ أَنْتُمْ صَادِقِیَّ عَنْهُ؟" فَقَالُوْا: نَعَمْ، فَقَالَ لَهُمُ النَّبِیُّ صلی الله علیه وسلم:" مَنْ أَبُوْکُمْ؟" قَالُوْا: فُلَانٌ، فَقَالَ:"کَذَبْتُمْ، بَلْ أَبُوْکُمْ فُلَانٌ" قَالُوْا: صَدَقْتَ، قَالَ:" فَهَلْ أَنْتُمْ صَادِقِیَّ عَنْ شَیْءٍ إِنْ سَأَلْتُ عَنْهُ؟" فَقَالُوْا: نَعَمْ یَا أَبَا الْقَاسِمِ، وَإِنْ کَذَبْنَا عَرَفْتَ کَذِبَنَا کَمَا عَرَفْتَهُ فِی أَبِیْنَا، فَقَالَ لَهُمْ:" مَنْ أَهْلُ النَّارِ؟" قَالُوْا: نَکُوْنُ فِیْهَا یَسِیْرًا، ثُمَّ تَخْلُفُوْنَّا فِیْهَا، فَقَالَ النَّبِیُّ صلی الله علیه وسلم:" اخْسَؤُا فِیْهَا، وَاللّٰهِ لَا نَخْلُفُکُمْ فِیْهَا أَبَدًا" ثُمَّ قَالَ:" فَهَلْ أَنْتُمْ صَادِقِیَّ عَنْ شَیْءٍ إِنْ سَأَلْتُکُمْ عَنْهُ؟" فَقَالُوْا: نَعَمْ یَا أَبَا الْقَاسِمِ، قَالَ:" هَلْ جَعَلْتُمْ فِیْ هٰذِهِ الشَّاةِ سُمًّا؟" فَقَالُوْا: نَعَمْ، قَالَ:" مَا حَمَلَکُمْ عَلٰی ذٰلِكَ؟" قَالُوْا: أَرَدْنَا إِنْ کُنْتَ کَاذِبًا نَسْتَرِیْحُ مِنْكَ، وَإِنْ کُنْتَ نَبِیًّا لَمْ یَضُرَّكَ. [انظر: ۴۲۴۹، ۵۷۷۷]

ترجمہ: جب خیبر فتح کیا گیا تو نبی ﷺ کی خدمت میں ایک بکری بطور ہدیہ پیش کی گئی، جس میں زہر ملایا تھا، پس نبی ﷺ نے حکم دیا کہ جمع کرو میرے لئے اُن یہودیوں کو جو یہاں ہیں، چنانچہ وہ جمع کئے گئے پس آپؐ نے پوچھا: میں تم سے ایک بات پوچھتا ہوں کیا تم مجھے اس کے بارے میں سچ بتاؤ گے؟ انھوں نے کہا: ہاں، آپؐ نے پوچھا: تمہارا باپ کون ہے؟ انھوں نے کہا: فلاں، آپؐ نے فرمایا: جھوٹ! تمہارا باپ فلاں ہے، انھوں نے کہا: آپؐ نے صحیح فرمایا، پھر آپؐ نے پوچھا: کیا تم مجھے اس چیز کے بارے میں سچ بتاؤ گے جس کے بارے میں میں تم سے پوچھوں؟ انھوں نے کہا: ہاں اے ابو القاسم! اور اگر ہم جھوٹ بولیں گے تو آپؐ ہمارا جھوٹ پہچان لیں گے، جیسا کہ آپؐ نے اس کو پہچان لیا ہمارے باپ کے بارے میں، آپؐ نے ان سے پوچھا: دوزخ میں کون رہے گا؟ انھوں نے کہا: تھوڑی مدت دوزخ میں ہم رہیں گے، پھر دوزخ میں آپ لوگ ہمارے قائم مقام بن جائیں گے، آپؐ نے فرمایا: دھتکارے پڑے رہو تم دوزخ میں، بخدا! کبھی بھی دوزخ میں ہم تمہارے قائم مقام نہیں بنیں گے، پھر آپؐ نے پوچھا: کیا تم مجھے سچ بتاؤ گے جس چیز کے بارے میں میں تم سے پوچھوں؟ انھوں نے کہا: ہاں اے ابو القاسم! آپؐ نے پوچھا: کیا تم نے اس بکری میں زہر ملایا ہے؟ انھوں نے کہا: ہاں، آپ نے پوچھا: کس چیز نے ابھارا تم کو ایسا کرنے پر؟ انھوں نے جواب دیا: ہم نے چاہا کہ اگر آپ جھوٹے ہیں تو ہم آپؐ سے آرام پالیں گے اور اگر آپؐ نبی ہیں تو وہ آپؐ کو کوئی ضرر نہیں پہنچائے گا۔

بَابُ دُعَاءِ الإِمَامِ عَلٰی مَنْ نَکَثَ عَهْدًا

عہد شکنی کرنے والوں کے لئے امام کا بددعا کرنا

یہ ذیلی باب ہے، اگر کسی وجہ سے عہد شکنی کرنے والوں کو سزا نہ دی جاسکے تو امام ان کے لئے بددعا کرسکتا ہے۔ بیر معونہ کے واقعہ میں جن لوگوں نے ستر قراء کو شہید کیا تھا: ایک مہینہ تک نبی ﷺ نے فجر کی نماز میں ان کے لئے بددعا کی تھی، اور

رکوع کے بعد قنوت نازلہ پڑھا تھا۔

[۸-] بَابُ دُعَاءِ الإِمَامِ عَلٰى مَنْ نَكَثَ عَهْدًا

[۳۱۷۰-] حدثنا أَبُوْ النُّعْمَانِ، ثَنَا ثَابِتُ بْنُ يَزِيْدَ، ثَنَا عَاصِمٌ، قَالَ: سَأَلْتُ أَنَسًا عَنِ الْقُنُوْتِ، قَالَ: قَبْلَ الرُّكُوْعِ، فَقُلْتُ: إِنَّ فُلاَنًا يَزْعُمُ أَنَّكَ قُلْتَ: بَعْدَ الرُّكُوْعِ، فَقَالَ: كَذَبَ! ثُمَّ حَدَّثَ عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم أَنَّـهُ قَنَتَ شَهْرًا بَعْدَ الرُّكُوْعِ يَدْعُوْ عَلٰى أَحْيَاءٍ مِنْ بَنِىْ سُلَيْمٍ، قَالَ: بَعَثَ أَرْبَعِيْنَ أَوْ سَبْعِيْنَ - يَشُكُّ فِيْهِ - مِنَ الْقُرَّاءِ إِلٰى أُنَاسٍ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ، فَعَرَضَ لَهُمْ هٰؤُلاَءِ، فَقَتَلُوْهُمْ، وَكَانَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم عَهْدٌ، فَمَا رَأَيْتُهُ وَجَدَ عَلٰى أَحَدٍ مَا وَجَدَ عَلَيْهِمْ.[راجع: ۱۰۰۱]

بَابُ أَمَانِ النِّسَاءِ وَجُوَارِهِنَّ

عورتوں کا پناہ دینا

اگر کوئی مسلمان عورت کسی کافر کو پناہ دے تو اس کا پناہ دینا معتبر ہے، اب اس کافر کو قتل کرنا جائز نہیں۔ حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا نے فتح مکہ کے موقع پر اپنی سسرال کے دو آدمیوں کو پناہ دی تھی، نبی ﷺ نے اس کو معتبر قرار دیا اور فرمایا: ''جن کو تم نے پناہ دی ہم نے ان کو پناہ دی''

تشریح: فتح مکہ کے موقع پر نبی ﷺ نے تمام مکہ والوں کو پناہ دیدی تھی، مگر بارہ آدمیوں کو مستثنیٰ کیا تھا، ان میں سے دو کو حضرت ام ہانی نے پناہ دی تھی، وہ ان کے سسرالی تھے، اتفاق سے حضرت علی رضی اللہ عنہ ان کے گھر پہنچ گئے، وہ دونوں وہاں چھپے ہوئے تھے، حضرت علیؓ نے ان کو قتل کرنا چاہا، ام ہانیؓ نے کہا: میں نے ان کو پناہ دی ہے، حضرت علیؓ نے کہا: عورت کو پناہ دینے کا کیا حق ہے؟ وہ جھٹ سے خدمتِ نبوی میں حاضر ہوئیں اور سارا واقعہ عرض کیا، آپؐ نے ان کے پناہ دینے کو معتبر قرار دیا، چنانچہ وہ قتل نہیں کئے گئے۔

[۹-] بَابُ أَمَانِ النِّسَاءِ وَجُوَارِهِنَّ

[۳۱۷۱-] حدثنا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ، أَنَا مَالِكٌ، عَنْ أَبِىْ النَّضْرِ مَوْلٰى عُمَرَ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ، أَنَّ أَبَا مُرَّةَ مَوْلٰى أُمِّ هَانِئٍ بِنْتِ أَبِىْ طَالِبٍ أَخْبَرَهُ، أَنَّـهُ سَمِعَ أُمَّ هَانِئٍ بِنْتَ أَبِىْ طَالِبٍ تَقُوْلُ: ذَهَبْتُ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم عَامَ الْفَتْحِ، فَوَجَدْتُهُ يَغْتَسِلُ، وَفَاطِمَةُ ابْنَتُهُ تَسْتُرُهُ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ، فَقَالَ: ''مَنْ هٰذِهِ؟'' فَقُلْتُ: أَنَا أُمُّ هَانِئٍ بِنْتُ أَبِىْ طَالِبٍ، فَقَالَ: ''مَرْحَبًا بِأُمِّ هَانِىءٍ'' فَلَمَّا فَرَغَ مِنْ غُسْلِهِ قَامَ فَصَلّٰى ثَمَانَ رَكْعَاتٍ مُلْتَحِفًا فِىْ ثَوْبٍ وَاحِدٍ، فَقُلْتُ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! زَعَمَ ابْنُ أُمِّىْ عَلِيٌّ أَنَّـهُ قَاتِلٌ رَجُلاً قَدْ

أَجَرْتُهُ فُلَانُ بْنُ هُبَيْرَةَ. فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم: "قَدْ أَجَرْنَا مَنْ أَجَرْتِ يَا أُمَّ هَانِئٍ" قَالَتْ أُمُّ هَانِئٍ: وَذٰلِكَ ضُحًى. [راجع: ۲۸۰]

بَابٌ: ذِمَّةُ الْمُسْلِمِيْنَ وَجِوَارُهُمْ وَاحِدَةٌ، يَسْعَى بِهَا أَدْنَاهُمْ

ایک مسلمان کا پناہ دینا سب کا پناہ دینا ہے، معمولی مسلمان بھی اس کو نباہنے کی کوشش کرے

یہ ذیلی باب ہے اور باب کے الفاظ حدیث کے الفاظ ہیں، جو مسند احمد میں مروی ہیں، اور ذِمَّة اور جُوَار مترادف ہیں، اور عطف تفسیری ہے، ایک مسلمان کا پناہ دینا گویا سب مسلمانوں کا پناہ دینا ہے، اب ہر فوجی کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس کو نباہنے کی کوشش کرے، اب اس کو قتل کرنا جائز نہیں، اور حدیث میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے صحیفہ کا ذکر ہے اس کے آخر میں یہ مضمون ہے: **فعلیه مثلُ ذلك:** اس پر اس کے مانند ہے یعنی اللہ کی، فرشتوں کی اور سب لوگوں کی لعنت ہے۔

[۱۰-] بَابٌ: ذِمَّةُ الْمُسْلِمِيْنَ وَجِوَارُهُمْ وَاحِدَةٌ، يَسْعَى بِهَا أَدْنَاهُمْ

[۳۱۷۲-] حدثنا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ، ثَنَا وَكِيْعٌ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ إِبْرَاهِيْمَ التَّيْمِيِّ، عَنْ أَبِيْهِ، قَالَ: خَطَبَنَا عَلِيٌّ، فَقَالَ: مَا عِنْدَنَا كِتَابٌ نَقْرَؤُهُ إِلَّا كِتَابَ اللّٰهِ تَعَالٰى وَمَا فِيْ هٰذِهِ الصَّحِيْفَةِ، فَقَالَ: فِيْهَا الْجِرَاحَاتُ، وَأَسْنَانُ الْإِبِلِ، وَالْمَدِيْنَةُ حَرَمٌ مَابَيْنَ عَيْرٍ إِلٰى كَذَا، فَمَنْ أَحْدَثَ فِيْهَا حَدَثًا أَوْ آوَى فِيْهَا مُحْدِثًا فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِيْنَ، لَا يَقْبَلُ اللّٰهُ مِنْهُ صَرْفًا وَلَا عَدْلًا. وَمَنْ تَوَلّٰى غَيْرَ مَوَالِيْهِ فَعَلَيْهِ مِثْلُ ذٰلِكَ، وَذِمَّةُ الْمُسْلِمِيْنَ وَاحِدَةٌ فَمَنْ أَخْفَرَ مُسْلِمًا فَعَلَيْهِ مِثْلُ ذٰلِكَ" [راجع: ۱۱۱]

وضاحت: الجراحات: زخموں میں قصاص کے احکام .... أسنان الإبل: اونٹوں کی عمریں یعنی دیت مغلظہ اور مخففہ کے اونٹوں کی عمریں یا زکات کے اونٹوں کی عمریں .... عَيْر: مدینہ میں ایک پہاڑ .... حَدَث: نئی بات یعنی قولی یا فعلی گمراہی۔

بَابٌ: إِذَا قَالُوْا: صَبَأْنَا، وَلَمْ يُحْسِنُوْا: أَسْلَمْنَا

کہا: ہم نے دین بدل لیا، اور وہ اچھی طرح نہ کہہ سکے کہ ہم نے اسلام قبول کیا

ایک جنگ میں ایسا ہوا کہ دشمن کی طرف جو لوگ تھے انھوں نے اپنا مسلمان ہونا ظاہر کرنے کے لئے صَبَأْنَا کہا، یعنی ہم نے اپنا دین بدل لیا، یعنی اب ہم مشرک نہیں ہیں، اور انھوں نے أسلمنا نہیں کہا، حضرت خالد رضی اللہ عنہ ان کی بات نہ سمجھ سکے، اور ان کے قتل کا حکم دیدیا، جب سریہ واپس آیا اور نبی ﷺ سے یہ بات ذکر کی گئی تو آپؐ نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے

اور کہا: ''اے اللہ! خالدؓ نے جو کچھ کیا اس سے میرا کوئی تعلق نہیں، میں اس سے راضی نہیں''

پھر آخر میں دو مسئلے ذکر کئے ہیں:

پہلا مسئلہ: اگر دشمن سے فارسی میں کہا: مترس: مت ڈر، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ امان ہوگیا، اب اس کو قتل کرنا جائز نہیں، اللہ تعالیٰ سبھی زبانوں کو جانتے ہیں پس کسی بھی زبان میں پناہ دی جاسکتی ہے۔

دوسرا مسئلہ: جب ہُرمزان حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس لایا گیا تو وہ خوف سے لرز رہا تھا، حضرت عمرؓ نے فرمایا: تَكَلَّمْ لَابَأْسَ: بات کر، گھبرا نہیں، بات کرنے کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس کے اسلام سے مطمئن نہیں ہوئے تو اس کو قتل کرنا چاہا، اس نے کہا: اب آپ مجھے قتل نہیں کرسکتے، آپ مجھے پناہ دے چکے ہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کی یہ بات مان لی اور اس کو قتل نہیں کیا۔ معلوم ہوا کہ تَكَلَّمْ لَابَأْسَ کہنے سے پناہ ہوجاتی ہے۔

[۱۱-] بَابٌ: إِذَا قَالُوْا: صَبَأْنَا، وَلَمْ يُحْسِنُوْا: أَسْلَمْنَا

[۱-] وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ: فَجَعَلَ خَالِدٌ يَقْتُلُ، فَقَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم: '' اللّٰهُمَّ إِنِّیْ أَبْرَأُ إِلَيْكَ مِمَّا صَنَعَ خَالِدٌ''

[۲-] وَقَالَ عُمَرُ: إِذَا قَالَ: مَتَرْسْ، فَقَدْ آمَنَهُ، إِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ الْأَلْسِنَةَ كُلَّهَا.

[۳-] وَقَالَ: تَكَلَّمْ لَا بَأْسَ.

بَابُ الْمُوَادَعَةِ وَالْمُصَالَحَةِ مَعَ الْمُشْرِكِيْنَ بِالْمَالِ وَغَيْرِهِ، وَإِثْمِ مَنْ لَمْ يَفِ بِالْعَهْدِ

(۱) مشرکین سے مال کے عوض یا بغیر مال کے مصالحت کرنا (۲) اور عہد و پیمان پورا نہ کرنے کا گناہ

جزیہ کے ابواب پورے ہوئے، اب مصالحت کے ابواب شروع ہورہے ہیں، اور یہ جنرل باب ہے، اس میں صرف مصالحت کا ذکر ہے، اور عہد شکنی کے گناہ کا ذکر اگلے ابواب میں آئے گا۔ اور المو ادعة اور المصالحة ہم معنی ہیں، عطف تفسیری ہے، اور مصالحة کے معنی ہیں: عارضی یا مستقل ناجنگ معاہدہ کرنا، یہ معاہدہ مال لے کر بھی ہوسکتا ہے اور بغیر مال کے بھی۔ سورۃ الانفال آیت: ۶۱ میں ہے: ''اور اگر وہ (کفار) صلح کی طرف جھکیں تو آپ بھی اس طرف جھک جائیں، اور اللہ پر بھروسہ رکھیں، بلاشبہ وہ خوب سننے والے خوب جاننے والے ہیں، یعنی کفار مصالحت کے لئے آمادہ ہوں تو آپؐ ان کے ساتھ مصالحت کرسکتے ہیں۔

اور باب کی حدیث میں عبداللہ بن سہل رضی اللہ عنہ کے قتل کا واقعہ ہے، یہ اس زمانہ کا واقعہ ہے جب مسلمانوں کی خیبر والوں کے ساتھ مصالحت چل رہی تھی، یہی باب ہے۔

[۱۲-] بَابُ الْمُوَادَعَةِ وَالْمُصَالَحَةِ مَعَ الْمُشْرِكِينَ بِالْمَالِ وَغَيْرِهِ، وَإِثْمِ مَنْ لَمْ يَفِ بِالْعَهْدِ

﴿وَإِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ﴾ جَنَحُوْا: طَلَبُوْا السَّلَمَ. ﴿فَاجْنَحْ لَهَا﴾

[۳۱۷۳-] حدثنا مُسَدَّدٌ، ثَنَا بِشْرٌ: هُوَ ابْنُ الْمُفَضَّلِ، ثَنَا يَحْيَى، عَنْ بُشَيْرِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ أَبِيْ حَثْمَةَ، قَالَ: انْطَلَقَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَهْلٍ، وَمُحَيِّصَةُ بْنُ مَسْعُوْدِ بْنِ زَيْدٍ إِلَى خَيْبَرَ، وَهِيَ يَوْمَئِذٍ صُلْحٌ، فَتَفَرَّقَا، فَأَتَى مُحَيِّصَةُ إِلَى عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَهْلٍ وَهُوَ يَتَشَحَّطُ فِيْ دَمِهِ قَتِيْلاً فَدَفَنَهُ، ثُمَّ قَدِمَ الْمَدِيْنَةَ فَانْطَلَقَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ سَهْلٍ وَمُحَيِّصَةُ وَحُوَيِّصَةُ ابْنَا مَسْعُوْدٍ إِلَى النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم فَذَهَبَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ يَتَكَلَّمُ، فَقَالَ: "كَبِّرْ كَبِّرْ!" وَهُوَ أَحْدَثُ الْقَوْمِ، فَسَكَتَ فَتَكَلَّمَا فَقَالَ: "أَتَحْلِفُوْنَ وَتَسْتَحِقُّوْنَ قَاتِلَكُمْ أَوْ: صَاحِبَكُمْ؟" قَالُوْا: وَكَيْفَ نَحْلِفُ وَلَمْ نَشْهَدْ وَلَمْ نَرَ، قَالَ: "فَتُبْرِئُكُمْ يَهُوْدُ بِخَمْسِيْنَ يَمِيْنًا" فَقَالُوْا: كَيْفَ نَأْخُذُ أَيْمَانَ قَوْمٍ كُفَّارٍ؟ فَعَقَلَهُ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم مِنْ عِنْدِهِ. [راجع: ۲۷۰۲]

ترجمہ: حضرت سہل بن ابی حثمہ کہتے ہیں: عبداللہ بن سہلؓ اور محیّصہ بن مسعودؓ خیبر گئے، اور یہ اس زمانہ کا واقعہ ہے جب خیبر والوں کے ساتھ صلح تھی، پس وہ دونوں جدا ہوئے یعنی ہر ایک اپنا کھیت دیکھنے گیا، پس محیصہ: عبداللہؓ کے پاس آئے، یعنی جب دیر ہوگئی اور عبداللہؓ نہیں لوٹے تو محیصہ ان کو ڈھونڈھنے کے لئے ان کے کھیت میں گئے، وہ مرے ہوئے اپنے خون میں لت پت تھے، محیصہؓ نے ان کو دفن کیا، پھر وہ مدینہ آئے پس مقتول کے بھائی عبدالرحمٰن اور دو چچازاد بھائی مُحَیِّصہ اور حُوَیِّصہ نبی ﷺ کی خدمت میں آئے، عبدالرحمٰن نے بات شروع کی، آپؐ نے فرمایا: بڑے کو بولنے کا موقع دو ـــــ عبدالرحمٰن تینوں میں کم عمر تھے ـــــ وہ خاموش ہوگئے اور دو چچازاد بھائیوں نے بات کی، آپؐ نے فرمایا: کیا تم قسم کھاؤ گے اور اپنے قاتل کے یا فرمایا: ساتھی کے خون کے حقدار بنو گے؟ انھوں نے کہا: ہم کیسے قسم کھائیں، ہم موجود نہیں تھے، اور ہم نے دیکھا نہیں؟ آپؐ نے فرمایا: پس یہود پچاس قسمیں کھا کر تمہارے سامنے اپنے آپ کو بے گناہ ٹھہرائیں گے، ان لوگوں نے عرض کیا: کافروں کی قسموں کا ہم کیسے اعتبار کریں؟ چنانچہ نبی ﷺ نے عبداللہ کی دیت اپنے پاس سے ادا کی۔

(اس حدیث کا تعلق قسامہ سے ہے اس کی تفصیل کتاب الدیات، باب القسامة (حدیث ۶۸۹۸) میں آئے گی)

بَابُ فَضْلِ الْوَفَاءِ بِالْعَهْدِ

عہد و پیمان پورا کرنے کی اہمیت

امام بخاری رحمہ اللہ نے باب میں ہرقل کی حدیث لکھی ہے، مگر پوری نہیں لکھی، اس حدیث کے آخر میں تعلیماتِ اسلام میں عہد و پیمان پورا کرنے کا ذکر ہے، وہ جزء ذکر کرتے تو حدیث کی باب سے مناسبت واضح ہوجاتی، مگر وہ جزء نہیں لائے،

اور جتنی حدیث لائے ہیں اس سے عہد و پیمان پورا کرنے کی اہمیت کیسے نکلتی ہے؟ ابن بطال رحمہ اللہ کہتے ہیں: فی المدة التی مادَّ فیها رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم أبا سفیان فی کفار قریش: سے اہمیت نکلتی ہے، اس طرح کہ عہد شکنی ہر امت کے نزدیک بری بات ہے اور وہ رسولوں کی صفات میں سے نہیں ہے، یہ بات ہرقل جانتا تھا، چنانچہ جب ہرقل نے ابوسفیانؓ کی بات پر تبصرہ کیا تو ابوسفیان نے جو گڑبڑ کی تھی اس کو نظر انداز کر دیا اور کہا: جب کوئی بھی رسول عہد شکنی نہیں کرتا تو یہ رسول عہد شکنی کیسے کریں گے؟ پس ثابت ہوا کہ وفائے عہد تمام رسول کا طریقہ ہے، یہی وفاء عہد کی اہمیت ہے۔

[۱۳-] بَابُ فَضْلِ الْوَفَاءِ بِالْعَهْدِ

[۳۱۷۴-] حدثنا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ، ثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ يُوْنُسَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ أَخْبَرَهُ، أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ أَخْبَرَهُ: أَنَّ أَبَا سُفْيَانَ بْنَ حَرْبِ بْنِ أُمَيَّةَ أَخْبَرَهُ: أَنَّ هِرَقْلَ أَرْسَلَ إِلَيْهِ فِيْ رَكْبٍ مِنْ قُرَيْشٍ كَانُوْا تُجَّارًا بِالشَّامِ فِي الْمُدَّةِ الَّتِىْ مَادَّ فِيْهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم أَبَا سُفْيَانَ فِيْ كُفَّارِ قُرَيْشٍ. [راجع: ۷]

بَابٌ: هَلْ يُعْفَى عَنِ الذِّمِّيِّ إِذَا سَحَرَ؟

ذمی جادو کرے تو اس کو معاف کیا جاسکتا ہے؟

یہ اوپر والے باب کا مقابل باب ہے، اوپر وفائے عہد کی اہمیت کا بیان تھا، اب بے وفائی کی قباحت بیان کرتے ہیں، اگر کوئی ذمی جس کا اسلامی حکومت سے عہد و پیمان ہے، کسی مسلمان پر جادو کرے تو اس کو معاف کیا جاسکتا ہے؟

جواب: اگر کوئی مصلحت ہو تو معاف کیا جاسکتا ہے اور قطعی ثبوت ہو تو سزا بھی دی جاسکتی ہے، یہود نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کیا تھا۔ امام زہری رحمہ اللہ سے مسئلہ پوچھا گیا کہ اگر کوئی ذمی جادو کرے تو اس کو قتل کرنا ضروری ہے؟ امام زہریؒ نے فرمایا: قتل کرنا ضروری نہیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر یہود نے جادو کیا تو آپؐ نے اس کو قتل نہیں کیا۔ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: اس جادو کا آپؐ پر اتنا اثر ہوا تھا کہ آپؐ نے ایک کام نہیں کیا اور خیال ہوتا کہ کرلیا ہے، اس سے زیادہ اثر نہیں ہوا۔

[۱۴-] بَابٌ: هَلْ يُعْفَى عَنِ الذِّمِّيِّ إِذَا سَحَرَ؟

وَقَالَ ابْنُ وَهْبٍ: أَخْبَرَنِيْ يُوْنُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، قَالَ: سُئِلَ: أَعَلَى مَنْ سَحَرَ مِنْ أَهْلِ الْعَهْدِ قَتْلٌ؟ قَالَ: بَلَغَنَا أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم قَدْ صُنِعَ لَهُ ذٰلِكَ، فَلَمْ يَقْتُلْ مَنْ صَنَعَهُ، وَكَانَ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ.

[۳۱۷۵-] حدثنا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، ثَنَا يَحْيَى، ثَنَا هِشَامٌ، ثَنِيْ أَبِيْ، عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه

وسلم سُحِرَ حَتَّى كَانَ يُخَيَّلُ إِلَيْهِ أَنَّـهُ صَنَعَ شَيْئًا وَلَمْ يَصْنَعْهُ.
[انظر: ٣٢٦٨، ٥٧٦٣، ٥٧٦٥، ٥٧٦٦، ٦٠٦٣، ٦٣٩١]

بَابُ مَا يُحَذَّرُ مِنَ الْغَدْرِ

بے وفائی سے ڈرانا

ما: موصولہ اور من الغدر: اس کا بیان ہے۔ سورۃ الانفال آیات ۶۲ و ۶۳ میں ہے: ''اور اگر وہ لوگ آپ کو دھوکا دینا چاہیں تو اللہ تعالیٰ آپ کے لئے کافی ہیں اور اللہ وہی ہیں جنھوں نے آپ کو اپنی امداد سے اور مؤمنین سے قوت دی، اور ان کے قلوب میں اتفاق پیدا کردیا'' اس آیت میں تحذیر ہے کہ مسلمان اپنے دشمنوں سے چوکنا رہیں، وہ عہد و پیمان کرکے دھوکا دے سکتے ہیں، مگر مسلمانوں کا کچھ نہیں بگڑے گا اللہ ان کی مدد کے لئے کافی ہیں۔

حدیث: عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: تبوک کے سفر میں میں نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ چمڑے کے خیمہ میں تھے، آپ نے فرمایا: قیامت سے پہلے چھ علامتیں گن لو: (۱) میری وفات (۲) پھر بیت المقدس کی فتح (۳) پھر مَری، پکڑے گی وہ تمہیں بکریوں کے سینہ کی بیماری کے پکڑنے کی طرح (۴) پھر مال کا بہنا یہاں تک کہ آدمی سو دینار دیا جائے گا، پس وہ ناراض ہوگا (۵) پھر ایک بڑا فتنہ، عرب کا کوئی گھر باقی نہیں رہے گا مگر وہ اس میں گھس جائے گا (۶) پھر تمہارے اور رومیوں کے درمیان مصالحت ہوگی، اور وہ بے وفائی کریں گے اور اسّی جھنڈوں تلے تم پر چڑھائی کریں گے، ہر جھنڈے کے نیچے بارہ ہزار فوج ہوگی۔

تشریح: تیسری علامت طاعون عمواس میں پوری ہوئی، چوتھی بھی پوری ہوگئی، مسلمانوں کے دور عروج میں دولت کی ریل پیل ہوگئی تھی، اور پانچویں علامت وہ خانہ جنگی ہے جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد شروع ہوئی، اور آخری علامت ابھی نہیں پائی گئی، وہی باب سے متعلق ہے۔ حضور ﷺ نے پہلے سے امت کو چوکنا کیا ہے کہ رومی تمہارے ساتھ بے وفائی کریں گے ان سے چوکنا رہنا۔

[١٥-] بَابُ مَا يُحَذَّرُ مِنَ الْغَدْرِ

وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى: ﴿ وَإِنْ يُرِيْدُوْا أَنْ يَخْدَعُوْكَ فَإِنَّ حَسْبَكَ اللّٰهُ، هُوَ الَّذِىْ أَيَّدَكَ بِنَصْرِهِ وَبِالْمُؤْمِنِيْنَ، وَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ﴾ الآيَةَ [الأنفال: ٦٢]

[٣١٧٦-] حدثنا الْحُمَيْدِيُّ، ثنا الْوَلِيْدُ بْنُ مُسْلِمٍ، ثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْعَلَاءِ بْنِ زَبْرٍ، قَالَ: سَمِعْتُ بُسْرَ بْنَ عُبَيْدِ اللّٰهِ، أَنَّـهُ سَمِعَ أَبَا إِدْرِيْسَ، قَالَ: سَمِعْتُ عَوْفَ بْنَ مَالِكٍ، قَالَ: أَتَيْتُ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم فِيْ غَزْوَةِ تَبُوْكَ، وَهُوَ فِيْ قُبَّةٍ مِنْ أَدَمٍ، فَقَالَ: " اعْدُدْ سِتًّا بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ: مَوْتِى، ثُمَّ فَتْحُ

بَيْتِ الْمَقْدِسِ، ثُمَّ مُوْتَانٌ، يَأْخُذُ فِيكُمْ كَقُعَاصِ الْغَنَمِ، ثُمَّ اسْتِفَاضَةُ الْمَالِ، حَتَّى يُعْطَى الرَّجُلُ مِائَةَ دِيْنَارٍ فَيَظَلُّ سَاخِطًا، ثُمَّ فِتْنَةٌ، لاَ يَبْقَى بَيْتٌ مِنَ الْعَرَبِ إِلاَّ دَخَلَتْهُ، ثُمَّ هُدْنَةٌ، تَكُوْنُ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ بَنِي الْأَصْفَرِ فَيَغْدِرُوْنَ، فَيَأْتُوْنَكُمْ تَحْتَ ثَمَانِيْنَ غَايَةً، تَحْتَ كُلِّ غَايَةٍ اثْنَا عَشَرَ أَلْفًا"

بَابٌ: كَيْفَ يُنْبَذُ إِلٰى أَهْلِ الْعَهْدِ؟

عہد و پیمان ختم کرنے کی اطلاع کیسے کی جائے؟

اگر مسلمان کسی قوم سے کئے ہوئے عہد و پیمان کو ختم کرنا چاہیں اور عہد شکنی سے بچنا چاہیں تو اس کا کیا طریقہ ہے؟ اس کا طریقہ یہ ہے کہ ان کو مطلع کر دیا جائے کہ ہمارا تمہارا معاہدہ ختم! اور مطلع بھی اس طرح کیا جائے کہ وہ کسی دھوکہ میں نہ رہیں۔ علی سواء کا یہی مطلب ہے کہ جس طرح ہم جانتے ہیں کہ معاہدہ ختم ہو گیا، اسی طرح وہ بھی جان لیں کہ معاہدہ ختم ہو گیا۔

سورۃ الانفال آیت ۵۸ میں ہے: ''اور اگر آپ کو کسی قوم سے خیانت یعنی عہد شکنی کا اندیشہ ہو تو آپ وہ عہد ان کو اس طرح واپس کر دیں کہ آپ اور وہ اس اطلاع میں برابر ہوں، ایسی اطلاع کئے بغیر لڑنا خیانت ہے جو مسلمانوں کے شایانِ شان نہیں۔ اور باب کی حدیث پہلے گذری ہے، سنہ ۹ ہجری میں جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حج کیا تو تمام قبائل کو معاہدے ختم ہونے کی اطلاع کر دی تھی اور یہ بھی اعلان کر دیا تھا کہ آئندہ کوئی غیر مسلم حج کو نہیں آئے گا۔

[١٦-] بَابٌ: كَيْفَ يُنْبَذُ إِلٰى أَهْلِ الْعَهْدِ؟

وَقَوْلِهِ: ﴿وَإِمَّا تَخَافَنَّ مِنْ قَوْمٍ خِيَانَةً فَانْبِذْ إِلَيْهِمْ عَلٰى سَوَاءٍ﴾ الآيَةَ [الأنفال: ٥٨]

[٣١٧٧-] حدثنا أَبُوْ الْيَمَانِ، أَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ، قَالَ: بَعَثَنِي أَبُوْ بَكْرٍ فِيْمَنْ يُؤَذِّنُ يَوْمَ النَّحْرِ بِمِنًى: لاَ يَحُجُّ بَعْدَ الْعَامِ مُشْرِكٌ، وَلاَ يَطُوْفُ بِالْبَيْتِ عُرْيَانٌ، وَيَوْمُ الْحَجِّ الْأَكْبَرِ: يَوْمُ النَّحْرِ، وَإِنَّمَا قِيْلَ: الْأَكْبَرُ، مِنْ أَجْلِ قَوْلِ النَّاسِ: الْحَجُّ الْأَصْغَرُ، فَنَبَذَ أَبُوْ بَكْرٍ إِلَى النَّاسِ فِيْ ذٰلِكَ الْعَامِ، فَلَمْ يَحُجَّ عَامَ حَجَّةِ الْوَدَاعِ الَّذِيْ حَجَّ فِيْهِ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم مُشْرِكٌ. [راجع: ٣٦٩]

وضاحت: سورہ براءت میں ﴿يَوْمُ الْحَجِّ الْأَكْبَرِ﴾ آیا ہے یعنی بڑے حج کے دن براءت کا اعلان کیا جائے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: اس سے مراد دس ذی الحجہ ہے، اور اس کو حج اکبر اس لئے کہا ہے کہ لوگ عمرہ کو حج اصغر کہتے ہی۔

بَابُ إِثْمِ مَنْ عَاهَدَ ثُمَّ غَدَرَ

عہد و پیمان کر کے بے وفائی کا گناہ

کسی سے عہد و پیمان کر کے بے وفائی کرنا حرام ہے، مسلمان کے ساتھ بھی اور غیر مسلم کے ساتھ بھی۔ سورۃ الانفال

آیت ۵۶ میں ہے: ''بدترین جانور وہ کافر ہیں کہ آپؐ اُن سے عہد لے چکے ہیں پھر وہ ہر بار اپنا عہد توڑ ڈالتے ہیں اور وہ عہد شکنی سے ڈرتے نہیں''

تفسیر: اس آیت کا سبب نزول بنوقریظہ کی عہد شکنی ہے وہ بار بار نبی ﷺ سے عہد کرتے تھے، پھر خلاف روزی کرتے تھے، اور کہتے تھے کہ ہم بھول گئے، آخری مرتبہ انھوں نے غزوۂ احزاب کے موقع پر عہد شکنی کی تو ان سے قتال کا حکم آیا، اور مسلمان عہد کر کے خلاف ورزی کرے تو یہ بھی حرام ہے، یہی وہ گناہ ہے جس کا باب میں ذکر ہے۔

اور پہلی حدیث میں علامات نفاق میں إِذَا عَاهَدَ غَدَرَ کو لیا ہے کہ جب بھی منافق عہد و پیمان کرتا ہے تو عہد شکنی کرتا ہے، اسی گناہ نے اس کو منافق بنا دیا۔ اور دوسری حدیث میں ہے: مَنْ أَخْفَرَ مُسْلِمًا: جو کسی مسلمان کے ساتھ کئے ہوئے عہد و پیمان کو توڑ دے تو وہ ملعون ہے، یہی عہد توڑنے کا گناہ ہے۔

اور آخری روایت ہے: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تمہارا کیا حال ہوگا جب تم کو ایک دینار اور ایک درہم وصول نہ ہوگا، یعنی تمہاری آمدنی بند ہو جائے گی، لوگوں نے پوچھا: اے ابو ہریرہ! ایسا کیسے ہوگا؟ حضرت ابو ہریرہؓ نے کہا: ضرور ہوگا، قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں ابو ہریرہؓ کی جان ہے! سچے اور سچ بتلائے ہوئے پیغمبر کے ارشاد کی بنا پر یہ بات کہہ رہا ہوں، لوگوں نے پوچھا: آخر اس کا سبب کیا ہوگا؟ حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا: اللہ اور اللہ کے رسول کی ذمہ داری کی بے حرمتی کی جائے گی (یہاں باب ہے) پس اللہ تعالیٰ ذمیوں کے دل سخت کر دیں گے، وہ روک لیں گے وہ مال جو ان کے ہاتھوں میں ہے، یعنی جزیہ اور بیگھہ دینا بند کر دیں گے، اس طرح تمہاری آمدنی بند ہو جائے گی۔

[۱۷-] بَابُ إِثْمِ مَنْ عَاهَدَ ثُمَّ غَدَرَ

وَقَوْلِ اللّٰهِ: ﴿الَّذِيْنَ عَاهَدتَّ مِنهُمْ ثُمَّ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَهُمْ فِيْ كُلِّ مَرَّةٍ﴾ الآيَةَ [الانفال: ۵۶]

[۳۱۷۸-] حدثنا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ، ثَنَا جَرِيْرٌ، عَنِ الأَعْمَشِ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُرَّةَ، عَنْ مَسْرُوْقٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: '' أَرْبَعُ خِلَالٍ مَنْ كُنَّ فِيْهِ كَانَ مُنَافِقًا خَالِصًا: مَنْ إِذَا حَدَّثَ كَذَبَ، وَإِذَا وَعَدَ أَخْلَفَ، وَإِذَا عَاهَدَ غَدَرَ، وَإِذَا خَاصَمَ فَجَرَ، وَمَنْ كَانَتْ فِيْهِ خَصْلَةٌ مِنْهُنَّ كَانَتْ فِيْهِ خَصْلَةٌ مِنَ النِّفَاقِ حَتَّى يَدَعَهَا'' [راجع: ۳۴]

[۳۱۷۹-] حدثنا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيْرٍ، أَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الأَعْمَشِ، عَنْ إِبْرَاهِيْمَ التَّيْمِيِّ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ عَلِيٍّ، قَالَ: مَا كَتَبْنَا عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم إِلَّا الْقُرْآنَ، وَمَا فِيْ هٰذِهِ الصَّحِيْفَةِ، قَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم: '' الْمَدِيْنَةُ حَرَامٌ مَا بَيْنَ عَائِرٍ إِلٰى كَذَا، فَمَنْ أَحْدَثَ حَدَثًا أَوْ آوَى مُحْدِثًا فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِيْنَ، لَا يُقْبَلُ مِنْهُ عَدْلٌ وَلَا صَرْفٌ، وَذِمَّةُ الْمُسْلِمِيْنَ وَاحِدَةٌ يَسْعَى بِهَا أَدْنَاهُمْ، فَمَنْ أَخْفَرَ مُسْلِمًا فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِيْنَ، لَا يُقْبَلُ مِنْهُ صَرْفٌ وَلَا عَدْلٌ، وَمَنْ وَالٰى قَوْمًا بِغَيْرِ

إِذْنِ مَوَالِيهِ فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ، لَا يُقْبَلُ مِنْهُ صَرْفٌ وَلَاعَدْلٌ"[راجع: ۱۱۱]

[۳۱۸۰-] قَالَ وَقَالَ أَبُوْ مُوْسَى: ثَنَا هَاشِمُ بْنُ الْقَاسِمِ، ثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ سَعِيْدٍ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ أَبِى هُرَيْرَةَ، قَالَ: كَيْفَ أَنْتُمْ إِذَا لَمْ تَجْتَبِئُوْا دِيْنَارًا وَلَا دِرْهَمًا؟ فَقِيْلَ لَهُ: وَكَيْفَ تَرَى ذٰلِكَ كَائِنًا يَا أَبَا هُرَيْرَةَ؟ قَالَ: إِىْ وَالَّذِىْ نَفْسُ أَبِىْ هُرَيْرَةَ بِيَدِهِ! عَنْ قَوْلِ الصَّادِقِ الْمَصْدُوْقِ، قَالُوْا: عَمَّ ذٰلِكَ؟ قَالَ: تُنْتَهَكُ ذِمَّةُ اللّٰهِ وَذِمَّةُ رَسُوْلِهِ، فَيَشُدُّ اللّٰهُ قُلُوْبَ أَهْلِ الذِّمَّةِ، فَيَمْنَعُوْنَ مَا فِى أَيْدِيْهِمْ.

بَابٌ

مسلمانوں نے نہ چاہتے ہوئے بھی عہد وپیمان کی پاسداری کی ہے

شارحین کرام نے اس باب کو کالفصل من الباب السابق قرار دیا ہے، مگر باب سابق ہے: ''عہد وپیمان کرکے بے وفائی کرنے کا گناہ'' اور اس باب کی حدیثوں میں گناہ کا تذکرہ نہیں، اس لئے میرے نزدیک بہتر یہاں نیا باب لگانا ہے۔

اور باب میں دو حدیثیں ہیں: پہلی حدیث حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ کی ہے، اس کی دو طریق سے تخریج کی ہے، اور دوسری حدیث حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما کی ہے، حضرت سہلؓ کی روایت میں یہ مضمون ہے کہ جب حدیبیہ میں صلح ہوگئی، اور صلح کی رو سے ابو جندل رضی اللہ عنہ کو واپس کرنا پڑا تو ہر صحابی خون کا گھونٹ پی کر رہ گیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ تو تلوار حمائل کرکے ان کے ساتھ چل رہے تھے اور تلوار کا دستہ ان سے قریب کررہے تھے کہ وہ تلوار سے باپ کو نمٹادیں، مگر انھوں نے ہمت نہ کی، اور حضرت سہلؓ کہتے ہیں: میرے بس میں ہوتا تو میں صلح کے علی الرغم ابو جندلؓ کو کسی قیمت پر جانے نہ دیتا، مگر چونکہ صلح ہوگئی تھی اس لئے بادل ناخواستہ ہم نے ان کو جانے دیا۔

اور دوسری حدیث یہ ہے کہ حضرت اسماءؓ کی ماں اپنے باپ کے ساتھ مدینہ منورہ اپنی بیٹی کے پاس آئی اور امید لے کر آئی، اور عہد کے ایک معنی تعلق کے بھی ہیں، ماں چونکہ اسلام نہیں لائی تھی اس لئے اس کے ساتھ حسن سلوک کرنے کو جی نہیں چاہتا تھا مگر حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے اس سلسلہ میں نبی ﷺ سے استصواب کیا، آپؐ نے فرمایا: اپنی ماں کے ساتھ صلہ رحمی کرو، چنانچہ دل نہ چاہنے کے باوجود حضرت اسماءؓ نے اپنی ماں کو ہدایا سے نوازا۔

[۱۸-] بَابٌ

[۳۱۸۱-] حدثنا عَبْدَانُ، أَنَا أَبُوْ حَمْزَةَ، قَالَ: سَمِعْتُ الْأَعْمَشَ، قَالَ: سَأَلْتُ أَبَا وَائِلٍ: شَهِدْتَ صِفِّيْنَ؟ قَالَ: نَعَمْ، فَسَمِعْتُ سَهْلَ بْنَ حُنَيْفٍ يَقُوْلُ: اتَّهِمُوْا رَأْيَكُمْ، رَأَيْتُنِىْ يَوْمَ أَبِىْ جَنْدَلٍ، وَلَوْ اسْتَطِيْعُ أَنْ أَرُدَّ أَمْرَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم لَرَدَدْتُهُ، وَمَا وَضَعْنَا أَسْيَافَنَا عَلٰى عَوَاتِقِنَا لِأَمْرٍ يُفْظِعُنَا إِلَّا أَسْهَلْنَ بِنَا إِلٰى أَمْرٍ نَعْرِفُهُ، غَيْرَ أَمْرِنَا هٰذَا.[انظر: ۳۱۸۲، ۴۱۸۹، ۴۸۴۴، ۷۳۰۸]

[۳۱۸۲-] حدثنا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا يَحْيىَ بْنُ آدمَ، ثَنَا يَزِيْدُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ، عَنْ أَبِيْهِ، ثَنَا حَبِيْبُ ابْنُ أَبِيْ ثَابِتٍ، حَدَّثَنِيْ أَبُوْ وَائِلٍ، قَالَ: كُنَّا بِصِفِّيْنَ فَقَامَ سَهْلُ بْنُ حُنَيْفٍ، فَقَالَ: أَيُّهَا النَّاسُ! اتَّهِمُوْا أَنْفُسَكُمْ، فَإِنَّا كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم يَوْمَ الْحُدَيْبِيَّةِ، وَلَوْ نَرَى قِتَالاً لَقَاتَلْنَا فَجَاءَ عُمَرُ ابْنُ الْخَطَّابِ، فَقَالَ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! أَلَسْنَا عَلٰى الْحَقِّ وَهُمْ عَلٰى بَاطِلٍ؟ فَقَالَ:" بَلٰى" فَقَالَ: أَلَيْس قَتْلاَنَا فِيْ الْجَنَّةِ وَقَتْلاَهُمْ فِي النَّارِ؟ قَالَ:" بَلٰى" قَالَ: فَعَلاَمَ نُعْطِيْ الدَّنِيَّةَ فِيْ دِيْنِنَا؟ أَنَرْجِعُ وَلَمَّا يَحْكُمِ اللّٰهُ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمْ؟ قَالَ:" يَا ابْنَ الْخَطَّابِ! إِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ، وَلَنْ يُضَيِّعَنِى اللّٰهُ أَبَدًا" فَانْطَلَقَ عُمَرُ إِلٰى أَبِيْ بَكْرٍ، فَقَالَ لَهُ مِثْلَ مَا قَالَ لِلنَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم، فَقَالَ: إِنَّهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ، وَلَنْ يُضَيِّعَهُ اللّٰهُ أَبَدًا، فَنَزَلَتْ سُوْرَةُ الْفَتْحِ فَقَرَأَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم عَلٰى عُمَرَ إِلٰى آخِرِهَا، فَقَالَ عُمَرُ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! أَوَ فَتْحٌ هُوَ؟ قَالَ:"نَعَمْ"[راجع: ۳۱۸۱]

وضاحت: حضرت سہل بن حنیفؓ جنگ صفین میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے، مگر پر جوش نہیں تھے، لوگ ان سے کہتے تھے: آپ بہادری کا مظاہرہ کیوں نہیں کرتے؟ انھوں نے جواب دیا: یہ اجتہادی مسئلہ ہے، حق کس جانب ہے: حضرت علیؓ کی جانب یا حضرت معاویہؓ کی جانب؟ یہ معلوم نہیں، اجتہادی مسائل میں اپنی رائے کے علاوہ دوسری رائے کی بھی گنجائش ہوتی ہے، اس لئے طبیعت میں جوش اور ولولہ نہیں۔

اور جہاں ایک پہلو قطعی ہوتا ہے جیسے حدیبیہ میں مسلمان حق پر تھے اور کفار باطل پر، اس لئے اس دن ہمارے جوش کا حال کچھ اور ہی تھا، جب ابو جندلؓ کو لے کر ان کا باپ چلا تو اگر میرے بس میں ہوتا تو میں حضور ﷺ کے فیصلہ کے خلاف اقدام کرتا، اسی طرح اور جنگوں میں جب ہم نے تلوار اٹھائی تو فیصلہ کر کے رکھی، مگر اس جنگ کا معاملہ ہماری سمجھ سے باہر ہے، تم یہ سمجھتے ہو کہ تم ہی حق پر ہو، تمہیں اپنی رایوں کو متہم گردا ننا چاہئے، کیونکہ یہ اجتہادی مسئلہ ہے، دوسری طرف بھی حق کی گنجائش ہے، اس لئے جیسا جوش اور ولولہ ہونا چاہئے میرے اندر تم نہیں پاتے۔

ترجمہ: سلیمان اعمش نے ابووائل شقیق بن سلمہ سے پوچھا: کیا آپ جنگ صفین میں شریک ہوئے ہیں؟ انھوں نے کہا: ہاں، میں نے حضرت سہل بن حنیفؓ کو کہتے ہوئے سنا ہے کہ متہم گردانو تم اپنی رائے کو یعنی تم نے جو دوٹوک فیصلہ کر لیا ہے کہ تم ہی حق پر ہو، فریق ثانی باطل پر ہے اپنی اس رائے کے بارے میں بدگمانی کرو، دیکھا میں نے مجھ کو ابو جندلؓ کے دن یعنی صلح حدیبیہ کے بعد جب ان کا باپ ان کو لے کر چلا اس دن میرا حال یہ تھا کہ اگر طاقت رکھتا میں کہ رسول اللہ ﷺ کے امر کو رد کردوں تو اسے رد کر دیتا (مگر اس کو رد کرنا ممکن نہیں تھا، کیونکہ صلح ہو چکی تھی پس عہد و پیمان کی پاسداری ضروری تھی) اور نہیں رکھی ہم نے ہماری تلواریں ہمارے کندھوں پر کسی ایسے معاملہ میں جس نے ہمیں گھبراہٹ میں مبتلا کر دیا تھا، مگر تلواروں نے ہمارا معاملہ آسان کر دیا، ایسے امر کی طرف جس کو ہم پہچانتے تھے یعنی جب بھی حق و باطل کا معرکہ پیش آیا تو ہم نے

تلواروں کے ذریعہ اس کو حل کرلیا سوائے ہمارے اس معاملہ کے۔

حدیث (۲): ابووائلؒ کہتے ہیں: ہم صفین میں تھے، پس حضرت سہلؓ کھڑے ہوئے یعنی تقریر کی، پس انھوں نے کہا: اے لوگو! اپنی ذاتوں کے بارے میں بدگمانی کرو، پس بیشک ہم نبی ﷺ کے ساتھ تھے، حدیبیہ کے دن، اور اگر دیکھتے ہم جنگ کو تو ضرور ہم جنگ لڑتے، یعنی حدیبیہ میں صلح کو پس انداز کر کے مکہ والوں سے لڑنا ہمارے لئے ممکن ہوتا تو ہم ضرور لڑتے، مگر یہ بات ممکن نہیں تھی، کیونکہ صلح ہوچکی تھی، اس کی پاسداری ضروری تھی، اور میرے علاوہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا حال یہ تھا کہ وہ آئے، انھوں نے پوچھا: یارسول اللہ! کیا ہم برحق پر نہیں ہیں، اور وہ باطل پر نہیں ہیں؟ آپؐ نے فرمایا: کیوں نہیں، انھوں نے پوچھا: کیا ہمارے مقتول جنت میں اور ان کے مقتول دوزخ میں نہیں ہونگے؟ آپؐ نے فرمایا: کیوں نہیں، حضرت عمرؓ نے کہا: پھر ہم اپنے دین کے معاملہ میں اپنی مونچھ نیچی کیوں کرلیں؟ ہم لوٹیں اس حال میں کہ اللہ نے ہمارے اور ان کے درمیان فیصلہ نہ کیا ہو! آپؐ نے فرمایا: اے خطاب کے لڑکے! میں اللہ کا رسول ہوں اور اللہ تعالیٰ مجھے کبھی ضائع نہیں کریں گے، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس گئے، اور انھوں نے ابوبکر رضی اللہ عنہ سے ویسی ہی بات کی جیسی نبی ﷺ سے کی تھی، پس حضرت ابوبکرؓ نے جواب دیا: بیشک وہ اللہ کے رسول ہیں، اللہ تعالیٰ ان کو کبھی ضائع نہیں کریں گے، پھر سورۃ الفتح نازل ہوئی وہ پوری سورت حضور ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو پڑھ کر سنائی حضرت عمرؓ نے پوچھا: یارسول اللہ! کیا اور وہ فتح ہے؟ آپؐ نے فرمایا: ہاں۔

[۳۱۸۳-] حدثنا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ، ثَنَا حَاتِمُ بْنُ إِسْمَاعِيْلَ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِيْ بَكْرٍ، قَالَتْ: قَدِمَتْ عَلَيَّ أُمِّيْ، وَهِيَ مُشْرِكَةٌ فِيْ عَهْدِ قُرَيْشٍ، إِذْ عَاهَدُوْا رَسُوْلَ اللهِ صلى الله عليه وسلم وَمُدَّتِهِمْ، مَعَ أَبِيْهَا، فَاسْتَفْتَتْ رَسُوْلَ اللهِ صلى الله عليه وسلم فَقُلْتُ: يَارَسُوْلَ اللهِ! إِنَّ أُمِّيْ قَدِمَتْ عَلَيَّ وَهِيَ رَاغِبَةٌ أَفَأَصِلُهَا؟ قَالَ: "نَعَمْ، صِلِيْهَا" [راجع: ۲۶۲۰]

ترجمہ: حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: میرے پاس میری ماں آئی درانحالیکہ وہ غیر مسلم تھی، قریش کے زمانہ میں جب قریش نے معاہدہ کیا نبی ﷺ کے ساتھ اور قریش کی مصالحت کے زمانہ میں، اپنے ابا (حضرت اسماءؓ کے نانا) کے ساتھ پس انھوں نے نبی ﷺ سے مسئلہ پوچھا: یارسول اللہ! بیشک میری ماں میرے پاس آئی ہے، اور وہ امید لے کر آئی ہے، تو کیا میں اس کے ساتھ صلہ رحمی کروں؟ آپؐ نے فرمایا: ہاں، اس کے ساتھ صلہ رحمی کرو۔

بَابُ الْمُصَالَحَةِ عَلٰى ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ أَوْ وَقْتٍ مَعْلُوْمٍ

تین دن یا معین مدت کے لئے مصالحت کرنا

مقررہ مدت کے لئے معاہدہ کرنا جائز ہے، حدیبیہ میں طے پایا تھا کہ مسلمان اگلے سال عمرہ کے لئے آئیں، اور تین

دن مکہ میں ٹھہریں، اور حدیث پہلے گذر چکی ہے۔

[۱۹-] بَابُ الْمُصَالَحَةِ عَلٰى ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ أَوْ وَقْتٍ مَعْلُوْمٍ

[۳۱۸۴-] حدثنا أَحْمَدُ بْنُ عُثْمَانَ بْنِ حَكِيْمٍ، ثَنِىْ شُرَيْحُ بْنُ مَسْلَمَةَ، ثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ يُوْسُفَ بْنِ أَبِىْ إِسْحَاقَ، ثَنِىْ أَبِىْ، عَنْ أَبِىْ إِسْحَاقَ، ثَنِىْ الْبَرَاءُ: أَنَّ النَّبِىَّ صلى الله عليه وسلم لَمَّا أَرَادَ أَنْ يَعْتَمِرَ أَرْسَلَ إِلٰى أَهْلِ مَكَّةَ يَسْتَأْذِنُهُمْ لِيَدْخُلَ مَكَّةَ، فَاشْتَرَطُوْا عَلَيْهِ أَنْ لَا يُقِيْمَ بِهَا إِلَّا ثَلَاثَ لَيَالٍ، وَلَا يَدْخُلَهَا إِلَّا بِجُلُبَّانِ السِّلَاحِ، وَلَا يَدْعُوَ مِنْهُمْ أَحَدًا، قَالَ: فَأَخَذَ يَكْتُبُ الشَّرْطَ بَيْنَهُمْ عَلِىُّ بْنُ أَبِىْ طَالِبٍ، فَكَتَبَ: هٰذَا مَا قَاضٰى عَلَيْهِ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰهِ، قَالُوْا: لَوْ عَلِمْنَا أَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ لَمْ نَمْنَعْكَ وَلَبَايَعْنَاكَ، وَلٰكِنِ اكْتُبْ: هٰذَا مَاقَاضٰى عَلَيْهِ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، فَقَالَ: "أَنَا وَاللّٰهِ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، وَأَنَا وَاللّٰهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ" قَالَ: وَكَانَ لَا يَكْتُبُ، قَالَ: فَقَالَ: لِعَلِىٍّ امْحُ: رَسُوْلُ اللّٰهِ، فَقَالَ عَلِىٌّ: وَاللّٰهِ لَا أَمْحُوْهُ أَبَدًا، قَالَ: "فَأَرِنِيْهِ" فَأَرَاهُ إِيَّاهُ، فَمَحَاهُ النَّبِىُّ صلى الله عليه وسلم بِيَدِهِ، فَلَمَّا دَخَلَ وَمَضَى الْأَيَّامُ أَتَوْا عَلِيًّا، فَقَالُوْا: مُرْ صَاحِبَكَ فَلْيَرْتَحِلْ، فَذَكَرَ ذٰلِكَ عَلِىٌّ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم فَقَالَ: "نَعَمْ" فَارْتَحَلَ. [راجع: ۱۷۸۱]

بَابُ الْمُوَادَعَةِ مِنْ غَيْرِ وَقْتٍ

غیر معین وقت کے لئے مصالحت کرنا

اگر کوئی مصالحت کی جائے اور کوئی مدت مقرر نہ کی جائے تو یہ بھی درست ہے، ایسی صورت میں جب مصالحت ختم کرنی ہوگی پہلے اطلاع کرنی ہوگی کہ فلاں وقت ہماری اور تمہاری مصالحت ختم ہوجائے گی، خیبر کے یہودیوں کے ساتھ نبی ﷺ نے ایسی ہی مصالحت کی تھی، فرمایا: ہم تمہیں یہاں رہنے دیں گے جب تک اللہ تعالیٰ تمہیں یہاں رہنے دیں گے، پھر جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو جلاوطن کرنا چاہا تو ان کو اطلاع دیدی۔

[۲۰-] بَابُ الْمُوَادَعَةِ مِنْ غَيْرِ وَقْتٍ

وَقَوْلِ النَّبِىِّ صلى الله عليه وسلم: "أُقِرُّكُمْ عَلٰى مَا أَقَرَّكُمُ اللّٰهُ"

بَابُ طَرْحِ جِيَفِ الْمُشْرِكِيْنَ فِى الْبِئْرِ، وَلَا يُؤْخَذُ لَهُمْ ثَمَنٌ

مشرکین کی لاشیں کنویں میں ڈالنا اور ان کی قیمت نہ لینا

یہ باب دفع دخل مقدر کے طور پر لایا گیا ہے، جزیہ کا بیان چل رہا ہے، جزیہ اس رقم کا نام ہے جو زندہ کافروں سے لی

جاتی ہے، مشرکین کی لاشوں کا عوض نہیں لیا جائے گا، اگر مشرکین اپنی لاشیں خریدنا چاہیں تو ان کو بیچنا جائز نہیں، ان کی لاشوں کو دفن کردیا جائے گا، جیسے بدر میں مشرکین کی لاشیں ایک کنویں میں ڈالی گئیں پھر کنویں کو پاٹ دیا۔ رہی یہ بات کہ کوئی لاش مفت دے سکتے ہیں یا نہیں؟ یہ مسئلہ منصوص نہیں، اگر امیر مصلحت سمجھے تو دے سکتا ہے، البتہ قیمت لینا جائز نہیں، کیونکہ مردار کا بیچنا حرام ہے۔

[۲۱-] بَابُ طَرْحِ جِيَفِ الْمُشْرِكِيْنَ فِي الْبِئْرِ، وَلاَ يُؤْخَذُ لَهُمْ ثَمَنٌ

[۳۱۸۵-] حدثنا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُثْمَانَ، أَخْبَرَنِيْ أَبِيْ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ أَبِيْ إِسْحَاقَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُوْنٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: بَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیه وسلم سَاجِدٌ، وَحَوْلَهُ نَاسٌ مِنْ قُرَيْشٍ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ، إِذْ جَاءَ هُ عُقْبَةُ بْنُ أَبِيْ مُعَيْطٍ بِسَلاَ جَزُوْرٍ، فَقَذَفَهُ عَلٰى ظَهْرِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیه وسلم، فَلَمْ يَرْفَعْ رَأْسَهُ حَتَّى جَاءَ تْ فَاطِمَةُ، فَأَخَذَتْ مِنْ ظَهْرِهِ، وَدَعَتْ عَلٰى مَنْ صَنَعَ ذٰلِكَ، فَقَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیه وسلم: "اللّٰهُمَّ عَلَيْكَ الْمَلَأَ مِنْ قُرَيْشٍ! اللّٰهُمَّ عَلَيْكَ أَبَا جَهْلِ بْنِ هِشَامٍ، وَعُتْبَةَ بْنَ رَبِيْعَةَ، وَشَيْبَةَ بْنَ رَبِيْعَةَ، وَعُقْبَةَ ابْنَ أَبِيْ مُعَيْطٍ، وَأُمَيَّةَ بْنَ خَلَفٍ، أَوْ: أُبَيَّ بْنَ خَلَفٍ، فَلَقَدْ رَأَيْتُهُمْ قُتِلُوْا يَوْمَ بَدْرٍ، فَأُلْقُوْا فِيْ بِئْرٍ، غَيْرَ أُمَيَّةَ أَوْ: أُبَيٍّ فَإِنَّـهُ كَانَ رَجُلاً ضَخْمًا فَلَمَّا جَرُّوْهُ تَقَطَّعَتْ أَوْصَالُهُ، قَبْلَ أَنْ يُلْقَى فِي الْبِئْرِ"[راجع: ۲۴۰]

بَابُ إِثْمِ الْغَادِرِ لِلْبَرِّ وَالْفَاجِرِ

نیک وبد کے ساتھ عہد شکنی کا گناہ

چار صورتیں ہیں: نیک آدمی نے نیک آدمی کے ساتھ معاہدہ کیا یا بد کے ساتھ کیا اور اس کا برعکس، چاروں صورتوں میں عہد و پیمان کی خلاف ورزی بڑا گناہ ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر عہد شکنی کرنے والے کے لئے قیامت کے دن ایک جھنڈا ہوگا جو کھڑا کیا جائے گا (یا فرمایا: وہ دیکھا جائے گا قیامت کے دن) وہ شخص اس جھنڈے کے ذریعہ پہچانا جائے گا۔ اور دوسری حدیث میں ہے کہ ہر عہد شکنی کرنے والے کے لئے ایک جھنڈا ہوگا، جو کھڑا کیا جائے گا، اس کی بے وفائی کے سبب یا اس کی بے وفائی کے بقدر۔ ان دونوں حدیثوں میں لکل غادر ہے اس کے عموم سے باب کی چاروں صورتیں داخل ہیں۔

[۲۲-] بَابُ إِثْمِ الْغَادِرِ لِلْبَرِّ وَالْفَاجِرِ

[۳۱۸۶و۳۱۸۷-] حدثنا أَبُوْ الْوَلِيْدِ، ثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ سُلَيْمَانَ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِيْ وَائِلٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ، وَعَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسٍ، عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیه وسلم، قَالَ: "لِكُلِّ غَادِرٍ لِوَاءٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ — قَالَ أَحَدُهُمَا: يُنْصَبُ، وَقَالَ الآخَرُ: يُرَى يَوْمَ الْقِيَامَةِ — يُعْرَفُ بِهِ"

[۳۱۸۸-] حدثنا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، ثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ أَيُّوْبَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم يَقُوْلُ: "لِكُلِّ غَادِرٍ لِوَاءٌ يُنْصَبُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِغَدْرَتِهِ"
[انظر: ٦١٧٧، ٦١٧٨، ٦٩٦٦، ٧١١١]

وضاحت: قال أحدهما: حضرات ابن مسعود اور انس رضی اللہ عنہما میں سے ایک نے کہا، دونوں حدیثیں ساتھ ہیں۔
آخری حدیث: پھر آخر میں فتح مکہ والی حدیث لائے ہیں، اس میں ہے: لاهجرة: مکہ فتح ہونے کے بعد اب مکہ سے ہجرت نہیں، اس میں براعتِ اختتام ہے، یہ کتاب الجہاد کا آخری باب ہے اور آخری حدیث ہے، آگے اس کتاب کا نہ کوئی باب ہے نہ حدیث، امام بخاری رحمہ اللہ ہر کتاب کے آخر میں براعتِ اختتام کا اہتمام کرتے ہیں، حضرت شیخ الحدیث سیدی وسندی مولانا زکریا صاحب قدس سرہ نے یہ بات بیان کی ہے، اور انھوں نے ہر کتاب کے آخر میں براعتِ اختتام سمجھائی ہے، میں اس کو بیان کرنے کا اہتمام نہیں کرتا۔
اور حدیث کی باب سے تطبیق ذرا دقیق ہے، حاشیہ میں فتح الباری کے حوالہ سے تین توجیہیں نقل کی ہیں، مجھے ابن بطال رحمہ اللہ کی توجیہ پسند ہے، وہ فرماتے ہیں: وجهُه: أن محارمَ اللّٰهِ حدودُه إلى عباده، فمن انتهك منها شيئًا كان غادرًا: تمام وہ چیزیں جو اللہ تعالیٰ نے بندوں پر حرام کی ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندوں کے ساتھ عہد و پیمان ہے، جو شخص ان میں سے کسی چیز کی پامالی کرے گا وہ عہد شکنی کرنے والا ہوگا، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے حرم شریف کو محترم قرار دیا ہے اور وہ اللہ (نیک) کی طرف سے بندوں (نیک وبد) کے ساتھ ایک پیمان ہے، پس جو شخص اس کی خلاف ورزی کرے گا وہ عہد شکنی کرے گا، اور وہ بڑا گناہ ہے، یہی حدیث کی باب سے مناسبت ہے۔

[۳۱۸۹-] حدثنا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، ثَنَا جَرِيْرٌ، عَنْ مَنْصُوْرٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنْ طَاوُسٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ: "لَا هِجْرَةَ، وَلٰكِنْ جِهَادٌ وَنِيَّةٌ، وَإِذَا اسْتُنْفِرْتُمْ فَانْفِرُوْا" وَقَالَ يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ: "إِنَّ هٰذَا الْبَلَدَ حَرَّمَهُ اللّٰهُ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضَ، فَهُوَ حَرَامٌ بِحُرْمَةِ اللّٰهِ إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ، وَإِنَّهُ لَمْ يَحِلَّ الْقِتَالُ فِيْهِ لِأَحَدٍ قَبْلِيْ، وَلَمْ يَحِلَّ لِيْ إِلَّا سَاعَةً مِنْ نَهَارٍ، فَهُوَ حَرَامٌ بِحُرْمَةِ اللّٰهِ إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ، لَا يُعْضَدُ شَوْكُهُ، وَلَا يُنَفَّرُ صَيْدُهُ، وَلَا يَلْتَقِطُ لُقَطَتَهُ إِلَّا مَنْ عَرَّفَهَا، وَلَا يُخْتَلٰى خَلَاهُ" فَقَالَ الْعَبَّاسُ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! إِلَّا الإِذْخِرَ، فَإِنَّهُ لِقَيْنِهِمْ وَلِبُيُوْتِهِمْ، قَالَ: "إِلَّا الإِذْخِرَ" [راجع: ١٣٤٩]

(الحمد للہ! کتاب الجہاد کی تقریر کی ترتیب پوری ہوئی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتابُ بَدْءِ الْخَلْقِ

کائنات کی تاریخ

کتابوں میں ارتباط: اللہ کی کائنات کا 'دلہا' انسان ہے، اس لئے پہلے ساری کائنات پیدا کی، پھر انسان کو وجود بخشا، اور انسانوں میں اشرف انبیاء ہیں، پھر اصفیاء (برگزیدہ) ہیں، اور ان کو فضیلت اللہ کے دین کے لئے جدوجہد کرنے کی وجہ سے اور مخالفین سے لوہا لینے کی وجہ سے حاصل ہوئی ہے، اس لئے کتاب الجہاد کے بعد تین کتابیں لائے ہیں: کتاب بَدْءِ الخلق، کتاب الأنبیاء اور کتاب المناقب مع مناقب المهاجرین والأنصار۔ کتاب بدء الخلق میں کائنات کی تاریخ ہے: انسان کو وجود بخشنے سے پہلے کیا کیا چیزیں پیدا کیں؟ اس کتاب میں انسان کا تذکرہ نہیں، ان کے تذکرہ کے لئے کتاب الأنبیاء لائے ہیں، اور اس کے آخر میں گذشتہ امتوں کے اصفیاء کا تذکرہ کیا ہے، اور اس کتاب میں سید المرسلین ﷺ کا تذکرہ نہیں کیا، اس کے لئے مستقل کتاب المناقب لائے ہیں، اور اس کے آخر میں اس امت کے اصفیاء (مہاجرین وانصار) کا تذکرہ کیا ہے۔

یہاں ایک خاص نکتہ سمجھ لینا چاہئے: قرآنِ کریم تاریخ کی کتاب نہیں ہے، وہ کتاب ہدایت ہے، مگر جب وہ ہدایت کی باتیں کرتا ہے تو کہیں اس کی باتیں کائنات کو ٹچ کرتی ہیں، یعنی کائناتی چیزوں کا کچھ ذکر آجاتا ہے، اور جو بات ضمناً آتی ہے اس کی پوری تفصیل ذکر نہیں کی جاسکتی، اس لئے تخلیق کائنات کے سلسلہ میں قرآنِ کریم میں جو باتیں ہیں ان کو اشاروں ہی کی حد تک سمجھا جاسکتا ہے، پوری تفصیل نہیں سمجھی جاسکتی۔

اور قرآنِ کریم کے اجمال کی تفسیر اگرچہ حدیثوں میں ہے، مگر تفسیری روایات کی تنقیح نہیں ہوئی، رطب ویابس جمع ہیں، محدثین میں تو جِهَابِذَہ[1] پیدا ہوئے ہیں، انھوں نے احکام کی حدیثوں کو چھان پھٹک کر صحیح اور غیر صحیح کو الگ کردیا ہے، اور قدیم مفسرین میں بعض کمزور استعداد والے اور غیر معتبر لوگ ہیں، تابعین میں جو مشہور مفسر ہیں ان میں سے بعض ضعیف ہیں، اور صحابہ میں جو مفسر ہیں جیسے حضرت ابن عباس اور حضرت علی رضی اللہ عنہما: ان کے علوم کو ان کے شاگردوں نے خراب کردیا ہے، اس لئے ان مفسرین کی بات پر زیادہ اعتماد نہیں کیا جاسکتا، چنانچہ میں نے قرآنِ کریم میں جو اشارے آئے ہیں وہی سمجھائے ہیں، تفسیری روایات کو ذکر نہیں کیا۔

(۱) جِهَابِذَة: الجِهْبَذ اور الجِهْبَاذ کی جمع ہے: ماہر نقاد، کھرے کھوٹے کو پرکھنے والا ۱۲

بَابُ مَاجَاءَ فِي قَوْلِ اللّٰهِ: ﴿وَهُوَ الَّذِي يَبْدَأُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهُ وَهُوَ أَهْوَنُ عَلَيْهِ﴾

ابتدائے آفرینش کا بیان

امام بخاری رحمہ اللہ نے ایک آیت عنوان میں لکھی ہے اور پانچ آیتوں کی طرف مفردات لا کر اشارہ کیا ہے، ان آیات میں ابتدائے آفرینش کا بیان ہے۔

پہلی آیت: سورۃ الروم کی آیت ۲۷ ہے: ''اللہ وہی ہے جو اول بار پیدا کرتا ہے، پھر وہی دوبارہ پیدا کرے گا، اور وہ (دوبارہ پیدا کرنا) اس کے لئے زیادہ آسان ہے''

تفسیر: اس آیت میں ابتدائے آفرینش کا بیان ہے، پوری کائنات اللہ ہی نے پیدا کی ہے، پھر دوسرا مضمون ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کائنات کو ختم کر کے دوبارہ پیدا کریں گے، اور یہ دوبارہ پیدا کرنا ان کے لئے کچھ بھی مشکل نہیں، کیونکہ کسی چیز کو پہلی مرتبہ وجود میں لانا تو مشکل ہوسکتا ہے مگر دوسری مرتبہ اس کی کاپی کرنا کیا مشکل ہے؟

لغت: ربیع بن خُثیمؒ (تابعی) اور حسن بصریؒ (تابعی) فرماتے ہیں: آیتِ کریمہ میں أَهْون (اسم تفضیل) تفضیلی معنی میں نہیں ہے بلکہ هَيِّنْ کے معنی میں ہے، اور یہ لفظ دو طرح ہے: هَيِّنْ اور هَيْن جیسے لَيِّنْ اور لَيْن (نرم) اور مَيِّتْ اور مَيْت (مردہ) اور ضَيِّقْ اور ضَيْق (تنگ) مگر حضرت تھانوی قدس سرہ نے 'زیادہ آسان' ترجمہ کیا ہے یعنی اسم تفضیل کے معنی میں لیا ہے۔

دوسری آیت: سورۂ ق کی آیت ۱۵ ہے: ﴿أَفَعَيِيْنَا بِالْخَلْقِ الْأَوَّلِ، بَلْ هُمْ فِي لَبْسٍ مِنْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ﴾: کیا ہم پہلی مرتبہ پیدا کر کے تھک گئے؟ بلکہ یہ لوگ از سرِ نو پیدا کرنے کے بارے میں شک میں ہیں۔ عَيِيَ (س) عَيًّا وَعِيًّا: حد سے زیادہ تھکنا، تھک کر چور ہو جانا۔ عربی میں ترجمہ کرنے کا یہ طریقہ ہے کہ مجرد کا مزید سے اور مزید کا مجرد سے ترجمہ کرتے ہیں۔

تیسری آیت: سورۃ النجم کی آیت ۳۲ ہے: ﴿هُوَ أَعْلَمُ بِكُمْ إِذْ أَنْشَأَكُمْ مِنَ الْأَرْضِ وَإِذْ أَنْتُمْ أَجِنَّةٌ فِي بُطُوْنِ أُمَّهَاتِكُمْ﴾: وہ تم کو خوب جانتے تھے جب تم کو زمین سے پیدا کیا، اور جب تم اپنی ماؤں کے پیٹوں میں بچے تھے، اس آیت میں أَنْشَأَ: خَلَقَ کے معنی میں ہے اور اس آیت میں ابتدائے آفرینش کا بیان ہے کہ اللہ نے انسان کو زمین سے پیدا کیا ہے (حِيْن: إذ کا ترجمہ ہے)

چوتھی آیت: سورہ ق کی آیت ۳۸ ہے: ﴿وَلَقَدْ خَلَقْنَا السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ وَمَا مَسَّنَا مِنْ لُغُوْبٍ﴾: اور ہم نے آسمانوں کو اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب کو چھ دن میں پیدا کیا اور ہم کو تکان نے چھوا تک نہیں۔ لُغُوْب: کے معنی ہیں: تھکن، اس آیت میں بھی ابتدائے آفرینش کا بیان ہے اور آخر آیت میں یہود پر رد ہے، ان کا خیال ہے کہ تخلیق کائنات جمعہ کے دن پوری ہوئی، اور بار کے دن اللہ تعالیٰ بے بار رہے، کوئی کام نہیں کیا، آرام کیا، ان پر رد ہے کہ آرام وہ کرتا ہے جو تھک جائے اور اللہ کو تھکن نے چھوا تک نہیں، پھر آرام کی کیا ضرورت ہے؟

پانچویں آیت: سورہ نوح کی آیت ۱۴ ہے: ﴿وَقَدْ خَلَقَكُمْ أَطْوَارًا﴾: اللہ نے تم کو طرح طرح سے پیدا کیا۔ أطوار: طَور کی جمع ہے، طرح طرح سے یعنی مختلف مراحل میں گذار کر، عَدَا طَوْرَہ: کے معنی ہیں: وہ اپنی حیثیت سے بڑھ گیا، عام آدمی تھا، جبہ قبہ پہن کر شیخ الحدیث بن گیا، غور کرو، دونوں حیثیتوں میں کتنا تفاوت ہے؟ طور کے یہی معنی ہیں۔

تفسیر: اللہ تعالیٰ نے انسان کو طرح طرح سے پیدا کیا ہے اس کی تفصیل سورۃ المؤمنین کے شروع میں ہے: ﴿وَلَقَدْ خَلَقْنَا الإِنْسَانَ مِنْ سُلاَ لَةٍ مِنْ طِيْنٍ﴾: اور ہم نے انسان کو مٹی کے خلاصہ سے بنایا۔ اس آیت میں دو مرحلوں کا ذکر ہے، انسان مٹی سے بنا ہے اس طرح کہ مٹی نے غذا کی شکل اختیار کی، اس کو انسان نے کھایا اس سے بدن میں خون بنا، یہ مٹی کا خلاصہ ہے، دیکھو: دونوں مرحلوں میں کتنا تفاوت ہے؟ کہاں مٹی اور کہاں خون! ﴿ثُمَّ جَعَلْنَاهُ نُطْفَةً فِيْ قَرَارٍ مَكِيْنٍ﴾: پھر ہم نے اس (خلاصہ) کو نطفہ بنایا اور اس کو محفوظ مقام (بچہ دانی) میں پہنچایا، خون اور نطفہ میں کیا جوڑ ہے؟ یہ دوسرا طور ہے ﴿ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً﴾: پھر ہم نے نطفہ کو خونِ بستہ بنایا، کلیجی اور تلی کی طرح بنا دیا، کبھی کسی نے دیکھا ہے: نطفہ جو سفید اور سیال ہوتا ہے کلیجی کی شکل اختیار کرلے؟ اللہ کی قدرت نے ایسا کر دیا۔ ﴿فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً﴾: پھر ہم نے خونِ بستہ کو گوشت کی بوٹی بنا دیا، اللہ اکبر! کبھی کلیجی: گوشت بنتی دیکھی ہے؟ اللہ تعالیٰ نے چالیس دن میں اس کو گوشت کی بوٹی بنا دیا، ﴿فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظَامًا﴾: پھر ہم نے گوشت کی بوٹی کو ہڈیاں بنا دیا، العظمة لله! گوشت کی بوٹی میں سفید دھاگے پیدا ہوئے اور وہ بڑھ کر ہڈیاں بن گئے، اور ایک ہڈی نہیں جسم کی تین سو ساٹھ ہڈیاں بن گئیں۔ ﴿فَكَسَوْنَا الْعِظَامَ لَحْمًا﴾: پھر ہم نے ان ہڈیوں کو گوشت پہنایا، یعنی جو گوشت باقی بچا تھا وہ ہڈیوں پر خاص تناسب سے چڑھا دیا، کسی جگہ کم کسی جگہ زیادہ، انگلیوں پر کم، بازو پر زیادہ، پنڈلی پر کم، ران پر زیادہ، اور تشریف (سرین) تو بہت بڑی بنا دی، تا کہ جہاں چاہیں بے تکلف رکھ سکیں، یہ وہ سات اطوار ہیں۔ ﴿ثُمَّ أَنْشَأْنَاهُ خَلْقًا آخَرَ﴾: پھر ہم نے اس کو ایک اور طرح کی مخلوق بنا دیا، یعنی اشرف المخلوقات انسان بنا دیا۔ ﴿فَتَبَارَكَ اللّٰهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِيْنَ﴾: سو کیسی بڑی شان ہے اس اللہ کی جو تمام بنانے والوں سے بڑھ کر بنانے والے ہیں ﴿ثُمَّ إِنَّكُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ لَمَيِّتُوْنَ﴾: پھر تم اس کے بعد ضرور مرنے والے ہو۔ ﴿ثُمَّ إِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ تُبْعَثُوْنَ﴾: پھر تم قیامت کے دن دوبارہ زندہ کئے جاؤ گے۔

حدیث: آیات کے بعد حدیث ہے، ایک سفر میں بنو تمیم کا وفد حاضر ہوا، وہ مال کی امید لے کر آیا تھا، نبی ﷺ کے پاس دینے کے لئے کچھ نہیں تھا، آپؐ نے فرمایا: أَبْشِرُوْا: خوش خبری سن لو، یعنی مادی نعمت نہیں ہے، روحانی نعمت قبول کرو، جو علوم و معارف بیان کروں اسے سنو، انھوں نے جواب دیا: خوش خبری تو آپؐ نے سنائی کچھ دیجئے بھی! آپؐ کو ناراضگی ہوئی، چہرہ مبارک کا رنگ بدل گیا، فوراً ہی یمن کے لوگ آئے، آپؐ نے ان سے فرمایا: یمن والو! خوش خبری قبول کرو، بنو تمیم تو اسے قبول نہیں کرتے، انھوں نے عرض کیا: ہم قبول کرتے ہیں ہم مال کے لئے نہیں آئے، علوم و معارف حاصل کرنے کے لئے آئے ہیں، ہم ابتدائے آفرینش کے بارے میں پوچھنے آئے ہیں، چنانچہ نبی ﷺ نے بیان شروع کیا کہ کائنات کی ابتداء

کیسے ہوئی؟ اور عرش کیسے بنا؟ یہاں تک بات پہنچی تھی کہ ایک آدمی نے آ کر حدیث کے راوی حضرت عمران رضی اللہ عنہ سے کہا: تمہارا اونٹ کھل گیا ہے، چنانچہ حضرت عمرانؓ اس کو پکڑنے کے لئے چل دیئے اور آگے کا مضمون وہ نہ سن سکے، بعد میں افسوس کرتے تھے کہ کاش میں نہ اٹھتا اور اونٹ کو جانے دیتا۔

اور دوسری حدیث میں جتنا مضمون انھوں نے سنا تھا وہ بیان کیا ہے، نبی ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تھے اور ان کے علاوہ کوئی چیز نہیں تھی، نہ پانی نہ عرش، اور نہ کوئی اور چیز، اور اللہ کا عرش پانی پر تھا، یعنی ابتداء میں پانی اور عرش پیدا کئے گئے، اور اللہ کی سلطنت پانی پر تھی، اور اللہ تعالیٰ نے لوح محفوظ میں ہر چیز لکھ دی، پھر اللہ نے آسمان وزمین کو پیدا کیا اور اس حدیث میں یہ بھی ہے کہ اونٹ کھل کر اتنا دور چلا گیا تھا کہ اس کے ورے چمکتی ریت حائل ہوگئی تھی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

٥٩- کتابُ بَدْءِ الْخَلْقِ

[١-] بَابُ مَاجَاءَ فِي قَوْلِ اللّٰهِ: ﴿وَهُوَ الَّذِيْ يَبْدَأُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهُ وَهُوَ أَهْوَنُ عَلَيْهِ﴾

[١-] وَقَالَ الرَّبِيْعُ بْنُ خُثَيْمٍ، وَالْحَسَنُ: كُلٌّ عَلَيْهِ هَيِّنٌ، وَهَيِّنٌ وَهَيْنٌ مِثْلُ لَيِّنٍ وَلَيْنٍ وَمَيِّتٍ وَمَيْتٍ. وَضَيِّقٍ وَضَيْقٍ. [٢-] ﴿أَفَعَيِيْنَا﴾: أَفَأَعْيَا عَلَيْنَا. [٣-] حِيْنَ أَنْشَأَكُمْ، وَأَنْشَأَ: خَلَقَكُمْ.

[٤-] ﴿لُغُوْبُ﴾ اللُّغُوْب: النَّصَبُ. [٥-] ﴿أَطْوَارًا﴾ طورًا كذا وطورًا كذا، عَدَا طَوْرَهُ: أَيْ قَدْرَهُ.

[٣١٩٠-] حدثنا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيْرٍ، أَنَا سُفْيَانُ، عَنْ جَامِعِ بْنِ شَدَّادٍ، عَنْ صَفْوَانَ بْنِ مُحْرِزٍ، عَنْ عِمْرَانَ ابْنِ حُصَيْنٍ، قَالَ: جَاءَ نَفَرٌ مِنْ بَنِيْ تَمِيْمٍ إِلَى النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم، فَقَالَ: " يَا بَنِيْ تَمِيْمٍ! أَبْشِرُوْا" فَقَالُوْا: بَشَّرْتَنَا فَأَعْطِنَا، فَتَغَيَّرَ وَجْهُهُ، فَجَاءَهُ أَهْلُ الْيَمَنِ، فَقَالَ: " يَا أَهْلَ الْيَمَنِ! اقْبَلُوْا الْبُشْرَى، إِذْ لَمْ يَقْبَلْهَا بَنُوْ تَمِيْمٍ" قَالُوْا: قَبِلْنَا، فَأَخَذَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم يُحَدِّثُ بَدْءَ الْخَلْقِ وَالْعَرْشِ، فَجَاءَ رَجُلٌ، فَقَالَ: يَا عِمْرَانُ رَاحِلَتُكَ تَفَلَّتَتْ، لَيْتَنِيْ لَمْ أَقُمْ! [انظر: ٣١٩١، ٤٣٦٥، ٤٣٨٦، ٧٤١٨]

[٣١٩١-] حدثنا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ، ثَنَا أَبِيْ، ثَنَا الْأَعْمَشُ، ثَنَا جَامِعُ بْنُ شَدَّادٍ، عَنْ صَفْوَانَ ابْنِ مُحْرِزٍ، أَنَّهُ حَدَّثَهُ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ، قَالَ: دَخَلْتُ عَلَى النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم، وَعَقَلْتُ نَاقَتِيْ بِالْبَابِ، فَأَتَاهُ نَاسٌ مِنْ بَنِيْ تَمِيْمٍ فَقَالَ: " اقْبَلُوْا الْبُشْرَى يَا بَنِيْ تَمِيْمٍ" قَالُوْا: قَدْ بَشَّرْتَنَا فَأَعْطِنَا - مَرَّتَيْنِ- ثُمَّ دَخَلَ عَلَيْهِ نَاسٌ مِنَ الْيَمَنِ، فَقَالَ: " اقْبَلُوْا الْبُشْرَى يَا أَهْلَ الْيَمَنِ أَنْ لَمْ يَقْبَلْهَا بَنُو تَمِيْمٍ" قَالُوْا: قَدْ قَبِلْنَا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! قَالُوْا: جِئْنَاكَ نَسْأَلُكَ عَنْ هٰذَا الْأَمْرِ، قَالَ: " كَانَ اللّٰهُ وَلَمْ يَكُنْ شَيْئٌ غَيْرُهُ، وَكَانَ عَرْشُهُ عَلَى الْمَاءِ، وَكَتَبَ فِي الذِّكْرِ كُلَّ شَيْئٍ، وَخَلَقَ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضَ" فَنَادَى مُنَادٍ:

ذَهَبَتْ نَاقَتُكَ يَا ابْنَ الْحُصَيْنِ، فَانْطَلَقْتُ فَإِذَا هِيَ تَقَطَّعُ دُوْنَهَا السَّرَابُ، فَوَ اللّٰهِ لَوَدِدْتُ أَنِّيْ كُنْتُ تَرَكْتُهَا![راجع: ۳۱۹۰]

اس کے بعد تین حدیثیں ہیں، پہلی حدیث مختصر ہے اور دو اہم ہیں۔

حدیث (۱): عیسیٰ بن موسیٰ غنجار بخاری: ابوحمزہ سے اور وہ رقبۃ بن مصقلہ سے روایت کرتے ہیں، بیچ میں ایک راوی چھوٹ گیا ہے، حاشیہ میں اس پر تنبیہ ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: نبی ﷺ نے ہمارے سامنے ایک تقریر فرمائی، پس ہمیں اطلاع دی ابتدائے آفرینش کے بارے میں، یہاں تک کہ جنتی اپنے گھروں میں پہنچ گئے اور جہنمی اپنے ٹھکانوں میں گھس گئے، یعنی مبدأ سے معاد تک تمام اہم واقعات بیان فرمائے (یہاں باب ہے) یاد رکھا اس کو جس نے یاد رکھا، اور بھول گیا اس کو جو بھول گیا۔

حدیث (۲): حدیث قدسی ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: مجھے انسان گالی دیتا ہے اور اس کو زیبا نہیں کہ مجھے گالی دے، اور وہ مجھے جھٹلاتا ہے اور اس کے لئے یہ بات بھی زیبا نہیں، رہا اس کا مجھے گالی دینا تو اس کا یہ کہنا ہے کہ میری اولاد ہے، اور رہا اس کا جھٹلانا تو اس کا یہ کہنا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہرگز مجھ کو دوبارہ پیدا نہیں کریں گے، جس طرح انھوں نے مجھے پہلی مرتبہ پیدا کیا ہے۔

تشریح: مشرکین اللہ کے لئے بیٹے بیٹیاں مانتے ہیں، جبکہ یہ بات اللہ کے شایانِ شان نہیں، کیونکہ اگر ان کی اولاد ہوگی تو دو حال سے خالی نہیں ہوگی، معبود ہوگی یا نہیں؟ اگر معبود ہے تو خدا ایک کہاں رہا، اور اگر معبود نہیں ہے تو اولاد نا جنس ہوئی، جیسے انسان کے گھر میں کتا پیدا ہو جائے تو یہ بات اس کے لئے ڈوب مرنے کی ہے، پس اس سے بڑی گالی کیا ہو سکتی ہے؟ اور ابتدائے آفرینش کے تمام کفار قائل ہیں، سب مانتے ہیں کہ اللہ نے ان کو پیدا کیا ہے، مگر وہ مرنے کے بعد دوبارہ پیدا ہونے کو نہیں مانتے، یہ اللہ کی قدرت کا انکار ہے، جس قادر مطلق نے پہلی مرتبہ پیدا کیا ہے وہ دوسری مرتبہ کیوں پیدا نہیں کر سکتا؟

حدیث (۳): نبی ﷺ نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے مخلوقات کو پیدا کرنے کا فیصلہ کیا تو ایک نوشتہ میں لکھا، اور وہ نوشتہ عرش پر اللہ کے پاس ہے کہ میری مہربانی میری ناراضگی پر چھائی رہے گی۔

تشریح: یہ فیصلہ اللہ تعالیٰ نے ابتدائے آفرینش میں کیا ہے، اللہ کی رحمت کا ہر شخص مستحق ہے۔ اور ناراضگی کا وہی مستحق ہے جو گناہ کرتا ہے پس رحمت غضب پر غالب ہے، حدیث کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ گنہ گاروں کو سزا نہیں دیں گے، اگر ایسا ہوتا تو اللہ تعالیٰ میں صفت غضب کیوں ہوتی۔

[۳۱۹۲-] وَرَوَى عِيْسَى، عَنْ رَقَبَةَ، عَنْ قَيْسِ بْنِ مُسْلِمٍ، عَنْ طَارِقِ بْنِ شِهَابٍ، قَالَ: سَمِعْتُ عُمَرَ يَقُوْلُ: قَامَ فِيْنَا النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم مَقَامًا، فَأَخْبَرَنَا عَنْ بَدْءِ الْخَلْقِ حَتَّى دَخَلَ أَهْلُ الْجَنَّةِ مَنَازِلَهُمْ، وَأَهْلُ النَّارِ مَنَازِلَهُمْ، حَفِظَ ذٰلِكَ مَنْ حَفِظَهُ، وَنَسِيَهُ مَنْ نَسِيَهُ.

[۳۱۹۳-] حدثنا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أَبِیْ شَیْبَةَ، عَنْ أَبِیْ أَحْمَدَ، عَنْ سُفْیَانَ، عَنْ أَبِیْ الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللّٰہ علیه وسلم:" قَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ: شَتَمَنِیْ ابْنُ آدَمَ، وَمَا یَنْبَغِیْ لَهُ أَنْ یَشْتِمَنِیْ، وَیُکَذِّبُنِیْ وَمَا یَنْبَغِیْ لَهُ، أَمَّا شَتْمُهُ إِیَّایَ فَقَوْلُهُ: إِنَّ لِیْ وَلَدًا، وَأَمَّا تَکْذِیْبُهُ فَقَوْلُهُ: لَیْسَ یُعِیْدُنِیْ کَمَا بَدَأَنِیْ"[انظر: ۴۹۷۴، ۴۹۷۵]

[۳۱۹۴-] حدثنا قُتَیْبَةُ، ثَنَا مُغِیْرَةُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْقُرَشِیُّ، عَنْ أَبِیْ الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیه وسلم:" لَمَّا قَضَی اللّٰهُ الْخَلْقَ کَتَبَ فِیْ کِتَابِهِ، فَهُوَ عِنْدَهُ فَوْقَ الْعَرْشِ: إِنَّ رَحْمَتِیْ غَلَبَتْ غَضَبِیْ"[انظر: ۷۴۰۴، ۷۴۱۲، ۷۴۵۳، ۷۵۵۳، ۷۵۵۴]

بَابُ مَاجَاءَ فِی سَبْعِ أَرَضِیْنَ

سات زمینوں کا ذکر

پہلے دو باتیں سمجھ لیں:

پہلی بات: قرآنِ کریم کی متعدد آیتوں میں اور بے شمار حدیثوں میں سات آسمانوں کا ذکر ہے اور قرآنِ کریم کی ایک آیت (سورۃ الطلاق آیت ۱۲) میں اور چند حدیثوں میں سات زمینوں کا بھی ذکر ہے، اب یہ گفتگو ہوئی کہ سات سے عدد مراد ہے یا تکثیر؟ ایک رائے یہ ہے کہ تکثیر مراد ہے، یعنی آسمان بھی بہت ہیں اور زمینیں بھی، لیکن جمہور کی رائے یہ ہے کہ عدد مراد ہے، پس آسمان بھی سات ہیں اور زمینیں بھی سات، پھر یہ مسئلہ زیر بحث آیا کہ سات زمینیں کہاں ہیں؟ ایک رائے یہ ہے کہ سیارے زمینیں ہیں، سیارے اب تک چودہ دریافت ہو چکے ہیں۔ دوسری رائے یہ ہے کہ ہماری زمین کے سات اقالیم مراد ہیں، اور تیسری رائے یہ ہے کہ پیاز کے چھلکوں کی طرح سات زمینیں اوپر تلے ہیں اور باب کی روایات میں جو سات زمینوں کو کاٹنے کا ذکر ہے، اس سے استدلال کیا ہے۔

دوسری بات: ہماری زمین اکیلی نہیں ہے، اس کا جوڑا ہے، اس کے بالمقابل آسمان ہے، آسمان اس زمین کی چھت ہے، اور کوئی گھر چھت کے بغیر نہیں ہوتا، اس لئے حضرت امام بخاریؒ ایسے مفردات جمع کر رہے ہیں جن میں آسمان کا ذکر ہے۔

۱- سورۃ الطلاق آیت ۱۲ ہے: "اللہ ایسا ہے جس نے سات آسمان پیدا کئے اور انہی کی طرح زمیں بھی"، یعنی زمینیں بھی آسمانوں کی طرح سات ہیں۔

۲- سورۃ الطّور آیت ۵ ہے: اونچی چھت کی قسم! مراد آسمان ہے وہ زمین کی چھت ہے۔

۳- سورۃ النازعات آیت ۲۸ ہے: ﴿رَفَعَ سَمْکَهَا﴾: اللہ تعالیٰ نے زمین کی چھت بلند کی یعنی بلند آسمان بنایا۔

۴- سورۃ الذاریات آیت ۷ ہے: ﴿وَالسَّمَاءِ ذَاتِ الْحُبُكِ﴾: درست اور خوبصورت آسمان کی قسم! الحُبُك:

الحَبِیْکَة کی جمع ہے،اس کے چند معنی ہیں:(۱)مضبوط کی ہوئی چیز(۲)پانی یا ریت میں پیدا ہونے والی لہر(۳)ستاروں کے درمیان کا راستہ،حضرتؒ نے اس کا ترجمہ کیا ہے:استواء ھا وحسنھا:یعنی اللہ نے آسمان کو درست اور شاندار بنایا۔

۵-سورۃ الانشقاق آیت ۲ میں زمین کے بارے میں ہے:﴿وَأَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ﴾:اور وہ اپنے رب کا حکم سن لے گی اور وہ اسی کے لائق ہے۔

۶-اور اس کے بعد ہے:﴿وَأَلْقَتْ مَا فِيْهَا وَتَخَلَّتْ﴾:اور زمین اپنے اندر کی چیزوں کو باہر اگل دے گی اور خالی ہوجائے گی،یعنی مردوں کو باہر نکال دے گی اور مردوں سے خالی ہوجائے گی۔

۷-سورۃ الشمس آیت ۶ میں زمین کے بارے میں ہے:﴿وَالْأَرْضِ وَمَا طَحَاهَا﴾:اور زمین کی قسم!اور اس کو پھیلانے کی قسم!دَحَاهَا: اس کو پھیلایا۔

۸-سورۃ النازعات آیت ۱۴ ہے:﴿فَإِذَا هُمْ بِالسَّاهِرَةِ﴾:پس اچانک سب لوگ میدان میں ہونگے،ساھرۃ سے مراد زمین کی اوپری سطح ہے،اسی میں تمام حیوان رہتے ہیں ان کا سونا اور ان کا جاگنا اسی میں ہے،پس حال (جاگنے) کے لئے جو لفظ تھا وہ محل (زمین) کے لئے استعمال کیا گیا۔

[۲-] بَابُ مَاجَاءَ فِی سَبْعِ أَرَضِیْنَ

[۱-] وَقَوْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ:﴿اللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَمِنَ الْأَرْضِ مِثْلَهُنَّ﴾ الآیَةَ[الطلاق: ۱۲]

[۲-] ﴿وَالسَّقْفِ الْمَرْفُوْعِ﴾: السَّمَاءِ.[۳-] ﴿سَمْكَهَا﴾: بِنَاءَ هَا.[۴-] و﴿الْحُبُكِ﴾:اسْتِوَاؤُهَا، وَحُسْنُهَا. [۵-] ﴿أَذِنَتْ﴾: سَمِعَتْ وَأَطَاعَتْ. [۶-] ﴿وَأَلْقَتْ﴾: أَخْرَجَتْ مَا فِيْهَا مِنَ الْمَوْتَى. ﴿وَتَخَلَّتْ﴾:عَنْهُمْ. [۷-]﴿طَحَاهَا﴾: دَحَاهَا.[۸-] ﴿بِالسَّاهِرَةِ﴾:وَجْهُ الْأَرْضِ، كَانَ فِيْهَا الْحَيَوَانُ: نَوْمُهُمْ وَسَهَرُهُمْ.

اور باب میں چار حدیثیں ہیں اور چاروں پہلے گذری ہیں،اور ان کی شرح بھی گذر چکی ہے۔پہلی دو اور چوتھی حدیث میں ایک مضمون ہے:جو زمین میں سے بالشت بھر ہتھیائے گا اس کو سات زمینوں کی مالا پہنائی جائے گی،اور ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث میں ہے کہ اس کو سات زمینوں تک دھنسایا جائے گا۔

اور تیسری حدیث میں ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے آسمان وزمین پیدا کئے تو سال کے بارہ مہینے مقرر کئے۔اور آخری حدیث میں حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کا واقعہ ہے،اروی نے ان کے خلاف دعوی دائر کیا کہ حضرت سعیدؓ نے میری کچھ زمین دبالی ہے،مروان نے ان کو بلایا،انھوں نے حدیث سنائی اور کہا:یہ حدیث میں نے نبی ﷺ نے سنی ہے،پھر بھی میں اس عورت کی زمین دباؤں گا؟

[۳۱۹۵-] حدثنا عَلِيٌّ، نَا ابْنُ عُلَيَّةَ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْمُبَارَكِ، ثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِيْ كَثِيْرٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيْمَ بْنِ الْحَارِثِ، عَنْ أَبِيْ سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، وَكَانَتْ بَيْنَهُ وَبَيْنَ أُنَاسٍ خُصُوْمَةٌ فِي أَرْضٍ، فَدَخَلَ عَلٰى عَائِشَةَ فَذَكَرَ لَهَا ذٰلِكَ، فَقَالَتْ: يَا أَبَا سَلَمَةَ! اجْتَنِبِ الْأَرْضَ، فَإِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ:" مَنْ ظَلَمَ قِيْدَ شِبْرٍ مِنَ الْأَرْضِ طُوِّقَهُ مِنْ سَبْعِ أَرَضِيْنَ"[راجع: ٢٤٥٣]

[۳۱۹۶-] حدثنا بِشْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ، أَنَا عَبْدُ اللّٰهِ، عَنْ مُوْسَى بْنِ عُقْبَةَ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ أَبِيْهِ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم:" مَنْ أَخَذَ شَيْئًا مِنَ الْأَرْضِ بِغَيْرِ حَقِّهِ خُسِفَ بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِلٰى سَبْعِ أَرَضِيْنَ" [راجع: ٢٤٥٤]

[۳۱۹۷-] حدثنا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى، ثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ، ثَنَا أَيُّوْبُ، عَنْ مُحَمَّدٍ، عَنِ ابْنِ أَبِيْ بَكْرَةَ، عَنْ أَبِيْ بَكْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم، قَالَ:" إِنَّ الزَّمَانَ قَدِ اسْتَدَارَ كَهَيْئَةِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضَ، السَّنَةُ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا، مِنْهَا أَرْبَعَةٌ حُرُمٌ، ثَلَاثٌ مُتَوَالِيَاتٌ: ذُوالْقَعْدَةِ، وذُوْ الْحِجَّةِ، وَالْمُحَرَّمُ، وَرَجَبُ مُضَرَ، الَّذِيْ بَيْنَ جُمَادَى وَشَعْبَانَ"[راجع: ٦٧]

[۳۱۹۸-] حدثنا عُبَيْدُ بْنُ إِسْمَاعِيْلَ، ثَنَا أَبُوْ أُسَامَةَ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ زَيْدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ نُفَيْلٍ: أَنَّهُ خَاصَمَتْهُ أَرْوَى فِيْ حَقٍّ زَعَمَتْ أَنَّهُ انْتَقَصَهُ لَهَا: إِلٰى مَرْوَانَ، فَقَالَ سَعِيْد: أَنَا أَنْتَقِصُ مِنْ حَقِّهَا شَيْئًا؟ أَشْهَدُ لَسَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم يَقُوْلُ:" مَنْ أَخَذَ شِبْرًا مِنَ الْأَرْضِ ظُلْمًا فَإِنَّهُ يُطَوَّقُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ سَبْعِ أَرَضِيْنَ"

قَالَ ابْنُ أَبِي الزِّنَادِ عَنْ هِشَامٍ: عَنْ أَبِيْهِ، قَالَ: قَالَ لِيْ سَعِيْدُ بْنُ زَيْدٍ: دَخَلْتُ عَلَى النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم.[راجع: ٢٤٥٢]

بَابٌ: فِي النُّجُوْمِ

ستاروں کا بیان

ستارہ: وہ روشن کُرہ ہے جورات میں آسمان پر چمکتا ہوا دکھائی دیتا ہے، ستارے بھی کائنات کا حصہ ہیں، اورانسان کی تخلیق سے پہلے وجود میں آئے ہیں، ان کے سلسلہ میں کوئی حدیث امام بخاری رحمہ اللہ کی شرط کے مطابق نہیں تھی، اس لئے مفردات بیان کرکے آیات کی طرف اشارہ کیا ہے۔

ا-سورۃ الملک آیت۵ ہے: ﴿وَلَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَاءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ وَجَعَلْنَاهَا رُجُوْمًا لِلشَّيَاطِيْنِ﴾: اورہم نے قریبی آسمان کو چراغوں (ستاروں) سے آراستہ کیا، اورہم نے ان کو شیاطین کو مارنے کا ذریعہ بنایا۔

تفسیر: حضرت قتادہ رحمہ اللہ کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے ستارے تین مقاصد سے بنائے ہیں: (۱) ان کو آسمان کی زینت بنایا ہے (۲) ان کو شیاطین کے لئے میزائل بنایا ہے (۳) ان کو ایسی علامتیں بنایا ہے جن کے ذریعہ راہ پائی جاتی ہے، پس جو ان کے علاوہ ستاروں کا کوئی مقصد قرار دیتا ہے وہ غلطی کرتا ہے، وہ اپنا حصہ ضائع کرتا ہے اور وہ بہ تکلف وہ بات اختیار کرتا ہے جس کے بارے میں اسے کوئی علم نہیں، یعنی کاہنوں نے جو علویات کو سفلیات پر اثر انداز مانا ہے وہ مہمل بات ہے۔

فائدہ: کواکب کی شکلیں (عقرب، جدی، دلو وغیرہ) سفلیات پر اثر انداز ہیں یا نہیں؟ اس سلسلہ میں حضرت شاہ ولی اللہ صاحب قدس سرہ نے حجۃ اللہ البالغہ میں اچھی بحث کی ہے، دیکھیں: رحمۃ اللہ الواسعہ (۱:۲۲۹)

۲- سورۂ کہف آیت ۴۵ ہے: ﴿فَأَصْبَحَ هَشِيْمًا تَذْرُوْهُ الرِّيَاحُ﴾: اللہ تعالیٰ آسمان سے پانی برساتے ہیں تو اس کے ذریعہ زمین کی نباتات خوب گنجان پیدا ہوتی ہیں، پھر وہ ریزہ ریزہ ہوجاتی ہیں اس کو ہوا اڑائے پھرتی ہے۔ هَشَمَ الشيئَ کے معنی ہیں: خشک چیز کو توڑنا۔ حضرت رحمہ اللہ نے اس کا ترجمہ کیا ہے: مُتَغَيِّرًا: اس کی حالت بدل جاتی ہے۔

سوال: اس آیت کا ستاروں سے کچھ تعلق نہیں؟ جواب: امام بخاری رحمہ اللہ ادنی مناسبت سے بھی مفردات ذکر کرتے ہیں۔

۳- سورۂ عبس آیت ۳۱ ہے: ﴿وَفَاكِهَةً وَّأَبًّا﴾: اور میوے اور چارہ پیدا کیا، جس کو پالتو چوپائے کھاتے ہیں اور مجمع بحار الانوار میں ہے: انسان کے لئے میوہ کا جو مقام ہے جانوروں کے لئے جو گھاس اس درجہ کی ہے وہ أَبٌّ ہے۔

۴- سورۃ الرحمٰن آیت ۱۰ ہے: ﴿وَالْأَرْضَ وَضَعَهَا لِلْأَنَامِ﴾: اور اللہ نے زمین کو خلقت کے لئے رکھ دیا، انعام کے معنی ہیں: تمام مخلوقات۔

۵- سورۃ الرحمٰن آیت ۲۰ ہے: ﴿بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَا يَبْغِيَانِ﴾: دونوں دریاؤں کے بیچ میں ایک آڑ ہے، برزخ کے معنی ہیں: آڑ۔

۶- سورۃ النبأ آیت ۱۶ ہے: ﴿وَجَنَّاتٍ أَلْفَافًا﴾: اور گنجان باغ پیدا کئے، مُلْتَفَّة: گنجان، درختوں کی شاخیں ایک دوسرے میں گھسی ہوئی ہوں۔

۷- سورۂ عبس آیت ۳۰ ہے: ﴿وَحَدَائِقَ غُلْبًا﴾: اور گنجان باغ۔ غُلب اور ألفافًا کے ایک معنی ہیں۔

۸- سورۃ البقرہ آیت ۲۲ ہے: ﴿الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ فِرَاشًا﴾: وہ ذات ایسی ہے جس نے تمہارے لئے زمین کو بچھونا بنایا، یعنی ٹھہرنے کی جگہ بنائی۔ سورۃ البقرہ کی آیت ۳۶ ہے: ﴿وَلَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ﴾: اور تمہیں زمین میں ٹھہرنا ہے، یعنی زمین ٹھہرنے کے قابل بنائی۔

۹- سورۃ الاعراف آیت ۵۸ ہے: ﴿وَالَّذِيْ خَبُثَ لَا يَخْرُجُ إِلَّا نَكِدًا﴾: اور جو خراب زمین ہے اس کی پیداوار بہت کم نکلتی ہے۔ نَكِدًا کے معنی ہیں: بہت کم۔

[۳-] بَابٌ: فِي النُّجُوْمِ

[۱-] وَقَالَ قَتَادَةُ﴿ وَلَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَاءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ﴾: خَلَقَ هٰذِهِ النُّجُوْمَ لِثَلاَثٍ: جَعَلَهَا زِيْنَةً لِلسَّمَاءِ، وَرُجُوْمًا لِلشَّيَاطِيْنِ، وَعَلاَمَاتٍ يُهْتَدَى بِهَا، فَمَنْ تَأَوَّلَ فِيْهَا بِغَيْرِ ذٰلِكَ أَخْطَأَ، وَأَضَاعَ نَصِيْبَهُ، وَتَكَلَّفَ مَا لاَ عِلْمَ لَهُ بِهِ.

[۲-]وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: ﴿ هَشِيْمًا﴾ مُتَغَيِّرًا[۳-] وَالْأَبُّ: مَا تَأْكُلُ الْأَنْعَامُ.[٤-] و﴿الْأَنَامُ﴾ الْخَلْقُ [٥-] ﴿بَرْزَخٌ﴾: حَاجِزٌ. [٦-] وَقَالَ مُجَاهِدٌ:﴿ أَلْفَافًا﴾ مُلْتَفَّةً.[٧-] وَالغُلْبُ: الْمُلْتَفَّةُ.[٨-] ﴿فِرَاشًا﴾: مِهَادًا، كَقَوْلِهِ تَعَالٰى: ﴿وَلَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ﴾ [٩-] ﴿نَكِدًا﴾ قَلِيْلاً.

بَابُ صِفَةِ الشَّمْسِ وَالْقَمَرِ

سورج اور چاند کے حالات

۱-سورۃ الرحمٰن آیت ۵ ہے:﴿الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ﴾: سورج اور چاند حساب سے چل رہے ہیں،حُسبان: مصدر ہے یا حساب کی جمع ہے، جیسے:شُهْبان: شهاب (شعلہ) کی جمع ہے۔حضرت مجاہد رحمہ اللہ نے آیت کی تفسیر کی ہے: سورج اور چاند چکی کی طرح چل رہے ہیں، اور دوسرے حضرات نے اس کے معنی بیان کئے ہیں، دونوں حساب سے چل رہے ہیں، یعنی دونوں کی منزلیں طے شدہ ہیں ان سے آگے نہیں بڑھتے۔

۲-سورۃ الشّمس آیت ۱ ہے:﴿وَالشَّمْسِ وَضُحَاهَا﴾:ضمیر کا مرجع سورج ہے، قسم ہے سورج کی اور اس کی روشنی کی۔ ضُحَا کے اصل معنی ہیں: چاشت، اس وقت سورج خوب روشن ہوجاتا ہے۔

۳-سورۂ یٰس آیت ۴۰ ہے:﴿لاَ الشَّمْسُ يَنْبَغِيْ لَهَا أَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ﴾: آفتاب کے شایانِ شان نہیں کہ وہ چاند کو پکڑلے، یعنی ایک کی روشنی دوسرے کی روشنی کو چھپاتی نہیں، اور نہ یہ بات دونوں کے لئے مناسب ہے۔

۴اور اسی آیت میں ہے:﴿وَلاَ اللَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ﴾: اور نہ رات دن سے پہلے آسکتی ہے، اس کا ترجمہ کیا ہے: دونوں ایک دوسرے کے پیچھے لپک رہے ہیں، مگر ایک دوسرے کو پکڑ نہیں سکتا۔الحَثِيْث: تیز رفتار۔

۵-سورۂ یٰس آیت ۳۷ ہے:﴿نَسْلَخُ مِنْهُ النَّهَارَ﴾: ہم اس (رات) پر سے دن کو اتار لیتے ہیں یعنی دن میں سے رات اور رات میں سے دن نکالتے ہیں، ڈھائی تین گھنٹے دن میں سے نکال کر رات میں شامل کردیتے ہیں تو رات بڑی ہوجاتی ہے، اسی طرح ڈھائی تین گھنٹے رات میں سے نکال کر دن میں شامل کردیتے ہیں تو دن بڑا ہوجاتا ہے، اور دونوں میں سے ہر ایک اپنے دائرے میں چلتا رہتا ہے، یعنی رات دن چھوٹے بڑے ہوجاتے ہیں مگر ان کی چال میں فرق نہیں آتا۔

۶-سورۃ الحاقہ آیت ۱۶ ہے: ﴿وَانْشَقَّتِ السَّمَاءُ فَهِيَ يَوْمَئِذٍ وَاهِيَةٌ﴾: اور آسمان پھٹ جائے گا اور وہ اس دن بودا ہوگا، آسمان کا بودا ہونا اس کا پھٹ جانا ہے۔

۷-سورۃ الحاقہ آیت ۱۷ ہے: ﴿وَالْمَلَكُ عَلٰى أَرْجَائِهَا﴾: اور فرشتے آسمان کے کناروں پر ہونگے، جب تک آسمان پھٹے گا نہیں، اور پھٹنے کے بعد زمین پر اتر آئیں گے۔ علی أرجاء البئر کے معنی ہیں: کنویں کی مینڈ پر یعنی ایک جانب۔

۸-سورۃ النازعات آیت ۲۹ ہے: ﴿وَأَغْطَشَ لَيْلَهَا﴾: اور اس کی رات کو تاریک بنایا۔ اور سورۃ الانعام آیت ۷۶ ہے: ﴿فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ اللَّيْلُ﴾: پھر جب رات کی تاریکی اس پر چھا گئی۔ أَغْطَشَ اور جَنَّ کے معنی ہیں: أَظْلَمَ: تاریک کیا۔

۹-سورۃ التکویر آیت ا ہے: ﴿إِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ﴾: جب آفتاب بے نور ہو جائے گا۔ حضرت حسن بصری رحمہ اللہ نے كُوِّرَتْ کے معنی کئے ہیں: لپیٹ دیا جائے گا، یہاں تک کہ اس کی روشنی ختم ہو جائے گی۔

۱۰-سورۃ الانشقاق آیت ۱۷ ہے: ﴿وَاللَّيْلِ وَمَا وَسَقَ﴾: اور قسم ہے رات کی اور ان چیزوں کی جن کو رات سمیٹ کر جمع کر لیتی ہے، مراد وہ سب جاندار ہیں جو رات کو آرام کرنے کے لئے اپنے ٹھکانوں پر آجاتے ہیں۔

۱۱-سورۃ الانشقاق آیت ۱۸ ہے: ﴿وَالْقَمَرِ إِذَا اتَّسَقَ﴾: اور قسم ہے چاند کی جب وہ پورا ہو جائے، اسْتَوٰى: درست ہوا۔

۱۲-سورۃ الفرقان آیت ۶۱ ہے: ﴿تَبَارَكَ الَّذِيْ جَعَلَ فِي السَّمَاءِ بُرُوْجًا﴾: وہ ذات بڑی عالی شان ہے جس نے آسمان میں (سورج اور چاند کی) منزلیں بنائیں، یعنی روزانہ ان کے چلنے کی مسافت طے کی (اور بروج کے دوسرے معنی بڑے ستارے بھی کئے گئے ہیں)

۱۳-سورۂ فاطر آیت ۲۱ ہے: ﴿وَلَا الظِّلُّ وَلَا الْحَرُوْرُ﴾: اور برابر نہیں چھاؤں اور دھوپ۔ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور رؤبۃ بن العجاج (امام لغت) کہتے ہیں: رات میں جو گرم ہوا چلتی ہے وہ حَرُوْر ہے اور دن میں جو گرم ہوا چلتی ہے وہ سَموم (لو) ہے۔

۱۴-سورۃ الحج آیت ۶۱ ہے: ﴿يُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ﴾: اور اللہ تعالیٰ دن کو رات میں داخل کرتے ہیں، یعنی دن کو لپیٹتے ہیں، چھوٹا کر دیتے ہیں اور اس کا کچھ حصہ رات میں داخل کر دیتے ہیں۔

۱۵-سورۃ التوبہ آیت ۱۶ ہے: ﴿وَلَمْ يَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلَا رَسُوْلِهٖ وَلَا الْمُؤْمِنِيْنَ وَلِيْجَةً﴾: اور انھوں نے اللہ اور رسول اور مؤمنین کے سوا کسی کو خاص دوست نہیں بنایا۔ وَلَجَ يَلِجُ کے معنی ہیں: داخل ہونا، ولیجة: وہ دوستی جو دل میں داخل ہو جائے۔

[٤-] بَابُ صِفَةِ الشَّمْسِ وَالْقَمَرِ

[١-] ﴿بِحُسْبَانٍ﴾: قَالَ مُجَاهِدٌ: كَحُسْبَانِ الرَّحَى، وَقَالَ غَيْرُهُ، بِحِسَابٍ وَمَنَازِلَ، لَا يَعْدُوَانِهَا، حُسْبَانٌ: جَمَاعَةُ حِسَابٍ، مِثْلُ شِهَابٍ وَشُهْبَانٍ. [٢-] ﴿ضُحَاهَا﴾: ضَوْؤُهَا. [٣-] ﴿أَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ﴾:

لاَ يَسْتُرُ ضَوْءُ أَحَدِهِمَا ضَوْءَ الآخَرِ، وَلاَ يَنْبَغِيْ لَهُمَا ذٰلِكَ.[٤-] ﴿سَابِقُ النَّهَارِ﴾: يَتَطَالَبَانِ حَثِيْثَيْنِ. [٥-]﴿نَسْلُخُ﴾:نُخْرِجُ أَحَدَهُمَا مِنَ الآخَرِ، وَيَجْرِي كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا[٦-]﴿وَاهِيَةٌ﴾وَهْيُهَا: تَشَقُّقُهَا . [٧-] ﴿أَرْجَائِهَا﴾: مَالَمْ يَنْشَقَّ مِنْهَا فَهُوَ عَلٰى حَافَتَيْهِ، كَقَوْلِكَ: عَلٰى أَرْجَاءِ الْبِئْرِ.[٨-] ﴿أَغْطَشَ﴾ و﴿جَنَّ﴾: أَظْلَمَ.[٩-] وَقَالَ الْحَسَنُ﴿ كُوِّرَتْ﴾: تُكَوَّرُ حَتَّى يَذْهَبَ ضَوْؤُهَا.[١٠-] وَيُقَالُ﴿وَاللَّيْلِ وَمَا وَسَقَ﴾ جَمَعَ مِنْ دَابَّةٍ.[١١-] ﴿اتَّسَقَ﴾: اسْتَوَى.[١٢-] ﴿بُرُوْجًا﴾: مَنَازِلَ الشَّمْسِ وَالْقَمَرِ. [١٣-] ﴿الْحَرُوْرُ﴾ بِالنَّهَارِ مَعَ الشَّمْسِ. وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَرُؤْبَةُ: الْحَرُوْرُ بِاللَّيْلِ، وَالسَّمُوْمُ بِالنَّهَارِ. [١٤-] وَيُقَالُ ﴿يُوْلِجُ﴾: يُكَوِّرُ. [١٥-] ﴿وَلِيْجَةً﴾: كُلُّ شَيْئٍ أَدْخَلْتَهُ فِيْ شَيْئٍ.

پھر باب میں چھ حدیثیں ہیں، ان میں سے دو نئی ہیں، اور باقی چار پہلے گذری ہیں۔

حدیث (۱): نبی ﷺ نے ایک دن جب سورج غروب ہورہا تھا حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے پوچھا: جانتے ہو سورج کہاں جاتا ہے؟ انھوں نے کہا: اللہ ورسول بہتر جانتے ہیں، آپؐ نے فرمایا: سورج غروب ہونے کے بعد جاتا ہے یہاں تک کہ عرش کے نیچے سجدہ کرتا ہے، اور اجازت مانگتا ہے، اس کو اجازت دیدی جاتی ہے اور قریب ہے وہ زمانہ کہ سجدہ کرے گا وہ پس اس کا سجدہ قبول نہیں کیا جائے گا، اور اجازت طلب کرے گا وہ پس اس کو اجازت نہیں دی جائے گی، اس سے کہا جائے گا: واپس جا، جہاں سے آیا ہے، چنانچہ وہ اپنے غروب ہونے کی جگہ سے طلوع کرے گا۔ سورۂ یٰس آیت ۳۸ میں ہے: ﴿وَالشَّمْسُ تَجْرِيْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا، ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ﴾: اور (بعث بعد الموت کی ایک دلیل) آفتاب ہے: وہ اپنے ٹھکانہ کی طرف چلتا رہتا ہے، یہ اندازہ ٹھہرایا ہوا ہے زبردست علم والے کا، یعنی سورج جو مشرق سے مغرب کی طرف چلتا ہے اس کے لئے اللہ نے ایک مدت ٹھہرائی ہے، اس مقررہ وقت تک وہ اسی طرح چلتا رہے گا، پھر وہ الٹا چلنے لگے گا۔ اسی طرح دنیا اپنی رفتار پر چل رہی ہے، مگر اس کے لئے بھی ایک وقت مقرر ہے، اس کے بعد یہ دنیا واپس لوٹے گی، ختم ہوکر از سرِ نو چلے گی۔

اور عرش کے نیچے سجدہ کرنے کا مطلب تابعداری ہے، جیسے حضرت آدم علیہ السلام کو زمینی کائنات سے سجدہ کرایا گیا، وہ سجدہ بھی اطاعت قبول کرنے کے معنی میں تھا، حضرت آدم علیہ السلام کو خلافت ارضی سونپی گئی تھی، اس لئے جب تک زمینی مخلوقات ان کی ماتحتی قبول نہ کریں وہ نیابت کی ذمہ داری سے عہدہ برآ نہیں ہوسکتے۔ اسی طرح سورج ہر وقت اللہ کے حکم کے ماتحت چل رہا ہے جب تک اسے آگے بڑھنے کی اجازت ہے بڑھتا رہے گا، اور جب اس کو واپس لوٹنے کا حکم ہوگا تو مغرب سے طلوع ہوگا۔

سوال: سورج کی حرکت دوری ہے وہ غروب نہیں ہوتا، پھر غروب کے بعد عرش کے نیچے سجدہ کرنے کا کیا مطلب؟

جواب: سورج ہر وقت طلوع اور غروب ہوتا ہے اور وہ اللہ کے حکم کے ماتحت ایسا کرتا ہے، یہی ماتحت رہنا اس کا سجدہ

کرنا ہے، حسّی سجدہ کرنا مراد نہیں، بلکہ معنوی اطاعت مراد ہے، جو ہر آن اس کو حاصل ہے، لوگ حسّی سجدہ مراد لیتے ہیں، پھر اشکال کرتے ہیں، اس لئے اچھی طرح سمجھ لینا چاہئے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک معنوی حالت کو حسّی مثال سے سمجھایا ہے۔

حدیث (۲): نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سورج اور چاند قیامت کے دن لپیٹے ہوئے ہونگے، یعنی دونوں کی روشنی ختم ہوجائے گی۔ اور باقی چار حدیثیں نمازِ کسوف کی ہیں، ان میں ہے کہ سورج اور چاند اللہ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں، وہ کسی کے مرنے پر یا کسی کے پیدا ہونے پر نہیں گہناتے۔ پس جب سورج اور چاند کو گہن لگے تو اللہ کا ذکر کرو، اور بہترین ذکر نمازِ کسوف ہے۔

[۳۱۹۹-] حدثنا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ، ثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ إِبْرَاهِيْمَ التَّيْمِيِّ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ أَبِيْ ذَرٍّ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم لِأَبِيْ ذَرٍّ حِيْنَ غَرَبَتِ الشَّمْسُ: " أَتَدْرِيْ أَيْنَ تَذْهَبُ؟" قُلْتُ: اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ أَعْلَمُ! قَالَ: " فَإِنَّهَا تَذْهَبُ حَتَّى تَسْجُدَ تَحْتَ الْعَرْشِ، فَتَسْتَأْذِنَ فَيُؤْذَنَ لَهَا، وَيُوْشِكُ أَنْ تَسْجُدَ فَلَا يُقْبَلَ مِنْهَا، وَتَسْتَأْذِنَ فَلَا يُؤْذَنَ لَهَا، فَيُقَالُ لَهَا: ارْجِعِيْ مِنْ حَيْثُ جِئْتِ، فَتَطْلُعُ مِنْ مَغْرِبِهَا" فَذٰلِكَ قَوْلُهُ تَعَالٰى: ﴿وَالشَّمْسُ تَجْرِيْ لِمُسْتَقَرٍّ لَهَا ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ﴾[يٰس: ۳۸]

[انظر: ۴۸۰۲، ۴۸۰۳، ۷۴۲۴، ۷۴۳۳]

[۳۲۰۰-] حدثنا مُسَدَّدٌ، ثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ الْمُخْتَارِ، ثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ الدَّانَاجُ، ثَنِيْ أَبُوْ سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم، قَالَ: " الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ مُكَوَّرَانِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ"

[۳۲۰۱-] حدثنا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ، ثَنِيْ ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِيْ عَمْرٌو، أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ الْقَاسِمِ حَدَّثَهُ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ، أَنَّهُ كَانَ يُخْبِرُ عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم، قَالَ: " إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَا يَخْسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ وَلَا لِحَيَاتِهِ، وَلٰكِنَّهُمَا آيَتَانِ مِنْ آيَاتِ اللّٰهِ، فَإِذَا رَأَيْتُمُوْهَا فَصَلُّوْا"

[راجع: ۱۰۴۲]

[۳۲۰۲-] حدثنا إِسْمَاعِيْلُ بْنُ أَبِيْ أُوَيْسٍ، ثَنِيْ مَالِكٌ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم: " إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ آيَتَانِ مِنْ آيَاتِ اللّٰهِ، لَا يَخْسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ وَلَا لِحَيَاتِهِ، فَإِذَا رَأَيْتُمْ ذٰلِكَ فَاذْكُرُوْا اللّٰهَ"

[۳۲۰۳-] حدثنا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ، ثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، أَخْبَرَنِيْ عُرْوَةُ، أَنَّ عَائِشَةَ أَخْبَرَتْهُ: أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم يَوْمَ خَسَفَتِ الشَّمْسُ قَامَ فَكَبَّرَ، وَقَرَأَ قِرَاءَةً طَوِيْلَةً، ثُمَّ رَكَعَ رُكُوْعًا طَوِيْلًا، ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ فَقَالَ: " سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ" وَقَامَ كَمَا هُوَ، فَقَرَأَ قِرَاءَةً طَوِيْلَةً، وَهِيَ أَدْنَى مِنَ الْقِرَاءَةِ الْأُوْلٰى، ثُمَّ رَكَعَ رُكُوْعًا طَوِيْلًا، وَهِيَ أَدْنَى مِنَ الرَّكْعَةِ الْأُوْلٰى، ثُمَّ سَجَدَ

سُجُوْدًا طَوِيْلًا، ثُمَّ فَعَلَ فِي الرَّكْعَةِ الآخِرَةِ مِثْلَ ذٰلِكَ، ثُمَّ سَلَّمَ وَقَدْ تَجَلَّتِ الشَّمْسُ، فَخَطَبَ النَّاسَ فَقَالَ فِي كُسُوْفِ الشَّمْسِ وَالْقَمَرِ: " إِنَّهُمَا آيَتَانِ مِنْ آيَاتِ اللّٰهِ لاَ يَخْسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ وَلاَ لِحَيَاتِهِ، فَإِذَا رَأَيْتُمُوْهُمَا فَافْزَعُوْا إِلَى الصَّلاَةِ"[راجع: ١٠٤٤]

[٣٢٠٤-] حدثنا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى، ثَنَا يَحْيىٰ، عَنْ إِسْمَاعِيْلَ، ثَنِيْ قَيْسٌ، عَنْ أَبِيْ مَسْعُوْدٍ، عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم، قَالَ: " الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ لاَ يَنْكَسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ وَلاَ لِحَيَاتِهِ، وَلٰكِنَّهُمَا آيَتَانِ مِنْ آيَاتِ اللّٰهِ، فَإِذَا رَأَيْتُمُوْهَا فَصَلُّوْا"[راجع: ١٠٤١]

بَابُ مَاجَاءَ فِيْ قَوْلِهِ تَعَالٰى: ﴿وَهُوَ الَّذِيْ أَرْسَلَ الرِّيَاحَ نُشُرًا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهِ﴾

ہوا کا ذکر

ہوا بھی کائنات کا جزء ہے اور انسان سے پہلے پیدا کی گئی ہے، قرآنِ کریم کی مختلف آیات میں ہوا کا ذکر آیا ہے۔

۱-سورۃ الفرقان آیت ۴۸ ہے: ﴿وَهُوَ الَّذِيْ أَرْسَلَ الرِّيَاحَ بُشْرًا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهِ﴾: اور اللہ ایسا ہے جو بارانِ رحمت سے پہلے ہواؤں کو بھیجتا ہے جو بارش کی خوش خبری دیتی ہیں۔

تفسیر: ہماری قراءت میں بُشْرًا ہے، جس کے معنی ہیں: خوش خبری دینے والی، یہ بشیر کی جمع ہے، اور مراد مانسونی ہوائیں ہیں، جو بارش سے پہلے چلتی ہیں، اور لوگوں کو بارش کی امید دلاتی ہے۔ اور دوسری قراءت نُشُرًا ہے، جیسے رسول کی جمع رُسُلٌ ہے، اس کے معنی ہیں: پھیلانے والی، یعنی ہوائیں بادلوں کو ہر چہار جانب پھیلا دیتی ہیں۔

۲-سورۃ الاسراء آیت ۶۹ میں ہوا کی صفت قَاصِفًا آئی ہے: ﴿فَيُرْسِلَ عَلَيْكُمْ قَاصِفًا مِنَ الرِّيْحِ﴾: پھر تم پر ہوا کا سخت طوفان بھیج دے جو ہر چیز کو توڑ پھوڑ دے۔

۳-سورۃ الحجر آیت ۲۲ میں ہوا کی صفت لواقح آئی ہے: ﴿وَأَرْسَلْنَا الرِّيَاحَ لَوَاقِحَ﴾: اور ہم ہواؤں کو بھیجتے ہیں جو بادلوں کو پانی سے بھر دیتی ہیں۔ لَقِحَ (س) لَقْحًا کے معنی ہیں: گابھن ہونا۔ فھی لاقِحٌ والجمع لواقح، دوسرا لفظ اس کے لئے مَلاَقِيْح ہے، حمل والیاں، مفرد: مَلْقُوْحَة ہے۔ اور حضرت رحمہ اللہ نے بغیر یاء کے ملاقح لکھا ہے اور اس کو مُلْقِحَة کی جمع بتایا ہے، حاشیہ میں اس کو نادر کہا ہے۔

۴-سورۃ البقرہ آیت ۲۶۶ میں ہوا کو إعصار سے تعبیر کیا ہے: ﴿فَأَصَابَهَا إِعْصَارٌ فِيْهِ نَارٌ فَاحْتَرَقَتْ﴾: پھر اس باغ کو ایک بگولا پہنچا، جس میں آگ تھی، سو وہ باغ جل گیا، بگولا اور ببولا: وہ ہوا جو چکر کھا کر بلند ہوتی ہے، عاصف کے معنی ہیں: سخت ہوا، بگولے میں کبھی آگ بھی ہوتی ہے۔

۵-سورۂ آل عمران آیت ۱۱۷ میں ہوا کے تعلق سے صِرٌّ آیا ہے: ﴿كَمَثَلِ رِيْحٍ فِيْهَا صِرٌّ﴾: ایسی ہوا جس میں

تیز سردی ہو۔

۶-نُشُرًا کے معنی پہلے آ گئے: پھیلانے والی، یعنی ہوا بادلوں کو ہر چہار طرف پھیلا دیتی ہے۔

حدیث (۱): نبی ﷺ نے فرمایا: میں مشرقی ہوا کے ذریعہ مدد کیا گیا، یعنی غزوۂ احزاب میں ایک رات جو ٹھنڈی ہوا چلی تھی وہ مشرق کی جانب سے چلی تھی، وَأُهْلِكت عاد بالدَّبُوْر: اور قوم عاد پچھوا ہوا کے ذریعہ ہلاک کی گئی۔ یعنی قوم عاد پر جو مسلسل آٹھ دن ہوا چلی تھی جس سے وہ ہلاک ہو گئے وہ مغرب کی جانب سے چلی تھی۔

حدیث (۲): نبی ﷺ جب آسمان میں کوئی بادل دیکھتے جس سے بارش کی امید ہوتی تو آپؐ آتے جاتے اور گھر میں آتے اور باہر نکلتے اور چہرہ مبارک بدل جاتا، پھر جب بارش شروع ہو جاتی تو یہ کیفیت ختم ہو جاتی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس کو محسوس کیا اور وجہ پوچھی، آپؐ نے فرمایا: کیا پتہ شاید وہ ویسی ہوا ہو جیسی عاد پر چلی تھی، سورۃ الاحقاف آیت ۲۴ میں ہے: ''پس جب ان لوگوں نے اس بادل کو اپنی وادیوں کی طرف آتا دیکھا تو کہنے لگے: یہ بادل ہے جو ہم پر برسے گا، نہیں، یہ وہی (عذاب) ہے جس کو تم جلدی طلب کرتے تھے، اس میں ایک آندھی ہے جس میں دردناک عذاب ہے'' یعنی پتا نہیں بادل میں سے کیا برسے گا، اس لئے عذاب کے خوف سے نبی ﷺ کا چہرہ بدل جاتا تھا، پھر جب پانی برسنے لگتا تو اطمینان ہو جاتا کہ بادل میں عذاب نہیں ہے۔

[٥-] بَابُ مَاجَاءَ فِيْ قَوْلِهِ تَعَالٰى: ﴿وَهُوَ الَّذِیْ أَرْسَلَ الرِّيَاحَ نُشُرًا بَيْنَ يَدَیْ رَحْمَتِهِ﴾

[٢-] ﴿قَاصِفًا﴾: تَقْصِفُ كُلَّ شَيْئٍ. [٣-] ﴿لَوَاقِحَ﴾: مَلَاقِحَ: مُلْقِحَةٌ. [٤-] ﴿إِعْصَارٌ﴾: رِيْحٌ عَاصِفٌ تَهُبُّ مِنَ الْأَرْضِ إِلَى السَّمَاءِ كَعَمُوْدٍ فِيْهِ نَارٌ. [٥-] ﴿صِرٌّ﴾: بُرْدٌ. [٦-] ﴿نُشُرًا﴾: مُتَفَرِّقَةً.

[٣٢٠٥-] حدثنا آدَمُ، ثَنَا شُعْبَةُ، عَنِ الْحَكَمِ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم، قَالَ: " نُصِرْتُ بِالصَّبَا، وَأُهْلِكَتْ عَادٌ بِالدَّبُوْرِ"[راجع: ١٠٣٥]

[٣٢٠٦-] حدثنا مَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ، ثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: كَانَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم إِذَا رَأَى مَخِيْلَةً فِي السَّمَاءِ أَقْبَلَ وَأَدْبَرَ، وَدَخَلَ وَخَرَجَ، وَتَغَيَّرَ وَجْهُهُ، فَإِذَا أَمْطَرَتِ السَّمَاءُ سُرِّیَ عَنْهُ، فَعَرَفَتْهُ عَائِشَةُ ذٰلِكَ، فَقَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم: " وَمَا أَدْرِیْ لَعَلَّهُ كَمَا قَالَ قَوْمٌ: ﴿ فَلَمَّا رَأَوْهُ عَارِضًا مُسْتَقْبِلَ أَوْدِيَتِهِمْ﴾ الآيَةَ [الأحقاف: ٢٤] [انظر: ٤٨٢٩]

بَابُ ذِكْرِ الْمَلَائِكَةِ

فرشتوں کا ذکر

فرشتے اللہ کی ایک نورانی مخلوق ہیں، مختلف شکلیں اختیار کر سکتے ہیں، اور فرشتے انسان کی مصلحت کے لئے پیدا کئے گئے

ہیں، اور انسان سے بہت پہلے پیدا کئے گئے ہیں، پھر فرشتوں کی دو قسمیں ہیں: ملاء اعلی: عالم بالا کے فرشتے، اور ملاء سافل: زمینی فرشتے۔ اور جس طرح آسمانی فرشتے زمین پر اترتے ہیں، زمینی فرشتے آسمان پر جاتے ہیں، مگر مستقر دونوں کا علاحدہ ہے، اور فرشتوں کو ماننا بنیادی عقائد میں سے ہے، حدیث جبرئیل میں اور قرآنِ کریم کی بہت سی آیتوں میں ان پر ایمان لانے کا ذکر ہے، کیونکہ فرشتے اللہ اور انبیاء کے درمیان سفارت کا فریضہ انجام دیتے ہیں، پس اگر کوئی فرشتوں کو نہیں مانتا تو سوال پیدا ہوگا کہ اللہ کا پیغام نبیوں تک کیسے پہنچا؟ اس لئے فرشتوں پر ایمان لانا ضروری ہے۔

اور حضرت امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ باب بہت لمبا لکھا ہے اور اس کے بعد ایک ردیف باب بھی ہے، مگر قرآنِ کریم میں جہاں فرشتوں کا ذکر آیا ہے ان کا حوالہ نہیں دیا کیونکہ وہ کافی آیتیں ہیں جن میں فرشتوں کا ذکر ہے۔

۱- آگے (حدیث ۳۹۳۸) آرہا ہے، نبی ﷺ نے فرمایا: مجھے یہ بات ابھی حضرت جبرئیل علیہ السلام نے بتائی، اس پر عبداللہ بن سلامؓ نے کہا: حضرت جبرئیل علیہ السلام یہود کے دشمن ہیں، وہ عذاب لے کر آتے ہیں، سورۃ البقرہ آیت ۹۸ میں اس کا ذکر ہے: ﴿مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِلّٰهِ وَمَلاَ ئِكَتِهِ وَرُسُلِهِ وَجِبْرِيْلَ وِمِيكَالَ فَإِنَّ اللّٰهَ عَدُوٌّ لِلْكَافِرِيْنَ﴾: جو شخص اللہ تعالیٰ کا دشمن ہے، اور فرشتوں کا اور پیغمبروں کا اور جبرئیل کا اور میکائیل کا تو اللہ تعالیٰ ایسے کافروں کے دشمن ہیں۔

۲- اور سورۃ الصافات آیت ۱۶۵ میں ہے: ﴿وَإِنَّا لَنَحْنُ الصَّافُّوْنَ﴾: اور بیشک ہم صف بستہ کھڑے ہوتے ہیں، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: یہ فرشتوں کا قول ہے، عبادت کے لئے یا احکام سننے کے لئے وہ صف بستہ کھڑے ہوتے ہیں۔

اب احادیث پڑھیں، ہر روایت میں آپ کو یہی دیکھنا ہے کہ فرشتوں کا ذکر آیا، اور حدیثیں زیادہ تر پہلے گذری ہیں۔

[٦-] بَابُ ذِكْرِ الْمَلاَ ئِكَةِ

[١-] وَقَالَ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ، قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَلاَمٍ لِلنَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم: إِنَّ جِبْرِيْلَ عَدُوُّ الْيَهُوْدِ مِنَ الْمَلاَئِكَةِ. [٢-] وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: ﴿لَنَحْنُ الصَّافُّوْنَ﴾: الْمَلاَئِكَة.

[٣٢٠٧-] حدثنا هُدْبَةُ بْنُ خَالِدٍ، ثَنَا هَمَّامٌ، عَنْ قَتَادَةَ، ح: وَقَالَ لِيْ خَلِيْفَةُ: ثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ، ثَنَا سَعِيْدٌ، وَهِشَامٌ، قَالاَ: ثَنَا قَتَادَةُ، ثَنَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ، عَنْ مَالِكِ بْنِ صَعْصَعَةَ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم: " بَيْنَا أَنَا عِنْدَ الْبَيْتِ بَيْنَ النَّائِمِ وَالْيَقْظَانِ، فَذَكَرَ رَجُلاً بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ، فَأُتِيْتُ بِطَسْتٍ مِنْ ذَهَبٍ، مَلآنَ حِكْمَةً وَإِيْمَانًا، فَشُقَّ مِنَ النَّحْرِ إِلَى مَرَاقِ الْبَطْنِ، ثُمَّ غُسِلَ الْبَطْنُ بِمَاءِ زَمْزَمَ، ثُمَّ مُلِئَ حِكْمَةً وَإِيْمَانًا، وَأُتِيتُ بِدَابَّةٍ أَبْيَضَ دُوْنَ الْبَغْلِ وَفَوْقَ الْحِمَارِ: الْبُرَاقُ، فَانطَلَقْتُ مَعَ جِبْرِيْلَ، حَتَّى أَتَيْنَا السَّمَاءَ الدُّنْيَا، قِيْلَ مَنْ هٰذَا؟ قِيْلَ: جِبْرِيْلُ، قِيْلَ: وَمَنْ مَعَكَ؟ قِيْلَ: مُحَمَّدٌ، قِيْلَ: وَقَدْ أُرْسِلَ إِلَيْهِ؟ قَالَ: نَعَمْ، قِيْلَ: مَرْحَبًا بِهِ، وَلَنِعْمَ الْمَجِيْئُ جَاءَ، فَأَتَيْتُ عَلَى آدَمَ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ، فَقَالَ: مَرْحَبًا بِكَ مِنِ ابْنٍ وَنَبِيٍّ. فَأَتَيْنَا

السَّمَاءَ الثَّانِيَةَ، قِيْلَ: مَنْ هٰذَا؟ قَالَ: جِبْرِيْلُ، قِيْلَ: وَمَنْ مَعَكَ؟ قَالَ: مُحَمَّدٌ، قِيْلَ: أُرْسِلَ إِلَيْهِ؟ قَالَ: نَعَمْ، قِيْلَ: مَرْحَبًا بِهِ، وَلَنِعْمَ الْمَجِيْءُ جَاءَ، فَأَتَيْتُ عَلٰى عِيْسىَ وَيَحْيىٰ فَقَالاَ: مَرْحَبًا بِكَ مِنْ أَخٍ وَنَبِيٍّ، فَأَتَيْنَا السَّمَاءَ الثَّالِثَةَ، قِيْلَ: مَنْ هٰذَا؟ قِيْلَ: جِبْرِيْلُ، قِيْلَ: مَنْ مَعَكَ؟ قِيْلَ: مُحَمَّدٌ، قِيْلَ: وَقَدْ أُرْسِلَ إِلَيْهِ؟ قَالَ: نَعَمْ، قِيْلَ: مَرْحَبًا بِهِ وَلَنِعْمَ الْمَجِيْءُ جَاءَ، فَأَتَيْتُ عَلٰى يُوْسُفَ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ، فَقَالَ: مَرْحَبًا بِكَ مِنْ أَخٍ وَنَبِيٍّ، فَأَتَيْنَا السَّمَاءَ الرَّابِعَةَ، قِيْلَ: مَنْ هٰذَا؟ قَالَ: جِبْرِيْلُ، قِيْلَ: مَنْ مَعَكَ؟ قِيْلَ: مُحَمَّدٌ، قِيْلَ: وَقَدْ أُرْسِلَ إِلَيْهِ؟قِيْلَ: نَعَمْ، قِيْلَ: مَرْحَبًا بِهِ، وَنِعْمَ الْمَجِيْءُ جَاءَ. فَأَتَيْتُ عَلٰى إِدْرِيْسَ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ، فَقَالَ: مَرْحَبًا بِكَ مِنْ أَخٍ وَنَبِيٍّ، فَأَتَيْنَا السَّمَاءَ الْخَامِسَةَ، قِيْلَ: مَنْ هٰذَا؟ قِيْلَ: جِبْرِيْلُ، قِيْلَ: وَمَنْ مَعَكَ؟ قِيْلَ: مُحَمَّدٌ، قِيْلَ: وَقَدْ أُرْسِلَ إِلَيْهِ؟ قِيْلَ: نَعَمْ، قَالَ: مَرْحَبًا بِهِ، وَلَنِعْمَ الْمَجِيْءُ جَاءَ، فَأَتَيْنَا عَلٰى هَارُوْنَ فَسَلَّمْتُ، فَقَالَ: مَرْحَبًا بِكَ مِنْ أَخٍ وَنَبِيٍّ، فَأَتَيْنَا عَلٰى السَّمَاءِ السَّادِسَةِ، قِيْلَ: مَنْ هٰذَا؟ قِيْلَ: جِبْرِيْلُ، قِيْلَ: مَنْ مَعَكَ؟ قِيْلَ: مُحَمَّدٌ، قِيْلَ: وَقَدْ أُرْسِلَ إِلَيْهِ؟[قِيْلَ: نَعَمْ، قَالَ:] مَرْحَبًا بِهِ، وَنِعْمَ الْمَجِيْءُ جَاءَ. فَأَتَيْتُ عَلٰى مُوْسَى، فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ، فَقَالَ: مَرْحَبًا بِكَ مِنْ أَخٍ وَنَبِيٍّ، فَلَمَّا جَاوَزْتُ بَكَى، فَقِيْلَ: مَا أَبْكَاكَ؟ قَالَ: يَارَبِّ! هٰذَا الْغُلاَمُ الَّذِىْ بُعِثَ بَعْدِىْ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مِنْ أُمَّتِهِ أَفْضَلُ مِمَّا يَدْخُلُ مِنْ أُمَّتِىْ، فَأَتَيْنَا السَّمَاءَ السَّابِعَةَ، قِيْلَ: مَنْ هٰذَا؟ قِيْلَ: جِبْرِيْلُ، قِيْلَ: مَنْ مَعَكَ؟ قِيْلَ: مُحَمَّدٌ، قِيْلَ: وَقَدْ أُرْسِلَ إِلَيْهِ؟[قِيْلَ: نَعَمْ، قَالَ:] مَرْحَبًا بِهِ وَلَنِعْمَ الْمَجِيْءُ جَاءَ. فَأَتَيْتُ عَلٰى إِبْرَاهِيْمَ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَقَالَ: مَرْحَبًا بِكَ مِنْ ابْنٍ وَنَبِيٍّ، فَرُفِعَ لِى الْبَيْتُ الْمَعْمُوْرُ، فَسَأَلْتُ جِبْرِيْلَ فَقَالَ: هٰذَا الْبَيْتُ الْمَعْمُوْرُ يُصَلِّىْ فِيْهِ كُلَّ يَوْمٍ سَبْعُوْنَ أَلْفَ مَلَكٍ، إِذَا خَرَجُوْا لَمْ يَعُوْدُوْا آخِرَ مَا عَلَيْهِمْ، وَرُفِعَتْ لِىْ سِدْرَةُ الْمُنْتَهٰى فَإِذَا نَبِقُهَا كَأَنَّهُ قِلاَلُ هَجَرَ، وَوَرَقُهَا كَأَنَّهُ آذَانُ الْفُيُوْلِ، فِى أَصْلِهَا أَرْبَعَةُ أَنْهَارٍ: نَهْرَانِ بَاطِنَانِ، وَنَهْرَانِ ظَاهِرَانِ، فَسَأَلْتُ جِبْرِيْلَ، فَقَالَ: أَمَّا الْبَاطِنَانِ فَفِىْ الْجَنَّةِ، وَأَمَّا الظَّاهِرَانِ: فَالْفُرَاتُ وَالنِّيْلُ، ثُمَّ فُرِضَتْ عَلَيَّ خَمْسُوْنَ صَلاَ ةً، فَأَقْبَلْتُ حَتّٰى جِئْتُ مُوْسٰى، فَقَالَ: مَا صَنَعْتَ؟ قُلْتُ: فُرِضَتْ عَلَيَّ خَمْسُوْنَ صَلاَ ةً، قَالَ: أَنَا أَعْلَمُ بِالنَّاسِ مِنْكَ، عَالَجْتُ بَنِىْ إِسْرَائِيْلَ أَشَدَّ الْمُعَالَجَةِ، وَإِنَّ أُمَّتَكَ لاَتُطِيْقُ، فَارْجِعْ إِلٰى رَبِّكَ فَسَلْهُ، فَرَجَعْتُ فَسَأَلْتُهُ فَجَعَلَهَا أَرْبَعِيْنَ، ثُمَّ مِثْلَهُ، ثُمَّ ثَلاَ ثِيْنَ، ثُمَّ مِثْلَهُ، فَجَعَلَ عِشْرِيْنَ، ثُمَّ مِثْلَهُ، فَجَعَلَ عَشْرًا، فَأَتَيْتُ مُوْسَى فَقَالَ مِثْلَهُ، فَجَعَلَهَا خَمْسًا. فَأَتَيْتُ مُوْسَى، فَقَالَ: مَا صَنَعْتَ؟ قُلْتُ: جَعَلَهَا خَمْسًا، فَقَالَ مِثْلَهُ، قُلْتُ: فَسَلَّمْتُ، فَنُوْدِىَ إِنِّىْ قَدْ أَمْضَيْتُ فَرِيْضَتِىْ وَخَفَّفْتُ عَنْ عِبَادِىْ، وَأَجْزِى الْحَسَنَةَ عَشْرًا"

وَقَالَ هَمَّامٌ: عَنْ قَتَادَةَ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ أَبِىْ هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه و سلم:" فِى الْبَيْتِ الْمَعْمُوْرِ"[انظر: ٣٣٩٣، ٣٤٣٠، ٣٨٨٧]

قولہ: بين النائم واليقظان: سونے والے اور بیدار کے درمیان، اس سے کچھ حضرات نے سمجھا ہے کہ معراج خواب میں ہوئی ہے، مگر جمہور کی رائے یہ ہے کہ بڑی معراج بیداری میں ہوئی ہے، مسند احمد میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے: إنه كان في اليَقَظَةِ، رآه بعينه: اور کتاب التوحید میں (حدیث ۷۵۱۷) جو شریک نخعی کی روایت ہے: أنه كان نائما: یعنی خواب میں معراج ہوئی، یہ روایت صحیح نہیں، شریک کثیر الخطاء ہیں، اور سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ اگر یہ خواب ہوتا تو قریش نے اس کا انکار کیوں کیا؟ خواب تو اس سے بھی عجیب دیکھا جا سکتا ہے۔

قولہ: فذكر رجلاً بين رجلين: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دو آدمیوں کے درمیان ایک آدمی کا ذکر کیا، یعنی تین فرشتے انسانی شکل میں آئے .... فشُق من النحر إلى مراق البطن: پس سینہ مبارک چاک کیا، گلے سے پیٹ کی پتلی کھال تک .... البراق: مستقل جملہ ہے أى هى البراق .... وقد أرسل إليه: اس میں ہمزہ استفہام محذوف ہے: کیا ان کی طرف آدمی بھیجا گیا ہے یعنی ان کو بلایا گیا ہے؟ .... وَلَنِعْمَ المجيءُ جاءَ: اس میں تقدیم تاخیر ہے جاء مقدم ہے اور مخصوص بالمدح محذوف ہے، آئے وہ اور آنے والا کتنا شاندار ہے .... رفع لى البيت المعمور: أى كُشِفَ لى بیت معمور میرے لئے منکشف کیا گیا، یہی معنی رفعت لى سدرة المنتهى کے ہیں .... فإذا نَبِقُها كأنه قلال هجر: پس اچانک اس کے بیر ہجر مقام کے مٹکوں جیسے تھے .... دو باطنی نہریں سلسبیل اور کوثر ہیں جو سدرۃ المنتہیٰ کی جڑ سے نکل کر جنت کی طرف جا رہی ہیں، اور دو ظاہری نہریں عراق کا دریائے فرات اور مصر کا دریائے نیل ہیں .... عن الحسن عن أبى هريرة: معراج کی یہ حدیث حضرت حسن بصری رحمہ اللہ بھی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، مگر حضرت حسنؒ کا حضرت ابو ہریرہؓ سے سماع نہیں۔

[۳۲۰۸-] حدثنا الْحَسَنُ بْنُ الرَّبِيْعِ، ثَنَا أَبُوْ الْأَحْوَصِ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ زَيْدِ بْنِ وَهْبٍ، قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ: حَدَّثَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، وَهُوَ الصَّادِقُ الْمَصْدُوْقُ، قَالَ:" إِنَّ أَحَدَكُمْ يُجْمَعُ خَلْقُهُ فِيْ بَطْنِ أُمِّهِ أَرْبَعِيْنَ يَوْمًا نُطْفَةً، ثُمَّ يَكُوْنُ عَلَقَةً مِثْلَ ذٰلِكَ، ثُمَّ يَكُوْنُ مُضْغَةً مِثْلَ ذٰلِكَ، ثُمَّ يَبْعَثُ اللّٰهُ مَلَكًا، وَيُؤْمَرُ بِأَرْبَعِ كَلِمَاتٍ، وَيُقَالُ لَهُ: اكْتُبْ عَمَلَهُ، وَرِزْقَهُ، وَأَجَلَهُ، وَشَقِيٌّ أَوْ سَعِيْدٌ، ثُمَّ يُنْفَخُ فِيْهِ الرُّوْحُ، فَإِنَّ الرَّجُلَ مِنْكُمْ لَيَعْمَلُ حَتَّى ما يَكُوْنُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجَنَّةِ إِلَّا ذِرَاعٌ، فَيَسْبِقُ عَلَيْهِ كِتَابُهُ، فَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ النَّارِ، وَيَعْمَلُ حَتَّى مَا يَكُوْنُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ النَّارِ إِلَّا ذِرَاعٌ، فَيَسْبِقُ عَلَيْهِ الْكِتَابُ فَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ الْجَنَّةِ"[انظر: ۳۳۳۲، ٦٥٩٤، ٧٤٥٤]

ترجمہ: الصادق: سچے، المصدوق: سچ بتائے ہوئے یعنی اللہ کی طرف سے حضرت جبرئیل علیہ السلام کے توسط سے جو کچھ آپؐ کو بتایا جاتا ہے وہ سراسر سچ ہوتا ہے، آپؐ نے فرمایا: بیشک تم میں سے ایک کی بناوٹ اکٹھا کی جاتی ہے اس کی ماں کے پیٹ میں چالیس دن تک نطفہ کی شکل میں یعنی استقرار حمل کے بعد چالیس دن تک نطفہ میں کوئی خاص تغیر نہیں آتا، پھر

وہ خون بستہ ہوجاتا ہے اتنی ہی مدت میں، پھر وہ گوشت کی بوٹی بن جاتا ہے اتنی ہی مدت میں، پھر اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ بھیجتے ہیں (یہاں باب ہے) اور وہ چار باتوں کا حکم دیا جاتا ہے اور اس سے کہا جاتا ہے: لکھ اس کا عمل، اور اس کی روزی، اور اس کی موت کا وقت، اور یہ کہ وہ بدبخت ہوگا یا نیک بخت، پھر اس میں روح پھونکی جاتی ہے، پس بیشک ایک آدمی عمل کرتا ہے یہاں تک کہ نہیں رہتا اس کے اور جنت کے درمیان مگر ایک ہاتھ، پس غالب آجاتا ہے اس پر اس کا نوشتہ، چنانچہ وہ دوزخیوں کا کام کرنے لگتا ہے۔ اور ایک آدمی عمل کرتا ہے یہاں تک کہ نہیں رہتا اس کے اور دوزخ کے درمیان مگر ایک ہاتھ، پس غالب آجاتا ہے اس پر نوشتہ، پس وہ جنت والوں کے کام کرنے لگتا ہے۔

[۳۲۰۹-] حدثنا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ، ثَنَا مَخْلَدٌ، أَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، أَخْبَرَنِيْ مُوْسَى بْنُ عُقْبَةَ، عَنْ نَافِعٍ، قَالَ: قَالَ أَبُوْ هُرَيْرَةَ: عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم، وَتَابَعَهُ أَبُوْ عَاصِمٍ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، أَخْبَرَنِيْ مُوْسَى بْنُ عُقْبَةَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم، قَالَ: "إِذَا أَحَبَّ اللّٰهُ الْعَبْدَ نَادَى جِبْرِيْلَ: إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ فُلَانًا فَأَحْبِبْهُ، فَيُحِبُّهُ جِبْرِيْلُ. فَيُنَادِيْ جِبْرِيْلُ فِيْ أَهْلِ السَّمَاءِ: إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ فَلَانًا فَأَحِبُّوْهُ، فَيُحِبُّهُ أَهْلُ السَّمَاءِ، ثُمَّ يُوْضَعُ لَهُ الْقَبُوْلُ فِي الْأَرْضِ" [انظر: ٦٠٤٠، ٧٤٨٥]

ترجمہ: نبی ﷺ نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے محبت کرتے ہیں تو جبرئیل علیہ السلام کو پکارتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فلاں سے محبت کرتے ہیں، پس تم بھی اس سے محبت کرو، چنانچہ اس سے جبرئیل علیہ السلام محبت کرنے لگتے ہیں، پھر حضرت جبرئیل علیہ السلام آسمان والوں میں پکارتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فلاں بندے سے محبت کرتے ہیں، پس تم بھی اس سے محبت کرو، پس اس سے محبت کرتے ہیں آسمان والے، پھر اتاری جاتی ہے اس کے لئے مقبولیت زمین میں (پس زمین والے بھی اس سے محبت کرنے لگتے ہیں)

[۳۲۱۰-] حدثنا مُحَمَّدٌ، ثَنَا ابْنُ أَبِيْ مَرْيَمَ، ثَنَا اللَّيْثُ، ثنا ابْنُ أَبِيْ جعْفَرٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم أَنَّهَا سَمِعَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم يَقُوْلُ: "إِنَّ الْمَلَائِكَةَ تَنْزِلُ فِي الْعَنَانِ- وَهُوَ السَّحَابُ - فَتَذْكُرُ الْأَمْرَ قُضِيَ فِي السَّمَاءِ، فَتَسْتَرِقُ الشَّاطِيْنُ السَّمْعَ، فَتَسْمَعُهُ، فَتُوْحِيْهِ إِلٰى الْكُهَّانِ. فَيَكْذِبُوْنَ مَعَهَا مِائَةَ كَذْبَةٍ مِنْ عِنْدِ أَنْفُسِهِمْ"

[انظر: ٣٢٨٨، ٥٧٦٢، ٦٢١٣، ٧٥٦١]

ترجمہ: نبی ﷺ نے فرمایا: فرشتے بادلوں میں اترتے ہیں پس اس بات کا تذکرہ کرتے ہیں جو آسمان میں طے ہوئی ہے اور شیاطین بات کو چراتے ہیں، وہ اس کو سنتے ہیں، پھر وہ اس کو پہنچاتے ہیں کاہنوں تک، پس وہ اس کے ساتھ اپنی طرف سے سو جھوٹ ملاتے ہیں۔

[٣٢١١-] حدثنا أَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ، ثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ، أَنَا ابْنُ شِهَابٍ، عَنْ أَبِیْ سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، وَالْأَغَرِّ، عَنْ أَبِیْ هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ النَّبِیُّ صلی الله علیه وسلم: " إِذَا كَانَ يَوْمُ الْجُمُعَةِ كَانَ عَلٰى كُلِّ بَابٍ مِنْ أَبْوَابِ الْمَسْجِدِ مَلَائِكَةٌ يَكْتُبُوْنَ الْأَوَّلَ فَالْأَوَّلَ، فَإِذَا جَلَسَ الإِمَامُ طَوَوُا الصُّحُفَ، وَجَاؤُوْا يَسْتَمِعُوْنَ الذِّكْرَ "[راجع: ٩٢٩]

[٣٢١٢-] حدثنا عَلِیُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، ثَنَا سُفْيَانُ، ثَنَا الزُّهْرِیُّ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، قَالَ: مَرَّ عُمَرُ فِی الْمَسْجِدِ، وَحَسَّانُ يُنْشِدُ، فَقَالَ: كُنْتُ أُنْشِدُ فِيْهِ، وَفِيْهِ مَنْ هُوَ خَيْرٌ مِنْكَ، ثُمَّ الْتَفَتَ إِلٰى أَبِیْ هُرَيْرَةَ، فَقَالَ: أُنْشُدُكَ بِاللّٰهِ! أَسَمِعْتَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم يَقُوْلُ: " أَجِبْ عَنِّیْ، اللّٰهُمَّ أَيِّدْهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ؟ " قَالَ: نَعَمْ. [راجع: ٤٥٣]

[٣٢١٣-] حدثنا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، ثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَدِیِّ بْنِ ثَابِتٍ، عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ: قَالَ النَّبِیُّ صلی الله علیه وسلم لِحَسَّانَ: " اهْجُهُمْ، أو: هَاجِهِمْ، وَجِبْرِيْلُ مَعَكَ "[انظر: ٤١٢٣، ٤١٢٤، ٦١٥٣]

وضاحت: دوسری حدیث میں نبی ﷺ نے حضرت حسان رضی اللہ عنہ کو دعا دی ہے: اللّٰهم أيده بروح القدس: اے اللہ! حسانؓ کو قوی فرما جبرئیلؑ کے ذریعہ، اور تیسری حدیث میں ہے کہ نبی ﷺ نے حضرت حسانؓ سے فرمایا: مشرکین کی برائی کرو، اور جبرئیل علیہ السلام تمہارے ساتھ ہیں۔

[٣٢١٤-] حدثنا إِسْحَاقُ، أَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيْرٍ، ثَنَا أَبِیْ، قَالَ: سَمِعْتُ حُمَيْدَ بْنَ هِلَالٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: كَأَنِّیْ أَنْظُرُ إِلٰى غُبَارٍ سَاطِعٍ فِیْ سِكَّةِ بَنِیْ غَنْمٍ، زَادَ مُوْسٰى: مَوْكِبَ جِبْرِيْلَ علیه السلام.

[٣٢١٥-] حدثنا فَرْوَةُ، ثَنَا عَلِیُّ بْنُ مُسْهِرٍ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ عَائِشَةَ: أَنَّ الْحَارِثَ ابْنَ هِشَامٍ سَأَلَ النَّبِیَّ صلی الله علیه وسلم: كَيْفَ يَأْتِيْكَ الْوَحْیُ؟ قَالَ: " كُلُّ ذٰلِكَ، يَأْتِیْ الْمَلَكُ أَحْيَانًا فِیْ مِثْلِ صَلْصَلَةِ الْجَرَسِ، فَيَفْصِمُ عَنِّیْ وَقَدْ وَعَيْتُ مَا قَالَ، وَهُوَ أَشَدُّهُ عَلَیَّ، وَيَتَمَثَّلُ لِیْ الْمَلَكُ أَحْيَانًا رَجُلًا فَيُكَلِّمُنِیْ فَأَعِیْ مَا يَقُوْلُ "[راجع: ٢]

[٣٢١٦-] حدثنا آدَمُ، ثَنَا شَيْبَانُ، ثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِیْ كَثِيْرٍ، عَنْ أَبِیْ سَلَمَةَ، عَنْ أَبِیْ هُرَيْرَةَ، قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِیَّ صلی الله علیه وسلم يَقُوْلُ: " مَنْ أَنْفَقَ زَوْجَيْنِ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ دَعَتْهُ خَزَنَةُ الْجَنَّةِ: أَیْ فُلُ هَلُمَّ " فَقَالَ أَبُوْ بَكْرٍ: ذَاكَ الَّذِیْ لَا تَوٰى عَلَيْهِ. فَقَالَ النَّبِیُّ صلی الله علیه وسلم: " أَرْجُو أَنْ تَكُوْنَ مِنْهُمْ "[راجع: ١٨٩٧]

وضاحت: پہلی حدیث میں بنوغنم کی گلی میں جو غبار نظر آیا تھا وہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کا جلوس تھا، اور دوسری حدیث میں ہے کہ کبھی فرشتہ میرے سامنے انسان کا پیکر اختیار کرتا ہے اور تیسری حدیث میں ہے کہ جو راہِ خدا میں جوڑا خرچ

کرتا ہے اس کو جنت کے دربان بلاتے ہیں، وہ فرشتے ہیں، یہاں باب ہے۔

[٣٢١٧-] حدثنا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، ثَنَا هِشَامٌ، أَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَبِيْ سَلَمَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم قَالَ لَهَا: "يَا عَائِشَةُ! هٰذَا جِبْرِيْلُ يَقْرَأُ عَلَيْكِ السَّلَامَ" فَقَالَتْ: وَعَلَيْهِ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ، تَرَى مَالاَ أَرَى، تُرِيْدُ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم.

[انظر: ٣٧٦٨، ٦٢٠١، ٦٢٤٩، ٦٢٥٣]

[٣٢١٨-] حدثنا أَبُوْ نُعَيْمٍ، ثَنَا عُمَرُ بْنُ ذَرٍّ، ح: وَحَدَّثَنَا يَحْيىَ يَعْنِيْ ابْنَ جَعْفَرٍ، ثَنَا وَكِيْعٌ، عَنْ عُمَرَ ابْنِ ذَرٍّ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم لِجِبْرِيْلَ: "أَلاَ تَزُوْرُنَا أَكْثَرَ مِمَّا تَزُوْرُنَا؟" قَالَ: فَنَزَلَتْ ﴿وَمَا نَتَنَزَّلُ إِلَّا بِأَمْرِ رَبِّكَ لَهُ مَا بَيْنَ أَيْدِيْنَا وَمَا خَلْفَنَا﴾ الآيَةَ[مريم: ٦٤] [انظر: ٤٧٣١، ٧٤٥٥]

[٣٢١٩-] حدثنا إِسْمَاعِيْلُ، ثَنِيْ سُلَيْمَانُ، عَنْ يُوْنُسَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُوْدٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ: "أَقْرَأَنِيْ جِبْرِيْلُ عَلٰى حَرْفٍ، فَلَمْ أَزَلْ أَسْتَزِيْدُهُ حَتَّى انْتَهَى إِلَى سَبْعَةِ أَحْرُفٍ"[انظر: ٤٩٩١]

حدیث (۱): نبی ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: یہ جبرئیل علیہ السلام ہیں جو تمہیں سلام کہتے ہیں، حضرت عائشہؓ نے جواب دیا اور کہا: آپؐ دیکھتے ہیں وہ جو میں نہیں دیکھتی، یعنی مجھے حضرت جبرئیل علیہ السلام نظر نہیں آرہے۔

حدیث (۲): سورۂ مریم کی آیت ۶۴ ہے: ''اور ہم آپؐ کے رب کے حکم کے بغیر نہیں اترتے، اس کی ملک ہیں ہمارے آگے کی چیزیں اور ہمارے پیچھے کی چیزیں اور وہ چیزیں جو ان دونوں کے درمیان ہیں'' اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ نبی ﷺ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے فرمایا: آپ جتنا ہماری زیارت کے لئے آتے ہیں اس سے زیادہ ہماری زیارت کے لئے کیوں نہیں آتے؟ یعنی ہمارا جی چاہتا ہے کہ آپ بار بار آئیں، اس پر حضرت جبرئیل علیہ السلام آئندہ یہ آیت لے کر آئے کہ ہمارا آنا جانا ہمارے اختیار میں نہیں۔

حدیث (۳): نبی ﷺ نے فرمایا: جبرئیل علیہ السلام نے مجھے ایک حرف پر قرآن پڑھایا، یعنی وہ لغت قریش پر قرآن لائے، پس برابر میں ان سے اضافہ طلب کرتا رہا، یہاں تک کہ وہ سات حرفوں تک پہنچے، یعنی سات طرح سے قرآن پڑھنے کی انھوں نے مجھے اجازت دی۔

[٣٢٢٠-] حدثنا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ، أَنَا عَبْدُ اللّٰهِ، أَنَا يُوْنُسُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، ثَنِيْ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم أَجْوَدَ النَّاسِ، وَكَانَ أَجْوَدُ مَا يَكُوْنُ فِيْ

رَمَضَانَ حِيْنَ يَلْقَاهُ جِبْرِيْلُ، وَكَانَ جِبْرِيْلُ يَلْقَاهُ فِيْ كُلِّ لَيْلَةٍ مِنْ رَمَضَانَ فَيُدَارِسُهُ الْقُرانَ، فَلَرَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله عليه وسلم حِيْنَ يَلْقَاهُ جِبْرِيْلُ أَجْوَدُ بِالْخَيْرِ مِنَ الرِّيْحِ الْمُرْسَلَةِ.

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ: أَنَا مَعْمَرٌ بِهٰذَا الإِسْنَادِ نَحْوَهُ، وَرَوَى أَبُوْ هُرَيْرَةَ، وَفَاطِمَةُ، عَنِ النَّبِيِّ صلی الله عليه وسلم أَنَّ جِبْرِيْلَ كَانَ يُعَارِضُهُ الْقُرْآنَ. [راجع: ٦]

[٣٢٢١-] حدثنا قُتَيْبَةُ، ثَنَا لَيْثٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، أَنَّ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيْزِ أَخَّرَ الْعَصْرَ شَيْئًا، فَقَالَ لَهُ عُرْوَةُ: أَمَا إِنَّ جِبْرِئِيْلَ قَدْ نَزَلَ فَصَلَّى أَمَامَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی الله عليه وسلم، فَقَالَ عُمَرُ: اعْلَمْ مَا تَقُوْلُ يَا عُرْوَةُ، قَالَ: سَمِعْتُ بَشِيْرَ بْنَ أَبِيْ مَسْعُوْدٍ يَقُوْلُ: سَمِعْتُ أَبَا مَسْعُوْدٍ يَقُوْلُ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی الله عليه وسلم يَقُوْلُ:" نَزَلَ جِبْرِئِيْلُ فَأَمَّنِيْ فَصَلَّيْتُ مَعَهُ، ثُمَّ صَلَّيْتُ مَعَهُ، ثُمَّ صَلَّيْتُ مَعَهُ، ثُمَّ صَلَّيْتُ مَعَهُ، ثُمَّ صَلَّيْتُ مَعَهُ، يَحْسُبُ بِأَصَابِعِهِ خَمْسَ صَلَوَاتٍ"[راجع: ٥٢١]

[٣٢٢٢-] حدثنا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، ثَنَا ابْنُ أَبِيْ عَدِيٍّ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ حَبِيْبِ بْنِ أَبِيْ ثَابِتٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ وَهْبٍ، عَنْ أَبِيْ ذَرٍّ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صلی الله عليه وسلم:" قَالَ لِيْ جِبْرَئِيْلُ: مَنْ مَاتَ مِنْ أُمَّتِكَ لاَ يُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَيْئًا دَخَلَ الْجَنَّةَ، أَوْ: لَمْ يَدْخُلِ النَّارَ" قَالَ: وَإِنْ زَنىٰ وَإِنْ سَرَقَ؟ قَالَ:" وَإِنْ" [راجع: ١٢٣٧]

[٣٢٢٣-] حدثنا أَبُوْ الْيَمَانِ، أَنَا شُعَيْبٌ، ثَنَا أَبُو الزِّنَادِ، عَنِ الأَعْرَجِ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صى الله عليه وسلم قَالَ:" الْمَلاَئِكَةُ يَتَعَاقَبُوْنَ: مَلاَئِكَةٌ بِاللَّيْلِ، وَمَلاَئِكَةٌ بِالنَّهَارِ، وَيَجْتَمِعُوْنَ فِيْ صَلاَةِ الْفَجْرِ وَالْعَصْرِ، ثُمَّ يَعْرُجُ إِلَيْهِ الَّذِيْنَ بَاتُوْا فِيْكُمْ، فَيَسْأَلُهُمْ وَهُوَ أَعْلَمُ بِهِمْ، فَيَقُوْلُ كَيْفَ تَرَكْتُمْ عِبَادِيْ؟ فَقَالُوْا: تَرَكْنَاهُمْ يُصَلُّوْنَ وَأَتَيْنَاهُمْ يُصَلُّوْنَ"[راجع: ٥٥٥]

وضاحت: یہ سب حدیثیں پہلے گذری ہیں اور شروع کی تین حدیثوں میں حضرت جبرئیل علیہ السلام کا تذکرہ ہے، یہی حدیثوں کی باب سے مناسبت ہے اور آخری حدیث میں ہے کہ جو فرشتے رات کی ڈیوٹی پر اور دن کی ڈیوٹی پر مقرر ہیں، وہ فجر میں اور عصر میں اکٹھا ہوتے ہیں۔

بَابٌ: إِذَاقَالَ أَحَدُكُمْ: آمِيْنَ، وَالْمَلاَئِكَةُ فِي السَّمَاءِ: آمِيْنَ، فَوَافَقَتْ إِحْدَاهُمَا الأُخْرَى غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ

نمازی اور فرشتوں کا آمین کہنا ہم آہنگ ہوجائے تو اس کی سابقہ کوتاہیاں معاف کردی جاتی ہیں

ابھی نیا باب شروع نہیں ہوا، باب ذکر الملائکۃ کی حدیثیں دور تک چلیں گی، اور یہ درمیان میں اسی باب کی ایک

حدیث آئی ہے جو باب بن گئی ہے، اور فتح الباری میں ہے: اسماعیلی نے (اپنے مستخرج میں) حدیث یتعاقبون کے بعد کہا ہے: وبهذا الإسناد: إذا قال أحدكم إلى آخره: یعنی یہ حدیث اوپر والی سند ہی سے مروی ہے، پس یہ باب نہیں ہے، باب کی حدیث ہے، اور اس میں جو في السماء ہے وہ بھی عام طور پر احادیث میں نہیں ہے، کیونکہ مراد وہ فرشتے ہیں جو جماعت میں شامل ہوتے ہیں، آسمان کے فرشتے مراد نہیں۔

[۷-] بَابٌ: إِذَاقَالَ أَحَدُكُمْ: آمِيْنَ، وَالْمَلاَئِكَةُ فِي السَّمَاءِ: آمِيْنَ، فَوَافَقَتْ إِحْدَاهُمَا الأُخْرَى غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ

[۳۲۲۴-] حدثنا مُحَمَّدٌ، ثَنَا مَخْلَدٌ، أَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، عَنْ إِسْمَاعِيْلَ بْنِ أُمَيَّةَ، أَنَّ نَافِعًا حَدَّثَهُ، أَنَّ الْقَاسِمَ بْنَ مُحَمَّدٍ حَدَّثَهُ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: حَشَوْتُ لِلنَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم وِسَادَةً فِيْهَا تَمَاثِيْلُ، كَأَنَّهَا نُمْرُقَةٌ، فَجَاءَ فَقَامَ بَيْنَ الْبَابَيْنِ: وَجَعَلَ يَتَغَيَّرُ وَجْهُهُ، فَقُلْتُ: مَا لَنَا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ:" مَابَالُ هٰذِهِ الوِسَادَةِ؟" قُلْتُ: وِسَادَةٌ جَعَلْتُهَا لَكَ لِتَضْطَجِعَ عَلَيْهَا، قَالَ:" أَمَّا عَلِمْتِ أَنَّ الْمَلاَئِكَةَ لاَ تَدْخُلُ بَيْتًا فِيْهِ صُوْرَةٌ، وَأَنَّ مَنْ صَنَعَ الصُّوَرَ يُعَذَّبُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، فَيَقُوْلُ: أَحْيُوْا مَا خَلَقْتُمْ"[راجع: ۲۱۰۵]

[۳۲۲۵-] حدثنا ابْنُ مُقَاتِلٍ، أَنَا عَبْدُ اللّٰهِ، أَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، أَنَّـهُ سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ يَقُوْلُ: سَمِعْتُ أَبَا طَلْحَةَ يَقُوْلُ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم يَقُوْلُ: "لاَ تَدْخُلُ الْمَلاَئِكَةُ بَيْتًا فِيْهِ كَلْبٌ وَلاَ صُوْرَةُ تَمَاثِيْلَ"[انظر: ۳۲۲۶، ۳۳۲۲، ۴۰۰۲، ۵۹۴۹، ۵۹۵۸]

[۳۲۲۶-] حدثنا أَحْمَدُ، ثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَنَا عَمْرٌو، أَنَّ بُكَيْرَ بْنَ الأَشَجِّ حَدَّثَهُ، أَنَّ بُسْرَ بْنَ سَعِيْدٍ حَدَّثَهُ، أَنَّ زَيْدَ بْنَ خَالِدٍ الْجُهَنِيَّ حَدَّثَهُ، وَمَعَ بُسْرِ بْنِ سَعِيْدٍ: عُبَيْدُ اللّٰهِ الْخَوْلاَنِيُّ الَّذِيْ كَانَ فِي حَجْرِ مَيْمُوْنَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم، حَدَّثَهُمَا زَيْدُ بْنُ خَالِدٍ: أَنَّ أَبَا طَلْحَةَ حَدَّثَهُ: أَنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم قَالَ: "لاَ تَدْخُلُ الْمَلاَئِكَةُ بَيْتًا فِيْهِ صُوْرَةٌ" قَالَ بُسْرٌ: فَمَرِضَ زَيْدُ بْنُ خَالِدٍ فَعُدْنَاهُ فَإِذَا نَحْنُ فِيْ بَيْتِهِ بِسِتْرٍ فِيْهِ تَصَاوِيْرُ، فَقُلْتُ لِعُبَيْدِ اللّٰهِ الْخَوْلاَنِيِّ: أَلَمْ يُحَدِّثْنَا فِي التَّصَاوِيْرِ؟ فَقَالَ: إِنَّـهُ قَالَ: "إِلَّا رَقْمٌ فِيْ ثَوْبٍ" أَلاَ سَمِعْتَهُ؟ قُلْتُ: لاَ، قَالَ: بَلٰى قَدْ ذَكَرَهُ.[راجع: ۳۲۲۵]

[۳۲۲۷-] حدثنا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ، ثَنِيْ ابْنُ وَهْبٍ، ثَنِيْ عَمْرٌو، عن سَالِمٍ، عَنْ أَبِيْهِ، قَالَ: وَعَدَ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم جِبْرَئِيْلُ فَقَالَ:" إِنَّا لاَنَدْخُلُ بَيْتًا فِيْهِ صُوْرَةٌ وَلاَ كَلْبٌ"[انظر: ۵۹۶۰]

وضاحت: ان چاروں حدیثوں میں مضمون یہ ہے کہ جس گھر میں تصویر یا کتا ہوتا ہے اس میں فرشتے داخل نہیں ہوتے۔

پہلی حدیث: صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں نے نبی ﷺ کے لئے ایک تکیہ بھرا، جس میں تصویریں تھیں، گویا

وہ بیٹھنے کا گدا ہے، پس آپؐ تشریف لائے اور دو کواڑوں کے درمیان کھڑے ہوگئے اور آپؐ کے چہرے کا رنگ بدلنے لگا، صدیقہؓ نے عرض کیا: یارسول اللہ! مجھ سے کیا غلطی ہوئی؟ آپؐ نے فرمایا: یہ بیٹھنے کا گدا کیسا ہے؟ صدیقہؓ نے عرض کیا: یہ گدا میں نے آپؐ کے لئے بنایا ہے تاکہ آپؐ اس پر لیٹیں۔ آپؐ نے فرمایا: کیا تمہیں معلوم نہیں کہ فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں تصویر ہوتی ہے اور کیا تمہیں یہ معلوم نہیں کہ جو تصویر بناتا ہے اس کو قیامت کے دن سزا دی جائے گی، کہا جائے گا: زندہ کر اس تصویر کو جو تو نے بنائی ہے۔

اور دوسری حدیث میں تصویر کے ساتھ کتے کا بھی ذکر ہے اور تیسری حدیث میں ہے کہ زید بن خالد جہنیؓ نے بُسر بن سعید اور عبید اللہ خولانی سے جو حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے پروردہ تھے، حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہوئے حدیث بیان کی کہ نبی ﷺ نے فرمایا ہے: لاتدخلُ الملائکۃُ بیتا فیه صورۃٌ: بُسر کہتے ہیں: پھر حضرت زیدؓ بیمار ہوئے، ہم ان کی بیمار پرسی کے لئے گئے، ان کے گھر میں ایک ایسا پردہ تھا جس میں تصویریں تھیں، پس بُسر نے عبید اللہ سے کہا: کیا حضرت زیدؓ نے تصویروں کے بارے میں ہم سے حدیث بیان نہیں کی تھی؟ عبید اللہ نے کہا: انھوں نے حدیث میں إلا رَقْمٌ فی ثوب بھی کہا تھا، یعنی کپڑے میں کوئی تصویر ہو تو وہ مستثنیٰ ہے، کیا آپ نے یہ بات ان سے نہیں سنی؟ بُسر نے کہا: نہیں، عبید اللہ نے کہا: کیوں نہیں، انھوں نے یہ استثناء کیا تھا۔

اور آخری حدیث میں ہے کہ نبی ﷺ سے حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آنے کا وعدہ کیا تھا، پھر وہ حسب وعدہ نہیں آئے، دوسرے وقت آئے تو نبی ﷺ نے ان سے پوچھا: آپ وعدہ کے مطابق نہیں آئے؟ انھوں نے کہا: آپؐ کی چارپائی کے نیچے کتے کا پلّہ تھا اور ہم ایسے گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں تصویر یا کتا ہو۔

[۳۲۲۸-] حدثنا إِسْمَاعِیْلُ، ثَنِیْ مَالِكٌ، عَنْ سُمَیٍّ، عَنْ أَبِیْ صَالِحٍ، عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ، أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیه وسلم قَالَ: " إِذَا قَالَ الإِمَامُ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ، فَقُوْلُوْا: اللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ، فَإِنَّهُ مَنْ وَافَقَ قَوْلُهُ قَوْلَ الْمَلاَئِكَةِ، غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ" [راجع: ۷۹۶]

[۳۲۲۹-] حدثنا إِبْرَاهِیْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ، ثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُلَیْحٍ، ثَنَا أَبِیْ، عَنْ هِلاَلِ بْنِ عَلِیٍّ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِیْ عَمْرَةَ، عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ، عَنِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیه وسلم، قَالَ: إِنَّ أَحَدَكُمْ فِیْ صَلاَةٍ مَا دَامَتِ الصَّلاَ ةُ تَحْبِسُهُ، وَالْمَلاَئِكَةُ تَقُوْلُ: اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهُ، اللّٰهُمَّ ارْحَمْهُ، مَالَمْ یَقُمْ مِنْ صَلاَتِهِ أَوْ یُحْدِثْ" [راجع ۱۷۶]

[۳۲۳۰-] حدثنا عَلِیُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، ثَنَا سُفْیَانُ، عَنْ عَمْرٍو، عَنْ عَطَاءِ بْنِ مَالِكٍ، عَنْ صَفْوَانَ بْنِ یَعْلَی، عَنْ أَبِیْهِ، قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِیَّ صلی اللہ علیه وسلم یَقْرَأُ عَلَی الْمِنْبَرِ: ﴿وَنَادَوْا یَا مَالِكُ﴾ قَالَ سُفْیَانُ: فِیْ قِرَاءَ ةِ عَبْدِ اللّٰهِ: " وَنَادَوْا یَامَالِ" [انظر: ۳۲۶۶، ۴۸۱۹]

وضاحت: پہلی اور دوسری حدیثیں واضح ہیں۔ اور تیسری حدیث میں ہے کہ ایک مرتبہ نبی ﷺ نے خطبہ میں سورۂ زخرف کی آیت ۷۷ پڑھی: ﴿وَنَادَوْا يَا مَالِكُ﴾: ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءت میں ترخیم کے ساتھ مَالِ ہے، مالک جہنم کے ذمہ دار فرشتہ کا نام ہے پس باب ثابت ہوگیا۔

[۳۲۳۱-] حدثنا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ، أَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِيْ يُوْنُسَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، ثَنِيْ عُرْوَةُ، أَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم حَدَّثَتْهُ: أَنَّهَا قَالَتْ لِلنَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم: هَلْ أَتَى عَلَيْكَ يَوْمٌ كَانَ أَشَدَّ عَلَيْكَ مِنْ يَوْمِ أُحُدٍ؟ قَالَ:" لَقَدْ لَقِيْتُ مِنْ قَوْمِكِ مَا لَقِيْتُ، وَكَانَ أَشَدُّ مَا لَقِيْتُ مِنْهُمْ يَوْمَ الْعَقَبَةِ، إِذْ عَرَضْتُ نَفْسِيْ عَلَى ابْنِ عَبْدِيَالِيْلَ بْنِ عَبْدِ كُلَالٍ، فَلَمْ يُجِبْنِيْ إِلَى مَا أَرَدْتُ، فَانْطَلَقْتُ وَأَنَا مَهْمُوْمٌ عَلَى وَجْهِيْ، فَلَمْ أَسْتَفِقْ إِلَّا وَأَنَا بِقَرْنِ الثَّعَالِبِ، فَرَفَعْتُ رَأْسِيْ، فَإِذَا أَنَا بِسَحَابَةٍ قَدْ أَظَلَّتْنِيْ، فَنَظَرْتُ فَإِذَا فِيْهَا جِبْرِيْلُ، فَنَادَانِيْ فَقَالَ: إِنَّ اللّٰهَ قَدْ سَمِعَ قَوْلَ قَوْمِكَ لَكَ، وَمَا رَدُّوْا عَلَيْكَ، وَقَدْ بَعَثَ اللّٰهُ إِلَيْكَ مَلَكَ الْجِبَالِ، لِتَأْمُرَهُ بِمَا شِئْتَ فِيْهِمْ، فَنَادَانِيْ مَلَكُ الْجِبَالِ فَسَلَّمَ عَلَيَّ، ثُمَّ قَالَ: يَا مُحَمَّدُ، فَقَالَ: ذٰلِكَ، فَمَا شِئْتَ؟ إِنْ شِئْتَ أَنْ أُطْبِقَ عَلَيْهِمُ الْأَخْشَبَيْنِ، قَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم:" بَلْ أَرْجُوْ أَنْ يُخْرِجَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ مِنْ أَصْلَابِهِمْ مَنْ يَعْبُدُ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ وَحْدَهُ لَا يُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا"[انظر: ۷۳۸۹]

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی ﷺ سے پوچھا: کیا آیا ہے آپؐ پر کوئی ایسا دن جو زیادہ سخت تھا آپؐ پر اُحد کے دن سے؟ آپؐ نے فرمایا: (ہاں) بخدا واقعہ یہ ہے کہ سہی میں نے تمہاری قوم کی طرف سے وہ تکلیفیں جو سہی! اور تھی زیادہ سخت وہ بات جو میں نے ان سے سہی، گھاٹی والے دن، جب پیش کیا میں نے اپنی ذات کو ابن عبد یالیل پر، پس اس نے جواب نہیں دیا مجھے جو میں چاہتا تھا، پس چلا میں منہ اٹھا کر درانحالیکہ میں مغموم تھا، پس نہیں ہوش آیا مجھے مگر درانحالیکہ میں قرن الثعالب میں تھا، پس میں نے اپنا سر اٹھایا، اچانک ایک بادل مجھ پر سایہ فگن تھا، میں نے دیکھا اچانک اس میں جبرئیل علیہ السلام تھے، انھوں نے مجھے پکارا اور کہا: اللہ تعالیٰ نے بالیقین آپؐ کی قوم کی بات جو انھوں نے آپؐ سے کہی سن لی اور سن لیا وہ جواب جو انھوں نے آپؐ کو دیا اور اللہ تعالیٰ نے آپؐ کی طرف پہاڑوں کے ذمہ دار فرشتہ کو بھیجا ہے تاکہ آپؐ اس کو حکم دیں ان لوگوں کے بارے میں جو چاہیں، پس مجھے پہاڑوں کے ذمہ دار فرشتہ نے پکارا اور مجھے سلام کیا، پھر اس نے کہا: اے محمد! اور اس نے کہا: میں وہی فرشتہ ہوں، پس آپؐ کیا چاہتے ہیں؟ اگر آپ چاہیں تو ملادوں میں ان پر اخشبین کو، نبی ﷺ نے جواب دیا: میں امید کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نکالیں گے ان کی پیٹھوں سے وہ اولاد جو صرف اللہ کی بندگی کرے گی، اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرے گی۔

تشریح: اس روایت میں وہم ہے، عقبہ (گھاٹی) منی میں ہے، وہاں آپؐ نے خود کو نہیں پیش کیا تھا، اور ابن عبد یالیل

طائف کا سردار تھا، آپؐ نے اس سے ملاقات کی تھی جب آپؐ مکہ والوں سے تنگ آکر طائف تشریف لے گئے تھے، آپؐ نے چاہا تھا کہ وہ آپؐ کو ٹھکانہ دے اور مدد کرے، طائف کے لوگوں نے اس کو قبول نہیں کیا، اور سنگ باری کی جس سے آپؐ کے پیر لہولہان ہوگئے۔ اور قرن الثعالب مکہ کے قریب ایک جگہ ہے، آپؐ طائف سے مغموم مکہ کی طرف لوٹے، جب قرن الثعالب میں پہنچے تو یہ واقعہ پیش آیا ہے۔

[۳۲۳۲-] حدثنا قُتَيْبَةُ، ثَنَا أَبُوْ عَوَانَةَ، ثَنَا أَبُوْ إِسْحَاقَ الشَّيْبَانِيُّ، قَالَ: سَأَلْتُ زِرَّ بْنَ حُبَيْشٍ: عَنْ قَوْلِ اللهِ عَزَّوَجَلَّ: ﴿فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنٰى، فَأَوْحَى إِلٰى عَبْدِهِ مَا أَوْحَى﴾ [النجم: ۹و۱۰] قَالَ: ثَنَا ابْنُ مَسْعُوْدٍ: أَنَّـهُ رَأَى جِبْرَئِيْلَ لَهُ سِتُّ مِائَةِ جَنَاحٍ. [انظر: ٤٨٥٦، ٤٨٥٧]

[۳۲۳۳-] حدثنا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، ثَنَا شُعْبَةُ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ إِبْرَاهِيْمَ، عَنْ عَلْقَمَةَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ: ﴿لَقَدْ رَأَى مِنْ آيَاتِ رَبِّهِ الْكُبْرَى﴾ قَالَ: رَأَى رَفْرَفًا أَخْضَرَ، سَدَّ أُفُقَ السَّمَاءِ. [انظر: ٤٨٥٨]

[۳۲۳۴-] حدثنا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ إِسْمَاعِيْلَ، ثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْأَنْصَارِيُّ، عَنِ ابْنِ عُوْنٍ، أَنْبَأَنَا الْقَاسِمُ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: مَنْ زَعَمَ أَنَّ مُحَمَّدًا رَأَى رَبَّهُ فَقَدْ أَعْظَمَ، وَلٰكِنْ قَدْ رَأَى جِبْرَئِيْلَ فِيْ صُوْرَتِهِ وَخَلْقِهِ، سَادًّا مَابَيْنَ الْأُفُقِ. [انظر: ٣٢٢٥، ٤٦١٢، ٤٨٥٥، ٧٣٨٠، ٧٥٣١]

[۳۲۳۵-] حدثنا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ، ثَنَا أَبُوْ أُسَامَةَ، ثَنَا زَكَرِيَّا بْنُ أَبِيْ زَائِدَةَ، عَنِ ابْنِ الْأَشْوَعِ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ مَسْرُوْقٍ، قَالَ: قُلْتُ لِعَائِشَةَ: فَأَيْنَ قَوْلُهُ: ﴿ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنٰى﴾ قَالَتْ: ذٰلِكَ جِبْرَئِيْلُ، كَانَ يَأْتِيْهِ فِي صُوْرَةِ الرَّجُلِ، وَإِنَّمَا أَتَى هٰذِهِ الْمَرَّةَ فِيْ صُوْرَتِهِ الَّتِيْ هِيَ صُوْرَتُهُ، فَسَدَّ الْأُفُقَ. [راجع: ٣٢٣٤]

وضاحت: کچھ لوگوں نے سورۃ النجم کی آیت (۸-۱۰) سے رویت باری پر استدلال کیا ہے کہ نبی ﷺ نے معراج میں اللہ کا جلوہ دیکھا ہے، وہ آیات یہ ہیں: ﴿ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى﴾: پھر نبی ﷺ قریب ہوئے پس لٹکے یعنی اور قریب ہوئے ﴿فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنٰى﴾: پس وہ دو کمانوں کے فاصلہ پر رہ گئے، یا اس سے بھی کم، ﴿فَأَوْحٰى إِلٰى عَبْدِهِ مَا أَوْحٰى﴾: پس اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے پر وحی نازل فرمائی جو نازل فرمائی۔ حضرت عائشہ اور حضرت مسعود رضی اللہ عنہما نے اس کی تردید کی کہ دنا کی ضمیر کا مرجع نبی ﷺ نہیں ہیں، بلکہ حضرت جبرئیل علیہ السلام ہیں، نبی ﷺ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو دو مرتبہ ان کی اصلی شکل میں دیکھا ہے۔

حدیث (۱): ابواسحاق سلیمان شیبانی رحمہ اللہ نے رز بن حُبیشؒ سے ﴿فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنٰى فَأَوْحٰى إِلٰى عَبْدِهِ مَا أَوْحٰى﴾ کی تفسیر پوچھی، انھوں نے کہا: ہم سے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے حضرت

جبرئیل علیہ السلام کو دیکھا، ان کے چھ سو پَر تھے، یعنی دنا کا مرجع حضور ﷺ ہیں اللہ تعالیٰ نہیں۔

حدیث (۲): علقمہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ﴿لَقَدْ رَأَى مِنْ آيَاتِ رَبِّهِ الْكُبْرَى﴾ کا مطلب یہ ہے کہ نبی ﷺ نے ایک ہری پالکی دیکھی جس نے آسمان کے کنارے کو بھر رکھا تھا، یہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کا وجود تھا، وہ ہری پالکی میں بیٹھے ہوئے تھے اور ان کے جسم سے آسمان کا کنارہ بھرا ہوا تھا،

حدیث (۳): حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ جو گمان کرتا ہے کہ محمد ﷺ نے اپنے پروردگار کو دیکھا ہے اس نے بڑی بھاری بات کہی، نبی ﷺ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو ان کی صورت میں اور ان کی بناوٹ میں دیکھا ہے جو آسمان کے کناروں کو بھرے ہوئے تھے۔

حدیث (۴): مسروق کہتے ہیں: میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا: آپ معراج میں رویت باری کا انکار کرتی ہیں، جبکہ یہ بات قرآن میں ہے، ارشاد پاک ہے: ﴿ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى، فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنٰى﴾: صدیقہؓ نے فرمایا: وہ جبرئیل علیہ السلام تھے، یعنی دنا کی ضمیر کا مرجع حضرت جبرئیل علیہ السلام ہیں وہ نبی ﷺ کے پاس آیا کرتے تھے انسانی صورت میں اور بیشک وہ آئے آپؐ کے پاس اس مرتبہ اس صورت میں جو کہ وہ ان کی صورت ہے پس بھر دیا اس نے آسمان کے کنارے کو۔

فائدہ: یہ مسئلہ صحابہ کے زمانہ سے مختلف ہے کہ نبی ﷺ نے معراج میں اپنے پروردگار کو دیکھا یا نہیں؟ حضرات عائشہ اور ابن مسعود رضی اللہ عنہما انکار کرتے تھے، اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وغیرہ اثبات کرتے تھے، لیکن سورۂ نجم کی مذکورہ آیات میں جو قریب ہونا اور لٹک آنا اور دو کمانوں کے بقدرہ جانا ہے، اس کا تعلق حضرت جبرئیل علیہ السلام سے ہے، نبی ﷺ کا اللہ تعالیٰ سے اتنا قریب ہونا مراد نہیں۔

[۳۲۳۶-] حدثنا مُوْسَى، ثَنَا جَرِيْرُ بْنُ حَازِمٍ، ثَنَا أَبُوْ رَجَاءٍ، عَنْ سَمُرَةَ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم: " رَأَيْتُ اللَّيْلَةَ رَجُلَيْنِ أَتَيَانِيْ، فَقَالاَ: الَّذِيْ يُوْقِدُ النَّارَ مَالِكٌ خَازِنُ النَّارِ، وَأَنَا جِبْرَئِيْلُ، وَهٰذَا مِيْكَائِيْلُ" [راجع: ۸۴۵]

[۳۲۳۷-] حدثنا مُسَدَّدٌ، ثَنَا أَبُوْ عَوَانَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِيْ حَازِمٍ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: " إِذَا دَعَا الرَّجُلُ امْرَأَتَهُ إِلَى فِرَاشِهِ فَأَبَتْ، فَبَاتَ غَضْبَانَ لَعَنَتْهَا الْمَلَائِكَةُ حَتَّى تُصْبِحَ"

تَابَعَهُ شُعْبَةُ، وَأَبُوْ حَمْزَةَ، وَابْنُ دَاوُدَ، وَأَبُوْ مُعَاوِيَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ. [انظر: ۵۱۹۳، ۵۱۹۴]

[۳۲۳۸-] حدثنا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ، ثَنَا اللَّيْثُ، ثَنِيْ عُقَيْلٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا سَلَمَةَ، أَخْبَرَنِيْ جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم، يَقُوْلُ: " ثُمَّ فَتَرَ الْوَحْيُ عَنِّيْ فَتْرَةً،

فَبَيْنَا أَنَا أَمْشِيْ سَمِعْتُ صَوْتًا مِنَ السَّمَاءِ، فَرَفَعْتُ بَصَرِيْ قِبَلَ السَّمَاءِ، فَإِذَا الْمَلَكُ الَّذِيْ جَاءَ نِيْ بِحِرَاءٍ، قَاعِدٌ عَلٰى كُرْسِيٍّ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ، فَجُئِثْتُ مِنْهُ حَتّٰى هَوَيْتُ إِلَى الْأَرْضِ، فَجِئْتُ أَهْلِيْ، فَقُلْتُ: زَمِّلُوْنِيْ زَمِّلُوْنِيْ، فَأَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ: ﴿يٰأَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَأَنْذِرْ﴾ إِلٰى قَوْلِهِ: ﴿وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ﴾" قَالَ أَبُوْ سَلَمَةَ: وَالرُّجْزُ: الْأَوْثَانُ. [راجع: ٤]

حدیث (۱): ایک منامی معراج میں دو شخص آئے اور آپؐ کو لے گئے پھر آخر میں انھوں نے بتایا کہ جو شخص آگ جلا رہا تھا وہ جہنم کا ذمہ دار فرشتہ مالک تھا اور میں جبرئیل اور یہ میکائیل ہیں، پس تین فرشتوں کا ذکر آ گیا۔

حدیث (۲): جب آدمی اپنی بیوی کو اپنے بستر پر بلائے اور وہ نہ آئے اور شوہر رات بھر ناراض رہے تو اس عورت پر صبح تک فرشتے لعنت بھیجتے ہیں۔

حدیث (۳): پہلی وحی کے بعد تھوڑا فترت کا زمانہ ہے، پھر جب دوسری وحی آئی تو نبی ﷺ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو ان کی اصلی صورت میں دیکھا اور اس موقع پر سورۃ المدثر کی ابتدائی پانچ آیتیں نازل ہوئیں (جُئِثْتُ: میں ان کو دیکھ کر گھبرا گیا، یہاں تک کہ زمین پر گرنے کو ہو گیا، الجأْثُ: گھبرانا)

[۳۲۳۹-] حدثنا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، ثَنَا غُنْدَرٌ، ثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ قَتَادَةَ، ح: وَقَالَ لِيْ خَلِيْفَةُ: ثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ، ثَنَا سَعِيْدٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَبِي الْعَالِيَةِ، ثَنَا ابْنُ عَمِّ نَبِيِّكُمْ صلى الله عليه وسلم- يَعْنِيْ ابْنَ عَبَّاسٍ - عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم، قَالَ: " رَأَيْتُ لَيْلَةَ أُسْرِيَ بِيْ مُوْسٰى رَجُلاً آدَمَ طُوَالاً جَعْدًا، كَأَنَّهُ مِنْ رِجَالِ شَنُوْئَةَ، وَرَأَيْتُ عِيْسٰى رَجُلاً مَرْبُوْعًا، مَرْبُوْعَ الْخَلْقِ، إِلَى الْحُمْرَةِ وَالْبَيَاضِ، سَبِطَ الرَّأْسِ، وَرَأَيْتُ مَالِكًا خَازِنَ النَّارِ، وَالدَّجَّالَ: فِيْ آيَاتٍ أَرَاهُنَّ اللّٰهُ إِيَّاهُ: ﴿فَلَا تَكُنْ فِيْ مِرْيَةٍ مِنْ لِقَائِهِ﴾
قَالَ أَنَسٌ، وَأَبُوْ بَكْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم: " تَحْرُسُ الْمَلَائِكَةُ الْمَدِيْنَةَ مِنَ الدَّجَّالِ"
[انظر: ٣٣٩٦]

ترجمہ: ابوالعالیہؒ کہتے ہیں: ہم سے حدیث بیان کی تمہارے نبی کے چچا زاد بھائی نے —— مراد لے رہے ہیں وہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کو —— نبی ﷺ سے روایت کرتے ہوئے کہ آپؐ نے فرمایا: دیکھا میں نے جس رات مجھے لے جایا گیا (فرشتے آپ کو لے گئے، پس یہاں باب ہے) موسیٰ علیہ السلام کو گندمی رنگ کے آدمی، نکلتے قد کے، گھنگھریالے بال والے، گویا آپ قحطان کے قبیلہ شنوءۃ کے آدمی ہیں۔ اور دیکھا میں نے عیسیٰ علیہ السلام کو میانہ قد کے آدمی، میانہ جسم والے، سرخی اور سفیدی کی طرف مائل، سر کے بال سیدھے تھے، اور دیکھا میں نے جہنم کے ذمہ دار فرشتے مالک کو اور دجال کو (یہ چاروں باتیں) ان نشانیوں میں سے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو دکھلائیں (یہ سورۃ الاسراء کی پہلی آیت کی طرف

اشارہ ہے، ارشاد ہے: ﴿لِنُرِيَهُ مِنْ آيَاتِنَا﴾: تا کہ ہم ان کو اپنے کچھ عجائباتِ قدرت دکھائیں، یعنی معراج کا مقصد عجائباتِ قدرت دکھانا تھا اور یہ چاروں باتیں عجائباتِ قدرت میں سے ہیں) حاشیہ میں ہے کہ اس جگہ کسی راوی نے سورۃ السجدہ کی آیت ۲۳ پڑھی: ﴿وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوْسَى الْكِتَابَ فَلَا تَكُنْ فِيْ مِرْيَةٍ مِنْ لِقَائِهِ﴾: اور ہم نے موسیٰ کو کتاب دی، سو آپؐ اس کے ملنے میں کچھ شک نہ کیجئے، یعنی آپؐ بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح صاحب کتاب ہیں، اور لقائہ کی ضمیر جو عام طور پر موسیٰ علیہ السلام کی طرف لوٹائی جاتی ہے صحیح نہیں۔

اس کے بعد مستقل حدیث ہے: جب دجال نکلے گا تو فرشتے مدینہ کی حفاظت کریں گے (فرشتوں کا ذکر آ گیا)

بَابُ مَاجَاءَ فِيْ صِفَةِ الْجَنَّةِ، وَأَنَّهَا مَخْلُوْقَةٌ

جنت کے حالات اور یہ بات کہ جنت پیدا شدہ ہے

اللہ کی کائنات کا ایک حصہ جنت اور اس کی نعمتیں بھی ہیں، اور جنت انسان سے بہت پہلے پیدا کی جاچکی ہے، قدیم دانشور (معتزلہ) کہتے ہیں کہ ابھی جنت وجہنم پیدا نہیں ہوئیں، قیامت کے دن پیدا کی جائیں گی، کیونکہ بے ضرورت پیدا کرنا بے معنی ہے۔ مگر قرآن وحدیث کی بے شمار نصوص اس پر دلالت کرتی ہیں کہ جنت وجہنم پیدا شدہ ہیں، امام بخاری رحمہ اللہ نے انہی لوگوں پر رد کرنے کے لئے باب میں وَأَنَّهَا مَخْلُوْقَةٌ بڑھایا ہے۔

ابوداؤد اور مسند احمد میں روایت ہے: جب اللہ تعالیٰ نے جنت کو پیدا کیا تو حضرت جبرئیل علیہ السلام کو بھیجا کہ جنت کو دیکھ آؤ، اگر جنت وجہنم ابھی پیدا نہیں کی گئیں تھیں تو کس چیز کو دیکھنے بھیجا تھا؟

پھر امام بخاری رحمہ اللہ نے مفردات جمع کر کے ان آیات کی طرف اشارہ کیا ہے جن میں جنت کے احوال مذکور ہیں۔

۱- سورۃ البقرہ آیت ۲۵ میں ہے: ﴿وَلَهُمْ فِيْهَا أَزْوَاجٌ مُطَهَّرَةٌ﴾: اور جنتیوں کے لئے جنت میں پاک صاف بیویاں ہونگی۔ ابوالعالیہ رفیع ریاحی بصری نے فرمایا: وہ حیض، پیشاب (پاخانہ) اور تھوک (پسینہ وغیرہ) سے پاک ہونگی۔

۲- سورۃ البقرہ آیت ۲۵ ہے: ﴿كُلَّمَا رُزِقُوْا مِنْهَا مِنْ ثَمَرَةٍ رِّزْقًا قَالُوْا هٰذَا الَّذِيْ رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ وَأُتُوْا بِهِ مُتَشَابِهًا﴾: جب بھی جنتی جنت میں کوئی پھل غذا کے طور پر دیئے جائیں گے تو ہر بار یہی کہیں گے کہ یہ تو وہی ہے جو ہم کو اس سے پہلے ملا تھا، اور دیئے جائیں گے وہ پھل ملتا جلتا، یعنی دونوں مرتبہ کے پھلوں کی صورت ایک ہوگی، مگر مزہ دوسرا ہوگا اور اس میں بھی لطف ہوگا کہ سمجھے کیا تھے اور نکلا کیا، مٹھائی مانگی، گلاب جامن آیا، پھر دوسرے وقت مٹھائی مانگی، پھر گلاب جامن آیا، جنتیوں نے کہا: یہ تو ہم کھا چکے، فرشتے کہیں گے: آپ کھائیں، یہ دوسری مٹھائی ہے، کھائی تو رس گلّے تھے، بس مزہ آ گیا!

۳- سورۃ الحاقہ آیت ۲۳ ہے: ﴿قُطُوْفُهَا دَانِيَةٌ﴾: اس کے میوے جھکے ہوئے ہونگے کھڑے بیٹھے لیٹے، جس حالت میں چاہیں گے توڑ لیں گے۔

۴-سورۃ المطففین آیت ۲۵ ہے: ﴿عَلَى الْأَرَائِكِ يَنْظُرُوْنَ﴾: مسہریوں پر بیٹھے ہوئے کفار کا حال دیکھ رہے ہونگے۔ أرائك: أريكة کی جمع ہے، چھپر کھٹ، ایک قسم کا پردہ دار پلنگ جو مکھیوں مچھروں سے محفوظ ہو کر سونے کے لئے بنایا جاتا ہے۔

۵-سورۃ الدہر آیت ۱۱ ہے: ﴿وَلَقَّاهُمْ نَضْرَةً وَسُرُوْرًا﴾: اور ان کو تازگی اور خوشی عطا فرمائیں گے۔ حضرت حسن بصری رحمہ اللہ نے کہا: جو خوشی چہرے پر ظاہر ہو وہ نَضْرَة ہے اور جو خوشی دل میں محسوس ہو وہ سُرُوْرٌ ہے۔

۶-سورۃ الدہر آیت ۱۸ ہے: ﴿عَيْنًا فِيْهَا تُسَمَّى سَلْسَبِيْلًا﴾: جنت میں ایک چشمہ ہے جو سلسبیل کہلاتا ہے، مجاہد رحمہ اللہ نے کہا: سلسبیل کے معنی ہیں: تیز بہنے والا چشمہ۔

۷-سورۃ الصافات آیت ۴۷ ہے: ﴿لَا فِيْهَا غَوْلٌ وَلَا هُمْ عَنْهَا يُنْزَفُوْنَ﴾: جنت کی شراب سے پیٹ میں درد نہیں ہوگا اور نہ اس سے عقل میں فتور آئے گا۔

۸-سورۃ النبأ آیات ۳۳ و ۳۴ ہیں: ﴿وَكَوَاعِبَ أَتْرَابًا، وَكَأْسًا دِهَاقًا﴾: اور نو خاستہ ہم عمر عورتیں اور لبالب بھرے ہوئے جام، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے دهاقا کے معنی: لبالب بھرے ہوئے کئے ہیں اور کواعب کے معنی کئے ہیں: نواهد جو ناهدة کی جمع ہے: وہ عورت جس کے پستان ابھر آئے ہوں۔

۹-سورۃ المطففین آیت ۲۶ ہے: ﴿يُسْقَوْنَ مِنْ رَحِيْقٍ مَخْتُوْمٍ، خِتَامُهُ مِسْكٌ﴾: اور ان کو پینے کے لئے شراب خالص سربمہر دی جائے گی، اس پر مشک کی مہر لگی ہوئی ہوگی، رحیق کے معنی ہیں: شراب اور کسی چیز پر مہر لگانے کا طریقہ یہ ہے کہ لاکھ گرم کر کے اس پر مہر لگاتے ہیں، جنت کی شراب کی بوتلوں پر لاکھ کے بجائے مشک رکھ کر مہر لگائی گئی ہوگی، اور آیت ۲۷ میں ہے: ﴿وَمِزَاجُهُ مِنْ تَسْنِيْمٍ﴾: اور اس شراب کی آمیزش تسنیم کے پانی سے ہوگی، جیسے دودھ میں عرق گلاب ملاتے ہیں، جنت کی شراب میں نہر تسنیم میں سے ملونی کی جائے گی۔

۱۰-سورۃ الرحمٰن آیت ۶۶ ہے: ﴿فِيْهِمَا عَيْنَانِ نَضَّاخَتَانِ﴾: ان دو باغوں میں جوش مارتے ہوئے چشمے ہونگے۔

۱۱-سورۃ الواقعہ آیت ۱۵ ہے: ﴿عَلٰى سُرُرٍ مَوْضُوْنَةٍ﴾: اور وہ لوگ سونے کے تاروں سے بنے ہوئے تختوں پر تکیہ لگائے ہوئے آمنے سامنے بیٹھے ہونگے۔ موضونة کے معنی ہیں: بُنے ہوئے، اونٹ کے پیٹ کے نیچے ایک کپڑا ہوتا ہے اس کو وضين الناقة کہتے ہیں، وضين: موضون سے بنا ہے۔

۱۲-سورۃ الواقعہ آیت ۱۷ و ۱۸ ہیں: ﴿يَطُوْفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُخَلَّدُوْنَ، بِأَكْوَابٍ وَأَبَارِيْقَ وَكَأْسٍ مِنْ مَعِيْنٍ﴾: ان کے پاس ایسے لڑکے جو ہمیشہ لڑکے ہی رہیں گے، آمد و رفت کریں گے، آبخورے اور آفتابے اور ایسے جام شراب لے کر جو بہتی ہوئی شراب سے بھرے ہوئے ہونگے۔ أكواب: كوب کی جمع ہے، وہ پیالہ جس میں پکڑنے کا کنڈا نہ ہو، أذن اور عُروة کے ایک معنی ہیں۔ اور أباريق: إبريق کی جمع ہے: جس میں پکڑنے کا کنڈا ہو، آذان اور عُری کے ایک معنی ہیں۔

۱۳-سورۃ الواقعہ آیات ۳۵-۳۷ ہیں: ﴿إِنَّا أَنْشَأْنَاهُنَّ إِنْشَاءً: فَجَعَلْنَاهُنَّ أَبْكَارًا، عُرُبًا أَتْرَابًا﴾: ہم نے جنتی

عورتوں کو خاص طور پر بنایا ہے، پس ہم نے ان کو کنواریاں، محبوبائیں، ہم عمر بنایا ہے۔ عُرُبًا (راء کے ضمہ کے ساتھ) جمع ہے عَروب کی جیسے صَبُوْر کی جمع صُبُر ہے، اور اس کے معنی ہیں: محبوبہ، مکہ والے اس کو عَرِبَۃ کہتے ہیں، مدینہ والے غَنِجَۃ اور عراق والے شَکِلَۃ کہتے ہیں (مثقلۃ کے معنی ہیں: مضمومۃ الراء)

۱۴- سورۃ الواقعہ آیت ۸۹ ہے: ﴿فَرَوْحٌ وَرَيْحَانٌ وَجَنَّةُ نَعِيْمٍ﴾: ان کے لئے راحت غذائیں اور آرام کے باغات ہیں، مجاہدؒ نے رَوح کا ترجمہ باغ اور خوش حالی کیا ہے۔ اور رَیحان کا ترجمہ رزق کیا ہے، سورۃ الرحمٰن آیت ۱۲ میں بھی الریحان ہے وہاں بھی ترجمہ غذا ہے۔

۱۵- سورۃ الواقعہ آیات ۲۸-۳۴ ہیں: ﴿فِيْ سِدْرٍ مَخْضُوْدٍ، وَطَلْحٍ مَنْضُوْدٍ، وَظِلٍّ مَمْدُوْدٍ، وَمَاءٍ مَسْكُوْبٍ، وَفَاكِهَةٍ كَثِيْرَةٍ، لاَمَقْطُوْعَةٍ وَلاَ مَمْنُوْعَةٍ، وَفُرُشٍ مَرْفُوْعَةٍ﴾: جنتی ایسے باغوں میں ہونگے، جہاں بے خار بیریاں اور تہ بہ تہ کیلے اور لمبا سایہ اور چلتا ہوا پانی، اور کثرت سے میوے ہونگے، جو نہ ختم ہونگے نہ ان کی روک ٹوک ہوگی، اور اونچے فرش ہونگے۔ حضرت رحمہ اللہ نے فرمایا: منضود کے معنی ہیں: کیلا، حالانکہ یہ طلح کے معنی ہیں۔ اور منضود کے معنی ہیں: تہ بہ تہ۔ اور مخضود کے دو معنی کئے ہیں: (۱) پھلوں سے لدے ہوئے (۲) بے خار (پھر درمیان میں عُرُب کے معنی بیان کئے ہیں: محبوبائیں، شوہروں کی پسندیدہ مگر یہ تکرار ہے) اور مسکوب کے معنی ہیں: بہتا ہوا، اور اونچے بستر سے مراد ہے: ایک میٹرس پر دوسرا اور دوسرے پر تیسرا، اس طرح بلند کئے ہوئے۔

۱۶- سورۃ الواقعہ آیت ۲۵ ہے: ﴿لاَيَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا وَلاَ تَأْثِيْمًا﴾: اور نہیں سنیں گے وہ جنت میں بک بک اور نہ کوئی بیہودہ بات۔

۱۷- سورۃ الرحمٰن آیت ۴۸ ہے: ﴿ذَوَاتَا أَفْنَانٍ﴾: دونوں باغ کثیر شاخوں والے ہونگے۔

۱۸- سورۃ الرحمٰن آیت ۵۴ ہے: ﴿وَجَنَا الْجَنَّتَيْنِ دَانٍ﴾: اور دونوں باغوں کے پھل بہت نزدیک ہونگے۔ جَنَی وہ پھل جو پک گیا ہو، اور دَانٍ کے معنی ہیں: قریب۔

۱۹- سورۃ الرحمٰن آیت ۶۴ ہے: ﴿مُدْهَامَّتَان﴾: وہ دونوں باغ گہرے سبز ہونگے، ایسے ہرے بھرے ہونگے کہ وہ کالے نظر آئیں گے۔

[۸-] بَابُ مَاجَاءَ فِيْ صِفَةِ الْجَنَّةِ، وَأَنَّهَا مَخْلُوْقَةٌ

[۱-] قَالَ أَبُو الْعَالِيَةِ: تَكُوْنُ مُطَهَّرَةً مِنَ الْحَيْضِ، وَالْبَوْلِ، وَالْبُزَاقِ. [۲-] ﴿كُلَّمَا رُزِقُوْا﴾: أُتُوْا بِشَيْئٍ ثُمَّ أُتُوْا بِآخَرَ﴿ قَالُوْا هٰذَا الَّذِيْ رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ﴾ أُوْتِيْنَا مِنْ قَبْلُ ﴿وَأُتُوْا بِهِ مُتَشَابِهًا﴾: يُشْبِهُ بَعْضُهُ بَعْضًا، وَيَخْتَلِفُ فِي الطَّعْمِ. [۳-] ﴿قُطُوْفُهَا﴾: يَقْطِفُوْنَ كَيْفَ شَاؤُا ﴿دَانِيَةٌ﴾ قَرِيْبَةٌ. [٤-] ﴿الْأَرَائِكِ﴾

السُّرُر. [٥-] وَقَالَ الْحَسَنُ: النَّضْرَةُ فِي الْوَجْهِ، وَالسُّرُوْرُ فِي الْقَلْبِ. [٦-] وَقَالَ مُجَاهِدٌ: ﴿سَلْسَبِيْلاً﴾: حَدِيْدَةُ الْجِرْيَةِ.[٧-] ﴿غَوْلٌ﴾: وَجَعُ بَطْنٍ. ﴿يُنْزَفُوْنَ﴾: لاَ تَذْهَبُ عُقُوْلُهُم.[٨-] وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: ﴿ دِهَاقًا﴾: مُمْتَلِئًا: ﴿كَوَاعِبَ﴾: نَوَاهِدَ.[٩-] ﴿الرَّحِيْقُ﴾: الْخَمْرُ﴿ التَّسْنِيْمُ﴾: يَعْلُو شَرَابَ أَهْلِ الْجَنَّةِ. ﴿خِتَامُهُ﴾ : طِيْنُهُ مِسْكٌ.[١٠-] ﴿نَضَّاخَتَانِ﴾: فَيَّاضَتَانِ. [١١-] يُقَالُ﴿ مَوْضُوْنَةٌ﴾: مَنْسُوْجَةٌ، مِنْهُ وَضِيْنُ النَّاقَةِ.[١٢-] والْكُوْبُ: مَالاَ أُذُنَ لَهُ وَلاَ عُرْوَةَ، وَالْأَبَارِيْقُ: ذَوَاتُ الآذَانِ وَالْعُرَى.[١٣-] ﴿عُرُبًا﴾: مُثَقَّلَةً، وَاحِدَتُهَا عَرُوْبٌ، مِثْلُ صَبُوْرٍ وصُبُرٍ، يُسَمِّيْهَا أَهْلُ مَكَّةَ الْعَرِبَةَ، وَأَهْلُ الْمَدِيْنَةِ الغَنِجَةَ، وَأَهْلُ الْعِرَاقِ الشَّكِلَةَ.[١٤-] وَقَالَ مُجَاهِدٌ:﴿ رَوْحٌ﴾: جَنَّةٌ وَرَخَاءٌ. ﴿وَالرَّيْحَانُ﴾: الرِّزْقُ.[١٥-] ﴿وَالْمَنْضُوْدُ﴾: الْمَوْزُ. و﴿الْمَخْضُوْدُ﴾ هُوَ الْمُوْقَرُ حَمْلاً. وَيُقَالُ أَيْضًا: لاَ شَوْكَ لَهُ. ﴿وَالعُرُبُ﴾:الْمَحَبَّبَاتُ إِلَى أَزْوَاجِهِنَّ. يُقَالُ:﴿مَسْكُوْبٌ﴾: جَارٍ. وَ﴿فُرُشٍ مَرْفُوْعَةٍ﴾: بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ. [١٦-] ﴿لَغْوًا﴾: بَاطِلاً. ﴿ تَأْثِيْمًا﴾: كَذِبًا. [١٧-] ﴿أَفْنَانٌ﴾: أَغْصَانٌ. [١٨-] ﴿وَجَنَى الْجَنَّتَيْنِ دَانٍ﴾: مَا يُجْتَنَى قَرِيْبٌ.[١٩-] ﴿مُدْهَامَّتَانِ﴾: سَوْدَاوَانِ مِنَ الرِّيِّ.

وہ حدیثیں جو جنت کے مخلوق اور موجود ہونے پر دلالت کرتی ہیں

حدیث (۱): نبی ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی مرتا ہے تو اس پر صبح وشام اس کا ٹھکانہ پیش کیا جاتا ہے۔ اگر وہ جنتی ہوتا ہے تو جنت کا ٹھکانہ پیش کیا جاتا ہے اور اگر وہ جہنمی ہوتا ہے تو جہنم کا ٹھکانہ پیش کیا جاتا ہے۔

حدیث (۲): جب میں نے جنت کو دیکھا تو اس میں زیادہ تعداد غریبوں کی پائی اور جہنم کو دیکھا تو اس میں زیادہ تعداد عورتوں کی پائی۔

حدیث (۳): نبی ﷺ نے فرمایا: میں سویا ہوا تھا، میں نے خود کو جنت میں دیکھا، اچانک ایک عورت ایک محل کی ایک جانب میں وضو کر رہی تھی، میں نے پوچھا: یہ کس کا محل ہے؟ لوگوں نے بتایا عمر بن الخطابؓ کا، مجھے ان کی غیرت یاد آئی، میں پیٹھ پھیر کر چل دیا، اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ رو پڑے اور عرض کیا: کیا آپؐ کی وجہ سے مجھے غیرت آئے گی اے اللہ کے رسول!

تشریح: غیرت: بیوی وغیرہ محارم میں کوئی نامناسب بات دیکھ کر غصہ آنا، اور حاشیہ میں ہے کہ اس جملہ میں قلب ہے، اصل ہے أَعَليها أغار منك؟ کیا بیوی پر مجھے غصہ آئے گا، آپؐ کے گھر میں آنے کی وجہ سے؟ یہ تینوں حدیثیں اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ جنت فی الحال موجود ہے۔

[٣٢٤٠-] حدثنا أَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ، ثَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلى الله عليه وسلم:" إِذَا مَاتَ أَحَدُكُمْ، فَإِنَّهُ يُعْرَضُ عَلَيْهِ مَقْعَدُهُ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ، فَإِنْ

كَانَ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَمِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ، وَإِنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ النَّارِ فَمِنْ أَهْلِ النَّارِ"[راجع: ١٣٧٩]

[٣٢٤١-] حدثنا أَبُوْ الْوَلِيْدِ، ثَنَا سَلْمُ بْنُ زَرِيْرٍ، ثَنَا أَبُوْ رَجَاءٍ، عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ، عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم، قَالَ:" اطَّلَعْتُ فِي الْجَنَّةِ، فَرَأَيْتُ أَكْثَرَ أَهْلِهَا الْفُقَرَاءَ، وَاطَّلَعْتُ فِي النَّارِ، فَرَأَيْتُ أَكْثَرَ أَهْلِهَا النِّسَاءَ"[انظر: ٥١٩٨، ٦٤٤٩، ٦٥٤٦]

[٣٢٤٢-] حدثنا سَعِيْدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ، ثَنِي اللَّيْثُ، ثَنِي عُقَيْلٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، أَخْبَرَنِي سَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ، قَالَ: بَيْنَا نَحْنُ عِنْدَ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم إِذْ قَالَ:" بَيْنَا أَنَا نَائِمٌ رَأَيْتُنِي فِي الْجَنَّةِ، فَإِذَا امْرَأَةٌ تَتَوَضَّأُ إِلَى جَانِبِ قَصْرٍ، فَقُلْتُ: لِمَنْ هٰذَا الْقَصْرُ؟ قَالُوْا: لِعُمَرَ، فَذَكَرْتُ غَيْرَتَهُ. فَوَلَّيْتُ مُدْبِرًا" فَبَكَى عُمَرُ وَقَالَ: أَعَلَيْكَ أَغَارُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ؟[انظر: ٣٦٨٠، ٥٢٢٧، ٧٠٢٣، ٧٠٢٥]

جنت کے احوال

حدیث(۱): جنت میں کھو کھلے موتی کا ایک خیمہ ہے، یعنی ون پیس خیمہ ہے، اس کی اونچائی تیس میل ہے (چوڑائی اللہ ہی بہتر جانتے ہیں) اس کے ہر کونے میں مؤمن کی فیملی ہوگی، وہ ایک دوسرے کو نہیں دیکھیں گے، ابوعمران کے دوسرے دو شاگردوں کی روایت میں ساٹھ میل ہے۔

تشریح: ترمذی (حدیث ۲۵۲۴) میں عَرْضُهَا ہے یعنی اس کی چوڑائی ساٹھ میل ہوگی، اور آگے (حدیث ۴۸۷۹ میں) إن فی الجنة خيمة لُؤلؤةٍ مجوَّفة ہے، اور اس میں یہ بھی ہے کہ جنتی اپنی ہر فیملی کے پاس آتا جاتا رہے گا۔

حدیث قدسی: اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں: میں نے اپنے نیک بندوں کے لئے وہ نعمتیں تیار کی ہیں جو نہ کسی آنکھ نے دیکھی ہیں نہ کسی کان نے سنی ہیں، اور نہ کسی انسان کے دل میں ان کا خیال آیا ہے، اور تم چاہو تو سورۃ السجدہ کی آیت ۱۷ پڑھو: "کسی شخص کو خبر نہیں جو آنکھوں کی ٹھنڈک کا سامان نیک لوگوں کے لئے خزانۂ غیب میں موجود ہے" یعنی قرآن میں تعبیر قرةُ أعين (آنکھوں کی ٹھنڈک) ہے اور حدیث قدسی میں دوسری تعبیر ہے، اور و اقرؤا نبی ﷺ کا ارشاد ہے۔

[٣٢٤٣-] حدثنا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ، ثَنَا هَمَّامٌ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا عِمْرَانَ الْجَوْنِيَّ، يُحَدِّثُ عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ قَيْسٍ الْأَشْعَرِيِّ، عَنْ أَبِيْهِ، أَنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم قَالَ:" الْخَيْمَةُ دُرَّةٌ مَجَوَّفَةٌ، طُوْلُهَا فِي السَّمَاءِ ثَلَاثُوْنَ مِيْلاً، فِي كُلِّ زَاوِيَةٍ مِنْهَا لِلْمُؤْمِنِ مِنْ أَهْلٍ، لَا يَرَاهُمُ الْآخَرُوْنَ"

وَقَالَ أَبُوْ عَبْدِ الصَّمَدِ، وَالْحَارِثُ بْنُ عُبَيْدٍ، عَنْ أَبِي عِمْرَانَ:" سِتُّوْنَ مِيْلاً"[انظر: ٤٨٧٩]

[٣٢٤٤-] حدثنا الْحُمَيْدِيُّ، ثَنَا سُفْيَانُ، ثَنَا أَبُوْ الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم:" قَالَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى: أَعْدَدْتُ لِعِبَادِيَ الصَّالِحِيْنَ مَالاَ عَيْنٌ

رَأَتْ، وَلَا أُذُنٌ سَمِعَتْ، وَلَا خَطَرَ عَلٰی قَلْبِ بَشَرٍ، وَاقْرَؤُا إِنْ شِئْتُمْ: ﴿فلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَا أُخْفِیَ لَهُمْ مِنْ قُرَّةِ أَعْيُنٍ﴾[انظر: ٤٧٧٩، ٤٧٨٠، ٧٤٩٨]

جنتیوں کے احوال

آگے احادیث میں جنتیوں کے احوال ہیں، ان کا ترجمہ بعد میں ہے۔

[٣٢٤٥-] حدثنا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ، أَنَا عَبْدُ اللّٰهِ، أَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ، عَنْ أَبِی هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم: "أَوَّلُ زُمْرَةٍ تَلِجُ الْجَنَّةَ صُوْرَتُهُمْ عَلٰی صُوْرَةِ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ، لَايَبْصُقُوْنَ فِيْهَا، وَلَا يَمْتَخِطُوْنَ، وَلَا يَتَغَوَّطُوْنَ، آنِيَتُهُمْ فِيْهَا الذَّهَبُ، أَمْشَاطُهُمْ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ، وَمَجَامِرُهُمُ الْأُلُوَّةُ، وَرَشْحُهُمُ الْمِسْكُ، لِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمْ زَوْجَتَانِ، يُرٰی مُخُّ سُوْقِهِمَا مِنْ وَرَاءِ اللَّحْمِ مِنَ الْحُسْنِ، لَا اخْتِلَافَ بَيْنَهُمْ، وَلَا تَبَاغُضَ، قُلُوْبُهُمْ قَلْبٌ وَاحِدٌ، يُسَبِّحُوْنَ اللّٰهَ بُكْرَةً وَعَشِيًّا"

[انظر: ٣٢٤٦، ٣٢٥٤، ٣٣٢٧]

ترجمہ: نبی ﷺ نے فرمایا: جو پہلی جماعت جنت میں داخل ہوگی: ان کی صورتیں چودھویں کے چاند کے مانند ہونگی، وہ جنت میں نہ تھوکیں گے، نہ ان کی ناک بہے گی، نہ وہ پاخانہ کریں گے، جنت میں ان کے برتن سونے کے ہونگے۔ اور ان کی کنگھیاں سونے چاندی کی ہونگی، اور ان کی دھونی کی انگیٹھیاں اگر کی ہونگی، اور ان کا پسینہ مشک کی طرح خوشبودار ہوگا، اور ان میں سے ہر ایک کی دو بیویاں ہونگی، جن کی پنڈلیوں کا گودا خوبصورتی کی وجہ سے گوشت کے ورے سے نظر آئے گا، اور جنتیوں کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہوگا، نہ کوئی دوسرے سے شدید بغض رکھے گا، ان کے دل ایک آدمی کے دل ہونگے وہ صبح وشام اللہ کی پاکی بیان کریں گے۔

تشریح: جنت کی غذا لطیف ہوگی، بدن میں اس کا فضلہ تیار نہیں ہوگا، ایک خوشگوار ڈکار آئے گی اور معدہ ہلکا ہوجائے گا، اور کچھ پسینہ کے راستہ سے نکل جائے گا، مگر پسینہ بھی مشک جیسا خوشبودار ہوگا۔

لغات: بَصَقَ (ن) بَصْقًا: تھوکنا .... تَمَخَّطَ فلان: ناک صاف کرنا، ناک سے رینٹ نکالنا .... تَغَوَّطَ: پاخانہ کرنا .... أمشاط: مُشط کی جمع: کنگھی .... مَجَامِر: مِجْمَرٌ کی جمع: دھونی کی انگیٹھی، جس میں آگ جلا کر اس پر خوشبو ڈال کر دھونی لیتے ہیں .... الأُلُوَّة: العود: اگر کی لکڑی .... من الحُسْن: میں مِن اجلیہ ہے یعنی خوبصورتی کی وجہ سے ان کی پنڈلیوں کا گودا نظر آئے گا .... جنتیوں میں اختلاف اور بغض ونفرت اس لئے نہیں ہوگی کہ ان کے دلوں میں دنیا میں جو کینہ تھا وہ سب اللہ تعالیٰ دور کردیں گے (سورۃ الحجر آیت ۴۷) .... ان کے دل ایک آدمی کا دل ہونگے، یعنی اتفاق ومحبت میں جنتیوں کے دل ایک دل کی طرح ہونگے .... وہ صبح وشام اللہ کی پاکی بیان کریں

گے، یعنی جس طرح دنیا میں سانس کی آمد و رفت رہتی ہے جنت میں اللہ کا ذکر جاری رہے گا.......... ہر جنتی کے لئے انتہائی صورت دو بیویاں ہونگی، یا مراد تکثیر ہے، تثنیہ تکرار کے لئے بھی آتا ہے، جیسے: ﴿فَارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَيْنِ﴾: بار بار دیکھ۔

یہ روایت جو آپ نے پڑھی وہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہمام بن منبہ کی ہے اور اعرج عبدالرحمٰن بن ہرمز کی روایت میں (جو ابھی آ رہی ہے) کچھ اضافہ ہے: (۱) اور جو لوگ دوسرے نمبر پر جنت میں داخل ہونگے وہ آسمان میں سب سے زیادہ چمکنے والے تارے کی طرح ہونگے۔ (۲) لَایَسْقَمُوْنَ: جنتی بیمار نہیں ہونگے۔ (۳) ووقود مجامرهم الأُلُوَّةُ: ان کی انگیٹھیوں کا ایندھن اگر کی لکڑی ہوگی، یعنی انگیٹھیاں اگر کی نہیں ہونگی بلکہ ان میں جو برادہ ڈالا جائے گا وہ اگر کا ہوگا۔ (۴) اور حدیث میں جو ہے کہ جنتی صبح و شام تسبیح پڑھیں گے تو مجاہد رحمہ اللہ نے إبکار کے معنی کئے ہیں: صبح صادق سے طلوع شمس تک کا وقت اور عَشِیّ کے کے معنی کئے ہیں: زوال سے غروب تک کا وقت۔

[۳۲۴۶-] حدثنا أَبُوْ الْيَمَانِ، أَنَا شُعَيْبٌ، ثَنَا أَبُوْ الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ: "أَوَّلُ زُمْرَةٍ تَدْخُلُ الْجَنَّةَ عَلٰى صُوْرَةِ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ، وَالَّذِيْنَ عَلٰى إِثْرِهِمْ كَأَشَدِّ كَوْكَبٍ إِضَاءَةً، قُلُوْبُهُمْ عَلٰى قَلْبِ رَجُلٍ وَاحِدٍ، لَا اخْتِلَافَ بَيْنَهُمْ، وَلَا تَبَاغُضَ، لِكُلِّ امْرِئٍ مِنْهُمْ زَوْجَتَانِ، كُلُّ وَاحِدَةٍ مِنْهُمَا يُرَى مُخُّ سَاقِهَا مِنْ وَرَاءِ لَحْمِهَا مِنَ الْحُسْنِ، يُسَبِّحُوْنَ اللّٰهَ بُكْرَةً وَعَشِيًّا، لَا يَسْقَمُوْنَ وَلَا يَمْتَخِطُوْنَ، وَلَا يَبْصُقُوْنَ، آنِيَتُهُمُ الذَّهَبُ وَالْفِضَّةُ، وَأَمْشَاطُهُمُ الذَّهَبُ، وَوَقُوْدُ مَجَامِرِهِمُ الْأُلُوَّةُ - قَالَ أَبُوْ الْيَمَانِ: يَعْنِي الْعُوْدَ - وَرَشْحُهُمُ الْمِسْكُ" وَقَالَ مُجَاهِدٌ: الْإِبْكَارُ: أَوَّلُ الْفَجْرِ، وَالْعَشِيُّ: مَيْلُ الشَّمْسِ إِلٰى أَنْ - أُرَاهُ - تَغْرُبَ. [راجع: ۳۲۴۵]

اگلی حدیث: نبی ﷺ نے فرمایا: ضرور داخل ہونگے جنت میں میری امت میں سے ستر ہزار یا کہا: سات لاکھ (ابو حازم کا شک ہے) نہیں داخل ہونگے ان کے اگلے یہاں تک کہ داخل ہونگے ان کے پچھلے، ان کے چہرے چودھویں کے چاند کی طرح چمک رہے ہونگے۔

تشریح: اسی حدیث میں آگے (حدیث ۶۵۴۳) یہ اضافہ ہے: مُتَمَاسِكِيْنَ آخِذٌ بَعْضُهُمْ بِبَعْضٍ: یعنی سب ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑے ہوئے ہونگے یعنی ایک صف ہو کر داخل ہونگے۔

[۳۲۴۷-] حدثنا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِيْ بَكْرٍ الْمُقَدَّمِيُّ، ثَنَا فُضَيْلُ بْنُ سُلَيْمَانَ، عَنْ أَبِيْ حَازِمٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ، عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم، قَالَ: "لَيَدْخُلَنَّ الْجَنَّةَ مِنْ أُمَّتِيْ سَبْعُوْنَ أَلْفًا أَوْ: سَبْعُ مِائَةِ أَلْفٍ، لَا يَدْخُلُ أَوَّلُهُمْ حَتّٰى يَدْخُلَ آخِرُهُمْ، وُجُوْهُهُمْ عَلٰى صُوْرَةِ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ" [انظر: ۶۵۴۳، ۶۵۵۴]

اس کے بعد کی دو حدیثیں پہلے گذری ہیں، نبی ﷺ کی خدمت میں ایک ریشمی جبہ ہدیۃً پیش کیا گیا، آپؐ نے اس کو

زیب تن فرمایا، لوگ اس کی خوبصورتی اور نرمی سے تعجب کرنے لگے، آپ ؐ نے فرمایا: سعد بن معاذؓ کے جنت میں دستی رومال اس سے اچھے ہونگے (اور حدیث میں تقدیم وتاخیر ہے، ریشم بعد میں حرام ہوا ہے) اور یہ روایت بھی پہلے گذری ہے کہ جنت میں اگر کسی کو کوڑے کے بقدر جگہ مل جائے تو وہ دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔

[۳۲۴۸-] حدثنا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْجُعْفِيُّ، ثَنَا يُوْنُسُ بْنُ مُحَمَّدٍ، ثَنَا شَيْبَانُ، عَنْ قَتَادَةَ، ثَنَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ قَالَ: أُهْدِيَ لِلنَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم جُبَّةُ سُنْدُسٍ، وَكَانَ يَنْهٰى عَنِ الْحَرِيْرِ، فَعَجِبَ النَّاسُ مِنْهَا، فَقَالَ: ”وَالَّذِيْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ! لَمَنَادِيْلُ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ فِي الْجَنَّةِ، أَحْسَنُ مِنْ هٰذَا“ [راجع: ۲۶۱۵]

[۳۲۴۹-] حدثنا مُسَدَّدٌ، ثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ، عَنْ سُفْيَانَ، ثَنِيْ أَبُوْ إِسْحَاقَ قَالَ: سَمِعْتُ الْبَرَاءَ بْنَ عَازِبٍ، قَالَ: أُتِيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم بِثَوْبٍ مِنْ حَرِيْرٍ، فَجَعَلُوْا يَعْجَبُوْنَ مِنْ حُسْنِهِ وَلِيْنِهِ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: ”لَمَنَادِيْلُ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ فِي الْجَنَّةِ أَفْضَلُ مِنْ هٰذَا“

[انظر: ۳۸۰۲، ۵۸۳۶، ۶۶۴۰]

[۳۲۵۰-] حدثنا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، ثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ أَبِيْ حَازِمٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: ”مَوْضِعُ سَوْطٍ فِي الْجَنَّةِ خَيْرٌ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيْهَا“ [راجع: ۲۷۹۴]

اس کے بعد کی دو حدیثوں میں یہ مضمون ہے کہ جنت میں ایک درخت ہے جس کے سایہ میں اونٹ سوار سو سال چلے تو بھی اس کو طے نہیں کرسکتا، اور پڑھو اگر چاہو سورۂ واقعہ کی آیت ۳۰: ﴿وَظِلٍّ مَّمْدُوْدٍ﴾: لمبا سایہ، اور اسی حدیث میں یہ بھی ہے کہ جنت میں ایک کمان کے بقدر جگہ مل جائے تو ساری دنیا سے بہتر ہے، پھر اس کے بعد کی جو حدیث ہے وہ ابھی گذری ہے۔

[۳۲۵۱-] حدثنا رَوْحُ بْنُ عَبْدِ الْمُؤْمِنِ، ثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ، ثَنَا سَعِيْدٌ، عَنْ قَتَادَةَ، ثَنَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ، عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم، قَالَ: ”إِنَّ فِي الْجَنَّةِ لَشَجَرَةً، يَسِيْرُ الرَّاكِبُ فِيْ ظِلِّهَا مِائَةَ عَامٍ لَا يَقْطَعُهَا“

[۳۲۵۲-] حدثنا مُحَمَّدُ بْنُ سِنَانٍ، ثَنَا فُلَيْحُ بْنُ سُلَيْمَانَ، ثَنَا هِلَالُ بْنُ عَلِيٍّ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِيْ عَمْرَةَ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم، قَالَ: ”إِنَّ فِي الْجَنَّةِ لَشَجَرَةً يَسِيْرُ الرَّاكِبُ فِيْ ظِلِّهَا مِائَةَ سَنَةٍ، وَاقْرَؤُا إِنْ شِئْتُمْ ﴿وَظِلٍّ مَّمْدُوْدٍ﴾ [انظر: ۴۸۸۱]

[۳۲۵۳-] ”وَلَقَابُ قَوْسِ أَحَدِكُمْ فِي الْجَنَّةِ خَيْرٌ مِمَّا طَلَعَتْ عَلَيْهِ الشَّمْسُ أَوْ تَغْرُبُ“

[راجع: ۲۷۹۳]

[۳۲۵۴-] حدثنا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ، ثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُلَيْحٍ، ثَنَا أَبِيْ، عَنْ هِلَالِ بْنِ عَلِيٍّ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِيْ عَمْرَةَ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم، قَالَ: ”أَوَّلُ زُمْرَةٍ تَدْخُلُ الْجَنَّةَ

عَلٰى صُوْرَةِ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ، وَالَّذِيْنَ عَلٰى آثَارِهِمْ كَأَحْسَنِ كَوْكَبٍ دُرِّيٍّ فِي السَّمَاءِ إِضَاءَةً، قُلُوْبُهُمْ عَلٰى قَلْبِ رَجُلٍ وَاحِدٍ، لَا تَبَاغُضَ بَيْنَهُمْ وَلَا تَحَاسُدَ، وَلِكُلِّ امْرِئٍ زَوْجَتَانِ مِنَ الْحُوْرِ الْعِيْنِ، يُرَى مُخُّ سُوْقِهِنَّ مِنْ وَرَاءِ الْعَظْمِ وَاللَّحْمِ"

پھر حدیث ہے جو پہلے گذری ہے کہ صاحبزادے حضرت ابراہیمؓ کے لئے جنت میں ایک دودھ پلانے والی ہے، یہ بچہ اٹھارہ ماہ کی عمر میں فوت ہوا تھا۔ پھر آخری حدیث ہے، نبی ﷺ نے فرمایا: بیشک جنت والے البتہ دیکھنے کی کوشش کریں گے اپنے سے اوپر والوں کو، یعنی جو جنتی اوپر کے درجات میں ہیں ان کو دیکھنے کی کوشش کریں گے، جس طرح تم اس چمکدار ستارے کو دیکھنے کی کوشش کرتے ہو جو مشرق میں یا مغرب میں جا چکا ہے، یعنی طلوع ہو رہا ہے یا غروب ہو رہا ہے، اس کو جس طرح آنکھیں لمبی کر کے دیکھنے کی کوشش کرتے ہیں اسی طرح جنت میں نیچے والے اوپر والوں کی منازل کو دیکھیں گے، اُس تفاضل (کمی بیشی) کی وجہ سے جو ان کے درمیان ہوگی، یعنی تمام جنتیوں کے درجات برابر نہیں ہونگے، ان میں تفاوت ہوگا، صحابہ نے پوچھا: کیا وہ نبیوں کے مقامات ہونگے جن تک ان کے علاوہ کوئی نہیں پہنچے گا، آپؐ نے فرمایا: کیوں نہیں یعنی دوسرے بھی ان مقامات تک پہنچیں گے، قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے! کچھ لوگ ہیں جو اللہ پر ایمان لائے اور انھوں نے رسولوں کی تصدیق کی (وہ متابعت اور محبت کی وجہ سے ان کے درجوں تک پہنچیں گے، کیونکہ حدیث میں ہے: المرأ مع مَنْ أَحَبَّ: آدمی ان کے ساتھ ہوگا جس سے وہ محبت کرتا ہے)

[۳۲۵۵-] حدثنا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ، ثَنَا شُعْبَةُ، قَالَ: عَدِيُّ بْنُ ثَابِتٍ أَخْبَرَنِيْ، قَالَ: سَمِعْتُ الْبَرَاءَ، عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم، قَالَ: لَمَّا مَاتَ إِبْرَاهِيْمُ قَالَ:" إِنَّ لَهُ مُرْضِعًا فِي الْجَنَّةِ"[راجع: ۱۳۸۲]

[۳۲۵۶-] حدثنا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: ثَنِيْ مَالِكٌ، عَنْ صَفْوَانَ بْنِ سُلَيْمٍ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ أَبِيْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ، عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم، قَالَ:" إِنَّ أَهْلَ الْجَنَّةِ لَيَتَرَاءَ وْنَ أَهْلَ الْغُرَفِ مِنْ فَوْقِهِمْ، كَمَا تَتَرَاءَ وْنَ الْكَوْكَبَ الدُّرِّيَّ الْغَابِرَ فِي الْأُفُقِ مِنَ الْمَشْرِقِ أَوِ الْمَغْرِبِ، لِتَفَاضُلِ مَا بَيْنَهُمْ" قَالُوْا: يَارَسُوْلَ اللهِ! تِلْكَ مَنَازِلُ الْأَنْبِيَاءِ، لَا يَبْلُغُهَا غَيْرُهُمْ؟ قَالَ:" بَلٰى، وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهِ! رِجَالٌ آمَنُوْا بِاللهِ وَصَدَّقُوْا الْمُرْسَلِيْنَ"[انظر: ۶۵۵۶]

بَابُ صِفَةِ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ

جنت کے دروازوں کا حال

یہ ذیلی باب ہے اس میں ایک معلّق حدیث ہے کہ جو مال کا جوڑا یا بار بار مال خرچ کرتا ہے وہ جنت کے ہر دروازے سے

بلایا جائے گا۔ اور حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کا حوالہ ہے جو آگے (حدیث ۳۴۳۵) آرہی ہے کہ جنت کے آٹھ دروازے ہیں، پھر باب میں حضرت سہل رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے، اس میں بھی جنت کے آٹھ دروازوں کا ذکر ہے، ان میں سے ایک دروازہ ریان ہے، جس سے روزہ دار ہی داخل ہونگے، اور سورۃ الحجر میں صراحت ہے کہ جہنم کے سات دروازے ہیں۔

سوال: ان میں سے کسی روایت میں جنت کے دروازوں کی حالت کا ذکر نہیں؟

جواب: جنت کے آٹھ دروازے ہیں، یہی حالت بیان کرنا مقصود ہے۔

[۹-] بَابُ صِفَةِ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ

[۱-] وقَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم: ''مَنْ أَنفَقَ زَوْجَيْنِ دُعِيَ مِنْ بَابِ الْجَنَّةِ''

[۲-] فِيْهِ عُبَادَةُ، عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم.

[۳۲۵۷-] حدثنا سَعِيْدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ، ثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُطَرِّفٍ، ثَنِي أَبُوْ حَازِمٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ، عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم، قَالَ: '' فِي الْجَنَّةِ ثَمَانِيَةُ أَبْوَابٍ، فِيْهَا بَابٌ يُسَمَّى الرَّيَّانَ، لَايَدْخُلُهُ إِلَّا الصَّائِمُوْنَ'' [راجع: ۱۸۹۶]

بَابُ صِفَةِ النَّارِ، وَأَنَّهَا مَخْلُوْقَةٌ

جہنم کے احوال اور یہ کہ وہ پیدا شدہ ہے

جہنم بھی جنت کی طرح پیدا شدہ ہے، معتزلہ پر رد کرنے کے لئے أَنَّهَا مخلوقة بڑھایا ہے، پھر جن آیات میں جہنم کے احوال مذکور ہیں، ان کے مفردات لا کر ان آیات کی طرف اشارہ کیا ہے:

۱-سورۃ النبا آیات ۲۴-۲۶ ہیں: ﴿لَايَذُوْقُوْنَ فِيْهَا بَرْدًا وَلَا شَرَابًا إِلَّا حَمِيْمًا وَغَسَّاقًا، جَزَاءً وِّفَاقًا﴾: جہنمی جہنم میں نہ کوئی ٹھنڈک چکھیں گے نہ کوئی پینے کی چیز، علاوہ کھولتے پانی اور پیپ کے، پورے پورے بدلے کے طور پر۔ غسّاق کے معنی ہیں: ٹھنڈا بدبودار پانی۔ غَسَقَتْ (ض،س) عَيْنُه غُسُوْقًا وَغَسَقَانًا: آنکھ سے پانی بہنا، آنکھ کا تاریک ہونا، اور يَغْسِقُ الْجَرْحُ غَسَقَانًا: زخم سے پیلا پانی بہنا، غَسَاق بروزن سَحَاب اور غسَّاق بروزن شَدَّاد: ٹھنڈا اور بدبودار پانی۔ جاننا چاہئے کہ ماضی کے ساتھ عينُه لائے ہیں اور مضارع کے ساتھ الجرحُ: اس طرح دو محاورے سمجھائے ہیں، رہی یہ بات کہ غَسَّاق کا مفرد کیا ہے، غَسِيْق یا غَسَق؟ فرماتے ہیں: یہ دونوں الگ الگ اسم ہیں اور یہی مفرد بھی ہیں اور جمع بھی۔ عربی میں ایسا ہوتا ہے: ایک ہی لفظ مفرد بھی ہوتا ہے اور جمع بھی۔

۲-سورۃ الحاقہ آیت ۳۵و۳۶ ہیں: ﴿فَلَيْسَ لَهُ الْيَوْمَ هٰهُنَا حَمِيْمٌ، وَلَا طَعَامٌ إِلَّا مِنْ غِسْلِيْنٍ﴾: پس نہیں ہے جہنمی

کے لئے آج کوئی دلی دوست، اور نہ اس کو کوئی کھانے کی چیز ملے گی، علاوہ زخمیوں کے دھوون کے، جب جہنمیوں کے زخم دھوئے جائیں گے تو ان کا پانی جمع ہوگا وہ پینے کے لئے دیا جائے گا۔ غِسْلِین: فِعْلِین کا وزن ہے، غَسل سے ماخوذ ہے، خواہ عام زخم دھویا جائے یا اونٹ کی پیٹھ کا زخم دھویا جائے۔ دَبَر: دَبَرۃ کی جمع ہے: جانور کا زخم۔

۳- سورۃ الانبیاء آیت ۹۸ ہے: ﴿إِنَّکُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ حَصَبُ جَھَنَّمَ أَنْتُمْ لَھَا وَارِدُوْنَ﴾: بیشک تم اور جن کو تم خدا کے علاوہ پوجتے ہو سب جہنم کا ایندھن بنو گے، تم سب اس میں داخل ہونے والے ہو، حَصَب: حبشی زبان کا لفظ ہے اس کے معنی ہیں: ایندھن، چولھا جلانے کی چیزیں، اور یہ بات حضرت عکرمہ رحمہ اللہ نے فرمائی ہے۔

اور سورۂ بنی اسرائیل آیت ۶۸ ہے: ﴿أَوْ یُرْسِلَ عَلَیْکُمْ حَاصِبًا﴾: یا تم پر بھیج دے کنکر پتھر برسانے والی ہوا، عکرمہؒ کے علاوہ دوسرے حضرات نے کہا: حاصِب کے معنی ہیں: تیز وتند ہوا، وہ آندھی جس میں سنگریزے اڑکر آئیں اور چہرے پر لگیں، حَصَبُ جھنم کا محاورہ اسی سے لیا گیا ہے (معلوم ہوا کہ حبشی زبان کا لفظ نہیں ہے) حَصَبُ جھنم کے معنی ہیں: مَا یُرْمَی بہ فِي جھنم: وہ سنگریزے جن سے دوزخ میں مارا جائے گا، اور ایک محاورہ ہے: ھم حَصَبُھَا: وہ جہنم کا ایندھن ہونگے، اور حَصَب فی الأرض کے ایک معنی ہیں: ذَھَبَ: گیا، اور حَصَب: حَصْبَاء سے مشتق ہے، جس کے معنی ہیں: سنگریزے، پتھر۔

۴- سورۂ ابراہیم آیت ۱۶ میں ہے: ﴿وَیُسْقٰی مِنْ مَاءٍ صَدِیْدٍ﴾: اور جہنم میں ایسا پانی پینے کو دیا جائے گا جو پیپ لہو ہوگا، یعنی گرم پانی میں پیپ لہو کی ملونی ہوگی۔

۵- سورۃ الاسراء آیت ۹۷ میں ہے: ﴿کُلَّمَا خَبَتْ زِدْنَاھُمْ سَعِیْرًا﴾: جب بھی جہنم کی آگ ذرا دھیمی پڑے گی ہم اس کو بھڑکا دیں گے، خَبَتْ کے معنی ہیں: طَفِئَتْ: بجھنے لگے گی۔

۶- سورۃ الواقعہ آیت ۷۱ ہے: ﴿أَفَرَأَیْتُمُ النَّارَ الَّتِیْ تُوْرُوْنَ﴾: اچھا بتلاؤ جس آگ کو تم سلگاتے ہو، أَوْرَیْتُ کے معنی ہیں: أو قدتُ، سلگانا، تَسْتَخْرِجون: چقماق سے نکالتے ہو۔

۷- سورۃ الواقعہ آیت ۷۳ میں ہے: ﴿نَحْنُ جَعَلْنَاھَا تَذْکِرَۃً وَمَتَاعًا لِلْمُقْوِیْنَ﴾: ہم نے آگ کو یاد دہانی کی چیز اور مسافروں کے فائدہ کی چیز بنایا ہے، القِیُّ کے معنی ہیں: القفر: چٹیل جنگل، اس سے مُقوین بنایا ہے، اس کے معنی ہیں: مسافر۔

۸- سورۃ الصافات آیت ۲۳ میں ہے: ﴿فَاھْدُوْھُمْ إِلٰی صِرَاطِ الْجَحِیْمِ﴾: پھر ان سب کو دوزخ کا راستہ دکھاؤ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: وہ راستہ دکھاؤ جو سیدھا جہنم تک پہنچتا ہے۔

۹- سورۃ الصافات آیت ۶۷ ہے: ﴿ثُمَّ إِنَّ لَھُمْ عَلَیْھَا لَشَوْبًا مِنْ حَمِیْمٍ﴾: پھر ان کو کھولتا پانی (پیپ میں) ملا کر دیا جائے گا، جیسے جنتیوں کے مشروب میں تسنیم کی ملونی ہوگی، جہنمیوں کے مشروب میں پیپ کی ملونی ہوگی۔ یُخْلَط اور یُسَاط کے ایک معنی ہیں: ملانا۔

۱۰- سورۂ ہود آیت ۱۰۶ ہے: ﴿فَأَمَّا الَّذِیْنَ شَقُوْا فَفِی النَّارِ، لَھُمْ فِیْھَا زَفِیْرٌ وَّشَھِیْقٌ﴾: رہے وہ لوگ جو بدبخت

ہوئے تو وہ دوزخ میں ہونگے، ان کے لئے دوزخ میں چیخ وپکار ہوگی، گدھا جب رینکتا ہے تو شروع میں آواز تیز ہوتی ہے، وہ زفیر ہے، پھر آخر میں آواز ہلکی پڑ جاتی ہے وہ شہیق ہے۔ زفیر کے معنی ہیں: صوت شدید۔ اور شہیق کے معنی ہیں: صوت ضعیف۔

۱۱- سورۂ مریم آیت ۸۶ ہے: ﴿وَنَسُوْقُ الْمُجْرِمِيْنَ إِلٰى جَهَنَّمَ وِرْدًا﴾: اور ہم مجرموں کو دوزخ کی طرف پیاسہ ہانکیں گے۔ وِردا کے معنی ہیں: پیاسہ۔

۱۲- سورۂ مریم آیت ۵۹ میں ہے: ﴿فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا﴾: سو وہ لوگ عنقریب گھاٹے سے ملاقات کریں گے۔

۱۳- سورۃ المؤمن آیت ۷۲ میں ہے: ﴿ثُمَّ فِي النَّارِ يُسْجَرُوْنَ﴾: پھر وہ لوگ آگ میں جھونکے جائیں گے، حضرت مجاہد رحمہ اللہ نے فرمایا: وہ آگ کا ایندھن بنیں گے، یعنی ان کے ذریعہ جہنم بھڑکائی جائے گی۔

۱۴- سورۃ الرحمٰن آیت ۳۵ ہے: ﴿يُرْسَلُ عَلَيْكُمَا شُوَاظٌ مِنْ نَارٍ وَنُحَاسٌ فَلَا تَنْتَصِرَانِ﴾: جن وانس پر آگ کا شعلہ اور تانبا چھوڑا جائے گا، پھر تم اس کو ہٹا نہ سکو گے۔ نُحاس کے معنی ہیں: تانبا، جو پگھلا کر جہنمیوں کے سروں پر ریڑھا جائے گا۔

۱۵- سورۃ الحج آیت ۲۲ میں ہے: ﴿وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ﴾: اور جلنے کا عذاب چکھو، یہ معنوی چکھنا ہے یعنی اختیار کرو، تجربہ کرو، منہ سے چکھنا مراد نہیں۔

۱۶- سورۃ الرحمٰن آیت ۱۵ ہے: ﴿وَخَلَقَ الْجَانَّ مِنْ مَارِجٍ مِنْ نَارٍ﴾: اور جنات کو خالص آگ سے پیدا کیا، مارج: ایسی آگ جس میں دھواں نہ ہو، مَرَجَ الأميرُ رعيته: کے معنی ہیں: امیر نے اپنی رعایا کو چھوڑ دیا کہ جو چاہیں کریں، بعض بعض پر کودیں۔ اور سورۂ ق آیت ۵ میں ہے: ﴿فَهُمْ فِيْ أَمْرٍ مَرِيْجٍ﴾: وہ لوگ مشتبہ حالت میں ہیں، مَرِجَ أَمْرُ النَّاسِ: لوگوں کے احوال گڈمڈ ہوگئے، اور سورۂ رحمٰن آیت ۱۹ ہے: ﴿مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيَانِ﴾: اللہ نے دو دریاؤں کو ملایا وہ باہم ملے ہوئے چلتے ہیں، پس مَرَج کے معنی اختلط کے ہیں، اور مَرَجْتُ دَابَّتَها کے معنی ہیں: اس نے اپنے جانور کو چھوڑ دیا، پس مَرَج کا مادہ مختلف معانی کے لئے آتا ہے۔

[۱۰-] بَابُ صِفَةِ النَّارِ، وَأَنَّهَا مَخْلُوْقَةٌ

[۱-] ﴿غَسَّاقًا﴾: يُقَالُ: غَسَقَتْ عَيْنُهُ، وَيَغْسِقُ الْجُرْحُ، كَأَنَّ الغَسَّاقَ وَالْغَسِيْقَ وَاحِدٌ.
[۲-] ﴿غِسْلِيْنٍ﴾: كُلُّ شَيْئٍ غَسَلْتَهُ فَخَرَجَ مِنْهُ شَيْئٌ، فَهُوَ غِسْلِيْنٌ، فِعْلِيْنٌ مِنَ الْغَسْلِ مِنَ الْجُرْحِ وَالدَّبَرِ.
[۳-] وَقَالَ عِكْرِمَةُ: ﴿حَصَبُ جَهَنَّمَ﴾: حَطَبٌ بِالْحَبَشِيَّةِ، وَقَالَ غَيْرُهُ: ﴿حَاصِبًا﴾: الرِّيْحُ الْعَاصِفُ، وَالْحَاصِبُ: مَا تَرْمِيْ بِهِ الرِّيْحُ، وَمِنْهُ حَصَبُ جَهَنَّمَ: مَا يُرْمَى بِهِ فِيْ جَهَنَّمَ، هُمْ حَصَبُهَا، وَيُقَالُ: حَصَبَ

فِي الأَرْضِ: ذَهَبَ،وَالْحَصَبُ مُشْتَقٌّ مِنْ حَصْبَاءَ: الْحِجَارَةُ.[٤-] ﴿صَدِيْدٌ﴾: قَيْحٌ وَدَمٌ.[٥-] ﴿خَبَتْ﴾: طَفِئَتْ.[٦-] ﴿تُوْرُوْنَ﴾: تَسْتَخْرِجُوْنَ، أَوْرَيْتُ: أَوْقَدْتُ. [٧-] ﴿لِلْمُقْوِيْنَ﴾: لِلْمُسَافِرِيْنَ. وَالْقِيُّ: الْقَفْرُ.[٨-] وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ:﴿صِرَاطِ الْجَحِيْمِ﴾: سواءِ الْجَحِيْمِ وَوَسَطِ الْجَحِيْمِ.[٩-] ﴿لَشَوْبًا﴾: يُخْلَطُ طَعَامُهُمْ وَيُسَاطُ بِالْحَمِيْمِ.[١٠-] ﴿زَفِيْرٌ وَشَهِيْقٌ﴾: صَوْتٌ شَدِيْدٌ وَصَوْتٌ ضَعِيْفٌ.[١١-] ﴿وِرْدًا﴾: عِطَاشًا.[١٢-]﴿غَيًّا﴾خُسْرَانًا.[١٣-] قَالَ مُجَاهِدٌ: ﴿يُسْجَرُوْنَ﴾: تُوْقَدُ بِهِمُ النَّارُ.[١٤-] ﴿وَنُحَاسٌ﴾: الصُّفْرُ يُصَبُّ عَلٰى رُؤُسِهِمْ.[١٥-] يُقَالُ﴿ذُوْقُوْا﴾:بَاشِرُوْا وَجَرِّبُوْا، وَلَيْسَ هٰذَا مِنْ ذَوْقِ الْفَمِ. [١٦-] ﴿مَارِجٌ﴾: خَالِصٌ مِنَ النَّارِ، مَرَجَ الأَمِيْرُ رَعِيَّتَهُ: إِذَا خَلَّاهُمْ يَعْدُوْ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ. ﴿مَرِيْجٍ﴾: مُلْتَبِسٍ، مَرَجَ أَمْرُ النَّاسِ: اخْتَلَطَ،﴿مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ﴾ مَرَجْتَ دَابَّتَكَ: إِذَا تَرَكْتَهَا.

اس کے بعد تین حدیثیں ہیں اور تینوں پہلے گذری ہیں، ان میں ہے کہ سخت گرمی جہنم کے اثرات پھیلنے سے ہوتی ہے، جہنم کا ذکر آ گیا، یہی حدیثوں کی باب سے مناسبت ہے۔

[٣٢٥٨-] حدثنا أَبُوْ الْوَلِيْدِ، ثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ مُهَاجِرٍ أَبِيْ الْحَسَنِ، قَالَ: سَمِعْتُ زَيْدَ بْنِ وَهْبٍ، يَقُوْلُ: سَمِعْتُ أَبَا ذَرٍّ، يَقُوْلُ: كَانَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم فِيْ سَفَرٍ، فَقَالَ:" أَبْرِدْ" ثُمَّ قَالَ: "أَبْرِدْ" حَتَّى فَاءَ الْفَيْءُ يَعْنِي لِلتُّلُوْلِ، ثُمَّ قَالَ:" أَبْرِدُوْا بِالصَّلاَةِ فَإِنَّ شِدَّةَ الْحَرِّ مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ"[راجع: ٥٣٥]

[٣٢٥٩-] حدثنا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ، ثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الأَعْمَشِ، عَنْ ذَكْوَانَ، عَنْ أَبِيْ سَعِيْدٍ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم:" أَبْرِدُوْا بِالصَّلاَةِ فَإِنَّ شِدَّةَ الْحَرِّ مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ"[راجع: ٥٣٨]

[٣٢٦٠-] حدثنا أَبُوْ الْيَمَانِ، أَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، ثَنِيْ أَبُوْ سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ، يَقُوْلُ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم:" اشْتَكَتِ النَّارُ إِلٰى رَبِّهَا، فَقَالَتْ: رَبِّ! أَكَلَ بَعْضِيْ بَعْضًا، فَأَذِنَ لَهَا بِنَفَسَيْنِ: نَفَسٍ فِي الشِّتَاءِ وَنَفَسٍ فِي الصَّيْفِ، فَأَشَدُّ مَا تَجِدُوْنَ مِنَ الزَّمْهَرِيْرِ"

[راجع: ٥٣٨]

قوله:حتى فَاءَ الفيءُ: یہاں تک کہ سایہ جھکا، یعنی ٹیلوں کا سایہ نمودار ہوا..........**قوله**: اشتكت النار: یہ حقیقت ہے مجاز نہیں..........فأشد ماتجدون من الزمهرير: مبتداء ہے، اور خبر من ذلك النَّفَس محذوف ہے، یعنی کڑاکے کی سردی بھی، جہنم کے اثرات کے پھیلنے کی وجہ سے ہے، اور مصری نسخہ میں ہے:فأشدُّ ما تجدون من الْحرِّ، وَأَشَدُّ ما تجدون من الزمهرير: اس میں بھی خبر محذوف ہے۔

پھر چار حدیثوں میں بخار کا تذکرہ ہے، بخار بھی جہنم کے اثرات سے ہے پس اس کو عام پانی سے یا زمزم کے پانی سے

بجھانا چاہئے، یعنی نہانا چاہئے۔

[۳۲۶۱-] حدثنا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، ثَنَا أَبُوْ عَامِرٍ، هُوَ الْعَقَدِیُّ، ثنا هَمَّامٌ، عَنْ أَبِیْ جَمْرَةَ الضُّبَعِیِّ، قَالَ: كُنْتُ أُجَالِسُ ابْنَ عَبَّاسٍ بِمَكَّةَ، فَأَخَذَتْنِی الْحُمَّى، فَقَالَ: أَبْرِدْهَا عَنْكَ بِمَاءِ زَمْزَمَ، فَإِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیه وسلم قَالَ: ”هِیَ مِنْ فَیْحِ جَهَنَّمَ، فَأَبْرِدُوْهَا بِالْمَاءِ“ أَوْ قَالَ: ”بِمَاءِ زَمْزَمَ“ شَكَّ هَمَّامٌ“

[۳۲۶۲-] حَدَّثَنِیْ عَمْرُو بْنُ عَبَّاسٍ، ثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ، ثَنَا سُفْیَانُ، عَنْ أَبِیْهِ، عَنْ عَبَایَةَ بْنِ رِفَاعَةَ، أَخْبَرَنِیْ رَافِعُ بْنُ خَدِیْجٍ، قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِیَّ صلی اللہ علیه وسلم یَقُوْلُ: ”الْحُمَّى مِنْ فَوْرِ جَهَنَّمَ، فَأَبْرِدُوْهَا عَنْكُمْ بِالْمَاءِ“[انظر: ۵۷۲۶]

[۳۲۶۳-] حدثنا مَالِكُ بْنُ إِسْمَاعِیْلَ، ثنا زُهَیْرٌ، ثَنَا هِشَامٌ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، عَنِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیه وسلم قَالَ: ”الْحُمَّى مِنْ فَیْحِ جَهَنَّمَ فَأَبْرِدُوْهَا بِالْمَاءِ“[انظر: ۵۷۲۵]

[۳۲۶٤-] حدثنا مُسَدَّدٌ، عَنْ یَحْیٰی، عَنْ عُبَیْدِ اللّٰهِ، ثَنِیْ نَافِعٌ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیه وسلم، قَالَ: ”الْحُمَّى مِنْ فَیْحِ جَهَنَّمَ فَأَبْرِدُوْهَا بِالْمَاءِ“[انظر: ۵۷۲۳]

قوله:شك همام: ہمام بن یحیٰ بصری کو شک ہے کہ أبردوها بالماء فرمایا یا بماء زمزم فرمایا............**من فور جهنم:** جہنم کے جوش مارنے سے، جہنم کی شدت سے، فیح: وسعت، پھیلاؤ، غرفة فَیْحاءُ: وسیع کمرہ۔ فور: شدت، جوش، اردو میں 'فورا' بھی اسی معنی میں ہے۔

پھر ایک حدیث ہے جس میں دنیا کی آگ اور جہنم کی آگ میں موازنہ کیا گیا ہے، فرمایا: تمہاری دنیا کی آگ جہنم کی آگ سے ستر واں حصہ (۱/۷۰) ہے، صحابہ نے عرض کیا: دنیا کی آگ ہی سزا دینے کے لئے کافی تھی! آپؐ نے فرمایا: جہنم کی آگ کو دنیا کی آگ پر اُنہتر (۶۹) اجزاء برتری دی گئی ہے، یعنی دنیا کی آگ سے جہنم کی آگ انہتر گنا بڑھی ہوئی ہے، وہ سب دنیا کی آگ کے مانند ہیں 'گنا' کا یہی مطلب ہوتا ہے۔

[۳۲۶۵-] حدثنا إِسْمَاعِیْلُ، ثَنِیْ مَالِكٌ، عَنْ أَبِی الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ: أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیه وسلم قَالَ: ”نَارُكُمْ جُزْءٌ مِنْ سَبْعِیْنَ جُزْءًا مِنْ نَارِ جَهَنَّمَ“ قِیْلَ: یَارَسُوْلَ اللّٰهِ! إِنْ كَانَتْ لَكَافِیَةً! قَالَ: فُضِّلَتْ عَلَیْهِنَّ بِتِسْعَةٍ وَسِتِّیْنَ جُزْءًا، كُلُّهُنَّ مِثْلُ حَرِّهَا“

پھر یہ حدیث ہے کہ نبی ﷺ نے سورۃ الزخرف کی آیت ۷۷ پڑھی، جہنمی مالک (فرشتہ) کو پکاریں گے، مالک جہنم کے ذمہ دار فرشتے ہیں، یہی حدیث کی باب سے مناسبت ہے۔

[۳۲۶۶-] حدثنا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ، ثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَمْرٍو، سَمِعَ عَطَاءً، يُخْبِرُ عَنْ صَفْوَانَ بْنِ يَعْلٰى، عَنْ أَبِيْهِ، أَنَّـهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم يَقْرَأُ عَلَى الْمِنبَرِ: ﴿وَنَادَوْا يَا مَالِكُ﴾ [راجع: ۳۲۳۰]

پھر باب کی آخری حدیث ہے جو اہم ہے اس کا ترجمہ بعد میں ہے۔

[۳۲۶۷-] حدثنا عَلِيٌّ، ثَنَا سُفْيَانُ، ثَنَا الْأَعْمَشُ، عَنْ أَبِيْ وَائِلٍ، قَالَ: قِيْلَ لِأُسَامَةَ: لَوْ أَتَيْتَ فُلَانًا فَكَلَّمْتَهُ، قَالَ: إِنَّكُمْ لَتَرَوْنَ أَنِّيْ لَا أُكَلِّمُهُ إِلَّا أُسْمِعُكُمْ، إِنِّيْ أُكَلِّمُهُ فِي السِّرِّ، دُوْنَ أَنْ أَفْتَحَ بَابًا، لَا أَكُوْنُ أَوَّلَ مَنْ فَتَحَهُ، وَلَا أَقُوْلُ لِرَجُلٍ - أَنْ كَانَ عَلَيَّ أَمِيْرًا - إِنَّـهُ خَيْرُ النَّاسِ، بَعْدَ شَيْئٍ سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، قَالُوْا: وَمَا سَمِعْتَهُ يَقُوْلُ؟ قَالَ: سَمِعْتُهُ يَقُوْلُ: "يُجَاءُ بِالرَّجُلِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، فَيُلْقَى فِي النَّارِ فَتَنْدَلِقُ أَقْتَابُهُ فِي النَّارِ، فَيَدُوْرُ كَمَا يَدُوْرُ الْحِمَارُ بِرَحَاهُ، فَيَجْتَمِعُ أَهْلُ النَّارِ عَلَيْهِ، فَيَقُوْلُوْنَ: أَيْ فُلَانُ مَا شَأْنُكَ؟ أَلَيْسَ كُنْتَ تَأْمُرُ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَانَا عَنِ الْمُنْكَرِ؟ قَالَ: كُنْتُ آمُرُكُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَلَا آتِيْهِ، وَأَنْهَاكُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَآتِيْهِ" وَرَوَاهُ غُنْدَرٌ عَنْ شُعْبَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ. [انظر: ۷۰۹۸]

ترجمہ: حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے کہا گیا: کاش آپ فلاں کے پاس جاتے اور ان سے گفتگو کرتے (ولید بن عقبہ نے شراب پی تھی، اس کا معاملہ زیر تحقیق تھا، لوگوں میں چہ میگوئیاں شروع ہوئیں کہ وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا رشتہ دار ہے، اس لئے وہ سزا دینے میں دیر کر رہے ہیں، اس لئے لوگوں نے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سے کہا: آپ جا کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو سمجھائیں تا کہ چہ میگوئیاں ختم ہوں) حضرت اسامہؓ نے کہا: بیشک تم یہ سمجھتے ہو کہ میں ان سے بات نہیں کرتا مگر یہ کہ میں تمہیں سناؤں، یعنی تمہاری موجودگی میں بات کروں تبھی بات کرنا ہے کیا تم ایسا خیال کرتے ہو؟ میں نے ان سے تنہائی میں بات کی ہے، اس کے بغیر کہ میں (فتنہ کا) کوئی دروازہ کھولوں، میں پہلا وہ شخص نہیں بننا چاہتا جو فتنہ کا دروازہ کھولے اور میں نہیں کہتا کسی آدمی کے بارے میں اس وجہ کہ وہ میرا امیر ہے کہ وہ لوگوں میں سب سے بہتر ہے، ایک حدیث کے بعد جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے، یعنی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ میرے امیر ضرور ہیں، مگر میں ان کو لوگوں میں سب سے بہتر خیال کر کے گفتگو سے نہیں رکتا، کیونکہ میں نے ایک حدیث سنی ہے، لوگوں نے پوچھا: آپؓ نے کیا حدیث سنی ہے؟ حضرت اسامہؓ نے کہا: میں نے آپؐ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ قیامت کے دن ایک آدمی لایا جائے گا، پس وہ دوزخ میں ڈالا جائے گا، اس کی آنتیں اس کے پچھلے راستہ سے نکل کر ڈھیر ہو جائیں گے، اور وہ چکی کے گدھے کی طرح اپنی آنتوں کے ارد گرد گھومے گا، جہنمی اس سے پوچھیں گے: او فلاں! تیرا یہ حال کیوں ہے؟ کیا تو ہمیں بھلی باتوں کا حکم نہیں دیتا تھا اور بری باتوں سے نہیں روکتا تھا؟ وہ کہے گا: میں تمہیں بھلی باتوں کا حکم دیتا تھا مگر خود اس پر عمل نہیں کرتا تھا اور

بری باتوں سے روکتا تھا اور خود ان کا ارتکاب کرتا تھا، یعنی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ضروری ہیں، اور ہر مسلمان اس کا ذمہ دار ہے، پس اس پر اس کا عمل بھی ہونا چاہئے، اس لئے میں نے اس پر عمل کیا ہے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو سمجھایا ہے کہ اس کو جلد سزا دی جائے۔

لغات: اِنْدَلَق الشئُ: زور سے نکلنا.......... أَقْتَاب: قَتَب کی جمع: آنت۔

بَابُ صِفَةِ إِبْلِيْسَ وَجُنُوْدِهِ

ابلیس اور اس کے چیلوں کا حال

عالَم خیر وشر کا مجموعہ ہے، جنت بھی اللہ نے پیدا کی ہے اور جہنم بھی، ایمان بھی پیدا کیا ہے اور کفر بھی، نیک بندے بھی پیدا کئے ہیں اور بد بھی، ملائکہ بھی پیدا کئے ہیں اور شیاطین بھی، دونوں انسان کی مصلحت کے لئے پیدا کئے گئے ہیں، فرشتے خیر کی صلاحیت کو مہمیز کرتے ہیں اور شیاطین شر کی صلاحیت کو، یہ دنیا امتحان گاہ ہے، اگر صرف ملائکہ ہوتے یا صرف شیاطین ہوتے تو امتحان صحیح نہ ہوتا۔ سورۃ البلد میں ہے: ﴿وَهَدَيْنَاهُ النَّجْدَيْنِ﴾: اور ہم نے انسان کو (خیر وشر کے) دونوں راستے بتلا دیئے، اس لئے ملائکہ کے تذکرہ کے بعد اپوزیشن پارٹی کا تذکرہ ضروری ہے، یہ بھی کائنات کا ایک حصہ ہیں۔

اس کے بعد جاننا چاہئے کہ ابلیس جس کا نام عزازیل ہے اور اس کے چیلے چانٹے مستقل مخلوق ہیں یا جنات میں سے ہیں؟ اس سلسلہ میں تین رائیں ہیں: ایک رائے یہ ہے کہ یہ ملائکہ کا حصہ تھے، جب انھوں نے آدم علیہ السلام کو سجدہ نہیں کیا اور وہ راندۂ درگاہ ہوئے تو وہ مستقل مخلوق بن گئے۔ دوسری رائے یہ ہے کہ ملائکہ اور جنات کی طرح یہ بھی ایک مستقل مخلوق ہیں۔

اور تیسری رائے یہ ہے کہ ابلیس جنات کا ایک فرد ہے اور اس کے چیلے چانٹے جنات میں سے بھی ہیں اور انسانوں میں سے بھی، سورۃ الانعام آیت ۱۱۲ میں ہے: ﴿وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيَاطِيْنَ الإِنْسِ وَالْجِنِّ يُوْحِيْ بَعْضُهُمْ إِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا﴾: اور اسی طرح ہم نے ہر نبی کے دشمن بہت سے شیاطین پیدا کئے، کچھ آدمی اور کچھ جن، جو ایک دوسرے کو چکنی چپڑی باتوں کا وسوسہ ڈالتے رہتے ہیں، تاکہ ان کو دھوکہ میں ڈالیں، یہ تیسری رائے صحیح ہے، اس لئے کہ سورۃ الکہف آیت ۵۰ میں ہے: ﴿كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ أَمْرِ رَبِّهِ﴾: ابلیس جنات میں سے تھا، پس اس نے اپنے رب کے حکم کی خلاف ورزی کی۔

مگر حضرت امام بخاری رحمہ اللہ نے ابلیس اور جنات کا تذکرہ الگ الگ کیا ہے، یا تو اس لئے کہ دونوں کے احوال مختلف ہیں، یا اس لئے کہ امام صاحب کے نزدیک شیاطین مستقل مخلوق ہیں، پھر حضرت رحمہ اللہ نے مفردات ذکر کئے ہیں اور ان آیات کی طرف اشارہ کیا ہے جن میں شیطانِ اکبر اور چھوٹے شیاطین کا ذکر ہے۔

۱- سورۂ صافات آیت ۸و۹ ہیں: ﴿وَيُقْذَفُوْنَ مِنْ كُلِّ جَانِبٍ، دُحُوْرًا وَلَهُمْ عَذَابٌ وَاصِبٌ﴾: اور مارے جاتے

ہیں وہ ہر چہار جانب سے، دھکے دے کر، اوران کے لئے دائمی عذاب ہے۔ یُقذفون کا ترجمہ مجاہد رحمہ اللہ نے: یُرْمَوْن کیا ہے، یعنی مارے جاتے ہیں، دحورًا کے معنی ہیں: مطرودین: دھکے دیئے ہوئے، اور واصب کے معنی ہیں: دائم۔

۲-سورۃ الاعراف آیت ۱۸ میں ہے: ﴿قَالَ اخْرُجْ مِنْهَا مَذْءُ وْمًا مَدْحُوْرًا﴾: اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہاں سے ذلیل وخوار ہوکر نکل جا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے مدحورا کا ترجمہ: مطرودًا کیا ہے یعنی دھتکارا ہوا۔

۳-سورۃ النساء آیت ۱۱۷ میں ہے: ﴿إِنْ يَدْعُوْنَ إِلَّا شَيْطَانًا مَرِيْدًا﴾: نہیں عبادت کرتے وہ مگر حکم سے باہر ہونے والے شیطان کی، مرید کے معنی ہیں: متمرّد یعنی سرکشی کرنے والا۔

۴-سورۃ النساء آیت ۱۱۹ میں ہے: ﴿وَلَآمُرَنَّهُمْ فَلَيُبَتِّكُنَّ آذَانَ الْأَنْعَامِ﴾: اورضرور میں ان کو حکم دوں گا پس وہ چوپایوں کے کان تراشیں گے، بَتَّکَهُ تَبْتِیکًا: کاٹنا، مجرد: بَتَکَه (ض) بَتْکًا: کاٹنا۔

۵-سورۃ الاسراء آیت ۶۴ میں ہے: ﴿وَاسْتَفْزِزْ مَنِ اسْتَطَعْتَ مِنْهُمْ بِصَوْتِكَ وَأَجْلِبْ عَلَيْهِمْ بِخَيْلِكَ وَرَجِلِكَ﴾: اوران میں سے جس پر تیرا بس چلے اپنی چیخ وپکار سے اس کے قدم اکھاڑ دے اوران پر اپنے سوار اور پیادے چڑھالا، یعنی سب مل کر گمراہ کرنے میں خوب زور لگاؤ۔ استفزز کے معنی حضرتؒ نے کئے ہیں: استَخِفَّ: جس کے معنی ہیں: بھڑکانا، گھبرادینا، استَخَفَّهُ: اس کو مشتعل کیا، بھڑکایا، خیل: گھوڑسوار۔ اصل میں یہ لفظ گھوڑے کے لئے ہے، مجازاً سواروں کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے، اور جمہور کی قراءت میں رَجْل (جیم کے سکون کے ساتھ) ہے یہ راجل کی جمع ہے، جیسے صاحب کی جمع صَحْب اور تاجِر کی جمع تَجْر ہے، اور حفص کی قراءت میں رَجِل (میم کے زیر کے ساتھ) ہے، یہ فَعِل بمعنی فاعل ہے اوراس کے معنی بھی پیادہ کے ہیں۔

۶-سورۃ الاسراء آیت ۶۲ میں ہے: ﴿لَأَحْتَنِكَنَّ ذُرِّيَّتَهُ إِلَّا قَلِيْلًا﴾: میں قدرے قلیل لوگوں کے علاوہ اس کی تمام اولاد کو جڑ سے اکھاڑ دونگا، إحتناك کے معنی ہیں: قابو میں کرنا، لگام دینا، استأصل الشیئَ: کسی چیز کو جڑ سے اکھاڑنا، بیخ کنی کرنا۔

۷-سورۃ الزخرف آیت ۳۶ ہے: ﴿فَبِئْسَ الْقَرِيْنُ﴾: پس تو براساتھی ہے، ساتھی سے مراد شیطان ہے۔

[۱۱-] بَابُ صِفَةِ إِبْلِيْسَ وَجُنُوْدِهِ

[۱-] وَقَالَ مُجَاهِدٌ: ﴿يُقْذَفُوْنَ﴾: يُرْمَوْنَ. ﴿دُحُوْرًا﴾: مَطْرُوْدِيْنَ ﴿وَاصِبٌ﴾: دَائِمٌ. [۲-] وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: ﴿مَدْحُوْرًا﴾: مَطْرُوْدًا. [۳-] وَيُقَالُ: ﴿مَرِيْدًا﴾: مُتَمَرِّدًا. [٤-] بَتَّكَهُ: قَطَّعَهُ. [٥-] ﴿وَاسْتَفْزِزْ﴾: اسْتَخِفَّ ﴿بِخَيْلِكَ﴾: الْفُرْسَانُ، وَالرَّجْلُ: الرَّجَّالَةُ، وَاحِدُهَا رَاجِلٌ مِثْلُ صَاحِبٍ وَصَحْبٍ وَتَاجِرٍ وَتَجْرٍ. [٦-] ﴿لَأَحْتَنِكَنَّ﴾: لَأَسْتَأْصِلَنَّ. [٧-] ﴿قَرِيْنٌ﴾: شَيْطَانٌ.

اس کے بعد جاننا چاہئے کہ باب میں اٹھائیس حدیثیں ہیں، ان میں سے دس نئی ہیں اوراٹھارہ پہلے آچکی ہیں، اور جو

پہلے آچکی ہیں ان میں سے بعض پہلے مختصر آئی ہیں، یہاں مفصل ہیں، اور سب حدیثوں میں آپ کو یہی دیکھنا ہے کہ شیطان آیا، اب حدیثیں پڑھئے، کتاب ختم بھی تو کرنی ہے، جو نئی حدیث آئے گی وہ سمجھاؤں گا یا کوئی نئی بات آئے گی تو بتاؤں گا۔

[٣٢٦٨-] حدثنا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسَى، أَنَا عِيْسَى، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: سُحِرَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم قَالَ: وَقَالَ اللَّيْثُ: كَتَبَ إِلَيَّ هِشَامٌ أَنَّـهُ سَمِعَهُ وَوَعَاهُ عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: سُحِرَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم حَتَّى كَانَ يُخَيَّلُ إِلَيْهِ أَنَّـهُ يَفْعَلُ الشَّيْئَ وَمَا يَفْعَلُهُ، حَتَّى كَانَ ذَاتَ يَوْمٍ دَعَا وَدَعَا ثُمَّ قَالَ: "أَشْعَرْتِ أَنَّ اللّٰهَ قَدْ أَفْتَانِيْ فِيْمَا فِيْهِ شِفَائِيْ؟ أَتَانِيْ رَجُلَانِ فَقَعَدَ أَحَدُهُمَا عِنْدَ رَأْسِيْ وَالآخَرُ عِنْدَ رِجْلَيَّ، فَقَالَ أَحَدُهُمَا لِلآخَرِ: مَا وَجَعُ الرَّجُلِ؟ قَالَ: مَطْبُوْبٌ، قَالَ: وَمَنْ طَبَّهُ؟ قَالَ: لَبِيْدُ بْنُ الأَعْصَمِ. قَالَ: فِيْمَاذَا؟ قَالَ: فِيْ مُشْطٍ وَمُشَاقَةٍ وَجُفِّ طَلْعَةٍ ذَكَرٍ، قَالَ: فَأَيْنَ هُوَ؟ قَالَ: فِيْ بِئْرِ ذَوْرَانَ" فَخَرَجَ إِلَيْهَا النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم ثُمَّ رَجَعَ، فَقَالَ لِعَائِشَةَ حِيْنَ رَجَعَ: "نَخْلُهَا كَأَنَّـهُ رُؤُوْسُ الشَّيَاطِيْنِ" فَقُلْتُ: اسْتَخْرَجْتَهُ؟ فَقَالَ: "لَا، أَمَّا أَنَا فَقَدْ شَفَانِي اللّٰهُ، وَخَشِيْتُ أَنْ يُثِيْرَ ذٰلِكَ عَلَى النَّاسِ شَرًّا" ثُمَّ دُفِنَتِ الْبِئْرُ.[راجع: ٣١٧٥]

ترجمہ: یہ حدیث پہلے مختصر آئی ہے، امام لیثؒ کہتے ہیں: مجھے ہشام بن عروہؒ نے لکھا کہ انھوں نے یہ حدیث اپنے ابا حضرت عروہؒ سے سنی ہے، اور اس کو محفوظ کیا ہے، صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: نبی ﷺ پر جادو کیا گیا یہاں تک کہ آپؐ کے خیال میں یہ آتا تھا کہ آپؐ نے ایک کام کیا ہے، حالانکہ وہ کام آپؐ نے نہیں کیا، یہاں تک کہ ایک دن آیا، پس آپؐ نے دعا کی اور دعا کی، یعنی عشاء کے بعد آپؐ نے نفل پڑھے پھر دعا میں لگ گئے، حضرت عائشہؓ سو گئیں، اور آپؐ بھی سو گئے، جب بیدار ہوئے تو صدیقہؓ سے فرمایا: کیا تم نے جانا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے فتوی دیا ہے یعنی بتلائی ہے وہ بات جس میں میری شفا ہے: دو آدمی (خواب میں) میرے پاس آئے، ایک میرے سر کے پاس بیٹھا اور دوسرا میرے پیروں کے پاس، پس ایک نے دوسرے سے پوچھا: ان صاحب کو کیا تکلیف ہے؟ دوسرے نے کہا: ان پر جادو کیا گیا ہے، پہلے نے پوچھا: ان پر کس نے جادو کیا ہے؟ دوسرے نے کہا: لبید بن الاعصم یہودی نے، پہلے نے پوچھا: کس چیز میں کیا ہے؟ دوسرے نے کہا: کنگھی میں اور کنگھی کرنے سے جھڑے ہوئے بالوں میں، اور نر کھجور کے پھول کے ٹکڑے میں جس کو کھجور کے خوشہ کے غلاف میں رکھا گیا ہے، پہلے نے پوچھا: وہ کہاں ہے؟ دوسرے نے کہا: بیر ذروان میں ہے، پس نبی ﷺ اس کنویں پر تشریف لے گئے، پھر لوٹ آئے، جب لوٹ کر آئے تو حضرت عائشہؓ سے فرمایا: اس کے کھجور کے درخت گویا شیاطین (سانپ) کے سر ہیں (یہاں باب ہے) حضرت عائشہؓ نے پوچھا: کیا آپؐ نے اس کو نکالا؟ آپؐ نے فرمایا: نہیں، مجھے اللہ نے شفا عطا فرمائی اور مجھے اندیشہ ہوا کہ وہ نکالنا لوگوں پر شر ابھارے گا، پھر وہ کنواں پاٹ دیا گیا۔

لغات: مُشْط: کنگھی ……… مُشَاقَة: کنگھی یا برش پھیرتے وقت گرنے والے بال، یا کتان (سوتی کپڑے) کے رؤیں، اور ایک روایت میں مُشَاطة ہے، اس کے معنی ہیں: کنگھی کرنے سے گرے ہوئے بال ……… الجُف: کھجور کے خوشوں کی تھیلی ……… طَلعة: کھجور کے شگوفہ کا ٹکڑا ……… ذکر: نر۔

تشریح: نر کھجور کا پھول لے کر اس کے ٹکڑے مادہ کے پھول میں داخل کرتے ہیں، جادوگر نے نر کے پھول کا ٹکڑا لیا اور کنگھی اور گرے ہوئے بال کھجور کے خوشہ کی تھیلی میں رکھے اور اس پر جادو کیا، اور اسے کسی برتن میں رکھ کر بیر زروان میں جو بیکار کنواں تھا جس میں گندہ پانی تھا اس کے بیچ میں رکھا، اور اس پر بڑا پتھر رکھ دیا۔ نبی ﷺ چند صحابہ کے ساتھ وہاں تشریف لے گئے آپؐ نے دیکھا کہ اس کے پانی کا رنگ مہندی کے پانی جیسا ہے اور اس کنویں پر ایک کھجور کا درخت تھا اس کی شاخیں سانپ کے سر جیسی خطرناک تھیں، سانپ کا سر اس کے جسم سے پتلا ہوتا ہے اور خوفناک ہوتا ہے، پس یہ بدشکل اور بدنما ہونے میں تشبیہ ہے اور یہ جادو کا اثر تھا جو پانی میں اور کھجور کے درخت میں ظاہر ہوا۔

سوال: جب آپؐ نے اس جادو کو نکالا نہیں تو آپؐ صحابہ کے ساتھ وہاں تشریف کیوں لے گئے؟

جواب: ممکن ہے وہیں حضرت جبرئیل علیہ السلام معوذتین لائے ہوں، معوذتین میں گیارہ آیتیں ہیں، حضرت جبرئیل علیہ السلام نے وہ پڑھ کر پھونکیں تو گیارہ گرہیں کھلتی چلی گئیں، یہ عمل قریب سے کیا گیا۔

اور یہ زمانہ جب آپؐ پر جادو کیا گیا ہجرت کی ابتداء کا زمانہ تھا، اس وقت یہود کا بڑا غلبہ تھا اور بیر ذروان یا بیر ذی اروان بنوزُریق کے باغ میں تھا، اور لبید ساحر اسی قبیلہ کا تھا اس لئے فتنہ کا اندیشہ تھا۔ اور آگے اسی حدیث میں آرہا ہے کہ جادو کا اثر گھریلو معاملات پر پڑا تھا، کسی دینی معاملہ میں کوئی اثر ظاہر نہیں ہوا تھا۔

اس کے بعد سات حدیثیں گذری ہوئی ہیں، پہلی حدیث میں ہے کہ جب آدمی سوتا ہے تو شیطان اس کی گدی پر تین گرہیں لگاتا ہے، اور ہر گرہ پر منتر پڑھتا ہے، اور دوسری حدیث میں ہے کہ ایک شخص صبح تک سوتا رہا، نبی ﷺ نے فرمایا: شیطان اس کے کان میں موت گیا! اور تیسری حدیث میں بیوی سے ملنے کی دعا ہے اس میں شیطان کے شر سے پناہ چاہی گئی ہے، اس کے بعد کی دو حدیثیں ایک ہیں، سورج شیطان کے دو سینگوں کے درمیان طلوع ہوتا ہے، اس کے بعد کی حدیث میں ہے کہ نمازی کے سامنے سے کوئی گذرے تو اس کو روکے، نہ مانے تو اس سے الجھے، وہ شیطان ہے، پھر ساتویں حدیث میں ہے کہ شیطان صدقۃ الفطر کا غلہ چرانے آیا تھا، اس آخری روایت کے علاوہ باقی روایات کو حقیقت پر بھی محمول کر سکتے ہیں اور مناسب تاویل بھی کر سکتے ہیں، حضرت شاہ ولی اللہ صاحب قدس سرہ نے ایک تاویل یہ کی ہے کہ شریعت ہر برے کام کو شیطان کی طرف منسوب کرتی ہے۔

[۳۲۶۹-] حدثنا إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبِي أُوَيْسٍ، حَدَّثَنِي أَخِي، عَنْ سُلَيْمَانَ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ: "يَعْقِدُ الشَّيْطَانُ عَلٰى

قَافِيَةِ رَأْسِ أَحَدِكُمْ، إِذَا هُوَ نَامَ، ثَلَاثَ عُقَدٍ، يَضْرِبُ عَلٰى كُلِّ عُقْدَةٍ مَكَانَهَا: عَلَيْكَ لَيْلٌ طَوِيْلٌ فَارْقُدْ، فَإِنِ اسْتَيْقَظَ فَذَكَرَ اللّٰهَ انْحَلَّتْ عُقْدَةٌ، فَإِنْ تَوَضَّأَ انْحَلَّتْ عُقْدَةٌ، فَإِنْ صَلَّى انْحَلَّتْ عُقَدُهُ كُلُّهَا، فَأَصْبَحَ نَشِيْطًا طَيِّبَ النَّفْسِ، وَإِلَّا أَصْبَحَ خَبِيْثَ النَّفْسِ كَسْلَانَ"[راجع: ۱۱٤۲]

[۳۲۷۰-] حدثنا عُثْمَانُ بْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ، ثَنَا جَرِيْرٌ، عَنْ مَنْصُوْرٍ، عَنْ أَبِيْ وَائِلٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: ذُكِرَ عِنْدَ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم رَجُلٌ نَامَ لَيْلَةً حَتَّى أَصْبَحَ، قَالَ:" ذَاكَ رَجُلٌ بَالَ الشَّيْطَانُ فِيْ أُذُنَيْهِ! أَوْ قَالَ:"فِيْ أُذُنِهِ"[راجع: ۱۱٤٤]

[۳۲۷۱-] حدثنا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ، ثَنَا هَمَّامٌ، عَنْ مَنْصُوْرٍ، عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ، عَنْ كُرَيْبٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم، قَالَ:" أَمَا إِنَّ أَحَدَكُمْ إِذَا أَتَى أَهْلَهُ، وَقَالَ: بِسْمِ اللّٰهِ اللَّهُمَّ جَنِّبْنَا الشَّيْطَانَ وَجَنِّبِ الشَّيْطَانَ مَا رَزَقْتَنَا، فَرُزِقَا وَلَدًا، لَمْ يَضُرَّهُ الشَّيْطَانُ"[راجع: ۱٤۱]

[۳۲۷۲-] حدثنا مُحَمَّدٌ، أَنَا عَبْدَةُ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم:" إِذَا طَلَعَ حَاجِبُ الشَّمْسِ فَدَعُوْا الصَّلَاةَ حَتَّى تَبْرُزَ، وَإِذَا غَابَ حَاجِبُ الشَّمْسِ فَدَعُوْا الصَّلَاةَ حَتَّى تَغِيْبَ"

[۳۲۷۳-] "وَلَا تَحَيَّنُوْا بِصَلَاتِكُمْ طُلُوْعَ الشَّمْسِ وَلَا غُرُوْبَهَا، فَإِنَّهَا تَطْلُعُ بَيْنَ قَرْنَيْ شَيْطَانٍ، أَوْ: الشَّيْطَانِ" لَا أَدْرِيْ أَيَّ ذٰلِكَ قَالَ هِشَامٌ.

[۳۲۷٤-] حدثنا أَبُوْ مَعْمَرٍ، ثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، ثَنَا يُوْنُسُ، عَنْ حُمَيْدِ بْنِ هِلَالٍ، عَنْ أَبِيْ صَالِحٍ، عَنْ أَبِيْ سَعِيْدٍ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم:" إِذَا مَرَّ بَيْنَ يَدَيْ أَحَدِكُمْ شَيْئٌ، وَهُوَ يُصَلِّيْ فَلْيَمْنَعْهُ، فَإِنْ أَبٰى فَلْيَمْنَعْهُ، فَإِنْ أَبٰى فَلْيُقَاتِلْهُ، فَإِنَّمَا هُوَ شَيْطَانٌ"[راجع: ۵۰۹]

[۳۲۷۵-] وَقَالَ عُثْمَانُ بْنُ الْهَيْثَمِ، ثَنَا عَوْفٌ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيْرِيْنَ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ، قَالَ: وَكَّلَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم بِحِفْظِ زَكَاةِ رَمَضَانَ، فَأَتَانِيْ آتٍ فَجَعَلَ يَحْثُوْ مِنَ الطَّعَامِ فَأَخَذْتُهُ فَقُلْتُ: لَأَرْفَعَنَّكَ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم فَذَكَرَ الْحَدِيْثَ فَقَالَ: إِذَا أَوَيْتَ إِلٰى فِرَاشِكَ فَاقْرَأْ آيَةَ الْكُرْسِيِّ، لَنْ يَزَالَ مِنَ اللّٰهِ حَافِظٌ وَلَا يَقْرَبُكَ شَيْطَانٌ حَتَّى تُصْبِحَ، فَقَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم:" صَدَقَكَ وَهُوَ كَذُوْبٌ، ذَاكَ شَيْطَانٌ"[راجع: ۲۳۱۱]

قوله:مكانها: أى فى مكانها یعنی گرہوں کی جگہ میں گرہیں لگاتا ہے، گرہوں کی جگہ گدی ہے.......... دوسری حدیث میں أذن: تثنیہ ہے یا مفرد: اس میں راوی کوشک ہے.......... **قوله**: لَا تَحَيَّنُوْا: ارادہ مت کرو یعنی ان دووقتوں میں نماز پڑھنے کا ارادہ مت کرو.......... **الحديث**: أى اقرأ الحديث بتمامه: یہ لمبی حدیث ہے اور پہلے گذری ہے۔

اس کے بعد کی حدیث نئی ہے اور اسی جگہ ہے شیطان آکر وسوسہ ڈالتا ہے: مثلاً آسمان کس نے پیدا کیا؟ زمین کس نے پیدا کی؟ اس طرح ذہن میں سوالات ابھارتا ہے، یہاں تک کہ یہ سوال پیدا کرتا ہے کہ تیرے پروردگار کو کس نے پیدا کیا؟ جب کسی کا وسوسہ اس درجہ تک پہنچ جائے تو اللہ کی پناہ طلب کرے، لاحول پڑھے یا أعوذ باللہ پڑھے، اور سوچنا چھوڑ دے، شیطان دفع ہو جائے گا، اور مرقات شرح مشکات میں ہے کہ وسوسہ دفع نہ ہو تو اپنی حالت بدل دے، بیٹھا ہو تو کھڑا ہو جائے، کھڑا ہو تو بیٹھ جائے اور کسی دوسرے کام میں مشغول ہو جائے۔

[۳۲۷۶-] حدثنا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِىْ عُرْوَةُ ابْنُ الزُّبَيْرِ، قَالَ أَبُوْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: "يَأْتِي الشَّيْطَانُ أَحَدَكُمْ، فَيَقُوْلُ: مَنْ خَلَقَ كَذَا؟ مَنْ خَلَقَ كَذَا؟ حَتَّى يَقُوْلَ: مَنْ خَلَقَ رَبَّكَ؟ فَإِذَا بَلَغَهُ فَلْيَسْتَعِذْ بِاللّٰهِ وَلْيَنْتَهِ"

وضاحت: جاننا چاہئے کہ شیطان ایک نہیں ہے، بے شمار ہیں، اور جنات میں سے بھی ہیں اور انسانوں میں سے بھی، کبھی برے ساتھی بھی اس طرح کی گفتگو کرتے ہیں، ایسے ساتھیوں سے کنارہ کشی اختیار کرنی چاہئے۔

اس کے بعد تین حدیثیں گذری ہوئی ہیں، پہلی حدیث میں ہے کہ جب رمضان شروع ہوتا ہے تو شیاطین بیڑیوں میں جکڑ دیئے جاتے ہیں، اور دوسری حدیث میں ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا خادم جب مچھلی بھول گیا تو اس نے کہا: "مجھے شیطان نے بھلا دیا" اور تیسری حدیث میں ہے کہ نبی ﷺ نے منبر پر کھڑے ہو کر دائیں ہاتھ سے دائیں جانب اشارہ کیا اور فرمایا: فتنہ یہاں ہے، جہاں سے شیطان کا سینگ یعنی سورج طلوع ہوتا ہے، یہ مسیلمہ کذاب کے فتنہ کی طرف اشارہ ہے۔ اور سب روایات میں یہی دیکھنا ہے کہ شیطان کا ذکر آیا، اس سے کیا مراد ہے؟ یہ نہیں دیکھنا۔

[۳۲۷۷-] حدثنا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ، ثَنَا اللَّيْثُ، ثَنِىْ عُقَيْلٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، ثَنِىْ ابْنُ أَبِىْ أَنَسٍ مَوْلَى التَّيْمِيِّيْنَ، أَنَّ أَبَاهُ حَدَّثَهُ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ، يَقُوْلُ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: "إِذَا دَخَلَ رَمَضَانُ فُتِحَتْ أَبْوَابُ الْجَنَّةِ، وَغُلِّقَتْ أَبْوَابُ جَهَنَّمَ، وَسُلْسِلَتِ الشَّيَاطِيْنُ"[راجع: ۱۸۹۸]

[۳۲۷۸-] حدثنا الْحُمَيْدِىُّ، ثَنَا سُفْيَانُ، ثَنَا عَمْرٌو، أَخْبَرَنِىْ سَعِيْدُ بْنُ جُبَيْرٍ، قَالَ: قُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: ثَنَا أُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ، أَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم يَقُوْلُ: "إِنَّ مُوْسَى قَالَ لِفَتَاهُ: آتِنَا غَدَاءَ نَا، قَالَ: أَرَأَيْتَ إِذْ أَوَيْنَا إِلَى الصَّخْرَةِ فَإِنِّىْ نَسِيْتُ الْحُوْتَ، وَمَا أَنْسَانِيْهُ إِلَّا الشَّيْطَانُ أَنْ أَذْكُرَهُ، وَلَمْ يَجِدْ مُوْسَى النَّصَبَ حَتَّى جَاوَزَ الْمَكَانَ الَّذِىْ أَمَرَ اللّٰهُ بِهِ"[راجع: ۷۴]

[۳۲۷۹-] حدثنا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ، قَالَ: رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم يُشِيْرُ إِلَى الْمَشْرِقِ، فَقَالَ: "هَا إِنَّ الْفِتْنَةَ هَاهُنَا، هَا إِنَّ الْفِتْنَةَ هَاهُنَا، مِنْ حَيْثُ يَطْلُعُ قَرْنُ الشَّيْطَانِ"[راجع: ۳۱۰۴]

وضاحت: پہلی حدیث میں أبواب الجنة ہمارے نسخہ میں أبواب السماء ہے، مگر گیلری میں أبواب الجنة ہے، ہم نے اسی کو لیا ہے............ دوسری حدیث میں سعید بن جبیر کا نوف بِکالی سے اختلاف ہوا تھا کہ حضرت خضر سے ملنے حضرت موسیٰ علیہ السلام گئے تھے یا موسیٰ بن میشان؟ نوف کہتا تھا: حضرت موسیٰ علیہ السلام نہیں گئے تھے، دوسرے موسیٰ گئے تھے، حضرت سعید نے یہ بات ابن عباسؓ سے دریافت کی تو حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: ہم سے حضرت ابیؓ نے حدیث بیان کی کہ یہ واقعہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ہے............ اور آخری حدیث میں ھَا حرف تنبیہ ہے یعنی سنو!

پھر حدیث نئی ہے اس میں چند معاشرتی احکام ہیں، ترجمہ بعد میں ہے۔

[۳۲۸۰-] حدثنا يَحْيىَ بْنُ جَعْفَرٍ، ثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْأَنْصَارِيُّ، ثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، أَخْبَرَنِيْ عَطَاءٌ، عَنْ جَابِرٍ، عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم، قَالَ:" إِذَا اسْتَجْنَحَ اللَّيْلُ أَوْ قَالَ: كَانَ جُنْحُ اللَّيْلِ، فَكُفُّوْا صِبْيَانَكُمْ، فَإِنَّ الشَّيَاطِيْنَ تَنْتَشِرُ حِيْنَئِذٍ، فَإِذَا ذَهَبَ سَاعَةٌ مِنَ الْعِشَاءِ فَخَلُّوْهُمْ، وَأَغْلِقْ بَابَكَ وَاذْكُرِ اسْمَ اللّٰهِ، وَأَطْفِئْ مِصْبَاحَكَ وَاذْكُرِ اسْمَ اللّٰهِ، وَأَوْكِ سِقَاءَكَ وَاذْكُرِ اسْمَ اللّٰهِ، وَخَمِّرْ إِنَاءَكَ وَاذْكُرِ اسْمَ اللّٰهِ، وَلَوْ تَعْرُضُ عَلَيْهِ شَيْئًا"[انظر: ۳۳۰۴، ۳۳۱۶، ۵۶۲۳، ۵۶۲۴، ۶۲۹۵، ۶۲۹۶]

ترجمہ: نبی ﷺ نے فرمایا: (۱) جب رات آجائے تو اپنے بچوں کو روک لو، اس لئے کہ شیطان اس وقت پھیلتے ہیں، پھر جب غروب کے بعد کچھ وقت گذر جائے تو بچوں کو جانے دو۔ (۲) اور (رات میں) اپنا دروازہ بند کرلو، اور اللہ کا نام لو۔ (۳) اور اپنا چراغ بجھا دو اور اللہ کا نام لو۔ (۴) اور مشکیزہ کا منہ باندھ لو اور اللہ کا نام لو۔ (۵) اور اپنا برتن ڈھانک دو اور اللہ کا نام لو، اگرچہ اس پر تم کوئی چیز آڑی رکھ دو۔

تشریح: اس حدیث میں پانچ معاشرتی احکام ہیں: اسْتَجْنَحَ الليلُ کے معنی ہیں: رات کا آنا اور جُنْحُ اللّيل کے معنی ہیں: رات کا ایک حصہ، مغرب کے وقت شیاطین الانس والجن پھیلتے ہیں، بچے عام طور پر اسی وقت گم ہوتے ہیں، اس لئے مغرب کے وقت ناسمجھ بچوں کو سمیٹ لینا چاہئے، پھر کچھ وقت کے بعد باہر نکلیں تو نکلنے دیں۔

لطیفہ: میں نے اپنی بہو کو ہدایت دی کہ جب مغرب کی اذان ہو تو بچوں پر نظر رکھو، اور ان کو گھر میں سمیٹ لو، اس وقت شیطان بچوں کو اچک لیتے ہیں، پھر جب میں مغرب کے بعد پڑھانے جانے لگا تو بچہ نے اپنی ماں سے کہا: دادا ابا کو شیطان اچک نہیں لیں گے؟

اور آخری حکم یہ ہے کہ رات میں برتن کو ڈھانک دینا چاہئے، اور ڈھانکنے کے لئے کوئی چیز نہ ہو تو بسم اللہ پڑھ کر کوئی لکڑی وغیرہ برتن پر آڑی رکھ دی جائے، اب شیطان اس میں اثر نہیں ڈال سکے گا۔

اس کے بعد کی حدیث پہلے آئی ہے، اس میں ہے: إِنَّ الشيطان يَجْرِي من الإِنْسان مَجْرَى الدم: شیطان انسان

میں چلتا ہے خون کی نالیوں میں، یہ یا تو حقیقت ہے یا تمثیل، جو انجکشن رگ میں دیا جاتا ہے اس کا فوراً اثر ظاہر ہوتا ہے، اسی طرح شیطان چٹکی بجا کر انسان کو گمراہ کر دیتا ہے، پس یہ سرعتِ تاثیر کی تعبیر ہے۔ واللہ اعلم

[۳۲۸۱-] حدثنا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ، ثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنٍ، عَنْ صَفِيَّةَ بِنْتِ حُيَيٍّ، قَالَتْ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم مُعْتَكِفًا، فَأَتَيْتُهُ أَزُوْرُهُ لَيْلًا، فَحَدَّثْتُهُ ثُمَّ قُمْتُ فَانْقَلَبْتُ، فَقَامَ مَعِيْ لِيَقْلِبَنِيْ، وَكَانَ مَسْكَنُهَا فِي دَارِ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ، فَمَرَّ رَجُلَانِ مِنَ الْأَنْصَارِ، فَلَمَّا رَأَيَا النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم أَسْرَعَا، فَقَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم: "عَلَى رِسْلِكُمَا، إِنَّهَا صَفِيَّةُ بِنْتُ حُيَيٍّ" فَقَالَا: سُبْحَانَ اللّٰهِ! يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! فَقَالَ: "إِنَّ الشَّيْطَانَ يَجْرِيْ مِنَ الإِنْسَانِ مَجْرَى الدَّمِ، وَإِنِّيْ خَشِيْتُ أَنْ يَقْذِفَ فِيْ قُلُوْبِكُمَا سُوْءً أَوْ قَالَ: شَيْئًا" [راجع: ۲۰۳۵]

اس کے بعد نئی حدیث ہے، ترجمہ بعد میں ہے۔

[۳۲۸۲-] حدثنا عَبْدَانُ، عَنْ أَبِيْ حَمْزَةَ، عَنِ الأَعْمَشِ، عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ صُرَدٍ، قَالَ: كُنْتُ جَالِسًا مَعَ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم، وَرَجُلَانِ يَسْتَبَّانِ، فَأَحَدُهُمَا احْمَرَّ وَجْهُهُ، وَانْتَفَخَتْ أَوْدَاجُهُ، فَقَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم: "إِنِّيْ لَأَعْلَمُ كَلِمَةً لَوْ قَالَهَا لَذَهَبَ عَنْهُ مَا يَجِدُ، لَوْ قَالَ: أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ ذَهَبَ عَنْهُ مَا يَجِدُ" فَقَالُوْا لَهُ: إِنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم قَالَ: تَعَوَّذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ، فَقَالَ: وَهَلْ بِيْ جُنُوْنٌ؟ [انظر: ۶۰۴۸، ۶۱۱۵]

ترجمہ: حضرت سلیمان بن صُرَد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نبی ﷺ کے پاس بیٹھا ہوا تھا، اور دو شخص گالی گلوچ کر رہے تھے، ان میں سے ایک کا چہرہ سرخ ہوگیا اور اس کی گردن کی رگیں پھول گئیں یعنی اس کا غصہ حد سے بڑھ گیا، نبی ﷺ نے فرمایا: بیشک میں جانتا ہوں ایک بات اگر وہ اس کو کہہ لے تو اس سے وہ غصہ ختم ہوجائے جو وہ پاتا ہے، اگر وہ کہہ لے: أعوذ باللّٰہ من الشیطان: تو اس سے وہ غصہ ختم ہوجائے گا جو اسے آرہا ہے، پس لوگوں نے اس سے کہا: نبی ﷺ نے فرمایا ہے: شیطان سے اللہ کی پناہ مانگ، اس نے جواب دیا: کیا میں پاگل ہوگیا ہوں؟ (پاگل تو ہو ہی گیا تھا جبھی تو ایسی نامناسب بات کہی ہے، اور الجنون فنون: پاگل پن ایک طرح کا نہیں ہوتا، اس کی بہت سی شکلیں ہوتی ہیں اور یہ بھی ایک شکل ہے کہ آدمی فائدہ کی بات نہ سنے)

اس کے بعد کی تین حدیثیں پہلے گذری ہیں، پہلی حدیث میں صحبت کی دعا ہے، دوسری حدیث میں ایک واقعہ ہے: شیطان بلّی بن کر تہجد کے وقت آیا تھا اور اس نے نبی ﷺ کی نماز خراب کرنی چاہی تھی، اور تیسری حدیث میں ہے کہ اذان

واقامت کے وقت شیطان دم دبا کر بھاگتا ہے۔

[۳۲۸۳-] حدثنا آدمُ، ثَنَا شُعْبَةُ، ثَنَا مَنْصُوْرٌ، عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ، عَنْ كُرَيْبٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم: " لَوْ أَنَّ أَحَدَكُمْ إِذَا أَتَى أَهْلَهُ، قَالَ: اللّٰهُمَّ جَنِّبْنِي الشَّيْطَانَ، وَجَنِّبِ الشَّيْطَانَ مَا رَزَقْتَنِيْ، فَإِنْ كَانَ بَيْنَهُمَا وَلَدٌ لَمْ يَضُرَّهُ الشَّيْطَانُ وَلَمْ يُسَلَّطْ عَلَيْهِ" قَالَ: وَثَنَا الْأَعْمَشُ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ كُرَيْبٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ مِثْلَهُ. [راجع: ١٤١]

[۳۲۸٤-] حدثنا مَحْمُوْدٌ، ثَنَا شَبَابَةُ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم، أَنَّهُ صَلَّى صَلاَةً، فَقَالَ: " إِنَّ الشَّيْطَانَ عَرَضَ لِيْ، فَشَدَّ عَلَيَّ يَقْطَعُ الصَّلاَةَ عَلَيَّ، فَأَمْكَنَنِيَ اللّٰهُ مِنْهُ" فَذَكَرَ الْحَدِيْثَ. [راجع: ٤٦١]

[۳۲۸٥-] حدثنا مَحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ، ثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ، عَنْ يَحْيىَ بْنِ أَبِيْ كَثِيْرٍ، عَنْ أَبِيْ سَلَمَةَ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم: " إِذَا نُوْدِيَ بِالصَّلاَةِ أَدْبَرَ الشَّيْطَانُ وَلَهُ ضُرَاطٌ، فَإِذَا قُضِيَ أَقْبَلَ، فَإِذَا ثُوِّبَ بِهَا أَدْبَرَ، فَإِذَا قُضِيَ أَقْبَلَ حَتَّى يَخْطُرَ بَيْنَ الإِنْسَانِ وقَلْبِهِ، فَيَقُوْلُ: اذْكُرْ كَذَا وَكَذَا، حَتَّى لاَ يَدْرِيْ أَثَلاَثًا صَلَّى أَمْ أَرْبَعًا، فَإِذَا لَمْ يَدْرِ أَثَلاَثًا صَلَّى أَمْ أَرْبَعًا، سَجَدَ سَجْدَتَيِ السَّهْوِ"[راجع: ٦٠٨]

اس کے بعد دو حدیثیں نئی ہیں:

پہلی حدیث: انسان کا ہر بچہ جب جنا جاتا ہے تو شیطان اس کے پہلو میں انگلی مارتا ہے، مگر عیسیٰ علیہ السلام مستثنیٰ ہیں، وہ انگلی مارنے گیا مگر اس نے پردے میں انگلی ماری (پردے سے مراد یا تو وہ جھلّی ہے جس میں بچہ ہوتا ہے یا وہ کپڑا ہے جس میں بچہ لپیٹا جاتا ہے)

دوسری حدیث: علقمہؒ کہتے ہیں: میں پڑھنے کے لئے ملک شام گیا، لوگوں نے کہا: یہاں بڑے عالم حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ ہیں، میں ان کے پاس گیا، انھوں نے پوچھا: کہاں سے آئے ہو؟ میں نے کہا: کوفہ سے، انھوں نے کہا: تمہارے یہاں ابن مسعود اور عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما ہیں، حضرت ابن مسعودؓ نبی ﷺ کے خادم خاص تھے، لوٹا، مسواک، چپل اور بیٹھنے کے گدے کے ذمہ دار تھے اور حضرت عمارؓ وہ ہیں جن کو اللہ نے شیطان سے محفوظ رکھا ہے، اس کی خبر نبی ﷺ نے دی ہے، ان کو چھوڑ کر یہاں کیوں آئے ہو؟ (یہ حدیث دونوں طریق سے یہاں مختصر ہے، مفصل مناقب (حدیث ۳۷۴۳) میں آئے گی)

[۳۲۸٦-] حدثنا أَبُوْ الْيَمَانِ، أَنَا شُعَيْبٌ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم: " كُلُّ بَنِيْ آدَمَ يَطْعَنُ الشَّيْطَانُ فِيْ جَنْبِهِ بِإِصْبَعَيْهِ حِيْنَ يُوْلَدُ، غَيْرَ عِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ، ذَهَبَ يَطْعُنُ، فَطَعَنَ فِي الْحِجَابِ"[انظر: ٣٤٣١، ٤٥٤٨]

[۳۲۸۷-] حدثنا مَالِكُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، ثَنَا إِسْرَائِيْلُ، عَنِ الْمُغِيْرَةِ، عَنْ إِبْرَاهِيْمَ، عَنْ عَلْقَمَةَ، قَالَ: قَدِمْتُ الشَّامَ، قَالُوْا: أَبُوْ الدَّرْدَاءِ! قَالَ: أَفِيْكُمُ الَّذِىْ أَجَارَهُ اللّٰهُ مِنَ الشَّيْطَانِ عَلٰى لِسَانِ نَبِيِّهِ صلی اللہ علیہ وسلم؟ حدثنا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، ثَنَاشُعْبَةُ، عَنْ مُغِيْرَةَ، وَقَالَ: الَّذِىْ أَجَارَهُ اللّٰهُ عَلٰى لِسَانِ نَبِيِّهِ، يَعْنِىْ عَمَّارًا. [انظر: ۳۷۴۲، ۳۷۴۳، ۳۷۶۱، ۴۹۴۳، ۴۹۴۴، ۶۲۷۸]

اس کے بعد کی حدیث گذری ہے: فرشتے بادلوں میں اُس بات کا تذکرہ کرتے ہیں جو زمین میں ہونی ہے، شیاطین ان میں سے ایک آدھ بات سن لیتے ہیں، اور وہ کاہنوں کے کانوں میں اس طرح ڈالتے ہیں جس طرح بھری ہوئی بوتل الٹی جائے تو مسلسل یکساں ایک آواز نکلتی ہے، کاہن اس میں سوجھوٹ ملا کر بات پوری کرتے ہیں اور مستقبل کی پیشین گوئی کرتے ہیں۔

[۳۲۸۸-] قَالَ: وَقَالَ اللَّيْثُ: ثَنِىْ خَالِدُ بْنُ يَزِيْدَ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ أَبِىْ هِلَالٍ، أَنَّ أَبَا الْأَسْوَدِ أَخْبَرَهُ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم، قَالَ: "الْمَلَائِكَةُ تُحَدِّثُ فِى الْعَنَانِ - وَالعَنَانُ: الْغَمَامُ- بِالْأَمْرِ يَكُوْنُ فِى الْأَرْضِ، فَتَسْمَعُ الشَّيَاطِيْنُ الْكَلِمَةَ، فَتُقِرُّهَا فِى آذَانِ الْكُهَّانِ كَمَا تُقَرُّ الْقَارُوْرَةُ، فَيَزِيْدُوْنَ مَعَهَا مِائَةَ كِذْبَةٍ"[راجع: ۳۲۱۰]

لغت: قَرَّ (ن،س) قَرِيْرًا: مسلسل یکساں آواز نکالنا۔

پھر دو حدیثیں نئی ہیں:

پہلی حدیث: جماہی لینا شیطان کی وجہ سے ہے، پس جب تم میں سے کسی کو جماہی آئے تو اسے روکے، جہاں تک اس کے بس میں ہو، اس لئے کہ جب کوئی کہتا ہے: ہا، تو شیطان ہنستا ہے (لہٰذا اس کو ہنسنے کا موقع نہیں دینا چاہئے، منہ پر ہاتھ رکھ کر اس کو دبا دینا چاہئے)

دوسری حدیث: جنگ احد میں مشرکین نے شکست کھائی، ابلیس نے آواز لگائی: او اللہ کے بندو! اپنے پیچھے دیکھو، پس اگلے پچھلوں پر ٹوٹ پڑے، دونوں ایک دوسرے کو مارنے لگے، حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے دیکھا: کوئی ان کے باپ کو مارنا چاہتا ہے، انھوں نے پکار کر کہا: او اللہ کے بندے! میرے ابا ہیں، میرے ابا ہیں، مگر وہ نہیں رکے، یہاں تک کہ ان کو قتل کر دیا، حضرت حذیفہؓ نے کہا: اللہ تمہارا گناہ معاف کرے! حدیث کے راوی عروہ کہتے ہیں: اس واقعہ سے حذیفہؓ میں زندگی بھر خیر رہی، یعنی وہ قاتل کے لئے دعائے خیر کرتے رہے، یہاں تک کہ وہ اللہ کے ساتھ مل گئے، یعنی ان کی وفات ہوگئی۔
اس حدیث میں ہے کہ ابلیس چلایا، یہی حدیث کی باب سے مناسبت ہے۔

[۳۲۸۹-] حدثنا عَاصِمُ بْنُ عَلِيٍّ، ثَنَا ابْنُ أَبِىْ ذِئْبٍ، عَنْ سَعِيْدٍ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ أَبِىْ هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم، قَالَ: "التَّثَاؤُبُ مِنَ الشَّيْطَانِ، فَإِذَا تَثَاءَ بَ أَحَدُكُمْ فَلْيَرُدَّهُ مَا اسْتَطَاعَ،

فَإِنَّ أَحَدَكُمْ إِذَا قَالَ: هَا، ضَحِكَ الشَّيْطَانُ"[انظر: ٦٢٢٣، ٦٢٢٦]

[٣٢٩٠-] حدثنا زَكَرِيَّا بْنُ يَحْيَى، ثَنَا أَبُوْ أُسَامَةَ، قَالَ: هِشَامٌ أَخْبَرَنَا، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: لَمَّا كَانَ يَوْمُ أُحُدٍ هُزِمَ الْمُشْرِكُوْنَ، فَصَاحَ إِبْلِيْسُ: أَىْ عِبَادَ اللّٰهِ! أُخْرَاكُمْ، فَرَجَعَتْ أُوْلَاهُمْ فَاجْتَلَدَتْ هِيَ وَأُخْرَاهُمْ، فَنَظَرَ حُذَيْفَةُ فَإِذَا هُوَ بِأَبِيْهِ الْيَمَانِ، فَقَالَ: أَىْ عِبَادَ اللّٰهِ! أَبِىْ! أَبِىْ! فَوَ اللّٰهِ مَا احْتَجَزُوْا حَتَّى قَتَلُوْهُ، فَقَالَ حُذَيْفَةُ: غَفَرَ اللّٰهُ لَكُمْ، قَالَ عُرْوَةُ: فَمَا زَالَتْ فِيْ حُذَيْفَةَ مِنْهُ بِقِيَّةُ خَيْرٍ حَتَّى لَحِقَ بِاللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ. [انظر: ٣٨٢٤، ٧٠٦٥، ٦٦٦٨، ٦٨٨٣، ٦٨٩٠]

اس کے بعد کی حدیث گذری ہے کہ نماز میں ادھر اُدھر جھانکنا ربودگی ہے۔شیطان نماز میں سے جھپٹ لیتا ہے۔اور اس کے بعد کی روایت نئی ہے: اچھا خواب اللہ کی طرف سے ہے اور (پراگندہ) خواب شیطان کی طرف سے، پس جب تم میں سے کوئی پراگندہ خواب دیکھے اور اسے ڈر لگے تو بائیں طرف تھتکاردے، اور خواب کی برائی سے اللہ کی پناہ چاہے، وہ خواب اس کو ضرر نہیں پہنچائے گا۔

[٣٢٩١-] حدثنا الْحَسَنُ بْنُ الرَّبِيْعِ، ثَنَا أَبُوْ الْأَحْوَصِ، عَنْ أَشْعَثَ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ مَسْرُوْقٍ، قَالَ: قَالَتْ عَائِشَةُ: سَأَلْتُ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم عَنِ الْتِفَاتِ الرَّجُلِ فِي الصَّلَاةِ، فَقَالَ:" هُوَ اخْتِلَاسٌ يَخْتَلِسُ الشَّيْطَانُ مِنْ صَلَاةِ أَحَدِكُمْ"[راجع: ٧٥١]

[٣٢٩٢-] حدثنا أَبُوْ الْمُغِيْرَةِ، ثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ، ثَنِيْ يَحْيَى بْنُ أَبِيْ كَثِيْرٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِيْ قَتَادَةَ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم، ح: وَحَدَّثَنِيْ سُلَيْمَانُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، ثَنَا الْوَلِيْدُ، ثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ، ثَنِيْ يَحْيَى بْنُ أَبِيْ كَثِيْرٍ، ثَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أَبِيْ قَتَادَةَ، عَنْ أَبِيْهِ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم: "الرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ مِنَ اللّٰهِ، وَالْحُلُمُ مِنَ الشَّيْطَانِ، فَإِذَا حَلَمَ أَحَدُكُمْ حُلُمًا يَخَافُهُ فَلْيَبْصُقْ عَنْ يَسَارِهِ وَلْيَتَعَوَّذْ بِاللّٰهِ مِنْ شَرِّهَا، فَإِنَّهَا لَا تَضُرُّهُ"[انظر: ٥٧٤٧، ٦٩٨٤، ٦٩٩٥، ٦٩٩٦، ٧٠٠٥، ٧٠٤٤]

اور آئندہ حدیث میں ہے کہ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ الی آخرہ اگر کوئی روزانہ سو مرتبہ پڑھے تو وہ اس کے لئے دس غلام آزاد کرنے کے برابر ہوگا، اور اس کے لئے سو نیکیاں لکھی جائیں گی، اور اس کی سو برائیاں مٹائی جائیں گی، اور وہ ذکر اس کے لئے اس کے اس دن میں شیطان سے حفاظت بن جائے گا، یہاں تک کہ وہ شام کرے، اور نہیں لائے گا کوئی بہتر اس سے جس کو وہ لایا ہے، مگر وہ شخص جو اسی ذکر کو اس سے زیادہ کرے۔

[٣٢٩٣-] حدثنا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ، أَنَا مَالِكٌ، عَنْ سُمَيٍّ مَوْلَى أَبِيْ بَكْرٍ، عَنْ أَبِيْ صَالِحٍ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ:" مَنْ قَالَ: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَاشَرِيْكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ

وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ: مِائَةَ مَرَّةٍ، كَانَ لَهُ عَدْلَ عَشْرِ رِقَابٍ، وَكُتِبَتْ لَهُ مِائَةُ حَسَنَةٍ، وَمُحِيَتْ عَنْهُ مِائَةُ سَيِّئَةٍ، وَكَانَتْ لَهُ حِرْزًا مِنَ الشَّيْطَانِ يَوْمَهُ ذٰلِكَ حَتّٰى يُمْسِيَ، وَلَمْ يَأْتِ أَحَدٌ بِأَفْضَلَ مِمَّا جَاءَ بِهِ إِلَّا أَحَدٌ عَمِلَ أَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ"[انظر:٦٤٠٣]

اس کے بعد کی روایت نئی ہے، حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ کے پاس آنے کی اجازت چاہی، آپؐ کے پاس قریش کی عورتیں تھیں، یعنی آپؐ کے خاندان کی بیویاں تھیں، وہ آپؐ سے کسی معاملہ میں بات کررہی تھیں، اور آپؐ سے کسی چیز کی زیادتی کا مطالبہ کررہی تھیں، ان کی آوازیں بلند ہورہی تھیں، پس جب حضرت عمرؓ نے اجازت مانگی تو وہ سب اٹھ کر پردے میں چلی گئیں۔ نبی ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اجازت دی، وہ آئے تو آپؐ ہنس رہے تھے، حضرت عمرؓ نے کہا: اللہ تعالیٰ آپؐ کے دانتوں کو ہنسائیں یعنی خوش رکھیں اے اللہ کے رسول! آپ کیوں ہنسے؟ آپؐ نے فرمایا: مجھے حیرت ہوئی ان عورتوں پر جو میرے پاس تھیں جب انھوں نے آپ کی آواز سنی تو وہ ایک دم پردے میں چلی گئیں، حضرت عمرؓ نے کہا: آپؐ اے اللہ کے رسول! زیادہ حق دار تھے کہ وہ آپؐ سے ڈرتیں، پھر حضرت عمرؓ نے کہا: اے اپنی ذاتوں کی دشمنو! کیا تم مجھ سے ڈرتی ہو اور رسول اللہ ﷺ سے نہیں ڈرتیں! انھوں نے جواب دیا: تم بداخلاق اور سخت مزاج ہو، نبی ﷺ ایسے نہیں ہیں (ازواج نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو سخت جواب دیا ہے، نبی ﷺ کو اندیشہ ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو برا نہ لگے، پس آپؐ نے ایک ایسی بات فرمائی جس سے حضرت عمرؓ کا دل دھل گیا) آپؐ نے فرمایا: "قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے! نہیں ملاقات کرتا آپؓ سے شیطان کبھی کسی کشادہ گلی میں مگر چلتا ہے وہ اس گلی کے علاوہ گلی میں" یعنی تم جس گلی سے گذرتے ہو شیطان وہاں سے دم دبا کر بھاگ جاتا ہے (شیان کا ذکر آ گیا)

اور آخری حدیث پہلے گذری ہے کہ جب آدمی سوتا ہے تو شیطان اس کی ناک کے بانسہ پر رات گذارتا ہے۔

[٣٢٩٤-] حدثنا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ، ثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ، ثَنَا أَبِيْ، عَنْ صَالِحٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ: أَخْبَرَنِيْ عَبْدُ الْحَمِيْدِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ زَيْدٍ، أَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ سَعْدِ بْنِ أَبِيْ وَقَّاصٍ أَخْبَرَهُ، أَنَّ أَبَاهُ سَعْدَ بْنَ أَبِيْ وَقَّاصٍ قَالَ: اسْتَأْذَنَ عُمَرُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صل الله عليه وسلم، وَعِنْدَهُ نِسَاءٌ مِنْ قُرَيْشٍ، يُكَلِّمْنَهُ وَيَسْتَكْثِرْنَهُ، عَالِيَةً أَصْوَاتُهُنَّ، فَلَمَّا اسْتَأْذَنَ عُمَرُ قُمْنَ يَبْتَدِرْنَ الْحِجَابَ، فَأَذِنَ لَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم يَضْحَكُ، فَقَالَ عُمَرُ: أَضْحَكَ اللّٰهُ سِنَّكَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! قَالَ: "عَجِبْتُ مِنْ هٰؤُلَاءِ اللَّاتِيْ كُنَّ عِنْدِيْ، فَلَمَّا سَمِعْنَ صَوْتَكَ ابْتَدَرْنَ الْحِجَابَ" قَالَ عُمَرُ: فَأَنْتَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! كُنْتَ أَحَقَّ أَنْ يَهَبْنَ، ثُمَّ قَالَ: أَيْ عَدُوَّاتِ أَنْفُسِهِنَّ! أَتَهَبْنَنِيْ وَلَا تَهَبْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى

الله عليه وسلم؟ قُلْنَ: نَعَم أَنْتَ أَفَظُّ وَأَغْلَظُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم:" وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهِ! مَا لَقِيَكَ الشَّيْطَانُ قَطُّ سَالِكًا فَجًّا إِلَّا سَلَكَ فَجًّا غَيْرَ فَجِّكَ"[انظر: ۳٦۸۳، ٦۰۸۵]

[۳۲۹۵-] حدثنا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ حَمْزَةَ، ثَنِي ابْنُ أَبِيْ حَازِمٍ، عَنْ يَزِيْدَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيْمَ، عَنْ عِيْسَى بْنِ طَلْحَةَ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم، قَالَ:" إِذَا اسْتَيْقَظَ أَحَدُكُمْ مِنْ مَنَامِهِ فَتَوَضَّأَ فَلْيَسْتَنْثِرْ ثَلَاثًا، فَإِنَّ الشَّيْطَانَ يَبِيْتُ عَلٰى خَيْشُوْمِهِ"

بَابُ ذِكْرِ الْجِنِّ وَثَوَابِهِمْ وَعِقَابِهِمْ

جنات اوران کی جزاء وسزا کا بیان

زمین پر پہلے زمینی فرشتے پیدا کئے گئے، وہ عناصر اربعہ کی بھاپ سے پیدا کئے گئے، کسی عنصر کا اس میں غلبہ نہیں تھا، اس لئے ان میں کمالِ اعتدال رہا، وہ اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار بندے بنے، اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کرتے۔﴿لَا يَسْبِقُوْنَهُ بِالْقَوْلِ وَهُمْ بِأَمْرِهِ يَعْمَلُوْنَ﴾: وہ اللہ سے آگے بڑھ کر بات نہیں کرتے اور وہ ان کے حکم کے موافق کام کرتے ہیں۔
(سورۃ الانبیاء آیت ۲۷)

پھر ایک مدت کے بعد اللہ تعالیٰ نے جنات کے جدامجد جانّ کو پیدا کیا، وہ بھی عناصر اربعہ سے پیدا کئے گئے، مگر ان کے آمیزہ میں آگ کا غلبہ تھا، اس لئے وہ ناری مخلوق کہلائے، جنات میں خیر وشر کی صلاحتیں ہیں، اور جس طرح فرشتے اللہ کی بندگی کے لئے پیدا کئے گئے ہیں، جنات بھی اللہ کی بندگی کے لئے پیدا کئے گئے ہیں، سورۃ الذاریات آیت ۵٦ ہے:﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ﴾: اور میں نے جنات اور انسانوں کو اسی واسطے پیدا کیا ہے کہ وہ میری بندگی کریں۔

پھر ملائکہ کے لئے تو رسالت کی ضرورت نہیں تھی وہ تو اپنی فطرت سے اللہ کی عبادت کرتے تھے، مگر جنات میں خیر وشر کی صلاحیتیں جمع تھیں اور نتیجہ ارذل کے تابع ہوتا ہے اس لئے شر غالب آجاتا تھا، چنانچہ ان میں رسالت کا سلسلہ جاری ہوا، اور اللہ کی ہدایت کے مطابق مؤمنین اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے لگے، اور ناہنجار دنگا فساد کرنے لگے۔

پھر ایک لمبے عرصہ کے بعد اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے جدامجد حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا، ان کو بھی عناصر اربعہ سے پیدا کیا، مگر ان کے آمیزہ میں مٹی کا غلبہ تھا اس لئے وہ خاکی مخلوق کہلائے، انسانوں میں بھی خیر وشر کی دونوں صلاحیتیں رکھی گئیں اور انسانوں کو بھی اللہ تعالیٰ نے اپنی بندگی کے لئے پیدا کیا، جیسا کہ سورۃ الذاریات کی آیت میں گذرا۔

پس جب جنات اور انسان اللہ کے نازل کردہ احکام کی اطاعت کریں گے اور اللہ کی بندگی کریں گے تو دونوں جنت کی نعمتوں سے سرفراز ہونگے، اور جو روگردانی کریں گے وہ جہنم کے عذاب سے دوچار ہونگے، حضرت امام بخاری رحمہ اللہ نے

سورۃ الانعام کی آیت ۱۳۰ سے یہ مسئلہ ثابت کیا ہے، ارشادِ پاک ہے: ﴿یَامَعْشَرَ الْجِنِّ وَالإِنْسِ أَلَمْ یَأْتِکُمْ رُسُلٌ مِنْکُمْ یَقُصُّوْنَ عَلَیْکُمْ آیَاتِيْ وَیُنْذِرُوْنَکُمْ لِقَاءَ یَوْمِکُمْ هٰذَا﴾: اے جن وانس! کیا تمہارے پاس تم ہی میں سے پیغمبر نہیں آئے، جو تمہارے سامنے میرے احکام بیان کرتے تھے، اور تم کو آج کے اس دن (قیامت) کی خبر دیا کرتے تھے؟ وہ سب عرض کریں گے: ہم اپنی ذاتوں کے خلاف (جرم کا) اقرار کرتے ہیں، اس آیت کریمہ سے دو باتیں معلوم ہوئیں: ایک: رسول جنات میں بھی آئے ہیں، رہی یہ بات کہ انسانوں کے وجود کے بعد رسالت کا سلسلہ جنات میں باقی رہا یا ان کو انسانوں کے تابع کر دیا گیا؟ جمہور کی رائے یہ ہے کہ اب وہ انسانوں کے تابع ہیں، اب ان میں رسالت کا سلسلہ نہیں رہا، لیکن پہلے ان میں رسالت کا سلسلہ ماننا پڑے گا، کیونکہ جب وہ مکلّف مخلوق ہیں اور ان میں خیر وشر کے دونوں جذبات ہیں تو ضروری ہے کہ اللہ کی طرف سے ان کی راہنمائی کی جائے۔

اور حاشیہ میں امام اعظم اور امام مالک رحمہما اللہ کا ایک مناظرہ لکھا ہے: اللہ جانے وہ صحیح ہے یا نہیں؟ اس مناظرہ میں امام اعظم رحمہ اللہ کا قول لکھا ہے کہ جنات کی جزاء عذاب سے بچ جانا ہے، وہ جنت میں نہیں جائیں گے اور امام مالک رحمہ اللہ کہتے ہیں: جن وانس کے احکام ایک ہیں، جنات بھی جنت وجہنم میں جائیں گے، یہ مناظرہ صحیح نہیں معلوم ہوتا، کیونکہ نیک بندوں کی جزاء اگر عذاب سے بچ جانا ہے تو سرکش جنات کی سزا کیا ہوگی؟

ایک واقعہ: کسی عالم سے پوچھا گیا: جنات آگ سے پیدا کئے گئے ہیں، پھر جہنم کی سزا ان کے لئے کیا معنی رکھتی ہے؟ آگ آگ میں ڈالی جائے تو آگ کو کیا تکلیف ہوگی؟ عالم صاحب نے ایک ڈھیلا اٹھا کر مارا، وہ چلانے لگا، عالم صاحب نے کہا: جب آپ خاکی مخلوق ہیں تو ڈھیلے سے آپ کو تکلیف کیوں ہوئی؟ یہ بہت اچھا جواب ہے۔

اور اصل بات یہ ہے کہ جنات میں جو آگ کا عنصر ہے وہ دنیا کی آگ ہے۔ اور دوزخ کی آگ دنیا کی آگ سے ستر گنا تیز ہے، اور ضعیف آگ کو قوی آگ سے تکلیف پہنچتی ہے، پہلے یہ روایت آئی ہے کہ جہنم نے شکایت کی: **أکل بعضی بعضا:** میرا بعض بعض کو کھا گیا! معلوم ہوا کہ آگ کو بھی آگ سے تکلیف پہنچتی ہے۔

فائدہ: اس زمین پر بے شمار مخلوقات ایک ساتھ بسی ہوئی ہیں، ان میں زمینی فرشتے، جنات اور انسان بھی ہیں، ان میں اللہ تعالیٰ نے آڑ رکھی ہے، اور یہ آڑ لطافت وکثافت کی ہے، لطیف مخلوق کو کثیف مخلوق نظر آتی ہے اور کثیف کو لطیف نظر نہیں آتی، جیسے کمرے میں ہوا بھری ہوئی ہے مگر وہ ہمیں نظر نہیں آتی، کیونکہ وہ لطیف ہے، پس انسانوں کو جو سب سے کثیف ہیں عام طور پر جنات اور فرشتے نظر نہیں آتے اور جنات کو انسان نظر آتے ہیں، فرشتے نظر نہیں آتے، اور فرشتوں کو انسان اور جنات دونوں نظر آتے ہیں، اور یہ مضمون سورۃ الرحمٰن کے اشاروں سے سمجھ میں آتا ہے: اللہ تعالیٰ نے انسان کو ایسی مٹی سے جو ٹھیکرے کی طرح بجتی تھی پیدا کیا، اور جنات کو خالص آگ سے پیدا کیا، دونوں کے پروردگار اللہ تعالیٰ ہیں، کیونکہ وہ مشرق اور مغرب کے مالک ہیں، مشرق اور مغرب میں تضاد ہے، اسی طرح مٹی اور آگ میں تضاد ہے، پس جیسے اللہ تعالیٰ مشرق

ومغرب کے مالک ہیں، انسانوں اور جنات کے بھی مالک ہیں، پھر فرمایا: اس نے دو دریاؤں کو ملایا، اس طرح کہ باہم ملے ہوئے چل رہے ہیں، اور ان دونوں کے درمیان ایک آڑ ہے جس کی وجہ سے ایک دوسرے پر زیادتی نہیں کرتا، میٹھے اور کڑوے پانی میں بھی لطافت وکثافت کا فرق ہے، اس لئے وہ دونوں ایک دوسرے سے نہیں ملتے، جیسے پانی میں گھی یا تیل ڈالا جائے تو نہیں ملے گا، یہاں بھی ہلکے بھاری ہونے کا فرق ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے انسان اور جنات کے درمیان آڑ رکھی ہے، اور وہ عام طور پر ایک دوسرے پر زیادتی نہیں کرتے، پھر فرمایا: دونوں دریاؤں سے موتی اور مونگے نکلتے ہیں، اسی طرح انسان اور جنات کو ایک ساتھ بسانے میں بھی فوائد ہیں، جو اللہ تعالیٰ بہتر جانتے ہیں۔

پھر حضرت رحمہ اللہ نے مفردات جمع کر کے ان آیات کی طرف اشارہ کیا ہے جن میں جنات کا تذکرہ آیا ہے:

۱- سورۃ الجن آیت ۱۳ ہے: ﴿فَمَنْ يُّؤْمِنْ بِرَبِّهِ فَلَا يَخَافُ بَخْسًا وَّلَا رَهَقًا﴾: جو شخص اپنے رب پر ایمان لائے گا اس کو نہ کسی کمی کا اندیشہ ہوگا اور نہ زیادتی کا۔ بَخْسًا کے معنی ہیں: کمی۔

۲- سورۃ الصافات آیت ۱۵۸ ہے: ﴿وَجَعَلُوْا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجِنَّةِ نَسَبًا﴾: کفار نے اللہ اور جنات میں رشتہ قائم کیا۔ مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: کفار قریش فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں اور جنات کے سرداروں کی لڑکیوں کو ان کی مائیں کہتے تھے، پس جنات اللہ تعالیٰ کے سسرالی ہوئے، اس کا جواب اگلی آیت میں ہے: ﴿وَلَقَدْ عَلِمَتِ الْجِنَّةُ إِنَّهُمْ لَمُحْضَرُوْنَ﴾: اور جنات بالیقین جانتے ہیں کہ وہ قیامت کے دن عذاب میں گرفتار ہونگے، جبکہ کوئی سسرالیوں کو سزا نہیں دیتا، اگر جنات اللہ کے سسرالی ہیں تو وہ عذاب میں گرفتار کیوں ہونگے؟

پھر باب میں ایک حدیث ہے جو پہلے آئی ہے، حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے ایک شخص سے کہا: میں دیکھ رہا ہوں کہ تجھے بکریوں سے اور جنگل سے محبت ہے پس جب تو اپنی بکریوں میں اور جنگل میں ہو اور نماز کا وقت آئے تو اذان دے اور بہت بلند آواز سے اذان دے، اس لئے کہ مؤذن کی آواز جو بھی جنات یا انسان یا کوئی دوسری چیز سنتی ہے تو وہ اس کے لئے قیامت کے دن گواہی دے گی (جنات کا ذکر آ گیا)

[۱۲-] بَابُ ذِكْرِ الْجِنِّ وَثَوَابِهِمْ وَعِقَابِهِمْ

لِقَوْلِهِ تَعَالٰى: ﴿يَامَعْشَرَ الْجِنِّ وَالإِنْسِ أَلَمْ يَأْتِكُمْ رُسُلٌ مِنكُمْ يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ آيَاتِيْ﴾ الآيَةَ.

[۱-] بَخْسًا: نَقْصًا. [۲-] وَقَالَ مُجَاهِدٌ: ﴿وَجَعَلُوْا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجِنَّةِ نَسَبًا﴾ قَالَ كُفَّارُ قُرَيْشٍ: الْمَلاَئِكَةُ بَنَاتُ اللّٰهِ، وَأُمَّهَاتُهُمْ بَنَاتُ سَرَوَاتِ الْجِنِّ، قَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ: ﴿وَلَقَدْ عَلِمَتِ الْجِنَّةُ إِنَّهُمْ لَمُحْضَرُوْنَ﴾ عِنْدَ الْحِسَابِ.

[۳۲۹٦-] حدثنا قُتَيْبَةُ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِيْ صَعْصَعَةَ

الْأَنْصَارِيِّ، عَنْ أَبِيْهِ، أَنَّــهُ أَخْبَرَهُ: أَنَّ أَبَا سَعِيْدٍ الْخُدْرِيَّ، قَالَ لَهُ: إِنِّي أَرَاكَ تُحِبُّ الْغَنَمَ وَالْبَادِيَةَ، فَإِذَا كُنْتَ فِيْ غَنَمِكَ وَبَادِيَتِكَ، فَأَذَّنْتَ بِالصَّلاَ ةِ فَارْفَعْ صَوْتَكَ بِالنِّدَاءِ، فَإِنَّهُ لاَ يَسْمَعُ مَدَى صَوْتِ الْمُؤَذِّنِ جِنٌّ وَلاَ إِنْسٌ وَلاَ شَيْئٌ إِلاَّ شَهِدَ لَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، قَالَ أَبُوْ سَعِيْدٍ: سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم. [راجع: ٦٠٩]

بَابُ قَوْلِهِ عَزَّوَجَلَّ: ﴿وَإِذْ صَرَفْنَا إِلَيْكَ نَفَرًا مِنَ الْجِنِّ﴾ إِلٰى قَوْلِهِ ﴿فِيْ ضَلاَلٍ مُبِيْنٍ﴾

جنات کا نبی ﷺ پر ایمان لانا اور اپنی قوم کو ایمان کی دعوت دینا

یہ تکمیلی باب ہے، گذشتہ باب میں یہ مضمون تھا کہ جنات مکلّف مخلوق ہیں، اب اسی مضمون کو سورۃ الاحقاف کی آیات ۲۹-۳۲ سے ثابت کرتے ہیں، ارشادِ پاک ہے: ﴿وَإِذْ صَرَفْنَا إِلَيْكَ نَفَرًا مِنَ الْجِنِ يَسْتَمِعُوْنَ الْقُرْآنَ، فَلَمَّا حَضَرُوْهُ قَالُوْا أَنْصِتُوْا، فَلَمَّا قُضِيَ وَلَّوْا إِلٰى قَوْمِهِمْ مُنْذِرِيْنَ. قَالُوْا يَا قَوْمَنَا إِنَّا سَمِعْنَا كِتَاباً أُنْزِلَ مِنْ بَعْدِ مُوْسٰى مُصَدِّقًا لِمَابَيْنَ يَدَيْهِ يَهْدِيْ إِلَى الْحَقِّ وَإِلٰى طَرِيْقٍ مُسْتَقِيْمٍ، يَاقَوْمَنَا أَجِيْبُوْا دَاعِيَ اللّٰهِ وَآمِنُوْا بِهِ يَغْفِرْلَكُمْ مِنْ ذُنُوْبِكُمْ وَيُجِرْكُمْ مِنْ عَذَابٍ أَلِيْمٍ، وَمَنْ لاَ يُجِبْ دَاعِيَ اللّٰهِ فَلَيْسَ بِمُعْجِزٍ فِي الْأَرْضِ وَلَيْسَ لَهُ مِنْ دُوْنِهِ أَوْلِيَاءَ، أُوْلٰئِكَ فِيْ ضَلاَلٍ مُبِيْنٍ﴾:

ترجمہ: اور یاد کرو جب ہم نے جنات کی ایک جماعت کو آپ کی طرف پھیرا، وہ قرآن سننے لگے، پھر جب وہ آپ کے پاس آپہنچے تو کہنے لگے: خاموش رہو (اور قرآن سنو) پھر جب قرآن پڑھا جاچکا تو وہ اپنی قوم کی طرف ڈرانے والے بن کر واپس لوٹے، کہنے لگے: بھائیو! ہم ایک کتاب سن کر آئے ہیں جو موسیٰ کے بعد نازل کی گئی ہے جو پہلی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے اور حق اور راہِ راست کی طرف راہنمائی کرتی ہے، بھائیو! اللہ کی طرف بلانے والے کا کہنا مانو، اور ان پر ایمان لاؤ، اللہ تعالیٰ تمہارے گناہ معاف کریں گے، اور تم کو دردناک عذاب سے بچائیں گے، اور جو شخص اللہ کی طرف بلانے والے کا کہنا نہیں مانے گا وہ زمین میں ہرا نہیں سکتا اور اللہ کے علاوہ کوئی اس کا حامی بھی نہ ہوگا، ایسے لوگ صریح گمراہی میں ہیں۔

شانِ نزول: بعثتِ نبوی کے وقت جنات کو آسمانی خبریں سننے سے شعلوں کے ذریعہ روک دیا گیا، جنات میں مشورہ ہوا کہ تحقیق کرنی چاہئے کہ کیا واقعہ دنیا میں رونما ہوا ہے، جس کے سبب ہم پر پابندی لگی ہے، چنانچہ زمین کے مختلف حصوں میں تحقیق کے لئے جنات روانہ کئے گئے، ایک وفد تہامہ کی طرف بھیجا گیا، ایک دن نبی ﷺ اپنے صحابہ کے ساتھ بطن نخلہ میں قیام پذیر تھے آپ کا ارادہ سوق عکاظ جانے کا تھا، وہاں آپ صبح کی نماز پڑھا رہے تھے، جنات کا وفد اتفاقاً وہاں پہنچا اور قرآن سن کر کہنے لگا: یہی وہ نیا کلام ہے جو ہمارے اور آسمانی خبروں کے درمیان حائل ہوا ہے، وہ قرآنِ کریم سن کر ایمان لاکر اپنی قوم کے پاس واپس گئے اور ان کو خبر سنا کر ایمان کی ترغیب دی، آپ کو اس وقت ان کے آنے کی خبر نہیں ہوئی، جب سورۂ

جن نازل ہوئی تو آپؐ کو اطلاع ہوئی۔

لغت: پہلی آیت میں صرفنا آیا ہے، اس کے معنی ہیں: وَجَّهْنَا: پھیرا، اوراسی مادہ سے سورۂ کہف آیت ۵۳ میں مَصْرِفًا آیا ہے، اس کے معنی ہیں: بچنے کی جگہ، مَعْدِلاً: پناہ گاہ۔

[۱۳-] بَابُ قَوْلِهِ عَزَّوَجَلَّ: ﴿وَإِذْ صَرَفْنَا إِلَيْكَ نَفَرًا مِنَ الْجِنِّ﴾ إِلَى قَوْلِهِ ﴿فِيْ ضَلاَلٍ مُبِيْنٍ﴾ ﴿مَصْرِفًا﴾: مَعْدِلاً، ﴿صَرَفْنَا﴾: وَجَّهْنَا.

بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ: ﴿وَبَثَّ فِيْهَا مِنْ كُلِّ دَابَّةٍ﴾

اللہ تعالیٰ نے زمین میں ہر قسم کے حیوانات پھیلا دیئے

اس باب میں ملائکہ اور جنات کے علاوہ دیگر مخلوقات کا تذکرہ ہے، جو زمین میں پائی جاتی ہیں، اور آگے جو تین باب آرہے ہیں وہ خواہ مخواہ کے ابواب ہیں، بعض نسخوں میں وہ ابواب نہیں ہیں، اس کتاب کے ختم تک یہی باب چلنا چاہئے، کیونکہ ساری حدیثیں اسی سے متعلق ہیں۔

اور امام بخاریؒ چونکہ روایات کے پابند ہیں اور روایات میں بھی اعلی درجہ کی صحیح حدیثوں کا خود کو پابند بنایا ہے، اس لئے اس باب میں صرف سولہ حیوانات کا تذکرہ کیا ہے، سانپ بچھو، اونٹ بکریاں، گھوڑے گدھے، کتا بلی، مکھی چیونٹی، چیل کوّے، چوہے مرغے، چھپکلی اور زمین کے کیڑے۔ اور باب میں اٹھائیس حدیثیں ہیں جن میں سے بارہ نئی ہیں باقی پہلے آچکی ہیں۔

اور باب میں جو آیت لکھی ہے وہ سورۃ البقرہ کی آیت ۱۶۴ ہے، اس کے بعد حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول لائے ہیں، سورۃ الاعراف آیت ۱۰۷ میں ثُعْبان ہے، حضرت ابن عباسؓ نے اس کا ترجمہ 'مذکر سانپ' کیا ہے اور دوسرے حضرات کہتے ہیں: سانپ کی بہت اقسام ہیں، ایک: جانّ: سفید سانپ، دوسرا: أفعی: ناگن، تیسرا: أسود: ناگ ہے۔

اور سورۂ ہود آیت ۵۶ میں ہے: ﴿مَامِنْ دَابَّةٍ إِلَّا هُوَ آخِذٌ بِنَاصِيَتِهَا﴾: روئے زمین پر جتنے چلنے والے جانور ہیں، سب کی چوٹی اللہ نے پکڑ رکھی ہے، یعنی سب اس کے قبضہ میں ہیں، اس کے حکم کے بغیر کوئی کان نہیں ہلا سکتا۔

اور سورۃ الملک آیت ۱۹ میں ہے: ﴿أَوَلَمْ يَرَوْا إِلَى الطَّيْرِ فَوْقَهُمْ صَافَّاتٍ وَيَقْبِضْنَ﴾: کیا ان لوگوں نے اپنے اوپر پرندوں کی طرف نظر نہیں کی، جو پَر پھیلائے ہوئے اور پَر سمیٹے ہوئے ہیں۔ صافات کے معنی: پَر پھیلائے ہوئے اور یقبضن کے معنی ہیں: پَر سکیڑے ہوئے، پرندہ جب اڑتا ہے تو پَر پھیلاتا ہے اور اڑان کے دوران سمیٹتا بھی ہے، پس اگر کوئی خیال کرے کہ پرندہ فضاء میں پروں کے سہارے رکا ہوا ہے تو بتایا جائے کہ جب وہ پر سکیڑتا ہے تو اس کو کون روکتا ہے؟ اللہ تعالیٰ ہی روکتے ہیں!

[۱۴-] بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ: ﴿وَبَثَّ فِيْهَا مِنْ كُلِّ دَابَّةٍ﴾

[۱-] قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: الثُّعْبَانُ: الْحَيَّةُ الذَّكَرُ مِنْهَا. [۲-] يُقَالُ: الْحَيَّاتُ أَجْنَاسٌ: الْجَانُّ، وَالْأَفَاعِيْ، وَالْأَسَاوِدُ. [۳-] ﴿آخِذٌ بِنَاصِيَتِهَا﴾ فِيْ مُلْكِهِ وَسُلْطَانِهِ. [۴-] يُقَالُ ﴿صَافَّاتٍ﴾ بُسُطٌ أَجْنِحَتُهُنَّ. ﴿يَقْبِضْنَ﴾: يَضْرِبْنَ بِأَجْنِحَتِهِنَّ.

اس کے بعد شروع کی تین روایتوں میں سانپوں کا ذکر ہے، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے نبی ﷺ سے تقریر میں سنا، آپؐ نے فرمایا: سانپوں کو مار ڈالو، اور (خاص طور پر) دو دھاری اور دم بریدہ سانپوں کو مار ڈالو، اس لئے کہ وہ دونوں نگاہ کو مٹاتے ہیں اور حمل کو گراتے ہیں (دو دھاری سانپ وہ ہے جس کی پیٹھ پر دو لکیریں ہوتی ہیں، اور دم بریدہ سانپ وہ ہے جو دیکھنے میں دم کٹا نظر آتا ہے، یہ دونوں سانپ جب انسان کی نگاہ سے نگاہ ملاتے ہیں تو آدمی اندھا ہو جاتا ہے اور حاملہ عورت کی نظر سے نظر ملاتے ہیں تو اس کا حمل گر پڑتا ہے، یعنی یہ دونوں سانپ کاٹے بغیر بھی ضرر پہنچاتے ہیں، ان کے پاس ریموٹ کنٹرول ہے، اس لئے ان دو سانپوں کو مت چھوڑو)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: اس درمیان کہ میں ایک سانپ کو دھتکار رہا تھا تاکہ اس کو مار ڈالوں، پس مجھ سے حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ نے پکار کر کہا: اس کو مت مارو، میں نے کہا: نبی ﷺ نے سانپوں کو مار ڈالنے کا حکم دیا ہے، حضرت ابولبابہؓ نے کہا: نبی ﷺ نے اس کے بعد گھروں کے سانپوں کو مارنے سے منع کیا ہے، جن کو عوامر کہتے ہیں، یعنی گھروں کو بسانے والے (یہ سانپ مدینہ کے گھروں میں ہوتے تھے مگر اب نہیں ہوتے۔ ابن المبارک رحمہ اللہ نے فرمایا: وہ چاندی کے تار کی طرح سفید ہوتے ہیں، اور سیدھے چلتے ہیں، لہراتے ہوئے نہیں چلتے)

[۳۲۹۷-] حدثنا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، ثَنَا هِشَامُ بْنُ يُوْسُفَ، أَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِمٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ: أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم يَخْطُبُ عَلَى الْمِنْبَرِ، يَقُوْلُ: "اقْتُلُوْا الْحَيَّاتِ، اقْتُلُوْا ذَا الطُّفْيَتَيْنِ وَالْأَبْتَرَ، فَإِنَّهُمَا يَطْمِسَانِ الْبَصَرَ، وَيَسْتَسْقِطَانِ الْحَبَلَ" [انظر: ۳۳۱۰، ۳۳۱۲، ۴۰۱۶]

[۳۲۹۸-] قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ: فَبَيْنَا أَنَا أُطَارِدُ حَيَّةً لِأَقْتُلَهَا، فَنَادَانِيْ أَبُوْ لُبَابَةَ: لَا تَقْتُلْهَا. فَقُلْتُ: إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم قَدْ أَمَرَ بِقَتْلِ الْحَيَّاتِ، فَقَالَ: إِنَّهُ نَهَى بَعْدَ ذٰلِكَ عَنْ ذَوَاتِ الْبُيُوْتِ، وَهِيَ الْعَوَامِرُ. [انظر: ۳۳۱۱، ۳۳۱۳]

[۳۲۹۹-] وَقَالَ عَبْدُ الرَّزَّاقِ، عَنْ مَعْمَرٍ، فَرَآنِيْ أَبُوْ لُبَابَةَ أَوْ زَيْدُ بْنُ الْخَطَّابِ، وَتَابَعَهُ يُوْنُسُ، وَابْنُ عُيَيْنَةَ، وَإِسْحَاقُ الْكَلْبِيُّ، وَالزُّبَيْدِيُّ، وَقَالَ صَالِحٌ، وَابْنُ أَبِيْ حَفْصَةَ، وَابْنُ مُجَمِّعٍ: عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِمٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ: فَرَآنِي أَبُوْ لُبَابَةَ وَزَيْدُ بْنُ الْخَطَّابِ.

سند کی بحث: یہ حدیث سب سے پہلے معمر بن راشد کے شاگرد ہشام بن یوسف صنعانی کی سند سے لائے ہیں اس میں شک نہیں ہے، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ بات حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ نے کہی ہے، اور معمر کے دوسرے شاگرد عبدالرزاق صنعانی کی روایت میں شک ہے، أو شک راوی کے لئے ہے، اور چار راوی عبدالرزاق کے متابع ہیں، ان کی روایتوں میں بھی شک ہے اور معمرؒ یہ روایت زہریؒ سے کرتے ہیں اور زہریؒ کے دوسرے شاگرد ابولبابہ اور زید بن الخطاب کو جمع کرتے ہیں، ان کی روایت میں أو نہیں ہے، واؤ ہے، یعنی ابولبابہؓ اور زیدؓ دونوں نے ابن عمرؓ کو دیکھا، اور صحیح یہ ہے کہ حضرت ابولبابہؓ نے دیکھا تھا، حضرت زیدؓ کا تذکرہ وہم ہے۔ اگلے باب کے آخر میں یہ حدیث دوسری سند سے آرہی ہے اس میں شک نہیں ہے۔

بَابٌ: خَيْرُ مَالِ الْمُسْلِمِ غَنَمٌ يَتْبَعُ بِهَا شَعَفَ الْجِبَالِ

مسلمان کا بہترین مال وہ بکریاں ہیں جن کو لے کر وہ پہاڑوں کی چوٹیوں پر چلا جائے

حاشیہ میں ہے کہ بخاری شریف کے اکثر نسخوں میں یہاں باب ہے، مگر نسفی کے نسخہ میں نہیں ہے، اور اسماعیلی نے بھی مستخرج میں یہ باب ذکر نہیں کیا، اور یہی مناسب ہے، اس لئے کہ باب کی حدیثوں میں سے صرف ایک حدیث کا باب سے تعلق ہے باقی حدیثوں کا تعلق گذشتہ باب سے ہے۔

حدیث: نبی ﷺ نے فرمایا: ''وہ زمانہ قریب ہے کہ ہوگا مسلمان کا بہترین مال وہ بکریاں جن کو لے کر وہ پہاڑوں کی چوٹیوں پر اور بارش برسنے کی جگہوں میں چلا جائے گا، وہ اپنے دین کے ساتھ فتنوں سے بھاگے گا'' (یہ اس خانہ جنگی کی طرف اشارہ ہے جو امت میں ایک وقت کے بعد شروع ہوئی اور اس حدیث میں مشورہ ہے کہ اس وقت الگ تھلگ رہا جائے، آبادی میں رہ کر الگ تھلگ نہ رہ سکے تو جنگل میں اور پہاڑوں میں چلا جائے)

[۱۵-] بَابٌ: خَيْرُ مَالِ الْمُسْلِمِ غَنَمٌ يَتْبَعُ بِهَا شَعَفَ الْجِبَالِ

[۳۳۰۰-] حدثنا إِسْمَاعِيْلُ، ثَنِىْ مَالِكٌ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِىْ صَعْصَعَةَ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ أَبِىْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِىِّ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: '' يُوْشِكُ أَنْ يَكُوْنَ خَيْرَ مَالِ الْمُسْلِمِ غَنَمٌ يَتْبَعُ بِهَا شَعَفَ الْجِبَالَ وَمَوَاقِعَ الْقَطْرِ، يَفِرُّ بِدِيْنِهِ مِنَ الْفِتَنِ''[راجع: ۱۹]

اس کے بعد کی دو حدیثوں میں اونٹوں، گھوڑوں اور بکریوں کا ذکر ہے۔

حدیث (۱): نبی ﷺ نے فرمایا: کفر کا سر مشرق کی جانب ہے (حاشیہ میں ہے کہ یہ ایران کی طرف اشارہ ہے جو کٹر کافر تھے، انھوں نے نامۂ مبارک پھاڑ دیا تھا، مگر میرا خیال ہے کہ یہ مسیلمہ کذاب کے فتنہ کی طرف اشارہ ہے) اور

فخر وغرور گھوڑوں اور اونٹ والوں میں ہے (الفخر اور الخیلاء کے ایک معنی ہیں یعنی گھمنڈ اور تکبر، یہ ان جانوروں کے اثرات ہیں، جن جانوروں کا ساتھ ہوتا ہے ان کا اثر پڑتا ہے) اور وبر والے چلانے والوں میں ہے (وَبَر کے معنی ہیں: اونٹ کے بال اور فدادین کے معنی ہیں: چلانے والے، جو گھوڑے پالتے ہیں ان میں ایک برائی ہوتی ہے: فخر وغرور، اور جو اونٹ پالتے ہیں ان میں دو برائیاں ہوتی ہیں، ایک: فخر وغرور، دوسری: چلانا، کیونکہ اونٹ پالنے والے اونٹوں کی دموں کے ساتھ چلتے ہیں، اور سارے ریوڑ پر چلا کر کنٹرول کرتے ہیں، اس لئے ان میں چلانے کی عادت پڑ جاتی ہے) اور سکون وطمانینت بکریاں پالنے والوں میں ہے (یہ اچھی صفت ہے، بکری مسکین جانور ہے ان کے پالنے والوں میں سکینت پیدا ہوتی ہے)

حدیث (۲): نبی ﷺ نے اپنے ہاتھ سے یمن کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا: ایمان یہاں یمن والوں کا ہے (یعنی ان کے ایمان میں اخلاص ہے) سنو! بیشک قساوت اور سخت دلی اونٹوں کی دموں کی جڑوں کے پاس چلانے والوں میں ہے (قسوۃ اور غلظ القلوب کے ایک معنی ہیں) جہاں سے شیطان کے دو سینگ نکلتے ہیں (یعنی سورج طلوع ہوتا ہے یعنی مدینہ سے مشرق کی جانب) قبائل ربیعہ اور مضر میں (یہ دونوں قبیلے مدینہ سے مشرق کی جانب رہتے تھے ان میں سخت دلی تھی، کیونکہ وہ اونٹ پالتے تھے، اور ان کی دموں کے ساتھ چلتے تھے اور چلا کر پورے ریوڑ پر کنٹرول کرتے تھے)

[۳۳۰۱-] حدثنا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ، أَنَا مَالِكٌ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ: " رَأْسُ الْكُفْرِ نَحْوَ الْمَشْرِقِ، وَالْفَخْرُ وَالْخُيَلَاءُ فِي أَهْلِ الْخَيْلِ وَالإِبِلِ، والْفَدَّادِيْنَ أَهْلِ الْوَبَرِ، وَالسَّكِيْنَةُ فِي أَهْلِ الْغَنَمِ" [انظر: ۳۴۹۹، ۴۳۸۸، ۴۳۸۹، ۴۳۹۰]

[۳۳۰۲-] حدثنا مُسَدَّدٌ، ثَنَا يَحْيىَ، عَنْ إِسْمَاعِيْلُ، ثَنِي قَيْسٌ، عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَمْرٍو أَبِي مَسْعُوْدٍ، قَالَ: أَشَارَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم بِيَدِهِ نَحْوَ الْيَمَنِ، فَقَالَ: " الإِيْمَانُ يَمَانٍ هَاهُنَا، أَلَا إِنَّ الْقَسْوَةَ وَغِلَظَ الْقُلُوْبِ فِي الْفَدَّادِيْنَ عِنْدَ أُصُوْلِ أَذْنَابِ الإِبِلِ، حَيْثُ يَطْلُعُ قَرْنَا الشَّيْطَانِ، فِي رَبِيْعَةَ وَمُضَرَ" [انظر: ۳۴۹۸، ۴۳۸۷، ۵۳۰۳]

اس کے بعد کی حدیث میں مرغوں اور گدھوں کا ذکر ہے، فرمایا: جب تم مرغوں کا بانگ دینا سنو تو اللہ تعالیٰ سے ان کا فضل مانگو، کیونکہ مرغوں نے کسی فرشتہ کو دیکھا ہے، اور جب تم گدھے کا رینکنا سنو تو شیطان سے اللہ کی پناہ چاہو کیونکہ اس نے کسی شیطان کو دیکھا ہے۔

تشریح: الدِّيَكَة: دِيْك کی جمع ہے، پس دن میں جو اکا دکا مرغ بانگ دیتا ہے وہ مراد نہیں، بلکہ سحری کے وقت یا صبح صادق کے وقت مرغ جو بانگ دیتے ہیں وہ مراد ہے، وہ دعا کی قبولیت کا وقت ہے۔

[۳۳۰۳-] حدثنا قُتَيْبَةُ، ثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ جَعْفَرِ بْنِ رَبِيْعَةَ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم قَالَ:" إِذَا سَمِعْتُمْ صِيَاحَ الدِّيَكَةِ فَسَلُوْا اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهِ، فَإِنَّهَا رَأَتْ مَلَكًا، وَإِذَا سَمِعْتُمْ نَهِيْقَ الْحِمَارِ فَتَعَوَّذُوْا بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ، فَإِنَّهَا رَأَتْ شَيْطَانًا"

اور اگلی حدیث پہلے گذری ہے: جب رات کا ایک حصہ آجائے یا فرمایا: جب شام کرو تو بچوں کو روک لو، اس وقت شیاطین پھیلتے ہیں، پھر جب رات کی ایک گھڑی گذر جائے تو بچوں کو چھوڑ دو، اور رات میں گھروں کے دروازے بسم اللہ پڑھ کر بند کرو، اس لئے کہ شیطان کسی بند دروازے کو نہیں کھولتا، یہ روایت ابن جریج نے عطاء بن رباحؒ سے کی ہے، اور وہ یہ روایت عمرو بن دینار سے بھی کرتے ہیں، اس میں واذکروا اسم اللہ نہیں ہے، یعنی دروازہ بسم اللہ پڑھ کر بند کرو، یہ بات نہیں ہے، مگر ثقہ کی زیادتی معتبر ہے۔

سوال: زمینی جانوروں کا باب ہے اور اس حدیث میں کسی جانور کا ذکر نہیں، پھر حدیث کی باب سے کیا مناسبت ہے؟

جواب: شیاطین سے عام مراد ہے، شریر جنات اور شریر انسانوں کے ساتھ ڈنگئی جانور بھی مراد ہیں، شام کے وقت جانور گھر لوٹتے ہیں، اور بعض جانور شریر ہوتے ہیں، بچوں کو نقصان پہنچاتے ہیں اس لئے اس وقت بچوں کو روک لینا چاہئے۔

[۳۳۰۴-] حدثنا إِسْحَاقُ، أَنَا رَوْحٌ، ثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، أَخْبَرَنِيْ عَطَاءٌ، سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم:" إِذَا كَانَ جُنْحُ اللَّيْلِ أَوْ: أَمْسَيْتُمْ فَكُفُّوْا صِبْيَانَكُمْ، فَإِنَّ الشَّيْطَانَ تَنْتَشِرُ حِيْنَئِذٍ، فَإِذَا ذَهَبَتْ سَاعَةٌ مِنَ اللَّيْلِ فَخَلُّوْهُمْ، وَأَغْلِقُوْا الْأَبْوَابَ، وَاذْكُرُوْا اسْمَ اللّٰهِ، فَإِنَّ الشَّيْطَانَ لَايَفْتَحُ بَابًا مُغْلَقًا" قَالَ: وَأَخْبَرَنِيْ عَمْرُو بْنُ دِيْنَارٍ: أَنَّـهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ نَحْوَ مَا أَخْبَرَنِيْ عَطَاءٌ وَلَمْ يَذْكُرْ: اذْكُرُوْا اسْمَ اللّٰهِ"[راجع: ۳۲۸۰]

اگلی حدیث میں چوہوں کا ذکر ہے، اور یہ حدیث اسی جگہ آئی ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: بنی اسرائیل کی ایک امت گم ہوگئی، پتا نہیں چلا کہ ان کا کیا ہوا، اور میرا گمان یہ ہے کہ ان کو چوہوں کی شکل میں مسخ کیا گیا (اور آج کے چوہے ان کی نسل ہیں) اور اس کی دلیل یہ ہے کہ جب چوہے کے سامنے اونٹ کا دودھ رکھا جاتا ہے تو نہیں پیتا (کیونکہ بنی اسرائیل پر اونٹ کا دودھ حرام تھا) اور جب اس کے سامنے بکری کا دودھ رکھا جاتا ہے تو پیتا ہے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے یہ حدیث کعب احبارؒ سے بیان کی تو انھوں نے بار بار پوچھا: کیا آپؓ نے یہ حدیث نبی ﷺ سے سنی ہے؟ حضرت ابو ہریرہؓ نے کہا: ہاں، پھر کہا: میں تورات (اہل کتاب کی کتابیں) تھوڑے پڑھتا ہوں (جو اسرائیلی روایات بیان کروں؟)

تشریح: حاشیہ میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی ایک حدیث لکھی ہے: نبی ﷺ کے سامنے بندروں اور خنزیروں

کا تذکرہ آیا، آپؐ نے فرمایا: مسخ شدہ امت کی نسل نہیں چلتی، اور بندر اور خنزیر تو پہلے بھی تھے، یعنی جو بنی اسرائیل بندر اور خنزیر بنائے گئے تھے وہ سب مر گئے، آج جو بندر اور خنزیر ہیں وہ ان کی نسل نہیں ہیں، کیونکہ مسخ شدہ لوگوں کی نسل نہیں چلتی، علاوہ ازیں: بندر اور خنزیر پہلے بھی تو تھے، پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد: وإني لا أراها إلا الفأر: ایک خیال ہے، اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث سے معلوم ہوا کہ آج جو چوہے ہیں وہ ان مسخ شدہ بنی اسرائیل کی نسل نہیں ہیں،

[۳۳۰۵-] حدثنا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ، ثَنَا وُهَيْبٌ، عَنْ خَالِدٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيْرِيْنَ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم، قَالَ: "فُقِدَتْ أُمَّةٌ مِنْ بَنِيْ إِسْرَائِيْلَ، لاَ يُدْرَى مَا فَعَلَتْ، وَإِنِّيْ لاَ أُرَاهَا إِلَّا الْفَأْرَ، إِذَا وُضِعَ لَهَا أَلْبَانُ الإِبِلِ لَمْ تَشْرَبْ، وَإِذَا وُضِعَ لَهَا أَلْبَانُ الشَّاءِ شَرِبَتْ" فَحَدَّثْتُ كَعْبًا فَقَالَ: أَأَنْتَ سَمِعْتَ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم يَقُوْلُهُ؟ قُلْتُ: نَعَمْ فَقَالَ لِيْ مِرَارًا، فَقُلْتُ: أَفَأَقْرَأُ التَّوْرَاةَ؟

اس کے بعد کی حدیث میں گرگٹ چھپکلی کا ذکر ہے، اور حدیث پہلے گذری ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وزغ کو چھوٹا شرارتی کہا ہے (الْفُوَيْسِق: الفاسق کی تصغیر ہے، اس کے معنی ہیں: چھوٹا شرارتی، اور وَزَغ: جمع ہے وَزَغة کی، سام ابرص (چھپکلی) اور حَرباء (گرگٹ) کو کہتے ہیں، دونوں کو مار ڈالنا چاہئے۔ اور صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: چھپکلی کو مارنے کی بات میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں سنی، مگر حضرت سعد بن ابی وقاص اور ام شریک رضی اللہ عنہما نے یہ بات روایت کی ہے، پس چھپکلی گرگٹ کو مارنے کا حکم ہے۔

[۳۳۰۶-] حدثنا سَعِيْدُ بْنُ عُفَيْرٍ، عَنِ ابْنِ وَهْبٍ، ثَنِيْ يُوْنُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ، يُحَدِّثُ عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم قَالَ لِلْوَزَغِ: "الْفُوَيْسِقُ" وَلَمْ أَسْمَعْهُ أَمَرَ بِقَتْلِهِ. [راجع: ۱۸۳۱]

وَزَعَمَ سَعْدُ بْنُ أَبِيْ وَقَّاصٍ أَنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم أَمَرَ بِقَتْلِهِ.

[۳۳۰۷-] حدثنا صَدَقَةُ بْنُ الْفَضْلِ، ثنا ابْنُ عُيَيْنَةَ، ثَنَا عَبْدُ الْحَمِيْدِ بْنُ جُبَيْرِ بْنِ شَيْبَةَ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ: أَنَّ أُمَّ شَرِيْكٍ أَخْبَرَتْهُ: أَنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم أَمَرَهَا بِقَتْلِ الْأَوْزَاغِ. [انظر: ۳۳۵۹]

اس کے بعد کی حدیثوں میں سانپوں کو مارنے کا ذکر ہے، اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے جو فرمایا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سانپوں کو مارنے کا حکم دیا ہے، اس کا شان ورود یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں ایک دیوار ڈھائی گئی، اس میں سانپ کی اتری ہوئی کھال ملی، آپؐ نے فرمایا: دیکھو سانپ کہاں ہے؟ دیکھا تو مل گیا، آپؐ نے فرمایا: اس کو مار ڈالو، اس ارشاد کی وجہ سے پہلے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ہر سانپ کو مار ڈالا کرتے تھے، پھر حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ نے ان کو بتایا کہ گھروں میں جو سانپ ہوتے ہیں ان کو مارنے سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے منع کیا ہے، چنانچہ ابن عمرؓ ان کو مارنے سے رک گئے۔

[۳۳۰۸-] حدثنا عُبَيْدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، ثَنَا أَبُوْ أُسَامَةَ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم: " اقْتُلُوْا ذَا الطُّفْيَتَيْنِ، فَإِنَّـهُ يَطْمِسُ الْبَصَرَ، وَيُصِيْبُ الْحَبَلَ" تابَعَ حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ أَبَا أُسَامَةَ. [انظر: ۳۳۰۹]

[۳۳۰۹-] حدثنا مُسَدَّدٌ، ثَنَا يَحْيىَ، عَنْ هِشَامٍ، ثَنِى أَبِىْ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ أَمَرَ النَّبِىُّ صلی اللہ علیہ وسلم بِقَتْلِ الْأَبْتَرِ، وَقَالَ: " إِنَّـهُ يُصِيْبُ الْبَصَر وَيُذْهِبُ الحَبَلَ"[راجع: ۳۳۰۸]

[۳۳۱۰-] حدثنا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ، ثَنَا ابْنُ أَبِىْ عَدِيٍّ، عَنْ أَبِىْ يُوْنُسَ الْقُشَيْرِيِّ، عَنْ ابْنِ أَبِىْ مُلَيْكَةَ، أَنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ يَقْتُلُ الْحَيَّاتِ، ثُمَّ نَهَى، قَالَ: إِنَّ النَّبِىَّ صلی اللہ علیہ وسلم هَدَمَ حَائِطًا لَهُ فَوَجَدَ فِيْهِ سِلْخَ حَيَّةٍ، فَقَالَ: " انْظُرُوْا أَيْنَ هُوَ؟" فَنَظَرُوْا، فَقَالَ: " اقْتُلُوْهُ" فَكُنْتُ أَقْتُلُهَا لِذٰلِكَ.[راجع: ۳۲۹۷]

[۳۳۱۱-] فَلَقِيْتُ أَبَا لُبَابَةَ فَأَخْبَرَنِىْ أَنَّ النَّبِىَّ صلی اللہ علیہ وسلم، قَالَ: " لَا تَقْتُلُوْا الْجِنَّانَ إِلَّا كُلَّ أَبْتَرَ ذِى طُفْيَتَيْنِ، فَإِنَّـهُ يُسْقِطُ الْوَلَدَ وَيُذْهِبُ الْبَصَرَ، فَاقْتُلُوْهُ"[راجع: ۳۲۹۸]

[۳۳۱۲-] حدثنا مَالِكُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، ثَنَا جَرِيْرُ بْنُ حَازِمٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّـهُ كَانَ يَقْتُلُ الْحَيَّاتِ.[راجع: ۳۲۹۷]

[۳۳۱۳-] فَحَدَّثَهُ أَبُوْ لُبَابَةَ: أَنَّ النَّبِىَّ صلی اللہ علیہ وسلم نَهَى عَنْ قَتْلِ جِنَّانِ الْبُيُوْتِ، فَأَمْسَكَ عَنْهَا.[راجع: ۳۲۹۸]

بَابٌ: خُمْسٌ مِنَ الدَّوَابِّ فَوَاسِقُ يُقْتَلْنَ فِى الْحَرَمِ

پانچ جانور شرارتی ہیں ان کو حرم میں قتل کیا جائے

یہ بھی خواہ مخواہ کا باب ہے، ایک دو ہی حدیثوں کا اس سے تعلق ہے، باقی حدیثیں گذشتہ سے پیوستہ باب سے جڑی ہوئی ہیں، اور باب کی حدیث پہلے گذری ہے، نبی ﷺ نے فرمایا: پانچ جانور شرارتی ہیں، حرم میں (بھی اور احرام میں بھی) قتل کئے جائیں: چوہا، بچھو، چیل، کوّا اور کاٹنے والا کتّا۔

[۱۶-] بَابٌ: خُمْسٌ مِنَ الدَّوَابِّ فَوَاسِقُ يُقْتَلْنَ فِى الْحَرَمِ

[۳۳۱۴-] حدثنا مُسَدَّدٌ، ثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ، ثَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، عَنِ النَّبِىِّ صلی اللہ علیہ وسلم، قَالَ: " خَمْسٌ فَوَاسِقُ، يُقْتَلْنَ فِى الْحَرَمِ: الْفَارَةُ، وَالْعَقْرَبُ، وَالْحُدَيَّا، وَالْغُرَابُ، وَالْكَلْبُ الْعَقُوْرُ"[راجع: ۱۸۲۹]

[۳۳۱۵-] حدثنا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، أَنَا مَالِكٌ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ، أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ:" خَمْسٌ مِنَ الدَّوَابِّ مَنْ قَتَلَهُنَّ وَهُوَ مُحْرِمٌ فَلاَ جُنَاحَ عَلَيْهِ: الْعَقْرَبُ، وَالْفَارَةُ، وَالْكَلْبُ الْعَقُوْرُ، وَالْغُرَابُ، وَالْحِدَأَةُ"[راجع: ۱۸۲۶]

اس کے بعد والی حدیث بھی پہلے گذری ہے، مگر الفاظ نئے ہیں اور مضمون مفصل ہے اس لئے بعد میں ترجمہ ہے۔

[۳۳۱۶-] حدثنا مُسَدَّدٌ، ثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، ثَنَا كَثِيْرٌ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، رَفَعَهُ، قَالَ: "خَمِّرُوْا الآنِيَةَ، وَأَوْكُوْا الأَسْقِيَةَ، وَأَجِيْفُوْا الأَبْوَابَ، وَاكْفِتُوْا صِبْيَانَكُمْ عِنْدَ الْمَسَاءِ، فَإِنَّ لِلْجِنِّ انْتِشَارًا وَخَطْفَةً، وَأَطْفِئُوْا الْمَصَابِيْحَ عِنْدَ الرُّقَادِ، فَإِنَّ الْفُوَيْسِقَةَ رُبَّمَا اجْتَرَّتِ الْفَتِيْلَةَ فَأَحْرَقَتْ أَهْلَ الْبَيْتِ" قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ وَحَبِيْبٌ عَنْ عَطَاءٍ:" فَإِنَّ لِلشَّيَاطِيْنِ"[راجع: ۳۲۸۰]

ترجمہ: نبی ﷺ نے فرمایا (رات میں) برتنوں کو ڈھانک دو، اور مشکیزہ کا منہ باندھ دو، اور دروازے بھیڑ دو، اور شام کے وقت اپنے بچوں کو روک لو، اس لئے کہ جنات پھیلتے ہیں اور اچک لیتے ہیں اور سوتے وقت چراغ بجھادو، اس لئے کہ شرارتی (چوہا) کبھی بتی گھسیٹتا ہے اور گھر والوں کو جلا دیتا ہے" یہ کثیر کی روایت ہے اور ابن جریج اور حبیب کی روایت میں جنات کی جگہ شیطان ہے۔

لغات: خَمِّرُوْا تَخْمِيْرًا: ڈھانکنا .... أوكوا إيكاءً ا: باندھنا (مشکیزہ کے منہ کو) .... أَجيفوا إجافةً: دروازہ بند کرنا .... خَطْفَة: جھپٹ لینا۔

اس کے بعد کی حدیث بھی پہلے گذری ہے، نبی ﷺ صحابہ کے ساتھ ایک غار میں تھے سورۃ المرسلات نازل ہوئی، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ہم اس سورت کو نبی ﷺ کے منہ سے لے رہے تھے، یعنی آپ پڑھ رہے تھے اور ہم پڑھ رہے تھے، اچانک ایک سانپ اس کے سوراخ سے نکلا، پس ہم اس کی طرف لپکے، تاکہ اس کو مار ڈالیں، وہ ہمارے ہاتھ سے نکل گیا، اور اپنے بل میں گھس گیا، آپؐ نے فرمایا: وہ تمہارے شر سے بچایا گیا، جیسا کہ تم اس کے شر سے بچائے گئے، یعنی وہ نہ تمہیں کاٹنے پایا نہ تم اس کو مار سکے۔

[۳۳۱۷-] حدثنا عَبْدَةُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، أَخْبَرَنِيْ يَحْيَى بْنُ آدَمَ، عَنْ إِسْرَائِيْلَ، عَنْ مَنْصُوْرٍ، عَنْ إِبْرَاهِيْمَ، عَنْ عَلْقَمَةَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم فِيْ غَارٍ، فَنَزَلَتْ: ﴿وَالْمُرْسَلاَتُ عُرْفًا﴾ فَإِنَّا لَنَتَلَقَّاهَا مِنْ فِيْهِ، إِذْ خَرَجَتْ حَيَّةٌ مِنْ جُحْرِهَا، فَابْتَدَرْنَاهَا لِنَقْتُلَهَا، فَسَبَقَتْنَا فَدَخَلَتْ جُحْرَهَا، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم:" وُقِيَتْ شَرَّكُمْ كَمَا وُقِيْتُمْ شَرَّهَا"

وَعَنْ إِسْرَائِيْلَ، عَنِ الأَعْمَشِ، عَنْ إِبْرَاهِيْمَ، عَنْ عَلْقَمَةَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ مِثْلَهُ قَالَ: وَإِنَّا لَنَتَلَقَّاهَا مِنْ فِيْهِ

رَطْبَةً. وَتَابَعَهُ أَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ مُغِيْرَةَ.
وَقَالَ حَفْصٌ، وَأَبُوْ مُعَاوِيَةَ، وَسُلَيْمَانُ بْنُ قَرْمٍ، عَنِ الأَعْمَشِ، عَنْ إِبْرَاهِيْمَ، عَنِ الأَسْوَدِ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ مِثْلَهُ. [راجع: ۱۸۳۰]

سند کا بیان: یہ حدیث اسرائیل سے یحیٰ بن آدم کی ہے، اس میں رطبة (تازہ) نہیں ہے، اور اسرائیل نے یہی حدیث سلیمان اعمش سے بھی روایت کی ہے، اس میں یہ لفظ ہے، ابوعوانہ کی مغیرہ سے روایت میں بھی یہ لفظ ہے، اور اعمش کے دوسرے تین شاگرد سند میں ابراہیم کے بعد علقمہ کا ذکر نہیں کرتے، بلکہ اسود بن یزید کا ذکر کرتے ہیں، اور 'تازہ' کا مطلب ہے: نازل ہوتے ہی یہ سورت ہم نبی ﷺ سے سن کر یاد کر رہے تھے۔

اس کے بعد کی دو حدیثیں بھی پہلے گذری ہیں، ایک عورت نے بلّی کو باندھ دیا، اور وہ بھوکی پیاسی مرگئی، اس کی وجہ سے وہ عورت جہنم میں گئی۔ اور دوسری حدیث میں ایک نبی کا واقعہ ہے، جن کو ایک چیونٹی نے کاٹا تھا، پس انھوں نے اس کا سارا چھتہ جلا دیا، اور اس کا سارا گھر پھونک دیا، پس وحی آئی کہ آپ نے ایک ہی چیونٹی کو سزا کیوں نہ دی!

[۳۳۱۸-] حدثنا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ، أَنَا عَبْدُ الأَعْلٰى، ثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم، قَالَ: "دَخَلَتِ امْرَأَةٌ النَّارَ فِي هِرَّةٍ رَبَطَتْهَا، فَلَمْ تُطْعِمْهَا وَلَمْ تَدَعْهَا تَأْكُلُ مِنْ خَشَاشِ الأَرْضِ" [راجع: ۳۲۶۵]

قَالَ: ثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ، عَنْ سَعِيْدِ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم مِثْلَهُ.

[۳۳۱۹-] حدثنا إِسْمَاعِيْلُ، ثَنِيْ مَالِكٌ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الأَعْرَجِ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ: " نَزَلَ نَبِيٌّ مِنَ الأَنْبِيَاءِ تَحْتَ شَجَرَةٍ، فَلَدَغَتْهُ نَمْلَةٌ، فَأَمَرَ بِجَهَازِهِ فَأُخْرِجَ مِنْ تَحْتِهَا، ثُمَّ أَمَرَ بِبَيْتِهَا فَأُحْرِقَ بِالنَّارِ، فَأَوْحَى اللّٰهُ إِلَيْهِ: فَهَلَّا نَمْلَةً وَاحِدَةً؟ [راجع: ۳۰۱۹]

بَابٌ: إِذَا وَقَعَ الذُّبَابُ فِي شَرَابِ أَحَدِكُمْ فَلْيَغْمِسْهُ، فَإِنَّ فِي إِحْدَى جَنَاحَيْهِ دَاءً وَفِي الأُخْرَى شِفَاءً

مشروب میں مکھی گر جائے تو اسے ڈبائے تاکہ اس کے ضرر سے بچ جائے

یہ بھی خواہ مخواہ کا باب ہے، ایک ہی حدیث کا اس سے تعلق ہے باقی حدیثیں سابق باب سے متعلق ہیں۔

حدیث: نبی ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کسی کے مشروب میں مکھی گر جائے تو چاہئے کہ وہ اس کو ڈبائے، پھر

چاہئے کہ وہ اس کو نکالے، کیونکہ اس کے دو پَروں میں سے ایک میں بیماری ہے اور دوسرے میں شفاء ہے۔

تشریح: لوگ غلط فہمی سے سمجھتے ہیں کہ یہ عمل کر کے اس مشروب کو پینا ضروری ہے، پھر کہتے ہیں: چھیں چھیں چھیں! حالانکہ شریعت نے ایسا کوئی حکم نہیں دیا، اگر آدمی کا جی نہ چاہے تو پھینک دے، لیکن اگر مجبوری ہو یا طبیعت نفیس نہ ہو، اور وہ اس مشروب کو استعمال کرنا چاہے تو یہ عمل کر کے استعمال کرے، اگر ایسا نہیں کرے گا تو ضرر پہنچے گا، مکھی کے ایک پَر میں زہر ہوتا ہے، اور دوسرے میں اس کا توڑ ہوتا ہے، جیسے سانپ کے منہ میں زہر اور اس کے سر میں مہرہ ہوتا ہے جو زہر کا توڑ ہے (شفاء کا یہی مطلب ہے) اور ہر حیوان اپنی اچھی چیز کی حفاظت کرتا ہے، مکھی کو جب احساس ہوتا ہے کہ وہ گرنے والی ہے تو وہ اس پَر کو ڈالتی ہے جس میں زہر ہے اور شفاء والے پَر کو بچا رکھتی ہے، اس لئے حکم دیا کہ ڈبا کر نکالو تاکہ اس کے زہر کا توڑ ہو جائے۔

مسئلہ: اگر کوئی ایسی چیز ہے جس میں مکھی اپنے اوپر قابو نہیں رکھ سکتی جیسے گرم چائے تو ڈبانے کی ضرورت نہیں۔

[۱۷-] بَابٌ: إِذَا وَقَعَ الذُّبَابُ فِي شَرَابِ أَحَدِكُمْ فَلْيَغْمِسْهُ، فَإِنَّ فِي إِحْدَى جَنَاحَيْهِ دَاءً وَفِي الْأُخْرَى شِفَاءً

[۳۳۲۰-] حدثنا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ، ثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ، ثَنِي عُتْبَةُ بْنُ مُسْلِمٍ، أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ بْنُ حُنَيْنٍ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ، يَقُوْلُ: قَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم: "إِذَا وَقَعَ الذُّبَابُ فِيْ شَرَابِ أَحَدِكُمْ فَلْيَغْمِسْهُ ثُمَّ لِيَنْزِعْهُ، فَإِنَّ فِي إِحْدَى جَنَاحَيْهِ دَاءً وَفِي الْأُخْرَى شِفَاءً" [انظر: ۵۷۸۲]

اس کے بعد کی تمام حدیثوں میں کتّے کا ذکر ہے، پہلی حدیث یہ ہے کہ ایک رنڈی کی بخشش کی گئی، وہ ایک کتّے کے پاس سے گذری جو کچے کنویں کے کنارہ پر نمناک مٹی چاٹ رہا تھا، اور قریب تھا کہ پیاس سے مر جائے، پس اس عورت نے اپنا موزہ نکالا، اور اس کو اپنی اوڑھنی سے باندھا، اور کنویں سے پانی نکال کر پلایا، چنانچہ اس عمل کی وجہ سے اس کی بخشش کی گئی۔

اور دوسری حدیث ہے کہ جس گھر میں کتا یا تصویر ہو اس میں فرشتے داخل نہیں ہوتے، اور تیسری حدیث ہے کہ نبی ﷺ نے کتوں کو مار ڈالنے کا حکم دیا (یہ وقتی حکم تھا، بعد میں یہ حکم اٹھا لیا گیا تھا) اور چوتھی حدیث ہے کہ جس نے کوئی کتا پالا تو روزانہ اس کے عمل سے ایک قیراط ثواب گھٹ جائے گا، مگر کھیتی اور جانور کا کتا مستثنیٰ ہے۔

اور آخری حدیث ہے کہ جس نے کوئی کتا پالا جو نہ کھیتی کے کام کا ہے نہ تھن (بکریوں) کے کام کا، تو روزانہ اس کے عمل سے ایک قیراط ثواب گھٹ جائے گا۔ سائبؒ نے حضرت سفیان رضی اللہ عنہ سے پوچھا: یہ حدیث آپؐ نے خود حضور ﷺ سے سنی ہے؟ انھوں نے کہا: ہاں، اس قبلہ کے رب کی قسم (معلوم ہوا کہ حضرت سفیانؓ نے یہ حدیث مکہ میں اور حرم شریف میں بیان کی ہے)

[۳۳۲۱-] حدثنا الْحَسَنُ بْنُ صَبَّاحٍ، ثَنَا إِسْحَاقُ الْأَزْرَقُ، ثَنَا عَوْفٌ، عَنِ الْحَسَنِ، وَابْنِ سِيْرِيْنَ، عَنْ أَبِیْ هُرَيْرَةَ، عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیه وسلم، قَالَ:" غُفِرَ لِامْرَأَةٍ مُوْمِسَةٍ، مَرَّتْ بِكَلْبٍ عَلٰى رَأْسِ رَكِيٍّ يَلْهَثُ، قَالَ: كَادَ يَقْتُلُهُ الْعَطَشُ، فَنَزَعَتْ خُفَّهَا، فَأَوْثَقَتْهُ بِخِمَارِهَا، فَنَزَعَتْ لَهُ مِنَ الْمَاءِ، فَغُفِرَ لَهَا بِذٰلِكَ"[انظر: ۳٤٦٧]

[۳۳۲۲-] حدثنا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، ثَنَا سُفْيَانُ، قَالَ: حَفِظْتُهُ مِنَ الزُّهْرِيِّ كَمَا أَنَّكَ هَاهُنَا،أَخْبَرَنِیْ عُبَيْدُ اللّٰهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنْ أَبِیْ طَلْحَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیه وسلم قَالَ:" لَاتَدْخُلُ الْمَلَائِكَةُ بَيْتًا فِيْهِ كَلْبٌ وَلَا صُوْرَةٌ"[راجع: ۳۲۲٥]

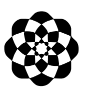
[۳۳۲۳-] حدثنا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ، أَنَا مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ: عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ: أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیه وسلم أَمَرَ بِقَتْلِ الْكِلَابِ.

[۳۳۲٤-] حدثنا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ، ثَنَا هَمَّامٌ، عَنْ يَحْيَى، ثَنِیْ أَبُوْ سَلَمَةَ، أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ، حَدَّثَهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیه وسلم:" مَنْ أَمْسَكَ كَلْبًا يَنْقُصُ مِنْ عَمَلِهِ كُلَّ يَوْمٍ قِيْرَاطٌ، إِلَّا كَلْبَ حَرْثٍ أَوْ كَلْبَ مَاشِيَةٍ"[راجع: ۲۳۲۲]

[۳۳۲٥-] حدثنا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، ثَنَا سُلَيْمَانُ، أَخْبَرَنِیْ يَزِيْدُ بْنُ خُصَيْفَةَ: أَخْبَرَنِیْ السَّائِبُ بْنُ يَزِيْدَ، أَنَّهُ سَمِعَ سُفْيَانَ بْنَ أَبِیْ زُهَيْرٍ الشَّنَوِيَّ، أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صلی اللہ علیه وسلم يَقُوْلُ:" مَنِ اقْتَنٰى كَلْبًا، لَا يُغْنِیْ عَنْهُ زَرْعًا وَلَا ضَرْعًا، نَقَصَ مِنْ عَمَلِهِ كُلَّ يَوْمٍ قِيْرَاطٌ" فَقَالَ السَّائِبُ: أَنْتَ سَمِعْتَ هٰذَا مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیه وسلم؟ قَالَ: إِیْ وَرَبِّ هٰذِهِ الْقِبْلَةِ.[راجع: ۲۳۲۳]

ابھی کتاب بدء الخلق (کائنات کی تاریخ) پوری نہیں ہوئی

کائنات کا دلہا انسان ہے اوراس کا ذکرابھی نہیں آیا اور انسانیت کے چاند تارے انبیاء کرام علیہم السلام ہیں اور آفتاب نبوت سرکارِ مدینہ ﷺ ہیں ان کے بعد اصفیاء (برگزیدہ شخصیات) کا نمبر ہے، اور یہ شخصیات انبیاء کے صحابہ ہیں، اور گذشتہ انبیاء کے صحابہ کا روایات میں مفصل تذکرہ نہیں ہے، مگر سید المرسلین ﷺ کے صحابہ کے احوال محفوظ ہیں، اس لئے آگے کتاب الانبیاء ہے پھر اس کے بعد کتاب المناقب ہے جس میں پہلے نبی ﷺ کے احوال مذکور ہیں، پھر مہاجرین کے مناقب ہیں اس کے بعد انصار کے، وہاں پہنچ کر کتاب بدء الخلق ختم ہوگی اوراسی پر بخاری شریف کی جلد اول ختم ہوگی۔



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتابُ الأنبیاء

انبیاء کرام علیہم السلام کا ذکر

ابھی کتاب بدء الخلق (کائنات کی تاریخ) چل رہی ہے، خلقت پیدا کرنے سے مقصود انسان ہے، انسان کا ابھی تذکرہ نہیں آیا، انسان کے جدامجد حضرت آدم علیہ السلام ہیں، ان کے تذکرہ سے کتاب شروع کررہے ہیں، پھر دیگر انبیاء کا ذکر کریں گے، ان کے بعد ان کے اصفیاء کا، پھر خاتم النّبیین سید المرسلین ﷺ کا ذکر کتاب المناقب کے شروع میں کریں گے، اس کے بعد اصفیاء (صحابہ) کا تذکرہ ہے، اس پر یہ جلد ختم ہوگی۔

نبی کے معنی:

أَنْبِیَاء: نَبِیْءٌ کی جمع ہے، تسہیل کے لئے ہمزہ حذف کرکے نَبِیٌّ کہتے ہیں، جو نَبَأٌ سے ماخوذ ہے، جس کے معنی ہیں: خبر دینا، اور نَبِیْء: فعیل کا وزن بمعنی فاعل ہے یعنی خبر دینے والا۔ نبی وہ شخصیت ہے جو اللہ کی طرف سے انسانوں کو احکامِ الٰہی کی خبر دیتی ہے یعنی نبی اللہ اور بندوں کے درمیان واسطہ ہوتا ہے، اور دوسرا قول یہ ہے کہ نبی کے آخر میں ہمزہ نہیں ہے اور نَبْوَۃ سے ماخوذ ہے، جس کے معنی ہیں: بلندی، چونکہ انبیاء کا مقام بلند ہے اس لئے ان کو نبی کہا جاتا ہے، لیکن صحیح بات پہلی ہے۔

نبوت وہبی ہے کسبی نہیں:

نعمتِ نبوت اللہ تعالیٰ جسے چاہتے ہیں عنایت فرماتے تھے، کوئی شخص محنت سے یہ مقام حاصل نہیں کرسکتا تھا، اگرچہ مقام نبوت کے لئے کچھ مخصوص صلاحتیں درکار ہیں، مگر جس میں صلاحتیں جمع ہوں وہ نبی بن جائے یہ ضروری نہیں، اللہ تعالیٰ جس کو چاہتے تھے مرتبۂ نبوت سے سرفراز فرماتے تھے، اور اب نبوت ختم ہوگئی، مگر کمالاتِ نبوت باقی ہیں۔ حدیث میں ہے: اچھے خواب نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہیں یعنی وہ کمالاتِ نبوت میں سے ہیں، مگر ان کمالات کے اجتماع پر بھی نبوت کسی کو نہیں مل سکتی، کیونکہ خاتم النّبیین ﷺ تشریف لاچکے، اس لئے اب ہر طرح کی نبوت ختم ہے۔

اور حاشیہ میں صحیح ابن حبان کے حوالہ سے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی حدیث لکھی ہے کہ انبیاء ایک لاکھ چوبیس ہزار

ہوئے ہیں، ان میں سے تین سو تیرہ رسول ہیں، رسول کے معنی ہیں: قاصد، پیغامبر، بھیجا ہوا یعنی جس شخصیت کو اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی طرف مبعوث فرمایا تاکہ وہ اللہ کے بندوں کو اللہ کے احکام پہنچائیں، پس لفظ نبی عام ہے اور رسول خاص، نبیوں میں جو بڑے درجہ کی شخصیات ہیں وہ رسول کہلاتی ہیں۔

نبی اور رسول میں فرق:

اگر صرف انسانوں کے تعلق سے دیکھا جائے تو نبی عام ہے اور رسول خاص، صاحب شریعت اور صاحب کتاب رسول کہلاتے ہیں، جن کی تعداد تین سو تیرہ ہے، اور جن حضرات کو رسولوں کی لائی ہوئی شریعت اور کتاب کی تبلیغ کا حکم ہے وہ نبی کہلاتے ہیں، ان کے پاس بھی وحی آتی ہے، مگر نئی کتاب اور نئی شریعت ان پر نازل نہیں ہوتی، پس اس صورت میں دونوں میں خام خاص مطلق کی نسبت ہوگی۔

اور اگر فرشتوں کو بھی شامل کیا جائے تو پھر عام خاص من وجہٍ کی نسبت ہوگی، سورۃ الحج کے آخر میں ہے: ﴿اللّٰهُ يَصْطَفِىْ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا وَّمِنَ النَّاسِ﴾: اللہ تعالیٰ فرشتوں میں سے اور انسانوں میں سے رسول منتخب فرماتے ہیں، پس بڑے درجہ کے انبیاء نبی بھی ہیں اور رسول بھی اور فرشتے صرف رسول ہیں، نبی نہیں، کیونکہ وہ عام لوگوں کو احکام الٰہی نہیں پہنچاتے، وہ انبیاء ہی کو پیغام الٰہی پہنچاتے ہیں، اور بنی اسرائیل کے انبیاء صرف نبی ہیں رسول نہیں۔

بَابُ خَلْقِ آدَمَ وَذُرِّيَّتِهِ

آدم علیہ السلام اور ان کی ذریت کی تخلیق

آدم میں نسبت کی ی لگاتے ہیں تو آدمی بنتا ہے، یعنی انسان، مرد بھی آدمی ہیں اور عورتیں بھی، بلکہ حضرت آدم علیہ السلام بھی آدمی ہیں، جب آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا اسی وقت ان کی ساری ذریت کو بھی پیدا کر دیا، جیسا کہ آگے آرہا ہے۔ پھر فرشتوں کے بعد جنات کو پیدا کیا، پھر ایک وقت کے بعد انسان کو وجود بخشا، انسان کا پہلا فرد حضرت آدم علیہ السلام ہیں۔

۱- اور سورۃ البقرہ آیت ۳۰ میں تخلیقِ انسان کا مقصد بیان کیا ہے، ارشاد پاک ہے: ﴿وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّىْ جَاعِلٌ فِى الْاَرْضِ خَلِيْفَةً﴾: اور وہ وقت یاد کرو جب آپ کے پروردگار نے فرشتوں سے فرمایا: میں زمین میں اپنا ایک نائب بنانے والا ہوں، فرشتوں نے ناہنجار انسانوں کا تذکرہ کیا کہ وہ لوگ آپ کی کیا نیابت کریں گے، وہ زمین میں فساد مچائیں گے اور خون ریزی کریں گے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں جس مصلحت کو جانتا ہوں اس کو تم نہیں جانتے، اور وہ مصلحت یہ ہے کہ انسانوں میں جہاں انتہائی درجہ کے بُرے لوگ ہونگے، انتہائی درجہ کے اعلی صلاحیتوں والے بھی ہونگے، کروبیاں

جن کا دامن دھو کر پئیں گے اور وہی مقصود خلقت ہیں۔

خلافت کے معنی:

خلافت کے معنی ہیں: نیابت، اور خلیفہ کے معنی ہیں: نائب، کوئی شخص کارخانہ قائم کرے، پھر اس کا منیجر متعین کرے، اور کارخانہ کے لئے قانون بنائے تاکہ منیجر اس کو اپنی ذات پر بھی نافذ کرے اور کارخانہ کے تمام ملازمین پر بھی، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو بشمول ان کی اولاد کے اپنا خلیفہ بنایا ہے، اور ان کو دستورِ اساسی دیا ہے اور مکلّف بنایا ہے کہ وہ اس کو اپنی ذات پر بھی نافذ کریں، اور دوسروں پر بھی، خلافت اور نیابت کا بس اتنا ہی مطلب ہے۔

پھر امام بخاری رحمہ اللہ نے آدم علیہ السلام کا اور ان کی اولاد کا تذکرہ جن آیات میں آیا ہے ان کے مفردات جمع کر کے ان آیات کی طرف اشارہ کیا ہے۔

۲- سورۃ الحجر آیت ۲۶ ہے: ﴿وَلَقَدْ خَلَقْنَا الإِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ مِنْ حَمَأٍ مَسْنُوْنٍ﴾: اور ہم نے انسان (نوعِ انسانی کی اصلِ اول آدم علیہ السلام) کو بجتی ہوئی مٹی سے جو سڑے ہوئے گارے سے تیار کی گئی تھی پیدا کیا۔ امام بخاریؒ نے صلصال کے دو معنی بیان کئے ہیں:

(۱) وہ مٹی جس میں ریت ملی ہوئی ہو، اور سوکھ کر اس طرح بجنے لگے جس طرح ٹھیکری بجتی ہے، اس صورت میں صلصال اسم ہوگا۔

(۲) بدبودار سڑا ہوا گارا، اس صورت میں صلصال: صَلَّ اللحمُ سے ماخوذ ہوگا، جس کے معنی ہیں: گوشت کا سڑ جانا، فا کلمہ کو مضاعف (ڈبل) کر کے رباعی مجرد صَلْصَلَ بنایا، جیسے صَرَّ البابُ (دروازہ بجا) صاد کو مضاعف کر کے صَرْصَرَ الباب بنایا، دروازہ بند کرتے وقت جو سُر سُر ہوتا ہے اس کے لئے صرصر البابُ استعمال کرتے ہیں، اور کَبَّہٗ: اس کو اوندھا کیا کو مضاعف کر کے کَبْکَبْتُہٗ بنایا، جس کے معنی ہیں: میں نے اس کو اوندھا کیا، اسی طرح صَلَّ اللحمُ سے صَلْصَلَ بنایا، مگر یہ معنی صحیح نہیں، یہ مسنون کے معنی ہیں۔

فائدہ: حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کے تعلق سے قرآنِ کریم میں مختلف تعبیریں آئی ہیں، کہیں ہے: ﴿مِنْ تُرَابٍ﴾: مٹی سے، کہیں ہے: ﴿مِنْ طِيْنٍ لَازِبٍ﴾: چپکتے ہوئے گارے سے، کہیں ہے: ﴿مِنْ حَمَأٍ مَسْنُوْنٍ﴾: سڑے ہوئے بدبودار گارے سے، اور کہیں ہے: ﴿مِنْ صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ﴾: ٹھیکری کی طرح کھنکھناتی مٹی سے، ان مختلف تعبیرات کا حاصل ایک ہے، حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے مٹی سے پیدا کیا، اس طرح کہ مٹی میں پانی ملایا تو وہ لازب بنی، اس میں چپک پیدا ہوئی، پھر وہ سیاہ ہوگئی، اور سڑ گئی تو حمأ مسنون بن گئی، پھر خشک ہو کر ٹھیکری کی طرح کھن کھن بجنے لگی، تو صلصال کالفخار ہوگئی، چونکہ آدم علیہ السلام کا مادہ مختلف مراحل سے گذرا ہے اس لئے مختلف تعبیرات آئی ہیں۔

۳- سورۃ الاعراف آیت ۱۸۹ ہے: ﴿هُوَ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ إِلَيْهَا،

فَلَمَّا تَغَشَّاهَا حَمَلَتْ حَمْلاً خَفِيفًا فَمَرَّتْ بِهِ، فَلَمَّا أَثْقَلَتْ دَعَوَا اللّٰهَ رَبَّهُمَا لَئِنْ آتَيْتَنَا صَالِحًا لَنَكُونَنَّ مِنَ الشَّاكِرِيْنَ. فَلَمَّا آتَاهُمَا صَالِحًا جَعَلاَ لَهُ شُرَكَاءَ فِيمَا آتَاهُمَا، فَتَعَالَى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ﴾: اللہ تعالیٰ وہ ہستی ہیں جنھوں نے تم کو ایک نفس (نفس انسانی) سے پیدا کیا اور اس سے اس کا جوڑا بنایا، یعنی اس کا جوڑا بھی انسان ہی بنایا تا کہ وہ اپنے جوڑے سے انسیت حاصل کرے، پھر جب میاں نے بیوی سے قربت کی تو اس کو ہلکا سا حمل ٹھہر گیا، وہ اس کو لئے ہوئے چلتی پھرتی رہی، پھر جب وہ بوجھل ہوگئی تو دونوں نے اپنے پروردگار کو پکارا: اگر آپ نے ہمیں صحیح سالم اولادی تو ہم خوب شکر گذار ہونگے، پھر جب اللہ تعالیٰ نے دونوں کو صحیح سالم اولاد دی تو دونوں نے اللہ کی دی ہوئی اولاد میں اللہ کے شریک گردانے، سو اللہ تعالیٰ پاک ہیں ان کے شرک سے۔

تفسیر: اس آیت میں آدم وحواء علیہما السلام کا ذکر ہے یا عام انسان کا؟ قدیم زمانہ سے ایک خیال یہ چلا آرہا ہے کہ نفسِ واحدۃ سے آدم علیہ السلام مراد ہیں اور ان کا جوڑا حضرت حواء رضی اللہ عنہا ہیں، پھر ایک لغو قصہ تفسیروں میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ دادی حواء رضی اللہ عنہا کی اولاد زندہ نہیں رہتی تھی، شیطان نے پٹی پڑھائی کہ عبدالحارث نام رکھو تو لڑکا زندہ رہے گا، حارث شیطان کا نام ہے یعنی شیطان کا بندہ، یہ لغو قصہ ہے جو تفسیروں میں درآیا ہے، حضرت امام بخاری رحمہ اللہ نے اسی خیال کے مطابق آدم علیہ السلام کے تذکرہ میں اس آیت کی طرف اشارہ کیا ہے، جبکہ نفس واحدہ سے آدمؑ مراد نہیں ہیں، انسان کا نفس ناطقہ مراد ہے۔ اور اسی کا ایک حصہ اس کا جوڑا ہے۔ دونوں ہم نوع ہیں، اور اس میں مصلحت یہ ہے کہ جنس کو جنس کے ساتھ انسیت ہو، پس آیت میں عام انسان کا تذکرہ ہے کہ پیدا تو کیا اللہ نے اور اس کے سکون کا سامان بھی اسی نے کیا، پھر جب دونوں میں قربت ہوئی اور امید قائم ہوئی تو شروع میں شکر کے جذبات ابھرے پھر جب اللہ تعالیٰ نے ان کو صحیح سالم بیٹا دیا تو نبی بخش نام رکھ دیا اور اِس آستانہ پر اور اُس آستانہ پر نذر ونیاز چڑھانے لگے، اور تعویذ گنڈوں سے لاد دیا، اس طرح سارا اعتماد اللہ سے ہٹ کر دوسروں پر ہوگیا، انسان کی اسی کمزوری کا آیت میں ذکر ہے، آدم وحواء علیہما السلام سے آیت کا کچھ تعلق نہیں۔

فائدہ: قرآنِ کریم میں جہاں بھی نفس واحدۃ آیا ہے اس سے انسان کا نفس ناطقہ مراد ہے، انسان کی طرح سبھی انواع ایک ہی نفس سے پیدا کی گئی ہیں اور مذکر ومؤنث اس کی دو صنفیں (حصے) ہیں اور ہر نوع کا پہلا جوڑا براہِ راست مٹی سے پیدا کیا ہے، پھر سلسلہ توالد وتناسل قائم کیا ہے اور ﴿خَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا﴾ کی جو تفسیر کی جاتی ہے کہ حواء رضی اللہ عنہا کو حضرت آدم علیہ السلام کی پسلی سے پیدا کیا، یہ تفسیر اسرائیلی روایات کی روشنی میں کی جاتی ہے، بائبل میں آج بھی یہ مضمون ہے، البتہ صحیح روایت ایک ہے جو ابھی آرہی ہے، مگر اس میں عورت کی تخلیق کا بیان نہیں ہے بلکہ نسوانی فطرت میں جو کجی ہے اس کی تمثیل (پیرایۂ بیان) ہے۔

اور روح المعانی میں سورۃ النساء کی پہلی آیت کی تفسیر میں حاشیہ میں ایک بڑے تابعی کا قول ذکر کیا ہے: خُلِقَتْ حَوَّاءُ مِنْ بَقِيَّةِ طِيْنَةِ آدَمَ: یعنی آدم علیہ السلام کے لئے جو مٹی تیار کی گئی تھی اس کے باقی ماندہ سے حواء کو پیدا کیا، بلکہ سبھی انواع کی

تخلیق اسی طرح ہوئی ہے، نوع کے پہلے دو فرد مٹی سے بنائے گئے ہیں، پھر ان میں توالد وتناسل کا سلسلہ قائم کیا ہے۔

۴-سورۃ الاعراف آیت ۱۲ ہے: ﴿قَالَ مَامَنَعَكَ أَنْ لاتَسْجُدَ إِذْ أَمَرْتُكَ﴾: اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کس چیز نے تجھ کو روکا اس سے کہ تو سجدہ کرے جب میں نے تجھے حکم دیا؟ اس آیت میں لا زائدہ ہے، جیسا سورہ ص آیت ۷۵ میں ہے: ﴿قَالَ يَا إِبْلِيْسُ مَا مَنَعَكَ أَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَيَّ﴾: اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے ابلیس! کس چیز نے تجھ کو روکا اکہ تو سجدہ کرے اس مخلوق کو جس کو میں نے اپنے دونوں ہاتھوں سے پیدا کیا ہے؟

۵- پھر اس کے بعد ہمارے نسخہ میں وہی آیت ہے جو باب کے شروع میں ہے یہ تکرار ہے، صحیح جگہ اس کی باب کے شروع میں ہے۔

۶-سورۃ الطارق آیت ۴ ہے: ﴿إِنْ كُلُّ نَفْسٍ لَّمَّا عَلَيْهَا حَافِظٌ﴾: نہیں ہے کوئی نفس مگر اس پر یاد رکھنے والا فرشتہ مقرر ہے، اعمال پر محاسبہ ہونے والا ہے، اس لئے بندوں کے اعمال محفوظ کئے جارہے ہیں، اس آیت میں إن نافیہ ہے اور لَمَّا بمعنی إلا ہے اور نفی اثبات سے حصر پیدا ہوا ہے۔

۷-سورۃ البلد آیت ۴ ہے: ﴿لَقَدْ خَلَقْنَا الإِنْسَانَ فِيْ كَبَدٍ﴾: ہم نے انسان کو بڑی مشقت میں پیدا کیا ہے، کسی کو سکون نہیں، نہ باپ کو نہ اولاد کو، ہر شخص مشقت بھرے احوال سے دوچار ہے، کبد کے معنی ہیں: شدة خلق: سخت حالات۔

۸-سورۃ الاعراف آیت ۲۶ ہے: ﴿يا بَنِيْ آدَمَ قَدْ أَنْزَلْنا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُوارِيْ سَوْآتِكُمْ وَرِيْشًا، وَلِبَاسُ التَّقْوىٰ ذٰلِكَ خَيْرٌ﴾: اے آدم کی اولاد! ہم نے تمہارے لئے ایسا لباس پیدا کیا ہے جو تمہارے ننگا پے کو چھپاتا ہے اور زینت کے طور پر، اور تقوی کا لباس اس سے بہتر ہے۔ ریشا کے دو معنی ہیں: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کے معنی مال کئے ہیں، اور دوسرے حضرات نے کہا کہ ریاش اور ریش کے ایک معنی ہیں: یعنی وہ لباس جو سب سے اوپر پہنا جاتا ہے، جیسے شیروانی۔

تفسیر: ریش کے اصل معنی ہیں: پرندے کے پر، اور آیت کریمہ میں لباس کے دو درجے بیان کئے گئے ہیں، ایک وہ لباس جو ستر کو چھپاتا ہے جو فرض عین ہے، دوسرا درجہ زینت کا ہے، جیسے پرندہ کے لئے پَر زینت ہیں، انسان اگر سر سے پیر تک لباس میں چھپا ہوا ہو تو بڑا بھلا معلوم ہوتا ہے، اسی لباس کو سورۃ الاعراف آیت ۳۱ میں زینت کہا ہے: ﴿يٰا بَنِيْ آدَمَ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ﴾: اے آدم کی اولاد! تم مسجد کی ہر حاضری کے وقت اپنا پورا لباس پہن لیا کرو، پھر یہ سر سے پیر تک کا لباس دنیا میں مختلف ہے، لوگوں میں طرح طرح کے پہناوے رائج ہیں، ایک پہناوا نیک بندوں کا ہے وہ سب سے بہتر ہے، اگر یہ لباس اختیار کیا جائے تو دل میں تقوی پیدا ہوگا، اور ہم خرما ہم ثواب ہوگا، یہ میں نے ریش کے تیسرے معنی بیان کئے، دوسرے معنی تھے: وہ لباس جو کپڑوں کے اوپر پہنا جاتا ہے، جیسے شیروانی، اور یہ تیسرے معنی ہیں: ستر کے علاوہ باقی بدن کو چھپانے والا لباس جیسے پرندے کے پَر۔

۹- سورۃ الواقعہ آیت ۵۸ ہے: ﴿أَفَرَأَيْتُم مَا تُمْنُوْنَ﴾: بتلاؤ جو نطفہ تم عورتوں کی بچہ دانی میں ڈالتے ہو، تمنون: مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر ہے، إمناء کے معنی ہیں: منی ٹپکانا، منی ڈالنا۔

۱۰- سورۃ الطارق آیت ۸ ہے: ﴿إِنَّهُ عَلٰى رَجْعِهِ لَقَادِرٌ﴾: بیشک اللہ تعالیٰ انسان کو دوبارہ پیدا کرنے پر قادر ہیں، حضرت مجاہد رحمہ اللہ نے رجعہ کی ضمیر ماء کی طرف لوٹائی ہے، یعنی اللہ تعالیٰ نطفہ کو احلیل (ذکر کے سوراخ) میں لوٹانے پر قادر ہیں، یہ بات صحیح ہے، مگر ذکر انسان کی تخلیق کا چل رہا ہے، اس لئے ضمیر انسان کی طرف لوٹانی چاہئے۔

۱۱- قرآنِ کریم میں کئی جگہ قانون ازدواج (جوڑا بنانے) کا ذکر آیا ہے، یٰس شریف میں ہے: ﴿سُبْحَانَ الَّذِيْ خَلَقَ الْأَزْوَاجَ كُلَّهَا مِمَّا تُنْبِتُ الْأَرْضُ وَمِنْ أَنْفُسِهِمْ وَمِمَّا لَا يَعْلَمُوْنَ﴾: وہ ذات (جوڑا ہونے سے) پاک ہے جس نے تمام ہی جوڑے بنائے، ان چیزوں میں سے جن کو زمین اگاتی ہے اور انسانوں کی ذاتوں سے اور ان چیزوں سے جن کو لوگ نہیں جانتے۔ اور سورۃ الذاریات آیت ۴۹ ہے: ﴿وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ﴾: اور ہم نے ہر چیز کا جوڑا بنایا، تاکہ تم کو یاد آئے، اور جوڑے کا مطلب نر مادہ ہی نہیں بلکہ ایسی دو چیزیں مراد ہیں جو مل کر ایک مقصد کی تکمیل کریں، جیسے دو چپل جوڑا ہیں سوار ہو کر چلنے کی غرض دونوں چپلوں سے پوری ہوتی ہے، کرتا پائجامہ جوڑا ہیں، زنیت کا مقصد دونوں سے حاصل ہوتا ہے، نر مادہ جوڑا ہیں نسل دونوں سے آگے چلتی ہے اور آسمان و زمین جوڑا ہیں آسمان برستا ہے اور زمین اگاتی ہے، اس طرح اللہ تعالیٰ نے حیوانات کی معیشت کا انتظام کیا ہے۔ حضرت رحمہ اللہ نے بھی یہی بات بیان کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو بھی چیز پیدا کی ہے وہ جوڑا ہے، آسمان کا مقابل زمین ہے، یگانہ صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے، ان کا کوئی جوڑا نہیں، نہ کوئی مقابل ہے، اور قرآنِ کریم نے قانون ازدواج سے آخرت کو ثابت کیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کا جوڑا بنایا ہے تو دنیا کا بھی جوڑا ہونا چاہئے، صرف دنیا سے تکلیف شرعی کا مقصد پورا نہیں ہوتا، اس کے ساتھ آخرت ہے، یہاں جو اچھا برا عمل کرے گا اس کی جزاء وسزا آخرت میں پائے گا، اور دنیا اور آخرت مل کر تکلیف کے مقصد کو پورا کرتے ہیں، سورۃ الذاریات میں ﴿لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ﴾ کا یہی مطلب ہے کہ شاید تمہیں یاد آئے یعنی اس قانون سے تم آخرت کو سمجھ سکو، اور یہ مضمون آدم علیہ السلام کے تذکرہ میں اس لئے لائے ہیں کہ آدم و حواء علیہما السلام جوڑا ہیں۔

۱۲- سورۃ التین آیت ۴ ہے: ﴿لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِيْ أَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ﴾: ہم نے انسان کو بہترین سانچے میں ڈھالا یعنی حالتِ اعتدال میں پیدا کیا، پھر انسان کو اختیار دیا کہ چاہے تو خود کو اس لیول سے اونچا اٹھائے اور چاہے تو نیچے گرائے۔

۱۳- سورۃ التین آیت ۵ ہے: ﴿ثُمَّ رَدَدْنَاهُ أَسْفَلَ سَافِلِيْنَ﴾: پھر ہم انسان کو پست سے پست حالت میں پہنچا دیتے ہیں، یہ ان کافروں کا ذکر ہے جو خود کو پستی میں گراتے ہیں، یہ تمام انسانوں کا حال نہیں ہے، بعد کی آیت میں استثناء ہے: ﴿إِلَّا الَّذِيْنَ آمَنُوْا وَعَمِلُوْا الصَّالِحَاتِ فَلَهُمْ أَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ﴾: لیکن جو لوگ ایمان لائے اور اچھے کام کئے ان کے لئے کبھی ختم نہ ہونے والا بدلہ ہے، یہ وہ مؤمنین ہیں جنھوں نے خود کو اونچا اٹھایا ہے، جس لیول پر ان کو پیدا کیا تھا، انھوں نے

ایمان وعمل صالح کے ذریعہ خود کو بلند کیا، اس لئے وہ ابدی نعمتوں سے سرفراز کئے گئے۔

۱۴- سورۃ العصر میں ہے: ﴿إِنَّ الإِنْسَانَ لَفِيْ خُسْرٍ﴾: انسان یقیناً بڑے خسارہ میں ہیں یعنی گمراہی میں ہیں، یہاں بھی استثناء ہے: ﴿إِلاَّ الَّذِيْنَ آمَنُوْا وَعَمِلُوْا الصَّالِحَاتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ﴾: مگر جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے اچھے کام کئے اور ایک دوسرے کو حق پر قائم رہنے کی فہمائش کرتے رہے اور ایک دوسرے کو دین کی وجہ سے پہنچنے والی مصیبتوں میں ہمت سے کام لینے کی فہمائش کرتے رہے، وہ بندے خسارے میں نہیں ہیں، بلکہ وہی کامیاب ہیں۔

۱۵- سورۃ الصافات آیت ۱۱ ہے: ﴿إِنَّا خَلَقْنَاهُمْ مِنْ طِيْنٍ لاَزِبٍ﴾: ہم نے انسان کو چپکتی مٹی سے پیدا کیا، جب مٹی اور پانی ملتا ہے تو مٹی چکنی ہوجاتی ہے، لازب کے یہی معنی ہیں۔

۱۶- سورۃ الواقعہ آیت ۶۰ و ۶۱ ہیں: ﴿نَحْنُ قَدَّرْنَا بَيْنَكُمُ الْمَوْتَ وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوْقِيْنَ، عَلٰى أَنْ نُبَدِّلَ أَمْثَالَكُمْ وَنُنْشِئَكُمْ فِيْ مَالاَ تَعْلَمُوْنَ﴾: ہم نے تمہارے درمیان موت کا وقت ٹھہرایا ہے اور ہم اس سے عاجز نہیں کہ تمہاری جگہ تم جیسی اور مخلوق پیدا کردیں، اور تم کو ایسی صورت میں کردیں جس کو تم نہیں جانتے، مثلاً آدمی سے جانور کی صورت میں مسخ کردیں جس کا گمان بھی نہ ہو، ننشأ: مضارع جمع متکلم ہے، إنشاء: (باب افعال) کے معنی ہیں: پیدا کرنا۔

۱۷- سورۃ البقرہ آیت ۳۰ میں ہے: ﴿وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ﴾: فرشتوں نے کہا: ہم برابر آپ کی پاکی بیان کرتے ہیں آپ کی خوبیوں کے ساتھ ملاکر، تسبیح کے معنی ہیں: تعظیم کرنا، کسی کی پاکی بیان کرنا تعظیم کو مستلزم ہے۔

۱۸- سورۃ البقرہ آیت ۳۷ ہے: ﴿فَتَلَقّٰى آدَمُ مِنْ رَبِّهٖ كَلِمَاتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ﴾: پس آدمؑ نے حاصل کئے اپنے رب سے چند الفاظ، پس اللہ تعالیٰ نے ان پر مہربانی سے توجہ کی، ابوالعالیہؒ فرماتے ہیں: وہ چند الفاظ سورۃ الاعراف آیت ۲۳ میں ہیں: ﴿قَالاَ رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنْفُسَنَا وَإِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخَاسِرِيْنَ﴾: دونوں کہنے لگے: اے ہمارے پروردگار! ہم نے اپنا بڑا نقصان کیا اور اگر آپ ہماری مغفرت نہیں فرمائیں گے اور ہم پر رحم نہیں فرمائیں گے تو واقعی ہمارا بڑا نقصان ہوجائے گا، یہ کلمات اللہ نے القا کئے اور دادا دادی نے ان لفظوں سے توبہ کی، تو اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف مہربانی سے توجہ فرمائی۔

۱۹- سورۃ البقرہ آیت ۳۶ میں ہے: ﴿فَأَزَلَّهُمَا الشَّيْطَانُ عَنْهَا﴾: پس پھسلا دیا دونوں کو شیطان نے اس درخت سے، أَزَلَّ: إِزْلاَل سے ہے، جس کے معنی: ڈگمگا دینے، پھسلا دینے، اور لغزش میں ڈالنے کے ہیں، استزلال کے بھی یہی معنی ہیں، باب افعال کا ترجمہ باب استفعال سے کیا ہے۔

۲۰- سورۂ بقرہ آیت ۲۵۹ میں ہے: ﴿أُنْظُرْ إِلٰى طَعَامِكَ وَشَرَابِكَ لَمْ يَتَسَنَّهْ﴾: تم اپنے کھانے اور پینے کی چیزوں کو دیکھو وہ گلی سڑی نہیں، یتسنّہ: باب تفاعل سے مضارع واحد مذکر غائب ہے، تَسَنَّ: تَغَيَّرَ، اسی مادہ سے سورہ محمد آیت ۱۵ میں لفظ آسن آیا ہے: ﴿وَأَنْهَارٌ مِنْ مَاءٍ غَيْرِ آسِنٍ﴾: جنت میں کچھ نہریں ایسی ہیں جن کے پانی میں ذرا تغیر نہیں آیا۔ اور سورۃ

الحجر آیت ۲۶ میں اسی مادہ سے لفظ مسنون ہے:﴿مِنْ حَمَأٍ مَسْنُوْنٍ﴾: سڑے ہوئے گارے سے، مسنون کے معنی ہیں: جس کی حالت بدل گئی، اور حمأ: حمؤة کی جمع ہے: بدلی ہوئی مٹی (مسنون کی مناسبت سے یتسنه اور آسن کے معنی بیان کئے ہیں)

۲۱-سورۃ الاعراف آیت ۲۲ میں ہے:﴿وَطَفِقَا يَخْصِفَانِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَرَقِ الْجَنَّةِ﴾: اور دونوں اپنے اوپر جنت کے پتے جوڑ جوڑ کر رکھنے لگے، خِصَاف: خَصْفَة کی جمع ہے، چمڑے وغیرہ کا ٹکڑا جس سے جوتے کو سیا جاتا ہے، یہاں مراد جنت کے درختوں کے پتے ہیں، آدم وحواء علیہما السلام نے جنت کے پتے لئے اور بعض کو بعض سے جوڑ کر اپنے ننگاپے کو چھپایا۔

۲۲-سورۃ الاعراف آیت ۲۷ میں ہے:﴿لِيُرِيَهُمَا سَوْآتِهِمَا﴾: تاکہ شیطان دونوں کو ان کے پردہ کا بدن دکھلائے، سوء ۃ کے معنی ہیں: جسم کا وہ حصہ جس کا دیکھنا عام حالات میں آدمی کو برا لگتا ہے اور دوسروں کو بھی برا لگتا ہے، مراد شرم گاہ ہے۔

۲۳-سورۃ الاعراف آیت ۲۴ ہے:﴿وَلَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَمَتَاعٌ إِلٰى حِيْنٍ﴾: اور تمہارے لئے زمین میں رہنے کی جگہ ہے اور نفع حاصل کرنا ہے ایک مدت تک، یعنی جس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا اس وقت سے قیامت کے دن تک، لفظ حین عربی میں زمانہ حال سے غیر محدود زمانہ تک بولا جاتا ہے۔

۲۴-سورۃ الاعراف آیت ۲۷ میں ہے:﴿إِنَّهُ يَرَاكُمْ هُوَ وَقَبِيْلُهُ مِنْ حَيْثُ لَاتَرَوْنَهُمْ﴾: شیطان اور اس کی پارٹی تم کو ایسے طور پر دیکھتی ہے کہ تم ان کو نہیں دیکھتے، قبیل بمعنی جیل ہے اور جیل کے معنی ہیں: قوم اور جماعت، مراد وہ پارٹی ہے جس کا ایک فرد ابلیس ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

٦٠- كتابُ الأنبياء

[١-] بَابُ خَلْقِ آدَمَ وَذُرِّيَّتِهِ

[١-] وَقَوْلِ اللّٰهِ:﴿وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلَائِكَةِ إِنِّيْ جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيْفَةً﴾[٢-] ﴿صَلْصَالٌ﴾: طِيْنٌ خُلِطَ بِرَمْلٍ فَصَلْصَلَ كَمَا يُصَلْصِلُ الْفَخَّارُ، وَيُقَالُ: مُنْتِنٌ، يُرِيْدُوْنَ بِهِ صَلَّ، كَمَا يُقَالُ: صَرَّ الْبَابُ وَصَرْصَرَ عِنْدَ الإِغْلَاقِ، مِثْلُ كَبْكَبْتُهُ يَعْنِيْ كَبَبْتُهُ.[٣-] ﴿فَمَرَّتْ بِهِ﴾: اسْتَمَرَّ بِهَا الْحَمْلُ فَأَتَمَّتْهُ.[٤-] ﴿أَنْ لَا تَسْجُدَ﴾: أَنْ تَسْجُدَ.[٥-] وَقَوْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ:﴿ وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلَائِكَةِ إِنِّيْ جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيْفَةً﴾[٦-] قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ:﴿ لَمَّا عَلَيْهَا حَافِظٌ﴾: إِلَّا عَلَيْهَا حَافِظٌ.[٧-] ﴿ فِيْ كَبَدٍ﴾: فِيْ شِدَّةِ خَلْقٍ.[٨-] ﴿وَرِيْشًا﴾: الْمَالُ، وَقَالَ غَيْرُهُ: الرِّيَاشُ وَالرِّيْشُ وَاحِدٌ، وَهُوَ مَا ظَهَرَ مِنَ اللِّبَاسِ.[٩-] ﴿مَا تُمْنُوْنَ﴾: النُّطْفَةَ فِيْ أَرْحَامِ النِّسَاءِ. [١٠-] وَقَالَ مُجَاهِدٌ:﴿إِنَّهُ عَلٰى رَجْعِهِ لَقَادِرٌ﴾: النُّطْفَةُ فِي الإِحْلِيْلِ.

[١١-] كُلُّ شَيْءٍ خَلَقَهُ فَهُوَ شَفْعٌ، السَّمَاءُ شَفْعٌ، وَالْوَتْرُ: اللّٰهُ .[١٢-] ﴿فِيْ أَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ﴾: فِيْ أَحْسَنِ خَلْقٍ.[١٣-] ﴿أَسْفَلَ سَافِلِيْنَ﴾: إِلَّا مَنْ آمَنَ.[١٤-] ﴿خُسْرٍ﴾: ضَلَالٍ، ثُمَّ اسْتَثْنٰى فَقَالَ إِلَّا مَنْ آمَنَ.[١٥-] ﴿لَازِبٍ﴾: لَازِمٌ.[١٦-] ﴿نُنْشِئَكُمْ﴾: فِي أَيِّ خَلْقٍ نَشَاءُ.[١٧-] ﴿نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ﴾: نُعَظِّمُكَ.[١٨-] وَقَالَ أَبُوْ الْعَالِيَةِ:﴿ فَتَلَقّٰى آدَمُ﴾ هُوَ قَوْلُهُ:﴿ رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنْفُسَنَا﴾[١٩-] وَقَالَ: ﴿فَأَزَلَّهُمَا﴾: اسْتَزَلَّهُمَا.[٢٠-]﴿يَتَسَنَّهْ﴾: يَتَغَيَّرُ. ﴿آسِنٌ﴾: مُتَغَيِّرٌ. ﴿الْمَسْنُوْنُ﴾: الْمُتَغَيِّرُ. ﴿حَمَأٌ﴾ جَمْعُ حَمْأَةٍ: وَهُوَ الطِّيْنُ الْمُتَغَيِّرُ.[٢١-] ﴿يَخْصِفَانِ﴾: أَخْذُ الْخِصَافِ ﴿مِنْ وَرَقِ الْجَنَّةِ﴾: يُؤَلِّفَانِ الْوَرَقَ يَخْصِفَانِ بَعْضَهُ إِلٰى بَعْضٍ.[٢٢-] ﴿سَوْآتِهِمَا﴾: كِنَايَةٌ عَنْ فَرْجَيْهِمَا.[٢٣-] ﴿وَمَتَاعٌ إِلٰى حِيْنٍ﴾: هٰهُنَا إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَالْحِيْنُ عِنْدَ الْعَرَبِ مِنْ سَاعَةٍ إِلٰى مَالَا يُحْصٰى عَدَدُهُ. [٢٤-] ﴿قَبِيْلُهُ﴾: جِيْلُهُ الَّذِيْ هُوَ مِنْهُمْ.

پھر اس باب میں اور اس کے تکمیلی باب میں گیارہ حدیثیں ہیں ان میں سے دو تین گذری ہوئی ہیں، باقی نئی ہیں۔

[٣٣٢٦-] حدثنا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، ثَنَاعَبْدُ الرَّزَّاقِ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنْ هَمَّامٍ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم، قَالَ:" خَلَقَ اللّٰهُ آدَمَ وَطُوْلُهُ سِتُّوْنَ ذِرَاعًا، ثُمَّ قَالَ: اذْهَبْ فَسَلِّمْ عَلٰى أُوْلٰئِكَ النَّفَرِ مِنَ الْمَلَائِكَةِ، فَاسْتَمِعْ مَا يُحَيُّوْنَكَ بِهِ، فَإِنَّهُ تَحِيَّتُكَ وَتَحِيَّةُ ذُرِّيَّتِكَ، فَقَالَ: السَّلَامُ عَلَيْكُمْ، فَقَالُوْا: السَّلَامُ عَلَيْكَ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ، فَزَادُوْهُ: وَرَحْمَةُ اللّٰهِ، فَكُلُّ مَنْ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ عَلٰى صُوْرَةِ آدَمَ، فَلَمْ يَزَلِ الْخَلْقُ يَنْقُصُ حَتَّى الآنَ"[راجع: ٦٢٢٧]

ترجمہ: نبی ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو پیدا کیا درانحالیکہ ان کا قد ساٹھ ہاتھ تھا یعنی نبی ﷺ کے زمانہ کے لوگوں کے ہاتھ سے حضرت آدم علیہ السلام کا قد ساٹھ ہاتھ کا تھا، پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جایئے اور سلام کیجئے فرشتوں کی اُس جماعت کو پس غور سے سنئے وہ جو آپ کو جواب دیں، وہی آپ کا اور آپ کی اولاد کا سلام ہوگا، آدم علیہ السلام نے جا کر کہا: السلام علیکم: انھوں نے جواب دیا: السلام عليك ورحمة الله: انھوں نے جواب میں ورحمة الله بڑھایا (اس لئے سلام کا جواب سلام سے بہتر دینا چاہئے) پس ہر وہ شخص جو جنت میں جائے گا آدم علیہ السلام کی صورت پر ہوگا، یعنی ان کی اولاد میں جو مختلف رنگ پیدا ہوئے ہیں وہ سب ختم ہوجائیں گے، سب انسان حضرت آدم علیہ السلام کی صورت پر ہوجائیں گے، پھر برابر مخلوق گھٹتی رہی اس وقت تک (اس پر حاشیہ میں اعتراض ہے کہ ثمود کی بستیاں آج بھی موجود ہیں ان کے دیکھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان کے قد غیر معمولی لمبے نہیں تھے، حالانکہ وہ بہت قدیم قوم ہے، اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے سپر ڈال دی ہے اس اشکال کا کوئی جواب نہیں دیا، اور حضرت شیخ مولانا زکریا صاحب قدس سرہ نے الابواب

والتراجم (۵۸:۴) میں جواب دیا ہے کہ جس طرح بچپن سے جوانی تک قد تیزی کے ساتھ بڑھتا ہے اسی طرح حضرت آدم علیہ السلام سے حضرت نوح علیہ السلام کے زمانہ تک قد تیزی سے گھٹا، اور آج لوگوں کا جو قد ہے اس پر آ کر ٹھہر گیا)

[۳۳۲۷-] حدثنا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ، ثَنَا جَرِيْرٌ، عَنْ عُمَارَةَ، عَنْ أَبِىْ زُرْعَةَ، عَنْ أَبِىْ هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: " إِنَّ أَوَّلَ زُمْرَةٍ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ عَلٰى صُوْرَةِ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ، ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ عَلٰى أَشَدِّ كَوْكَبٍ دُرِّيٍّ فِي السَّمَاءِ إِضَاءَ ةً، لاَ يَبُوْلُوْنَ، وَلاَ يَتَغَوَّطُوْنَ، وَلاَ يَتْفِلُوْنَ، وَلاَ يَمْتَخِطُوْنَ، أَمْشَاطُهُمُ الذَّهَبُ، وَرَشْحُهُمُ الْمِسْكُ، وَمَجَامِرُهُمُ الْأُلُوَّةُ - الْأَلَنْجُوْجُ: عُوْدُ الطِّيْبِ - وَأَزْوَاجُهُمُ الْحُوْرُ الْعِيْنُ، عَلٰى خَلْقِ رَجُلٍ وَاحِدٍ، عَلٰى صُوْرَةِ أَبِيْهِمْ آدَمَ، سِتُّوْنَ ذِرَاعًا فِي السَّمَّاءِ" [راجع: ۳۲۴۵]

وضاحت: حدیث پہلے گذری ہے، الألوّة کے لئے دوسرا لفظ الأَلَنْجُوْج ہے یعنی اگر کی لکڑی، جس کی دھونی لی جاتی ہے...........علی خلق رجل واحد: سب جنتیوں کی ایک طرح کی بناوٹ ہوگی، علی صورة أبيهم آدم: تمام جنتیوں کی صورت آدم علیہ السلام کی صورت جیسی ہوگی، یعنی رنگوں کا تفاوت ختم ہو جائے گا، ستون ذراعا فی السماء: تمام جنتیوں کا قد ساٹھ ہاتھ لمبا ہوگا، فی السماء کے معنی ہیں: لمبا۔

[۳۳۲۸-] حدثنا مُسَدَّدٌ، ثَنَا يَحْيىَ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ أَبِىْ سَلَمَةَ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ، أَنَّ أُمَّ سُلَيْمٍ قَالَتْ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! إِنَّ اللّٰهَ لاَ يَسْتَحْيِىْ مِنَ الْحَقِّ! فَهَلْ عَلَى الْمَرْأَةِ الْغُسْلُ إِذَا احْتَمَلَتْ؟ قَالَ: " نَعَمْ، إِذَا رَأَتِ الْمَاءَ" فَضَحِكَتْ أُمُّ سَلَمَةَ، فَقَالَتْ: تَحْتَلِمُ الْمَرْأَةُ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: " فَبِمَ يُشْبِهُ الْوَلَدُ؟" [راجع: ۱۳۰]

وضاحت: یہ حدیث پہلے گذری ہے، اس کے آخر میں یہ مضمون ہے کہ عورت کا بھی پانی ہے، جس کا تخلیق میں دخل ہے، چنانچہ بچہ کبھی ننھیال کے مشابہ ہوتا ہے، یہ حدیث اس باب میں اسی لئے لائے ہیں کہ نسل میں مرد کے ساتھ عورت کا بھی دخل ہے۔

[۳۳۲۹-] حدثنا ابْنُ سَلاَمٍ، ثَنَا الْفَزَارِيُّ، عَنْ حُمَيْدٍ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: بَلَغَ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ سَلاَمٍ مَقْدَمُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم الْمَدِيْنَةَ، فَأَتَاهُ، فَقَالَ: إِنِّىْ سَائِلُكَ عَنْ ثَلاَثٍ لاَ يَعْلَمُهُنَّ إِلاَّ نَبِيٌّ، قَالَ: مَا أَوَّلُ أَشْرَاطِ السَّاعَةِ؟ وَمَا أَوَّلُ طَعَامٍ يَأْكُلُهُ أَهْلُ الْجَنَّةِ؟ وَمِنْ أَيِّ شَيْئٍ يَنْزِعُ الْوَلَدُ إِلٰى أَبِيْهِ، وَمِنْ أَيِّ شَيْئٍ يَنْزِعُ إِلٰى أَخْوَالِهِ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: " خَبَّرَنِىْ بِهِنَّ آنِفًا جِبْرَئِيْلُ عَلَيْهِ

السَّلَام، قَالَ: فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ: ذَاكَ عَدُوُّ الْيَهُوْدِ مِنَ الْمَلَائِكَةِ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: "أَمَّا أَوَّلُ أَشْرَاطِ السَّاعَةِ فَنَارٌ تَحْشُرُ النَّاسَ مِنَ الْمَشْرِقِ إِلٰى الْمَغْرِبِ، وَأَمَّا أَوَّلُ طَعَامٍ يَأْكُلُهُ أَهْلُ الْجَنَّةِ فَزِيَادَةُ كَبِدِ حُوْتٍ، وَأَمَّا الشَّبَهُ فِي الْوَلَدِ فَإِنَّ الرَّجُلَ إِذَا غَشِيَ الْمَرْأَةَ فَسَبَقَهَا مَاؤُهُ كَانَ الشَّبَهُ لَهُ، وَإِذَا سَبَقَتْ مَاؤُهَا كَانَ الشَّبَهُ لَهَا" قَالَ: أَشْهَدُ أَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ، ثُمَّ قَالَ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! إِنَّ الْيَهُوْدَ قَوْمٌ بُهُتٌ، إِنْ عَلِمُوْا بِإِسْلَامِيْ قَبْلَ أَنْ تَسْأَلَهُمْ بَهَتُوْنِيْ عِنْدَكَ، فَجَاءَ تِ الْيَهُوْدُ وَدَخَلَ عَبْدُ اللّٰهِ الْبَيْتَ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: " أَيُّ رَجُلٍ فِيْكُمْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَلَامٍ؟" قَالُوْا: أَعْلَمُنَا وَابْنُ أَعْلَمِنَا، وَأَخْيَرُنَا وَابْنُ أَخْيَرِنَا، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: " أَفَرَأَيْتُمْ إِنْ أَسْلَمَ عَبْدُ اللّٰهِ؟" قَالُوْا: أَعَاذَهُ اللّٰهُ مِنْ ذٰلِكَ، فَخَرَجَ عَبْدُ اللّٰهِ إِلَيْهِمْ، فَقَالَ: أَشْهَدُ أَنْ لاَ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ، فَقَالُوْا: شَرُّنَا وَابْنُ شَرِّنَا، وَوَقَعُوْا فِيْهِ.[انظر: ۳۹۱۱، ۳۹۳۸، ٤٤٨٠]

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کو خبر پہنچی کہ نبی ﷺ مدینہ تشریف لے آئے ہیں، وہ آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور کہا: میں آپؐ سے تین باتیں پوچھتا ہوں ان کو نبی کے علاوہ کوئی نہیں جانتا: (۱) قیامت کی چھوٹی نشانیوں میں سے پہلی نشانی کیا ہے؟ (۲) جنتیوں کو جنت میں سب سے پہلے کیا کھانا دیا جائے گا؟ (۳) بچہ کبھی باپ کے مشابہ ہوتا ہے، کبھی ننھیال کے، اس کی وجہ کیا ہے؟ نبی ﷺ نے فرمایا: یہ باتیں مجھے ابھی جبرئیل علیہ السلام نے بتائیں، عبداللہ بن سلامؓ نے کہا: جبرئیل فرشتوں میں سے یہود کے دشمن ہیں، پس نبی ﷺ نے فرمایا: قیامت کی چھوٹی نشانیوں میں سے پہلی نشانی وہ آگ ہے جو لوگوں کو مشرق سے مغرب کی طرف جمع کرے گی، اور جنتیوں کا سب سے پہلا کھانا مچھلی کے جگر کا بڑھا ہوا حصہ ہے (علامہ عینی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ جگر کا بڑھا ہوا حصہ وہ ٹکڑا ہے جو جگر سے الگ ہوتا ہے اور جگر سے جڑا ہوا ہوتا ہے، اور وہ مزے دار انتہائی لذیذ ہوتا ہے) اور رہی بچہ کی مشابہت تو جب آدمی عورت سے قربت کرتا ہے اور مرد کا پانی عورت سے آگے بڑھتا ہے یعنی اس کی تاثیر قوی ہوتی ہے تو مشابہت ددھیال کی طرف جاتی ہے اور جب عورت کا پانی آگے بڑھتا ہے یعنی وہ قوی ہوتا ہے تو مشابہت ننھیال کی طرف جاتی ہے، عبداللہ بن سلامؓ نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ آپؐ اللہ کے رسول ہیں، پھر انھوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! یہود جھوٹا الزام لگانے والی قوم ہے اگر انہیں میرے اسلام کا پتہ چل گیا اس سے پہلے کہ آپؐ ان سے پوچھیں تو وہ مجھ پر آپؐ کے سامنے جھوٹا الزام لگائیں گے، پس ان کو میرے اسلام کا پتہ چلے اس سے پہلے آپ میرے بارے میں ان سے پوچھ لیں، پس یہود آئے اور حضرت عبداللہؓ گھر میں چلے گئے، نبی ﷺ نے پوچھا: تمہارے اندر عبداللہ بن سلامؓ کیسے آدمی ہیں؟ انھوں نے کہا: ہم میں سب سے بڑے عالم ہیں اور ہمارے سب سے بڑے عالم کے بیٹے ہیں اور ہم میں سب سے بہتر ہیں، اور سب سے بہتر کے بیٹے ہیں، نبی ﷺ نے فرمایا: بتلاؤ اگر عبداللہؓ مسلمان ہو جائیں؟ انھوں نے کہا: اللہ ان کو اس سے بچائیں، پھر ان کے سامنے عبداللہؓ نکلے اور انھوں نے کہا: میں گواہی

دیتاہوں کہ اللہ کے سواء کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتاہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں، پس یہود نے کہا: ہم میں سب سے براہے اور ہم میں سب سے برے کا بیٹا ہے، اور انھوں نے ابن سلام میں عیب نکالے۔

[۳۳۳۰-] حدثنا بِشْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ، أَنَا عَبْدُ اللّٰهِ، أَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ هَمَّامٍ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم نَحْوَهُ، يَعْنِيْ: "لَوْلاَ بَنُوْ إِسْرَائِيْلَ لَمْ يَخْنَزِ اللَّحْمُ، وَلَوْلاَ حَوَّاءُ لَمْ تَخُنْ أُنْثَى زَوْجَهَا"

[انظر: ٥١٨٤، ٥١٨٦]

ترجمہ: نبی ﷺ نے فرمایا: لَوْلاَ بَنُوْ إِسْرَائِيْلَ لَمْ يَخْنَزِ اللَّحْمُ: اگر بنی اسرائیل نہ ہوتے تو گوشت نہ سڑتا (کہتے ہیں: سَلْویٰ: بٹیریں بنی اسرائیل کو کھانے کے لئے ملتی تھیں ان کو حسب ضرورت پکڑنے کی اجازت تھی، مگر بنی اسرائیل نے ان کا ذخیرہ کیا تو گوشت سڑنے لگا) وَلَوْلاَ حَوَّاءُ لَمْ تَخُنْ أُنْثَى زَوْجَهَا: اور اگر دادی حواء نہ ہوتیں تو کوئی عورت اپنے شوہر کے ساتھ خیانت نہ کرتی (خیانت یعنی مشورہ میں غیر مخلص ہونا، کہتے ہیں: شیطان کی فریب دہی سے دادی متأثر ہوئیں اور انھوں نے دادا کو مشورہ دیا کہ وہ شجرۂ ممنوعہ کھائیں، تاکہ ہمیشہ جنت میں رہنے کا موقع مل جائے، یہ غیر مخلصانہ مشورہ تھا)

تشریح: پہلے ایک حدیث گذری ہے کہ حیض بنی اسرائیل کی عورتوں پر مسلط کیا گیا، وہاں یہ توجیہ کی ہے کہ حیض کی کثرت بنی اسرائیل کی عورتوں سے شروع ہوئی، یا حیض کے احکام مثلاً مسجد میں نہ جانے کا حکم سب سے پہلے بنی اسرائیل پر نازل ہوا، اسی طرح یہاں بھی پہلے جملہ کی تاویل کی جائے گی کہ گوشت پہلے بھی سڑتا تھا، مگر دیر سے، مگر جب بنی اسرائیل نے بٹیریں بے ضرورت پکڑیں تو گوشت جلدی سے سڑنا شروع ہوا۔

اور حدیث کے دوسرے جزء کا مطلب یہ ہے کہ ماں باپ کے اثرات اولاد پر پڑتے ہیں، جیسے نَسِيَ آدَمُ فَنَسِيَ ذُرِّيَّتُهُ: آدم علیہ السلام بھولے تو ان کی اولاد بھی بھولی، اسی طرح نصیحت میں غیر مخلص ہونا دادی سے وارثت میں ان کی بیٹیوں کو ملا ہے، اس لئے ہر شخص کو بیوی کے مشورہ پر آنکھ بند کر کے عمل نہیں کرنا چاہئے۔

ملحوظہ: اس حدیث میں ایک الجھن ہے، امام صاحب نے اپنے استاذ بشر مروزی سے یہ حدیث نقل کی ہے، انھوں نے عبداللہ بن المبارک سے اور آخر میں نحوہ ہے، نحوہ اور مثلہ کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ یہ حدیث پہلے دوسری سند سے گذر چکی ہے، اب دوسری سند سے بھی حدیث اسی طرح آئی ہے جبکہ یہ حدیث پہلے نہیں گذری، نہ قریب نہ بعید، البتہ مسلم شریف میں معمر بن راشد کے شاگرد عبدالرزاق صنعانی کی سند سے امام مسلم کے استاذ محمد بن رافع نے روایت کی ہے، اس کے الفاظ ذرا بدلے ہوئے ہیں: لولا بنو إسرائيل لم يَخْبُث الطعامُ ولم يخنَزِ اللحمُ ولولا حواء لم تَخُنْ أنثى زوجَها الدهر (مسلم شریف باب: لولا حواء لم تخن أنثى زوجها الدهر، کتاب الرضاع، حدیث ۱۴۷۰) اگر امام بخاری رحمہ اللہ بھی پہلے یہ حدیث لکھتے تو نحوہ درست تھا، مگر بخاری میں یہ حدیث اس سند سے نہیں آئی، پھر دوسرا سوال یہ ہے کہ نحوہ کے

بعد یعنی کیوں بڑھایا؟ اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ بشر کے الفاظ امام مسلمؒ کے استاذ کے الفاظ سے ذرا مختلف ہیں اس لئے یعنی بڑھا کر بشر کے الفاظ لکھے ہیں۔

[۳۳۳۱-] حدثنا أَبُوْ كُرَيْبٍ، وَمُوْسَى بْنُ حِزَامٍ، [قَالاَ:] ثَنَا حُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ، عَنْ زَائِدَةَ، عَنْ مَيْسَرَةَ الْأَشْجَعِيِّ، عَنْ أَبِيْ حَازِمٍ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: " اسْتَوْصُوْا بِالنِّسَاءِ، فَإِنَّ الْمَرْأَةَ خُلِقَتْ مِنْ ضِلَعٍ، وَإِنَّ أَعْوَجَ شَيْئٍ فِي الضِّلَعِ أَعْلَاهُ، فَإِنْ ذَهَبْتَ تُقِيْمُهُ كَسَرْتَهُ، وَإِنْ تَرَكْتَهُ لَمْ يَزَلْ أَعْوَجَ، فَاسْتَوْصُوْا بِالنِّسَاءِ"[انظر: ۵۱۸۴، ۵۱۸۶]

ترجمہ: نبی ﷺ نے فرمایا: عورتوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے کی میری وصیت قبول کرو، اس لئے کہ عورت پسلی سے پیدا کی گئی ہے، اور پسلیوں میں سب سے ٹیڑھی اوپر کی پسلی ہے، پس اگر آپ پسلی کو سیدھا کرنا چاہیں گے تو اس کو توڑ بیٹھیں گے اور اگر اس کو ٹیڑھا رہنے دیں گے تو وہ برابر ٹیڑھی رہے گی، پس عورتوں کے ساتھ حسن سلوک کرنے کی میری وصیت قبول کرو۔

تشریح: اس حدیث میں نسوانی فطرت میں جو کجی ہے اس کی تمثیل ہے، پسلی کی مثال سے اس کو سمجھایا ہے، پسلی میں کجی فطری ہوتی ہے وہ کسی طرح ختم نہیں ہوسکتی، کوئی اس کو سیدھا کرنا چاہے تو ٹوٹ جائے گی، یہی حال صنف نساء کا ہے، اس کی فطرت میں کجی ہے، جو کبھی نکل نہیں سکتی، اس لئے اس بات کو پیش نظر رکھ کر بیوی سے معاملہ کرنا چاہئے، یعنی حسن سلوک کرنا چاہئے، بیوی کی کوتاہیوں سے درگذر کرنا چاہئے اس کی نامناسب باتوں کو نظر انداز کرنا چاہئے، جبھی نباہ ہوگا، اور اگر کوئی چاہے گا کہ بیوی کو سیدھا کردے تو یہ ناممکن ہے، اس کو سیدھا نہیں کرسکے گا، بلکہ اس کو توڑ بیٹھے گا، اور بیوی کو توڑنا یہ ہے کہ طلاق کی نوبت آجائے گی، پس اس سے بہتر نرمی کا معاملہ کرنا ہے۔

فائدہ: اس حدیث کو دادی حواء رضی اللہ عنہا کے ساتھ جوڑا گیا ہے کہ وہ حضرت آدم علیہ السلام کی پسلیوں میں سے کسی پسلی سے پیدا کی گئی ہیں، مگر حاشیہ میں اس قول کو قیل سے ذکر کیا ہے، یعنی یہ ضعیف قول ہے، صحیح بات وہ ہے جو اوپر بیان کی، اور حاشیہ میں قاضی بیضاوی رحمہ اللہ کے حوالہ سے لکھا ہے: إِنَّهُنَّ خُلِقْنَ خَلْقًا فِيْهِنَّ إِعْوِجَاجٌ: فَكَأَنَّهُنَّ خُلِقْنَ مِنْ أَصْلٍ مُعَوَّجٍ، كَالضِّلَعِ مَثَلاً، فَلاَ يَتَهَيَّأُ انْتِفَاعٌ بِهِنَّ إِلاَّ بِالصَّبْرِ عَلٰى إِعْوِجَاجِهِنَّ: عورتوں کی بناوٹ ایسی ہے کہ ان میں کجی ہے پس گویا عورتیں ٹیڑھی اصل سے پیدا کی گئی ہیں، مثلاً پسلی سے، پس ان سے فائدہ اٹھانا ممکن نہیں، مگر ان کی کجی پر صبر کرنے کے ذریعہ، حدیث کا صحیح مطلب یہی ہے اور جو عام بات چلی ہوئی ہے وہ ضعیف ہے، اسرائیلیات سے وہ بات در آئی ہے۔

[۳۳۳۲-] حدثنا عَمْرُ بْنُ حَفْصٍ، ثَنَا أَبِيْ، ثنا الْأَعْمَشُ، ثَنَا زَيْدُ بْنُ وَهْبٍ، ثنا عَبْدُ اللّٰهِ، ثنا رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم وَهُوَ الصَّادِقُ الْمَصْدُوْقُ: " إِنَّ أَحَدَكُمْ يُجْمَعُ خَلْقُهُ فِيْ بَطْنِ أُمِّهِ أَرْبَعِيْنَ يَوْمًا، ثُمَّ يَكُوْنُ عَلَقَةً مِثْلَ ذٰلِكَ. ثُمَّ يَكُوْنُ مُضْغَةً مِثْلَ ذٰلِكَ، ثُمَّ يَبْعَثُ اللّٰهُ إِلَيْهِ مَلَكًا بِأَرْبَعِ كَلِمَاتٍ،

فَيُكْتُبُ عَمَلَهُ، وَأَجَلَهُ، وَرِزْقَهُ، وَشَقِيٌّ أَوْ سَعِيْدٌ، ثُمَّ يُنْفَخُ فِيْهِ الرُّوْحُ، فَإِنَّ الرَّجُلَ لَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ النَّارِ حَتَّى مَا يَكُوْنُ بَيْنَهُ وَبَيْنَهَا إِلَّا ذِرَاعٌ، فَيَسْبِقُ عَلَيْهِ الْكِتَابُ فَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَيَدْخُلُ الْجَنَّةَ، وَإِنَّ الرَّجُلَ لَيَعْمَلُ بِعَمِلَ أَهْلِ الْجَنَّةِ حَتَّى مَايُكُوْنُ بَيْنَهُ وَبَيْنَهَا إِلَّا ذِرَاعٌ فَيَسْبِقُ عَلَيْهِ الْكِتَابُ فَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ النَّارِ فَيَدْخُلُ النَّارَ"[راجع: ٣٢٠٨]

وضاحت: یہ حدیث پہلے گذری ہے، اس میں تخلیق انسانی کے مختلف مراحل کا بیان ہے: جب مادہ رحم میں پہنچتا ہے تو چالیس دن تک اس میں کوئی غیر معمولی تغیر نہیں آتا، پھر اگلے چلہ میں وہ خون بستہ بن جاتا ہے، پھر اس کے بعد کے چلہ میں وہ گوشت کی بوٹی بن جاتا ہے، پھر جب تخلیق مکمل ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ کو بھیجتے ہیں جو چار باتیں لکھتا ہے، پھر اس باڈی میں روح پھونکی جاتی ہے، تخلیق انسانی کے انہی مراحل کا اس باب میں بیان مقصود ہے۔

[٣٣٣٣-] حدثنا أَبُوْ النُّعْمَانِ، ثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِى بَكْرِ بْنِ أَنَسٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم، قَالَ:" إِنَّ اللّٰهَ وَكَّلَ فِي الرَّحِمِ مَلَكًا، فَيَقُوْلُ: يَارَبِّ نُطْفَةٌ؟ يَا رَبِّ عَلَقَةٌ؟ يَا رَبِّ مُضْغَةٌ؟ فَإِذَا أَرَادَا أَنْ يَخْلُقَهَا قَالَ: يَا رَبِّ أَذَكَرٌ أَمْ أُنْثَى؟ يَارَبِّ شَقِيٌّ أَوْ سَعِيْدٌ؟ فَمَا الرِّزْقُ؟ فَمَا الأَجَلُ؟ فَيُكْتَبُ كَذٰلِكَ فِي بَطْنِ أُمِّهِ"[راجع: ٣١٨]

وضاحت: یہ حدیث گذشتہ حدیث کے ہم معنی ہے اس میں یہ مضمون ہے کہ شروع ہی سے بچہ دانی پر ایک فرشتہ مقرر ہوجاتا ہے جو حکم الٰہی کے مطابق مادہ کو مختلف مراحل سے گذارتا ہے۔

[٣٣٣٤-] حدثنا قَيْسَ بْنُ حَفْصٍ، ثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ، ثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ أَبِى عِمْرَانَ الْجَوْنِيِّ، عَنْ أَنَسٍ يَرْفَعُهُ:" أَنَّ اللّٰهَ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى يَقُوْلُ لِأَهْوَنِ أَهْلِ النَّارِ عَذَابًا: لَوْ أَنَّ لَكَ مَا فِي الأَرْضِ مِنْ شَيْئٍ أَكُنْتَ تَفْتَدِىْ بِهِ؟ قَالَ: نَعَمْ. قَالَ: فَقَدْ سَأَلْتُكَ مَا هُوَ أَهْوَنُ مِنْ هٰذَا وَأَنْتَ فِيْ صُلْبِ آدَمَ: أَنْ لَا تُشْرِكَ بِيْ فَأَبَيْتَ إِلَّا الشِّرْكَ"[انظر: ٦٥٣٨، ٦٥٥٧]

ترجمہ: نبی ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ دوزخیوں میں جو عذاب کے اعتبار سے سب سے ہلکا ہوگا اس سے پوچھیں گے: بتا اگر ہوتیں تیرے لئے تمام وہ چیزیں جو زمین میں ہیں، کیا تو عذاب سے بچنے کے لئے ان کو فدیہ میں دیتا؟ وہ کہے گا: ہاں، اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: میں نے تجھ سے مطالبہ کیا تھا اُس بات کا جو اس سے زیادہ آسان تھی، درانحالیکہ تو آدم علیہ السلام کی پیٹھ میں تھا کہ تو میرے ساتھ کسی کو شریک مت کر، مگر تو نے شرک کے علاوہ کا انکار کیا یعنی تو شرک میں مبتلا رہا، اس حدیث میں وأنت في صُلب آدم: ہے یعنی ساری ذریت پہلے آدم علیہ السلام کی پیٹھ میں تھی، یہی حدیث کی باب سے مناسبت ہے، تفصیل تکمیلی باب میں ہے۔

[۳۳۳۵-] حدثنا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ، ثَنَا أَبِیْ، ثَنَا الأَعْمَشُ، ثَنِی عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُرَّةَ، عَنْ مَسْرُوْقٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیه وسلم: " لَا تُقْتَلُ نَفْسٌ ظُلْمًا إِلَّا عَلٰی ابْنِ آدَمَ الْأَوَّلِ كِفْلٌ مِنْ دَمِهَا، لِأَنَّهُ أَوَّلُ مَنْ سَنَّ الْقَتْلَ "[انظر: ٦٨٦٧، ٧٣٢١]

ترجمہ: نبی ﷺ نے فرمایا: نہیں قتل کیا جاتا کوئی شخص ناحق مگر ہوتا ہے آدم علیہ السلام کے پہلے بیٹے پر اس کے خون میں سے ایک حصہ، اس لئے کہ پہلے بیٹے نے سب سے پہلے (ظالمانہ) قتل کا سلسلہ شروع کیا ہے (پہلے بیٹے کا نام قابیل تھا، وہ بڑا ہی نا قابل تھا اس نے اپنے بھائی ہابیل کو قتل کیا یہ قاتل آدم علیہ السلام کا بیٹا تھا، پس وہ ذریت میں شامل ہے یہی حدیث کی باب سے مناسبت ہے)

سوال: اگر کوئی کہے کہ قرآنی ضابطہ ہے: ﴿وَلَاتَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرىٰ﴾: کسی کے گناہ کی گٹھری کوئی نہیں ڈھوتا، پھر آدم علیہ السلام کے پہلے بیٹے کو ہر ناحق قتل میں سے ایک حصہ کیوں پہنچتا ہے؟

جواب: یہ بری راہ ڈالنے کی سزا ہے، اور وہ اسی کا عمل ہے، جیسے اچھا راستہ ڈالنے والے کو نیک عمل کرنے والے کے حصہ میں سے پہنچتا ہے، اسی طرح یہ معاملہ ہے۔

بَابٌ: الْأَرْوَاحُ جُنُوْدٌ مُجَنَّدَةٌ

روحیں اکٹھا کیا ہوا لشکر ہیں

یہ تکمیلی باب ہے، اور جَنَّد الجُنْدَ کے معنی ہیں: لشکر جمع کرنا، مُجَنَّدَةٌ: اسم مفعول ہے، اس باب میں یہ بیان ہے کہ ذریت آدمؑ عالم ارواح میں پیدا کی جا چکی ہے، تخلیق آدم کے بعد ان کی ذریت چھوٹی چھوٹی چیونٹیوں کی شکل میں وجود پذیر کی گئی، سورۃ الاعراف آیت ۱۷۲ میں اور اس کی تفسیر میں جو حدیثیں آئی ہیں ان میں روحوں کے پیدا ہونے کے واقعہ کا ذکر ہے۔ روحوں کو وجود میں لانے کے بعد ان کو درس معرفت دیا گیا، پھر امتحان لیا گیا: ﴿أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ؟﴾: کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ ﴿قَالُوْا: بَلٰی﴾ سب نے کہا: کیوں نہیں! آپ ہی ہمارے رب ہیں، پھر ان روحوں کو پیٹھوں میں واپس نہیں کیا گیا بلکہ ایک خاص ترتیب سے ان کو عالم ارواح میں رکھا گیا، باب کی حدیث میں اسی کا ذکر ہے۔

حدیث: روحیں اکٹھا کیا ہوا لشکر ہیں (جس طرح فوج کی پلٹنیں ہوتی ہیں، اسی طرح روحوں کے گروپ بنا کر عالم ارواح میں رکھی گئی ہیں) پس جن میں وہاں تعارف ہوتا ہے ان میں یہاں اتفاق ہوتا ہے اور جن میں وہاں انجانا پن رہتا ہے ان میں یہاں اختلاف ہوتا ہے یعنی عالم ارواح کے اثرات اس دنیا میں پڑتے ہیں۔

تشریح: انسان اس دنیا میں نیا پیدا نہیں ہوتا، پیدا: فارسی لفظ ہے اور اس کے معنی ہیں: ظاہر ہونا، پردہ کے پیچھے کوئی چیز

ہواور پردہ ہٹایا جائے تو اس کو ظاہر ہونا کہتے ہیں، عدم سے وجود میں آنا پیدا ہونے کے معنی نہیں ہیں، جب بھی کوئی بچہ دنیا میں آتا ہے تو ہم کہتے ہیں: بچہ پیدا ہوا، اور ہم مراد لیتے ہیں کہ بچہ عدم سے وجود میں آیا، حالانکہ وہ عدم سے وجود میں آج نہیں آیا وہ تو چار مہینے پہلے ماں کے پیٹ میں وجود میں آچکا ہے، اور آج وہ جو دنیا میں آیا ہے وہ عدم سے وجود میں آنا نہیں ہے بلکہ ظاہر ہونا ہے، اور ماں کے پیٹ میں بھی انسان عدم سے وجود میں نہیں آتا، انسان اس سے بہت پہلے عالم ارواح میں عدم سے وجود میں آچکا ہے۔ حدیث اور قرآن دونوں میں یہ مضمون ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان کی دائیں پیٹھ پر ہاتھ پھیرا تو ان کی قیامت تک کی تمام نیک اولاد نکل آئی، پھر بائیں پیٹھ پر ہاتھ پھیرا تو ان کی قیامت تک کی بری اولاد نکل آئی۔

اور اس کی صورت یہ ہوئی کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کا ہاتھ پھیرا تو حضرت آدم علیہ السلام کی جو صلبی اولاد تھی وہ ان کی پیٹھ سے نکل آئی پھر اولاد کی پیٹھ سے ان کی صلبی اولاد نکلی، پھر ان کی پیٹھ سے ان کی اولاد نکلی، جس طرح دنیا میں انسان پیدا ہو چکے ہیں، پیدا ہو رہے ہیں اور پیدا ہونگے، اسی ترتیب سے ساری روحیں وجود میں آگئیں، حدیث میں ہے کہ اس وقت انسان کأمثال الذُّر: بھوری چیونٹیوں کی طرح تھے، جو زور سے کاٹتی ہے، علماء نے لکھا ہے کہ یہ انسانوں کی روحیں تھیں اور چیونٹی جیسی شکل ان کا مثالی بدن تھا، پھر اللہ تعالیٰ نے ان روحوں کو عالم ارواح میں گروپ بنا کر رکھ دیا، پھر وہاں جن روحوں میں تعارف ہو گیا، جان پہچان ہوگئی ان میں اس دنیا میں آنے کے بعد ائتلاف (اتفاق) ہوتا ہے، اور اگر عالم ارواح میں اوپرا پن رہا تو اس دنیا میں آنے کے بعد ان کے درمیان اختلاف ہوتا ہے، چنانچہ آپ دیکھتے ہیں کہ ایک ماں کے دو بیٹے ایک دوسرے کا گلا کاٹتے ہیں، اور ایک ایران کا دوسرا توران کا: سر راہ ملتے ہیں اور دو تن ایک روح ہو جاتے ہیں، یہ عالم ارواح کے ائتلاف اور تناکر کے اثرات ظاہر ہوتے ہیں (مزید تفصیل کے لئے دیکھئے: علمی خطبات ۱:۲۴۲) اور اس باب کا مقصد یہ بیان کرنا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی ساری ذریت حضرت آدم علیہ السلام کے ساتھ وجود میں آچکی ہے، کوئی امر منتظر نہیں۔

[۲-] بَابٌ: الْأَرْوَاحُ جُنُوْدٌ مُجَنَّدَةٌ

[۳۳۳۶-] وَقَالَ اللَّيْثُ: عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ، عَنْ عَمْرَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم يَقُوْلُ: "الْأَرْوَاحُ جُنُوْدٌ مُجَنَّدَةٌ، فَمَا تَعَارَفَ مِنْهَا ائْتَلَفَ، وَمَا تَنَاكَرَ مِنْهَا اخْتَلَفَ" وَقَالَ يَحْيَى بْنُ أَيُّوْبَ: ثَنِيْ يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ بِهٰذَا.

بَابُ قَوْلِ اللهِ عَزَّوَجَلَّ: ﴿وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوْحًا إِلٰى قَوْمِهِ﴾

حضرت نوح علیہ السلام کا تذکرہ

طوفان نوح کے بعد انسانوں کی نسل حضرت نوح علیہ السلام کے تین بیٹوں سے چلی ہے، پس تمام انسان حضرت نوح

علیہ السلام کی اولاد ہیں، نوح علیہ السلام آدم ثانی اور ابوالبشر ثانی ہیں، سورۃ الصافات آیت ۷۷ ہے: ﴿وَجَعَلْنَا ذُرِّيَّتَهُ هُمُ الْبَاقِيْنَ﴾: اور ہم نے انہی کی اولاد کو باقی رہنے والا بنایا، یعنی کشتی میں جو مسلمان تھے ان میں سے کسی کی نسل نہیں چلی، دیر سویر ان کی نسل منقطع ہوگئی، اور حضرت نوح علیہ السلام کے تین بیٹوں کی نسل پھیلتی گئی۔

اور آدم ونوح علیہما السلام کے درمیان کتنا زمانہ ہے؟ اس کی تعیین مشکل ہے، اسی طرح آدم ونوح علیہما السلام کے درمیان کوئی نبی ہوئے ہیں یا نہیں؟ یہ بات بھی قطعیت سے نہں بتائی جاسکتی، حضرت آدم علیہ السلام کے صاحبزادے حضرت شیث علیہ السلام کو نبی مانا جاتا ہے اور حضرت ادریس علیہ السلام کو بھی حضرت نوح علیہ السلام سے پہلے مانا جاتا ہے، مگر ان باتوں کا ثبوت کچھ نہیں۔ اس کے بعد امام بخاری رحمہ اللہ چند مفردات ذکر کرکے ان آیات کی طرف اشارہ کرتے ہیں جن میں نوح علیہ السلام کا ذکر ہے۔

۱- سورہ ہود آیت ۲۷ میں ہے: ﴿بَادِيَ الرَّأْيِ﴾: جس کے معنی ہیں: سرسری سوچ والے، یہ کفار نے حضرت نوح علیہ السلام کی پیروی کرنے والے مؤمنین پر پھبتی کسی ہے، انھوں نے کہا: تمہاری پیروی کرنے والے بالکل ذلیل، سرسری سوچ والے لوگ ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ترجمہ کیا ہے: مَاظهر لنا: جو بات ہماری سمجھ میں آجاتی ہے۔

۲- سورہ ہود آیت ۴۴ میں لفظ: ﴿أَقْلِعِيْ﴾: آیا ہے، اللہ تعالیٰ نے آسمان کو حکم دیا کہ تھم جا، برسنے سے رک جا۔

۳- سورہ ہود آیت ۴۴ میں ہے: ﴿وَفَارَ التَّنُّوْرُ﴾: تنور کے دو معنی کئے ہیں: (۱) پانی یعنی پانی ابلنے لگا (۲) حضرت عکرمہ رحمہ اللہ نے تنور کے معنی کئے ہیں: سطح زمین یعنی پانی زمین سے ابلنے لگا۔

۴- سورہ ہود آیت ۴۴ میں لفظ جودی آیا ہے، مجاہد رحمہ اللہ نے فرمایا: یہ جزیرۃ ابن عمر میں ایک پہاڑ ہے اس پر کشتی ٹھہری تھی، جزیرہ ابن عمر دجلہ اور فرات کے درمیان ہے، اور وہ جزیرہ نہیں ہے، نہروں کی کثرت کی وجہ سے اس کو جزیرہ کہا جاتا ہے اور ابن عمر: حجاج بن یوسف کا چچازاد بھائی ہے اس کا نام یوسف تھا۔

۵- سورۃ المؤمن آیت ۳۱ میں ہے: ﴿مِثْلَ دَأْبِ قَوْمِ نُوْحٍ﴾: دأب کے معنی ہیں: حالت۔

۶- پھر حضرت رحمہ اللہ نے پوری سورۂ نوح کا حوالہ دیا ہے، اس سورت میں تفصیل سے حضرت نوح علیہ السلام کی دعوت کا ذکر آیا ہے، مگر پوری سورت بیان کرنا مشکل ہے۔

[۳-] بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ: ﴿وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوْحًا إِلٰى قَوْمِهِ﴾

[۱-] قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: ﴿بَادِيَ الرَّأْيِ﴾: مَاظَهَرَ لَنَا. [۲-] ﴿أَقْلِعِيْ﴾: أَمْسِكِيْ. [۳-] ﴿وَفَارَ التَّنُّوْرُ﴾: نَبعَ الْمَاءُ، وَقَالَ عِكْرِمَةُ: وَجْهُ الْأَرْضِ. [٤-] وَقَالَ مُجَاهِدٌ: ﴿الْجُوْدِيِّ﴾: جَبَلٌ بِالْجَزِيْرَةِ. [٥-] ﴿دَأْبِ﴾: حَالِ. [٦-] ﴿إِنَّا أَرْسَلْنَا نُوْحًا إِلٰى قَوْمِهِ﴾: إِلٰى آخِرِ السُّوْرَةِ.

اس کے بعد دو حدیثیں ایک ہی مضمون کی ہیں جو پہلے گذر چکی ہیں، دونوں حدیثوں میں ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو دجال سے ڈرایا، دجال ایک بڑا فتنہ ہے، ہر نبی نے اس فتنہ سے اپنی امت کو ڈرایا ہے، اور دوسری حدیث میں یہ بات بھی ہے کہ دجال کے ساتھ جنت اور دوزخ کی صورت ہوگی، جس کو وہ جنت کہے گا حقیقت میں وہ دوزخ ہوگی، اور جس کو وہ دوزخ کہے گا حقیقت میں وہ جنت ہوگی، پس لوگوں کو اس کی دوزخ سے نہیں ڈرنا چاہئے، اور اس کی جنت کی آرزو نہیں کرنی چاہئے۔

[۳۳۳۷-] حدثنا عَبْدَانُ، قَالَ: أَنَا عَبْدُ اللّٰهِ، عَنْ يُوْنُسَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ سَالِمٌ: وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ: قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم فِي النَّاسِ فَأَثْنَى عَلَى اللّٰهِ بِمَا هُوَ أَهْلُهُ، ثُمَّ ذَكَرَ الدَّجَّالَ، فَقَالَ: "إِنِّيْ لَأُنْذِرُكُمُوْهُ، وَمَا مِنْ نَبِيٍّ إِلَّا أَنْذَرَهُ قَوْمَهُ، وَلَقَدْ أَنْذَرَهُ نُوْحٌ قَوْمَهُ، وَلٰكِنِّيْ أَقُوْلُ لَكُمْ فِيْهِ قَوْلًا لَمْ يَقُلْهُ نَبِيٌّ لِقَوْمِهِ، تَعْلَمُوْنَ أَنَّهُ أَعْوَرُ، وَأَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِأَعْوَرَ" [راجع: ۳۰۵۷]

[۳۳۳۸-] حدثنا أَبُوْ نُعَيْمٍ، ثَنَا شَيْبَانُ، عَنْ يَحْيىَ، عَنْ أَبِيْ سَلَمَةَ، سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: "أَلَا أُحَدِّثُكُمْ حَدِيْثًا عَنِ الدَّجَّالِ مَا حَدَّثَ بِهِ نَبِيٌّ قَوْمَهُ؟ إِنَّهُ أَعْوَرُ، وَإِنَّهُ يَجِيْءُ مَعَهُ بِتِمْثَالِ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ، فَالَّتِيْ يَقُوْلُ: إِنَّهَا الْجَنَّةُ هِيَ النَّارُ، وَإِنِّيْ أُنْذِرُكُمْ بِهِ كَمَا أَنْذَرَ بِهِ نُوْحٌ قَوْمَهُ" [راجع: ۳۰۵۷]

اس کے بعد تین حدیثیں نئی ہیں ان کا ترجمہ بعد میں ہے۔

[۳۳۳۹-] حدثنا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ، ثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ زِيَادٍ، ثَنَا الْأَعْمَشُ، عَنْ أَبِيْ صَالِحٍ، عَنْ أَبِيْ سَعِيْدٍ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: "يَجِيْءُ نُوْحٌ وَأُمَّتُهُ، فَيَقُوْلُ اللّٰهُ: هَلْ بَلَّغْتَ؟ فَيَقُوْلُ: نَعَمْ أَيْ رَبِّ! فَيَقُوْلُ لِأُمَّتِهِ: هَلْ بَلَّغَكُمْ؟ فَيَقُوْلُوْنَ: لَا، مَاجَاءَ نَا مِنْ نَبِيٍّ، فَيَقُوْلُ لِنُوْحٍ: مَنْ يَشْهَدُ لَكَ؟ فَيَقُوْلُ: مُحَمَّدٌ وَأُمَّتُهُ، فَنَشْهَدُ أَنَّهُ قَدْ بَلَّغَ، وَهُوَ قَوْلُهُ: ﴿وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِتَكُوْنُوْا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ﴾ وَالْوَسَطُ: الْعَدْلُ. [انظر: ۴۴۸۷، ۷۳۴۹]

ترجمہ: نبی ﷺ نے فرمایا: نوح علیہ السلام اور ان کی امت آئے گی یعنی دونوں اللہ کی کورٹ میں حاضر ہونگے، اللہ تعالیٰ نوحؑ سے پوچھیں گے: کیا آپ نے میرا پیغام پہنچایا؟ نوح علیہ السلام کہیں گے: ہاں، اے میرے پروردگار! پس اللہ تعالیٰ ان کی امت سے پوچھیں گے: کیا نوح نے تم کو میرا پیغام پہنچایا؟ وہ کہیں گے: نہیں، ہمارے پاس کوئی نبی نہیں آیا (نوح علیہ السلام مدعی ہیں اور ان کی قوم منکر اس لئے حضرت نوح علیہ السلام سے گواہ طلب کئے جائیں گے) پس اللہ تعالیٰ نوح

علیہ السلام سے فرمائیں گے: آپ کے لئے کون گواہی دے گا؟ حضرت نوح علیہ السلام کہیں گے: حضرت محمد ﷺ اور ان کی امت گواہی دے گی، نبی ﷺ نے فرمایا: پس ہم گواہی دیں گے کہ نوح علیہ السلام نے دین پہنچایا۔ یہ مضمون سورۃ البقرہ آیت ۱۴۳ میں ہے: ﴿وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِتَكُوْنُوْا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا﴾: اور اس طرح ہم نے تم کو معتدل امت بنایا تا کہ تم لوگوں کے مقابلہ میں گواہ بنو، اور تمہارے لئے رسول گواہ بنیں۔ وَسَط کے معنی ہیں: معتدل، گواہ، ایسا ہی ہونا چاہئے، انتہائی درجہ محبت ہو یا بغض ونفرت ہوتو گواہی قبول نہیں کی جاتی۔

[۳۳۴۰-] حدثنا إِسْحَاقُ بْنُ نَصْرٍ، ثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ، ثَنَا أَبُوْ حَيَّانَ، عَنْ أَبِىْ زُرْعَةَ، عَنْ أَبِىْ هُرَيْرَةَ، قَالَ: كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم فِيْ دَعْوَةٍ فَرُفِعَ إِلَيْهِ الذِّرَاعُ، وَكَانَتْ تُعْجِبُهُ، فَنَهَسَ مِنْهَا نَهْسَةً، وَقَالَ: " أَنَا سَيِّدُ النَّاسِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، هَلْ تَدْرُوْنَ بِمَ؟ يَجْمَعُ اللّٰهُ الْأَوَّلِيْنَ وَالْآخِرِيْنَ فِيْ صَعِيْدٍ وَاحِدٍ، فَيُبْصِرُهُمُ النَّاظِرُ، وَيُسْمِعُهُمُ الدَّاعِيْ، وَتَدْنُوْ مِنْهُمُ الشَّمْسُ، فَيَقُوْلُ بَعْضُ النَّاسِ: أَلَا تَرَوْنَ إِلٰى مَا أَنْتُمْ فِيْهِ؟ إِلٰى مَا بَلَغَكُمْ؟ أَلَا تَنْظُرُوْنَ إِلٰى مَنْ يَشْفَعُ لَكُمْ إِلٰى رَبِّكُمْ؟ فَيَقُوْلُ بَعْضُ النَّاسِ: أَبُوْكُمْ آدَمُ، فَيَأْتُوْنَهُ فَيَقُوْلُوْنَ: يَا آدَمُ! أَنْتَ أَبُو الْبَشَرِ، خَلَقَكَ اللّٰهُ بِيَدِهِ، وَنَفَخَ فِيْكَ مِنْ رُوْحِهِ، وَأَمَرَ الْمَلَائِكَةَ فَسَجَدُوْا لَكَ، وَأَسْكَنَكَ الْجَنَّةَ، أَلَا تَشْفَعُ لَنَا إِلٰى رَبِّكَ؟ أَلَا تَرَى مَا نَحْنُ فِيْهِ؟ وَمَا بَلَغَنَا؟ فَيَقُوْلُ: رَبِّيْ غَضِبَ الْيَوْمَ غَضَبًا لَمْ يَغْضَبْ قَبْلَهُ مِثْلَهُ، وَلَا يَغْضَبُ بَعْدَهُ مِثْلَهُ، وَنَهَانِيْ عَنِ الشَّجَرَةِ فَعَصَيْتُ، نَفْسِيْ نَفْسِيْ! اذْهَبُوْا إِلٰى غَيْرِيْ، اذْهَبُوْا إِلٰى نُوْحٍ.

فَيَأْتُوْنَ نُوْحًا، فَيَقُوْلُوْنَ: يَا نُوْحُ! أَنْتَ أَوَّلُ الرُّسُلِ إِلٰى أَهْلِ الْأَرْضِ، وَسَمَّاكَ اللّٰهُ عَبْدًا شَكُوْرًا، أَلَا تَرَى إِلٰى مَا نَحْنُ فِيْهِ؟ أَلَا تَرَى إِلٰى مَا بَلَغَنَا؟ أَلَا تَشْفَعُ لَنَا إِلٰى رَبِّكَ؟ فَيَقُوْلُ: رَبِّيْ غَضِبَ الْيَوْمَ غَضَبًا لَمْ يَغْضَبْ قَبْلَهُ مِثْلَهُ، وَلَا يَغْضَبُ بَعْدَهُ مِثْلَهُ، نَفْسِيْ نَفْسِيْ! ائْتُوا النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم فَيَأْتُوْنِيْ فَأَسْجُدُ تَحْتَ الْعَرْشِ، فَيُقَالُ: يَا مُحَمَّدُ ارْفَعْ رَأْسَكَ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ، وَسَلْ تُعْطَهْ" قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ: لَا أَحْفَظُ سَائِرَهُ. [انظر: ۳۳۶۱، ۴۷۱۲]

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم کسی ضیافت میں نبی ﷺ کے ساتھ تھے، پس آپؐ کے سامنے بکری کا دست پیش کیا گیا، اور آپؐ کو دست کا گوشت پسند تھا، آپؐ نے اس میں سے دانتوں سے نوچ کر کچھ کھایا، اور فرمایا: میں قیامت کے دن تمام لوگوں کا سردار ہوں گا، کیا جانتے ہو یہ بات کیوں ہوگی؟ اللہ تعالیٰ تمام اگلوں پچھلوں کو ایک زمین میں اکٹھا کریں گے پس دیکھے گا ان کو دیکھنے والا، یعنی دیکھنے والا ان کو آخر تک دیکھ سکے گا، اور سنائے گا ان کو پکارنے والا یعنی سب لوگ ایک جگہ اس طرح اکٹھا ہونگے کہ اگر کوئی پکارنے والا پکارے تو سب اس کی آواز سن لیں، اور سورج لوگوں

سے قریب آجائے گا، پس بعض لوگ کہیں گے: کیا تم دیکھتے نہیں وہ پریشانی جس میں تم ہو؟ اور تمہاری وہ پریشانی کہاں تک پہنچی ہے؟ کیا تم ڈھونڈھتے نہیں اس ہستی کو جو تمہارے لئے سفارش کرے، تمہارے پروردگار کی بارگاہ میں؟ پس کچھ لوگ کہیں گے: تمہارے ابا آدم ہیں، پس وہ ان کے پاس پہنچیں گے اور کہیں گے: اے آدم! آپ تمام انسانوں کے باپ ہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے ہاتھ سے پیدا کیا، اور آپ میں اپنی روح پھونکی، اور فرشتوں کو حکم دیا پس انھوں نے آپ کو سجدہ کیا اور آپ کو جنت میں بسایا، پس کیا آپ ہمارے لئے اپنے پروردگار کی بارگاہ میں سفارش نہیں کرتے؟ کیا نہیں دیکھتے آپ اس حالت کو جس میں ہم ہیں؟ اور اس پریشانی کو جو ہمیں پہنچی ہے؟ پس آدم علیہ السلام کہیں گے: میرے پروردگار آج ناراض ہیں ایسے ناراض کہ اس سے پہلے کبھی ایسے ناراض نہیں ہوئے، اور نہ آج کے بعد کبھی ایسے ناراض ہونگے، اور اللہ تعالیٰ نے مجھے درخت کھانے سے منع کیا تھا پس میں نے ان کی نافرمانی کی، اس لئے مجھے تو اپنی ہی فکر ہے، میرے علاوہ کسی کے پاس جاؤ، نوح علیہ السلام کے پاس جاؤ (یہاں باب ہے) پس وہ حضرت نوح علیہ السلام کے پاس آئیں گے، اور کہیں گے: اے نوحؑ! آپ زمین والوں کی طرف سب سے پہلے رسول ہیں، اور اللہ نے آپ کا نام عبد شکور رکھا ہے (سورہ بنی اسرائیل آیت ۳) کیا نہیں دیکھتے آپ اس حالت کو جس میں ہم ہیں؟ کیا نہیں دیکھتے آپ اس پریشانی کو جو ہمیں پہنچی ہے؟ کیا نہیں سفارش کرتے آپ ہمارے لئے اپنے پروردگار کے پاس؟ پس وہ کہیں گے: میرے پروردگار آج ناراض ہیں ایسے ناراض کہ اس سے پہلے کبھی ایسے ناراض نہیں ہوئے، اور نہ آج کے بعد کبھی ایسے ناراض ہونگے، مجھے تو اپنی ہی فکر لاحق ہے، جاؤ تم نبی ﷺ کے پاس، پس وہ میرے پاس آئیں گے، پس میں عرش کے نیچے سجدہ کروں گا، پس کہا جائے گا: اے محمد! سر اٹھایئے اور سفارش کیجئے، آپؐ کی سفارش قبول کی جائے گی، اور مانگئے آپؐ دیئے جائیں گے، حدیث کے راوی محمد بن عبید احدب کوفی کہتے ہیں: مجھے باقی حدیث یاد نہیں، یہ حدیث تفصیل سے ترمذی شریف (حدیث ۲۷۲۸، تحفۃ الالمعی ۶: ۲۱۰) میں ہے۔

[۳۳۴۱-] حدثنا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ، أَنَا أَبُوْ أَحْمَدَ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ أَبِيْ إِسْحَاقَ، عَنِ الْأَسْوَدِ بْنِ يَزِيْدَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ: أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم قَرَأَ ﴿فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ﴾ مِثْلَ قِرَاءَ ةِ الْعَامَّةِ.

[انظر: ۳۳۴۵، ۳۳۷۶، ۴۸۶۹، ۴۸۷۰، ۴۸۷۱، ۴۸۷۲، ۴۸۷۳، ۴۸۷۴]

وضاحت: سورۃ القمر میں ﴿فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ﴾: بار بار آیا ہے، یعنی کیا کوئی نصیحت حاصل کرنے والا ہے؟ مدّکر کی اصل مذتکر ہے پہلے تاء کو دال (مہملہ) سے بدلا، پھر ذال (معجمہ) کو دال (مہملہ) سے بدلا، پھر دونوں میں ادغام کیا، یہی عام قراءت ہے، ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: نبی ﷺ نے ﴿فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ﴾: پڑھا جیسا کہ عام قراءت ہے، یہ آیت حضرت نوح علیہ السلام کے تذکرہ کے بعد بھی آئی ہے یہی حدیث کی باب سے مناسبت ہے۔

بَابُ: ﴿وَإِنَّ إِلْيَاسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ﴾

حضرت الیاس علیہ السلام کا تذکرہ

حاشیہ میں ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ کے نزدیک راجح بات یہ ہے کہ ادریس علیہ السلام حضرت نوح علیہ السلام کے اجداد میں سے نہیں ہیں، اس لئے حضرت الیاس علیہ السلام کا تذکرہ حضرت نوح علیہ السلام کے بعد لائے ہیں۔

او۲-سورۃ الصافات آیات ۱۲۳-۱۳۲ میں ہے: ''اور الیاس بھی (بنی اسرائیل کے) پیغمبروں میں سے تھے، جب انھوں نے اپنی قوم سے کہا: کیا تم اللہ سے ڈرتے نہیں؟ کیا تم بَعل کو پوجتے ہو؟ اور اس کو چھوڑ بیٹھے ہو جو سب سے بڑھ کر بنانے والا ہے؟ یعنی اللہ تعالیٰ جو تمہارا بھی رب ہے اور تمہارے اگلے باپ دادوں کا بھی رب ہے، ان لوگوں نے ان کو جھٹلایا، پس بیشک وہ البتہ پکڑے جائیں گے، مگر جو اللہ کے خاص بندے ہیں، اور ہم نے الیاس کے لئے پیچھے آنے والوں میں یہ بات رہنے دی کہ الیاسین پر سلام ہو، ہم مخلصین کو ایسا ہی صلہ دیا کرتے ہیں، بیشک وہ ہمارے ایمان دار بندوں میں سے تھے'' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: پچھلوں میں ان کا ذکر خیر باقی رہا۔

فائدہ: إلیاسین میں دو قراءتیں ہیں، اکثر قاری إلیاس کے آخر میں ی، ن زیادہ کرکے إلیاسین پڑھتے ہیں اور مدینہ کے قراء آل کو الگ کرکے آل یاسین پڑھتے ہیں، اس صورت میں یاسین حضرت الیاس علیہ السلام کے باپ کا نام ہوگا۔

۳-حضرات ابن مسعود اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ضعیف روایت مروی ہے کہ الیاس اور ادریس ایک شخصیت ہیں۔

[٤-] بَابُ: ﴿وَإِنَّ إِلْيَاسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ﴾

[١-] ﴿إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ أَلَا تَتَّقُوْنَ﴾ إِلٰى ﴿وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْآخِرِيْنَ﴾ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: يُذْكَرُ بِخَيْرٍ.

[٢-] ﴿سَلَامٌ عَلٰى آلِ يَاسِيْنَ إِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِيْ الْمُحْسِنِيْنَ، إِنَّهُ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ﴾

[٣-] وَيُذْكَرُ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ وَابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ إِلْيَاسَ هُوَ إِدْرِيْسُ.

بَابُ ذِكْرِ إِدْرِيْسَ

حضرت ادریس علیہ السلام کا تذکرہ

ایک جماعت کہتی ہے: حضرت ادریس علیہ السلام حضرت نوح علیہ السلام کے اجداد میں ہیں، مگر یہ رائے بے دلیل ہے، اس لئے امام بخاری رحمہ اللہ نے ان کا تذکرہ حضرت نوح علیہ السلام کے بعد کیا ہے، پھر حضرت ادریس علیہ السلام کا زمانہ کونسا ہے؟ اس کی تعیین بھی مشکل ہے، نبی ﷺ نے حضرت ادریس علیہ السلام سے چوتھے آسمان پر ملاقات کی ہے،

جیسا باب کی حدیث میں ہے، اور سورہ مریم آیت ۵۷ میں آپ کے تذکرہ میں ہے:﴿وَرَفَعْنَاهُ مَكَانًا عَلِيًّا﴾: اورہم نے ان کو (کمالات میں) بلندرتبہ تک پہنچایا، اس آیت کی تفسیر میں اسرائیلی روایات ہیں کہ حضرت ادریس علیہ السلام کی ایک فرشتہ سے دوستی تھی، وہ ان کو اپنے پَر میں چھپا کر جنت میں لے گیا، پھر حضرت ادریس علیہ السلام نے واپس آنے سے انکار کردیا، ابن کثیرؒ فرماتے ہیں: یہ سب اسرائیلی خرافات ہیں، اوران میں روایتی اعتبار سے نکارت ہے، یعنی یہ ناقابل اعتبار روایتیں ہیں، پس صحیح تفسیر یہ ہے کہ ﴿مَكَانًا عَلِيًّا﴾ سے مرادکمالات ہیں، اور باب میں معراج کی روایت ہے جو پہلے گذری ہے۔

[۵-] بَابُ ذِكْرِ إِدْرِيْسَ

وَقَوْلِ اللهِ عَزَّوَجَلَّ:﴿وَرَفَعْنَاهُ مَكَانًا عَلِيًّا﴾[مريم: ۵۷]

[۳۳۴۲-] حدثنا عَبْدَانُ، أَنَا عَبْدُ اللهِ، ثَنَا يُوْنُسُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، ح: وَثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، ثَنَا عَنْبَسَةُ، ثَنَا يُوْنُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، قَالَ: قَالَ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ: كَانَ أَبُوْ ذَرٍّ يُحَدِّثُ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ: " فُرِجَ سَقْفُ بَيْتِيْ وَأَنَا بِمَكَّةَ، فَنَزَلَ جِبْرِيْلُ فَفَرَجَ صَدْرِيْ، ثُمَّ غَسَلَهُ بِمَاءِ زَمْزَمَ، ثُمَّ جَاءَ بِطَسْتٍ مِنْ ذَهَبٍ مُمْتَلِيءٍ حِكْمَةً وَإِيْمَانًا، فَأَفْرَغَهَا فِيْ صَدْرِيْ ثُمَّ أَطْبَقَهُ، ثُمَّ أَخَذَ بِيَدِيْ فَعَرَجَ بِيْ إِلَى السَّمَاءِ، فَلَمَّا جَاءَ إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا، قَالَ جِبْرِيْلُ لِخَازِنِ السَّمَاءِ: افْتَحْ، قَالَ: مَنْ هٰذَا؟ قَالَ: هٰذَا جِبْرَئِيْلُ، قَالَ: مَعَكَ أَحَدٌ؟ قَالَ: مَعِيَ مُحَمَّدٌ، قَالَ: أُرْسِلَ إِلَيْهِ؟ قَالَ: نَعَمْ، فَفَتَحَ، فَلَمَّا عَلَوْنَا السَّمَاءَ إِذَا رَجُلٌ عَنْ يَمِيْنِهِ أَسْوِدَةٌ وَعَنْ يَسَارِهِ أَسْوِدَةٌ، فَإِذَا نَظَرَ قِبَلَ يَمِيْنِهِ ضَحِكَ، وَإِذَا نَظَرَ قِبَلَ شِمَالِهِ بَكَى، فَقَالَ: مَرْحَبًا بِالنَّبِيِّ الصَّالِحِ وَالِابْنِ الصَّالِحِ، قُلْتُ: مَنْ هٰذَا يَا جِبْرِيْلُ؟ قَالَ: هٰذَا آدَمُ، وَهٰذِهِ الْأَسْوِدَةُ عَنْ يَمِيْنِهِ وَعَنْ شِمَالِهِ نَسَمُ بَنِيْهِ، فَأَهْلُ الْيَمِيْنِ مِنْهُمْ أَهْلُ الْجَنَّةِ، وَالْأَسْوِدَةُ الَّتِيْ عَنْ شِمَالِهِ أَهْلُ النَّارِ، فَإِذَا نَظَرَ قِبَلَ يَمِيْنِهِ ضَحِكَ، وَإِذَا نَظَرَ قِبَلَ شِمَالِهِ بَكَى، ثُمَّ عَرَجَ بِيْ جِبْرَئِيْلُ حَتَّى أَتَى السَّمَاءَ الثَّانِيَةَ، فَقَالَ لِخَازِنِهَا: افْتَحْ، فَقَالَ لَهُ خَازِنُهَا مِثْلَ مَا قَالَ الْأَوَّلُ، فَفَتَحَ، قَالَ أَنَسٌ: فَذَكَرَ أَنَّهُ وَجَدَ فِي السَّمَاوَاتِ إِدْرِيْسَ وَمُوْسَى وَعِيْسٰى وَإِبْرَاهِيْمَ، لَمْ يُثْبِتْ لِيْ كَيْفَ مَنَازِلَهُمْ، غَيْرَ أَنَّهُ وَجَدَ آدَمَ فِي السَّمَاءِ الدُّنْيَا وَإِبْرَاهِيْمَ فِي السَّادِسَةِ، وَقَالَ أَنَسٌ: " فَلَمَّا مَرَّ جِبْرَئِيْلُ بِإِدْرِيْسَ، قَالَ: مَرْحَبًا بِالنَّبِيِّ الصَّالِحِ وَالْأَخِ الصَّالِحِ، فَقُلْتُ: مَنْ هٰذَا؟ قَالَ: هٰذَا إِدْرِيْسُ، ثُمَّ مَرَرْتُ بِمُوْسَى، فَقَالَ: مَرْحَبًا بِالنَّبِيِّ الصَّالِحِ وَالْأَخِ الصَّالِحِ، قُلْتُ: مَنْ هٰذَا؟ قَالَ: هٰذَا مُوْسَى، ثُمَّ مَرَرْتُ بِعِيْسَى. فَقَالَ: مَرْحَبًا بِالنَّبِيِّ الصَّالِحِ وَالْأَخِ الصَّالِحِ، فَقُلْتُ: مَنْ هٰذَا؟ قَالَ: [هٰذَا] عِيْسَى، ثُمَّ مَرَرْتُ بِإِبْرَاهِيْمَ فَقَالَ: مَرْحَبًا بِالنَّبِيِّ الصَّالِحِ وَالِابْنِ الصَّالِحِ، فَقُلْتُ: مَنْ هٰذَا؟ قَالَ: هٰذَا إِبْرَاهِيْمُ" قَالَ ابْنُ شِهَابٍ، وَأَخْبَرَنِيْ

ابْنُ حَزْمٍ، أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ وَأَبَا حَيَّةَ الْأَنْصَارِيَّ، كَانَا يَقُوْلَانِ: قَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم: " ثُمَّ عَرَجَ بِيْ جَبْرَئِيْلُ حَتَّى ظَهَرْتُ لِمُسْتَوًى أَسْمَعُ صَرِيْفَ الْأَقْلَامِ" قَالَ ابْنُ حَزْمٍ وَأَنَسُ بْنُ مَالِكٍ: قَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم: " فَفَرَضَ اللّٰهُ عَلَيَّ خَمْسِيْنَ صَلَاةً، فَرَجَعْتُ بِذٰلِكَ حَتَّى أَمُرَّ بِمُوْسَى، فَقَالَ مُوْسَى: مَا الَّذِيْ فَرَضَ رَبُّكَ عَلٰى أُمَّتِكَ؟ قُلْتُ: فُرِضَ عَلَيْهِمْ خَمْسِيْنَ صَلَاةً، قَالَ: فَرَاجِعْ رَبَّكَ، فَإِنَّ أُمَّتَكَ لَا تُطِيْقُ ذٰلِكَ، فَرَجَعْتُ فَرَاجَعْتُ رَبِّيْ فَوَضَعَ شَطْرَهَا، فَرَجَعْتُ إِلٰى مُوْسَى، فَقَالَ: رَاجِعْ رَبَّكَ، فَذَكَرَ مِثْلَهُ. فَوَضَعَ شَطْرَهَا، فَرَجَعْتُ إِلٰى مُوْسَى، فَقَالَ ذٰلِكَ فَفَعَلْتُ فَوَضَعَ شَطْرَهَا فَرَجَعْتُ إِلٰى مُوْسَى، فَأَخْبَرْتُهُ فَقَالَ: رَاجِعْ رَبَّكَ فَإِنَّ أُمَّتَكَ لَاتُطِيْقُ ذٰلِكَ فَرَجَعْتُ فَرَاجَعْتُ رَبِّيْ فَقَالَ: هِيَ خَمْسٌ وَهِيَ خَمْسُوْنَ، لَا يُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَيَّ، فَرَجَعْتُ إِلٰى مُوْسَى فَقَالَ: رَاجِعْ رَبَّكَ، فَقُلْتُ: قَدِ اسْتَحْيَيْتُ مِنْ رَبِّيْ، ثُمَّ انْطَلَقَ حَتَّى أَتَى بِي السِّدْرَةَ الْمُنْتَهَى، فَغَشِيَهَا أَلْوَانٌ لَا أَدْرِيْ مَاهِيَ، ثُمَّ أُدْخِلْتُ الْجَنَّةَ فَإِذَا فِيْهَا جَنَابِذُ اللُّؤْلُؤِ، وَإِذَا تُرَابُهَا الْمِسْكُ.[راجع: ۳۴۹]

قوله:أسودة: یہ سَواد کی جمع ہے جیسے أزمنة: زَمان کی، اورسَواد سے شخص مراد ہے، حضرت آدم علیہ السلام کی دائیں جانب مؤمنین کی روحیں تھیں، اور بائیں جانب کفار کی............**مُسْتَوی:** لیول، چڑھائی کا آخری مرتبہ.......... **صریف الأقلام:** قلموں کی آواز یہ فرشتے لکھ رہے تھے..........**شطر:** ایک حصہ، اس کے معنی آدھے کے نہیں........ **جنابذ:** جَنْبذ کی جمع اور حنبذ: گنبد کی عربی ہے، جنت میں موتی کے گنبد ہیں۔

بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ: ﴿وَإِلٰى عَادٍ أَخَاهُمْ هُوْدًا﴾

حضرت ہود علیہ السلام کا تذکرہ

حضرت ہود علیہ السلام قوم عاد کے پیغمبر ہیں، اور باب کی آیت سورۂ ہود کی آیت ۵۰ ہے، عاد کا مسکن احقاف تھا، یہ جزیرۂ عرب میں حضرموت کے شمال میں واقع ہے، عاد بت پرست قوم تھی، حضرت ہود علیہ السلام نے ان کو توحید کی دعوت دی مگر انھوں نے قبول نہ کی تو وہ عذاب الٰہی سے ہلاک کئے گئے، عذاب پہلے خشک سالی کی شکل میں نمودار ہوا پھر آٹھ دن اور سات راتیں مسلسل طوفانی ہوا چلی، جس نے ان کی آبادی کو تہہ وبالا کردیا، اور وہ قوی ہیکل انسان اس طرح بے حس وحرکت پڑے رہ گئے، جیسے تناور درخت جڑ سے اکھڑ کر گرجاتا ہے، سورۃ الاحقاف آیات ۲۱-۲۵ میں ان کا تذکرہ ہے، **أحقاف:** حِقْف کی جمع ہے، اس کے معنی ہیں: خم دار اور لمبا ریت کے ٹیلوں کا سلسلہ، اور حضرت عطاء بن ابی رباح کی جو روایت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہے وہ پہلے (حدیث ۳۲۰۶) کتاب بدء الخلق میں آئی ہے: جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم بادل دیکھتے تھے تو پریشان ہوجاتے تھے جب آپؐ سے اس کی وجہ پوچھی گئی تو آپؐ نے فرمایا: وہ بادل قوم عاد کے بادل جیسا بھی تو ہوسکتا

ہے، اور سلیمان بن یسار کی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کتاب التفسیر میں (حدیث ۴۸۲۹) آئے گی، اس میں بھی یہی مضمون ہے کہ لوگ بادل دیکھ کر خوش ہوتے ہیں، مگر نبی ﷺ پریشان ہوتے تھے، وجہ پوچھی گئی تو فرمایا: بادل میں عذاب بھی تو ہوسکتا ہے، جیسے قوم عاد ہوا کے ذریعہ ہلاک کی گئی۔

اور سورۃ الحاقہ آیت ۶-۸ میں ہے: ﴿وَأَمَّا عَادٌ فَأُهْلِكُوْا بِرِيْحٍ صَرْصَرٍ عَاتِيَةٍ، سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ سَبْعَ لَيَالٍ وَثَمٰنِيَةَ أَيَّامٍ حُسُوْمًا فَتَرَى الْقَوْمَ فِيْهَا صَرْعٰى، كَأَنَّهُمْ أَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ، فَهَلْ تَرَى لَهُمْ مِنْ بَاقِيَةٍ﴾: اور رہے عاد تو وہ ایک تیز وتند ہوا کے ذریعہ ہلاک کئے گئے (صرصر کے معنی ہیں: تیز وتند، ابن عیینہؒ نے فرمایا: ہوا پر مقرر کئے ہوئے فرشتوں کے ہاتھ سے بے قابو) جس کو اللہ تعالیٰ نے ان پر سات راتیں اور آٹھ دن مسلسل مسلط کیا (حُسُوْمًا کے معنی ہیں: پے بہ پے، مسلسل) پس دیکھ رہا تو اس قوم کو اس طرح گرا ہوا جیسے وہ گرے ہوئے کھجوروں کے تنے ہوں (أعجاز کے معنی ہیں: اصول: تنے) پس کیا تجھ کو ان سے میں کوئی بچا ہوا نظر آتا ہے؟ (باقیة کے معنی ہیں: بقیة)

[٦-] بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ: ﴿وَإِلٰى عَادٍ أَخَاهُمْ هُوْدًا﴾

[١-] وَقَوْلِهِ: ﴿إِذْ أَنْذَرَ قَوْمَهُ بِالْأَحْقَافِ﴾ إِلٰى قَوْلِهِ: ﴿كَذٰلِكَ نَجْزِى الْقَوْمَ الْمُجْرِمِيْنَ﴾ [٢-] فِيْهِ عَطَاءٌ وَسُلَيْمَانُ، عَنْ عَائِشَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم. [٣-] وَقَوْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ: ﴿وَأَمَّا عَادٌ فَأُهْلِكُوْا بِرِيْحٍ صَرْصَرٍ﴾ شَدِيْدَةٍ ﴿عَاتِيَةٍ﴾ قَالَ ابْنُ عُيَيْنَةَ: عَتَتْ عَلَى الْخُزَّانِ. ﴿سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ سَبْعَ لَيَالٍ وَثَمَانِيَةَ أَيَّامٍ حُسُوْمًا﴾: مُتَتَابِعَةً. ﴿فَتَرَى الْقَوْمَ فِيْهَا صَرْعَى كَأَنَّهُمْ أَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ﴾: أُصُوْلُهَا. ﴿فَهَلْ تَرَىٰ لَهُمْ مِنْ بَاقِيَةٍ﴾: بَقِيَّةٍ.

پھر وہ حدیث ہے جو پہلے گذری ہے، نبی ﷺ نے فرمایا: ’’میں پروا ہوا کے ذریعہ مدد کیا گیا اور عاد پچھوا ہوا کے ذریعہ ہلاک کئے گئے، اس کے بعد نئی حدیث ہے اس کا ترجمہ بعد میں ہے۔

[٣٣٤٣-] حدثنا مُحَمَّدُ بْنُ عَرْعَرَةَ، ثَنَا شُعْبَةُ، عَنِ الْحَكَمِ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم، قَالَ: "نُصِرْتُ بِالصَّبَا، وَأُهْلِكَتْ عَادٌ بِالدَّبُوْرِ" [راجع: ١٠٣٥]

[٣٣٤٤-] وَقَالَ ابْنُ كَثِيْرٍ: عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنِ ابْنِ أَبِيْ نُعْمٍ، عَنْ أَبِيْ سَعِيْدٍ، قَالَ: بَعَثَ عَلِيٌّ إِلٰى النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم بِذُهَيْبَةٍ، فَقَسَمَهَا بَيْنَ أَرْبَعَةٍ: الْأَقْرَعِ بْنِ حَابِسٍ الْحَنْظَلِيِّ ثُمَّ الْمُجَاشِعِيِّ، وَعُيَيْنَةَ ابْنِ بَدْرٍ الْفَزَارِيِّ، وَزَيْدٍ الطَّائِيِّ، ثُمَّ أَحَدِ بَنِيْ نَبْهَانَ، وَعَلْقَمَةَ بْنِ عُلَاثَةَ الْعَامِرِيِّ ثُمَّ أَحَدِ بَنِيْ كِلَابٍ، فَغَضِبَتْ قُرَيْشٌ وَالْأَنْصَارُ، قَالُوْا: يُعْطِيْ صَنَادِيْدَ أَهْلِ نَجْدٍ وَيَدَعُنَا؟ قَالَ: "إِنَّمَا أَتَأَلَّفُهُمْ" فَأَقْبَلَ رَجُلٌ غَائِرُ الْعَيْنَيْنِ، مُشْرِفُ الْوَجْنَتَيْنِ، نَاتِئُ الْجَبِيْنِ، كَثُّ اللِّحْيَةِ، مَحْلُوْقٌ، فَقَالَ: اتَّقِ اللّٰهَ يَا مُحَمَّدُ، فَقَالَ: "مَنْ

يُطِيعُ اللّٰهَ إِذَا عَصَيْتُ؟ أَيَأْمَنُنِىْ اللّٰهُ عَلٰى أَهْلِ الْأَرْضِ وَلَا تَأْمَنُوْنِىْ؟" فَسَأَلَهُ رَجُلٌ قَتْلَهُ، أَحْسِبُهُ خَالِدَ بْنَ الْوَلِيْدِ فَمَنَعَهُ فَلَمَّا وَلّٰى قَالَ:" إِنَّ مِنْ ضِئْضِىءِ هٰذَا - أَوْ: فِى عَقِبِ هٰذَا - قَوْمًا يَقْرَؤُوْنَ الْقُرْآنَ لَا يُجَاوِزُ حَنَاجِرَهُمْ، يَمْرُقُوْنَ مِنَ الدِّيْنِ مُرُوْقَ السَّهْمِ مِنَ الرَّمِيَّةِ، يَقْتُلُوْنَ أَهْلَ الْإِسْلَامِ وَيَدَعُوْنَ أَهْلَ الْأَوْثَانِ، لَئِنْ أَنَا أَدْرَكْتُهُمْ لَأَقْتُلَنَّهُمْ قَتْلَ عَادٍ"[انظر: ۳۶۱۰، ۴۳۵۱، ۴۶۶۷، ۵۰۵۸، ۶۱۶۳، ۶۹۳۱، ۶۹۳۴، ۷۴۳۲]

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یمن سے نبی ﷺ کے پاس تھوڑا سا سونا بھیجا، آپؐ نے اس کو چار آدمیوں میں بانٹا، اقرع، عیینہ، زید طائی اور علقمہ کے درمیان، پس قریش اور انصار ناراض ہوئے، انھوں نے کہا: نجد کے رؤسا کو دیتے ہیں اور ہمیں چھوڑتے ہیں، آپؐ نے فرمایا: میں ان کو اسلام کے ساتھ جوڑتا ہوں، پس ایک شخص آیا جس کی دونوں آنکھیں دھنسی ہوئی تھیں، دونوں رخسار ابھرے ہوئے تھے، ماتھا ابھرا ہوا تھا، ڈاڑھی گھنی تھی، سر منڈا ہوا تھا، اس نے کہا: اے محمد! اللہ سے ڈرو، پس آپؐ نے فرمایا: کون اللہ کی اطاعت کرے گا جب میں نافرمانی کروں گا؟ کیا اللہ تعالیٰ زمین والوں کے معاملہ میں مجھ پر اعتماد کریں اور تم مجھ پر اعتماد نہ کرو! پس ایک شخص نے غالباً حضرت خالد بن الولیدؓ نے اس کو قتل کرنے کی اجازت چاہی، آپؐ نے ان کو منع کیا، جب وہ شخص پیٹھ پھیر کر گیا تو آپؐ نے فرمایا: اس کی جڑ سے یا فرمایا: اس کی نسل سے، ایسے لوگ پیدا ہونگے جو قرآنِ کریم پڑھیں گے، وہ ان کے گلوں سے آگے نہیں بڑھے گا، وہ دین سے نکل جائیں گے جس طرح تیر شکار سے نکل جاتا ہے، وہ مسلمانوں سے لڑیں گے اور مشرکوں کو چھوڑیں گے، بخدا! اگر میں نے ان کو پایا تو ضرور میں ان کو قتل کروں گا عاد کے قتل کرنے کی طرح (یہاں باب ہے) یعنی جس طرح قوم عاد جڑ مڑ سے اکھاڑ دی گئی میں بھی ان کا صفایا کردوں گا۔

پھر آخر میں مدّکر والی روایت ہے، سورۂ قمر میں حضرت ہود علیہ السلام کے تذکرہ کے بعد بھی یہ آیت آئی ہے۔

[۳۳۴۵-] حدثنا خَالِدُ بْنُ يَزِيْدَ، ثَنَا إِسْرَائِيْلُ، عَنْ أَبِىْ إِسْحَاقَ، عَنِ الْأَسْوَدِ، قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ، قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِىَّ صلى الله عليه وسلم يَقْرَأُ ﴿فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ﴾[راجع: ۳۳۴۱]

بَابُ قِصَّةِ يَأْجُوْجَ وَمَأْجُوْجَ، وَبَابُ قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ: ﴿وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنْ ذِى الْقَرْنَيْنِ﴾

یاجوج و ماجوج کا قصہ اور ذوالقرنین کا تذکرہ

یہ دو باب ہیں، ذیلی باب پہلے ہے اور اصل باب بعد میں ہے، پہلا باب بطور مقدمہ ہے اور دوسرا باب مقصود ہے، اور یاجوج و ماجوج کا تذکرہ کتاب الانبیاء میں اس لئے لائے ہیں کہ حضرت ذوالقرنین رحمہ اللہ کے ساتھ ان کے قصہ کا گہرا تعلق ہے، اور حضرت ذوالقرنین کا تذکرہ کتاب الانبیاء میں اس لئے لائے ہیں کہ ایک قول ان کے نبی ہونے کا بھی ہے، شاید یہ قول امام بخاری رحمہ اللہ کے نزدیک راجح ہو، مگر عام علماء کے نزدیک راجح یہ ہے کہ ذوالقرنین ایک نیک نہاد بادشاہ

تھے، نبی یا رسول نہیں تھے، حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: لَمْ یَكُنْ نَبِيًّا وَلَا مَلَكًا: ذوالقرنین نہ نبی تھے نہ فرشتے۔ حافظ رحمہ اللہ نے اس روایت کی توثیق کی ہے اور لکھا ہے کہ یہی اکثر علماء کی رائے ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی یہی بات مروی ہے کہ ذوالقرنین نیک اور صالح بادشاہ تھے، اللہ تعالیٰ نے ان کے اعمال کو پسند فرمایا اور قرآن میں ان کی تعریف کی، وہ فاتح اور کامیاب بادشاہ تھے (البدایہ والنہایہ ۲:۱۰۲)

اور یاجوج وماجوج کے بارے میں تمام صحیح روایات، محدثین، مفسرین اور مؤرخین متفق ہیں کہ وہ حضرت نوح علیہ السلام کے صاحبزادے یافث کی اولاد ہیں، وہ کوئی عجیب الخلقت مخلوق نہیں ہیں، بلکہ دنیائے انسانی کی عام آبادی کی طرح وہ بھی انسان ہیں، وہ سد سکندری کی دوسری جانب آباد تھے اور ان کی بہت بڑی تعداد تھی، وہ کبھی کبھی موقع پاکر یلغار کرتے ہوئے مجاور قوموں میں گھس آتے تھے، اور لوٹ مار کرکے لوٹ جاتے تھے، ارشاد پاک ہے: ''لوگوں نے عرض کیا: اے ذوالقرنین! یاجوج وماجوج اس سرزمین میں آکر فساد مچاتے ہیں، یعنی ہمارے علاقہ میں گھس کر ہمیں پریشان کرتے ہیں''

ذوالقرنین رحمہ اللہ نے تین اسفار کئے ہیں، تیسرے سفر میں سد سکندری بنائی ہے، ارشاد پاک ہے: —— انھوں نے سفر کا سروسامان کیا —— سَبَبَ کا ترجمہ سامان بھی ہوسکتا ہے اور راہ بھی، سَبَب: اصل میں اس رسّی کو کہتے ہیں جس کے ذریعہ درخت پر چڑھا جائے یا کنویں میں پانی تک پہنچا جائے، پھر ہر اس چیز کا نام سبب پڑ گیا جو کسی دوسری شئ تک پہنچنے کا ذریعہ ہو —— ذوالقرنینؒ نے جواب دیا: جس چیز میں میرے پروردگار نے مجھے قدرت دی ہے وہ بہتر ہے —— یعنی مال اور خزانہ میرے پاس اللہ کا دیا ہوا بہت ہے، مجھے کسی مالی مدد کی ضرورت نہیں، ہاں جسمانی محنت کی ضرورت ہے —— تم مجھے لوہے کے بڑے بڑے ٹکڑے دو —— زُبَر: زُبْرة کی جمع ہے، اس کے معنی ہیں: ٹکڑا —— یہاں تک کہ جب اس نے دونوں پھانکوں کے بیچ میں دیوار چن کر برابر کردی —— صَدَف، سَدّ، اور جَبَل کے ایک معنی ہیں —— تو حکم دیا کہ دھکاؤ یہاں تک کہ جب ذوالقرنین نے اس کو لال انگارا کردیا تو حکم دیا کہ مجھے لاکر دو میں اس پر پگھلا ہوا تانبا ڈال دوں —— تاکہ وہ لوہے کی درزوں میں پیوست ہوکر ناقابل تسخیر دیوار بن جائے، قطر کے چار معنی کئے گئے ہیں: (۱) سیسہ (۲) لوہا (۳) پیتل (۴) تانبا —— پس یاجوج وماجوج نہ تو اس دیوار پر چڑھ سکے نہ اس میں سوراخ کرسکے —— ظَهَرَ يَظْهَرُ ظَهْرًا کے معنی ہیں: چڑھنا، اور استطاع: باب استفعال سے ہے، مجرد طاع یطوع طَوْعًا ہے اور اسطاع اصل میں استطاع تھا، ت اور ط قریب المخرج تھے اس لئے ت کو حذف کیا اسطاع ہوا —— ذوالقرنینؒ نے کہا: یہ میرے پروردگار کی مہربانی ہے، پھر جب میرے پروردگار کے وعدہ کا وقت آئے گا تو وہ اس دیوار کو پیوند خاک کردیں گے —— دكّاء کے معنی ہیں: زمین کے ساتھ اس کو چپکا دیں گے، ناقَةٌ دَكَّاءُ: وہ اونٹنی جس کی کوہان کی چربی ختم ہوگئی ہو اور کوہان دب کر رہ گئی ہو، اسی معنی میں الدَّكْدَاك ہے، جوہریؒ کہتے ہیں: دکداک وہ ہموار زمین ہے جو سخت ہوگئی ہو —— اور میرے پروردگار کا وعدہ برحق ہے —— یعنی جب اس دیوار کی مدت عمر پوری ہوجائے گی اور اس کے ٹوٹنے کا وقت آئے گا تو یہ مضبوط آہنی دیوار زمین بوس

ہوجائے گی، جس طرح دنیا کی ہر چیز فانی ہے یہ دیوار بھی اپنے وقت پر ٹوٹ جائے گی ـــــ اور ہم نے اس دن ان کے بعض کو بعض میں ٹھاٹھیں مارتا ہوا چھوڑ دیا ـــــ راستہ بند ہوجانے کے بعد وہ قومیں آپس ہی میں جنگ و پیکار میں مشغول ہوگئیں، اور وہ قومیں اتنی کثیر تعداد میں تھیں کہ جب ان کی باہم جنگ ہوتی تو ایسا محسوس ہوتا جیسے سمندر ٹھاٹھیں مار رہا ہے۔

اور سورۃ الانبیاء آیت ۹۶ میں ہے ـــــ جب یاجوج وماجوج کھول دیئے جائیں گے اور وہ ہر بلندی سے پھسلتے آئیں گے ـــــ یہ قیامت کی ایک نشانی ہے، نفخ صور سے پہلے یاجوج وماجوج کے تمام قبیلے ایک ساتھ امنڈ پڑیں گے، اور دنیا میں غارت گری مچائیں گے اور اپنی مقامی بلندیوں سے یا فضائے آسمانی سے تیزی کے ساتھ اترتے ہوئے زمین میں پھیل جائیں گے، قتادہ رحمہ اللہ نے حَدَب کے معنی ٹیلہ کے کئے ہیں۔

پھر حضرت امام رحمہ اللہ نے ایک ضعیف روایت لکھی ہے، قتادہؒ کہتے ہیں: مدینہ کے ایک شخص نے نبی ﷺ کو بتلایا کہ اس نے یاجوج وماجوج کی دیوار دیکھی ہے، آپؐ نے پوچھا: وہ کیسی تھی؟ اس نے کہا: یمنی چادر جیسی تھی (جس کی زمین سفید ہوتی ہے اور اس میں لال دھاریاں ہوتی ہیں) نبی ﷺ نے فرمایا: قَدْ رَأَيْتَهُ: تم نے واقعی وہ دیوار دیکھی ہے، یہ روایت دو تین کتابوں میں مروی ہے، مگر وہ کتابیں طبقۂ خامسہ کی ہیں، جن کی روایتیں عام طور پر ضعیف ہوتی ہیں، علاوہ ازیں اس کی سند میں مجہول واسطہ بھی ہے، اس لئے صحیح بات یہ ہے کہ وہ دیوار اب موجود نہیں، امام العصر علامہ محمد انور شاہ صاحب کشمیری قدس سرہ سابق شیخ الحدیث دار العلوم دیوبند نے عقیدۃ الاسلام (ص:۲۰۱) میں لکھا ہے کہ سورۃ الانبیاء کی آیت میں دیوار کا قطعاً کوئی ذکر نہیں، اور فتح سے عروج وخروج مراد ہے، دیوار کا ٹوٹنا اور یاجوج وماجوج کا نکلنا مراد نہیں، کیونکہ اس آیت میں دیوار کا ذکر نہیں۔

ملحوظہ: وہ کونسے پہاڑ تھے جن کے درمیان ذوالقرنین نے دیوار بنائی تھی؟ اور وہ کونسی قوم تھی جن کی حفاظت کے لئے یہ سامان کیا تھا؟ اور دیوار اب بھی باقی ہے یا ٹوٹ پھوٹ چکی ہے؟ اور یاجوج وماجوج کون ہیں؟ اور ان کے بارے میں بے سروپا روایتیں کیوں مشہور ہوئیں؟ ان باتوں کی تفصیل ہدایت القرآن (۵:۲۳۱) میں ہے اور ترمذی شریف میں جو روایت ہے کہ یاجوج وماجوج روزانہ دیوار کھودتے ہیں یا چاٹتے ہیں اس کی تفصیل بھی ہدایت القرآن میں ہے۔

[۷-] بَابُ قِصَّةِ يَأْجُوْجَ وَمَأْجُوْجَ، وَقَوْلِ اللّٰهِ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى:

﴿إِنَّ يَأْجُوْجَ وَمَأْجُوْجَ مُفْسِدُوْنَ فِي الْأَرْضِ﴾

بَابٌ: وَقَوْلُ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ: ﴿وَيَسْأَلُوْنَكَ عَنْ ذِي الْقَرْنَيْنِ﴾ إِلٰى قَوْلِهِ ﴿سَبَبًا﴾

سَبَبًا: طَرِيْقًا. إِلٰى قَوْلِهِ: ﴿آتُوْنِيْ زُبَرَ الْحَدِيْدِ﴾ وَاحِدُهَا زُبْرَةٌ، وَهِيَ الْقِطَعُ ﴿حَتّٰى إِذَا سَاوٰى بَيْنَ الصَّدَفَيْنِ﴾ يُقَالُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: الْجَبَلَيْنِ، وَالسَّدَّيْنِ: الْجَبَلَيْنِ. ﴿خَرْجًا﴾: أَجْرًا، قَالَ: ﴿انْفُخُوْا حَتّٰى

إِذَا جَعَلَهُ نَارًا قَالَ آتُوْنِیْ أُفْرِغْ عَلَيْهِ قِطْرًا﴾ أَصُبُّ عَلَيْهِ قِطْرًا: رَصَاصًا وَيُقَالُ: الْحَدِيْدُ، وَيُقَالُ الصُّفْرُ، وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: النُّحَاسُ ﴿فَمَا اسْطَاعُوْا أَنْ يَظْهَرُوْهُ﴾ يَعْلُوْهُ، اسْطَاعَ: اسْتَفْعَلَ مِنْ طُعْتُ لَهُ، فَلِذٰلِكَ فُتِحَ أَسْطَاعَ يَسْطِيْعُ، وَقَالَ بَعْضُهُمْ: اسْتَطَاعَ يَسْتَطِيْعُ﴿ وَمَا اسْتَطَاعُوْا لَهُ نَقْبًا، قَالَ هٰذَا رَحْمَةٌ مِنْ رَبِّیْ فَإِذَا جَاءَ وَعْدُ رَبِّیْ جَعَلَهُ دَكَّاءَ﴾: أَلْزَقَهُ بِالْأَرْضِ، وَنَاقَةٌ دَكَّاءُ: لَاسَنَامَ لَهَا، وَالدَّكْدَاكُ مِنَ الْأَرْضِ مِثْلُهُ، حَتَّى صَلُبَ مِنَ الْأَرْضِ وَتَلَبَّدَ﴿وَكَانَ وَعْدُ رَبِّیْ حَقًّا وَتَرَكْنَا بَعْضَهُمْ يَوْمَئِذٍ يَمُوْجُ فِی بَعْضٍ﴾ [الكهف:۸۳-۹۹]﴿ حَتَّى إِذَا فُتِحَتْ يَأْجُوْجُ وَمَأْجُوْجُ وَهُمْ مِنْ كُلِّ حَدَبٍ يَنْسِلُوْنَ﴾ [الانبیاء: ۹۶] قَالَ قَتَادَةُ: حَدَبٌ: أَكَمَةٌ.وَقَالَ رَجُلٌ لِلنَّبِیِّ صلى الله عليه وسلم: رَأَيْتُ السَّدَّ مِثْلَ الْبُرْدِ الْمُحَبَّرِ، قَالَ: رَأَيْتَهُ؟

اس کے بعد تین حدیثیں ہیں اور تینوں نئی ہیں، اور تینوں حدیثوں میں یاجوج وماجوج کا ذکر ہے، بس یہی حدیثوں کی باب سے مناسبت ہے۔

[۳۳۴۶-] حدثنا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ، ثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، أَنَّ زَيْنَبَ بِنْتَ أَبِی سَلَمَةَ حَدَّثَتْهُ، عَنْ أُمِّ حَبِيْبَةَ بِنْتِ أَبِی سُفْيَانَ، عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ: أَنَّ النَّبِیَّ صلى الله عليه وسلم دَخَلَ عَلَيْهَا فَزِعًا، يَقُوْلُ:" لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَيْلٌ لِلْعَرَبِ مِنْ شَرٍّ قَدِ اقْتَرَبَ، فُتِحَ الْيَوْمَ مِنْ رَدْمِ يَأْجُوْجَ وَمَأْجُوْجَ مِثْلُ هٰذِهِ" وَحَلَّقَ بِإِصْبَعِهِ الإِبْهَامِ وَالَّتِی تَلِيْهَا، فَقَالَتْ زَيْنَبُ بِنْتُ جَحْشٍ: فَقُلْتُ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! أَنَهْلِكُ وَفِيْنَا الصَّالِحُوْنَ؟ قَالَ:" نَعَمْ، إِذَا كَثُرَ الْخَبَثُ"

[انظر: ۳۵۹۸، ۷۰۵۹، ۷۱۳۵]

[۳۳۴۷-] حدثنا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ، ثَنَا وُهَيْبٌ، ثَنَا ابْنُ طَاوُسٍ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ أَبِی هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِیِّ صلى الله عليه وسلم قَالَ:" فَتَحَ اللّٰهُ مِنْ رَدْمِ يَأْجُوْجَ وَمَأْجُوْجَ مِثْلَ هٰذَا" وَعَقَدَ بِيَدِهِ تِسْعِيْنَ.

[انظر: ۷۱۳۶]

ترجمہ: حضرت زینب رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: نبی ﷺ ان کے پاس گھبرائے ہوئے آئے اور فرمایا: اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں، عربوں کے لئے خرابی ہے اس شر سے جو قریب آچکا ہے، آج سد یاجوج وماجوج اتنی کھول دی گئی اور آپؐ نے نوے کا حلقہ بنایا یعنی انگشت شہادت کو انگوٹھے کی جڑ میں رکھا، یہ نوے کا حلقہ ہے، حضرت زینبؓ نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! کیا ہم ہلاک ہونگے درانحالیکہ ہم میں نیک لوگ ہونگے؟ حضور ﷺ نے فرمایا: ہاں، جب بدکاریاں بڑھ جائیں گی۔

تشریح: اس حدیث میں مذکور خواب کا واقعہ ہے، یہ منظر آنحضرت ﷺ نے خواب میں دیکھا ہے اور خواب اکثر تمثیلی رنگ میں ہوتا ہے، اور اس کی تعبیر ہوتی ہے، چنانچہ آپؐ نے اس کی تعبیر بیان فرمائی کہ عربوں کے لئے شرور وفتن کا دور شروع ہونے والا ہے، اس حدیث کا یہ مطلب نہیں ہے کہ واقعۃً اس دیوار میں اس دن اتنا سوراخ ہو گیا تھا، جیسے نبی ﷺ نے ذوالفقار تلوار کے بارے میں جنگِ احد کے موقع پر خواب دیکھا تھا کہ آپؐ نے اس کو ہلایا تو اس کی دھار جڑھ گئی، اور یہ بات خواب میں آپؐ کو ناگوار گذری، بیدار ہونے کے بعد آپؐ نے اس کی تعبیر بیان فرمائی کہ جنگِ احد میں شکست کا سامنا ہوگا۔ ذوالفقار کی دھار حقیقت میں جھڑی نہیں تھی، اور دوسری حدیث میں بھی یہی مضمون ہے کہ یاجوج وماجوج کی دیوار اللہ نے اتنی کھول دی اور آپ نے اپنے ہاتھ سے نوے کا حلقہ بنایا۔

[۳۳۴۸-] حدثنا إِسْحَاقُ بْنُ نَصْرٍ، ثَنَا أَبُوْ أُسَامَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، ثَنَا أَبُوْ صَالِحٍ، عَنْ أَبِیْ سَعِیْدٍ الْخُدْرِیِّ، عَنِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم، قَالَ:" یَقُوْلُ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰی: یَا آدَمُ، فَیَقُوْلُ: لَبَّیْكَ وَسَعْدَیْكَ وَالْخَیْرُ فِیْ یَدَیْكَ، فَیَقُوْلُ: أَخْرِجْ بَعْثَ النَّارِ، قَالَ: وَمَا بَعْثُ النَّارِ؟ قَالَ: مِنْ كُلِّ أَلْفٍ تِسْعُ مِائَةٍ وَتِسْعَةٌ وَتِسْعِیْنَ، فَعِنْدَهُ یَشِیْبُ الصَّغِیْرُ ﴿وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا، وَتَرَی النَّاسَ سُكَارٰی وَمَاهُمْ بِسُكَارٰی، وَلٰكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِیْدٌ﴾ قَالُوْا: یَارَسُوْلَ اللّٰهِ! وَأَیُّنَا ذَاكَ الْوَاحِدُ؟ قَالَ:"أَبْشِرُوْا فَإِنَّ مِنْكُمْ رَجُلًا وَمِنْ یَأْجُوْجَ وَمَأْجُوْجَ أَلْفًا" ثُمَّ قَالَ:" وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهِ! إِنِّیْ أَرْجُوْ أَنْ تَكُوْنُوْا رُبُعَ أَهْلِ الْجَنَّةِ" فَكَبَّرْنَا، فَقَالَ:" أَرْجُوْ أَنْ تَكُوْنُوْا ثُلُثَ أَهْلِ الْجَنَّةِ" فَكَبَّرْنَا، فَقَالَ:" أَرْجُوْ أَنْ تَكُوْنُوْا نِصْفَ أَهْلِ الْجَنَّةِ" فَكَبَّرْنَا قَالَ:"مَا أَنْتُمْ فِی النَّاسِ إِلَّا كَالشَّعْرَةِ السَّوْدَاءِ فِیْ جِلْدِ ثَوْرٍ أَبْیَضَ، أَوْ كَشَعْرَةٍ بَیْضَاءَ فِیْ جِلْدِ ثَوْرٍ أَسْوَدَ"[انظر: ۴۷۴۱، ۶۵۳۰، ۷۴۸۳]

ترجمہ: نبی ﷺ نے فرمایا: اللہ تبارک وتعالیٰ (قیامت کے دن) فرمائیں گے: اے آدم! آدم علیہ السلام جواب دیں گے: حاضر ہوں اور حاضری میری سعادت ہے اور خیر آپ کے قبضہ میں ہے، پس اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: آپ اپنی ذریت میں سے جہنم کی کھیپ نکالیں، آدم علیہ السلام تناسب دریافت کریں گے، ارشاد ہوگا: ہزار میں سے نوسوننانوے جہنم کے لئے علاحدہ کریں، اور ایک جنت کے لئے، پس اس وقت بچہ بوڑھا ہو جائے گا، اور حاملہ عورت اپنا حمل جن دے گی، اور تو دیکھے گا لوگوں کو مدہوش، حالانکہ وہ پیئے ہوئے نہیں ہونگے، لیکن اللہ کا عذاب سخت ہوگا، اس کی ہولناکی کی وجہ سے لوگوں کا یہ حال ہو جائے گا، صحابہ نے پوچھا: یارسول اللہ! جب ایک جنتی ہوگا تو کس کا نمبر آئے گا؟ آپؐ نے فرمایا: خوش خبری سن لو، تم میں سے ایک ہوگا اور یاجوج وماجوج میں سے ہزار ہونگے (یہاں باب ہے) پھر آپؐ نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے! میں امید کرتا ہوں کہ تمہاری تعداد جنتیوں کی چوتھائی ہوگی، پس صحابہ نے خوشی سے تکبیر کہی، پھر

آپؐ نے فرمایا: میں امید کرتا ہوں کہ تم جنتیوں میں تہائی ہوؤ گے، صحابہ نے پھر تکبیر کہی، پھر آپؐ نے فرمایا: میں امید کرتا ہوں کہ تم جنتیوں میں آدھے ہوؤ گے، صحابہ نے پھر تکبیر کہی، پھر آپؐ نے فرمایا: نہیں ہو تم لوگوں میں مگر سفید بیل کی کھال میں سیاہ بال کی طرح یا سیاہ بیل کی کھال میں سفید بال کی طرح۔

تشریح: اس حدیث سے ایک بات تو یہ معلوم ہوئی کہ یاجوج وماجوج کی تعداد بہت ہے، یہی بات حدیث کے آخر میں ہے کہ مؤمنین کا تناسب باقی لوگوں سے ایسا ہے جیسے کوئی بیل سفید ہو اور اس کی کھال میں ایک کالا بال ہو یا کوئی کالا بیل ہو اور اس کی کھال میں ایک سفید بال ہو۔ اور اس امت کو جو آپؐ نے تدریجاً بشارت سنائی ہے کہ یہ امت جنت میں چوتھائی، اور تہائی اور آدھی ہوگی اس کی دو وجہ ہوسکتی ہیں: آپؐ کو وحی سے اسی طرح تدریجاً معلوم ہوا، یا تدریج اس لئے اختیار فرمائی کہ صحابہ کی خوشی دوبالا ہوجائے۔ واللہ اعلم

بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ: ﴿وَاتَّخَذَ اللّٰهُ إِبْرَاهِيْمَ خَلِيْلاً﴾

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا تذکرہ

سورۃ النساء آیت ۱۲۵ میں ہے: ''اور اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو اپنا خالص دوست بنایا'' یعنی ان کو اعلیٰ درجہ کا تقرب اور مقبولیت حاصل تھی، خلیل بروزن فعیل بمعنی فاعل ہے: جگری دوست، جس کی محبت دل کی گہرائیوں میں جاگزیں ہوگئی ہو، حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت پیوست تھی اور اللہ تعالیٰ کے لئے اس لفظ کا استعمال مشاکلۃً ہے اور بعض کا قول ہے کہ خُلّت کے اصل معنی استصفاء: برگزیدگی کے ہیں۔

۱- سورۃ النحل آیت ۱۲۰ میں ہے: ﴿إِنَّ إِبْرَاهِيْمَ كَانَ أُمَّةً قَانِتًا لِلّٰهِ حَنِيْفًا﴾: بیشک ابراہیمؑ اپنی ذات میں انجمن تھے، اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار تھے بالکل ایک طرف کے ہو رہے تھے، اس آیت میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو امت قرار دیا ہے یعنی وہ ایک امت کے کمالات وفضائل کے جامع تھے:

وَلَيْسَ عَلَى اللّٰهِ بِمُسْتَنْكَرٍ ❁ أَنْ يَجْمَعَ الْعَالَمَ فِيْ وَاحِدٍ

۲- سورۃ التوبہ آیت ۱۱۴ میں ہے: ﴿إِنَّ إِبْرَاهِيْمَ لَأَوَّاهٌ حَلِيْمٌ﴾: بیشک ابراہیمؑ بڑے رحیم وحلیم تھے۔ ابومیسرہ عمرو بن شرحبیل ہمدانی کوفی نے فرمایا: أَوَّاه: حبشی زبان کا لفظ ہے اور اس کے معنی ہیں: مہربان، اوّاہ کے اور بھی معنی کئے گئے ہیں، سب سے بہتر معنی: بہت زیادہ دعا کرنے والا ہیں۔

[۸-] بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ: ﴿وَاتَّخَذَ اللّٰهُ إِبْرَاهِيْمَ خَلِيْلاً﴾

[۱-] وَقَوْلِهِ: ﴿إِنَّ إِبْرَاهِيْمَ كَانَ أُمَّةً قَانِتًا لِلّٰهِ﴾ [النحل: ۱۲۰]

[۲-] وَقَوْلِهِ جَلَّ ذِكْرُهُ: ﴿إِنَّ إِبْرَاهِيمَ لَأَوَّاهٌ حَلِيمٌ﴾ وَقَالَ أَبُوْ مَيْسَرَةَ: الرَّحِيْمُ بِلِسَانِ الْحَبَشَةِ.

[۳۳۴۹-] حدثنا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيْرٍ، ثَنَا سُفْيَانُ، ثَنَا الْمُغِيْرَةُ بْنُ النُّعْمَانِ، ثَنِيْ سَعِيْدُ بْنُ جُبَيْرٍ، أُرَاهُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم، قَالَ: " إِنَّكُمْ تُحْشَرُوْنَ حُفَاةً عُرَاةً غُرْلًا" ثُمَّ قَرَأَ ﴿كَمَا بَدَأْنَا أَوَّلَ خَلْقٍ نُعِيْدُهُ وَعْدًا عَلَيْنَا إِنَّا كُنَّا فَاعِلِيْنَ﴾[الأنبياء: ۱۰۴] "وَأَوَّلُ مَنْ يُكْسَى يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِبْرَاهِيْمُ، وَإِنَّ أُنَاسًا مِنْ أَصْحَابِيْ يُؤْخَذُ بِهِمْ ذَاتَ الشِّمَالِ، فَأَقُوْلُ: أُصَيْحَابِيْ أُصَيْحَابِيْ! فَيَقُوْلُ: إِنَّهُمْ لَنْ يَزَالُوْا مُرْتَدِّيْنَ عَلٰى أَعْقَابِهِمْ مُنْذُ فَارَقْتَهُمْ، فَأَقُوْلُ كَمَا قَالَ الْعَبْدُ الصَّالِحُ: ﴿وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَا دُمْتُ فِيْهِمْ﴾ إِلٰى قَوْلِهِ: ﴿الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ﴾[المائدة: ۱۱۷-۱۱۸]

[انظر: ۳۴۴۷، ۴۶۲۵، ۴۶۲۶، ۴۷۴۰، ۶۵۲۴، ۶۵۲۶]

ترجمہ: نبی ﷺ نے فرمایا: بیشک تم جمع کئے جاؤ گے برہنہ پا، ننگے بدن، غیر مختون، پھر نبی ﷺ نے سورۃ الانبیاء کی آیت ۱۰۴ پڑھی: "اور ہم نے جس طرح ہر چیز پہلی مرتبہ پیدا کی ہے اسی طرح اس کو دوبارہ پیدا کریں گے اور یہ ہمارے ذمہ وعدہ ہے اور ہم ضرور اس کو پورا کریں گے" (بچہ جب پیدا ہوتا ہے تو ننگے پاؤں، ننگے بدن اور غیر مختون ہوتا ہے، اسی طرح تمام انسان قیامت کے دن پیدا کئے جائیں گے) اور فرمایا: حضرت ابراہیم علیہ السلام قیامت کے دن سب سے پہلے لباس پہنائے جائیں گے (اور یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی جزوی فضیلت ہے جو کلی فضیلت کے معارض نہیں ہوتی، اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو سب سے پہلے کپڑے کیوں پہنائے جائیں گے اس کی حاشیہ میں چند وجوہ لکھی ہیں) اور فرمایا: بیشک میرے ساتھیوں میں سے کچھ لوگ بائیں طرف ہٹائے جائیں گے (کوثر پر پانی پینے کے لئے یہ لوگ لائن میں کھڑے ہونگے، فرشتے ان کو بائیں طرف ہٹا دیں گے) پس میں کہوں گا: یہ میرے ساتھی ہیں، یہ میرے ساتھی ہیں (أُصَيْحاب: أصحاب کی تصغیر ہے، اس میں اشارہ ہے کہ وہ چند ہی لوگ ہونگے) پس ہٹانے والا فرشتہ کہے گا: یہ لوگ برابر اپنی ایڑیوں پر پلٹے رہے جب سے آپؐ ان سے جدا ہوئے (یعنی آپؐ کی وفات کے بعد یہ لوگ صراط مستقیم سے ہٹ گئے تھے) پس میں کہوں گا وہ بات جو نیک بندے (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) نے کہی ہے: "اور میں ان کے احوال سے واقف تھا جب تک میں ان میں تھا، پھر جب آپ نے مجھ کو اٹھا لیا تو آپ ان کے احوال سے واقف رہے یعنی مجھے بعد کے احوال کی خبر نہیں اور آپ ہر چیز کی پوری خبر رکھتے ہیں، اگر آپ ان کو سزا دیں تو یہ آپ کے بندے ہیں اور اگر آپ ان کو معاف فرما دیں تو آپ زبردست حکمت والے ہیں"

[۳۳۵۰-] حدثنا إِسْمَاعِيْلُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، حَدَّثَنِيْ أَخِيْ عَبْدُ الْحَمِيْدِ، عَنِ ابْنِ أَبِيْ ذِئْبٍ، عَنْ سَعِيْدٍ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم، قَالَ: " يَلْقَى إِبْرَاهِيْمُ أَبَاهُ آزَرَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ،

وَعَلٰى وَجْهِ آزَرَ قَتَرَةٌ وَغَبَرَةٌ، فَيَقُوْلُ لَهُ إِبْرَاهِيْمُ: أَلَمْ أَقُلْ لَكَ: لَاتَعْصِنِيْ؟ فَيَقُوْلُ أَبُوْهُ: فَالْيَوْمَ لَا أَعْصِيْكَ، فَيَقُوْلُ إِبْرَاهِيْمُ: يَارَبِّ إِنَّكَ وَعَدْتَنِيْ أَنْ لَا تُخْزِيَنِيْ يَوْمَ يُبْعَثُوْنَ، فَأَيُّ خِزْيٍ أَخْزَى مِنْ أَبِي الْأَبْعَدِ؟ فَيَقُوْلُ اللّٰهُ: إِنِّيْ حَرَّمْتُ الْجَنَّةَ عَلَى الْكَافِرِيْنَ، ثُمَّ يُقَالُ: يَا إِبْرَاهِيْمُ مَا تَحْتَ رِجْلَيْكَ؟ فَيَنْظُرُ فَإِذَا هُوَ بِذِيْخٍ مُتَلَطِّخٍ فَيُؤْخَذُ بِقَوَائِمِهِ فَيُلْقَى فِي النَّارِ"[انظر: ٤٧٦٨، ٤٧٦٩]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابراہیم علیہ السلام اپنے باپ آزر سے قیامت کے دن ملاقات کریں گے (آزر لقب ہے اور تارخ نام ہے) درانحالیکہ آزر کے چہرے پر دھویں کی سیاہی اور غبار کا اثر ہوگا، اس سے حضرت ابراہیمؑ کہیں گے: کیا میں نے تجھ سے کہا نہیں تھا کہ میری نافرمانی مت کر؟ ان کا باپ کہے گا: آج میں آپ کی نافرمانی نہیں کروں گا، پس ابراہیم علیہ السلام دعا کریں گے! اے میرے پروردگار! بیشک آپ نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ آپ مجھے رسوانہیں کریں گے جس دن لوگ دوبارہ زندہ کئے جائیں گے، پس کونسی رسوائی میرے لئے زیادہ ہوسکتی ہے آپ کی رحمت سے محروم میرے باپ سے؟ یعنی میرا باپ جہنم میں جائے، یہ میرے لئے سب سے بڑی رسوائی ہے، پس اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: میں نے جنت کافروں پر حرام کی ہے، پھر کہا جائے گا: اے ابراہیم! دیکھو! تمہارے دونوں پیروں کے نیچے کیا ہے؟ پس وہ دیکھیں گے، اچانک ان کا باپ مذکر بجو کی شکل میں گندگی میں لت پت ہوگا، پس اس کی ٹانگیں پکڑی جائیں گی اور اس کو دوزخ میں پھینک دیا جائے گا۔

لغات: قَتَرَة: دھویں کی سیاہی.........غَبَرَة: غبار، سورۂ عبس میں یہ الفاظ آئے ہیں یعنی اس کے چہرے پر بولیٹ برس رہی ہوگی، ہوائیاں اڑ رہی ہونگی......... الأبعد: آپ کی رحمت سے نہایت دور، محروم.........ذِيْخ: بہت بالوں والا مذکر بجّو، یعنی آزر کی صورت مسخ کر دی جائے گی اور اس کو ایسے حال میں کر دیا جائے گا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اس کو دیکھ کر نفرت کرنے لگیں۔

[٣٣٥١-] حدثنا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ، ثَنِيْ ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِيْ عَمْرٌو، أَنَّ بُكَيْرًا حَدَّثَهُ، عَنْ كُرَيْبٍ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: دَخَلَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم الْبَيْتَ، فَوَجَدَ فِيْهِ صُوْرَةَ إِبْرَاهِيْمَ وَصُوْرَةَ مَرْيَمَ، فَقَالَ: أَمَّاهُمْ فَقَدْ سَمِعُوْا أَنَّ الْمَلَائِكَةَ لَاتَدْخُلُ بَيْتًا فِيْهِ صُوْرَةٌ، هٰذَا إِبْرَاهِيْمُ مُصَوَّرٌ، فَمَا لَهُ يَسْتَقْسِمُ؟"[راجع: ١٦٠١]

[٣٣٥٢-] حدثنا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسَى، ثَنَا هِشَامٌ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنْ أَيُّوْبَ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم لَمَّا رَأَى الصُّوَرَ فِي الْبَيْتِ لَمْ يَدْخُلْ حَتَّى أَمَرَ بِهَا فَمُحِيَتْ، وَرَأَى إِبْرَاهِيْمَ وَإِسْمَاعِيْلَ بِأَيْدِيْهِمَا الْأَزْلَامُ، فَقَالَ:" قَاتَلَهُمُ اللّٰهُ! وَاللّٰهِ إِنِ اسْتَقْسَمَا بِالْأَزْلَامِ قَطُّ" [راجع: ١٦٠١]

ترجمہ: فتح مکہ کے موقع پر جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ شریف میں تشریف لے گئے تو اس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور

حضرت مریم رضی اللہ عنہا کی تصویریں پائیں، آپؐ نے فرمایا: رہے قریش تو انھوں نے یقیناً سنا ہے کہ فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں کوئی تصویر ہوتی ہے، یہ ابراہیم علیہ السلام کی تصویر بنا رکھی ہے پس کیا بات ہے کہ وہ فال کے تیروں سے حصہ نکال رہے ہیں؟ اور اس کے بعد کی حدیث میں ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبہ شریف میں تصویریں دیکھیں تو آپؐ اندر نہیں گئے، آپؐ نے حکم دیا اور وہ تصویریں مٹادی گئیں، اور آپؐ نے ابراہیم واسماعیل علیہما السلام کو دیکھا کہ ان کے ہاتھوں میں فال کے تیر ہیں، پس آپؐ نے فرمایا: اللہ قریش کا ناس کرے، بخدا: تیروں سے نہیں فال نکالا ان دونوں نے کبھی بھی۔

تشریح: پہلی حدیث میں حضرت مریم رضی اللہ عنہا کا ذکر ہے اللہ جانے حضرت مریمؑ کی تصویر ان لوگوں نے کیوں بنائی تھی، دوسری حدیث میں حضرت مریمؑ کی جگہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کا ذکر ہے، یہی صحیح معلوم ہوتا ہے اور یہ حدیث پہلے گذر چکی ہے۔

[۳۳۵۳-] حدثنا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، ثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ، ثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ، ثَنِيْ سَعِيْدُ بْنُ أَبِيْ سَعِيْدٍ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ، قَالَ: قِيْلَ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! مَنْ أَكْرَمُ النَّاسِ؟ قَالَ: "أَتْقَاهُمْ" فَقَالُوْا: لَيْسَ عَنْ هٰذَا نَسْأَلُكَ، قَالَ: "فَيُوْسُفُ نَبِيُّ اللّٰهِ ابْنُ نَبِيِّ اللّٰهِ [ابْنُ نَبِيِّ اللّٰهِ] ابْنُ خَلِيْلِ اللّٰهِ" قَالُوْا: لَيْسَ عَنْ هٰذَا نَسْأَلُكَ، قَالَ "فَعَنْ مَعَادِنِ الْعَرَبِ تَسْأَلُوْنَ؟ خِيَارُهُمْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ خِيَارُهُمْ فِي الإِسْلَامِ إِذَا فَقِهُوْا" قَالَ أَبُوْ أُسَامَةَ، وَمُعْتَمِرٌ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ، عَنْ سَعِيْدٍ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم.

[انظر: ۳۳۷۴، ۳۳۸۳، ۳۴۹۰، ۴۶۸۹]

[۳۳۵۴-] حدثنا مُؤَمَّلُ بْنُ هِشَامٍ، ثَنَا إِسْمَاعِيْلُ، ثَنَا عَوْفٌ، ثَنَا أَبُوْ رَجَاءٍ، ثَنَا سَمُرَةُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: "أَتَانِي اللَّيْلَةَ آتِيَانِ، فَأَتَيْنَا عَلٰى رَجُلٍ طَوِيْلٍ لَا أَكَادُ أَرٰى رَأْسَهُ طُوْلاً، وَإِنَّهُ إِبْرَاهِيْمُ عليه السلام. [راجع: ۸۴۵]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا: یارسول اللہ! لوگوں میں سب سے زیادہ معزز کون ہے؟ آپؐ نے فرمایا: جوان میں سب سے زیادہ پرہیزگار ہے (سورۃ الحجرات میں ہے: ﴿إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ أَتْقَاكُمْ﴾: اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ معزز وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہے) ان لوگوں نے کہا: اس بارے میں ہم آپ سے نہیں پوچھ رہے، یعنی اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ معزز کون ہے؟ یہ بات ہم نہیں پوچھ رہے بلکہ دنیا میں کون معزز ہے یہ پوچھنا مقصود ہے، آپؐ نے فرمایا: دنیا میں یوسف علیہ السلام سب سے زیادہ معزز ہیں وہ اللہ کے نبی ہیں اور اللہ کے نبی یعقوب علیہ السلام کے بیٹے ہیں، اور وہ اللہ کے نبی اسحاق علیہ السلام کے بیٹے ہیں، اور وہ اللہ کے دوست ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے ہیں (یہ آپؐ نے خاندان کے اعتبار سے برتری بیان فرمائی) لوگوں نے عرض کیا: یہ بھی ہم نہیں پوچھ رہے، آپؐ نے فرمایا: پھر عرب کی

کھانوں کے بارے میں پوچھ رہے ہو؟ یعنی قبائل عرب کے بارے میں معلوم کرنا چاہتے ہو کہ کون ان میں معزز ہے؟ سنو! جوان میں زمانۂ جاہلیت میں بہتر تھا وہ اسلام میں بھی بہتر ہے، جبکہ وہ دین کی سمجھ حاصل کرے (اس حدیث میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر آیا، اس لئے یہ حدیث لائے ہیں)

اس کے بعد کی حدیث میں ایک منامی معراج کا ذکر ہے، آپؐ نے فرمایا: آج رات میرے پاس دو شخص آئے، وہ مجھے لے چلے، ہم ایک لمبے آدمی کے پاس پہنچے، قریب نہیں تھا کہ میں لمبا ہونے کی وجہ سے ان کا سر دیکھ سکوں، اور بیشک وہ ابراہیم علیہ السلام تھے (یہ منامی معراج تفصیل سے پہلے (حدیث ۱۳۸۶ میں) آچکی ہے)

[۳۳۵۵-] حدثنا بَيَانُ بْنُ عَمْرٍو، ثَنَا النَّضْرُ، أَنَا ابْنُ عَوْنٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ، أَنَّـهُ سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ، وَذَكَرُوْا لَهُ الدَّجَّالَ: بَيْنَ عَيْنَيْهِ مَكْتُوْبٌ كَافِرٌ أَوْ ك،ف،ر، قَالَ: لَمْ أَسْمَعْهُ، وَلٰكِنَّهُ قَالَ: " أَمَّا إِبْرَاهِيْمُ فَانْظُرُوْا إِلٰى صَاحِبِكُمْ. وَأَمَّا مُوْسَى فَجَعْدٌ آدَمُ عَلٰى جَمَلٍ أَحْمَرَ مَخْطُوْمٍ بِخُلْبَةٍ، كَأَنِّيْ أَنْظُرُ إِلَيْهِ انْحَدَرَ فِي الْوَادِيْ، يُكَبِّرُ"[راجع: ۱۵۵۵]

[۳۳۵٦-] حدثنا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ، حَدَّثَنَا مُغِيْرَةُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْقُرَشِيُّ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: " اخْتَتَنَ إِبْرَاهِيْمُ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم وَهُوَ ابْنُ ثَمَانِيْنَ سَنَةً بِالْقَدُّوْمِ"[انظر: ٦٢٩٨]

تَابَعَهُ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ إِسْحَاقَ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، وَتَابَعَهُ عَجْلَانُ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ، وَرَوَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو، عَنْ أَبِيْ سَلَمَةَ. حدثنا أَبُوْ الْيَمَانِ: ثَنَا شُعَيْبٌ، ثَنَا أَبُوْ الزِّنَادِ، وَقَالَ: " بِالْقَدُوْمِ" مُخَفَّفَةٌ.

حدیث (۱): مجاہد رحمہ اللہ کہتے ہیں: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے سامنے طلبہ نے دجال کا تذکرہ کیا کہ اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان کافریاك،ف،ر، لکھا ہوا ہوگا، یعنی طلبہ نے اس حدیث کی ابن عباسؓ سے توثیق چاہی، ابن عباسؓ نے فرمایا: میں نے یہ حدیث نہیں سنی، مگر آپؐ نے فرمایا ہے: رہے ابراہیم علیہ السلام پس دیکھو تم تمہارے ساتھی کی طرف (آپؐ اپنی ذات کو مراد لے رہے ہیں) اور رہے موسیٰ علیہ السلام تو وہ گھونگریالے بال والے، گندمی رنگ والے، سرخ اونٹ پر سوار ہیں، جس کی نکیل کھجور کی چھلّی کی تھی، گویا میں ان کو دیکھ رہا ہوں وہ میدان میں اتر رہے ہیں، تکبیر کہتے ہوئے۔

تشریح: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ حدیث نہیں سنی ہے کہ دجال کی پیشانی پر کافر لکھا ہوا ہوگا، مگر دوسری روایات سے یہ بات ثابت ہے، پھر حضرت ابن عباسؓ نے جو حدیث بیان کی ہے وہ ایک خواب ہے، نبی ﷺ نے خواب میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا وہ بالکل نبی ﷺ کے ہم شکل تھے، یا کہیں کہ آپؐ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بالکل ہم شکل تھے، اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا کہ وہ حج کے لئے مکہ آرہے ہیں، جب ان کی سواری نشیب میں اتری تو

وہ تکبیر کہہ رہے تھے، اور جَعْدٌ کے حاشیہ میں دو معنی لکھے ہیں: (۱) گھونگریالے بال والے (۲) اور گٹھے بدن والے، یہ دوسرے معنی اصح ہیں، کیونکہ بعض روایات میں ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بال سیدھے تھے، اور خُلْبَۃ کے معنی ہیں: لِیْفَۃ، کھجور کے پتوں کی جڑ میں سے جو جھلی گرتی ہے اس کو لمبی کاٹ کر رسّی بُن لیتے ہیں، لگام اسی رسّی کی تھی۔

حدیث (۲): نبی ﷺ نے فرمایا: اللہ کے نبی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ختنہ کی درانحالیکہ وہ اسّی سال کے تھے، قدوم سے یا قدوم میں، قدوم کے ایک معنی ہیں: بسولا، اس صورت میں دال مخفف ہوگی، اور قدُّوم (دال کی تشدید اور تخفیف کے ساتھ) ملک شام میں ایک بستی ہے۔

تشریح: اسّی سال کی عمر میں ختنہ اس لئے کی تھی کہ اسی وقت حکم نازل ہوا تھا، پہلے ختنہ کا حکم نہیں تھا، ابراہیم علیہ السلام کی شریعت میں سب سے پہلے ختنہ کا حکم آیا ہے، اور آپ نے خود بڑی عمر میں اس پر عمل کیا ہے، لہٰذا جو شخص بڑی عمر میں مسلمان ہو اس کو بھی ختنہ کرنی چاہئے۔

[۳۳۵۷-] حدثنا سَعِيْدُ بْنُ تَلِيْدٍ الرُّعَيْنِيُّ، أَخْبَرَنِيْ ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِيْ جَرِيْرُ بْنُ حَازِمٍ، عَنْ أَيُّوْبَ، عَنْ مُحَمَّدٍ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: "لَمْ يَكْذِبْ إِبْرَاهِيْمُ إِلَّا ثَلَاثًا"

[۳۳۵۸-] ح: وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَحْبُوْبٍ، ثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ أَيُّوْبَ، عَنْ مُحَمَّدٍ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ، قَالَ: "لَمْ يَكْذِبْ إِبْرَاهِيْمُ إِلَّا ثَلَاثَ كَذَبَاتٍ: ثِنْتَيْنِ مِنْهُنَّ فِيْ ذَاتِ اللّٰهِ: قَوْلُهُ: ﴿إِنِّيْ سَقِيْمٌ﴾ وَقَوْلُهُ: ﴿بَلْ فَعَلَهُ كَبِيْرُهُمْ هٰذَا﴾ وَقَالَ: بَيْنَا هُوَ ذَاتَ يَوْمٍ وَسَارَةُ، إِذْ أَتَى عَلٰى جَبَّارٍ مِنَ الْجَبَابِرَةِ، فَقِيْلَ لَهُ: إِنَّ هٰذَا رَجُلٌ مَعَهُ امْرَأَةٌ مِنْ أَحْسَنِ النَّاسِ، فَأَرْسَلَ إِلَيْهِ، فَسَأَلَهُ عَنْهَا، فَقَالَ: مَنْ هٰذِهِ؟ قَالَ: أُخْتِيْ، فَأَتَى سَارَةَ فَقَالَ: يَا سَارَةُ! لَيْسَ عَلٰى وَجْهِ الْأَرْضِ مُؤْمِنٌ غَيْرِيْ وَغَيْرُكِ، وَإِنَّ هٰذَا سَأَلَنِيْ فَأَخْبَرْتُهُ أَنَّكِ أُخْتِيْ فَلَا تُكَذِّبِيْنِيْ، فَأَرْسَلَ إِلَيْهَا، فَلَمَّا دَخَلَتْ عَلَيْهِ ذَهَبَ يَتَنَاوَلُهَا بِيَدِهِ فَأُخِذَ، فَقَالَ: ادْعِيْ اللّٰهَ لِيْ وَلَا أَضُرُّكِ، فَدَعَتِ اللّٰهَ فَأُطْلِقَ، ثُمَّ تَنَاوَلَهَا ثَانِيَةً فَأُخِذَ مِثْلَهَا أَوْ أَشَدَّ، فَقَالَ: ادْعِي اللّٰهَ لِيْ وَلَا أَضُرُّكِ، فَدَعَتْ فَأُطْلِقَ، فَدَعَا بَعْضَ حَجَبَتِهِ فَقَالَ: إِنَّكَ لَمْ تَأْتِنِيْ بِإِنْسَانٍ، إِنَّمَا أَتَيْتَنِيْ بِشَيْطَانٍ، فَأَخْدَمَهَا هَاجَرَ، فَأَتَتْهُ وَهُوَ قَائِمٌ يُصَلِّيْ فَأَوْمَأَ بِيَدِهِ: مَهْيَا؟ قَالَتْ: رَدَّ اللّٰهُ كَيْدَ الْكَافِرِ، أَوِ: الْفَاجِرِ فِيْ نَحْرِهِ، وَأَخْدَمَ هَاجَرَ" قَالَ أَبُوْ هُرَيْرَةَ: فَتِلْكَ أُمُّكُمْ يَا بَنِيْ مَاءِ السَّمَاءِ. [راجع: ۲۲۱۷]

وضاحت: حدیث کے شروع میں نیا مضمون ہے، نبی ﷺ نے فرمایا: حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پوری زندگی میں صرف تین موقعوں پر اینچ پینچ والی بات کہی ہے ان میں سے دو کا تعلق خالص دین سے ہے اور ایک میں کچھ ذاتی نفع بھی ہے۔

۱-سورۃ الصافات آیت ۸۸و۸۹ ہیں: ﴿فَنَظَرَ نَظْرَةً فِي النُّجُوْمِ فَقَالَ إِنِّيْ سَقِيْمٌ﴾: پس ابراہیمؑ نے ستاروں کو ایک

نظر دیکھا اور کہا: بیشک میری طبیعت ناساز ہے، ستاروں کو دیکھنا بطور ایہام تھا، قوم چونکہ نجوم کی معتقد تھی اس لئے انھوں نے ساتھ چلنے پر اصرار نہیں کیا، انھوں نے سمجھا کہ ابراہیمؑ بیمار پڑنے والے ہیں، اس لئے ساتھ چلنے کے لئے تیار نہیں، اور حضرت کی مراد سقیم سے طبیعت کا ناساز ہونا تھی، ناساز ہونا جسمانی بھی ہوتا ہے اور روحانی بھی، قوم نے جسمانی ناساز ہونا سمجھا اور حضرت کی مراد روحانی ناساز ہونا تھی، یہی اینچ پینچ (توریہ) ہے۔

۲- سورۃ الانبیاء آیت ۶۳ میں ہے: ﴿بَلْ فَعَلَهُ كَبِيْرُهُمْ هٰذَا فَاسْئَلُوْهُمْ إِنْ كَانُوْا يَنْطِقُوْنَ﴾: بلکہ کیا ہے اس کو (کرنے والے نے) ان کا بڑا یہ ہے پس پوچھو تم ان (زخمیوں) سے اگر وہ بولتے ہوں، قوم نے فعله کا فاعل كبيرهم هذا کو سمجھا جبکہ حضرت نے فاعل کو حذف کر دیا تھا أی فَعَلَهُ فاعلٌ اور کبیرھم ھذا مستقل جملہ ہے، یہی اینچ پینچ والی بات ہے۔

۳- حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کو بہن کہنا بایں وجہ تھا کہ وہ مؤمنہ تھیں اور چچازاد بہن بھی تھیں، یہی اینچ پینچ والی بات ہے، پوچھنے والے نے حقیقی بہن سمجھا اور یہ مضمون پہلے حدیث ۲۲۱۷ میں آچکا ہے۔

فائدہ: کذب کا ترجمہ اردو میں 'جھوٹ' کیا جاتا ہے، طالب علموں کے ذہنوں میں یہی معنی بیٹھ گئے ہیں، حالانکہ کذب کے بہت سے معانی ہیں، سورۃ النجم میں ہے: ﴿مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَأَىٰ﴾: دل نے دیکھی ہوئی چیز کو سمجھنے میں غلطی نہیں کی، اور كَذَبَ الظَّنُّ کے معنی ہیں: گمان کا غلط ہونا، اور كَذَبتِ العينُ کے معنی ہیں: مشاہدہ میں غلطی ہوجانا، اور كَذَبَ الرَّأْيُ کے معنی ہیں: رائے غلط ہوجانا، پس بات اس طرح کہنا کہ مخاطب سمجھنے میں غلطی کرے کذب ہے، ثلاثُ كذبات میں یہی معنی مراد ہیں۔

[۳۳۵۹-] حدثنا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوْسَى أَوِ ابْنُ سَلَامٍ عَنْهُ، ثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، عَنْ عَبْدِ الْحَمِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ أُمِّ شَرِيْكٍ: أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم أَمَرَ بِقَتْلِ الْوَزَغِ، وَقَالَ: "كَانَ يَنْفُخُ عَلٰى إِبْرَاهِيْمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ" [۳۳۰۷]

[۳۳۶۰-] حدثنا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ، ثَنَا أَبِيْ، أَنَا الْأَعْمَشُ، ثَنِيْ إِبْرَاهِيْمُ، عَنْ عَلْقَمَةَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: لَمَّا نَزَلَتْ ﴿الَّذِيْنَ آمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْا إِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ﴾ قُلْنَا: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! أَيُّنَا لَا يَظْلِمُ نَفْسَهُ؟ قَالَ: "لَيْسَ كَمَا تَقُوْلُوْنَ، ﴿لَمْ يَلْبِسُوْا إِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ﴾ بِشِرْكٍ، أَوَ لَمْ تَسْمَعُوْا إِلٰى قَوْلِ لُقْمَانَ لِابْنِهِ: ﴿يَابُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ﴾ [لقمان: ۱۳] [راجع: ۳۲]

وضاحت: یہ حدیثیں پہلے آچکی ہیں، نبی ﷺ نے وزغ (چھپکلی، گرگٹ) کو مارنے کا حکم دیا اور فرمایا: وہ ابراہیم علیہ السلام کی آگ میں پھونک مار رہی تھی (اس سے اس کی انسان دشمنی کا اندازہ ہوا، چھپکلی کی پھونک سے کیا ہوتا ہے مگر اس نے موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیا، پس چھپکلی گرگٹ کو مارنے کا حکم اس وجہ سے ہے کہ دونوں کی فطرت میں انسان کو ستانا

ہے، اور مسئلہ ہے: اقتلوا المؤذی قبل الإیذاء: ستانے والے جانور کو ستانے کا موقع مت دو، پہلے ہی اس کو نمٹا دو)

اور دوسری حدیث ہے کہ جب سورۃ الانعام کی آیت ۸۲ نازل ہوئی: ﴿الَّذِيْنَ آمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْا إِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ﴾: جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے اپنے ایمان کو ظلم کے ساتھ نہیں رلایا، ایسوں ہی کے لئے امن ہے اور وہی راہ یاب ہیں، پس صحابہ نے عرض کیا: ہم میں کون ہے جس نے اپنی ذات کا کچھ نہ کچھ نقصان نہیں کیا؟ پس قیامت کے دن امن وچین کس کو نصیب ہوگا؟ نبی ﷺ نے فرمایا: یہاں ظلم سے شرک مراد ہے، ظلم اس معنی میں آتا ہے، سورہ لقمان آیت ۱۳ میں ہے: ﴿إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ﴾: بیشک شرک بہت بڑا ظلم ہے، یہی ظلم مراد ہے حق تلفیاں مراد نہیں۔

سوال: اس حدیث کا حضرت ابرہیم علیہ السلام کے واقعہ سے کیا تعلق ہے؟

جواب: ﴿الَّذِيْنَ آمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْا إِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ﴾: حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قول ہے یا ان کے اقوال کے بعد آیا ہے، یہ حدیث کی باب سے مناسبت ہے۔

بَابٌ

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے سلسلہ کا دوسرا باب

سورۃ الصافات آیت ۹۴ میں ہے: ﴿فَأَقْبَلُوْا إِلَيْهِ يَزِفُّوْنَ﴾: سو وہ لوگ ابراہیم علیہ السلام کے پاس دوڑتے ہوئے آئے، زَفٌّ زَفِيْفٌ زُفُوْفٌ باب ضرب کے مصادر ہیں، جن کے معنی ہیں: دوڑنا، تیزی سے گذر جانا، حضرت رحمہ اللہ نے اس کا ترجمہ کیا ہے: النَّسَلان فی المَشْی: نَسَلان باب فتح کا مصدر ہے، اس کے معنی ہیں: جلدی سے سرک جانا، پس النسلان فی المشی کے معنی ہیں: الإسراع: تیز چلنا۔

اور باب کی پہلی حدیث شفاعت کبری کی روایت ہے جو پہلے گذری ہے اس میں ہے کہ لوگ (ہر امت کے صالحین) حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس پہنچیں گے اور عرض کریں گے: آپ اللہ کے نبی ہیں، اور زمین والوں میں سے اللہ کے جگری دوست ہیں، پس ہمارے لئے اپنے پروردگار کے پاس سفارش کیجئے، ابراہیم علیہ السلام جواب دیں گے اور وہ اپنی اینچ پینچ والی تین باتیں یاد کریں گے اور کہیں گے: مجھے تو اپنی ہی فکر لاحق ہے تم موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ۔

اور دوسری روایت میں ہے، نبی ﷺ نے فرمایا: اللہ اسماعیل علیہ السلام کی ماں پر رحم فرمائیں! وہ جلدی نہ کرتیں تو زم زم بہنے والا چشمہ ہوتا، حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت اسماعیل علیہ السلام کی والدہ کے شوہر ہیں اس اعتبار سے یہ حدیث اس باب میں لائے ہیں، اور یہ حدیث پہلے گذر چکی ہے۔

اس کے بعد کی حدیث مختصر ہے اس کی تفصیل یہ ہے کہ ایک مجلس میں سعید بن جبیر نے کہا: مجھ سے جو پوچھنا ہو پوچھو، لوگوں نے خوب پوچھا، یہاں تک کہ ایک آدمی نے پوچھا: مقام ابراہیم (وہ پتھر جس پر کھڑے ہو کر حضرت ابراہیم علیہ السلام

نے کعبہ شریف چنا ہے) کے بارے میں جو بات ہم نے سنی ہے کیا وہ بات صحیح ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام جب شام سے چلے تو اپنی بیوی حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کے سامنے قسم کھا کر چلے تھے کہ وہ مکہ سے لوٹنے تک اتریں گے نہیں، پھر جب وہ مکہ پہنچے تو حضرت ہاجرہؒ نے مقام ابراہیم (پتھر) نزدیک کیا، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس پر پیر رکھا تا کہ نیچے اترنا نہ پایا جائے، حضرت سعید بن جبیرؒ نے کہا: اس طرح مجھ سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے حدیث بیان نہیں کی بلکہ یہ بیان کیا ہے کہ حضرت ابراہیمؑ: اسماعیلؑ اوران کی ماں کو لے کر مکہ آئے، درانحالیکہ وہ بچہ کو دودھ پلا رہی تھیں، یعنی بچہ ابھی شیر خوار تھا، اوران کے ساتھ چھوٹی سی پرانی مشک تھی، اور سعید نے یہ حدیث مرفوع نہیں کی بلکہ ابن عباسؓ کے قول کے طور پر بیان کی، اس کی تفصیل اگلی دو حدیثوں میں ہے۔

[۹-] بَابٌ

﴿يَزِفُّوْنَ﴾: النَّسَلَانُ فِي الْمَشْيِ.

[۳۳٦۱-] حدثنا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ بْنِ نَصْرٍ، ثَنَا أَبُوْ أُسَامَةَ، عَنْ أَبِيْ حَيَّانَ، عَنْ أَبِيْ زُرْعَةَ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ، قَالَ: أُتِيَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم يَوْمًا بِلَحْمٍ، فَقَالَ:" إِنَّ اللّٰهَ يَجْمَعُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ الْأَوَّلِيْنَ وَالآخِرِيْنَ فِيْ صَعِيْدٍ وَاحِدٍ، فَيُسْمِعُهُمُ الدَّاعِيْ، وَيُنْفِذُهُمُ الْبَصَرُ، وَتَدْنُوْ الشَّمْسُ مِنْهُمْ، فَذَكَرَ حَدِيْثَ الشَّفَاعَةِ، فَيَأْتُوْنَ إِبْرَاهِيْمَ فَيَقُوْلُوْنَ: أَنْتَ نَبِيُّ اللّٰهِ وَخَلِيْلُهُ مِنَ الْأَرْضِ، اشْفَعْ لَنَا إِلٰى رَبِّكَ، فَيَقُوْلُ- وَذَكَرَ كَذَبَاتِهِ -: نَفْسِيْ نَفْسِيْ! اذْهَبُوْا إِلٰى مُوْسٰى" تَابَعَهُ أَنَسٌ عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم. [راجع: ۳۳٤۰]

[۳۳٦۲-] حدثنا أَحْمَدُ بْنُ سَعِيْدٍ أَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ، ثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيْرٍ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ أَيُّوْبَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم قَالَ:" يَرْحَمُ اللّٰهُ أُمَّ إِسْمَاعِيْلَ لَوْلَا أَنَّهَا عَجِلَتْ لَكَانَ زَمْزَمُ عَيْنًا مَعِيْنًا"[راجع: ۲۳٦۸]

[۳۳٦۳-] وَقَالَ الْأَنْصَارِيُّ: ثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، قَالَ: أَمَّا كَثِيْرُ بْنُ كَثِيْرٍ فَحَدَّثَنِيْ، قَالَ: إِنِّيْ وَعُثْمَانَ بْنَ أَبِيْ سُلَيْمَانَ جُلُوْسٌ مَعَ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ، فَقَالَ: مَا هٰكَذَا حَدَّثَنِيْ ابْنُ عَبَّاسٍ، وَلٰكِنَّهُ قَالَ: أَقْبَلَ إِبْرَاهِيْمُ بِإِسْمَاعِيْلَ وَأُمِّهِ، وَهِيَ تُرْضِعُهُ، مَعَهَا شَنَّةٌ، لَمْ يَرْفَعْهُ. [راجع: ۲۳٦۸]

اس کے بعد دو حدیثیں ہیں جن میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کو مکہ میں بسانے کی تفصیل ہے اور یہ بھی سعید بن جبیرؒ کی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایتیں ہیں جو روایت ابھی مختصر آئی ہے اس کی تفصیل ان روایتوں میں ہے۔

[۳۳٦٤-] حدثنا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، ثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، ثَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ أَيُّوْبَ السَّخْتِيَانِيِّ، وَكَثِيْرِ بْنِ كَثِيْرِ بْنِ الْمُطَّلِبِ بْنِ أَبِيْ وَدَاعَةَ – يَزِيْدُ أَحَدُهُمَا عَلَى الآخَرِ – عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ، قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ:

أَوَّلُ مَا اتَّخَذَ النِّسَاءُ الْمِنْطَقَ مِنْ قِبَلِ أُمِّ إِسْمَاعِيْلَ، اتَّخَذَتْ مِنْطَقًا لِتُعَفِّيَ أَثَرَهَا عَلٰى سَارَةَ، ثُمَّ جَاءَ بِهَا إِبْرَاهِيْمُ وَبِابْنِهَا إِسْمَاعِيْلَ وَهِيَ تُرْضِعُهُ حَتَّى وَضَعَهُمَا عِنْدَ الْبَيْتِ عِنْدَ دَوْحَةٍ فَوْقَ زَمْزَمٍ فِيْ أَعْلَى الْمَسْجِدِ وَلَيْسَ بِمَكَّةَ يَوْمَئِذٍ أَحَدٌ، وَلَيْسَ بِهَا مَاءٌ، فَوَضَعَهُمَا هُنَالِكَ، وَوَضَعَ عِنْدَهُمَا جِرَابًا فِيْهِ تَمْرٌ وَسِقَاءً فِيْهِ مَاءٌ، ثُمَّ قَفَّى إِبْرَاهِيْمُ مُنْطَلِقًا، فَتَبِعَتْهُ أُمُّ إِسْمَاعِيْلَ، فَقَالَتْ: يَا إِبْرَاهِيْمُ! أَيْنَ تَذْهَبُ وَتَتْرُكُنَا فِيْ هٰذَا الْوَادِيْ الَّذِيْ لَيْسَ فِيْهِ أَنِيْسٌ وَلاَ شَيْءٌ؟ فَقَالَتْ لَهُ ذٰلِكَ مِرَارًا. وَجَعَلَ لاَ يَلْتَفِتُ إِلَيْهَا، فَقَالَتْ لَهُ: آللّٰهُ أَمَرَكَ بِهٰذَا؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَتْ: إِذَنْ لاَ يُضَيِّعُنَا، ثُمَّ رَجَعَتْ. فَانْطَلَقَ إِبْرَاهِيْمُ حَتَّى إِذَا كَانَ عِنْدَ الثَّنِيَّةِ حَيْثُ لاَ يَرَوْنَهُ اسْتَقْبَلَ بِوَجْهِهِ الْبَيْتَ ثُمَّ دَعَا بِهٰؤُلاَءِ الدَّعَوَاتِ وَرَفَعَ يَدَيْهِ، فَقَالَ: رَبِّ ﴿إِنِّيْ أَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ بِوَادٍ غَيْرِ ذِيْ زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ﴾ حَتَّى بَلَغَ﴿يَشْكُرُوْنَ﴾

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: عورتوں نے کمر میں پٹکا باندھنا اسماعیل علیہ السلام کی ماں کی جانب سے لیا ہے یعنی یہ سلسلہ حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا سے شروع ہوا ہے، حضرت ہاجرہؓ نے پٹکا باندھا تاکہ وہ اپنا نشان مٹائیں، حضرت سارہ رضی اللہ عنہا سے (حاشیہ میں فتح الباری کے حوالہ سے لکھا ہے کہ جب حضرت ہاجرہؓ کا لڑکا پیدا ہوا تو حضرت سارہؓ نے غیرت میں قسم کھالی کہ وہ ان کے تین اعضاء ضرور کاٹیں گی، چنانچہ حضرت ہاجرہؓ نے کمر میں پٹکا باندھا اور اس کو اتنا لمبا رکھا کہ وہ زمین پر گھسٹے، اور وہ بھاگ کھڑی ہوئیں، اور ان کے پیروں کے نشان پٹکے نے مٹا دیئے، جب صورت حال ایسی سنگین ہوگئی تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ماں بیٹے کو مکہ میں لے جا کر بسایا) پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام اسماعیل علیہ السلام کی ماں کو اور ان کے بیٹے کو لائے درانحالیکہ وہ ان کو دودھ پلا رہی تھیں، یعنی بچہ ابھی شیر خوار تھا، یہاں تک کہ ان دونوں کو بیت اللہ شریف کے پاس رکھا ایک بڑے درخت کے پاس زم زم سے اوپر مسجد حرام کے بالائی حصہ میں درانحالیکہ مکہ میں اس وقت کوئی نہیں تھا، اور نہ وہاں کوئی پانی تھا، پس دونوں کو وہاں رکھا اور دونوں کے پاس ایک تھیلا رکھا جس میں چھوہارے تھے، اور چھوٹا مشکیزہ رکھا جس میں پانی تھا، پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام پیٹھ پھیر کر چل دیئے تو اسماعیل علیہ السلام کی ماں ان کے پیچھے چلیں، اور کہا: ابراہیم! آپ کہاں جا رہے ہیں اور ہمیں چھوڑ رہے ہیں اس میدان میں جس میں کوئی انسیت بخشنے والا نہیں ہے اور نہ کوئی اور چیز ہے؟ حضرت ہاجرہؓ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے یہ بات بار بار کہی، مگر وہ ان کی طرف التفات نہیں کرتے تھے، پس حضرت ہاجرہؓ نے ان سے پوچھا: کیا اللہ نے آپ کو اس کا حکم دیا ہے؟ ابراہیم علیہ السلام نے کہا: ہاں، حضرت ہاجرہؓ نے کہا: تب تو وہ ہمیں ضائع نہیں کریں گے، پھر وہ لوٹ گئیں، اور ابراہیم علیہ السلام چلتے رہے یہاں تک کہ جب وہ نکڑ پر پہنچے جہاں سے وہ اسماعیل علیہ السلام کو نہیں دیکھ رہے تھے تو انھوں نے اپنا منہ بیت اللہ شریف کی طرف کیا اور یہ دعائیں مانگیں اور اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے، پس انھوں نے کہا: اے میرے رب! بیشک میں نے بسایا ہے میری کچھ اولاد کو ایسے میدان میں جو زراعت کے قابل نہیں آپ کے معظم گھر کے پاس، اے ہمارے پروردگار! تاکہ وہ لوگ نماز

کااہتمام کریں، پس آپ کچھ لوگوں کے دل ان کی طرف مائل کردیں (تاکہ یہاں آبادی ہوجائے) اوران کو پھلوں میں سے کھانے کو دیں، تاکہ وہ لوگ ان نعمتوں کاشکر بجالائیں (سورۂ ابراہیم آیت ۳۷)

وَجَعَلَتْ أُمُّ إِسْمَاعِيْلَ تُرْضِعُ إِسْمَاعِيْلَ وَتَشْرَبُ مِنْ ذٰلِكَ الْمَاءِ، حَتّٰى إِذَا نَفِدَ مَا فِي السِّقَاءِ عَطِشَتْ وَعَطِشَ ابْنُهَا وَجَعَلَتْ تَنْظُرُ إِلَيْهِ يَتَلَوّٰى - أَوْ قَالَ: يَتَلَبَّطُ - فَانْطَلَقَتْ كَرَاهِيَةَ أَنْ تَنْظُرَ إِلَيْهِ، فَوَجَدَتِ الصَّفَا أَقْرَبَ جَبَلٍ فِي الْأَرْضِ يَلِيْهَا، فَقَامَتْ عَلَيْهِ، ثُمَّ اسْتَقْبَلَتِ الْوَادِيَ تَنْظُرُ هَلْ تَرَى أَحَدًا فَلَمْ تَرَ أَحَدًا، فَهَبَطَتْ مِنَ الصَّفَا حَتّٰى إِذَا بَلَغَتِ الْوَادِيَ رَفَعَتْ طَرَفَ دِرْعِهَا ثُمَّ سَعَتْ سَعْيَ الْإِنْسَانِ الْمَجْهُوْدِ حَتّٰى جَاوَزَتِ الْوَادِيَ، ثُمَّ أَتَتِ الْمَرْوَةَ فَقَامَتْ عَلَيْهَا فَنَظَرَتْ هَلْ تَرَى أَحَدًا فَلَمْ تَرَ أَحَدًا، فَفَعَلَتْ ذٰلِكَ سَبْعَ مَرَّاتٍ. قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: قَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم: "فَلِذٰلِكَ سَعَى النَّاسُ بَيْنَهُمَا"

ترجمہ: اوراسماعیل علیہ السلام کی ماں اسماعیلؑ کودودھ پلاتی رہیں اوراس پانی سے پیتی رہیں، یہاں تک کہ جب مشکیزہ کا پانی ختم ہوگیاتووہ پیاسی ہوئیں، اوران کابیٹابھی پیاساہوا (اوردودھ اترنابند ہوگیا) اوروہ بچہ کی طرف دیکھتی تھیں، وہ لوٹ پوٹ ہورہاتھایاکہا: تڑپ رہاتھا، پس وہ چلیں اس بات کوناپسند کرتے ہوئے کہ وہ بچہ کودیکھیں، پس پائی انھوں نے صفا پہاڑی قریب ترین پہاڑی مکہ کی سرزمین میں جو پہاڑان سے ملے ہوئے تھے، پس وہ اس پرکھڑی ہوئیں، پھرانھوں نے میدان کی طرف دیکھا، دیکھ رہی ہیں وہ کہ کیاکوئی شخص نظرآتاہے، پس انھوں نے کسی کونہیں دیکھا، پس وہ صفاسے اتریں یہاں تک کہ جب وہ میدان میں پہنچیں تواپنے کرتے کاکنارہ اٹھایا، پھروہ دوڑیں تھکے ہوئے انسان کے دوڑنے کی طرح یہاں تک کہ وہ میدان سے بڑھ گئیں، پھروہ مروہ پرآئیں اوراس پرکھڑی ہوئیں پھرانھوں نے دیکھاکہ کیاان کوکوئی شخص نظر آتاہے، پس نہیں دیکھاانھوں نے کسی کو، انھوں نے یہ کام سات مرتبہ کیا، ابن عباس رضی اللہ عنہمانے فرمایاکہ نبی ﷺ نے فرمایا: پس اسی وجہ سے لوگ صفامروہ کے درمیان سعی کرتے ہیں یعنی حج میں سعی کی بنیادحضرت ہاجرہؓ کایہ عمل ہے۔

فَلَمَّا أَشْرَفَتْ عَلَى الْمَرْوَةِ سَمِعَتْ صَوْتًا، فَقَالَتْ: صَهٍ، تُرِيْدُ نَفْسَهَا، ثُمَّ تَسَمَّعَتْ، فَسَمِعَتْ أَيْضًا، فَقَالَتْ: قَدْ أَسْمَعْتَ إِنْ كَانَ عِنْدَكَ غُوَاثٌ! فَإِذَا هِيَ بِالْمَلَكِ عِنْدَ مَوْضِعِ زَمْزَمَ فَبَحَثَ بِعَقِبِهِ - أَوْ قَالَ: بِجَنَاحِهِ - حَتّٰى ظَهَرَ الْمَاءُ فَجَعَلَتْ تُحَوِّضُهُ وَتَقُوْلُ بِيَدِهَا هٰكَذَا، وَجَعَلَتْ تَغْرِفُ مِنَ الْمَاءِ فِي سِقَائِهَا وَهُوَ يَفُوْرُ بَعْدَ مَا تَغْرِفُ. قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: قَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم: "يَرْحَمُ اللّٰهُ أُمَّ إِسْمَاعِيْلَ لَوْ تَرَكَتْ زَمْزَمَ - أَوْ قَالَ: لَوْ لَمْ تَغْرِفْ مِنَ الْمَاءِ - لَكَانَتْ زَمْزَمُ عَيْنًا مَعِيْنًا"

ترجمہ: پس جب وہ مروہ پرچڑھیں توانھوں نے ایک آوازسنی، انھوں نے کہا: چپ! وہ خودکوکہہ رہی تھیں، پھرانھوں

نے کان لگا کر سنا اور انھوں نے سنا تو انھوں نے ایک آواز سنی، انھوں نے کہا: آپ نے سنا دیا، اگر آپ کے پاس کوئی امداد ہے (تو میری مدد کریں) پس اچانک انھوں نے ایک فرشتہ کو دیکھا زم زم کی جگہ کے پاس، اس فرشتہ نے اپنی ایڑی سے یا فرمایا: اپنے پر سے کریدا، یہاں تک کہ پانی ظاہر ہوا، پس حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا اس کا حوض بنانے لگیں اور وہ اپنے ہاتھ سے اس طرح کرنے لگیں یعنی چاروں طرف سے مٹی جمع کر کے مینڈ بنانے لگیں اور اس میں پانی کو روک لیا، اور وہ پانی میں سے چلو بھر بھر کر اپنے مشکیزہ میں ڈالنے لگیں اور پانی پھوٹ رہا تھا ان کے چلو بھرنے کے بعد، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: نبی ﷺ نے فرمایا ہے: اللہ تعالیٰ اسماعیل علیہ السلام کی ماں پر مہربانی فرمائیں اگر وہ زم زم کو چھوڑ دیتیں یا فرمایا: اگر وہ پانی میں سے چلو نہ بھرتیں تو زم زم بہنے والا چشمہ ہوتا۔

قَالَ: فَشَرِبَتْ وَأَرْضَعَتْ وَلَدَهَا، فَقَالَ لَهَا الْمَلَكُ: لاَ تَخَافِي الضَّيْعَةَ، فَإِنَّ هٰهُنَا بَيْتَ اللّٰهِ يَبْنِيْ هٰذَا الْغلاَمُ وَأَبُوْهُ، وَإِنَّ اللّٰهَ لاَ يُضِيْعُ أَهْلَهُ، وَكَانَ الْبَيْتُ مُرْتَفِعًا مِنَ الْأَرْضِ كَالرَّابِيَةِ، تَأْتِيْهِ السُّيُوْلُ فَتَأْخُذُ عَنْ يَمِيْنِهِ وَشِمَالِهِ، فَكَانَتْ كَذٰلِكَ حَتّٰى مَرَّتْ بِهِمْ رُفْقَةٌ مِنْ جُرْهُمَ أَوْ: أَهْلُ بَيْتٍ مِنْ جُرْهُمَ، مُقْبِلِيْنَ مِنْ طَرِيْقِ كَدَاءٍ فَنَزَلُوْا فِيْ أَسْفَلِ مَكَّةَ، فَرَأَوْا طَائِرًا عَائِفًا، فَقَالُوْا: إِنَّ هٰذَا الطَّائِرَ لَيَدُوْرُ عَلٰى مَاءٍ، لَعَهْدُنَا بِهٰذَا الْوَادِيْ وَمَا فِيْهِ مَاءٌ، فَأَرْسَلُوْا جَرِيًّا أَوْ جَرِيَّيْنِ فَإِذَا هُمْ بِالْمَاءِ، فَرَجَعُوْا فَأَخْبَرُوْهُمْ بِالْمَاءِ فَأَقْبَلُوْا، قَالَ: وَأُمُّ إِسْمَاعِيْلَ عِنْدَ الْمَاءِ. فَقَالُوْا: أَتَأْذَنِيْنَ لَنَا أَنْ نَنْزِلَ عِنْدَكِ؟ قَالَتْ: نَعَمْ، وَلٰكِنْ لاَحَقَّ لَكُمْ فِي الْمَاءِ، قَالُوْا: نَعَمْ.

ترجمہ: ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: پس حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا نے پانی پیا اور اپنے بچہ کو دودھ پلایا اور ان سے فرشتہ نے کہا: ضائع ہونے کا اندیشہ مت کر اس لئے کہ یہاں اللہ کا گھر ہے، یہ لڑکا اور اس کے ابا اس کو بنائیں گے، اور بیشک اللہ تعالیٰ اپنے لوگوں کو ضائع نہیں کرتے۔ اور بیت اللہ کی جگہ ٹیلہ کی طرح زمین سے اونچی تھی، نالہ وہاں سے گذرتا، تو وہ اس کے دائیں بائیں ہو لیتا، پس ہاجرہؓ اسی طرح سے وقت گذارتی رہیں، یہاں تک کہ ان کے پاس قبیلہ جرہم کی ایک جماعت گذری، یا فرمایا: قبیلہ جرہم کی ایک فیملی گذری، آرہے تھے وہ کداء کے راستہ سے، یعنی مکہ کی بالائی جانب سے، پس اترے وہ مکہ کے زیریں حصہ میں اور دیکھا انھوں نے پانی پر منڈلانے والے پرندے کو، کہا انھوں نے: بیشک یہ پرندہ پانی پر گھومتا ہے اور ہم اس میدان سے بارہا گذرے ہیں، درانحالیکہ اس میدان میں کوئی پانی نہیں ہے، پس انھوں نے ایک یا دو قاصدوں کو بھیجا، پس اچانک انھوں نے پانی پایا تو وہ لوٹے اور ان کو پانی کی خبر دی، پس وہ متوجہ ہوئے، ابن عباسؓ کہتے ہیں: اور اسماعیلؑ کی ماں پانی کے پاس تھیں، پس ان لوگوں نے کہا: کیا آپ ہمیں اجازت دیتی ہیں کہ ہم آپ کے پاس بسیں؟ حضرت ہاجرہؓ نے کہا: ہاں، مگر پانی میں تمہارا کوئی حق نہیں ہوگا، ان لوگوں نے کہا: ہاں یعنی ہم پانی میں دعوے دار نہیں ہونگے۔

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: قَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم:" فَأَلْفَى ذٰلِكَ أُمَّ إِسْمَاعِيْلَ وَهِيَ تُحِبُّ الْأُنْسَ" فَنَزَلُوْا وَأَرْسَلُوْا إِلٰى أَهْلِيْهِمْ فَنَزَلُوْا مَعَهُمْ، حَتَّى إِذَا كَانَ بِهَا أَهْلُ أَبْيَاتٍ مِنْهُمْ، وَشَبَّ الْغُلَامُ وَتَعَلَّمَ الْعَرَبِيَّةَ مِنْهُمْ، وَأَنْفَسَهُمْ وَأَعْجَبَهُمْ حِيْنَ شَبَّ، فَلَمَّا أَدْرَكَ زَوَّجُوْهُ امْرَأَةً مِنْهُمْ، وَمَاتَتْ أُمُّ إِسْمَاعِيْلَ فَجَاءَ إِبْرَاهِيْمُ بَعْدَ مَا تَزَوَّجَ إِسْمَاعِيْلُ، يُطَالِعُ تَرِكَتَهُ فَلَمْ يَجِدْ إِسْمَاعِيْلَ، فَسَأَلَ امْرَأَتَهُ عَنْهُ فَقَالَتْ: خَرَجَ يَبْتَغِيْ لَنَا، ثُمَّ سَأَلَهَا عَنْ عَيْشِهِمْ وَهَيْئَتِهِمْ، فَقَالَتْ: نَحْنُ بِشَرٍّ، نَحْنُ فِيْ ضِيْقٍ وَشِدَّةٍ، فَشَكَتْ إِلَيْهِ، قَالَ: فَإِذَا جَاءَ زَوْجُكِ اقْرَئِيْ عَلَيْهِ السَّلَامَ، وَقُوْلِيْ لَهُ يُغَيِّرُ عَتَبَةَ بَابِهِ، فَلَمَّا جَاءَ إِسْمَاعِيْلُ كَأَنَّهُ آنَسَ شَيْئًا فَقَالَ: هَلْ جَاءَ كُمْ مِنْ أَحَدٍ؟ قَالَتْ: نَعَمْ، جَاءَ نَا شَيْخٌ كَذَا وَكَذَا، فَسَأَلَنَا عَنْكَ فَأَخْبَرْتُهُ، وَسَأَلَنِيْ كَيْفَ عَيْشُنَا، فَأَخْبَرْتُهُ أَنَّا فِيْ جَهْدٍ وَشِدَّةٍ، قَالَ: فَهَلْ أَوْصَاكِ بِشَيْئٍ؟ قَالَتْ: نَعَمْ، أَمَرَنِيْ أَنْ أَقْرَأَ عَلَيْكَ السَّلَامَ وَيَقُوْلُ: غَيِّرْ عَتَبَةَ بَابِكَ، قَالَ: ذَاكَ أَبِيْ، وَقَدْ أَمَرَنِيْ أَنْ أُفَارِقَكِ، الْحَقِيْ بِأَهْلِكِ، فَطَلَّقَهَا.

ترجمہ: ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: پس پایا اس نے یعنی جرہم کے بسنے نے اسماعیل علیہ السلام کی ماں کو درانحالیکہ وہ انسیت کو پسند کررہی تھیں، پس وہ لوگ اترے اور اپنے قبیلوں کی طرف آدمی بھیجے پس وہ بھی ان کے ساتھ اترے، یہاں تک کہ جب مکہ میں جرہم قبیلہ کی چند فیملیاں بس گئیں اور لڑکا جوان ہوگیا ور اس نے ان سے عربی سیکھ لی اور تھا وہ ان میں سب سے زیادہ نفیس اور سب سے زیادہ پسندیدہ جب وہ جوان ہوا تو انھوں نے اس کا نکاح کردیا اپنے میں سے ایک عورت سے اور اسماعیل علیہ السلام کی والدہ کی وفات ہوگئی، پس ابراہیم علیہ السلام آئے اسماعیل علیہ السلام کے نکاح کرنے کے بعد، خیر خبر معلوم کررہے ہیں وہ اپنی چھوڑی ہوئی اولاد کی، تو انھوں نے اسماعیل علیہ السلام کو نہیں پایا، ان کی بیوی سے ان کے بارے میں پوچھا اس نے کہا: ہمارے لئے روزی تلاش کرنے گئے ہیں، پھر انھوں نے پوچھا ان کے گذران اور ان کے احوال کے بارے میں تو اس نے کہا: ہم برے حال میں ہیں، ہم تنگی اور سختی میں ہیں، پس اس نے ابراہیم علیہ السلام سے شکوہ کیا، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: جب تمہارا شوہر آئے تو ان سے میرا سلام کہنا، اور اس سے کہنا کہ وہ اپنے دروازے کی چوکھٹ بدل دے، پس جب اسماعیل علیہ السلام آئے تو گویا انھوں نے کوئی نئی چیز محسوس کی، پس پوچھا: کیا تمہارے پاس کوئی آیا تھا؟ بیوی نے کہا: ہاں، ہمارے پاس ایک ایسے اور ایسے حضرت آئے تھے، پس انھوں نے ہم سے آپ کے بارے میں پوچھا تو میں نے ان کو بتلایا، انھوں نے مجھ سے پوچھا: ہمارا گذران کیسا ہے؟ تو میں نے ان کو بتلایا کہ ہم مشقت میں اور سختی میں ہیں، اسماعیل علیہ السلام نے پوچھا: پس کیا انھوں نے تجھے کسی چیز کی وصیت (تاکید) کی ہے؟ اس نے کہا: ہاں، انھوں نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں آپ کو سلام کہوں اور انھوں نے کہا ہے کہ آپ اپنے گھر کی چوکھٹ بدل دیں، اسماعیل علیہ السلام نے کہا: وہ میرے ابا تھے، اور انھوں نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تجھ سے جدا

ہو جاؤں، تو اپنے میکے چلی جا اور آپ نے اس کو طلاق دیدی۔

وَتَزَوَّجَ مِنْهُمْ امْرَأَةً أُخْرَى، فَلَبِثَ عَنْهُمْ إِبْرَاهِيْمُ مَا شَاءَ اللّٰهُ ثُمَّ أَتَاهُمْ بَعْدُ، فَلَمْ يَجِدْهُ، فَدَخَلَ عَلٰى امْرَأَتِهِ فَسَأَلَهَا عَنْهُ، فَقَالَتْ: خَرَجَ يَبْتَغِيْ لَنَا، قَالَ: كَيْفَ أَنْتُمْ؟ وَسَأَلَهَا عَنْ عَيْشِهِمْ وَهَيْئَتِهِمْ، فَقَالَتْ: نَحْنُ بِخَيْرٍ وَسَعَةٍ، وَأَثْنَتْ عَلَى اللّٰهِ، فَقَالَ: مَا طَعَامُكُمْ؟ قَالَتْ: اللَّحْمُ، قَالَ: فَمَا شَرَابُكُمْ؟ قَالَتْ: الْمَاءُ، قَالَ: اللّٰهُمَّ بَارِكْ لَهُمْ فِي اللَّحْمِ وَالْمَاءِ، قَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم: "وَلَمْ يَكُنْ لَهُمْ يَوْمَئِذٍ حَبٌّ، وَلَوْكَانَ لَهُمْ دَعَا لَهُمْ فِيْهِ" قَالَ: فَهُمَا لَا يَخْلُوْ عَلَيْهِمَا أَحَدٌ بِغَيْرِ مَكَّةَ إِلَّا لَمْ يُوَافِقَاهُ، قَالَ: فَإِذَا جَاءَ زَوْجُكِ فَاقْرَئِيْ عَلَيْهِ السَّلَامَ، وَمُرِيْهِ يُثْبِتُ عَتَبَةَ بَابِهِ، فَلَمَّا جَاءَ إِسْمَاعِيْلُ قَالَ: هَلْ أَتَاكُمْ مِنْ أَحَدٍ؟ قَالَتْ: نَعَمْ، أَتَانَا شَيْخٌ حَسَنُ الْهَيْئَةِ وَأَثْنَتْ عَلَيْهِ، فَسَأَلَنِيْ عَنْكَ فَأَخْبَرْتُهُ، فَسَأَلَنِيْ كَيْفَ عَيْشُنَا؟ فَأَخْبَرْتُهُ أَنَّا بِخَيْرٍ، قَالَ: فَأَوْصَاكِ بِشَيْئٍ؟ قَالَتْ: نَعَمْ، هُوَ يَقْرَأُ عَلَيْكَ السَّلَامَ وَيَأْمُرُكَ أَنْ تُثْبِتَ عَتَبَةَ بَابِكَ، قَالَ: ذَاكَ أَبِيْ وَأَنْتِ الْعَتَبَةُ، أَمَرَنِيْ أَنْ أُمْسِكَكِ.

ترجمہ: اور اسماعیل علیہ السلام نے ان لوگوں میں سے ایک دوسری عورت سے نکاح کیا، پس ابراہیم علیہ السلام ان لوگوں سے ٹھہرے رہے جتنا اللہ نے چاہا، پھر وہ ان کے پاس آئے اس کے بعد، پس اسماعیل علیہ السلام کو انھوں نے نہیں پایا، اور وہ ان کی بیوی کے پاس پہنچے اور اس سے اسماعیل علیہ السلام کے بارے میں پوچھا تو اس نے کہا: ہمارے لئے روزی تلاش کرنے گئے ہیں، ابراہیم علیہ السلام نے پوچھا: تمہارا کیا حال ہے؟ اور اس سے ان کے گذران اور احوال کے بارے میں پوچھا، اس نے کہا: ہم خیریت سے اچھے حال میں ہیں اور اس نے اللہ کی تعریف کی، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پوچھا: تمہارا کھانا کیا ہے؟ اس نے کہا: گوشت، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پوچھا: اور پیتے کیا ہو؟ اس نے کہا: پانی، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا کی: اے اللہ! ان کے لئے گوشت اور پانی میں برکت فرما، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اور نہیں تھا ان کے لئے اس وقت غلّہ اور اگر ہوتا ان کے لئے غلّہ تو آپ ان کے لئے غلہ میں بھی دعا فرماتے، ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: پس وہ دونوں چیزیں (گوشت اور پانی) نہیں اکتفا کرتا ان دونوں پر کوئی مکہ کے علاوہ میں مگر وہ دونوں چیزیں اس کے موافق نہیں آتیں، ابراہیم علیہ السلام نے کہا: جب تمہارے شوہر آئیں تو ان سے میرا سلام کہنا اور ان کو حکم دینا کہ وہ اپنے گھر کی چوکھٹ برقرار رکھیں، پس جب اسماعیل علیہ السلام آئے تو پوچھا: کیا تمہارے پاس کوئی آیا تھا؟ بیوی نے کہا: ہاں، ہمارے پاس ایک حضرت آئے تھے جو بہت اچھی حالت میں تھے اور اس نے ابراہیم علیہ السلام کی تعریف کی، انھوں نے مجھ سے آپ کے بارے میں پوچھا، میں نے ان کو بتلایا پھر انھوں نے مجھ سے پوچھا: تمہارا گذران کیسا ہے؟ میں نے ان کو بتلایا کہ ہم اچھے حال میں ہیں، اسماعیل علیہ السلام نے پوچھا: پس کیا انھوں نے آپ کو کسی بات کی وصیت کی ہے؟ بیوی نے

کہا: ہاں، انھوں نے آپ کو سلام کہا ہے اور آپ کو حکم دیا ہے کہ آپ اپنے دروازہ کی چوکھٹ برقرار رکھیں، اسماعیل علیہ السلام نے کہا: وہ میرے ابا تھے اور آپ چوکھٹ ہیں انھوں نے مجھے حکم دیا کہ میں آپ کو روکے رکھوں۔

ثُمَّ لَبِثَ عَنْهُمْ مَاشَاءَ اللّٰهُ، ثُمَّ جَاءَ بَعْدَ ذٰلِكَ وَإِسْمَاعِيْلُ يَبْرِىْ نَبْلاً لَهُ تَحْتَ دَوْحَةٍ قَرِيْبًا مِنْ زَمْزَمَ، فَلَمَّا رَآهُ قَامَ إِلَيْهِ فَصَنَعَا كَمَا يَصْنَعُ الْوَالِدُ بِالْوَلَدِ وَالْوَلَدُ بِالْوَالِدِ، ثُمَّ قَالَ: يَا إِسْمَاعِيْلُ! إِنَّ اللّٰهَ أَمَرَنِىْ بِأَمْرٍ، قَالَ: فَاصْنَعْ مَا أَمَرَكَ رَبُّكَ، قَالَ: وَتُعِيْنُنِىْ؟ قَالَ: وَأُعِيْنُكَ، قَالَ: فَإِنَّ اللّٰهَ أَمَرَنِىْ أَنْ أَبْنِىَ هَاهُنَا بَيْتًا، وَأَشَارَ إِلٰى أَكْمَةٍ مُرْتَفِعَةٍ عَلٰى مَاحَوْلَهَا، قَالَ: فَعِنْدَ ذٰلِكَ رَفَعَا الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ، فَجَعَلَ إِسْمَاعِيْلُ يَأْتِىْ بِالْحِجَارَةِ وَإِبْرَاهِيْمُ يَبْنِىْ، حَتّٰى إِذَا ارْتَفَعَ الْبِنَاءُ جَاءَ بِهٰذَا الْحَجَرِ فَوَضَعَهُ لَهُ فَقَامَ عَلَيْهِ وَهُوَ يَبْنِىْ، وَإِسْمَاعِيْلُ يُنَاوِلُهُ الْحِجَارَةَ، وَهُمَا يَقُوْلَانِ: ﴿ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ﴾ قَالَ: فَجَعَلَا يَبْنِيَانِ حَتّٰى يَدُوْرَا حَوْلَ الْبَيْتِ وَهُمَا يَقُوْلَانِ:﴿ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ﴾ [البقرة: ۱۲۷] [راجع: ۲۳۶۸]

ترجمہ: پھر ابراہیم علیہ السلام ان لوگوں سے ٹھہرے رہے جتنا اللہ نے چاہا، پھر اس کے بعد وہ آئے اور اسماعیل علیہ السلام اپنی تیر کی لکڑیاں چھیل رہے تھے، بڑے درخت کے نیچے زم زم کے پاس، پس جب اسماعیل علیہ السلام نے ان کو دیکھا تو ان کی طرف کھڑے ہوئے پس دونوں نے کیا جیسا باپ بیٹے کے ساتھ اور بیٹا باپ کے ساتھ کرتا ہے، پھر ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: اے اسماعیل! بیشک اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک حکم دیا ہے، اسماعیل علیہ السلام نے کہا: تعمیل کریں آپ اس حکم کی جو آپ کو آپ کے پروردگار نے دیا ہے، ابراہیم علیہ السلام نے کہا: کیا آپ میری مدد کریں گے؟ اسماعیل علیہ السلام نے کہا: میں آپ کی مدد کروں گا، ابراہیم علیہ السلام نے کہا: اللہ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں یہاں ایک گھر بناؤں اور ابھرے ہوئے ٹیلے کی طرف اور اس کے اردگرد کی طرف اشارہ کیا، ابن عباسؓ کہتے ہیں: پس اس وقت دونوں نے بیت اللہ کی بنیادیں اٹھائیں، پس اسماعیل علیہ السلام پتھر لاتے تھے اور ابراہیم علیہ السلام چنتے تھے، یہاں تک کہ جب دیوار اونچی ہوئی تو وہ یہ پتھر لائے، پس انھوں نے اس پتھر کو ان کے لئے رکھا، وہ اس پر کھڑے ہوکر دیوار چننے لگے، اور اسماعیل علیہ السلام ان کو پتھر دیتے رہے اور دونوں دعا کرتے تھے: ﴿رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ﴾: اے ہمارے پروردگار! ہماری یہ خدمت قبول فرما، بلاشبہ آپ خوب سننے والے جاننے والے ہیں (سورۃ البقرہ آیت ۱۲۷) ابن عباسؓ کہتے ہیں: پس دونوں تعمیر کرتے رہے یہاں تک کہ دونوں گھومے بیت اللہ کے اردگرد، یعنی چاروں طرف کی تعمیر مکمل کی اور وہ دونوں یہ دعا کرتے رہے۔

پھر یہی حدیث دوسری سند سے لائے ہیں، امام بخاری رحمہ اللہ یہ حدیث چار سندوں سے لائے ہیں، پہلی دو سندوں سے حدیثیں مختصر ہیں، اور دوسری دو سندوں سے حدیثیں مفصل ہیں، اور یہ سب روایتیں سعید بن جبیرؒ کی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ہیں۔

[۳۳۶۵-] حدثنا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، ثَنَا أَبُوْ عَامِرٍ عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ عَمْرٍو، ثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ نَافِعٍ، عَنْ كَثِيْرِ بْنِ كَثِيْرٍ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: لَمَّا كَانَ بَيْنَ إِبْرَاهِيْمَ وَبَيْنَ أَهْلِهِ مَاكَانَ، خَرَجَ بِإِسْمَاعِيْلَ وَأُمِّ إِسْمَاعِيْلَ، وَمَعَهُمْ شَنَّةٌ فِيْهَا مَاءٌ، فَجَعَلَتْ أُمُّ إِسْمَاعِيْلَ تَشْرَبُ مِنَ الشَّنَّةِ، فَيَدِرُّ لَبَنُهَا عَلٰى صَبِيِّهَا، حَتّٰى قَدِمَ مَكَّةَ فَوَضَعَهَا تَحْتَ دَوْحَةٍ، ثُمَّ رَجَعَ إِبْرَاهِيْمُ إِلٰى أَهْلِهِ، فَاتَّبَعَتْهُ أُمُّ إِسْمَاعِيْلَ حَتّٰى لَمَّا بَلَغُوْا كَدَاءَ نَادَتْهُ مِنْ وَرَائِهِ: يَا إِبْرَاهِيْمُ! إِلٰى مَنْ تَتْرُكُنَا؟ قَالَ: إِلٰى اللّٰهِ! قَالَتْ: رَضِيْتُ بِاللّٰهِ! قَالَ: فَرَجَعَتْ فَجَعَلَتْ تَشْرَبُ مِنَ الشَّنَّةِ وَيَدِرُّ لَبَنُهَا عَلٰى صَبِيِّهَا، حَتّٰى لَمَّا فَنِيَ الْمَاءُ، قَالَتْ: لَوْ ذَهَبْتُ فَنَظَرْتُ لَعَلِّى أُحِسُّ أَحَدًا، قَالَ: فَذَهَبْتْ فَصَعِدَتِ الصَّفَا فَنَظَرَتْ، وَنَظَرَتْ هَلْ تُحِسُّ أَحَدًا، فَلَمْ تُحِسَّ أَحَدًا، فَلَمَّا بَلَغَتِ الْوَادِىَ سَعَتْ، أَتَتِ الْمَرْوَةَ، وَفَعَلَتْ ذٰلِكَ أَشْوَاطًا، ثُمَّ قَالَتْ: لَوْ ذَهَبْتُ فَنظَرْتُ مَا فَعَلَ، تَعْنِى الصَّبِىَّ، فَذَهَبَتْ فَنظَرَتْ فَإِذَا هُوَ عَلٰى حَالِهِ، كَأَنَّهُ يَنْشَغُ لِلْمَوْتِ، فَلَمْ تُقِرَّهَا نَفْسُهَا، فَقَالَتْ: لَوْ ذَهَبْتُ فَنَظَرْتُ لَعَلِّى أُحِسُّ أَحَدًا، فَذَهَبَتْ فَصَعِدَتِ الصَّفَا، فَنَظَرَتْ وَنَظَرَتْ فَلَمْ تُحِسَّ أَحَدًا، حَتّٰى أَتَمَّتْ سَبْعًا، ثُمَّ قَالَتْ: لَوْ ذَهَبْتُ فَنَظَرْتُ مَا فَعَلَ فَإِذَا هِىَ بِصَوْتٍ، فَقَالَتْ: أَغِثْ إِنْ كَانَ عِنْدَكَ خَيْرٌ، فَإِذَا جِبْرِيْلُ، قَالَ: فَقَالَ بِعَقِبِهِ هٰكَذَا وَغَمَزَ عَقِبَهُ عَلٰى الْأَرْضِ، قَالَ: فَانْبَثَقَ الْمَاءُ فَدَهِشَتْ أُمُّ إِسْمَاعِيْلَ فَجَعَلَتْ تَحْفِرُ، قَالَ: فَقَالَ أَبُوْ الْقَاسِمِ صلى الله عليه وسلم:" لَوْ تَرَكَتْهُ كَانَ الْمَاءُ ظَاهِرًا" قَالَ: جَعَلَتْ تَشْرَبُ مِنَ الْمَاءِ وَيَدِرُّ لَبَنُهَا عَلٰى صَبِيِّهَا، قَالَ: فَمَرَّ نَاسٌ مِنْ جُرْهُمَ بِبَطْنِ الْوَادِىْ، فَإِذَا هُمْ بِطَيْرٍ كَأَنَّهُمْ أَنْكَرُوْا ذَاكَ، وَقَالُوْا: مَا يَكُوْنُ الطَّيْرُ إِلَّا عَلٰى مَاءٍ، فَبَعَثُوْا رَسُوْلَهُمْ، فَنَظَرُوْا فَإِذَا هُوَ بِالْمَاءِ، فَأَتَاهُمْ فَأَخْبَرَهُمْ فَأَتَوْا إِلَيْهَا فَقَالُوْا: يَا أُمَّ إِسْمَاعِيْلَ، أَتَأْذَنِيْنَ لَنَا أَنْ نَكُوْنَ مَعَكِ أَوْ نَسْكُنَ مَعَكِ؟ فَبَلَغَ ابْنُهَا فَنَكَحَ فِيْهِمُ امْرَأَةً! قَالَ: ثُمَّ إِنَّهُ بَدَا لِإِبْرَاهِيْمَ، فَقَالَ لِأَهْلِهِ: إِنِّىْ مُطَّلِعٌ تَرِكَتِىْ، قَالَ: فَجَاءَ فَسَلَّمَ، فَقَالَ: أَيْنَ إِسْمَاعِيْلُ؟ فَقَالَتِ امْرَأَتُهُ: ذَهَبَ يَصِيْدُ، قَالَ: قُوْلِىْ لَهُ إِذَا جَاءَ: غَيِّرْ عَتَبَةَ بَيْتِكَ، فَلَمَّا جَاءَ أَخْبَرَتْهُ فَقَالَ: أَنْتِ ذَاكِ فَاذْهَبِىْ إِلٰى أَهْلِكِ.

قَالَ: ثُمَّ إِنَّهُ بَدَا لِإِبْرَاهِيْمَ فَقَالَ لِأَهْلِهِ: إِنِّىْ مُطَّلِعٌ تَرِكَتِىْ، فَجَاءَ فَقَالَ: أَيْنَ إِسْمَاعِيْلُ؟ فَقَالَتِ امْرَأَتُهُ: ذَهَبَ يَصِيْدُ، فَقَالَتْ: أَلَا تَنْزِلُ فَتَطْعَمَ وَتَشْرَبَ؟ فَقَالَ: وَمَا طَعَامُكُمْ وَمَا شَرَابُكُمْ؟ قَالَتْ: طَعَامُنَا اللَّحْمُ وَشَرَابُنَا الْمَاءُ، قَالَ: اللّٰهُمَّ بَارِكْ لَهُمْ فِىْ طَعَامِهِمْ وَشَرَابِهِمْ، قَالَ: فَقَالَ أَبُوْ الْقَاسِمِ صلى الله عليه وسلم:" بَرَكَةٌ بِدَعْوَةِ إِبْرَاهِيْمَ"

قَالَ: ثُمَّ إِنَّهُ بَدَا لِإِبْرَاهِيْمَ فَقَالَ لِأَهْلِهِ: إِنِّىْ مُطَّلِعٌ تَرِكَتِىْ، فَجَاءَ فَوَافَقَ إِسْمَاعِيْلَ مِنْ وَرَاءِ زَمْزَمَ يُصْلِحُ نَبْلًا لَهُ، فَقَالَ: يَا إِسْمَاعِيْلُ: إِنَّ رَبَّكَ أَمَرَنِىْ أَنْ أَبْنِيَ لَهُ بَيْتًا، قَالَ: أَطِعْ رَبَّكَ، قَالَ: إِنَّهُ قَدْ أَمَرَنِىْ أَنْ

تُعِیْنُنِیْ عَلَیْهِ، قَالَ: إِذَنْ أَفْعَلَ، أَوْ كَمَا قَالَ، قَالَ: فَقَامَا فَجَعَلَ إِبْرَاهِیْمُ یَبْنِیْ، وَإِسْمَاعِیْلُ یُنَاوِلُهُ الْحِجَارَةَ، وَیَقُوْلَانِ: ﴿ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ﴾ قَالَ: حَتَّى ارْتَفَعَ الْبِنَاءُ وَضَعُفَ الشَّیْخُ عَنْ نَقْلِ الْحِجَارَةِ فَقَامَ عَلَى حَجَرِ الْمَقَامِ فَجَعَلَ یُنَاوِلُهُ الْحِجَارَةَ وَیَقُوْلَانِ: ﴿ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ﴾ [البقرة: ۱۲۷] [راجع: ۲۳۶۸]

قوله: لما كان بين إبراهيم: جب تھا ابراہیم علیہ السلام اوران کی اہلیہ کے درمیان جو تھا، یعنی حضرت سارہ رضی اللہ عنہا اس کی روادار نہیں ہوئیں کہ حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ رہیں .... **دَرَّ الدَّرُّ** (ن،ض) دَرًّا: دودھ کا کثرت سے جاری ہونا.......... **نَشَغَ نَشْغًا:** سسکیاں بھرنا، بیہوش ہونے کے قریب ہوجانا..........

فلم تُقِرَّهَا: قَرَارٌ سے ہے یعنی ان کے دل کو چین نہیں آیا، جاننا چاہئے کہ حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا نے صفامروہ کے درمیان سات چکر مسلسل نہیں لگائے، صفا سے مروہ تک جاتیں پھر بچہ کے پاس آجاتیں پھر جب بچہ کی بے تابی دیکھتیں تو صفا پر چڑھتیں اوراتر کر مروہ پر جاتیں، ساتویں مرتبہ جب وہ مروہ پر پہنچیں تو انھوں نے فرشتہ کی آواز سنی، مروہ زمزم سے دور ہے ....**فقال بعقبه هكذا**: زمزم حضرت جبرئیل علیہ السلام کی ایڑ مارنے سے یاپَر مارنے سے ظاہر ہوا ہے، اورلوگوں میں جومشہور ہے کہ زمزم حضرت اسماعیل علیہ السلام کے پیر رگڑنے سے ظاہر ہوا ہے: وہ بے اصل ہے۔

[۳۳۶۶-] حدثنا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِیْلَ، ثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ، ثَنَا الْأَعْمَشُ، ثَنَا إِبْرَاهِیْمُ التَّیْمِیُّ، عَنْ أَبِیْهِ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا ذَرٍّ، قَالَ: قُلْتُ: یَارَسُوْلَ اللهِ! أَیُّ مَسْجِدٍ وُضِعَ فِی الْأَرْضِ أَوَّلُ؟ قَالَ: " الْمَسْجِدُ الْحَرَامُ" قُلْتُ: ثُمَّ أَیٌّ؟ قَالَ: " الْمَسْجِدُ الْأَقْصَى" قُلْتُ: كَمْ كَانَ بَیْنَهُمَا؟ قَالَ: " أَرْبَعُوْنَ سَنَةً، ثُمَّ أَیْنَمَا أَدْرَكَتْكَ الصَّلاَةُ بَعْدُ فَصَلِّهْ، فَإِنَّ الْفَضْلَ فِیْهِ" [انظر: ۳۴۲۵]

ترجمہ: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: یارسول اللہ! کونسی مسجد زمین میں سب سے پہلے رکھی گئی؟ آپؐ نے فرمایا: مسجدِ حرام، انھوں نے پوچھا: پھر کونسی؟ آپؐ نے فرمایا: مسجد اقصیٰ، انھوں نے پوچھا: دونوں کے درمیان کتنی مدت تھی؟ آپؐ نے فرمایا: چالیس سال، پھر (فرمایا) جہاں بھی اب آپ کو نماز پائے تو نماز پڑھیں، بیشک فضیلت اسی میں ہے۔

تشریح: **أَوَّلُ**: لام کے ضمہ کے ساتھ مبنی ہے اور مضاف الیہ منوی ہے أی أَوَّلُ كلِّ مَسْجِدٍ ....اور **صَلِّهْ**: ہائے سکتہ کے ساتھ ہے اصل فعل امر صَلِّ ہے.......... فضیلت اسی میں ہے یعنی وقت ہوتے ہی نماز پڑھ لینے میں فضیلت ہے۔

اس کے بعد جاننا چاہئے کہ امام بخاری رحمہ اللہ اس حدیث کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے تذکرہ میں لائے ہیں اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ دونوں مسجدیں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بنائی ہیں اور دونوں کے درمیان چالیس سال کا فصل ہے، اورحاشیہ میں جو اشکال ہے اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے بیت المقدس کو شاندار بنایا تھا، مگر

اس کی بنیاد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے رکھی تھی، اور اس کو اسحاق علیہ السلام اور ان کی اولاد کا قبلہ بنایا تھا۔

ملحوظہ: اس حدیث سے پہلے مصری نسخہ میں باب بلاترجمہ ہے، ہمارے نسخہ میں بھی گیلری میں ہے، مگر کتاب میں نہیں ہے اس لئے ہم نے باب اور اس کا نمبر حذف کیا ہے۔

[۳۳۶۷-] حدثنا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ أَبِیْ عَمْرٍو مَوْلٰی الْمُطَّلِبِ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم طَلَعَ لَهُ أُحُدٌ، فَقَالَ: " هٰذَا جَبَلٌ يُحِبُّنَا وَنُحِبُّهُ، اللّٰهُمَّ إِنَّ إِبْرَاهِيْمَ حَرَّمَ مَكَّةَ وَإِنِّیْ أُحَرِّمُ مَا بَيْنَ لَابَتَيْهَا" وَرَوَاهُ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ زَيْدٍ عَنِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم.

[راجع: ۳۷۱]

[۳۳۶۸-] حدثنا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ، أَنَا مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، أَنَّ ابْنَ أَبِیْ بَكْرٍ أَخْبَرَ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ، عَنْ عَائِشَةَ، زَوْجِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم، أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ: " أَلَمْ تَرَیْ أَنَّ قَوْمَكِ لَمَّا بَنَوُا الْكَعْبَةَ اقْتَصَرُوْا عَنْ قَوَاعِدِ إِبْرَاهِيْمَ؟" فَقُلْتُ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! أَلَا تَرُدُّهَا عَلٰی قَوَاعِدِ إِبْرَاهِيْمَ؟ قَالَ: " لَوْلَا حِدْثَانُ قَوْمِكِ بِالْكُفْرِ" فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ: لَئِنْ كَانَتْ عَائِشَةُ سَمِعَتْ هٰذَا مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم مَا أُرَی أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم تَرَكَ اسْتِلَامَ الرُّكْنَيْنِ اللَّذَيْنِ يَلِيَانِ الْحِجْرَ إِلَّا أَنَّ الْبَيْتَ لَمْ يُتَمَّمْ عَلٰی قَوَاعِدِ إِبْرَاهِيْمَ. وَقَالَ إِسْمَاعِيْلُ: عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أَبِیْ بَكْرٍ. [راجع: ۱۲۶]

وضاحت: یہ دونوں حدیثیں پہلے گذری ہیں، پہلی حدیث میں ہے: إن إبراهيم حرم مكة: یہی جملہ باب سے متعلق ہے، اور دوسری حدیث میں ہے کہ قریش نے جب کعبہ بنایا تو ابراہیم علیہ السلام کی بنیاد سے چھوٹا بنایا، یہی جزء باب سے متعلق ہے۔

[۳۳۶۹-] حدثنا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ، أَنَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِیْ بَكْرِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ عَمْرِو بْنِ سُلَيْمٍ الزُّرَقِیِّ، أَخْبَرَنِیْ أَبُوْ حُمَيْدٍ السَّاعِدِیُّ، أَنَّهُمْ قَالُوْا: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! كَيْفَ نُصَلِّیْ عَلَيْكَ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم: " قُوْلُوْا: اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَأَزْوَاجِهِ وَذُرِّيَّتِهِ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰی آلِ إِبْرَاهِيْمَ، وَبَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَأَزْوَاجِهِ وَذُرِّيَّتِهِ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰی آلِ إِبْرَاهِيْمَ، إِنَّكَ حَمِيْدٌ مَجِيْدٌ"[انظر: ۶۳۶۰]

[۳۳۷۰-] حدثنا قَيْسُ بْنُ حَفْصٍ، وَمُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ، قَالَا: ثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ زِيَادٍ، ثَنَا أَبُوْ فَرْوَةَ مُسْلِمُ بْنُ سَالِمٍ الْهَمْدَانِیُّ، ثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عِيْسَى، أَنَّهُ سَمِعَ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِیْ لَيْلٰی، قَالَ: لَقِيَنِیْ

كَعْبُ بْنُ عُجْرَةَ، فَقَالَ: أَلَا أُهْدِی لَكَ هَدِیَّةً سَمِعْتُهَا مِنَ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم؟ فَقُلْتُ: بَلٰی، فَأَهْدِهَا لِیْ، فَقَالَ: سَأَلْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَقُلْنَا: یَارَسُوْلَ اللّٰهِ! كَیْفَ الصَّلَاةُ عَلَیْكُمْ أَهْلَ الْبَیْتِ؟ فَإِنَّ اللّٰهَ قَدْ عَلَّمَنَا كَیْفَ نُسَلِّمُ عَلَیْكَ قَالَ:" قُوْلُوْا: اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی إِبْرَاهِیْمَ وَعَلٰی آلِ إِبْرَاهِیْمَ إِنَّكَ حَمِیْدٌ مَجِیْدٌ. اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰی إِبْرَاهِیْمَ وَعَلٰی آلِ إِبْرَاهِیْمَ إِنَّكَ حَمِیْدٌ مَجِیْدٌ"[انظر: ٤٧٩٧، ٦٣٥٧]

وضاحت: ان دونوں حدیثوں میں درود شریف ہیں، پہلی حدیث ابوحمید ساعدی کی ہے، اور دوسری کعب بن عجرہؓ کی دونوں میں کما صلیت علی إبراهیم وعلی آل إبراهیم ہے، یہی حدیثوں کی باب سے مناسبت ہے۔

[۳۳۷۱-] حدثنا عُثْمَانُ بْنُ أَبِیْ شَیْبَةَ، ثَنَا جَرِیْرٌ، عَنْ مَنْصُوْرٍ، عَنِ الْمِنْهَالِ، عَنْ سَعِیْدِ بْنِ جُبَیْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: كَانَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم یُعَوِّذُ الْحَسَنَ وَالْحُسَیْنَ، وَیَقُوْلُ:" إِنَّ أَبَاكُمَا كَانَ یُعَوِّذُ بِهَا إِسْمَاعِیْلَ وَإِسْحَاقَ: أَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّةِ، مِنْ كُلِّ شَیْطَانٍ وَهَامَّةٍ، وَمِنْ كُلِّ عَیْنٍ لَامَّةٍ"

ترجمہ: ابن عباس کہتے ہیں: نبی ﷺ حسنین رضی اللہ عنہما کو جھاڑا کرتے تھے اور فرماتے تھے: تمہارے ابا ابراہیم علیہ السلام بھی اس جھاڑ کے ذریعہ اسماعیل واسحاق علیہما السلام کو جھاڑا کرتے تھے (یہاں باب ہے) یہ جھاڑ بہت اچھی ہے طلبہ یاد کرلیں۔

بَابٌ

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے سلسلہ کا تیسرا باب

۱- سورۃ الحجر آیت ۵۱ اور اس کے بعد کی آیات میں ہے: "اور آپ لوگوں کو ابراہیم علیہ السلام کے مہمانوں کے احوال بتلادیجئے جب وہ ان کے پاس پہنچے تو انھوں نے سلام کیا، ابراہیم علیہ السلام نے کہا: ہم تم سے خائف ہیں (حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کو مہمان سمجھ کر کھانا تیار تھا، مگر انھوں نے نہیں کھایا کیونکہ وہ فرشتے تھے، اس لئے ابراہیم علیہ السلام دل میں ڈرے کہ یہ لوگ کھانا کیوں نہیں کھاتے؟ کہیں دشمن تو نہیں) انھوں نے کہا: آپ خائف نہ ہوں، ہم آپ کو ایک لڑکے کی بشارت دیتے ہیں جو بڑا عالم ہوگا" اس لڑکے سے مراد حضرت اسحاق علیہ السلام ہیں۔

۲- سورۃ البقرہ آیت ۲۶۰ میں ہے: یاد کرو اس وقت کو جب ابراہیم علیہ السلام نے عرض کیا: اے میرے پروردگار! مجھ کو دکھلایئے کہ آپ مُردوں کو کیسے زندہ کریں گے" اس کی تفصیل باب کی حدیث میں ہے۔

حدیث: نبی ﷺ نے فرمایا: (۱) ہم شک کے زیادہ حق دار ہیں ابراہیم علیہ السلام سے، جب انھوں نے کہا: اے میرے پروردگار! مجھے دکھلایئے کہ آپ مُردوں کو کیسے زندہ کریں گے؟ اللہ تعالیٰ نے پوچھا: کیا اور تم ایمان نہیں رکھتے؟

ابراہیم علیہ السلام نے جواب دیا: کیوں نہیں، مگر اس لئے درخواست کررہا ہوں کہ میرا دل مطمئن ہوجائے (۲) اور اللہ تعالیٰ لوط علیہ السلام پر رحم فرمائیں، واقعہ یہ ہے کہ وہ مضبوط جتھے کی پناہ لئے ہوئے تھے (۳) اور اگر ٹھہرتا میں قید خانہ میں جتنی مدت یوسف علیہ السلام ٹھہرے تو میں بلانے والے کے ساتھ ہولیتا۔

تشریح: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی تین باتوں کی حقیقت کھولی ہے جو انبیاء کے شایانِ شان نہیں:

پہلی بات: حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پروردگار سے درخواست کی کہ آپ قیامت کے دن مُردوں کو کس طرح زندہ کریں گے؟ مجھے اس کا مشاہدہ کرادیں، یہاں کوئی خیال کرسکتا تھا کہ ابراہیم علیہ السلام کو اللہ کی اس صفت میں شک ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایسا شک تو ہم بدرجہ اولیٰ کرسکتے ہیں، کیونکہ علم کے دو درجے ہیں: علم الیقین اور عین الیقین (اسی کا نام حق الیقین ہے)[1] کسی بات کو قطعی طور پر جان لینا علم الیقین ہے، پھر اس کا آنکھ سے مشاہدہ کرنا عین الیقین اور حق الیقین ہے، پس اگر کوئی علم الیقین کو ترقی دینے کے لئے مشاہدہ کی درخواست کرے تو اس میں کچھ حرج نہیں۔ چنانچہ جب اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام سے پوچھا: ﴿أَوَلَمْ تُؤْمِنْ﴾: تو انھوں نے قوت سے جواب دیا: بَلٰی! کیوں نہیں! معلوم ہوا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو احیائے موتی کی صفت میں شک نہیں تھا، مگر وہ اس کو ترقی دے کر حق الیقین بنانا چاہتے تھے، پس یہ شک نہیں، ایسی خواہش تو ہر مؤمن کی ہوتی ہے۔

دوسری بات: جب فرشتے حضرت لوط علیہ السلام کے گھر نوجوان لڑکوں کی شکل میں پہنچے تو گاؤں کے اوباش دوڑے آئے، حضرت لوط علیہ السلام نے دروازہ بند کردیا، لوگ دروازہ توڑنے لگے، اس وقت حضرت لوط علیہ السلام اتنے پریشان ہوئے کہ انھوں نے لوگوں سے کہا: کاش میرے پاس بَل ہوتا یا کاش میرا مضبوط جتھا ہوتا تو میں تمہیں مزہ چکھاتا، فرشتوں نے لوط علیہ السلام سے کہا! آپ پریشان نہ ہوں، ہم انسان نہیں ہیں: فرشتے ہیں، یہاں کوئی خیال کرسکتا تھا کہ اللہ کا نبی اللہ پر اعتماد کرنے کے بجائے اپنے بَل پر اور اپنے جتھے پر اعتماد کیسے کررہا ہے؟ یہ بات تو نبی کی شان کے خلاف ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت لوط علیہ السلام مضبوط جتھے کی پناہ میں تھے اور وہ مضبوط جتھا اللہ کی پناہ تھی، لیکن وہ اس وقت اتنے پریشان ہوگئے تھے کہ اُدھر ذہن نہیں گیا اور ظاہری اسباب کی طرف نظر گئی، یہ حضرت لوط علیہ السلام کی انتہائی درجہ کی پریشانی کی دلیل ہے، چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس واقعہ کے بعد اللہ تعالیٰ نے کسی نبی کو جتھے کے بغیر مبعوث نہیں فرمایا۔

تیسری بات: حضرت یوسف علیہ السلام کو جیل سے بلانے کے لئے بادشاہ کا قاصد آیا، وہ نہیں گئے اور کہا: اپنے آقا سے کہو: مجھے جس الزام میں جیل میں ڈالا گیا ہے وہ مقدمہ پہلے فائنل کیا جائے اور واضح کیا جائے کہ میں مجرم ہوں یا نہیں؟

---

(۱) علماء عام طور پر علم کے تین درجے کرتے ہیں: علم الیقین، عین الیقین اور حق الیقین، مگر سورۃ التکاثر میں علم الیقین اور عین الیقین ہی کا تذکرہ ہے، اور علماء نے جو عین الیقین اور حق الیقین میں فرق کیا ہے: وہ پُر تکلف ہے (تفصیل کے لئے دیکھیں: قصص القرآن ۱:۳۵۳ کا حاشیہ) اس لئے میں علم کے دو ہی درجے کرتا ہوں، عین الیقین حق الیقین ہی ہے دونوں میں کوئی خاص فرق نہیں۔ واللہ اعلم

چنانچہ بادشاہ نے وہ مقدمہ کورٹ سے اپنے پاس منگوالیا اور عزیز مصر کی بیوی کو اور امراء کی بیویوں کو بلایا، اور خود مقدمہ چلایا، سب عورتوں نے اعتراف کیا کہ یوسف علیہ السلام بے گناہ ہیں، تب حضرت تشریف لائے۔ یہاں کوئی خیال کرسکتا تھا کہ یہ اکڑفوں کیوں ہے؟ مقدمہ تو بعد میں بھی فائنل ہوسکتا ہے، نبی ﷺ نے فرمایا: یہ اکڑفوں نہیں ہے بلکہ پامردی ہے، اور ایسی پامردی ہے کہ شاید ہم اس کا مظاہرہ نہ کرسکیں۔

[۱۱-] بَابٌ

[۱-] قَوْلُ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ: ﴿وَنَبِّئْهُمْ عَنْ ضَيْفِ إِبْرَاهِيْمَ، إِذْ دَخَلُوْا عَلَيْهِ﴾ الآيَة[الحجر: ۵۱] لَاتَوْجَلْ: لَاتَخَفْ. [۲-] ﴿وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيْمُ رَبِّ أَرِنِيْ كَيْفَ تُحْيِي الْمَوْتَى﴾ الآية. [البقرة: ۲۶۰]

[۳۳۷۲-] حدثنا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، ثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِيْ يُوْنُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَبِيْ سَلَمَةَ ابْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، وَسَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ: "نَحْنُ أَحَقُّ بِالشَّكِّ مِنْ إِبْرَاهِيْمَ، إِذْ قَالَ: ﴿رَبِّ أَرِنِيْ كَيْفَ تُحْيِي الْمَوْتَى. قَالَ: أَوَ لَمْ تُؤْمِنْ. قَالَ: بَلٰى وَلٰكِنْ لِّيَطْمَئِنَّ قَلْبِيْ﴾ وَيَرْحَمُ اللّٰهُ لُوْطًا! لَقَدْ كَانَ يَأْوِيْ إِلٰى رُكْنٍ شَدِيْدٍ، وَلَوْ لَبِثْتُ فِي السِّجْنِ طُوْلَ مَا لَبِثَ يُوْسُفُ لَأَجَبْتُ الدَّاعِيَ"[انظر: ۳۳۷۵، ۳۳۸۷، ۴۵۳۷، ۴۶۹۴، ۶۹۹۲]

بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ: ﴿وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ إِسْمَاعِيْلَ إِنَّهُ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ﴾

حضرت اسماعیل علیہ السلام کا تذکرہ

حضرت اسماعیل علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بڑے صاحبزادے ہیں، سورہ مریم آیت ۵۴و۵۵ میں آپ کا تذکرہ آیا ہے، ارشاد ہے: "قرآنِ کریم میں اسماعیلؑ کا ذکر کیجئے بلاشبہ وہ وعدہ کے سچے تھے اور وہ رسول بھی تھے، اور نبی بھی (رسول وہ ہے جو لوگوں کو شریعت جدیدہ پہنچائے اور نبی عام ہے، ہر صاحب وحی نبی ہوتا ہے، خواہ شریعت جدیدہ کی تبلیغ کرے یا شریعت قدیمہ کی) اور وہ اپنے متعلقین کو نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیا کرتے تھے، اور وہ اپنے پروردگار کے نزدیک پسندیدہ تھے"

حدیث: پہلے گذری ہے، نبی ﷺ قبیلہ اسلم کے کچھ لوگوں کے پاس سے گذرے، وہ تیر اندازی کررہے تھے، آپؐ نے فرمایا: اے اسماعیل کی اولاد! تیر اندازی کرو اس لئے کہ تمہارے ابا تیر انداز تھے (اس حدیث میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کا تذکرہ آیا، یہی حدیث کی باب سے مناسبت ہے)

[۱۲-] بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ: ﴿وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ إِسْمَاعِيْلَ إِنَّهُ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ﴾

[۳۳۷۳-] حدثنا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ، ثَنَا حَاتِمٌ، عَنْ يَزِيْدَ بْنِ أَبِيْ عُبَيْدٍ، عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ، قَالَ: مَرَّ

النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم عَلٰی نَفَرٍ مِنْ أَسْلَمَ یَنْتَضِلُوْنَ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم: "اِرْمُوْا بَنِیْ إِسْمَاعِیْلَ! فَإِنَّ أَبَاکُمْ کَانَ رَامِیًا، وَأَنَا مَعَ بَنِیْ فُلَانٍ" قَالَ: فَأَمْسَكَ أَحَدُ الْفَرِیْقَیْنِ بِأَیْدِیْهِمْ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم: "مَالَکُمْ لَاتَرْمُوْنَ؟" فَقَالُوْا: یَارَسُوْلَ اللّٰہِ! کَیْفَ نَرْمِیْ وَأَنْتَ مَعَهُمْ؟ فَقَالَ: "اِرْمُوْا وَأَنَا مَعَکُمْ کُلِّکُمْ" [راجع: ۲۸۹۹]

بَابُ قِصَّةِ إِسْحَاقَ بْنِ إِبْرَاهِیْمَ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت اسحاق علیہ السلام کا تذکرہ

حضرت اسحاق علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دوسرے صاحبزادے ہیں، جو حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے تھے، پھر ان کے صاحبزادے حضرت یعقوب علیہ السلام ہیں اور ان کی اولاد بنی اسرائیل کہلاتی ہے۔

فائدہ: حضرت ابراہیم علیہ السلام کے آٹھ صاحبزادے تھے، حضرت اسماعیل علیہ السلام حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے تھے اور حضرت اسحاق علیہ السلام حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے تھے اور آپ کی ایک تیسری بیوی قطورہ تھی ان کے بطن سے چھ بیٹے پیدا ہوئے تھے (قصص القرآن ۱:۲۵۵)

اور باب میں حضرت امام بخاری رحمہ اللہ نے دو حدیثوں کا حوالہ دیا ہے، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت آگے (حدیث ۳۳۸۲ و ۳۳۹۰) آرہی ہے اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث اگلے باب میں ہے، دونوں میں ایک ہی مضمون ہے کہ لوگوں میں سب سے زیادہ معزز یوسف علیہ السلام ہیں جو اللہ کے نبی ہیں اور وہ یعقوب علیہ السلام کے صاحبزادے ہیں وہ بھی اللہ کے نبی ہیں، اور وہ اسحاق علیہ السلام کے صاحبزادے ہیں وہ بھی اللہ کے نبی ہیں اور وہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے صاحبزادے ہیں، ان حدیثوں میں حضرت اسحاق علیہ السلام کا ذکر آیا، یہی حدیث کی باب سے مناسبت ہے۔

[۱۳-] بَابُ قِصَّةِ إِسْحَاقَ بْنِ إِبْرَاهِیْمَ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم

فِیْهِ ابْنُ عُمَرَ، وَأَبُوْ هُرَیْرَةَ، عَنِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم.

بَابُ قَوْلِهِ تَعَالٰی: ﴿أَمْ کُنْتُمْ شُهَدَاءَ إِذْ حَضَرَ یَعْقُوْبَ الْمَوْتُ﴾

حضرت یعقوب علیہ السلام کا تذکرہ

حضرت یعقوب علیہ السلام حضرت اسحاق علیہ السلام کے والا تبار صاحبزادے ہیں پھر آپ کے بارہ صاحبزادے تھے، سورۃ البقرہ آیت ۱۳۳ میں ہے: "کیا تم (یہود) خود موجود تھے جس وقت یعقوبؑ کا آخری وقت آیا جس وقت انھوں نے

اپنے بیٹوں سے پوچھا: تم میرے بعد کس کی عبادت کروگے؟ انھوں نے جواب دیا: ہم اس کی عبادت کریں گے جس کی آپ اور آپ کے بزرگ ابراہیم واسماعیل واسحاق عبادت کرتے رہے ہیں اور ہم اسی کی اطاعت پر قائم رہیں گے"اور باب میں وہی حدیث ہے کہ یوسف علیہ السلام جو اللہ کے نبی ہیں وہ یعقوب علیہ السلام کے صاحبزادے ہیں اور وہ بھی اللہ کے نبی ہیں۔

[۱۴-] بَابُ قَوْلِهِ تَعَالٰى: ﴿أَمْ كُنْتُمْ شُهَدَاءَ إِذْ حَضَرَ يَعْقُوْبَ الْمَوْتُ إِذْ قَالَ لِبَنِيْهِ﴾ الآيَة

[۳۳۷۴-] حدثنا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ، سَمِعَ الْمُعْتَمِرَ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ أَبِيْ سَعِيْدٍ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ، قَالَ: قِيْلَ لِلنَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم: مَنْ أَكْرَمُ النَّاسِ؟ قَالَ:"أَكْرَمُهُمْ أَتْقَاهُمْ" قَالُوْا: يَانَبِيَّ اللّٰهِ! لَيْسَ عَنْ هٰذَا نَسْأَلُكَ، قَالَ:" فَأَكْرَمُ النَّاسِ يُوْسُفُ نَبِيُّ اللّٰهِ ابْنُ نَبِيِّ اللّٰهِ ابْنِ نَبِيِّ اللّٰهِ ابْنِ خَلِيْلِ اللّٰهِ" قَالُوْا: لَيْسَ عَنْ هٰذَا نَسْأَلُكَ، قَالَ:" أَفَعَنْ مَعَادِنِ الْعَرَبِ تَسْأَلُوْنِيْ؟" قَالُوْا: نَعَمْ، قَالَ:"فَخِيَارُكُمْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ خِيَارُكُمْ فِي الإِسْلَامِ إِذَا فَقُهُوْا"[راجع: ۳۳۵۳]

بَابٌ: ﴿وَلُوْطًا إِذْقَالَ لِقَوْمِهِ أَتَأْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ﴾

حضرت لوط علیہ السلام کا تذکرہ

حضرت لوط علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھتیجے ہیں، ان کا بچپن حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زیر سایہ گذرا ہے، اور ان کی نشو ونما حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آغوشِ تربیت میں ہوئی ہے، حضرت لوط علیہ السلام کی بعثت شرق اردن کے علاقہ سدّوم اور عامورہ کی طرف ہوئی تھی، جہاں اب بحر میت یا بحر لوط واقع ہے، سدوم کے باشندے فواحش اور معصیتوں میں مبتلا تھے، دنیا کی کوئی برائی ایسی نہیں تھی جو ان میں نہ پائی جاتی ہو، اور کوئی خوبی ایسی نہیں تھی جو ان میں پائی جاتی ہو، اور ایک خاص برائی ان میں یہ تھی کہ وہ اپنی نفسانی خواہشات کو پورا کرنے کے لئے عورتوں کے بجائے امرد لڑکوں سے اختلاط رکھتے تھے، سورۃ النمل آیت ۵۴ تا ۵۸ میں ہے:"اور ہم نے لوط علیہ السلام کو بھیجا جب انھوں نے اپنی قوم سے کہا: کیا تم بے حیائی کے کام کرتے ہو حالانکہ تم سمجھ دار ہو؟ کیا تم مردوں کے ساتھ شہوت رانی کرتے ہو عورتوں کو چھوڑ کر؟ بلکہ تم جہالت کا کام کرتے ہو، پس نہیں تھا ان کی قوم کا جواب اس کے علاوہ کہ وہ آپس میں کہنے لگے: تم لوط کے لوگوں کو اپنی بستی سے نکال دو، کیونکہ وہ بڑے پاک صاف بنتے ہیں، پس ہم نے لوطؑ کو اور ان کے متعلقین کو بچالیا، علاوہ ان کی بیوی کے، ہم نے اس کو انہی لوگوں میں تجویز کر رکھا تھا جو عذاب میں پھنس گئے، اور ہم نے ان پر ایک خاص قسم کی بارش برسائی سو ان لوگوں کی جو ڈرائے گئے تھے کیسی بری بارش رہی!"

اور حدیث وہی ہے جو ابھی آئی ہے، نبی ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ لوط علیہ السلام کو بخشیں، بیشک وہ مضبوط جتھے کی پناہ

پکڑے ہوئے تھے، مگر شدت پریشانی میں اس کی طرف ان کا ذہن نہیں گیا، یہ ان سے ذراسی کوتاہی ہوئی، اس لئے آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ان کو بخشیں۔

[۱۵-] بَابٌ: ﴿وَلُوْطًا إِذْقَالَ لِقَوْمِهِ أَتَأْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ﴾ إلیٰ ﴿ فَسَاءَ مَطَرُ الْمُنْذَرِيْنَ﴾

[۳۳۷۵-] حدثنا أَبُوْ الْيَمَانِ، ثَنَا شُعَيْبٌ، ثَنَا أَبُوْ الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم قَالَ: " يَغْفِرُ اللّٰهُ لِلُوْطٍ إِنْ كَانَ لَيَأْوِيْ إِلٰى رُكْنٍ شَدِيْدٍ "[راجع: ۳۳۷۲]

بَابُ قَوْلِهِ: ﴿ فَلَمَّاجَاءَ آلَ لُوْطِنِ الْمُرْسَلُوْنَ، قَالَ: إِنَّكُمْ قَوْمٌ مُنْكَرُوْنَ﴾

لوط علیہ السلام کے سلسلہ کا دوسرا باب

باب کی آیت: سورۃ الحجر آیت ۶۱ و۶۲ میں ہے: "پھر جب فرشتے خاندان لوطؑ کے پاس آئے تو لوط علیہ السلام نے کہا: آپ لوگ اجنبی معلوم ہوتے ہیں" مُنْكَر: ناآشنا، شناخت میں نہ آیا ہوا، إنکار سے اسم مفعول، نَكِرَ (س) أَنْكَرَ اور اسْتَنْكَرَ کے ایک معنی ہیں: اوپرا سمجھنا۔

۱- سورہ ہود آیت ۷۸ میں ہے: ﴿وَجَاءَ هُ قَوْمُهُ يُهْرَعُوْنَ إِلَيْهِ﴾: اور ان کی قوم ان کے پاس دوڑتی ہوئی آئی، أَهْرَعَ الرجلُ: تیز دوڑنا۔

۲- سورۃ الحجر آیت ۶۶ میں ہے: ﴿وَقَضَيْنَا إِلَيْهِ ذٰلِكَ الْأَمْرَ أَنَّ دَابِرَ هٰؤُلَآءِ مَقْطُوْعٌ مُصْبِحِيْنَ﴾: اور ہم نے لوط علیہ السلام کے پاس حکم بھیجا کہ صبح ہوتے ہی ان کی جڑ کٹ جائے گی یعنی بالکل ہلاک کردیئے جائیں گے۔ دابر: جڑ، بنیاد، دبور سے اسم فاعل، ہر چیز کا آخر اور تابع۔

۳- سورۃ القمر آیت ۳۱ میں: ﴿صَيْحَةً وَاحِدَةً﴾: آیا ہے، ایک نعرہ، چنگھاڑ، زور کی آواز، یہ لفظ لوط علیہ السلام کے واقعہ میں نہیں آیا، بلکہ ثمود کے واقعہ میں آیا ہے۔

۴- سورۃ الحجر آیت ۷۵ میں ہے: ﴿إِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَآيَاتٍ لِلْمُتَوَسِّمِيْنَ﴾: قوم لوط کی ہلاکت کے واقعہ میں اہل بصیرت کے لئے کئی نشانیاں ہیں، للناظرین: غور وفکر کرنے والوں کے لئے۔

۵- پھر آیت ۷۶ میں ہے: ﴿وَإِنَّهَا لَبِسَبِيْلٍ مُقِيْمٍ﴾: اور قوم لوط کی بستیاں ایک آباد سڑک پر ہیں، یعنی عرب سے شام جاتے ہوئے ان کے آثار ملتے ہیں، سبیل کے معنی ہیں: طریق۔

۶- سورۃ الذاریات آیت ۳۹ میں ہے: ﴿فَتَوَلّٰى بِرُكْنِهِ وَقَالَ سَاحِرٌ أَوْ مَجْنُوْنٌ﴾: پس فرعون نے ارکان سلطنت کے ساتھ سرتابی کی اور کہنے لگا: موسیٰ جادوگر ہے یا پاگل ہے۔ رکن کے معنی ہیں: آسرا، زور، قوت، کسی چیز کی وہ جانب جس کا

آسرالیاجائے، یہاں مرادرکن سے ارکان دولت ہیں وہی فرعون کی قوت تھی، یہ کلمہ بھی لوط علیہ السلام کے واقعہ میں نہیں آیا بلکہ موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ میں آیا ہے، اور سورہ ہود آیت ۱۱۳ میں ہے: ﴿وَلاَ تَرْكَنُوْا إِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ﴾: اور ظالموں کی طرف مت جھکو، کبھی تم کو بھی دوزخ کی آگ چھولے، یہ رکن کی مناسبت ہے ترکنوا کے معنی بیان کئے۔

حدیث: سورۃ القمر میں حضرت لوط علیہ السلام کے واقعہ کے بعد بھی ﴿وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ﴾: آیا ہے اس لئے اس کی جو معروف قراءت ہے وہ ذکر کی ہے۔

[۱۶-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿فَلَمَّا جَاءَ آلَ لُوْطِنِ الْمُرْسَلُوْنَ، قَالَ: إِنَّكُمْ قَوْمٌ مُنْكَرُوْنَ﴾

أَنْكَرَهُمْ وَنَكِرَهُمْ وَاسْتَنْكَرَهُمْ وَاحِدٌ.

[۱-] ﴿يُهْرَعُوْنَ﴾ يُسْرِعُوْنَ. [۲-] ﴿دَابِرَ﴾: آخِرَ. [۳-] ﴿صَيْحَةً﴾: هَلَكَةٌ، [٤-] ﴿لِلْمُتَوَسِّمِيْنَ﴾ لِلنَّاظِرِيْنَ. [٥-] ﴿لَبِسَبِيْلٍ﴾ لَبِطَرِيْقٍ. [٦-] ﴿بِرُكْنِهِ﴾: بِمَنْ مَعَهُ، لأَنَّهُمْ قُوَّتُهُ، ﴿تَرْكَنُوْا﴾ تَمِيْلُوْا

[۳۳۷۶-] حدثنا مَحْمُوْدٌ، ثَنَا أَبُوْ أَحْمَدَ، ثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ أَبِيْ إِسْحَاقَ، عَنِ الأَسْوَدِ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: قَرَأَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم ﴿فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ﴾ [راجع: ۳۳٤۱]

بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ: ﴿وَإِلَى ثَمُوْدَ أَخَاهُمْ صَالِحًا﴾

صالح علیہ السلام کا تذکرہ

حضرت صالح علیہ السلام ثمود کی طرف مبعوث کئے گئے تھے، ثمود کی آبادیاں حجر میں تھیں، حجاز اور شام کے درمیان وادیٔ قری تک جو میدان ہے وہ سب ان کا مقام سکونت تھا، ثمود کی بستیوں کے کھنڈرات اور آثار آج بھی موجود ہیں، انھوں نے جو پتھر تراش کر حویلیاں بنائی تھیں اس کے باقیات موجود ہیں۔

۱- سورۃ الحجر آیت ۸۰ ہے: ﴿وَلَقَدْ كَذَّبَ أَصْحَابُ الْحِجْرِ الْمُرْسَلِيْنَ﴾: اور حجر والوں نے پیغمبروں کو جھٹلایا (صالح علیہ السلام کو جھٹلایا تو گویا سب پیغمبروں کو جھٹلایا، کیونکہ سب کا دین ایک ہے) پھر حجر کے آٹھ معانی بیان کئے ہیں: (۱) حجر ثمود کے علاقہ کا نام ہے (۲) اور سورۃ الانعام آیت ۱۳۸ میں جو ﴿حَرْثٌ حِجْرٌ﴾: آیا ہے وہاں حِجْر کے معنی حرام کے ہیں (۳) اور ہر ممنوع چیز کو حِجْر کہتے ہیں، سورۃ الفرقان آیت ۲۲ میں ہے: ﴿وَيَقُوْلُوْنَ حِجْرًا مَحْجُوْرًا﴾: اور کفار کہیں گے: پناہ پناہ! یہ حِجْر: بمعنی ممنوع ہے (۴) اور حجر اس عمارت کو بھی کہتے ہیں جس کو آپ تعمیر کریں، (۵) اسی طرح جو زمین پتھروں کی دیوار سے گھیری گئی ہو اس کو بھی حجر کہتے ہیں (۶) بیت اللہ کے پاس جو جگہ بیت اللہ سے خارج کردی گئی ہے وہ بھی حِجر اور حطیم کہلاتی ہے، حطیم بمعنی محطوم ہے یعنی چھوڑی ہوئی، جیسے قتیل بمعنی مقتول ہے (۷) گھوڑی کو حجر کہتے ہیں (۷) اور عقل کو بھی حجر اور حِجی کہتے ہیں (۸) اور حَجْرُ الیمامه: ایک جگہ کا نام ہے۔

حدیث: عبداللہ بن زمعہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے نبی ﷺ سے سنا، اور آپؐ نے اس آدمی کا تذکرہ کیا جس نے صالح علیہ السلام کی اونٹنی کی کونچیں کاٹی تھیں، پس آپؐ نے فرمایا: اونٹنی کے قتل کے لئے ایک آدمی تیار ہوا جو اپنی قوم میں باعزت اور با اقتدار تھا، جیسے ابوزمعہ، (ابوزمعہ کا نام اسود بن المطلب تھا، وہ اپنی قوم میں باعزت اور با اقتدار تھا، بدر میں کافر ہونے کی حالت میں مارا گیا، اسی طرح صالح علیہ السلام کی اونٹنی کو قتل کرنے والا قیدار بن سالف بھی ایک باعزت اور با اقتدار آدمی تھا)

پھر باب میں چار حدیثیں ہیں، جن میں ایک ہی مضمون ہے، نبی ﷺ تبوک جاتے ہوئے حجر مقام سے گذرے ہیں، آپؐ نے صحابہ کو حکم دیا کہ وہ ان کے کنویں سے پانی نہ پیئیں، اور نہ اس کنویں سے پانی بھریں، لوگوں نے عرض کیا: ہم نے اس سے آٹا گوندھ لیا ہے اور پانی بھر لیا ہے، نبی ﷺ نے حکم دیا کہ آٹا پھینک دو اور پانی بہادو اور دوسری روایت میں ہے کہ آٹا اونٹوں کو کھلا دو، اور ان کو حکم دیا کہ وہ پانی بھریں اس کنویں سے جس پر صالح علیہ السلام کی اونٹنی پانی پینے کے لئے آتی تھی، اور تیسری روایت میں ہے کہ جب آپؐ دیارِ ثمود سے گذرے تو فرمایا: نہ داخل ہوؤ ان لوگوں کے علاقہ میں جنھوں نے اپنی ذاتوں پر ظلم کیا ہے، مگر یہ کہ ہوؤ تم رونے والے، کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہیں بھی ویسا ہی عذاب پہنچے جو ان کو پہنچا تھا، پھر آپؐ نے اپنے سر پر چادر ڈالی، درانحالیکہ آپؐ اونٹنی پر تھے، اور تیزی سے اس علاقہ سے گذر گئے۔

[۱۷-] بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ: ﴿وَإِلٰى ثَمُوْدَ أَخَاهُمْ صَالِحًا﴾

[۱-] وَقَوْلُهِ: ﴿كَذَّبَ أَصْحَابُ الْحِجْرِ الْمُرْسَلِيْنَ﴾: الحِجْرُ مَوْضِعُ ثَمُوْدَ، وَأَمَّا ﴿حَرْثٌ حِجْرٌ﴾: حَرَامٌ، وَكُلُّ مَمْنُوْعٍ فَهُوَ حِجْرٌ، وَمِنْهُ ﴿حِجْرًا مَحْجُوْرًا﴾ وَالْحِجْرُ: كُلُّ بِنَاءٍ تَبْنِيْهِ، وَمَا حَجَرْتَ عَلَيْهِ مِنَ الْأَرْضِ فَهُوَ حِجْرٌ، وَمِنْهُ سُمِّيَ حَطِيْمُ الْبَيْتِ حِجْرًا، كَأَنَّهُ مُشْتَقٌّ مِنْ مَحْطُوْمٍ، مِثْلُ قَتِيْلٍ مِنْ مَقْتُوْلٍ، وَيُقَالُ لِلْأُنْثَى مِنَ الْخَيْلِ: حِجْرٌ، وَيُقَالُ لِلْعَقْلِ: حِجْرٌ وَحِجًى، وَأَمَّا حَجْرُ الْيَمَامَةِ فَهُوَ الْمَنْزِلُ.

[۳۳۷۷-] حدثنا الْحُمَيْدِيُّ، ثَنَا سُفْيَانُ، ثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَمْعَةَ، قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم، وَذَكَرَ الَّذِيْ عَقَرَ النَّاقَةَ، فَقَالَ: "انْتَدَبَ لَهَا رَجُلٌ ذُوْ عِزٍّ وَمَنَعَةٍ فِيْ قَوْمِهِ كَأَبِيْ زَمْعَةَ"[انظر: ۴۹۴۲، ۵۲۰۴، ۶۰۴۲]

[۳۳۷۸-] حدثنا مُحَمَّدُ بْنُ مِسْكِيْنٍ أَبُو الْحَسَنِ، ثَنَا يَحْيَى بْنُ حَسَّانَ بْنِ حَيَّانَ أَبُوْ زَكَرِيَّا، ثَنَا سُلَيْمَانُ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ: أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم لَمَّا نَزَلَ الْحِجْرَ فِيْ غَزْوَةِ تَبُوْكَ، أَمَرَهُمْ أَنْ لَا يَشْرَبُوْا مِنْ بِئْرِهَا، وَلَا يَسْتَقُوْا مِنْهَا، فَقَالُوْا: قَدْ عَجَنَّا مِنْهَا وَاسْتَقَيْنَا، فَأَمَرَهُمُ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم أَنْ يَطْرَحُوْا ذٰلِكَ الْعَجِيْنَ، وَيُهْرِيْقُوْا ذٰلِكَ الْمَاءَ.

وَيُرْوَى عَنْ سَبُرَةَ بْنِ مَعْبَدٍ، وَأَبِي الشُّمُوْسِ: أَنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم أَمَرَ بِإِلْقَاءِ الطَّعَامِ، وَقَالَ أَبُوْ ذَرٍّ: عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم: "مَنِ اعْتَجَنَ بِمَائِهِ"[انظر: ۳۳۷۹]

[۳۳۷۹-] حدثنا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ، ثَنَا أَنَسُ بْنُ عِيَاضٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ، عَنْ نَافِعٍ، أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ، أَخْبَرَهُ أَنَّ النَّاسَ نَزَلُوْا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم أَرْضَ ثَمُوْدَ الْحِجْرَ، وَاسْتَقَوْا مِنْ بِيَارِهَا، وَاعْتَجَنُوْا بِهِ، فَأَمَرَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم أَنْ يُهْرِيْقُوْا مَا اسْتَقَوْا مِنْ بِيَارِهَا، وَأَنْ يَعْلِفُوْا الإِبِلَ الْعَجِيْنَ، فَأَمَرَهُمْ أَنْ يَسْتَقُوْا مِنَ الْبِئْرِ الَّتِيْ كَانَ تَرِدُهَا النَّاقَةُ، تابعهُ أُسَامَةُ، عَنْ نَافِعٍ. [راجع:۳۳۷۸]

[۳۳۸۰-] حدثنا مُحَمَّدٌ، ثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، أَخْبَرَنِيْ سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنْ أَبِيْهِ: أَنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم لَمَّا مَرَّ بِالْحِجْرِ، قَالَ:" لَا تَدْخُلُوْا مَسَاكِيْنَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا أَنْفُسَهُمْ إِلَّا أَنْ تَكُوْنُوْا بَاكِيْنَ، أَنْ يُصِيْبَكُمْ مِثْلُ مَا أَصَابَهُمْ" ثُمَّ تَقَنَّعَ بِرِدَائِهِ وَهُوَ عَلَى الرَّحْلِ.[راجع: ۴۳۳]

[۳۳۸۱-] حدثنا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، ثَنَا وَهْبٌ، ثَنَا أَبِيْ، قَالَ: سَمِعْتُ يُوْنُسَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِمٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم:" لَاتَدْخُلُوْا مَسَاكِنَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا أَنْفُسَهُمْ إِلَّا أَنْ تَكُوْنُوْا بَاكِيْنَ، أَنْ يُصِيْبَكُمْ مِثْلُ مَا أَصَابَهُمْ"[راجع: ۴۳۳]

بَابٌ: قَوْلِهِ:﴿ أَمْ كُنْتُمْ شُهَدَاءَ إِذْ حَضَرَ يَعْقُوْبَ الْمَوْتُ﴾ الآية

یعقوب علیہ السلام نے موت کے وقت اپنے بیٹوں کو توحید عبادت کی تاکید کی

یہ تمہیدی باب ہے، آگے یوسف علیہ السلام کا تذکرہ آرہا ہے، یوسف علیہ السلام حضرت یعقوب علیہ السلام کے صاحبزادے ہیں اور کہتے ہیں کہ آپ کے بڑے صاحبزادے یہودا بھی نبی تھے، باقی دس صاحبزادے نبی نہیں تھے، حضرت یعقوب علیہ السلام نے بوقت مرگ سب بیٹوں کو جمع کیا اور توحید عبادت کی تاکید کی، سورۃ البقرہ آیت ۱۳۳ ہے:"کیا تم خود (اے یہود) موجود تھے جب یعقوب علیہ السلام کا آخری وقت آیا، اور جب انھوں نے اپنے بیٹوں سے کہا: تم میرے مرنے کے بعد کس کی عبادت کروگے؟ بیٹوں نے جواب دیا: ہم اللہ کی عبادت کریں گے جس کی آپ اور آپ کے بزرگ ابراہیم واسماعیل واسحاق علیہم السلام عبادت کرتے رہے ہیں اور ہم اس کی اطاعت پر برقرار رہیں گے"

تفسیر: ہر شخص فہمائش کا محتاج ہے، حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے سب بیٹوں کو جن میں ایک بالیقین نبی تھے اور دوسرے کے بارے میں کہتے ہیں کہ وہ بھی نبی تھے: توحید عبادت کی فہمائش کی ہمیشہ بندگی اللہ وحدہ لاشریک لہ کی کرنا اور بندگی میں احکام کی اطاعت بھی داخل ہے، بیٹوں نے کہا:﴿وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُوْنَ﴾: اور ہم اللہ کے احکام کی فرمانبرداری کریں گے اور اولاد میں یوسف علیہ السلام بھی تھے، پس یہ آئندہ باب کا تمہیدی باب ہے اور امام بخاری رحمہ اللہ جس طرح ذیلی، ردیف اور تکمیلی باب لاتے ہیں، تمہیدی باب بھی لاتے ہیں، اور حدیث وہی ہے جو پہلے گذری ہے اس میں یوسف اور یعقوب علیہما السلام کا ذکر ہے۔

ملحوظہ: حاشیہ میں فتح الباری کے حوالہ سے لکھا ہے کہ یہ باب مکرر ہے، اور اس باب کی حدیث اگلے باب سے تعلق رکھتی ہے حالانکہ اگلے باب میں یہی حدیث آرہی ہے، پس یہ تکرار نہیں بلکہ اگلے باب کی تمہید ہے۔

[۱۸-] بَابُ: قَوْلِهِ: ﴿أَمْ كُنتُمْ شُهَدَاءَ إِذْ حَضَرَ يَعْقُوبَ الْمَوْتُ﴾ الآية

[۳۳۸۲-] حدثنا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ، أَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ، ثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم، أَنَّهُ قَالَ: "الْكَرِيْمُ ابْنُ الْكَرِيْمِ ابْنُ الْكَرِيْمِ ابْنُ الْكَرِيْمِ: يُوْسُفُ بْنُ يَعْقُوْبَ بْنِ إِسْحَاقَ بْنِ إِبْرَاهِيْمَ. [انظر: ۳۳۹۰، ۴۶۸۸]

بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ: ﴿لَقَدْ كَانَ فِيْ يُوْسُفَ وَإِخْوَتِهِ آيَاتٌ لِلسَّائِلِيْنَ﴾

یوسف علیہ السلام کا تذکرہ

یوسف علیہ السلام حضرت یعقوب علیہ السلام کے والا تبار صاحبزادے ہیں، قرآنِ کریم میں ایک سورت آپ کے نام سے موسوم ہے، جس میں آپ کا واقعہ بہترین انداز میں بیان کیا گیا ہے، اس کی آیت ۷ میں ہے کہ یوسف علیہ السلام میں اور ان کے بھائیوں میں پوچھنے والوں کے لئے (قدرت خداوندی کے) دلائل موجود ہیں، پھر باب میں پہلی حدیث وہی ہے جو بار بار آتی ہے کہ لوگوں میں سب سے زیادہ معزز یوسف علیہ السلام ہیں، اور دوسری حدیث بھی پہلے گذری ہے، مرض وفات میں نبی ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: ابوبکرؓ سے کہو لوگوں کو نماز پڑھائیں، اس حدیث میں یہ جملہ ہے: إِنَّكُنَّ صَوَاحِبُ يُوسف: تم یوسفؑ والی عورتیں ہو، یہی حدیث کی باب سے مناسبت ہے اور اس کے بعد والی حدیث بھی گذری ہے، اس میں قنوتِ نازلہ ہے، اس میں یہ جملہ ہے: اللّٰهُمَّ اجْعَلْهَا سِنِيْنَ كَسِنِيْ يُوْسُفَ: اے اللہ! اپنی گرفت کو قحط سالیاں بنا، یوسفؑ کی قحط سالیوں کی طرح۔ اور اس کے بعد والی حدیث ابھی گذری ہے، نبی ﷺ نے فرمایا: اگر میں جیل خانہ میں ٹھہرتا جتنا لمبا عرصہ یوسف علیہ السلام ٹھہرے ہیں، پھر میرے پاس بلانے والا آتا تو میں اس کے ساتھ ہو لیتا، اور اس کے بعد والی روایت حدیثِ افک کا حصہ ہے اس میں یہ جملہ ہے: مَثَلِيْ وَمَثَلُكُمْ كَمَثَلِ يَعْقُوْبَ وَبَنِيْهِ: میرا اور آپ لوگوں کا معاملہ یعقوب علیہ السلام اور ان کے صاحبزادے جیسا ہے، صاحبزادے سے مراد یوسف علیہ السلام ہیں، اس کے بعد اہم حدیث ہے جس کا ترجمہ وتشریح بعد میں آئے گی۔

[۱۹-] بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ: ﴿لَقَدْ كَانَ فِيْ يُوْسُفَ وَإِخْوَتِهِ آيَاتٌ لِلسَّائِلِيْنَ﴾

[۳۳۸۳-] حدثنا عُبَيْدُ بْنُ إِسْمَاعِيْلَ، عَنْ أَبِيْ أُسَامَةَ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ، قَالَ: أَخْبَرَنِيْ سَعِيْدُ بْنُ أَبِيْ سَعِيْدٍ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ، سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: مَنْ أَكْرَمُ النَّاسِ؟ قَالَ: "أَتْقَاهُمْ لِلّٰهِ" قَالُوْا:

لَيسَ عَنْ هٰذَا نَسْأَلُكَ، قَالَ:" فَأَكْرَمُ النَّاسِ يُوْسُفُ نَبِيُّ اللّٰهِ ابْنُ نَبِيِّ اللّٰهِ ابْنُ نَبِيِّ اللّٰهِ ابْنُ خَلِيْلِ اللّٰهِ" قَالُوْا: لَيسَ عَنْ هٰذَا نَسْأَلُكَ، قَالَ:" فَعَنْ مَعَادِنِ الْعَرَبِ تَسْأَلُوْنِّي؟ النَّاسُ مَعَادِنُ: خِيَارُهُمْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ خِيَارُهُمْ فِي الإِسْلَامِ إِذَا فَقُهُوْا"

حدثنا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ، أَخْبَرَنِي عَبْدَةُ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ، عَنْ سَعِيْدٍ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم بِهٰذَا. [راجع: ۳۳۵۳]

[۳۳۸٤-] حدثنا بَدَلُ بْنُ الْمُحَبَّرِ، ثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيْمَ، قَالَ: سَمِعْتُ عُرْوَةَ بْنَ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم قَالَ لَهَا:"مُرِيْ أَبَا بَكْرٍ يُصَلِّيْ بِالنَّاسِ" قَالَتْ: إِنَّهُ رَجُلٌ أَسِيْفٌ، مَتَى يَقُوْمُ مَقَامَكَ رَقَّ، فَعَادَ فَعَادَتْ، قَالَ شُعْبَةُ: فَقَالَ فِي الثَّالِثَةِ أَوِ الرَّابِعَةِ:" إِنَّكُنَّ صَوَاحِبُ يُوْسُفَ، مُرِيْ أَبَا بَكْرٍ"[راجع: ۱۹۸]

لغات: أَسِيْف: نرم دل، جلد یا بہت رونے والا............رَقَّه (ن) رَقًّا: پتلا کرنا، باریک کرنا یعنی وہ رو پڑیں گے۔

[۳۳۸۵-] حدثنا رَبِيْعُ بْنُ يَحْيىٰ، ثَنَا زَائِدَةُ، عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ، عَنْ أَبِيْ بُرْدَةَ بْنِ أَبِيْ مُوْسَى، عَنْ أَبِيْهِ، قَالَ: مَرِضَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم فَقَالَ:"مُرُوْا أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ" فَقَالَتْ عَائِشَةُ: إِنَّ أَبَا بَكْرٍ رَجُلٌ كَذَا، فَقَالَ مِثْلَهُ، فَقَالَتْ مِثْلَهُ، فَقَالَ:"مُرُوْا أَبَا بَكْرٍ فَإِنَّكُنَّ صَوَاحِبُ يُوْسُفَ" فَأَمَّ أَبُوْبَكْرٍ فِيْ حَيَاةِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم، وَقَالَ حُسَيْنٌ عَنْ زَائِدَةَ: رَجُلٌ رَقِيْقٌ. [راجع: ٦٧٨]

وضاحت: زائدہ کے شاگرد ربیع کی روایت میں رجل کذا ہے اور حسین کی روایت میں رجل رقیق ہے۔

[۳۳۸٦-] حدثنا أَبُوْ الْيَمَانِ، أَنَا شُعَيْبٌ، ثَنَا أَبُوْ الزِّنَادِ، عَنِ الأَعْرَجِ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم:" اللّٰهُمَّ أَنْجِ عَيَّاشَ بْنَ أَبِيْ رَبِيْعَةَ، اللّٰهُمَّ أَنْجِ سَلَمَةَ بْنَ هِشَامٍ، اللّٰهُمَّ أَنْجِ الْوَلِيْدَ بْنَ الْوَلِيْدِ، اللّٰهُمَّ أَنْجِ الْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ. اللّٰهُمَّ اشْدُدْ وَطْأَتَكَ عَلٰى مُضَرَ، اللّٰهُمَّ اجْعَلْهَا سِنِيْنَ كَسِنِيْ يُوْسُفَ"

[۳۳۸۷-] حدثنا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ أَسْمَاءَ، هُوَ ابْنُ أَخِيْ جُوَيْرِيَةَ، ثَنَا جُوَيْرِيَةُ بْنُ أَسْمَاءَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، أَنَّ سَعِيْدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ، وَأَبَا عُبَيْدٍ أَخْبَرَاهُ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم:" يَرْحَمُ اللّٰهُ لُوْطًا، لَقَدْ كَانَ يَأْوِيْ إِلٰى رُكْنٍ شَدِيْدٍ، وَلَوْ لَبِثْتُ فِي السِّجْنِ مَا لَبِثَ يُوْسُفُ ثُمَّ أَتَانِي الدَّاعِيْ لَأَجَبْتُهُ"[راجع: ۳۳۷۲]

[٣٣٨٨-] حدثنا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ، أَنَا ابْنُ فُضَيْلٍ، ثَنَا حُصَيْنٌ، عَنْ شَقِيْقٍ، عَنْ مَسْرُوْقٍ، قَالَ: سَأَلْتُ أُمَّ رَوْمَانَ، وَهِيَ أُمُّ عَائِشَةَ، عَمَّا قِيْلَ فِيْهَا مَا قِيْلَ، قَالَتْ: بَيْنَمَا أَنَا مَعَ عَائِشَةَ جَالِسَتَانِ، إِذْ وَلَجَتْ عَلَيْنَا امْرَأَةٌ مِنَ الْأَنْصَارِ، وَهِيَ تَقُوْلُ: فَعَلَ اللّٰهُ بِفُلَانٍ وَفَعَلَ، قَالَتْ: فَقُلْتُ: لِمَ؟ قَالَتْ: إِنَّهُ نَمَّى ذِكْرَ الْحَدِيْثِ. فَقَالَتْ عَائِشَةُ: أَيُّ حَدِيْثٍ؟ فَأَخْبَرَتْهَا، قَالَتْ: فَسَمِعَهُ أَبُوْ بَكْرٍ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم؟ قَالَتْ: نَعَمْ، فَخَرَّتْ مَغْشِيًّا عَلَيْهَا، فَمَا أَفَاقَتْ إِلَّا وَعَلَيْهَا حُمَّى بِنَافِضٍ، فَجَاءَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم، فَقَالَ:" مَا لِهٰذِهِ؟" قُلْتُ: حُمَّى أَخَذَتْهَا مِنْ أَجَلِ حَدِيْثٍ تُحُدِّثَ بِهِ، فَقَعَدَتْ فَقَالَتْ: وَاللّٰهِ لَئِنْ حَلَفْتُ لَا تُصَدِّقُوْنِّيْ وَلَئِنِ اعْتَذَرْتُ لَا تَعْذِرُوْنِّيْ. فَمَثَلِيْ وَمَثَلُكُمْ كَمَثَلِ يَعْقُوْبَ وَبَنِيْهِ﴿وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ﴾ فَانْصَرَفَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم فَأَنْزَلَ اللّٰهُ مَا أَنْزَلَ فَأَخْبَرَهَا، فَقَالَتْ: بِحَمْدِ اللّٰهِ لَا بِحَمْدِ أَحَدٍ.[انظر: ٤١٤٣، ٤٦٩١، ٤٧٥١]

[٣٣٨٩-] حدثنا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ، ثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، أَخْبَرَنِيْ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ، أَنَّـهُ سَأَلَ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم: أَرَأَيْتِ قَوْلَهُ ﴿ حَتَّى إِذَا اسْتَيْأَسَ الرُّسُلُ وَظَنُّوْا أَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوْا﴾ أَوْ: كُذِّبُوْا؟ قَالَتْ: بَلْ كَذَّبَهُمْ قَوْمُهُمْ، فَقُلْتُ: وَاللّٰهِ لَقَدِ اسْتَيْقَنُوْا أَنَّ قَوْمَهُمْ كَذَّبُوْهُمْ وَمَا هُوَ بِالظَّنِّ. فَقَالَتْ: يَا عُرَيَّةُ، لَقَدِ اسْتَيْقَنُوْا بِذٰلِكَ. قُلْتُ: فَلَعَلَّهَا أَوْ كُذِبُوْا، قَالَتْ: مَعَاذَ اللّٰهِ! لَمْ تَكُنِ الرُّسُلُ تَظُنُّ ذٰلِكَ بِرَبِّهَا. وَأَمَّا هٰذِهِ الْآيَةُ قَالَتْ: هُمْ أَتْبَاعُ الرُّسُلِ الَّذِيْنَ آمَنُوْا بِرَبِّهِمْ وَصَدَّقُوْهُمْ وَطَالَ عَلَيْهِمُ الْبَلَاءُ وَاسْتَأْخَرَ عَنْهُمُ النَّصْرُ حَتَّى إِذَا اسْتَيْأَسَتْ مِمَّنْ كَذَّبَهُمْ مِنْ قَوْمِهِمْ، وَظَنُّوْا أَنَّ أَتْبَاعَهُمْ كَذَّبُوْهُمْ جَاءَهُمْ نَصْرُ اللّٰهِ.

قَالَ أَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ: اسْتَيْأَسُوْا: اسْتَفْعَلُوْا مَنْ يَئِسْتُ، مِنْهُ: أَيْ مِنْ يُوْسُفَ﴿لَاتَيْأَسُوْا مِنْ رَوْحِ اللّٰهِ﴾: مَعْنَاهُ مِنَ الرَّجَاءِ.[انظر: ٤٥٢٥، ٤٦٩٥، ٤٦٩٦]

[٣٣٩٠-] حدثنا عَبْدَةُ: ثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم قَالَ:" الْكَرِيْمُ ابْنُ الْكَرِيْمِ ابْنِ الْكَرِيْمِ ابْنِ الْكَرِيْمِ: يُوْسُفُ بْنُ يَعْقُوْبَ بْنِ إِسْحَاقَ بْنِ إِبْرَاهِيْمَ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ"[راجع: ٣٣٨٢]

ترجمہ: حدیث (۳۳۸۸) مسروق رحمہ اللہ کہتے ہیں: میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی والدہ ام رومان رضی اللہ عنہا سے اس تہمت کے بارے میں دریافت کیا جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر لگائی گئی تھی، ام رومانؓ نے کہا: میں اور عائشہؓ بیٹھی ہوئی تھیں، اچانک ہمارے پاس ایک انصاری عورت آئی، وہ کہہ رہی تھی: اللہ فلاں کے ساتھ کریں اور کریں، یعنی اس کا ناس کریں (اس نے حضرت مسطح رضی اللہ عنہ کو کوسا تھا) حضرت عائشہؓ نے پوچھا: کیوں کوستی ہو؟ اس نے کہا: اس نے بہ نیت

فساد بات پھیلائی ہے (نَمَّی الحدیثَ تَنْمِیَةً: کسی بات کو بہ نیت فساد پھیلانا) حضرت عائشہؓ نے پوچھا: کونسی بات پھیلائی ہے؟ اس نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو وہ تہمت بتلائی، حضرت عائشہؓ نے پوچھا: کیا یہ بات حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اور رسول اللہ ﷺ نے سنی ہے؟ اس عورت نے کہا: ہاں، پس حضرت عائشہؓ بیہوش ہو کر گر پڑیں، اور انہیں ہوش نہیں آیا، مگر انہیں لرزہ والا بخار چڑھ چکا تھا، پس نبی ﷺ آئے اور پوچھا: اس کو کیا ہوا؟ ام رومانؓ نے کہا: اس کو بخار چڑھ گیا ہے اس بات کی وجہ سے جو بیان کی جاتی ہے، پس حضرت عائشہؓ بیٹھ گئیں اور کہا: بخدا! اگر میں قسم کھاؤں تو آپ لوگ میری بات نہیں مانو گے، اور اگر معذرت چاہوں تو آپ لوگ میری معذرت قبول نہیں کرو گے، پس میرا حال اور آپ لوگوں کا حال یعقوب علیہ السلام اور ان کے بیٹے کے حال جیسا ہے ﴿وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰی مَاتَصِفُوْنَ﴾: اور جو باتیں تم بناتے ہو ان میں اللہ ہی مدد خواستہ ہیں، پس نبی ﷺ لوٹے، اور اللہ نے اتاری وہ وحی جو اتاری، پس آپؐ نے عائشہؓ کو بتلائی، انھوں نے کہا: میں اللہ کی تعریف کرتی ہوں، کسی دوسرے کی تعریف نہیں کرتی (بحمد اللّٰهِ: أَشْتَغِلُ سے متعلق ہے)

حدیث (۳۳۸۹) سورۂ یوسف کی آیت ۱۱۰ ہے: (رسولوں کو مدد پہنچنے میں دیر ہوئی) یہاں تک کہ جب رسول ناامید ہوگئے اور انہیں خیال ہونے لگا کہ واقعی وہ سچے نہ نکلے تو ان کو ہماری مدد پہنچی، پھر جن کو ہم نے چاہا بچالیا، اور مجرم لوگوں سے ہمارا عذاب پھیرا نہیں جاتا، حضرت عروہ رحمہ اللہ نے اپنی خالہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا: اس آیت میں کُذِّبُوْا ہے یا کُذِبُوْا؟ کُذِّبُوْا کے معنی ہیں: جھٹلائے گئے، یعنی قوموں نے رسولوں کی تکذیب کی اور کُذِبُوْا کے معنی ہیں: جھوٹ کہے گئے یعنی اللہ کی طرف سے عذاب آنے کی جو بات انھوں نے قوموں سے کہی تھی وہ سچی نہ نکلی، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: کُذِّبُوْا ہے یعنی قوموں نے نبیوں کو جھٹلایا، حضرت عروہؓ نے کہا: پھر ظَنُّوْا: (گمان کیا انھوں نے) کیوں ہے؟ نبیوں کو تو یقین تھا کہ ان کی قوم نے ان کو جھٹلایا۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا: پیارے عروہ! (عُرَيَّة: عُروة کی تصغیر ہے) تیری بات ٹھیک ہے، انبیاء کو یقین تھا کہ ان کی قوموں نے ان کو جھٹلایا، عروہ نے کہا: پس شاید وہ کُذِبُوْا ہو، یعنی جھوٹ کہے گئے وہ، حضرت عائشہؓ نے کہا: توبہ توبہ! پیغامبر اپنے پروردگار کے بارے میں ایسا گمان نہیں کر سکتے کہ اللہ نے ان سے جھوٹا وعدہ کیا، اور رہی یہ آیت تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: وہ رسولوں کی پیروی کرنے والے ہیں جو اپنے پروردگار پر ایمان لائے اور انھوں نے انبیاء کی تصدیق کی اور ان کی آزمائش لمبی ہوگئی، اور ان سے مددِ خداوندی پیچھے رہ گئی، یہاں تک کہ جب وہ مایوس ہوگئے ان لوگوں سے جنھوں نے ان کی قوم میں سے نبیوں کو جھٹلایا اور گمان کیا انھوں نے کہ ان کی پیروی کرنے والوں نے ان کو جھٹلایا تو اللہ کی مدد پہنچی۔

وضاحت: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے پہلے آیت کی تفسیر کُذِّبُوْا کی تقدیر پر کی ہے، پھر حضرت عروہ رحمہ اللہ نے ان کو گھیرا تو دوسری تفسیر کُذِبُوْا کی تقدیر پر کی، مگر ظَنُّوْا کی ضمیر کا مرجع مؤمنین کو بنایا یعنی نبیوں پر ایمان لانے والوں کو ایسا خیال ہونے لگا کہ نبیوں سے اللہ نے جو وعدے کئے تھے وہ پورے نہیں ہوئے، مگر مؤمنین کو ظَنُّوْا کا فاعل بنانے کا کوئی

قرینہ نہیں، اور انتشار ضمائر کی خرابی بھی لازم آئے گی، ظنوا کا مرجع مؤمنین اور إنھم اور کُذِبُوْا کا مرجع رُسُل: یہ انتشار ضمائر ہے جو فصاحت کے خلاف ہے، اس لئے صحیح تفسیر وہ ہے جو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کی ہے، انھوں نے کُذِبُوْا کے معنی أُخْلِفُوْا کئے ہیں یعنی انبیاء کو خیال ہونے لگا کہ وہ وعدہ خلافی کئے گئے، اللہ پاک نے ان سے جو نصرت کا وعدہ کیا تھا وہ سچا ثابت نہ ہوا، حضرت ابن عباسؓ کی تفسیر کی تائید سورۂ بقرہ کی آیت ۲۱۴ سے ہوتی ہے، ارشادِ پاک ہے: ''تم سے پہلے جو مؤمنین گذرے ہیں ان پر ایسی تنگیاں اور سختیاں آئیں، اور ان کو آزمائشوں سے یہاں تک جنبش دی گئی کہ پیغمبر اور ان کے ہمراہی بول اٹھے: اللہ پاک کی مدد کب آئے گی؟ یاد رکھو اللہ کی مدد آیا ہی چاہتی ہے یعنی بہ مقتضائے بشریت پریشانی کی حالت میں مایوسی کے کلمات نکل گئے، جب تشویش یہاں تک پہنچی تو رحمت الٰہی متوجہ ہوئی۔

لغت: سورۂ یوسف آیت ۸۰ میں ہے: ﴿فَلَمَّا اسْتَيْئَسُوْا مِنْهُ خَلَصُوْا نَجِيًّا﴾: پھر جب بھائی یوسف علیہ السلام سے مایوس ہوگئے تو تنہا ہوکر سرگوشی کرنے لگے، استیئس باب استفعال سے ہے اس کے معنی ہیں: مایوس ہونا، مجرد یَئِسَ یَیْئَس ہے اور منه کی ضمیر کا مرجع یوسف علیہ السلام ہیں............اور سورۂ یوسف آیت ۸۷ میں ہے: ﴿وَلاَ تَيْئَسُوْا مِنْ رَوْحِ اللّٰهِ﴾: یعقوب علیہ السلام نے بیٹوں سے کہا: اللہ کی رحمت سے مایوس مت ہوؤ، رَوح کے معنی ہیں: امید، مراد رحمت ہے۔

بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ: ﴿وَأَيُّوْبَ، إِذْ نَادَى رَبَّهُ﴾ الآيَة

ایوب علیہ السلام کا تذکرہ

حضرت ایوب علیہ السلام کا زمانہ کونسا ہے؟ اس میں مؤرخین میں اور قصص القرآن کے موضوع پر لکھنے والوں میں خاصا اختلاف ہے، حضرت امام بخاری رحمہ اللہ ان کا تذکرہ یوسف اور موسیٰ علیہما السلام کے درمیان میں کر رہے ہیں، اس میں ان کے زمانہ کی طرف اشارہ ہے، یوسف اور موسیٰ علیہما السلام کے درمیان چار سو سال کا فصل ہے، یہی حضرت ایوب علیہ السلام کا زمانہ ہے۔

حضرت ایوب علیہ السلام دولت وثروت اور کثرت اہل وعیال کے لحاظ سے بہت ہوش بخت اور فیروز مند تھے، مگر یکا یک امتحان وآزمائش میں مبتلا ہوگئے اور مال ومتاع، اور اہل وعیال اور جسم وجان سب مصیبت میں گرفتار ہوگئے، مال ومتاع برباد ہوا، اہل وعیال ہلاک ہوئے اور جسم وجان کو سخت روگ لگ گیا، تب بھی آپ نے شکوہ نہیں کیا بلکہ صبر وشکر کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے دعا کی، سورۂ ص آیت ۴۱ میں ہے: ﴿وَاذْكُرْ عَبْدَنَا أَيُّوْبَ، إِذْ نَادَى رَبَّهُ أَنِّيْ مَسَّنِيَ الشَّيْطَانُ بِنُصْبٍ وَعَذَابٍ﴾: اور ہمارے بندے ایوبؑ کا تذکرہ کیجئے، جب انھوں نے اپنے رب کو پکارا کہ شیطان نے مجھ کو رنج اور آزار پہنچایا ہے، اور سورۃ الانبیاء آیت ۸۳ میں ہے: ﴿وَأَيُّوْبَ إِذْ نَادٰى رَبَّهُ أَنِّيْ مَسَّنِيَ الضُّرُّ وَأَنْتَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِيْنَ﴾: اور آپؐ ایوبؑ کا تذکرہ کیجئے جب انھوں نے اپنے پروردگار کو پکارا کہ مجھ کو تکلیف نے چھو لیا ہے اور آپ سب

مہربانوں سے زیادہ مہربان ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول کی، جو مال ومتاع برباد ہوا تھا اور جو اہل وعیال ہلاک ہوئے تھے اس سے زیادہ ان کو بخش دیئے، اور صحت وتندرستی کے لئے ایک چشمہ جاری کردیا جس میں غسل کرکے آپ چنگے ہوگئے۔ سورہ ص آیت ۴۲ میں ہے: ﴿أُرْكُضْ بِرِجْلِكَ هٰذَا مُغْتَسَلٌ بَارِدٌ وَشَرَابٌ﴾: اپنا پاؤں ماریے یہ نہانے کا ٹھنڈا پانی ہے اور پینے کا بھی، چنانچہ آپ نہائے اور پانی پیا تو بالکل اچھے ہوگئے، ارکض: (فعل امر) رَكَضَ (ن) رَكْضًا: ٹھوکر مارنا، پیر کو زمین پر مارنا، سورۃ الانبیاء آیت ۱۲ ہے: ﴿فَلَمَّا أَحَسُّوْا بَأْسَنَا إِذَاهُمْ مِنْهَا يَرْكُضُوْنَ﴾: جب ظالموں نے ہمارا عذاب دیکھا تو انھوں نے اس بستی سے بھاگنا شروع کیا، يَعْدُوْنَ: وہ دوڑ رہے ہیں۔

حدیث: نبی ﷺ نے فرمایا: دریں اثناء کہ ایوب علیہ السلام برہنہ نہار ہے تھے (اچانک) گرنے لگا ان پر سونے کا ٹڈی دَل، یعنی سونے کی ٹڈیاں کثیر مقدار میں بارش کے ساتھ گرنے لگیں، پس ایوب علیہ السلام لب بھر بھر کر اپنے کپڑے میں ڈالنے لگے، پس ان کو ان کے پروردگار نے پکارا، ایوبؑ! کیا میں نے آپ کو بے نیاز نہیں کیا، اِن سونے کی ٹڈیوں سے جو آپ دیکھ رہے ہیں؟ ایوب علیہ السلام نے جواب دیا: کیوں نہیں! اے میرے پروردگار! مگر میں بے نیاز نہیں رہ سکتا آپ کی برکت سے (یہ حدیث پہلے آچکی ہے)

[۲۰-] بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ: وَأَيُّوْبَ، إِذْ نَادَى رَبَّهُ﴾ الآيَة

﴿ارْكُضْ﴾: اضْرِبْ، ﴿يَرْكُضُوْنَ﴾: يَعْدُوْنَ.

[۳۳۹۱-] حدثنا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْجُعْفِيُّ، ثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ هَمَّامٍ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم، قَالَ: "بَيْنَمَا أَيُّوْبُ يَغْتَسِلُ عُرْيَانًا، خَرَّ عَلَيْهِ رِجْلُ جَرَادٍ مِنْ ذَهَبٍ، فَجَعَلَ يَحْثِيْ فِي ثَوْبِهِ، فَنَادَاهُ رَبُّهُ: يَا أَيُّوْبُ! أَلَمْ أَكُنْ أَغْنَيْتُكَ عَمَّا تَرَى؟ قَالَ: بَلٰى يَا رَبِّ! وَلٰكِنْ لاَغِنَى بِيْ عَنْ بَرَكَتِكَ"[راجع: ۲۷۹]

بَابٌ: ﴿وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ مُوْسٰى إِنَّهُ كَانَ مُخْلَصًا﴾

موسیٰ علیہ السلام کا تذکرہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام جلیل القدر پیغمبر ہیں، سورۂ مریم آیت ۵۱و۵۲ ہے: ﴿وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ مُوْسٰى، إِنَّهُ كَانَ مُخْلَصًا وَكَانَ رَسُوْلاً نَبِيًّا، وَنَادَيْنَاهُ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ الْأَيْمَنِ وَقَرَّبْنَاهُ نَجِيًّا﴾: اور قرآن میں موسیٰ کا تذکرہ کیجئے یعنی لوگوں کو سنایئے، تذکرہ کرنے والے حقیقت میں اللہ تعالیٰ ہیں بلاشبہ وہ چنیدہ (خاص کئے ہوئے) بندے، رسول اور نبی ہیں، اور ہم نے ان کو کوہِ طور کی داہنی جانب سے پکارا اور ہم نے ان کو راز کی باتیں کرنے کے لئے (نبوت سے سرفراز کرنے

کے لئے) نزدیک کیا، نَجِیٌّ: مفرد، تثنیہ اور جمع سب کے لئے ہے، سورہ یوسف (آیت ۸۰) میں ہے: ﴿خَلَصُوْا نَجِيًّا﴾: تنہا ہوئے وہ سرگوشی کرتے ہوئے یعنی اعْتَزَلُوْا نجیا: ایک طرف ہوئے وہ سرگوشی کرتے ہوئے، نجیا: خلصوا کی ضمیر فاعل سے حال ہے، اور حال ذوالحال مطابق ہوتے ہیں، معلوم ہوا کہ جمع کے لئے بھی نجیا ہی استعمال ہوتا ہے، البتہ اس کی جمع أَنْجِيَة آتی ہے، کہیں گے: أَنْجِيَةٌ يَتَنَاجَوْنَ: سرگوشی کرنے والے سرگوشی کررہے ہیں، اس میں جمع کی ضمیر لوٹائی ہے، معلوم ہوا کہ أَنْجِيَة: نَجِيٌّ کی جمع ہے، اور سورۃ الاعراف آیت ۱۱۷ میں ہے: ﴿فَإِذَا هِيَ تَلْقَفُ مَا يَأْفِكُوْنَ﴾: پس اچانک موسیٰ علیہ السلام کی لاٹھی نے ان کے بنائے ہوئے سانگ (کھیل) کو نگلنا شروع کردیا، تَلْقَف میں ایک ت محذوف ہے اور تَلَقَّمَ الشَّيئَ کے معنی ہیں: ہڑپ کرلینا، جلدی سے کھالینا۔

اور حدیث وہی ہے جو کتاب کے شروع میں گذری ہے، ورقہ نے کہا تھا: هذا الناموس الذی أنزلَ الله عزوجل علی موسیٰ: یہ وہی رازدار فرشتہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس بھیجا تھا، موسیٰ علیہ السلام کا ذکر آگیا، یہی حدیث کی باب سے مناسبت ہے۔

[۲۱-] بَابٌ: ﴿وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ مُوْسٰى إِنَّهُ كَانَ مُخْلَصًا﴾ إِلٰى قَوْلِهِ: ﴿نَجِيًّا﴾

يُقَالُ لِلْوَاحِدِ وَالإِثْنَيْنِ وَالْجَمِيْعِ: نَجِيٌّ. وَيُقَالُ: ﴿خَلَصُوْا نَجِيًّا﴾: اعْتَزَلُوْا نَجِيًّا، الْجَمِيْعُ أَنْجِيَةٌ يَتَنَاجَوْنَ ﴿تَلْقَفُ﴾: تَلَقَّمُ.

[۳۳۹۲-] حدثنا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ، ثَنَا اللَّيْثُ، ثَنِيْ عُقَيْلٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، قَالَ: سَمِعْتُ عُرْوَةَ، قَالَ: قَالَتْ عَائِشَةُ: فَرَجَعَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم إِلٰى خَدِيْجَةَ يَرْجُفُ فُؤَادُهُ، فَانْطَلَقَتْ بِهِ إِلٰى وَرَقَةَ بْنِ نُوْفَلٍ، وَكَانَ رَجُلًا تَنَصَّرَ يَقْرَأُ الإِنْجِيْلَ بِالْعَرَبِيَّةِ، فَقَالَ وَرَقَةُ: مَاذَا تَرٰى؟ فَأَخْبَرَهُ، فَقَالَ وَرَقَةُ: هٰذَا النَّامُوْسُ الَّذِيْ أَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ عَلٰى مُوْسَى، وَإِنْ أَدْرَكَنِيْ يَوْمُكَ أَنْصُرْكَ نَصْرًا مُؤَزَّرًا، النَّامُوْسُ: صَاحِبُ السِّرِّ الَّذِيْ يُطْلِعُهُ بِمَا يَسْتُرُهُ عَنْ غَيْرِهِ. [راجع: ۳]

ترجمہ: ناموس: وہ رازدار ہے جس کو آدمی بتلاتا ہے وہ باتیں جن کو وہ دوسروں سے چھپاتا ہے۔

بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ: ﴿وَهَلْ أَتَاكَ حَدِيْثُ مُوْسٰى﴾

موسیٰ علیہ السلام کے سلسلہ کا دوسرا باب

۱- سورۂ طٰہٰ آیات ۹-۱۲ ہیں: ﴿وَهَلْ أَتَاكَ حَدِيْثُ مُوْسٰى﴾: اور کیا آپ کو موسیٰ کا قصہ پہنچا ہے؟ ﴿إِذْ رَأٰى نَارًا فَقَالَ لِأَهْلِهِ امْكُثُوْا إِنِّيْ آنَسْتُ نَارًا لَعَلِّيْ آتِيْكُمْ مِنْهَا بِقَبَسٍ أَوْ أَجِدُ عَلَى النَّارِ هُدًى﴾: جب انھوں نے ایک آگ دیکھی تو

اپنے گھر والوں سے کہا: ٹھہرو میں نے آگ دیکھی ہے، شاید میں اس میں سے تمہارے لئے کوئی شعلہ لاؤں یا آگ کے پاس راستہ کا پتہ مجھ کو مل جائے۔ ﴿فَلَمَّا أَتَاهَا نُوْدِیَ یَامُوْسَی﴾: سو جب وہ اس آگ کے پاس پہنچے تو ان کو آواز دی گئی: اے موسیٰ! ﴿إِنِّیْ أَنَا رَبُّكَ فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ، إِنَّكَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى﴾: میں تمہارا رب ہوں، پس تم اپنی جوتیاں اتار دو، بیشک تم ایک پاک میدان طوی میں ہو۔

لغات: آنَسَ الشَّیئَ: محسوس کرنا، دیکھنا............ المقدس کے معنی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے مبارک کئے ہیں اور طُوی میدان کا نام ہے۔

۲-سورہ طٰہٰ آیت ۲۱ ہے: ﴿قَالَ خُذْهَا وَلَا تَخَفْ سَنُعِيْدُهَا سِيْرَتَهَا الْأُوْلٰی﴾: ارشاد فرمایا: سانپ کو پکڑ لو اور ڈرو مت، ہم ابھی اس کو پہلی حالت پر کر دیں گے، یعنی وہ پھر عصا بن جائے گا، اور تم کو کوئی گزند نہیں پہنچائے گا۔ سیرۃ کے معنی ہیں: حالت۔

۳-سورۂ طٰہٰ آیت ۵۴ میں ہے: ﴿إِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَآیَاتٍ لِّأُوْلِی النُّهٰی﴾: بیشک ان سب چیزوں میں اہل فہم کے لئے نشانیاں ہیں، النُّھٰی کے معنی حضرت رحمہ اللہ نے التُّقٰی کئے ہیں، یہ التُّقَاۃُ کی جمع ہے، اس کے معنی ہیں: پرہیزگاری، خوفِ خدا، یعنی ایسے لوگوں کے لئے جن کو عقل باطل کی پیروی سے اور برائیوں کے ارتکاب سے روکتی ہے، اس کا مفرد نُهْیة ہے۔

۴-سورہ طٰہٰ آیت ۸۷ ہے: ﴿قَالُوْا مَا أَخْلَفْنَا مَوْعِدَكَ بِمَلْكِنَا﴾: لوگ کہنے لگے: ہم نے جو آپ سے وعدہ کیا تھا اس کے خلاف ہم نے اپنے اختیار سے نہیں کیا، حضرت رحمہ اللہ نے مَلك کا ترجمہ أمر کیا ہے، یعنی جس رائے کو ہم نے پہلے اختیار کیا تھا سامری کا فعل ہمارے لئے وجہ اشتباہ بن گیا، اس لئے ہماری رائے بدل گئی۔

۵-سورہ طٰہٰ آیت ۸۱ میں ہے: ﴿وَمَنْ یَحْلِلْ عَلَیْهِ غَضَبِیْ فَقَدْ هَوٰی﴾: اور جس پر میرا غصہ واقع ہوا وہ بالکل گیا گذرا ہو گیا، یعنی وہ بدبخت ہو جاتا ہے۔

۶-سورۃ القصص آیت ۱۰ میں ہے: ﴿وَأَصْبَحَ فُؤَادُ أُمِّ مُوْسٰی فَارِغًا﴾: اور موسیٰ علیہ السلام کی ماں کا دل فارغ ہو گیا، صرف موسیٰ علیہ السلام کی یاد دل میں باقی رہی۔

۷-سورۃ القصص آیت ۳۴ میں ہے: ﴿وَأَخِیْ هَارُوْنُ هُوَ أَفْصَحُ مِنِّیْ لِسَانًا فَأَرْسِلْهُ مَعِیَ رِدْءًا یُصَدِّقُنِیْ﴾: اور میرے بھائی ہارونؑ کی زبان مجھ سے زیادہ رواں ہے، پس ان کو میرا مددگار بنا کر رسالت سے سرفراز کیجئے، تاکہ وہ میری بات کی تصدیق کریں، اور کچھ حضرات نے رِدْءٌ کے معنی مُغیث: فریادرس اور مُعین: مددگار کئے ہیں۔

۸-سورۃ القصص آیت ۱۹ میں ہے: ﴿فَلَمَّا أَرَادَ أَنْ یَبْطِشَ بِالَّذِیْ هُوَ عَدُوٌّ لَهُمَا﴾: پس جب موسیٰ نے چاہا کہ پکڑیں اس کو جو دونوں کا دشمن ہے، مشہور قراءت باب ضرب سے یَبْطِشُ ہے اور باب نصر سے یَبْطُش بھی پڑھا گیا ہے۔

۹-سورۃ القصص آیت ۲۰ ہے: ﴿وَجَاءَ رَجُلٌ مِنْ أَقْصَی الْمَدِیْنَةِ یَسْعٰی، قَالَ: یَا مُوْسَی! إِنَّ الْمَلَأَ یَأْتَمِرُوْنَ بِكَ

لِيَقْتُلُوْكَ﴾: اور ایک شخص شہر کے کنارے سے دوڑتا ہوا آیا، اس نے کہا: اے موسیٰ! دربار کے لوگ آپ کے متعلق مشورہ کررہے ہیں کہ آپ کو قتل کریں، یأتمرون کے معنی ہیں: مشورہ کرنا۔

۱۰- اور رِدْءٌ کے معنی مددگار بھی کئے گئے ہیں، کہا جاتا ہے: قَدْ أَرْدَأْتُهُ علی صَنْعَتِهِ: میں نے اس کی کاری گری میں اس کی مدد کی۔

۱۱- سورۃ القصص آیت ۲۹ میں ہے: ﴿لَعَلِّیْ آتِیْكُمْ مِنْهَا بِخَبَرٍ أَوْ جَذْوَةٍ مِنَ النَّارِ لَعَلَّكُمْ تَصْطَلُوْنَ﴾: شاید میں تمہارے پاس وہاں سے راستہ کی کچھ خبر لاؤں یا آگ کا کوئی دہکتا ہوا انگارہ لاؤں، تا کہ تم تاپو (سینکو) حضرت رحمہ اللہ نے جذوۃ کے معنی کئے ہیں: لکڑی کا بڑا ٹکڑا جس میں لپٹ نہ ہو، یعنی وہ جل نہ رہا ہو، بلکہ انگارہ بن گیا ہو۔

۱۲- سورۃ القصص آیت ۳۵ میں ہے: ﴿قَالَ سَنَشُدُّ عَضُدَكَ بِأَخِيْكَ﴾: ارشاد فرمایا: ہم ابھی تمہارے بھائی کو قوتِ بازو بنائے دیتے ہیں، حضرت رحمہ اللہ ترجمہ کرتے ہیں: عنقریب مدد کریں گے ہم تمہاری، پھر فرماتے ہیں: جب بھی آپ کسی کی مدد کریں تو آپ نے اس کے لئے بازو بنا دیا۔

۱۳- سورہ طٰہٰ آیت ۲۷ ہے: ﴿وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِنْ لِسَانِیْ﴾: اور میری زبان سے بستگی دور کردیجئے، حضرت سعید بن جبیرؒ نے عقدۃ کے معنی کئے ہیں: عُجْمَةٌ بِجَمْرَةِ نَارٍ: آگ کی چنگاری کی وجہ سے جو گنگ لک پن (صاف روانی سے نہ بول سکنا) پیدا ہو گیا ہے اس کو دور فرما دیجئے، اور ابو عبیدہؒ نے عقدۃ کے معنی کئے ہیں: وہ شخص جو کوئی خاص حرف نہ بول سکے، تاء نہ بول سکے، یا فاء نہ بول سکے۔

ملحوظہ: بخاری شریف میں سعید بن جبیرؒ کا قول نہیں ہے، ان کا قول الدر المنثور میں ہے، بخاری شریف میں شاید سقط ہے یعنی عبارت چھوٹ گئی ہے۔

۱۴- سورہ طٰہٰ آیت ۳۱ ہے: ﴿اشْدُدْ بِهِ أَزْرِیْ﴾: ہارونؑ کے ذریعہ میری پیٹھ مضبوط کیجئے، أزر کے معنی ہیں: پیٹھ۔

۱۵- سورہ طٰہٰ آیت ۶۱ میں ہے: ﴿قَالَ لَهُمْ مُوْسٰی وَيْلَكُمْ لَا تَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا فَيُسْحِتَكُمْ بِعَذَابٍ﴾: جادوگروں سے موسیٰ علیہ السلام نے کہا: کمبختی مارو! اللہ تعالیٰ پر جھوٹ مت باندھو، پس اللہ تعالیٰ تم کو کسی عذاب سے ہلاک کردیں۔

۱۶- سورہ طٰہٰ آیت ۶۳ میں ہے: ﴿وَيَذْهَبَا بِطَرِيْقَتِكُمُ الْمُثْلٰی﴾: اور لے جائیں دونوں تمہارا بہترین مذہبی طریقہ، مُثلی: أمثل کا مؤنث ہے، کہا جاتا ہے: خُذِ الْمُثْلٰی اور خُذِ الأَمْثَلَ یعنی افضل کو اختیار کرو، اور عمدہ طریقہ سے جادوگروں نے مذہبی طریقہ مراد لیا ہے۔

۱۷- سورہ طٰہٰ آیت ۶۴ میں ہے: ﴿فَأَجْمِعُوْا كَيْدَكُمْ ثُمَّ ائْتُوْا صَفًّا﴾: پس اب تم مل کر اپنی تدبیر اکٹھا کرلو، اور صف بستہ ہوکر مقابلہ میں آجاؤ، پوچھتے ہیں: هل أَتَيْتَ الصَّفَّ الْيَوْمَ؟ آج آپ صف میں گئے یعنی مسجد میں جہاں نماز پڑھی جاتی ہے۔

۱۸- سورہ طٰہٰ آیت ۶۷ میں ہے: ﴿فَأَوْجَسَ فِیْ نَفْسِهِ خِيْفَةً مُوْسٰی﴾: پس موسیٰ کے دل میں تھوڑا سا خوف پیدا ہوا،

خِیْفَة کی اصل خِوْفَة ہے، واؤ کا ماقبل مکسور تھا، اس لئے اس کو یا سے بدل دیا خِیْفَة ہو گیا۔

۱۹-سورہ طٰہٰ آیت ۷۱ میں ہے: ﴿وَلَأُصَلِّبَنَّكُمْ فِيْ جُذُوْعِ النَّخْلِ﴾: اور میں تم کو کھجوروں کے درختوں پر ٹنگواتا ہوں، اس میں فی بمعنی علی ہے۔

۲۰-سورہ طٰہٰ آیت ۹۵ ہے: ﴿قَالَ فَمَا خَطْبُكَ يَاسَامِرِيُّ﴾: کہا: اے سامری! تیسرا کیا معاملہ ہے؟ یعنی تو نے یہ حرکت کیوں کی؟ حضرتؒ نے اس کا ترجمہ بال یعنی حال کیا ہے۔

۲۱-سورہ طٰہٰ آیت ۹۷ میں ہے: ﴿قَالَ فَاذْهَبْ فَإِنَّ لَكَ فِي الْحَيَاةِ أَنْ تَقُوْلَ لاَمِسَاسَ﴾: موسیٰ نے کہا: جا، تیرے لئے دنیا میں یہ سزا ہے کہ تو کہتا پھرے گا: مجھ کو کوئی ہاتھ نہ لگانا، مِسَاس: مَاسَّه کا مصدر ہے۔

۲۲-سورہ طٰہٰ آیت ۹۷ میں ہے: ﴿لَنُحَرِّقَنَّهُ ثُمَّ لَنَنْسِفَنَّهُ فِي الْيَمِّ نَسَفًا﴾: ہم اس کو ضرور جلا دیں گے، پھر اس کی راکھ دریا میں بکھیر کر بہا دیں گے، تاکہ اس کا کوئی نام ونشان باقی نہ رہے، حضرت رحمہ اللہ نے ترجمہ کیا ہے لَنُذْرِيَنَّه: ہم اس کی راکھ ضرور ہوا میں اڑا دیں گے۔

۲۳-سورہ طٰہٰ آیت ۵۹ ہے: ﴿قَالَ مَوْعِدُكُمْ يَوْمُ الزِّيْنَةِ وَأَنْ يُّحْشَرَ النَّاسُ ضُحًى﴾: موسیٰ علیہ السلام نے کہا: تمہارا وعدہ کا وقت تمہارے میلہ کا دن ہے، اور یہ بات ہے کہ دن چڑھے لوگ جمع ہوں، الضُّحی کے معنی حضرتؒ نے الحَرُّ کئے ہیں: جب دن چڑھتا ہے تو گرمی شروع ہو جاتی ہے۔

۲۴-سورۃ القصص آیت ۱۱ ہے: ﴿وَقَالَتْ لِأُخْتِهِ قُصِّيْهِ فَبَصُرَتْ بِهِ عَنْ جُنُبٍ وَهُمْ لاَ يَشْعُرُوْنَ﴾: اور موسیٰ کی ماں نے موسیٰ کی بہن سے کہا: موسیٰ کے تابوت کے پیچھے جا، پس اس نے موسیٰ کو دور سے دیکھا اور ان لوگوں کو خبر نہیں تھی کہ وہ ان کی بہن ہے، قَصَّ الشَّيْءَ کے معنی ہیں: کسی چیز کے نشانات پر چلنا، پیروی کرنا، پیچھے چلنا، سورہ یوسف آیت ۳ میں ہے: ﴿نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ﴾: ہم آپ کے سامنے ایک بڑا عمدہ قصہ بیان کرتے ہیں یعنی اس قصہ کے پیچھے جاتے ہیں، جیسا واقعہ پیش آیا ہے اسی طرح بیان کرتے ہیں، اور عن جُنُب کے معنی ہیں: دور سے، عن جنابة اور عن اجتناب کے بھی یہی معنی ہیں۔

۲۵-سورہ طٰہٰ آیت ۴۰ میں ہے: ﴿ثُمَّ جِئْتَ عَلٰى قَدَرٍ يَا مُوْسٰى﴾: پھر تم ایک خاص وقت پر اے موسیٰ آئے، حضرت مجاہد رحمہ اللہ نے قدر کا ترجمہ کیا: مَوْعِد: یعنی خاص وقت۔

۲۶-سورہ طٰہٰ آیت ۴۲ میں ہے: ﴿وَلاَ تَنِيَا فِيْ ذِكْرِيْ﴾: اور دونوں میری یاد میں سستی نہ کرنا، لاَتَضْعُفَا: دونوں کمزور مت پڑنا۔

۲۷-سورہ طٰہٰ آیت ۵۸ میں ہے: ﴿فَاجْعَلْ بَيْنَنَا وَبَيْنَكَ مَوْعِدًا لاَنُخْلِفُهُ نَحْنُ وَلاَ أَنْتَ مَكَانًا سُوًى﴾: پس آپ ہمارے اور اپنے درمیان ایک خاص جگہ مقرر کریں، جس سے نہ ہم پیچھے رہیں اور نہ آپ، اور وہ ہموار میدان ہو، حضرت رحمہ

اللہ نے اس کا ترجمہ کیا ہے: وہ جگہ دونوں فریقوں کے درمیان ہو، تا کہ فریقین کو وہاں پہنچنے میں سہولت ہو۔

۲۸-سورہ طٰہٰ آیت ۷۷ میں ہے: ﴿وَلَقَدْ أَوْحَيْنَا إِلٰى مُوْسٰى، أَنْ أَسْرِ بِعِبَادِيْ فَاضْرِبْ لَهُمْ طَرِيْقًا فِي الْبَحْرِ يَبَسًا﴾: اور ہم نے موسیٰ کے پاس وحی بھیجی کہ آپ میرے بندوں کو رات میں لے چلیں، پھر ان کے لئے دریا میں خشک راستہ بنادیں، یَبَسًا کے معنی ہیں: خشک۔

۲۹-سورہ طٰہٰ آیت ۸۷ میں ہے: ﴿وَلٰكِنَّا حُمِّلْنَا أَوْزَارًا مِنْ زِيْنَةِ الْقَوْمِ فَقَذَفْنَاهَا﴾: مگر ہم پر قوم (قبطیوں) کے زیور کا بوجھ لدرہا تھا، سو ہم نے اس کو (سامری کے کہنے سے آگ میں) ڈال دیا، زینۃ سے مراد وہ زیور ہیں جو بنی اسرائیل فرعونیوں سے مانگ کر لائے تھے، اور قَذَفَ کے معنی ہیں: ڈالنا۔

۳۰-سورہ طٰہٰ آیت ۸۷ میں ہے: ﴿فَكَذٰلِكَ أَلْقَى السَّامِرِيُّ﴾: پس اسی طرح سامری نے بھی ڈال دیا، حضرتؒ نے أَلْقَى کے معنی صَنَعَ کئے ہیں، یعنی جو بنی اسرائیل نے کیا وہی سامری نے کیا۔

۳۱-سورہ طٰہٰ آیت ۸۸ میں ہے: ﴿فَقَالُوْا هٰذَا إِلٰهُكُمْ وَإِلٰهُ مُوْسَى فَنَسِيَ﴾: پس وہ لوگ آپس میں کہنے لگے: یہ بچھڑا تمہارا اور موسیٰ کا معبود ہے، موسیٰ تو بھول گئے وہ اپنے پروردگار سے ملنے کے لئے طور پر چلے گئے، حالانکہ خدا یہاں ہے۔

۳۲-سورہ طٰہٰ آیت ۸۹ میں ہے: ﴿أَفَلَا يَرَوْنَ أَلَّا يَرْجِعَ إِلَيْهِمْ قَوْلًا﴾: کیا وہ لوگ نہیں دیکھتے کہ وہ بچھڑا ان کی کسی بات کا جواب نہیں دے سکتا، یہ آیت بچھڑے کے بارے میں ہے کہ اس میں جواب دینے کی طاقت نہیں۔

[۲۲-] بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ: ﴿وَهَلْ أَتَاكَ حَدِيْثُ مُوْسٰى إِذْ رَأَى نَارًا﴾

[۱-] إِلٰى قَوْلِهِ: ﴿بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى﴾ ﴿آنَسْتُ﴾: أَبْصَرْتُ ﴿نَارًا لَعَلِّيْ آتِيْكُمْ مِنْهَا بِقَبَسٍ﴾ الآيَةَ، قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: ﴿الْمُقَدَّسُ﴾: الْمُبَارَكُ ﴿طُوًى﴾: اسْمُ الْوَادِيْ. [۲-] ﴿سِيْرَتَهَا﴾: حَالَتَهَا. [۳-] و﴿النُّهَى﴾: التُّقَى [٤-] ﴿بِمَلْكِنَا﴾: بِأَمْرِنَا. [٥-] ﴿هَوَى﴾: شَقِيَ. [٦-] ﴿فَارِغًا﴾ إِلَّا مِنْ ذِكْرِ مُوْسَى. [۷-] ﴿رِدْءًا﴾: كَيْ يُصَدِّقَنِيْ، وَيُقَالُ: مُغِيْثًا أَوْ مُعِيْنًا. [۸-] ﴿يَبْطِشُ﴾: وَيَبْطُشُ. [۹-] ﴿يَأْتَمِرُوْنَ﴾: يَتَشَاوَرُوْنَ. [۱۰-] رِدْأً عَوْنًا يُقَالُ قَدْ أَرْدَأْتُهُ عَلٰى صَنْعَتِهِ أَيْ أَعَنْتُهُ عَلَيْهَا. [۱۱-] وَالْجِذْوَةُ: قِطْعَةٌ غَلِيْظَةٌ مِنَ الْخَشَبِ لَيْسَ فِيْهَا لَهَبٌ. [۱۲-] ﴿سَنَشُدُّ﴾: سَنُعِيْنُكَ. كُلَّمَا عَزَّزْتَ شَيْئًا فَقَدْ جَعَلْتَ لَهُ عَضُدًا. [۱۳-] وَقَالَ غَيْرُهُ: كُلَّمَا لَمْ يَنْطِقْ بِحَرْفٍ أَوْ فِيْهِ تَمْتَمَةٌ أَوْ فَأْفَأَةٌ فَهِيَ عُقْدَةٌ. [۱٤-] ﴿أَزْرِيْ﴾: ظَهْرِيْ. [۱٥-] ﴿فَيُسْحِتَكُمْ﴾: فَيُهْلِكَكُمْ. [۱٦-] ﴿الْمُثْلٰى﴾ تَأْنِيْثُ الأَمْثَلِ. يَقُوْلُ: بِدِيْنِكُمْ، يُقَالُ: خُذِ الْمُثْلٰى، خُذِ الأَمْثَلَ. [۱۷-] ﴿ثُمَّ ائْتُوْا صَفًّا﴾ يُقَالُ: هَلْ أَتَيْتَ الصَّفَّ الْيَوْمَ؟ يَعْنِيْ الْمُصَلَّى الَّذِيْ يُصَلَّى فِيْهِ. [۱۸-] ﴿فَأَوْجَسَ﴾: أَضْمَرَ خَوْفًا، فَذَهَبَتِ الْوَاوُ مِنْ ﴿خِيْفَةً﴾ لِكَسْرَةِ الْخَاءِ. [۱۹-] ﴿فِيْ جُذُوْعِ النَّخْلِ﴾: عَلٰى جُذُوْعٍ.

[-۲۰] ﴿خَطْبُكَ﴾: بَالُكَ. [-۲۱] ﴿مِسَاسَ﴾: مَصْدَرُ مَاسَّهُ مِسَاسًا. [-۲۲] ﴿لَنَنْسِفَنَّهُ﴾: لَنُذْرِيَنَّهُ. [-۲۳] ﴿الضُّحٰى﴾: الْحَرُّ. [-۲٤] ﴿قُصِّيْهِ﴾: اتَّبِعِيْ أَثَرَهُ، وَقَدْ يَكُوْنُ أَنْ يَقُصَّ الْكَلَامَ ﴿نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ﴾ ﴿عَنْ جُنُبٍ﴾: عَنْ بُعْدٍ، وَعَنْ جَنَابَةٍ وَعَنِ اجْتِنَابٍ وَاحِدٌ. [-۲۵] وَقَالَ مُجَاهِدٌ: ﴿عَلٰى قَدَرٍ﴾: مُوْعِدٌ [-۲٦] ﴿لَاتَنِيَا﴾: لَا تَضْعُفَا. [-۲۷] ﴿مَكَانًا سُوًى﴾: مُنْصَفٌ بَيْنَهُمْ. [-۲۸] ﴿يَبَسًا﴾: يَابِسًا [-۲۹] ﴿مِنْ زِيْنَةِ الْقَوْمِ﴾ الْحُلِيِّ الَّذِيْ اسْتَعَارُوْا مِنْ آلِ فِرْعَوْنَ ﴿فَقَذَفْتُهَا﴾: أَلْقَيْتُهَا. [-۳۰] ﴿أَلْقٰى﴾: صَنَعَ. [-۳۱] ﴿فَنَسِيَ﴾ مُوْسٰى، هُمْ يَقُوْلُوْنَهُ: أَخْطَأَ الرَّبَّ. [-۳۲] ﴿أَنْ لَا يَرْجِعَ إِلَيْهِمْ قَوْلًا﴾ فِي الْعِجْلِ.

اس کے بعد معراج کی حدیث ہے جو پہلے گذری ہے اس حدیث میں اگر چہ یہاں موسیٰ علیہ السلام کا ذکر نہیں، مگر جہاں یہ حدیث مفصل آئی ہے وہاں موسیٰ علیہ السلام کا تذکرہ ہے، یا یہ کہیں کہ اس حدیث میں ہارون علیہ السلام کا تذکرہ ہے اوران کے بھائی موسیٰ علیہ السلام تھے، اس طرح موسیٰ علیہ السلام کا تذکرہ آ گیا۔

[-۳۳۹۳] حدثنا هُدْبَةُ بْنُ خَالِدٍ، ثَنَا هَمَّامٌ، ثَنَا قَتَادَةُ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، عَنْ مَالِكِ بْنِ صَعْصَعَةَ: أَنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم حَدَّثَهُمْ عَنْ لَيْلَةِ أُسْرِيَ بِهِ حَتّٰى أَتَى السَّمَاءَ الْخَامِسَةَ، فَإِذَا هَارُوْنُ قَالَ: "هٰذَا هَارُوْنُ فَسَلِّمْ عَلَيْهِ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَرَدَّ، ثُمَّ قَالَ: مَرْحَبًا بِالْأَخِ الصَّالِحِ وَالنَّبِيِّ الصَّالِحِ" تَابَعَهُ ثَابِتٌ، وَعَبَّادُ بْنُ أَبِيْ عَلِيٍّ، عَنْ أَنَسٍ، عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم. [راجع: ۳۲۰۷]

بَابٌ

موسیٰ علیہ السلام کے سلسلہ کا تیسرا باب

سورۃ المؤمن (سورۃ الغافر) کی آیت ۲۸ ہے: ﴿وَقَالَ رَجُلٌ مُؤْمِنٌ مِنْ آلِ فِرْعَوْنَ يَكْتُمُ إِيْمَانَهُ أَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا أَنْ يَقُوْلَ رَبِّيَ اللّٰهُ وَقَدْ جَاءَ كُمْ بِالْبَيِّنَاتِ مِنْ رَبِّكُمْ، وَإِنْ يَكُ كَاذِبًا فَعَلَيْهِ كَذِبُهُ، وَإِنْ يَّكُ صَادِقًا يُّصِبْكُمْ بَعْضُ الَّذِيْ يَعِدُكُمْ، إِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ كَذَّابٌ﴾: اور (مجلس مشورہ میں) ایک مؤمن شخص نے جو فرعون کے خاندان کا تھا اوراپنا ایمان چھپائے ہوئے تھا کہا: کیا تم ایک ایسے شخص کو قتل کرتے ہو جو کہتا ہے: میرا پروردگار اللہ ہے اوروہ تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے دلیلیں لایا ہے، یعنی معجزات دکھلاتا ہے جو دلیلِ صداقت ہیں، اوراگر (بالفرض) وہ جھوٹا ہے تو اس کا جھوٹ اسی پر پڑے گا اوراگروہ سچا ہے تو وہ جو پیشین گوئی کرتا ہے اس میں سے کچھ تمہیں ضرور پہنچے گا، بیشک اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو مقصود تک نہیں پہنچاتے جو حد سے گذرنے والا اور جھوٹ بولنے والا ہے۔

تشریح: اس شخص کا مشورہ نہیں مانا گیا، ارکانِ دولت نے موسیٰ علیہ السلام کے قتل کا فیصلہ کردیا، پس یہی شخص جلدی سے

موسیٰ علیہ السلام کے پاس پہنچا اور ان کو اطلاع دی، اور مشورہ دیا کہ آپ فرعون کے ملک سے نکل جائیں ﴿وَجَاءَ رَجُلٌ مِنْ أَقْصَى الْمَدِيْنَةِ يَسْعَى﴾: (سورۃ القصص آیت ۲۰) میں اسی کا ذکر ہے، سرکاری عمارتیں عام طور پر شہر سے باہر ہوتی ہیں، اور فاصلہ سے ہوتی ہیں، وہاں سے وہ آدمی دوڑتا ہوا موسیٰ علیہ السلام کے پاس پہنچا۔

[۲۳-] بَابٌ

﴿وَقَالَ رَجُلٌ مُؤْمِنٌ مِنْ آلِ فِرْعَوْنَ يَكْتُمُ إِيْمَانَهُ﴾ إِلٰى ﴿مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ كَذَّابٌ﴾

بَابٌ

موسیٰ علیہ السلام کے سلسلہ کا چوتھا باب

۱-سورہ طٰہٰ آیت ۹ ہے: ﴿وَهَلْ أَتَاكَ حَدِيْثُ مُوْسٰى؟﴾: اور کیا آپ کو موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ پہنچا ہے؟ سورہ طٰہٰ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ تفصیل سے بیان کیا گیا ہے، جو لوگ مفصل واقعہ پڑھنا چاہیں وہ سورہ طٰہٰ پڑھیں۔

۲-سورۃ النساء آیت ۱۶۴ میں ہے: ﴿وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا﴾: اور موسیٰ علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ نے خاص طور پر کلام فرمایا، یہ موسیٰ علیہ السلام کی جزوی فضیلت ہے، اللہ تعالیٰ نے زمین پر موسیٰ علیہ السلام ہی سے روبرو بلا واسطہ کلام فرمایا ہے، مگر بیچ میں نور کا پردہ تھا، موسیٰ علیہ السلام نے اللہ کا دیدار نہیں کیا۔

حدیث: نبی ﷺ نے فرمایا: جس رات مجھے معراج میں لے جایا گیا، میں نے موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا، وہ چھریرے بدن کے سیدھے بال والے تھے، گویا وہ یمن کے قبیلہ شنوءۃ کے آدمی ہیں، اور میں نے عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھا، وہ سیدھے بال والے میانہ قد والے سرخ رنگ کے تھے، گویا وہ غسل خانہ سے نکلے ہیں، اور میں ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں ان سے سب سے زیادہ مشابہ ہوں، پھر میرے پاس دو برتن لائے گئے ایک میں دودھ تھا اور دوسرے میں شراب (معراج مکہ میں ہوئی ہے، اس وقت شراب حلال تھی) فرشتہ نے کہا: دونوں میں سے جونسا چاہیں نوش فرمائیں، میں نے دودھ لیا اور اس کو پی لیا، پس کہا گیا: آپؐ نے فطرت (اسلام اور استقامت) کو لے لیا، سنیں! بیشک آپ اگر شراب کو لیتے تو آپؐ کی امت گمراہ ہو جاتی (معراج کا واقعہ من وجہٍ خواب ہے اور خواب کی تعبیر ہوتی ہے، اس واقعہ کی یہی تعبیر تھی، جو فرشتے نے بتائی یا یہ کہیں کہ واقعات خارجیہ کی بھی تعبیر ہوتی ہے)

اس کے بعد کی حدیث میں نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: کسی بندہ کے لئے مناسب نہیں کہ وہ کہے کہ میں متّی کے لڑکے یونس علیہ السلام سے بہتر ہوں، اور آپؐ نے حضرت یونس علیہ السلام کو باپ کی طرف منسوب کیا، یہ ارشاد اُس واقعہ سے تعلق رکھتا ہے جس میں ایک یہودی نے قسم کھائی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو سارے جہانوں پر برگزیدگی بخشی! پس ایک

صحابی نے اس کو تھپڑ مارا اور وہ مقدمہ آپؐ کی خدمت میں آیا، مگر اس باب میں حدیث کا یہ جزء مقصود نہیں، بلکہ اگلا جزء مقصود ہے۔ ترقیم کرنے والے نے اس کا نمبر الگ کر دیا ہے، اور وہ اگلا جزء یہ ہے: نبی ﷺ نے اس رات کا تذکرہ کیا، جس میں آپؐ کو معراج میں لے جایا گیا، آپؐ نے فرمایا: موسیٰ علیہ السلام گندمی رنگ کے دراز قد تھے، گویا وہ قبیلہ شنوءۃ کے آدمی ہیں، اور فرمایا: عیسیٰ علیہ السلام میانہ قد کے تھے، اور آپؐ نے جہنم کے داروغہ مالک کا تذکرہ کیا اور دجال کا بھی تذکرہ کیا۔

اور باب کی آخری حدیث پہلے گذری ہے، جب نبی ﷺ مدینہ میں تشریف فرما ہوئے تو آپؐ نے یہودیوں کو عاشوراء کا روزہ رکھتے دیکھا، آپؐ نے اس کی وجہ پوچھی، انھوں نے کہا: یہ اہم دن ہے، یہ وہ دن ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو نجات بخشی ہے، اور فرعونیوں کو غرقاب کیا ہے، اس لئے موسیٰ علیہ السلام نے روزہ رکھا، اللہ کی نعمت کا شکر بجالانے کے لئے، آپؐ نے فرمایا: میں یہودیوں سے موسیٰ علیہ السلام سے زیادہ قریب ہوں، چنانچہ آپؐ نے اس دن کا روزہ رکھا اور اپنی امت کو اس دن کے روزہ کا حکم دیا۔

[۲۴-] بَابٌ

[۱-] قَوْلُ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ: ﴿وَهَلْ أَتَاكَ حَدِيْثُ مُوْسٰى﴾[طه:۹]

[۲-] ﴿وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسَى تَكْلِيْمًا﴾ [النساء: ۱۶۴]

[۳۳۹۴-] حدثنا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسَى، ثَنَا هِشَامُ بْنُ يُوْسُفَ، ثَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم "لَيْلَةَ أُسْرِيَ بِيْ رَأَيْتُ مُوْسَى وَإِذَا هُوَ رَجُلٌ ضَرْبٌ، رَجِلٌ، كَأَنَّهُ مِنْ رِجَالِ شَنُوْءَ ةَ، وَرَأَيْتُ عِيْسَى فَإِذَا هُوَ رَجُلٌ رَبْعَةٌ، أَحْمَرُ، كَأَنَّمَا خَرَجَ مِنْ دِيْمَاسٍ، وَأَنَا أَشْبَهُ وُلْدِ إِبْرَاهِيْمَ صلى الله عليه وسلم بِهِ، ثُمَّ أُتِيْتُ بِإِنَاءَيْنِ فِي أَحَدِهِمَا لَبَنٌ وَفِي الآخَرِ خَمْرٌ، فَقَالَ: اشْرَبْ أَيَّهُمَا شِئْتَ، فَأَخَذْتُ اللَّبَنَ فَشَرِبْتُهُ، فَقِيْلَ: أَخَذْتَ الْفِطْرَةَ، أَمَا إِنَّكَ لَوْ أَخَذْتَ الْخَمْرَ غَوَتْ أُمَّتُكَ"[انظر: ۳۴۳۷، ۴۷۰۹، ۵۵۷۶، ۵۶۰۳]

[۳۳۹۵-] حدثنا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، ثَنَا غُنْدَرٌ، ثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ قَتَادَةَ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا الْعَالِيَةِ، ثَنَا ابْنُ عَمِّ نَبِيِّكُمْ يَعْنِيْ ابْنَ عَبَّاسٍ، عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم، قَالَ:" لاَ يَنْبَغِيْ لِعَبْدٍ أَنْ يَقُوْلَ: أَنَا خَيْرٌ مِنْ يُوْنُسَ بْنِ مَتَّى" وَنَسَبَهُ إِلَى أَبِيْهِ. [انظر: ۳۴۱۳، ۴۶۳۰، ۷۵۳۹]

[۳۳۹۶-] وَذَكَرَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم لَيْلَةَ أُسْرِيَ بِهِ، فَقَالَ:" مُوْسَى آدَمُ طُوَالٌ كَأَنَّهُ مِنْ رِجَالِ شَنُوْءَ ةَ، وَقَالَ: عِيْسَى جَعْدٌ مَرْبُوْعٌ" وَذَكَرَ مَالِكًا خَازِنَ النَّارِ، وَذَكَرَ الدَّجَّالَ.[راجع: ۳۲۳۹]

[۳۳۹۷-] حدثنا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، ثَنَا سُفْيَانُ، ثَنَا أَيُّوْبُ السَّخْتِيَانِيُّ، عَنِ ابْنِ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنْ

أَبِيْهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم لَمَّا قَدِمَ الْمَدِيْنَةَ وَجَدَهُمْ يَصُوْمُوْنَ يَوْمًا يَعْنِي يَوْمَ عَاشُوْرَاءَ، فَقَالُوْا: هٰذَا يَوْمٌ عَظِيْمٌ، وَهُوَ يَوْمٌ نَجَّى اللّٰهُ فِيْهِ مُوْسَى، وَأَغْرَقَ آلَ فِرْعَوْنَ، فَصَامَ مُوْسَى شُكْرًا لِلّٰهِ، فَقَالَ: "أَنَا أَوْلٰى بِمُوْسَى مِنْهُمْ" فَصَامَهُ، وَأَمَرَ بِصِيَامِهِ. [راجع: ٢٠٠٤]

بَابٌ

موسیٰ علیہ السلام کے سلسلہ کا پانچواں باب

۱- سورۃ الاعراف آیات ۱۴۲و۱۴۳ ہیں: ﴿وَوٰعَدْنَا مُوْسٰى ثَلاَثِيْنَ لَيْلَةً وَّأَتْمَمْنَاهَا بِعَشْرٍ فَتَمَّ مِيْقَاتُ رَبِّهِ أَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً، وَقَالَ مُوْسٰى لِأَخِيْهِ هَارُوْنَ اخْلُفْنِيْ فِيْ قَوْمِيْ وَأَصْلِحْ وَلاَ تَتَّبِعْ سَبِيْلَ الْمُفْسِدِيْنَ. وَلَمَّا جَاءَ مُوْسٰى لِمِيْقَاتِنَا وَكَلَّمَهُ رَبُّهُ، قَالَ رَبِّ أَرِنِيْ أَنْظُرْ إِلَيْكَ، قَالَ لَنْ تَرَانِيْ وَلٰكِنِ انْظُرْ إِلَى الْجَبَلِ فَإِنِ اسْتَقَرَّ مَكَانَهُ فَسَوْفَ تَرَانِيْ، فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهُ لِلْجَبَلِ جَعَلَهُ دَكًّا وَخَرَّ مُوْسٰى صَعِقًا، فَلَمَّا أَفَاقَ قَالَ سُبْحَانَكَ تُبْتُ إِلَيْكَ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾: اور ہم نے موسیٰ سے تیس راتوں کا وعدہ کیا اور دس راتوں کو ان کا تتمہ بنایا، پس ان کے پروردگار کا مقرر کیا ہوا وقت چالیس راتیں ہوگیا، اور موسیٰ نے اپنے بھائی ہارون سے کہا: میرے بعد ان لوگوں کا انتظام رکھنا اور اصلاح کرتے رہنا اور مفسدین کی راہ پر نہ چلنا، اور جب موسیٰ ہمارے مقررہ وقت پر آئے اور ان کے رب نے ان سے ہم کلامی کی تو انھوں نے عرض کیا: اے میرے پروردگار! مجھے اپنا جلوہ دکھایئے تاکہ میں آپ کا دیدار کروں، ارشاد ہوا: تم مجھ کو ہرگز نہیں دیکھ سکتے، البتہ تم اس پہاڑ کی طرف دیکھتے رہو اگر وہ اپنی جگہ برقرار رہا تو تم مجھے دیکھ لوگے، پھر جب ان کے پروردگار نے پہاڑ پر تجلی فرمائی تو تجلی نے پہاڑ کے پرخچے اڑادیئے اور موسیٰ بیہوش ہوکر گر پڑے، پھر جب ان کو ہوش آیا تو عرض کیا: آپ کی ذات پاک ہے، میں آپ کے سامنے معذرت خواہ ہوں اور میں سب سے پہلے اس پر یقین کرتا ہوں (کہ دنیا میں آپ کا دیدار نہیں ہوسکتا) اس آیت میں ﴿دَكًّا﴾ آیا ہے، پس اس کے معنی بیان کرتے ہیں اور سورۃ الحاقہ آیت ۱۴ ہے: ﴿وَحُمِلَتِ الْأَرْضُ وَالْجِبَالُ فَدُكَّتَا دَكَّةً وَاحِدَةً﴾: اور (جب صور پھونکا جائے گا تو) زمین اور پہاڑ (اپنی جگہ سے) اٹھالئے جائیں گے، پھر دونوں یکبارگی ہلا دیئے جائیں گے۔ دَكَّه (ن) دَكًّا: کوٹنا، منہدم کرنا، ویران کرنا، دَكَّ الْأَرْضَ: زمین کے نشیب وفراز کو دور کرکے ہموار کردینا، زمین اور پہاڑوں میں سے ہر ایک کو ہلا دیا جائے گا۔ اور دُكَّتَا: (تثنیہ) بمعنی دُكِكْنَ (جمع) ہے، الأرض مفرد ہے اور جبال جمع ہے مگر اس کو بھی مفرد فرض کیا ہے، اس لئے تثنیہ لائے ہیں، جیسے سورۃ الانبیاء آیت ۳۰ میں ہے: ﴿أَنَّ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنَاهُمَا﴾: کہ آسمان وزمین بند تھے (نہ آسمان سے بارش ہوتی تھی نہ زمین سے کچھ پیداوار) پھر ہم نے دونوں کو کھول دیا (آسمان سے بارش ہونے لگی اور زمین سے نباتات اگنے لگیں) یہاں بھی كانتا (تثنیہ) ہے، كُنَّ (جمع) نہیں، کیونکہ سماوات جمع کو مفرد فرض کیا گیا ہے، اور رَتْقًا کے معنی مفسرین نے 'منہ بند' کئے ہیں،

اورحضرت رحمہ اللہ نے اس کا ترجمہ کیا ہے: مُلْتَصِقَتَيْن: آسمان وزمین ملے ہوئے تھے، یعنی ایک مادہ کے دو حصے کرکے آسمان وزمین بنائے۔

۲-سورۃ البقرہ آیت ۹۳ میں ہے: ﴿وَأُشْرِبُوْا فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْعِجْلَ بِكُفْرِهِمْ﴾: اوران کے دلوں میں بچھڑا پلادیا گیا، ان کے (سابق) کفر کی وجہ سے، ثَوْبٌ مُشْرَبٌ کے معنی ہیں: رنگا ہوا کپڑا یعنی ان کا دل بچھڑے کی محبت سے رنگین ہوگیا۔

۳-سورۃ الاعراف آیت ۱۶۰ میں ہے: ﴿فَانْبَجَسَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا﴾: (موسیٰ علیہ السلام کے لاٹھی مارنے سے) پتھر سے بارہ چشمے پھوٹ نکلے، انْبَجَسَ الْمَاءُ: پانی کا جاری ہونا، یہی معنی بَجَسَ الْمَاءُ (ن) بُجُوْسًا کے ہیں۔

۴-سورۃ الاعراف آیت ۱۷۱ میں ہے: ﴿وَإِذْ نَتَقْنَا الْجَبَلَ فَوْقَهُمْ كَأَنَّهُ ظُلَّةٌ﴾: اور جب ہم نے پہاڑ کو اٹھا کر چھت کی طرح ان پر معلق کردیا، نَتَقَ الشيئَ (ن،ض) نَتْقًا: کسی چیز کو پھینکنے کے لئے اٹھانا، جیسے نَتَقَ الْحَجَرَ: پتھر کو مارنے کے لئے اٹھایا۔

اور باب کی دونوں حدیثیں پہلے گذری ہیں، پہلی حدیث میں ہے کہ لوگ قیامت کے دن بیہوش ہوجائیں گے، مجھے سب سے پہلے ہوش آئے گا، پس اچانک میں موسیٰ علیہ السلام کو دیکھوں گا: وہ عرش کے پایوں میں سے ایک پایہ پکڑے ہوئے ہونگے، پس میں نہیں جانتا کہ ان کو مجھ سے پہلے ہوش آگیا یا طور کی بیہوشی کا بدلہ ہوگیا، یعنی طور پر وہ بیہوش ہوئے تھے اس لئے آج بیہوش نہیں ہوئے، اور دوسری حدیث میں ہے کہ بنی اسرائیل بیٹروں کا ذخیرہ نہ کرتے تو گوشت نہ سڑتا۔

[۲۵-] بَابٌ

[۱-] قَوْلُ اللهِ عَزَّوَجَلَّ: ﴿وَوَاعَدْنَا مُوْسَى ثَلاَثِيْنَ لَيْلَةً﴾ إِلٰى قَوْلِهِ: ﴿وَأَنَا أَوَّلُ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ يُقَالُ: دَكَّهُ: زَلْزَلَهُ﴿فَدُكَّتَا﴾: فَدُكِكْنَ، جَعَلَ الْجِبَالَ كَالْوَاحِدَةِ، كَمَا قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿أَنَّ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا﴾ وَلَمْ يَقُلْ: كُنَّ. ﴿رَتْقًا﴾: مُلْتَصِقَتَيْنِ. [۲-] ﴿أُشْرِبُوْا﴾: ثُوْبٌ مُشَرَّبٌ: مَصْبُوْغٌ. [۳-] قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: ﴿انْبَجَسَتْ﴾: انْفَجَرَتْ. [٤-] ﴿وَإِذْ نَتَقْنَا الْجَبَلَ﴾: رَفَعْنَا.

[۳۳۹۸-] حدثنا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ، ثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيىَ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ أَبِيْ سَعِيْدٍ، عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم، قَالَ: " النَّاسُ يَصْعَقُوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، فَأَكُوْنُ أَوَّلَ مَنْ يُفِيْقُ، فَإِذَا أَنَا بِمُوْسَى آخِذٌ بِقَائِمَةٍ مِنْ قَوَائِمِ الْعَرْشِ، فَلاَ أَدْرِيْ أَفَاقَ قَبْلِيْ أَمْ جُوْزِيَ بِصَعْقَةِ الطُّوْرِ؟"[راجع: ۲٤۱۲]

[۳۳۹۹-] حَدَّثَنِيْ عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْجُعْفِيُّ، ثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، ثَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ هَمَّامٍ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلى الله عليه وسلم: " لَوْلاَ بَنُوْ إِسْرَائِيْلَ لَمْ يَخْنَزِ اللَّحْمُ، وَلَوْلاَ حَوَّاءُ لَمْ تَخُنْ أُنْثَى زَوْجَهَا الدَّهْرَ"[ر: ۳۳۳۰]

بَابٌ

موسیٰ علیہ السلام کے سلسلہ کا چھٹا باب

۱-سورۃ الاعراف کی آیت ۱۳۳ ہے:﴿فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الطُّوْفَانَ وَالْجَرَادَ وَالْقُمَّلَ وَالضَّفَادِعَ وَالدَّمَ آيَاتٍ مُفَصَّلَاتٍ فَاسْتَكْبَرُوْا وَكَانُوْا قَوْمًا مُجْرِمِيْنَ﴾: پھر ہم نے ان پر پانی کا سیلاب بھیجا اور ٹڈیاں اور جوئیں (یا گھن کا کیڑا) اور مینڈک اور خون، یہ سب کھلے کھلے معجزات تھے (یہ پانچ معجزات ہیں اور دو کا ذکر اوپر آیت ۱۳۰ میں آیا ہے، یعنی قحط سالی اور پھلوں کی کمی، یہ سات معجزات عصا اور ید بیضاء کے ساتھ آیات تسعہ کہلاتے ہیں)

امام بخاری رحمہ اللہ نے طوفان کے دو معنی کئے ہیں: ایک: پانی کا سیلاب، دوسرے: مَری، یعنی بہت لوگ ایک ساتھ مرنے لگیں، اس کو بھی طوفان کہتے ہیں۔

۲-اور قُمَّلَ کے بھی دو معنی ہیں: ایک: جوئیں، جو چیچڑی کی جنس سے ہیں، مگر اس سے بہت چھوٹی ہوتی ہیں، چیچڑی کو عربی میں حَمْنَان کہتے ہیں، اور چھوٹی چیچڑی کو حَلَم، فرماتے ہیں: قُمَّل سے مراد چیچڑی ہے جو چھوٹی چیچڑی کے مشابہ ہوتی ہے، اور دوسرا ترجمہ سُرسُری (گھن کا کیڑا) کیا گیا ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ معنی نہیں بیان کئے۔

۳-سورۃ الاعراف کی آیت ۱۰۵ ہے:﴿حَقِيْقٌ عَلٰى أَنْ لَا أَقُوْلَ عَلَى اللّٰهِ إِلَّا الْحَقَّ﴾: میرے لئے مناسب یہی بات ہے کہ میں سچ کے علاوہ اللہ کی طرف کوئی بات منسوب نہ کروں، اس آیت میں حقیقٌ کے معنی ہیں: حَقٌّ: برحق بات۔

۴-سورۃ الاعراف آیت ۱۴۹ میں ہے:﴿وَلَمَّا سُقِطَ فِيْ أَيْدِيْهِمْ﴾: اور جب وہ نادم ہوئے، ہر نادم کے لئے سُقِطَ فِي يَدِهِ کا محاورہ استعمال کرتے ہیں۔

[۲۶-] بَابٌ

[۱-] طُوْفَانٌ مِنَ السَّيْلِ، وَيُقَالُ لِلْمَوْتِ الْكَثِيْرِ: الطُّوْفَانُ. [۲-] ﴿الْقُمَّلُ﴾: الْحَمْنَانُ، يُشْبِهُ صِغَارَ الْحَلَمِ. [۳-] ﴿حَقِيْقٌ﴾: حَقٌّ. [٤-] ﴿سُقِطَ﴾: كُلُّ مَنْ نَدِمَ فَقَدْ سُقِطَ فِيْ يَدِهِ.

بَابٌ

موسیٰ علیہ السلام کے سلسلہ کا ساتواں باب

حضرت موسیٰ اور حضرت خضر علیہما السلام کا واقعہ تفصیل سے پہلے آچکا ہے، پہلی روایت میں ہے کہ ابن عباس اور حر بن قیس رضی اللہ عنہما کے درمیان اختلاف ہوا، ابن عباسؓ کہتے تھے: موسیٰ خضرؑ سے ملنے گئے تھے، حرّ کچھ اور کہتے تھے، اتفاق سے

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ وہاں سے گذرے، ابن عباسؓ نے ان سے پوچھا: آپ نے اس سلسلہ میں نبی ﷺ سے کچھ سنا ہے؟ حضرت ابیؓ نے حدیث سنائی، اس میں وضاحت ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت خضر علیہ السلام سے ملنے گئے تھے۔ اور دوسری حدیث میں ہے کہ سعید بن جبیرؒ اور نوف بکالی میں اختلاف ہوا، سعید بن جبیرؒ کہتے تھے: حضرت موسیٰ علیہ السلام ملنے گئے تھے اور نوف کہتا تھا: موسیٰ بن میشاء گیا تھا، چنانچہ سعید نے حضرت ابن عباسؓ سے پوچھا، انھوں نے حضرت ابی بن کعبؓ کی حدیث سنائی، پھر آخری حدیث نئی ہے اور وہ اسی جگہ ہے اس کا ترجمہ بعد میں ہے۔

[٢٧-] بَابٌ

حَدِيْثُ الْخَضِرِ مَعَ مُوْسَى عَلَيْهِمَا السَّلاَمِ

[٣٤٠٠-] حدثنا عَمْرُو بْنُ مُحَمَّدٍ، ثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ، ثَنَا أَبِىْ، عَنْ صَالِحٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، أَنَّ عُبَيْدَ اللّٰهِ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ أَخْبَرَهُ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: أَنَّـهُ تَمَارَى هُوَ وَالْحُرُّ بْنُ قَيْسٍ الْفَزَارِيُّ فِىْ صَاحِبِ مُوْسَى، قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: هُوَ خَضِرٌ، فَمَرَّ بِهِمَا أُبَىُّ بْنُ كَعْبٍ، فَدَعَاهُ ابْنُ عَبَّاسٍ، فَقَالَ: إِنِّىْ تَمَارَيْتُ أَنَا وَصَاحِبِىْ هٰذَا فِى صَاحِبِ مُوْسَى الَّذِىْ سَأَلَ السَّبِيْلَ إِلٰى لُقِيِّهِ، هَلْ سَمِعْتَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم يَذْكُرُ شَأْنَهُ؟ قَالَ: نَعَمْ، سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم يَقُوْلُ:" بَيْنَمَا مُوْسَى فِىْ مَلَإٍ مِنْ بَنِىْ إِسْرَائِيْلَ جَاءَ هُ رَجُلٌ، فَقَالَ: هَلْ تَعْلَمُ أَحَدًا أَعْلَمَ مِنْكَ؟ قَالَ: لاَ، فَأَوْحَى اللّٰهُ إِلٰى مُوْسَى: بَلٰى، عَبْدُنَا خَضِرٌ. فَسَأَلَ مُوْسَى السَّبِيْلَ إِلَيْهِ، فَجُعِلَ لَهُ الْحُوْتُ آيَةً، وَقِيْلَ لَهُ: إِذَا فَقَدْتَ الْحُوْتَ فَارْجِعْ فَإِنَّكَ سَتَلْقَاهُ، فَكَانَ يَتْبَعُ أَثَرَ الْحُوْتِ فِى الْبَحْرِ، فَقَالَ لِمُوْسَى فَتَاهُ: ﴿أَرَأَيْتَ إِذْ أَوَيْنَا إِلَى الصَّخْرَةِ فَإِنِّىْ نَسِيْتُ الْحُوْتَ وَمَا أَنْسَانِيْهُ إِلاَّ الشَّيْطَانُ أَنْ أَذْكُرَهُ﴾ قَالَ مُوْسٰى عليه السلام: ﴿ذٰلِكَ مَا كُنَّا نَبْغِ فَارْتَدَّا عَلٰى آثَارِهِمَا قَصَصًا، فَوَجَدَا﴾ خَضِرًا فَكَانَ مِنْ شَأْنِهِمَا الَّذِىْ قَصَّ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ فِىْ كِتَابِهِ"

[راجع: ٧٤]

[٣٤٠١-] حدثنا عَلِىُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، ثَنَا سُفْيَانُ، ثَنَا عَمْرُو بْنُ دِيْنَارٍ، أَخْبَرَنِىْ سَعِيْدُ بْنُ جُبَيْرٍ، قَالَ: قُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ: إِنَّ نَوْفًا الْبِكَالِىَّ يَزْعُمُ أَنَّ مُوْسَى صَاحِبَ الْخَضِرِ لَيْسَ هُوَ مُوْسَى بَنِىْ إِسْرَائِيْلَ، إِنَّمَا هُوَ مُوْسَى آخَرُ، فَقَالَ: كَذَبَ عَدُوُّ اللّٰهِ، حَدَّثَنَا أُبَىُّ بْنُ كَعْبٍ عَنِ النَّبِىِّ صلى الله عليه وسلم أَنَّ مُوْسَى قَامَ خَطِيْبًا فِىْ بَنِىْ إِسْرَائِيْلَ فَسُئِلَ: أَىُّ النَّاسِ أَعْلَمُ؟ فَقَالَ: أَنَا، فَعَتَبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ إِذْ لَمْ يَرُدَّ الْعِلْمَ إِلَيْهِ، قَالَ لَهُ: بَلْ لِىْ عَبْدٌ بِمَجْمَعِ الْبَحْرَيْنِ هُوَ أَعْلَمُ مِنْكَ، قَالَ: أَىْ رَبِّ! وَمَنْ لِىْ بِهِ؟- وَرُبَّمَا قَالَ سُفْيَانُ: أَىْ رَبِّ، فَكَيْفَ لِىْ بِهِ؟- قَالَ: تَأْخُذُ حُوْتًا، فَتَجْعَلُهُ فِىْ مِكْتَلٍ، حَيْثُمَا فَقَدْتَ الْحُوْتَ فَهُوَ ثُمَّ

– وَرُبَّمَا قَالَ: فَهُوَ ثَمَّهُ– فَأَخَذَ حُوْتًا فَجعَلَهُ فِى مِكْتَلٍ، ثُمَّ انْطَلَقَ هُوَ وَفَتَاهُ يُوْشَعُ بْنُ نُوْنٍ حَتَّى إِذَا أَتَيَا الصَّخْرَةَ وَضَعَا رُؤُوْسَهُمَا، فَرقَدَ مُوْسَى، وَاضْطَرَبَ الْحُوْتُ فَخَرَجَ فَسَقَطَ فِى الْبَحْرِ،﴿ فَاتَّخَذَ سَبِيْلَهُ فِى الْبَحْرِ سَرَبًا﴾ فَأَمْسَكَ اللّٰهُ عَنِ الْحُوْتِ جِرْيَةَ الْمَاءِ، فَصَارَ فِى مِثْلِ الطَّاقِ، فَقَالَ هٰكَذَا مِثْلُ الطَّاقِ، فَانْطَلَقَا يَمْشِيَانِ بِقِيَّةَ لَيْلِهِمَا وَيَوْمِهِمَا حَتَّى إِذَا كَانَ مِنَ الْغدِ قَالَ لِفَتَاهُ:﴿ آتِنَا غَدَاءَ نَا لَقَدْ لَقِيْنَا مِنْ سَفرِنَا هٰذَا نَصَبًا﴾ وَلَمْ يَجِدْ مُوْسَى النَّصَبَ حَتَّى جَاوَزَ حَيْثُ أَمَرَهُ اللّٰهُ، قَالَ لَهُ فَتَاهُ:﴿ أَرَأَيْتَ إِذْ أَوَيْنَا إِلٰى الصَّخْرَةِ فَإِنِّىْ نَسِيْتُ الْحُوْتَ وَمَا أَنْسَانِيْهُ إِلاَّ الشَّيْطَانُ أَنْ أَذْكُرَهُ، فَاتَّخَذَ سَبِيْلَهُ فِى الْبَحْرِ عَجَبًا﴾ فَكَانَ لِلْحُوْتِ سَرَبًا وَلَهُمَا عَجَبًا، قَالَ لَهُ مُوْسَى:﴿ ذٰلِكَ مَا كُنَّا نَبْغِ فَارْتَدَّا عَلٰى آثَارِهِمَا قَصَصًا﴾ رَجَعَا يَقُصَّانِ آثَارَهُمَا حَتَّى انْتَهَيَا إِلٰى الصَّخْرَةِ، فَإِذَا رَجُلٌ مُسَجًّى بِثَوْبٍ فَسَلَّمَ مُوْسَى فَرَدَّ عَلَيْهِ، فَقَالَ: وَأَنّٰى بِأَرْضِكَ السَّلاَمُ، قَالَ: أَنَا مُوْسَى، قَالَ مُوْسَى بَنِىْ إِسْرَائِيْلَ؟ قَالَ: نَعَمْ، أَتَيْتُكَ لِتُعَلِّمَنِىْ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا. قَالَ: يَا مُوْسَى! إِنِّىْ عَلٰى عِلْمٍ مِنْ عِلْمِ اللّٰهِ عَلَّمَنِيْهِ اللّٰهُ لاَ تَعْلَمُهُ، وَأَنْتَ عَلٰى عِلْمٍ مِنْ عِلْمِ اللّٰهِ عَلَّمَكَهُ اللّٰهُ لاَ أَعْلَمُهُ، قَالَ:﴿هَلْ أَتَّبِعُكَ؟﴾ قَالَ:﴿ إِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِىَ صَبْرًا وَكَيْفَ تَصْبِرُ عَلٰى مَا لَمْ تُحِطْ بِهِ خُبْرًا﴾ إِلٰى قَوْلِهِ:﴿ أَمْرًا﴾ فَانْطَلَقَا يَمْشِيَانِ عَلٰى سَاحِلِ الْبَحْرِ، فَمَرَّتْ بِهِمَا سَفِيْنَةٌ كَلَّمُوْهُمْ أَنْ يَحْمِلُوْهُمْ، فَعَرَفُوْا الْخَضِرَ فَحَمَلُوْهُ بِغَيْرِ نَوْلٍ، فَلَمَّا رَكِبَا فِى السَّفِيْنَةِ جَاءَ عُصْفُوْرٌ فَوَقَعَ عَلٰى حَرْفِ السَّفِيْنَةِ فَنَقَرَ فِى الْبَحْرِ نَقْرَةً أَوْ نَقْرَتَيْنِ، قَالَ لَهُ الْخَضِرُ: يَا مُوْسَى! مَا نَقَصَ عِلْمِىْ وَعِلْمُكَ مِنْ عِلْمِ اللّٰهِ إِلاَّ مِثْلَ مَا نَقَصَ هٰذَا الْعُصْفُوْرُ بِمِنْقَارِهِ مِنَ الْبَحْرِ، إِذْ أَخَذَ الْفَأْسَ فَنَزَعَ لَوْحًا فَلَمْ يَفْجَأْ مُوْسَى إِلاَّ وَقَدْ قَلَعَ لَوْحًا بِالْقَدُّوْمِ، فَقَالَ لَهُ مُوْسَى: مَا صَنَعْتَ؟ قَوْمٌ حَمَلُوْنَا بِغَيْرِ نَوْلٍ عَمَدْتَ إِلٰى سَفِيْنَتِهِمْ فَخَرَقْتَهَا ﴿لِتُغْرِقَ أَهْلَهَا لَقَدْ جِئْتَ شَيْئًا إِمْرًا، قَالَ: أَلَمْ أَقُلْ: إِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِىَ صَبْرًا، قَالَ: لاَتُؤَاخِذْنِىْ بِمَا نَسِيْتُ وَلاَ تُرْهِقْنِىْ مِنْ أَمْرِىْ عُسْرًا﴾ فَكَانَتِ الْأُوْلٰى مِنْ مُوْسَى نِسْيَانًا. فَلَمَّا خَرَجَا مِنَ الْبَحْرِ مَرُّوْا بِغُلاَمٍ يَلْعَبُ مَعَ الصِّبْيَانِ فَأَخَذَ الْخَضِرُ بِرَأْسِهِ فَقَلَعَهُ بِيَدِهِ هٰكَذَا – وَأَوْمَأَ سُفْيَانُ بِأَطْرَافِ أَصَابِعِهِ كَأَنَّهُ يَقْطِفُ شَيْئًا– فَقَالَ لَهُ مُوْسَى:﴿ أَقَتَلْتَ نَفْسًا زَكِيَّةً بِغَيْرِ نَفْسٍ لَقَدْ جِئْتَ شَيْئًا نُكْرًا؟ قَالَ: أَلَمْ أَقُلْ لَكَ: إِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِىَ صَبْرًا، قَالَ: إِنْ سَأَلْتُكَ عَنْ شَيْئٍ بَعْدَهَا فَلاَ تُصَاحِبْنِىْ قَدْ بَلَغْتَ مِنْ لَدُنِّىْ عُذْرًا، فَانْطَلَقَا حَتَّى إِذَا أَتَيَا أَهْلَ قَرْيَةٍ اسْتَطْعَمَا أَهْلَهَا فَأَبَوْا أَنْ يُضَيِّفُوْهُمَا فَوَجَدَا فِيْهَا جِدَارًا يُرِيْدُ أَنْ يَنْقَضَّ فَأَقَامَهُ﴾ مَائِلاً أَوْمٰى بِيَدِهِ هٰكَذَا، وَأَشَارَ سُفْيَانُ كَأَنَّهُ يَمْسَحُ شَيْئًا إِلٰى فَوْقُ، فَلَمْ أَسْمَعْ سُفْيَانَ يَذْكُرُ مَائِلاً إِلاَّ مَرَّةً – قَالَ: قَوْمٌ أَتَيْنَاهُمْ فَلَمْ يُطْعِمُوْنَا وَلَمْ يُضَيِّفُوْنَا عَمَدْتَ إِلٰى حَائِطِهِمْ،﴿ لَوْ شِئْتَ لاَتَّخَذْتَ عَلَيْهِ أَجْرًا؟ قَالَ: هٰذَا فِرَاقُ بَيْنِى وَبَيْنِكَ سَأُنَبِّئُكَ بِتَأْوِيْلِ مَالَمْ تَسْتَطِعْ عَلِيْهِ صَبْرًا﴾ قَالَ النَّبِىُّ صلى الله عليه

وسلم:" وَدِدْنَا أَنَّ مُوْسَى كَانَ صَبَرَ لَقُصَّ عَلَيْنَا مِنْ خَبَرِهِمَا" قَالَ سُفْيَانُ: قَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم:" يَرْحَمُ اللّٰهُ مُوْسَى لَوْ كَانَ صَبَرَ لَقُصَّ عَلَيْنَا مِنْ أَمْرِهِمَا" قَالَ: وَقَرَأَ ابْنُ عَبَّاسٍ: (وَكَانَ أَمَامَهُمْ مَلِكٌ يَأْخُذُ كُلَّ سَفِيْنَةٍ صَالِحَةٍ غَصْبًا) وَأَمَّا الْغُلَامُ فَكَانَ كَافِرًا وَكَانَ أَبَوَاهُ مُؤْمِنَيْنِ، ثُمَّ قَالَ لِيْ سُفْيَانُ: سَمِعْتُهُ مِنْهُ مَرَّتَيْنِ وَحَفِظْتُهُ مِنْهُ، قِيْلَ لِسُفْيَانَ: حَفِظْتَهُ قَبْلَ أَنْ تَسْمَعَهُ مِنْ عَمْرٍو أَوْ تَحَفَّظْتَهُ مِنْ إِنْسَانٍ؟ فَقَالَ: مِمَّنْ أَتَحَفَّظُهُ وَرَوَاهُ أَحَدٌ عَنْ عَمْرٍو غَيْرِيْ؟ سَمِعْتُهُ مِنْهُ مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا وَحَفِظْتُهُ مِنْهُ.[راجع: ۷۴]

حدثنا عَلِيُّ بْنُ خَشْرَمٍ، ثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ الْحَدِيْثَ بِطُوْلِهِ.

[۳۴۰۲-] حدثنا مُحَمَّدُ بْنُ سَعِيْدٍ الْأَصْبَهَانِيُّ، ثَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم، قَالَ:" إِنَّمَا سُمِّيَ الْخَضِرُ لِأَنَّهُ جَلَسَ عَلٰى فَرْوَةٍ بَيْضَاءَ، فَإِذَا هِيَ تَهْتَزُّ مِنْ خَلْفِهِ خَضْرَاءَ"

ترجمہ: نبی ﷺ نے فرمایا: خضر (سبزہ زار) کو خضر اس لئے کہتے ہیں کہ وہ ایک مرتبہ خشک زمین پر بیٹھے، پس اچانک وہ ان کے پیچھے (ان کے اٹھنے کے بعد) سبزہ سے لہرانے لگی (یہ مرفوع حدیث ہے، پس یہی وجہ تسمیہ متعین ہے)

بَابٌ

موسیٰ علیہ السلام کے سلسلہ کا آٹھواں باب

سورۃ البقرہ آیت ۵۸ میں ہے: ﴿وادْخُلُوْا الْبَابَ سُجَّدًا وَقُوْلُوْا حِطَّةٌ﴾: اور دروازہ میں عاجزی سے داخل ہوؤ اور کہو: توبہ توبہ! نبی ﷺ نے فرمایا: بنی اسرائیل نے اس حکم کی خلاف ورزی کی، وہ سرینوں کے بل گھسٹتے ہوئے داخل ہوئے اور انھوں نے کہا: حَبَّة فِي شَعْرة: یہ مہمل کلام ہے، وہ کہنا یہ چاہتے تھے کہ گون بھر کر غلہ دے!

اور دوسری حدیث پہلے آئی ہے، بنی اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں بدگمانی کی کہ ان کو کوئی بیماری ہے، جس کی وجہ سے وہ تنہا نہاتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کو اس الزام سے بری کیا۔ اور آخری حدیث بھی پہلے گذری ہے، نبی ﷺ مال تقسیم کر رہے تھے، ایک منافق نے کہا: اس تقسیم میں اللہ کی خوشنودی ملحوظ نہیں رکھی گئی، آپ کو غصہ آیا اور فرمایا: اللہ تعالیٰ موسیٰ علیہ السلام پر مہربانی فرمائیں وہ اس سے زیادہ ستائے گئے، پس انھوں نے صبر کیا، پس میں بھی صبر کرتا ہوں۔

[۲۸-] بَابٌ

[۳۴۰۳-] حدثنا إِسْحَاقُ بْنُ نَصْرٍ، ثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ، يَقُوْلُ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم:" قِيْلَ لِبَنِيْ إِسْرَائِيْلَ: ﴿ادْخُلُوْا الْبَابَ سُجَّدًا وَقُوْلُوْا

حِطَّةٌ﴾ فَبَدَّلُوْا، فَدَخَلُوْا يَزْحَفُوْنَ عَلٰى أَسْتَاهِهِمْ، وَقَالُوْا: حَبَّةٌ فِيْ شَعْرَةٍ"[انظر: ٤٤٧٩، ٤٦٤١]

[٣٤٠٤-] حدثنا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ، ثَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ، حَدَّثَنَا عَوْفٌ، عَنِ الْحَسَنِ، وَمُحَمَّدٍ، وَخِلَاسٍ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم:" إِنَّ مُوْسَى كَانَ رَجُلاً حَيِيًّا سِتِّيْرًا، لاَ يُرَى مِنْ جِلْدِهِ شَيْئٌ اسْتَحْيَى مِنْهُ، فَآذَاهُ مِنْ آذَاهُ مِنْ بَنِيْ إِسْرَائِيْلَ، فَقَالَ: مَايَسْتَتِرُ هٰذَا التَّسَتُّرَ إِلَّا مِنْ عَيْبٍ بِجِلْدِهِ، إِمَّا بَرَصٌ وَإِمَّا أُدْرَةٌ، وَإِمَّا آفَةٌ، وَإِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ أَرَادَ أَنْ يُبَرِّئَهُ مِمَّا قَالُوْا بِمُوْسَى، فَخَلاَ يَوْمًا وَحْدَهُ فَوَضَعَ ثِيَابَهُ عَلَى الْحَجَرِ، ثُمَّ اغْتَسَلَ، فَلَمَّا فَرَغَ أَقْبَلَ إِلٰى ثِيَابِهِ لِيَأْخُذَهَا، وَإِنَّ الْحَجَرَ عَدَا بِثَوْبِهِ، فَأَخَذَ مُوْسَى عَصَاهُ وَطَلَبَ الْحَجَرَ، فَجَعَلَ يَقُوْلُ: ثَوْبِي حَجَرُ، ثَوْبِي حَجَرُ، حَتَّى انْتَهَى إِلٰى مَلَإٍ مِنْ بَنِيْ إِسْرَائِيلَ فَرَأَوْهُ عُرْيَانًا أَحْسَنَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ وَأَبْرَأَهُ مِمَّا يَقُوْلُوْنَ، وَقَامَ حَجَرٌ فَأَخَذَ ثَوْبَهُ فَلَبِسَهُ، وَطَفِقَ بِالْحَجَرِ ضَرْبًا بِعَصَاهُ، فَوَ اللّٰهِ إِنَّ بِالْحَجَرِ لَنَدَبًا مِنْ أَثَرِ ضَرْبِهِ ثَلاَ ثًا أَوْ أَرْبَعًا أَوْ خَمْسًا، فَذٰلِكَ قَوْلُهُ:﴿ يٰـأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا لاَتَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ آذَوْا مُوْسَى فَبَرَّأَهُ اللّٰهُ مِمَّا قَالُوْا وَكَانَ عِنْدَ اللّٰهِ وَجِيْهًا﴾[راجع:٢٧٨]

[٣٤٠٥-] حدثنا أَبُوْ الْوَلِيْدِ، ثَنَا شُعْبَةُ، عَنِ الأَعْمَشِ، سَمِعْتُ أَبَا وَائِلٍ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ، قَالَ: قَسَمَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم قَسْمًا، فَقَالَ رَجُلٌ: إِنَّ هٰذِهِ لَقِسْمَةٌ مَا أُرِيْدُ بِهَا وَجْهُ اللّٰهِ، فَأَتَيْتُ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم فَأَخْبَرْتُهُ، فَغَضِبَ حَتَّى رَأَيْتُ الْغَضَبَ فِيْ وَجْهِهِ، ثُمَّ قَالَ:" يَرْحَمُ اللّٰهُ مُوْسَى قَدْ أُوْذِيَ بِأَكْثَرَ مِنْ هٰذَا فَصَبَرَ"[راجع: ٣١٥٠]

بَابٌ

موسیٰ علیہ السلام کے سلسلہ کا نواں باب

سورۃ الاعراف آیت ۱۳۸و۱۳۹ ہیں:﴿وَجَاوَزْنَا بِبَنِيْ إِسْرَائِيْلَ الْبَحْرَ فَأَتَوْا عَلٰى قَوْمٍ يَعْكُفُوْنَ عَلٰى أَصْنَامٍ لَهُمْ، قَالُوْا يَا مُوْسَى اجْعَلْ لَنَا إِلٰهًا كَمَا لَهُمْ آلِهَةٌ، قَالَ إِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ، إِنَّ هٰؤُلَآءِ مُتَبَّرٌ مَاهُمْ فِيْهِ وَبَاطِلٌ مَاكَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾: اور ہم نے بنی اسرائیل کو دریا سے پار اتار دیا، پس ان کا ایک قوم پر گذر ہوا جو اپنی مورتیوں سے لگے بیٹھے تھے، انھوں نے کہا: اے موسیٰ! ہمارے لئے بھی ایک ایسا ہی معبود مقرر کردیجئے جیسے ان کے معبود ہیں، موسیٰ علیہ السلام نے کہا: تم واقعی بڑی جہالت میں ہو، یہ لوگ جس کام میں لگے ہوئے ہیں وہ اس میں تباہ ہونے والے ہیں، اور ان کا یہ کام محض بے بنیاد ہے —— مُتَبَّر: اسم مفعول ہے تتبیر: (تفعیل) تباہ و برباد ہونا، حضرتؒ نے اس کا ترجمہ کیا ہے: خُسران: گھاٹا، اسی سے سورۃ الاسراء آیت ۷ میں ہے:﴿وَلِيُتَبِّرُوْا مَاعَلَوْا تَتْبِيْرًا﴾: اور جس جس چیز پر ان کا زور چلے گا سب کو برباد کرڈالیں

گے۔عَلَوْا کا ترجمہ کیا ہے:غَلَبُوْا: جس چیز پر ان کا زور چلے گا،اور یتبّروا کے معنی کئے ہیں:یُدَمِّرُوْا: ہلاک کریں گے۔

حدیث: حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ہم نبی ﷺ کے ساتھ تھے،ہم پیلو کا پھل چن کر کھا رہے تھے،آپؐ نے فرمایا: کالے دانے لازم پکڑو، وہ عمدہ ہوتے ہیں،لوگوں نے کہا: (یہ بات تو بکریاں چرانے والے جانتے ہیں پس کیا) آپؐ نے بکریاں چرائی ہیں؟ آپؐ نے فرمایا: ہر نبی نے بکریاں چرائی ہیں۔اس ارشاد کے عموم میں موسیٰ علیہ السلام بھی آجاتے ہیں،یہی حدیث کی باب سے مناسبت ہے۔

[۲۹-] بَابٌ

قَوْلُهُ: ﴿يَعْكُفُوْنَ عَلٰى أَصْنَامٍ لَهُمْ﴾ ﴿مُتَبَّرٌ﴾: خُسْرَانٌ﴿ وَلِيُتَبِّرُوْا﴾: لِيُدَمِّرُوْا، ﴿مَا عَلَوْا﴾: غَلَبُوْا.

[۳۴۰۶-] حدثنا يَحْيىَ بْنُ بُكَيْرٍ، أَنَا اللَّيْثُ، عَنْ يُوْنُسَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَبِيْ سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، أَنَّ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ: كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم نَجْنِى الْكَبَاثَ، وَإِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ:" عَلَيْكُمْ بِالْأَسْوَدِ مِنْهُ، فَإِنَّهُ أَطْيَبُهُ" قَالُوْا: أَكُنْتَ تَرْعَى الْغَنَمَ؟ قَالَ:"وَهَلْ مِنْ نَبِيٍّ إِلَّا وَقَدْ رَعَاهَا؟"[انظر: ۵۴۵۳]

بَابٌ

موسیٰ علیہ السلام کے سلسلہ کا دسواں باب

سورۃ البقرہ آیات ۶۷-۷۳ میں ایک واقعہ ہے، بنی اسرائیل میں ایک خون ہوگیا تھا،کسی طرح قاتل کا پتہ نہیں لگ رہا تھا،بنی اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام سے عرض کیا: ہم چاہتے ہیں کہ قاتل کا پتہ لگے،آپ نے بحکم الٰہی ایک بیل ذبح کرنے کا حکم دیا،انھوں نے اپنی جبلت کے مطابق حجتیں نکالنی شروع کیں،مگر جب لاچار ہوگئے تو بیل ذبح کیا،ان آیات میں چند الفاظ آئے ہیں،امام بخاری رحمہ اللہ ان کے معانی بیان کرتے ہیں،ایک لفظ ہے﴿عَوَانٌ بَيْنَ ذٰلِكَ﴾: دونوں عمروں کے درمیان،یعنی بیل نہ بالکل بوڑھا ہو نہ بچھڑا، درمیانی عمر کا ہو،اور ایک لفظ آیا ہے﴿فَاقِعٌ لَوْنُهَا﴾: جس کا رنگ صاف ہو،اور ایک لفظ آیا ہے:﴿لَا ذَلُوْلٌ تُثِيْرُ الْأَرْضَ وَلَا تَسْقِى الْحَرْثَ﴾: وہ بیل نہ تو ہل میں چلا ہو جس سے زمین جوتی جاتی ہے اور نہ اس سے آب پاشی کا کام لیا گیا ہو۔ذلول کے معنی ہیں: کام نے اس کو ذلیل نہ کیا ہو،اور تثیر الأرض کے معنی ہیں: زمین جوتنے کی وجہ سے ذلیل نہ کیا گیا ہو،کھیتی میں استعمال نہ کیا گیا ہو، پھر ہے﴿مُسَلَّمَةٌ لَا شِيَةَ فِيْهَا﴾: عیوب سے سالم ہو،اس میں کوئی داغ نہ ہو،یعنی سفیدی نہ ہو،انہی آیات میں ہے:﴿بَقَرَةٌ صَفْرَاءُ﴾:صفراء کے دو معنی کئے ہیں: وہ بیل کالا ہو اس میں کوئی دھبہ نہ ہو، دوسرا قول ہے: وہ بیل زرد ہو، پہلے معنی اصح ہیں سورۃ المرسلات میں ہے:﴿كَأَنَّهُ جِمٰلَتٌ

صُفْرٌ﴾: گویا وہ کالے کالے اونٹ ہیں، اس سے پہلے معنی کی تائید ہوتی ہے، اور آخری آیت میں ہے: ﴿وَإِذْ قَتَلْتُمْ نَفْسًا فَادَّا رَأْتُمْ فِيْهَا﴾: اور جب تم نے ایک آدمی کا خون کر دیا پھر ایک دوسرے پر اس کو ڈالنے لگے، ادّار أتم کے معنی ہیں: اخلتفم دَرْءٌ سے ہے جس کے معنی ہیں: ہٹانا۔

[٣٠-] بَابٌ

﴿وَإِذْ قَالَ مُوْسَى لِقَوْمِهِ إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تَذْبَحُوْا بَقَرَةً﴾ الآيَةَ، قَالَ أَبُوْ الْعَالِيَةِ: ﴿عَوَانٌ﴾: النَّصَفُ بَيْنَ الْبِكْرِ وَالْهَرِمَةِ، ﴿فَاقِعٌ﴾: صَافٍ، ﴿لاَ ذَلُوْلٌ﴾: لَمْ يُذِلَّهَا الْعَمَلُ. ﴿تُثِيْرُ الأَرْضَ﴾: لَيْسَتْ بِذَلُوْلٍ تُثِيْرُ الأَرْضَ، وَلاَ تَعْمَلُ فِي الْحَرْثِ. ﴿مُسَلَّمَةٌ﴾ مِنَ الْعُيُوْبِ، ﴿لاَشِيَةَ﴾: بَيَاضَ ﴿صَفْرَاءُ﴾: إِنْ شِئْتَ سَوْدَاءُ، وَيُقَالُ: صَفْرَاءُ، كَقَوْلِهِ: ﴿جِمَالاَتٌ صُفْرٌ﴾، ﴿فَادَّارَأْتُمْ﴾: اختَلَفْتُمْ

قوله: إن شئت سوداء: اگر آپ چاہیں تو کالا ترجمہ کریں.......... **کقوله:** پہلے معنی کے ساتھ جڑے گا۔

بَابُ وَفَاةِ مُوْسَى صلى الله عله وسلم وَذِكْرِهِ بَعْدُ

موسیٰ علیہ السلام کا وفات کے بعد تذکرہ

اس باب میں چار حدیثیں ہیں، پہلی دو حدیثیں پہلے آچکی ہیں، اور بعد کی دو حدیثیں نئی ہیں۔

پہلی حدیث: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ملک الموت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئے، موسیٰ علیہ السلام نے ان کو تھپڑ مارا (الی آخرہ) دوسری حدیث: ایک صحابی نے قسم کھائی: **والذی اصطفی محمداً علی العالمین:** اس کے جواب میں یہودی نے قسم کھائی: **والذی اصفطی موسیٰ علی العالمین:** اُن صحابی نے اس کو تھپڑ مارا، یہ وفات موسوی کے بعد ان کا تذکرہ ہوا، پھر اس حدیث میں یہ بھی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: مجھے موسیٰ علیہ السلام پر برتری مت دو، اس لئے کہ لوگ قیامت کے دن بیہوش ہونگے پھر مجھے سب سے پہلے ہوش آئے گا پس میں دیکھونگا کہ موسیٰ علیہ السلام عرش کا سایہ پکڑے ہوئے ہیں، یہ بھی نبی ﷺ نے موسیٰ علیہ السلام کا ان کی وفات کے بعد تذکرہ کیا۔

[٣١-] بَابُ وَفَاةِ مُوْسَى صلى الله عله وسلم وَذِكْرِهِ بَعْدُ

[٣٤٠٧-] حدثنا يَحْيَى بْنُ مُوْسَى، ثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ ابْنِ طَاوُسٍ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: أُرْسِلَ مَلَكُ الْمَوْتِ إِلٰى مُوْسَى، فَلَمَّاجَاءَ هُ صَكَّهُ، فَرَجَعَ إِلٰى رَبِّهِ، فَقَالَ: أَرْسَلْتَنِيْ إِلٰى عَبْدٍ لاَ يُرِيْدُ الْمَوْتَ، قَالَ: ارْجِعْ إِلَيْهِ فَقُلْ لَهُ يَضَعُ يَدَهُ عَلٰى مَتْنِ ثَوْرٍ فَلَهُ بِمَا غَطّٰى يَدُهُ بِكُلِّ شَعْرَةٍ سَنَةٌ،

قَالَ: أَیْ رَبِّ! ثُمَّ مَاذَا؟ قَالَ: ثُمَّ الْمَوْتُ، قَالَ: فَالْآنَ، قَالَ: فَسَأَلَ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ أَنْ یُدْنِیَهُ مِنَ الْأَرْضِ الْمُقَدَّسَةِ رَمْیَةً بِحَجَرٍ.

قَالَ أَبُوْ هُرَیْرَةَ: فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیه وسلم:" فَلَوْ کُنْتُ ثَمَّ لَأَرَیْتُکُمْ قَبْرَهُ إِلٰی جَانِبِ الطَّرِیْقِ، تَحْتَ الْکَثِیْبِ الْأَحْمَرِ" قَالَ وَأَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ هَمَّامٍ، ثَنَا أَبُوْ هُرَیْرَةَ، عَنِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیه وسلم نَحْوَهُ.

[٣٤٠٨-] حدثنا أَبُوْ الْیَمَانِ، أَنَا شُعَیْبٌ، عَنِ الزُّهْرِیِّ، أَخْبَرَنِیْ أَبُوْ سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، وَسَعِیْدُ ابْنُ الْمُسَیَّبِ، أَنَّ أَبَا هُرَیْرَةَ: قَالَ: اسْتَبَّ رَجُلٌ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ وَرَجُلٌ مِنَ الْیَهُوْدِ، فَقَالَ الْمُسْلِمُ: وَالَّذِیْ اصْطَفَی مُحَمَّدًا عَلَی الْعَالِمِیْنَ! فِیْ قَسَمٍ یُقْسِمُ بِهِ، فَقَالَ الْیَهُوْدِیُّ: وَالَّذِیْ اصْطَفَی مُوْسَی عَلَی الْعَالَمِیْنَ، فَرَفَعَ الْمُسْلِمُ یَدَهُ عِنْدَ ذٰلِکَ فَلَطَمَ الْیَهُوْدِیَّ، فَذَهَبَ الْیَهُوْدِیُّ إِلٰی النَّبِیِّ صلی اللہ علیه وسلم فَأَخْبَرَهُ بِالَّذِیْ کَانَ مِنْ أَمْرِهِ وَأَمْرِ الْمُسْلِمِ، فَقَالَ:" لَاتُخَیِّرُوْنِیْ عَلٰی مُوْسَی، فَإِنَّ النَّاسَ یَصْعَقُوْنَ، فَأَکُوْنُ أَوَّلَ مَنْ یُفِیْقُ، فَإِذَا مُوْسَی بَاطِشٌ بِجَانِبِ الْعَرْشِ، فَلَا أَدْرِیْ أَکَانَ مِمَّنْ صَعِقَ فَأَفَاقَ قَبْلِیْ، أَوْ کَانَ مِمَّنِ اسْتَثْنَی اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ؟[راجع: ٢٤١١]

[٣٤٠٩-] حدثنا عَبْدُ الْعَزِیْزُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، ثَنَا إِبْرَاهِیْمُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ حُمَیْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، أَنَّ أَبَا هُرَیْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیه وسلم:" احْتَجَّ آدَمُ وَمُوْسَی فَقَالَ لَهُ مُوْسَی: أَنْتَ آدَمُ الَّذِیْ أَخْرَجَتْكَ خَطِیْئَتُكَ مِنَ الْجَنَّةِ؟ فَقَالَ لَهُ آدَمُ: أَنْتَ مُوْسَی الَّذِیْ اصْطَفَاكَ اللّٰهُ بِرِسَالَاتِهِ وَبِکَلَامِهِ، ثُمَّ تَلُوْمُنِیْ عَلٰی أَمْرٍ قُدِّرَ عَلَیَّ قَبْلَ أَنْ أُخْلَقَ؟" فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیه وسلم:" فَحَجَّ آدَمُ مُوْسَی" مَرَّتَیْنِ.[انظر: ٤٧٣٦، ٤٧٣٨، ٦٦١٤، ٧٥١٥]

[٣٤١٠-] حدثنا مُسَدَّدٌ، ثَنَا حُصَیْنُ بْنُ نُمَیْرٍ، عَنْ حُصَیْنِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ سَعِیْدِ بْنِ جُبَیْرٍ، عَنِ ابنِ عَبَّاسٍ قَالَ: خَرَجَ عَلَیْنَا النَّبِیُّ صلی اللہ علیه وسلم یَوْمًا فَقَالَ:" عُرِضَتْ عَلَیَّ الْأُمَمُ، وَرَأَیْتُ سَوَادًا کَثِیْرًا سَدَّ الْأُفُقَ، فَقِیْلَ: هٰذَا مُوْسَی فِی قَوْمِهِ"[انظر: ٥٧٠٥، ٥٧٥٢، ٦٤٧٢، ٦٥٤١]

حدیث (۳۴۰۹) کا وضاحتی ترجمہ: نبی ﷺ نے فرمایا: عالم ارواح میں موسیٰ علیہ السلام کی وفات کے بعد حضرت موسیٰ اور حضرت آدم علیہما السلام میں مناظرہ ہوا، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا: آپ وہی آدمؑ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کرکے فرشتوں سے سجدہ کرایا، آپ نے شجر ممنوعہ کیوں کھایا؟ آپ نے ہم سب کو مشقت میں ڈالا، اگر آپ شجر ممنوعہ نہ کھاتے تو آپ کی ساری اولاد جنت میں رہتی اور مزے اڑاتی، حضرت آدم علیہ السلام نے جواب دیا: آپ وہی موسیٰ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے برگزیدہ کیا، اپنی رسالت اور اپنے کلام سے، یعنی آپ کو رسول بنایا اور آپ کو ہم کلامی کا شرف بخشا، آپ

بتائیں: تورات جو آپ پر نازل ہوئی ہے میری پیدائش سے کئی سال پہلے لکھی گئی ہے؟ موسیٰ علیہ السلام نے کہا: چالیس سال پہلے، آدم علیہ السلام نے کہا: کیا اس میں نہیں ہے کہ آدمؑ نے نافرمانی کی اور شجر ممنوعہ کھایا، موسیٰ علیہ السلام نے کہا: ہاں اس میں یہ بات ہے، آدم علیہ السلام نے کہا: پس جو بات میری پیدائش سے چالیس سال پہلے اللہ نے تورات میں لکھ دی ہے اگر وہ بات پیش آئی تو آپ مجھے ملامت کیوں کرتے ہیں! پس موسیٰ علیہ السلام خاموش ہو گئے، وہ کچھ جواب نہ دے سکے۔ نبی ﷺ نے دومرتبہ فرمایا: حَجَّ آدَمُ مُوسى: آدم علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام سے مناظرہ میں جیت گئے!

تشریح: یہاں سمجھنے کی بات یہ ہے کہ تقدیر سے یعنی ازل سے اللہ نے جو بات طے کی ہے اس سے تمسک معاملہ پائے جانے سے پہلے درست نہیں، جیسے ہر شخص کی قسمت میں روزی لکھ دی گئی ہے، مگر حدیث میں ہے: کَسْبُ الحلال فریضةٌ بعد الفریضةِ: حلال روزی کمانا دوسرے درجہ کا فرض ہے، پس اگر کوئی تقدیر سے تمسُّک کرے اور کہے: میں کام نہیں کروں گا روزی جو مقدر ہے مل کر رہے گی تو یہ اس کی بیوقوفی ہے، حکم یہ ہے کہ کام کرو، پھر کسی نے دکان کھولی مگر گھاٹا پایا تو اب وہ کہہ سکتا ہے کہ میری قسمت میں روزی نہیں تھی، اب تقدیر سے تمسک درست ہے۔

اور واقعہ رونما ہونے سے پہلے تقدیر سے تمسک اس لئے درست نہیں کہ وہ بے عملی پیدا کرتا ہے، اور واقعہ رونما ہونے کے بعد تمسک بندے کو تقدیر الٰہی پر راضی کرتا ہے، یہ ایک بنیادی نقطہ ہے جس کو یاد رکھا جائے تو کوئی اشکال پیدا نہیں ہوگا۔

حدیث (٣٤١٠): ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: ایک دن نبی ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے اور ایک خواب سنایا، فرمایا: مجھ پر امتیں پیش کی گئیں، میں نے ایک بہت بڑا مجمع دیکھا جس نے آسمان کے کنارے بھر رکھے تھے، پس مجھے بتایا گیا کہ یہ موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کے ساتھ ہیں (نبی ﷺ کی امت کے بعد سب سے بڑی امت موسیٰ علیہ السلام کی ہے، اور یہ حدیث تفصیل سے کتاب الرقاق میں آئے گی)

بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ: ﴿وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلاً﴾ إلٰى قَوْلِهِ: ﴿وَكَانَتْ مِنَ الْقَانِتِيْنَ﴾

حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا با کمال عورت ہوئی ہیں

ابھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کا تذکرہ چل رہا ہے، موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ کی بہترین خاتون فرعون کی بیوی حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا تھیں، سورۃ التحریم آیت ۱۱ میں ہے: ”اور اللہ تعالیٰ مؤمنین کے لئے فرعون کی بیوی کا حال بیان کرتے ہیں جب اس بی بی نے دعا کی: اے میرے پروردگار! میرے لئے جنت میں اپنے پاس مکان بنایئے، اور مجھ کو فرعون سے اور اس کے عمل سے بچایئے، اور مجھ کو تمام ظالم لوگوں سے بھی بچائے رکھئے“

اور نبی ﷺ نے فرمایا: ”مرد بہت با کمال ہوئے ہیں، اور عورتوں میں سے چند ہی با کمال ہوئی ہیں، جیسے فرعون کی بیوی آسیہؓ اور عمران کی لڑکی مریمؑ اور عائشہؓ کی فضیلت دوسری عورتوں پر ایسی ہے جیسے ثرید کی فضیلت دوسرے کھانوں پر“

تشریح: ثرید عربوں کے نزدیک بہترین کھانا ہے، روٹی کے ساتھ گوشت ملا کر پکایا جاتا ہے، اس میں غذائیت زیادہ ہوتی ہے اور وہ آسانی سے کھایا جاتا ہے، چبانے کی زحمت نہیں اٹھانی پڑتی، اسی طرح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا میں بہت خوبیاں تھیں، وہ بلند اخلاق، شیریں کلام، فصیح گفتگو اور سنجیدہ رائے والی تھیں، اس لئے ان کا مقام حضرت آسیہ و مریم رضی اللہ عنہما سے بلند ہے۔

[۳۲-] بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ: ﴿وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلاً﴾ إِلٰى قَوْلِهِ: ﴿وَكَانَتْ مِنَ الْقَانِتِيْنَ﴾

[۳۴۱۱-] حدثنا يَحْيىَ بْنُ جَعْفَرٍ، ثَنَا وَكِيْعٌ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ، عَنْ مُرَّةَ الْهَمْدَانِيِّ، عَنْ أَبِيْ مُوْسَى، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: "كَمُلَ مِنَ الرِّجَالِ كَثِيْرٌ، وَلَمْ يَكْمُلْ مِنَ النِّسَاءِ إِلَّا آسِيَةُ امْرَأَةُ فِرْعَوْنَ، وَمَرْيَمُ ابْنَةُ عِمْرَانَ، وَإِنَّ فَضْلَ عَائِشَةَ عَلَى النِّسَاءِ كَفَضْلِ الثَّرِيْدِ عَلٰى سَائِرِ الطَّعَامِ"[انظر: ۳۴۳۳، ۳۷۶۹، ۵۴۱۸]

بَابٌ: قَوْلُهُ: ﴿إِنَّ قَارُوْنَ كَانَ مِنْ قَوْمِ مُوْسَى﴾

نانہجار قارون کا تذکرہ

یہ باب بھی موسیٰ علیہ السلام کے تذکرہ کا جزء ہے، سورۃ القصص آیات ۷۶-۸۲ میں قارون کا ذکر آیا ہے، یہ موسیٰ علیہ السلام کی برادری کا آدمی تھا، مگر نانہجار تھا، لوگوں کے مقابلہ میں تکبر کرنے لگا، اللہ تعالیٰ نے اس کو اتنے خزانے دیئے تھے کہ کئی زورآور آدمیوں کو ان کی کنجیاں گراں بار کر دیتی تھیں، یعنی ان سے بہ تکلف اٹھتی تھیں، اور جب کنجیاں اتنی تھیں تو خزانے کتنے ہونگے اس کا اندازہ کون کر سکتا ہے، اس کے تذکرہ میں چند الفاظ آئے ہیں، ان کے معانی حضرت امام بخاری رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

۱- ﴿لَتَنُوْءُ بِالْعُصْبَةِ أُوْلِي الْقُوَّةِ﴾: نَاءَ (ن) نَوْءً ا بحمله: اپنے بوجھ سامان کو مشکل سے لے کر اٹھنا، اور أولی القوۃ کے معنی ہیں: زورآور، طاقت ور، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: مردوں کی ایک جماعت مشکل سے اس کے خزانوں کی چابیاں لے کر کھڑی ہوتی تھی۔

۲- قارون کی قوم نے اس کو سمجھایا: ﴿لَاتَفْرَحْ إِنَّ اللّٰهَ لَايُحِبُّ الْفَرِحِيْنَ﴾: اپنے خزانوں پر مت اترا، اللہ تعالیٰ اترانے والوں کو پسند نہیں کرتے، اللہ کی نعمت پر خوش ہونا جائز ہے مگر اترانا جائز نہیں، پس فرحین کے معنی ہیں: مَرِحین: گھمنڈ کرنے والا، اپنی بڑائی جتانے والا۔

۳- پھر جب قارون اس کی دولت کے ساتھ زمین میں دھنسایا گیا تو جن مؤمنین نے اس کی دولت پر رال ٹپکائی تھی

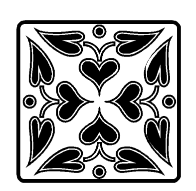
انھوں نے کہا: ﴿وَيْكَأَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَيَقْدِرُ﴾: بس جی یوں معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتے ہیں زیادہ روزی دیتے ہیں اور جس کو چاہتے ہیں کم روزی دیتے ہیں، اس آیت کے معنی یہ ہیں کہ رزق کی کشادگی اور تنگی کے لئے کوئی ضابطہ نہیں، یہ اللہ کی مشیت پر موقوف ہے جس کو چاہیں وسیع رزق عطا فرمائیں اور جس کو چاہیں کم رزق دیں۔ سورۃ الرعد آیت ۲۶ میں ہے: ﴿اللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَشَاءُ وَيَقْدِرُ﴾: اللہ جس کے لئے چاہتے ہیں روزی میں وسعت کرتے ہیں اور جس کے لئے چاہتے ہیں روزی میں تنگی کرتے ہیں، قرآن وحدیث میں بس اتنی ہی بات آئی ہے، کشادگی اور تنگی کا کوئی ضابطہ بیان نہیں کیا، اور علماء نے لکھا ہے کہ رزق میں وسعت اور تنگی سے مقصود امتحان ہے، کسی کا امتحان اللہ تعالیٰ رزق میں کشادگی کر کے لیتے ہیں اور کسی کا رزق میں تنگی کر کے، پس جو جس حال میں ہے اس میں سنبھل کر چلے، تاکہ امتحان میں کامیاب ہو۔

فائدہ: وَیْ کلمۂ تعجب ہے یا کلمۂ زجر وتوبیخ، اور اس میں لام بڑھا کر وَیْلُ (ہلاکت) بھی کہتے ہیں اور کبھی اس کے بعد کاف خطاب لگا کر ویك بھی بولتے ہیں، اور کبھی لام اور کاف کو جمع کر کے ویلك بھی بولتے ہیں، یعنی تیرا برا ہو، تیرا ناس ہو، یہ تو نے کیا کیا، غرض وَیْ تعجب یا معمولی زجر کے لئے ہے، اور کأن حرف مشبہ بالفعل ہے۔

[۳۳-] بَابُ: قَوْلُهُ: ﴿إِنَّ قَارُوْنَ كَانَ مِنْ قَوْمِ مُوْسَى﴾ الآيَةَ

[۱-] ﴿لَتَنُوْءُ﴾: لَتُثْقِلُ، قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: ﴿أُوْلِي الْقُوَّةِ﴾: لَايَرْفَعُهَا الْعُصْبَةُ مِنَ الرِّجَالِ. [۲-] يُقَالُ: ﴿الْفَرِحِيْنَ﴾: الْمَرِحِيْنَ. [۳-] ﴿وَيْكَأَنَّ اللّٰهَ﴾ مِثْلُ أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللّٰهَ ﴿يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَشَاءُ وَيَقْدِرُ﴾: يُوَسِّعُ عَلَيْهِ وَيُضَيِّقُ.

الحمدللہ! تحفۃ القاری کی چھٹی جلد پوری ہوئی، ساتویں جلد ان شاءاللہ کتاب الأنبیاء [۳٤] باب قولِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ: ﴿وَإِلٰى مَدْيَنَ أَخَاهُمْ شُعَيْبًا﴾ سے شروع ہوگی۔



حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری کی جملہ تصانیفات

رحمۃ اللہ الواسعہ جلد اول	کیا مقتدی پر فاتحہ واجب ہے؟	معین الفلسفہ شرح مبادی الفلسفہ
رحمۃ اللہ الواسعہ جلد دوم	ڈاڑھی اور انبیاء کی سنتیں	مبادئی الفلسفہ
رحمۃ اللہ الواسعہ جلد سوم	آسان صرف حصہ اول	**شرح علل الترمذی**
رحمۃ اللہ الواسعہ جلد چہارم	آسان صرف حصہ دوم	آسان فارسی قواعد حصہ اول
رحمۃ اللہ الواسعہ جلد پنجم	آسان نحو حصہ اول	آسان فارسی قواعد حصہ دوم
حجۃ اللہ البالغہ اول عربی حاشیہ	آسان نحو حصہ دوم	مبادیات فقہ
حجۃ اللہ البالغہ دوم عربی حاشیہ	آسان منطق	عصری تعلیم اور اس کے تقاضے
ہدایت القرآن مجلد اول	اسلام تغیر پذیر دنیا میں	ہادیہ شرح کافیہ
ہدایت القرآن مجلد دوم	حیات امام طحاوی رحمہ اللہ	تحفۃ الالمعی جلد اول
ہدایت القرآن مجلد سوم	حیات امام ابوداؤد رحمہ اللہ	تحفۃ الالمعی جلد دوم
ہدایت القرآن مجلد چہارم	**الكلام المفيد فى تحرير الأسانيد**	تحفۃ الالمعی جلد سوم
ہدایت القرآن مجلد پنجم	دین کی بنیادیں اور تقلید کی ضرورت	تحفۃ الالمعی جلد چہارم
ہدایت القرآن پارہ تیس (۳۰)	محفوظات حصہ اول	تحفۃ الالمعی جلد پنجم
فیض المنعم مقدمہ مسلم	محفوظات حصہ دوم	تحفۃ الالمعی جلد ششم
مفتاح التہذیب شرح تہذیب	محفوظات حصہ سوم	تحفۃ الالمعی جلد ہفتم
مفتاح العوامل شرح شرح مأۃ عامل	تحفۃ الدرر	تحفۃ الالمعی جلد ہشتم
گنجینۂ صرف شرح پنج گنج	تذکرہ مشاہیر محدثین کرام	خط و کتابت کا پتہ
آپ فتوی کیسے دیں؟	حرمت مصاہرت	**مکتبہ حجاز**
العون الکبیر شرح الفوز الکبیر (عربی)	طرازی شرح سراجی	**اردو بازار جامع مسجد دیوبند**
الخیر الکثیر شرح الفوز الکبیر (اردو)	پیغمبر رحمت اور نونہالان اسلام	**ضلع سہارن پور، یوپی**
الفوز الکبیر جدید تعریب	زبدۃ الطحاوی شرح طحاوی (عربی)	موبائل نمبر 09997866990